

# فضائل اعمال

قلب انقلاب صاحب مرقی شیخ الحدیث  
حضرت مولانا محمد زکریا صاحب  
مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ، والی اللہ مراتب

کتب خانہ فیضی

لاہور - پاکستان

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ  
بے شک ان کے قصے میں (برکائی) عبرت ہے سمجھ داروں کے لیے

عکسی

# حکایات صحابہ

مجلد اول

مفت والا قطب صاحب بریلوی شیخ الحدیث  
حضرت مولانا محمد زکریا مہر مانی نور اللہ مرقدہ  
و علی اللہ مراتبہ

کنج خانہ فیضی

لاہور

پاکستان



# فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
۲۸	اندھیرے میں حضرت انسؓ کا فعل	۸	تمہید	
۲۹	سورج گرہن میں حضورؐ کا عمل		باب اول	
۲۹	حضورؐ کا تمام رات روتے رہنا	۱۰	دین کی خاطر سختیاں برداشت کرنا	
۳۰	حضرت ابوبکرؓ پر اللہ کا ڈر		اور تکالیف و مشقت کا جھیلنا	
۳۱	حضرت عمرؓ کی حالت	۱۰	حضور اقدس ﷺ کی اللہ علیہ وسلم کے	
۳۲	حضرت ابن عباسؓ کی نصیحت		طائف کے سفر کا قصہ	
۳۳	تبوک کے سفر میں قوم ثمود کی بستی	۱۲	قصہ حضرت انسؓ بن نضر کی شہادت کا	
	پر گذر	۱۳	صلح حدیبیہ اور ابو جندلؓ و ابولہبؓ	
۳۴	تبوک میں حضرت کعبؓ کی غیر حاضری		کا قصہ	
	اور توبہ	۱۶	حضرت بلال حبشیؓ کا اسلام اور مصائب	
۴۰	صحابہؓ کے ہنسنے پر حضورؐ کی تنبیہ اور	۱۷	حضرت ابوذر غفاریؓ کا اسلام	
	قبر کی یاد	۱۹	خباہؓ بن الارت کی تکلیفیں	
۴۰	حضرت حنظلہؓ کو نفاق کا ڈر	۲۰	حضرت عمارؓ اور ان کے والدین کا ذکر	
۴۲	(تکمیل) اللہ کے خوف کے متفرق حوال	۲۱	حضرت صہیبؓ کا اسلم	
	باب سوم	۲۲	حضرت عمرؓ کا اسلام لانا اور ان کی	
۴۴	صحابہ کرامؓ کے زہد اور فقر کے بیان		بہن کی تکلیف	
	میں	۲۳	مسلمانوں کی حبشہ کی ہجرت اور شعب	
۴۵	حضورؐ کا پہاڑوں کو سونا بنا دینے		ابنی طالب میں قید ہونا	
	سے انکار		باب دوم	
۴۵	حضرت عمرؓ کے وسعت طلب کرنے	۲۷	اللہ جل جلالہ کا خوف اور ذکر	
	پر تنبیہ اور حضورؐ کے گذر کی حالت	۲۷	ابندھی کے وقت حضورؐ کا طریقہ	



نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۳	حضرت ابو ہریرہ کی بھوک میں حالت	۴۷	۵	حضرت ابو بکرؓ کا احتیاطاً بلوغ وقف کرنا۔	۵۸
۴	حضرت ابو بکرؓ کا بیت المال سے وظیفہ۔	۴۸	۶	علی بن معبد کا کرایہ کے مکان سے تحریر خشک کرنا۔	۵۹
۵	حضرت عمرؓ کا بیت المال سے وظیفہ۔	۴۹	۷	حضرت علیؓ کا ایک قبر پر گزر	۵۹
۶	حضرت بلالؓ حبشی کا حضورؐ کے لئے ایک مشرک سے قرض لینا۔	۵۰	۸	حضورؐ کا ارشاد جس کا کھانا پینا حرام ہو اس کی دعا قبول نہیں ہوتی۔	۶۰
۷	حضرت ابو ہریرہؓ کا بھوک میں مسئلہ دریافت کرنا۔	۵۲	۹	حضرت عمرؓ کا اپنی بیوی کو مشک تولنے سے انکار۔	۶۱
۸	حضورؐ کا صحابہؓ سے دو شخصوں کے بارے میں سوال۔	۵۴	۱۰	حضرت عمرؓ بن عبد العزیز کا حجاج کے حاکم کو حاکم نہ بنانا۔	۶۲
۹	حضورؐ سے محبت کرنے والے پر فقر کی دوڑ۔	۵۴		باب ہفتم	
۱۰	سریۃ العنبر میں فقر کی حالت	۵۵	۱۱	نماز کا شغف اور ذوق و شوق	۶۲
	باب چہارم		۱۲	اللہ تعالیٰ کا ارشاد نوازش الے کے حق میں۔	۶۳
	صحابہؓ کا تقویٰ	۵۶	۱۳	حضورؐ کا تمام رات نماز پڑھنا۔	۶۳
۱	حضورؐ کی ایک جنازہ سے واپسی اور ایک عورت کی دعوت۔	۵۶	۱۴	حضورؐ کا چار رکعت میں چھ پائے پڑھنا۔	۶۴
۲	حضورؐ کا صدقے کی کھجور کے خوف سے تمام رات جاگنا۔	۵۷	۱۵	حضرت ابو بکرؓ حضرت ابن زبیرؓ حضرت علیؓ وغیرہ کی نمازوں کے حالات۔	۶۵
۳	حضرت ابو بکرؓ کا ایک کاہن کے کھانے سے قے کرنا۔	۵۷	۱۶	ایک مہاجر اور ایک انصاری کی چوکیداری اور انصاری کا نماز میں تیر کھانا	۶۶
۴	حضرت عمرؓ کی صدقہ کے دودھ سے قے۔	۵۸	۱۷	ابو طلحہؓ کا نماز میں خیال آجانے سے باغ وقف کرنا۔	۶۷

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۷	حضرت ابن عباسؓ کا نماز کی وجہ سے آنکھ نہ بنوانا۔	۶۸	۸	صحابہؓ کا نماز کے وقت فوراً کانیں بند کرنا۔	۶۹
۸	حضرت خبیثؓ کا قتل کے وقت نماز پڑھنا اور زید و عامرؓ کا قتل۔	۷۰	۹	حضورؐ کی جنت میں معیت کیلئے نماز کی	۷۱
	باب ششم			ایشیاد و ہمدردی اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔	۷۳
۱	صحابی کا مہمان کی خاطر چراغ بجھا دینا۔	۷۴	۲	روزہ دار کے لئے چراغ بجھا دینا۔	۷۴
۲	ایک صحابی کا زکوٰۃ میں اونٹ دینا۔	۷۴	۳	حضرات شہداء کا صدقہ میں مقابلہ۔	۷۵
۳	صحابہؓ کا دوسروں کی وجہ سے پیاسے مزنا۔	۷۶	۴	حضرت حمزہؓ کا کفن۔	۷۷
۴	بکری کی سری کا چتر کاٹ کر اس آنا۔	۷۸	۵	حضرت عمرؓ کا اپنی بیوی کو زچگی میں لیجانا۔	۷۸
۵	حضرت عمرؓ کا باغ وقف کرنا۔	۸۰	۶	ابو طلحہؓ کا اپنے خادم کو تنبیہ فرمانا۔	۸۰
۶	حضرت جعفرؓ کا قصہ۔	۸۲	۷	باب ہفتم	
۷	بہادری، دلیری اور موت کا شوق	۸۳	۸	ابن مسعودؓ کی دعا۔	۸۳
۸	ابن عباسؓ کی بہادری	۸۵	۹	حضرت خنظلہؓ کی شہادت۔	۸۶
۹	عمرو بن جمحؓ کی تمنائے شہادت۔	۸۶	۱۰	مصعبؓ بن عمیر کی شہادت۔	۸۷
۱۰	قادیسیہ کی لڑائی میں سعدؓ کا خط۔	۸۸	۱۱	وہبؓ بن قلوبس کی اُحد میں شہادت۔	۹۰
۱۱	بیر معونہ کی لڑائی۔	۹۰	۱۲	عمیرؓ کا قول کہ کھجوریں کھانا طویل زندگی ہے۔	۹۲
۱۲	حضرت عمرؓ کی ہجرت۔	۹۲	۱۳	غزوہ موندہ کا قصہ۔	۹۳
۱۳	سعیدؓ بن جبیر اور حجاج کی گفتگو	۹۵	۱۴	باب ہفتم علمی ولولہ	۹۸
۱۴	فتویٰ کا کام کرنیوالی جماعت کی فہرست	۹۹	۱۵	حضرت ابو بکرؓ کا مجموعہ کو جلا دینا۔	۱۰۰
۱۵	تبلیغ مصعبؓ بن عمیر	۱۰۱	۱۶	ابن بن کعبؓ کی تعلیم	۱۰۲
۱۶	حذیفہؓ کا اہتمام فتن۔	۱۰۳	۱۷	ابو ہریرہؓ کا احادیث کو حفظ کرنا۔	۱۰۴
۱۷	قتل مسیلمہ و جمع قرآن۔	۱۰۵	۱۸	ابن مسعودؓ کی احتیاط روایت حدیث میں۔	۱۰۷
۱۸	ابو ذرؓ دار کے پاس حدیث کیلئے جانا۔	۱۰۸	۱۹	ابن عباسؓ کا انصاری کے پاس جانا۔	۱۰۹
۱۹	مستغرق علمی کارنامے۔	۱۱۰		باب نہم	



نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	حضور کی فرمانبرداری اور امتثال حکم	۱۱۶	۱۰	حضرت زینبؓ کا افک کے معاملہ میں صفائی اور صدقہ	۱۳۴
۱	حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کا چادر کو جلا دینا	۱۱۷		خسار کی اپنے چاروں بیٹوں سمیت جنگ میں شرکت	۱۳۵
۲	انصاری کا مکان کو ڈھا دینا	۱۱۷	۱۱	حضرت صفیہؓ کا یہودی کو تنہا مارنا	۱۳۷
۳	صحابہ کا نسخ چادروں کو اتار دینا	۱۱۸	۱۲	اسمار کا عورتوں کے اجر کے بارے میں سوال	۱۳۸
۴	وائلؓ کا ذباب کے لفظ سے بال کٹوا دینا	۱۱۹	۱۳	امّ عمارؓ کا اسلام اور جنگ میں شرکت	۱۳۹
۵	سہیل بن خنظلہ کی عادت اور خریم کا بال کٹوا دینا	۱۱۹	۱۴	امّ حکیمؓ کا اسلام اور جنگ میں شرکت	۱۴۱
۶	ابن عمرؓ کا اپنے بیٹے سے نہ بولنا	۱۲۰	۱۵	سمیۃ امّ عمارؓ کی شہادت	۱۴۲
۷	ابن عمرؓ سے سوال کہ نماز قصر قرآن میں نہیں	۱۲۱	۱۶	اسمار بنت ابی بکرؓ کی زندگی اور شہادت	۱۴۳
۸	ابن مخفلؓ کا خذف کی وجہ سے کلام چھوڑ دینا	۱۲۲	۱۷	حضرت ابوبکرؓ کا ہجرت کی وقت مال لیجانا اور اسماءؓ کا اپنے دادا کو اطمینان دلانا	۱۴۴
۹	حکیم بن حزامؓ کا سوال سے عہد	۱۲۳		حضرت اسماءؓ کی سخاوت	۱۴۵
۱۰	حذیفہؓ کا جاسوسی کے لئے جانا	۱۲۳	۱۸	حضور کی بیٹی حضرت زینبؓ کی ہجرت اور انتقال	۱۴۶
	باب دہم		۱۹	ربیع بنت مہوذ کی غیرت دینی	۱۴۷
	عورتوں کا دینی جذبہ	۱۴۵	۲۰	(معلومات) حضور کی بیٹیاں اور اولاد (معلومات) حضور کی اولاد	۱۴۸
۱	تبیحات حضرت فاطمہؓ	۱۴۵		باب یازدہم	
۲	حضرت عائشہؓ کا صدقہ	۱۴۶		بچوں کا دینی جذبہ	۱۶۲
۳	ابن زبیرؓ کا حضرت عائشہؓ کو قہر کرنے	۱۴۷	۱	بچوں کو روزہ رکھوانا	۱۶۳
۴	حضرت عائشہؓ کی حالت اللہ کے خوف سے	۱۴۸	۲	حضرت عائشہؓ کی احادیث اور آیت کا نزول	۱۶۳
۵	امّ سلمہؓ کے خاوند کی دعا اور ہجرت	۱۴۹		عمیرہؓ کا جہاد کی شرکت کا شوق	۱۶۴
۶	امّ زیدؓ کی چند عورتوں کے ساتھ خیر میں شرکت	۱۵۱		عمیرہؓ کا بدر کی لڑائی میں چھپنا	۱۶۴
۷	امّ حرامؓ کی غزوۃ البحر میں شرکت کی تنہا	۱۵۱			
۸	امّ سلمہؓ کا لڑکے کے مرنے پر عمل	۱۵۲			
۹	امّ حبیبہؓ کا اپنے باپ کو بستر پر بٹھانا	۱۵۳			

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۵	دوانصاری بچوں کا ابو جہل کو قتل کرنا	۱۴۵		باب دوازدہم	
۶	رافعؓ اور ابن جندبؓ کا مقابلہ	۱۴۶		حضور کے ساتھ محبت	۱۸۱
۷	زیدؓ کا قرآن کی وجہ سے تقدیم	۱۴۷	۱	ابوبکرؓ کا اعلان اسلام اور تکلیف	۱۸۱
۸	ابو سعید خدریؓ کے باپ کا انتقال	۱۴۸	۲	حضرت عمرؓ کا حضورؐ کے وصال پر رنج	۱۸۳
۹	سلمہ بن اکوعؓ کی غلبہ پر دوڑ	۱۴۹		ایک عورت کا حضورؐ کی خبر کے لئے بے قرار ہونا	۱۸۴
۱۰	بدر کا مقابلہ اور براءؓ کا شوق	۱۵۰	۳	حدیبیہ میں ابوبکرؓ اور میخوؓ کا فعل اور عام صحابہؓ کا طرز عمل	۱۸۵
۱۱	عبداللہ بن عبداللہ بن ابی کا اپنے باپ سے معاملہ	۱۵۱	۴	ابن زبیرؓ کا خون پینا	۱۸۸
۱۲	جابرؓ کی حمراء الاسد میں شرکت	۱۵۲	۵	مالکؓ بن سنان کا خون پینا	۱۸۸
۱۳	ابن زبیرؓ کی بہادری روم کی لڑائی میں	۱۵۳	۶	زیدؓ بن حارثہ کا اپنے باپ کو انکار	۱۸۹
۱۴	عمرو بن سلمہؓ کا کفر کی حالت میں قرآن یاد کرنا	۱۵۴	۷	انسؓ بن نصر کا عمل احد کی لڑائی میں	۱۹۰
۱۵	ابن عباسؓ کا اپنے غلام کے پاؤں میں بیڑی ڈالنا	۱۵۵	۸	سعد بن زیدؓ کا پیام احد میں	۱۹۱
۱۶	ابن عباسؓ کا بچپن میں حفظ قرآن	۱۵۵	۹	حضورؐ کی قبر دیکھ کر ایک عورت کی موت	۱۹۱
۱۷	عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کا حفظ حدیث	۱۵۶	۱۰	صحابہ کی محبت کے متفرق قصے	۱۹۲
۱۸	زیدؓ بن ثابتؓ کا حفظ قرآن	۱۵۷		خاتمہ	
۱۹	امام حسنؓ کا بچپن میں علمی مشغلہ	۱۵۸		صحابہ کرامؓ کے ساتھ برتاؤ اور ان کے اجمالی فضائل	۱۹۶
۲۰	امام حسینؓ کا علمی مشغلہ	۱۵۹		نہایت	

کتاب خانہ فیضی لاہور پاکستان



## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَاتَّبَعَهُ الْحَسَنَةُ لِلدِّينِ الْقَوِيمِ

اما بعد اللہ کے ایک برگزیدہ بندے اور میرے مربی و مخلص کا ارشاد ۵۳ھ میں ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے چند قصے بالخصوص کم سن صحابہ اور عورتوں کی نینداری کی کچھ حالت اردو میں لکھی جاتے تاکہ جو لوگ قصوں کے شوقین ہیں وہ وہی تباہی جھوٹی حکایات کی بجائے اگر ان کو دیکھیں تو ان کے لئے دینی ترقی کا سبب ہو اور گھر کی عورتیں اگر راتوں میں بچوں کو جھوٹی کہانیوں کے بجائے ان کو سنائیں تو بچوں کے دل میں صحابہ کی محبت اور عظمت کے ساتھ دینی امور کی طرف رغبت پیدا ہو میرے لئے اس ارشاد کی تعمیل بہت ہی ضروری تھی کہ احسانات میں ڈوبے ہوئے ہونے کے علاوہ اللہ والوں کی خوشنودی و دو جہان میں فلاح کا سبب ہوتی ہے مگر اس کے باوجود اپنی کم مائیگی سے یہ اُمید نہ ہوتی کہ میں اس خدمت کو مرضی کے موافق ادا کر سکتا ہوں۔ اس لئے چار برس تک بار بار اس ارشاد کو سنتا رہا اور اپنی نااہلیت سے شرمندہ ہوتا رہا کہ صفر ۱۲ھ میں ایک مرض کی وجہ سے چند روز کے لئے دماغی کام سے روک دیا گیا۔ تو مجھے خیال ہوا کہ ان خالی ایام کو اس بابرکت مشغلہ میں گزار دوں کہ اگر یہ اوراق پسند خاطر نہ ہوتے تب بھی میرے یہ خالی اوقات تو بہترین اور بابرکت مشغلہ میں گزر ہی جائیں گے۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ والوں کے قصے ان کے حالات یقیناً اس قابل ہیں کہ ان کی تحقیق اور تفتیش کی جائے اور ان سے سبق حاصل کیا جائے۔ بالخصوص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی جماعت جس کو اللہ جل شانہ نے اپنے لاڈلے نبی اور پیارے رسول کی مصاحبت کے لئے چنا، اس کی مستحق ہے کہ اس کا اتباع کیا جائے۔ اس کے علاوہ اللہ والوں کے ذکر سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے جو فیما کے سردار حضرت جنید بغدادی کا ارشاد ہے کہ حکایتیں اللہ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے جس سے مریدین کے دلوں کو تقویت حاصل ہوتی ہے کسی نے دریافت کیا کہ اس کی کوئی دلیل بھی ہے۔ فرمایا ہاں، اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے۔ وَكَلَّمَ نَقْصُ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نَشِئْتَ بِهِ فُؤَادَكَ وَجَاءَ لَكَ فِي هَذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَذِكْرَى لِلْمُؤْمِنِينَ (ترجمہ) ”اور پیغمبروں کے قصوں میں سے ہم یہ سارے قصے آپ سے بیان کرتے ہیں جن کے ذریعہ سے ہم آپ کے دل کو تقویت دیتے

میں ایک فائدہ تو یہ ہوا، اور ان قصوں میں آپ کے پاس ایسا مضمون پہنچتا ہے جو خود بھی راست اور واقعی ہے اور مسلمانوں کے لئے نصیحت ہے (اور اچھے کام کرنے کی، یاد دہانی ہے) بیان القرآن ایک ضروری بات یہ بھی دل میں جمالینے کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں ہوں یا بزرگوں کے حالات، اسی طرح مسائل کی کتابیں ہوں یا معتبر لوگوں کے وعظ و ارشادات، یہ ایسی چیزیں نہیں ہوتیں کہ ایک مرتبہ دیکھ لینے کے بعد ہمیشہ کو ختم کر دیا جائے بلکہ اپنی حالت اور استعداد کے موافق بار بار دیکھتے رہنا چاہیے۔ ابوسلیمان دارانیؒ ایک بزرگ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں، کہ میں ایک وعظ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ ان کے وعظ نے میرے دل پر اثر کیا مگر جب وعظ ختم ہوا تو وہ اثر بھی ختم ہو گیا میں دوبارہ ان کی مجلس میں حاضر ہوا تو اس وعظ کا اثر فارغ ہونے کے بعد گھر کے راستے میں بھی رہا۔ تیسری مرتبہ پھر حاضر ہوا، تو اس کا اثر گھر میں پہنچنے پر بھی رہا میں نے گھر جا کر اللہ کی نافرمانی کے جو اسباب تھے سب توڑ دیئے اور اللہ کا راستہ اختیار کر لیا۔ اسی طرح دینی کتابوں کا بھی حال ہے کہ محض سرسری طور پر ایک مرتبہ ان کے پڑھ لینے سے اثر کم ہوتا ہے، اس لئے کبھی کبھی پڑھتے رہنا چاہیے پڑھنے والوں کی سہولت اور صغیران کے دل نشین ہونے کے خیال سے میں نے اس رسالہ کو بارہ بابوں اور ایک خاتمہ پر تقسیم کیا ہے۔

۱: پہلا باب: دین کی خاطر سختیوں کا برداشت کرنا اور تکالیف و مشقت کا بھیلنا۔

۲: دوسرا باب: اللہ جل شانہ کا خوف اور ڈر جو صحابہ کرامؓ کی خاص عادت تھی۔

۳: تیسرا باب: صحابہؓ کی زاہدانہ اور فقیرانہ زندگی کا نمونہ۔

۴: چوتھا باب: صحابہؓ کے تقویٰ اور پرہیزگاری کی حالت۔

۵: پانچواں باب: نماز کا شوق اور اس کا اہتمام۔

۶: چھٹا باب: ہمدردی اور اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دینا اور اللہ کے راستے میں خرچ کرنا۔

۷: ساتواں باب: بہادری و دلیری اور بہمت و شجاعت اور موت کا شوق۔

۸: آٹھواں باب: علمی مشاغل اور علمی انہماک کا نمونہ۔

۹: نواں باب: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کی تعمیل۔

۱۰: دسواں باب: عورتوں کا دینی جذبہ اور بہادری اور حضورؐ کی بیبیوں اور اولاد کا بیان۔

۱۱: گیارہواں باب: بچوں کا دینی ذلولہ اور بچپن میں دین کا اہتمام۔

۱۲: بارہواں باب: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ محبت کا نمونہ۔

۱۳: خاتمہ: صحابہؓ کے حقوق اور ان کے مختصر فضائل۔



# پہلا باب

دین کی خاطر سختیوں کا برداشت کرنا اور تکالیف و مشقت کا جھیلنا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دین کے پھیلانے میں جس قدر تکلیفیں اور مشقتیں برداشت کی ہیں ان کا برداشت کرنا تو درکنار اس کا ارادہ کرنا بھی ہم جیسے نالائقوں سے دشوار ہے تاریخ کی کتابیں ان واقعات سے بھری ہوئی ہیں مگر ان پر عمل کرنا تو علیحدہ رہا، ہم ان کے معلوم کرنے کی بھی تکلیف نہیں کرتے۔ اس باب میں چند قصوں کو نمونہ کے طور پر ذکر کرنا ہے۔ ان میں سب سے پہلے خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک قصہ سے ابتداء کرتا ہوں کہ حضور کا ذکر برکت کا ذریعہ ہے۔

## ① — حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طائف کے سفر کا قصہ

نبوت بل جانے کے بعد نو برس تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں تبلیغ فرماتے رہے اور قوم کی ہدایت اور اصلاح کی کوشش فرماتے رہے لیکن تھوڑی سی جماعت کے سوا جو مسلمان ہو گئی تھی اور تھوڑے سے ایسے لوگوں کے علاوہ جو باوجود مسلمان نہ ہونے کے آپ کی مدد کرتے تھے۔ اکثر کفار مکہ آپ کو اور آپ کے صحابہ کو ہر طرح کی تکلیفیں پہنچاتے تھے۔ مذاق اڑاتے تھے اور جو ہو سکتا تھا اس سے درگزر نہ کرتے تھے حضور کے چچا ابوطالب بھی انہی نیک دل لوگوں میں تھے جو باوجود مسلمان نہ ہونے کے حضور کی ہر قسم کی مدد فرماتے تھے۔ دسویں سال میں جب ابوطالب کا بھی انتقال ہو گیا تو کافروں کو اور بھی ہر طرح کھلے مہار اسلام سے روکنے اور مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کا موقع ملا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس خیال سے طائف تشریف لے گئے کہ وہاں قبیلہ ثقیف کی بڑی جماعت ہے، اگر وہ قبیلہ مسلمان ہو جائے تو مسلمانوں کو ان تکلیفوں سے نجات ملے اور دین کے پھیلنے کی بنیاد پڑ جائے۔ وہاں پہنچ کر

قبیلہ کے تین سرداروں سے جو بڑے درجے کے مجھے جانتے تھے گفتگو فرمائی اور اللہ کے دین کی طرف بلایا اور اللہ کے رسول کی یعنی اپنی مدد کی طرف متوجہ کیا۔ مگر ان لوگوں نے بجائے اس کے کہ دین کی بات کو قبول کرتے یا کم سے کم عرب کی مشہور مہمان نوازی کے لحاظ سے ایک نووارد مہمان کی خاطر مدارات کرتے صاف جواب دے دیا اور نہایت بے رُخی اور بد اخلاقی سے پیش آئے۔ اُن لوگوں نے یہ بھی گوارا نہ کیا کہ آپ یہاں قیام فرمائیں جن لوگوں کو سردار سمجھ کر بات کی تھی کہ وہ شریف ہوں گے اور مہذب گفتگو کریں گے اُن میں سے ایک شخص بولا کہ اے آپ ہی کو اللہ نے نبی بنا کر بھیجا ہے۔ دوسرا بولا کہ اللہ کو تمہارے سوا کوئی اور ملتا ہی نہیں تھا جس کو رسول بنا کر بھیجے۔ تیسرے نے کہا کہ میں تجھ سے بات کرنا نہیں چاہتا اس لئے کہ اگر تو واقعی نبی ہے جیسا کہ دعویٰ ہے تو تیری بات سے انکار کر دینا مصیبت سے خالی نہیں، اور اگر جھوٹ ہے تو میں ایسے شخص سے بات کرنا نہیں چاہتا۔ اس کے بعد ان لوگوں سے نا اُمید ہو کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور لوگوں سے بات کرنے کا ارادہ فرمایا کہ آپ تو بہت اور استقلال کے پہاڑ تھے مگر کسی نے بھی قبول نہ کیا۔ بلکہ بجائے قبول کرنے کے حضور سے کہا کہ ہمارے شہر سے فوراً نکل جاؤ۔ اور جہاں تمہاری اہمیت کی جگہ ہو وہاں چلے جاؤ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اُن سے بالکل مایوس ہو کر واپس ہونے لگے تو ان لوگوں نے شہر کے لڑکوں کو پیچھے لگا دیا کہ آپ کا مذاق اڑائیں، تالیاں پیٹیں، پتھر ماریں۔ آپ کے دونوں جوتے خون کے جاری ہونے سے رنگین ہو گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی حالت میں واپس ہوئے جب راستہ میں ایک جگہ ان شہریوں سے اطمینان ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا مانگی۔

”اے اللہ تجھی سے شکایت کرتا ہوں میں اپنی کمزوری اور بکسی کی اور لوگوں میں ذلت اور رسوائی کی۔ اے اَوْحَمَ الرَّاحِمِینَ تو ہی معاف کا رب ہے اور تو ہی میرا پروردگار ہے۔ تو مجھے کس کے حوالے کرتا ہے کسی اجنبی بیگانہ کے جو مجھے دیکھ کر ترش رو ہوتا ہے اور مزہ چڑھاتا ہے یا کسی دشمن کے جس کو تو نے مجھ پر قابو دیدیا۔ اے اللہ اگر تو مجھ سے ناراض نہیں ہے تو مجھے

اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ اَشْكُو ضَعْفَ قُوَّتِيْ  
وَقِلَّةَ حِيلَتِيْ وَهُوَ اِلٰى عَلٰى النَّاسِ  
يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ اَنْتَ رَبُّ  
الْمُسْتَضْعِفِيْنَ وَاَنْتَ رَقِيْ اِلٰى مَنْ  
تَكَلِّمُنِيْ اِلٰى بَعِيْدٍ يَّتَجَهَّمُنِيْ اُمُّ اِلٰى  
عَدُوِّ مَلَكَتْهُ اَمْرِيْ اِنْ لَمْ يَكُنْ  
بِكَ عَلَيَّ غَضَبٌ فَلَا اُبَالِيْ وَلٰكِنْ  
عَافَيْتَكَ هِيَ اَوْسَعُ لِيْ اَعُوْذُ بِنُوْرٍ



وَجِبْكَ الَّذِي اشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ  
وَصَلَحَ عَلَيْهِ أَمْرُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ  
مَنْ أَنْ تُنْزَلَ بِى غَضَبَكَ  
أَوْ يَحِلَّ عَلَى سَخَطِكَ لَكَ الْعُتْبَى  
حَتَّى تَرْضَى وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا  
بِكَ كَذَا فِي سِيَرَةِ ابْنِ هِشَامٍ  
قلت واختلفت الروايات في  
الفاظ الدعاء كما في قرعة العيون

کسی کی بھی پرواہ نہیں ہے۔ تیری حفاظت  
مجھے کافی ہے میں تیرے چہرہ کے اُس نور  
کے طفیل جس سے تمام اندھیریاں روشن ہو  
گئیں اور جس سے دنیا اور آخرت کے سارے  
کام درست ہو جاتے ہیں اس بات سے  
پناہ مانگتا ہوں کہ مجھ پر تیرا غصہ ہو یا تو مجھ سے ناراض ہو  
تیری ناراضگی کا اس وقت تک دور کرنا ضروری ہے  
جب تک تو راضی نہ ہو، نہ تیرے سوا کوئی طاقت  
ہے نہ قوت۔

مالک الملک کی شان قہاری کو اس پر جوش آنا ہی تھا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے  
اگر سلام کیا اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی وہ گفتگو جو آپ سے ہوئی سنی اور ان کے  
جوابات سنے اور ایک فرشتہ کو جس کے متعلق پہاڑوں کی خدمت ہے آپ کے پاس بھیجا  
ہے کہ آپ جو چاہیں اس کو حکم دیں، اس کے بعد اس فرشتہ نے سلام کیا اور عرض کیا کہ جو ارشاد  
ہو میں اس کی تعمیل کروں اگر ارشاد ہو تو دونوں جانب کے پہاڑوں کو بلا دوں جس سے یہ سب  
درمیان میں کچل جائیں یا اور جو سزا آپ تجویز فرمائیں جھنور کی رحیم و کریم ذات نے جواب دیا  
کہ میں اللہ سے اس کی امتیاز رکھتا ہوں کہ اگر یہ مسلمان نہیں ہوئے تو ان کی اولاد میں سے ایسے  
لوگ پیدا ہوں جو اللہ کی پرستش کریں اور اس کی عبادت کریں۔

ف: یہ ہیں اخلاق اس کریم ذات کے جس کے ہم لوگ نام لیوا ہیں کہ ہم ذرا سی تکلیف  
سے کسی کی معمولی سی گالی دیدینے سے ایسے بھڑک جاتے ہیں کہ پھر عمر بھر اس کا بدلہ نہیں اُترتا ظلم  
پر ظلم اس پر کرتے رہتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں اپنے محمدی ہونے کا، نبی کے پیرو بننے کا، نبی  
کریم صلی اللہ علیہ وسلم اتنی سخت تکلیف اور مشقت اٹھانے کے باوجود نہ بددعا فرماتے ہیں نہ کوئی  
بدلہ لیتے ہیں۔

## ۲۔ قصہ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا

حضرت انس بن نضر ایک صحابی تھے جو بدر کی لڑائی میں شریک نہیں ہو سکے تھے۔ ان کو اس

چیز کا صدمہ تھا اس پر اپنے نفس کو ملامت کرتے تھے کہ اسلام کی پہلی عظیم آفت لڑائی اور  
 تو اس میں شریک نہ ہو سکا۔ اس کی تمنا تھی کہ کوئی دوسری لڑائی ہو تو حوصلے پورے کروں۔ اتفاق  
 سے اُحد کی لڑائی پیش آگئی جس میں یہ بڑی بہادری اور دلیری سے شریک ہوئے۔ اُحد کی لڑائی میں  
 اول اول تو مسلمانوں کو فتح ہوئی مگر آخر میں ایک غلطی کی وجہ سے مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ وہ غلطی  
 یہ تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ آدمیوں کو ایک خاص جگہ مقرر فرمایا تھا کہ تم لوگ اتنے  
 میں نہ کہو اس جگہ سے نہ ہٹنا کہ وہاں سے دشمن کے حملہ کرنے کا اندیشہ تھا۔ جب مسلمانوں کو  
 شروع میں فتح ہوئی تو کافروں کو بھاگتا ہوا دیکھ کر یہ لوگ بھی اپنی جگہ سے یہ سمجھ کر ہٹ گئے کہ اب  
 جنگ ختم ہو چکی اس لئے بھاگتے ہوئے کافروں کا پیچھا کیا جائے اور غنیمت کا مال حاصل کیا جائے۔  
 اس جماعت کے سردار نے منع بھی کیا کہ حضور کی ممانعت تھی تم یہاں سے نہ ہٹو مگر ان لوگوں نے  
 یہ سمجھ کر کہ حضور کا ارشاد صرف لڑائی کے وقت کے واسطے تھا۔ وہاں سے ہٹ کر میدان  
 میں پہنچ گئے۔ بھاگتے ہوئے کافروں نے اس جگہ کو خالی دیکھ کر اُس طرف سے آکر حملہ کر دیا۔ مسلمان  
 بے فکر تھے اس اچانک بے خبری کے حملہ سے مغلوب ہو گئے اور دونوں طرف سے کافروں  
 کے پنج میں آ گئے۔ جس کی وجہ سے ادھر ادھر پریشان بھاگ رہے تھے۔ حضرت انسؓ نے دیکھا  
 کہ سامنے سے ایک دوسرے صحابی حضرت سعد بن معاذ آ رہے ہیں۔ اُن سے کہا کہ اے سعد  
 کہاں جا رہے ہو، خدا کی قسم جنت کی خوشبو اُحد کے پہاڑ سے آرہی ہے۔ یہ کہہ کر تلوار تو ہاتھ  
 میں تھی ہی کافروں کے ہجوم میں گھس گئے اور اتنے شہید نہیں ہو گئے واپس نہیں ہوئے شہادت  
 کے بعد اُن کے بدن کو دیکھا گیا تو چھلنی ہو گیا تھا۔ انہی سے زیادہ زخم تیر اور تلوار کے بدن پر تھے۔  
 اُن کی بہن نے انگلیوں کے پوروں سے اُن کو پہچانا۔

**ف** جو لوگ اخلاص اور سچی طلب کے ساتھ اللہ کے کام میں لگ جاتے ہیں اُن کو دنیا  
 ہی میں جنت کا مزہ آنے لگتا ہے۔ یہ حضرت انسؓ کی زندگی ہی میں جنت کی خوشبو سونگھ رہے  
 تھے۔ اگر اخلاص آدمی میں ہو جاوے تو دنیا میں بھی جنت کا مزہ آنے لگتا ہے۔ میں نے ایک محترم  
 شخص سے جو حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الرحیم صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے مخلص  
 خادم ہیں حضرت کا مقولہ سنا ہے کہ ”جنت کا مزہ آرہا ہے“ فضائلِ رمضان میں اس قصہ  
 کو لکھ چکا ہوں۔



## ۲ صلح حدیبیہ اور ابوجندل اور ابوبصیر رضی اللہ عنہما کا قصہ

۱۔ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرہ کے ارادہ سے مکہ تشریف لے جا رہے تھے۔ کفار مکہ کو اس کی خبر ہوئی اور وہ اس خبر کو اپنی ذلت سمجھے اس لئے مزاحمت کی اور حدیبیہ میں آپ کو رکنا پڑا۔ جاں نثار صحابہؓ ساتھ تھے جو حضور پر جان قربان کرنا فرماتے تھے۔ لڑنے کو تیار ہو گئے۔ مگر حضور نے مکہ والوں کی خاطر سے لڑنے کا ارادہ نہیں فرمایا اور صلح کی کوشش کی اور باوجود صحابہؓ کی لڑائی پر مستعدی اور بہادری کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار کی اس قدر رعایت فرمائی کہ ان کی ہر شرط کو قبول فرمایا۔ صحابہؓ کو اس طرح دب کر صلح کرنا بہت ہی ناگوار تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے سامنے کیا ہو سکتا تھا کہ جاں نثار تھے اور فرمانبردار اس لئے حضرت عمرؓ جیسے بہادروں کو کبھی دہنا پڑا۔ صلح میں جو شرطیں طے ہوئیں ان شرطوں میں ایک یہ شرط بھی تھی کہ کافروں میں سے جو شخص اسلام لاتے اور ہجرت کرے مسلمان اس کو مسکد واپس کر دیں اور مسلمانوں میں سے خدا نخواستہ اگر کوئی شخص مرتد ہو کر چلا آئے تو وہ واپس نہ کیا جائے یہ صلحنامہ ابھی تک پورا لکھا بھی نہیں گیا تھا کہ حضرت ابوجندلؓ ایک صحابی تھے جو اسلام لانے کی وجہ سے طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کر رہے تھے اور زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے۔ اسی حالت میں گرتے پڑتے مسلمانوں کے لشکر میں اس اُمید پر پہنچے کہ ان لوگوں کی حمایت میں جا کر اس مصیبت سے چھٹکارا پاؤں گا۔ اُن کے باپ سہیل نے جو اس صلحنامہ میں کفار کی طرف سے وکیل تھے اور اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، فتح مکہ میں مسلمان ہوئے۔ انہوں نے صاحبزادے کے طمانچے مارے اور واپس لے جانے پر اصرار کیا۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ ابھی صلحنامہ مرتب بھی نہیں ہوا اس لئے ابھی پابندی کس بات کی مگر انہوں نے اصرار کیا۔ پھر حضور نے فرمایا کہ ایک آدمی مجھے مانگا ہی دے دو مگر وہ لوگ ضد پر تھے نہ مانا۔ ابوجندلؓ نے مسلمانوں کو پکار کر فریاد بھی کی کہ میں مسلمان ہو کر آیا اور کتنی مصیبتیں اٹھا چکا اب واپس کیا جا رہا ہوں، اس وقت مسلمانوں کے دلوں پر جو گزر رہی ہوگی اللہ ہی کو معلوم ہے مگر حضور کے ارشاد سے واپس ہوئے حضور نے تسلی فرمائی اور صبر کرنے کا حکم دیا، اور فرمایا کہ عنقریب حق تعالیٰ شانہ تمہارے لئے راستہ نکالیں گے صلحنامہ کے مکمل ہو جانے کے بعد ایک دوسرے صحابی ابوبصیرؓ بھی مسلمان ہو کر مدینہ منورہ پہنچے۔ کفار نے اُن کو واپس بلانے کے لئے دو آدمی بھیجے



حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسب وعدہ واپس فرمادیا۔ ابولبیسر نے عرض بھی کیا کہ یا رسول اللہ میں مسلمان ہو کر آیا، آپ مجھے کفار کے پنجہ میں پھر بھیجے ہیں۔ آپ نے اُن سے بھی صبر کرنے کو ارشاد فرمایا اور فرمایا کہ انشاء اللہ عنقریب تمہارے واسطے راستہ کھلے گا۔ یہ صحابی ان دونوں کافروں کے ساتھ واپس ہوتے۔ راستہ میں ان میں سے ایک سے کہنے لگے کہ یا تیری یہ تلوار تو بڑی نفیس معلوم ہوتی ہے۔ شیخی باز آدمی ذرا سی بات میں پھول ہی جاتا ہے وہ نیام سے تلوار نکال کر کہنے لگا کہ ہاں میں نے بہت سے لوگوں پر اس کا تجربہ کیا۔ یہ کہہ کر تلوار ان کے حوالہ کر دی۔ انہوں نے اسی پر اس کا تجربہ کیا۔ دوسرا ساتھی یہ دیکھ کر کہ ایک کو تو نمٹا دیا اب میرا نمبر ہے۔ بھاگا ہوا مدینہ آیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرا ساتھی مرچکا ہے اب میرا نمبر ہے۔ اس کے بعد ابولبیسر پہنچے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ اپنا وعدہ پورا فرما چکے کہ مجھے واپس کر دیا اور مجھ سے کوئی عہد ان لوگوں کا نہیں ہے جس کی ذمہ داری ہو۔ وہ مجھے میرے دین سے ہٹاتے ہیں۔ اس لئے میں نے یہ کیا۔ حضور نے فرمایا کہ لڑائی بھڑکانے والا ہے۔ کاش کوئی اس کا ٹھنڈا دمدگار ہوتا۔ وہ اس کلام سے سمجھ گئے کہ اب بھی اگر کوئی میری طلب میں آئے گا تو میں واپس کر دیا جاؤں گا۔ اس لئے وہ وہاں سے چل کر سمندر کے کنارے ایک جگہ آ پڑے۔ مکہ والوں کو اس قصہ کا حال معلوم ہوا تو ابوجندلؓ بھی جن کا قصہ پہلے گزرا چھپ کر وہیں پہنچ گئے۔ اسی طرح جو شخص مسلمان ہوتا وہ ان کے ساتھ جا ملتا۔ چند روز میں یہ ایک مختصر سی جماعت ہو گئی۔ جنگل میں جہاں نہ کھانے کا کوئی انتظام نہ وہاں باغات اور آبادیاں، اس لئے ان لوگوں پر جو گزری ہوگی وہ تو اللہ ہی کو معلوم ہے۔ مگر جن ظالموں کے ظلم سے پریشان ہو کر یہ لوگ بھاگے تھے ان کا ناطقہ بند کر دیا۔ جو قافلہ ادھر کو جاتا اس سے مقابلہ کرتے اور لڑتے۔ حتیٰ کہ کفار مکہ نے پریشان ہو کر حضور کی خدمت میں عاجزی اور منت کر کے اللہ کا اور رشتہ داری کا واسطہ دے کر آدمی بھیجا کہ اس بے سری جماعت کو آپ اپنے پاس بلا لیں کہ یہ معاہدہ میں تو داخل ہو جائیں اور ہمارے لئے آنے جانے کا راستہ کھلے۔ لکھا ہے کہ حضور کا اجازت نامہ جب ان حضرات کے پاس پہنچا تو ابولبیسر مرض الموت میں گرفتار تھے۔ حضور کا والا نامہ ہاتھ میں تھا کہ اسی حالت میں انتقال فرمایا (رضی اللہ عنہ وارضاه)۔

**ف** آدمی اگر اپنے دین پر پکا ہو، بشرطیکہ دین بھی سچا ہو تو بڑی سے بڑی طاقت اس کو نہیں ہٹا سکتی اور مسلمان کی مدد کا تو اللہ کا وعدہ ہے بشرطیکہ وہ مسلمان ہو۔

## حضرت بلال حبشیؓ کا اسلام اور مصائب

(۴)

حضرت بلال حبشیؓ مشہور صحابی ہیں جو مسجد نبوی کے ہمیشہ مؤذن رہے۔ شروع میں ایک کافر کے غلام تھے۔ اسلام لے آئے جس کی وجہ سے طرح طرح کی تکلیفیں دیتے جاتے تھے۔ اُمیہ بن خلف جو مسلمانوں کا سخت دشمن تھا ان کو سخت گرمی میں دوپہر کے وقت تپتی ہوئی ریت پر سیدھا لٹا کر ان کے سینہ پر پتھر کی بڑی چٹان رکھ دیتا تھا تاکہ وہ حرکت نہ کر سکیں اور کہتا تھا کہ یا اس حال میں مرجائیں اور زندگی چاہیں تو اسلام سے ہٹ جائیں مگر وہ اس حالت میں بھی اُحد اُحد کہتے تھے یعنی معبود ایک ہی ہے۔ رات کو زنجیروں میں باندھ کر کوڑے لگاتے جاتے اور اگلے دن ان زخموں کو گرم زمین پر ڈال کر اور زیادہ زخمی کیا جاتا تاکہ بے قرار ہو کر اسلام سے پھر جاویں یا ٹرپ ٹرپ کر مرجائیں۔ عذاب دینے والے اُکتا جاتے۔ کبھی ابو جہل کا نمبر آتا۔ کبھی اُمیہ بن خلف کا کبھی اوروں کا، اور ہر شخص اس کی کوشش کرتا کہ تکلیف دینے میں زور ختم کر دے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس حالت میں دیکھا تو اُن کو خرید کر آزاد فرمایا۔

**ف** : چونکہ عرب کے بُت پرست اپنے بتوں کو بھی معبود کہتے تھے اس لئے اُن کے مقابلہ میں اسلام کی تعلیم توحید کی تھی، جس کی وجہ سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی زبان پر ایک ہی ایک کا ورد تھا۔ یہ تعلق اور عشق کی بات ہے ہم جھوٹی محبتوں میں دیکھتے ہیں کہ جس سے محبت ہو جاتی ہے اس کا نام لینے میں لُطف آتا ہے۔ بے فائدہ اس کو رٹا جاتا ہے تو اللہ کی محبت کا کیا کہنا جو دین اور دنیا میں دونوں جگہ کام آنے والی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ہر طرح سے ستایا جاتا تھا۔ سخت سے سخت تکلیفیں پہنچائی جاتی تھیں۔ مگر کے لڑکوں کے حوالہ کر دیا جاتا کہ وہ اُن کو گلی کوچوں میں چمکڑتے پھریں اور یہ تھے کہ ”ایک ہی ایک ہے“ کی رٹ لگاتے تھے۔ اسی کا یہ صلہ ملا کہ پھر حضورؐ کے دربار میں مؤذن بنے اور سفر حضر میں ہمیشہ اذان کی خدمت اُن کے سپرد ہوئی حضورؐ کے وصال کے بعد مدینہ طیبہ میں رہنا اور حضورؐ کی جگہ کو خالی دیکھنا مشکل ہو گیا۔ اس لئے ارادہ کیا کہ اپنی زندگی کے بچے دن ہیں جہاد میں گزار دوں اس لئے جہاد میں شرکت کی نیت سے چل دیئے۔ ایک عرصہ تک مدینہ منورہ لوٹ کر نہیں آئے۔ ایک مرتبہ حضورؐ کی خواب میں زیارت کی حضورؐ نے فرمایا بلال یہ کیا ظلم ہے ہمارے پاس کبھی نہیں آتے تو آنکھ کھلنے پر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ حضرت حسن حسینؑ نے اذان کی فرمائش کی۔ لاڈلوں کی فرمائش ایسی نہیں تھی کہ انکار کی گنجائش



ہوتی۔ اذان کہنا شروع کی اور مدینہ میں حضور کے زمانہ کی اذان کانوں میں پڑ کر کہرام مچ گیا۔ عورتیں تک روتی ہوئی گھر سے نکل پڑیں۔ چند روز قیام کے بعد واپس ہوتے اور شہر کے قریب دمشق میں وصال ہوا۔ (اسد الغابہ)

## (۵) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا اسلام

حضرت ابوذر غفاری مشہور صحابی ہیں جو بعد میں بڑے زاہد دل اور بڑے عمار میں سے ہوتے حضرت علی کریم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ ابوذر ایسے علم کو حاصل کئے ہوتے ہیں جس سے لوگ عاجز ہیں مگر انہوں نے اس کو محفوظ کر رکھا ہے۔ جب ان کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی پہلے پہل خبر پہنچی، تو انہوں نے اپنے بھائی کو حالات کی تحقیق کے واسطے مکہ بھیجا کہ جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میرے پاس وحی آتی ہے اور آسمان کی خبریں آتی ہیں اُس کے حالات معلوم کریں اور اس کے کلام کو غور سے سنیں۔ وہ مکہ مکرمہ آئے اور حالات معلوم کرنے کے بعد اپنے بھائی سے جا کر کہا کہ میں نے اُن کو اچھی عادتوں اور عمدہ اخلاق کا حکم کرتے دیکھا اور ایک ایسا کلام سنا جو نہ شعر ہے نہ کاہنوں کا کلام ہے۔ ابوذر کی اس مجمل بات سے تشفی نہ ہوتی۔ تو خود سامان سفر کیا اور مکہ پہنچے اور سیدھے مسجد حرام میں گئے۔ حضور کو پہچانتے نہیں تھے اور کسی سے پوچھنا مصلحت کے خلاف سمجھا، شام تک اسی حال میں رہے۔ شام کو حضرت علی کریم اللہ وجہہ نے دیکھا کہ ایک پردیسی مسافر ہے۔ مسافروں کی، غریبوں کی، پردیسیوں کی خبر گیری، ان کی ضرورتوں کا پورا کرنا ان حضرات کی گھنٹی میں بڑا ہوا تھا۔ اس لئے ان کو اپنے گھر لے آئے۔ میزبانی فرمائی لیکن اس کے پوچھنے کی کچھ ضرورت نہ سمجھی کہ کون ہو، کیوں آئے۔ مسافر نے بھی کچھ ظاہر نہ کیا۔ صبح کو پھر مسجد میں آگئے اور دن بھر اسی حال میں گذرا کہ خود پتہ نہ چلا اور دریافت کسی سے کیا نہیں۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہوگی کہ حضور کے ساتھ دشمنی کے قصے بہت مشہور تھے۔ آپ کو اور آپ کے ملنے والوں کو ہر طرح کی تکلیفیں دی جاتی تھیں۔ اُن کو خیال ہوا ہو کہ صحیح حال معلوم نہیں ہوگا اور بدگمانی کی وجہ سے مفت کی تکلیف علیحدہ رہی۔ دوسرے دن شام کو بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خیال ہوا کہ پردیسی مسافر ہے بظاہر جس غرض کے لئے آیا ہے وہ پوری نہیں ہوتی، اس لئے پھر اپنے گھر لے گئے اور رات کو کھلایا سلیا، مگر پوچھنے کی اس رات بھی نوبت نہ آئی۔ تیسری رات کو پھر یہی صورت ہوئی۔ تو حضرت علیؑ نے دریافت کیا کہ تم کس کام آئے ہو، کیا غرض ہے تو حضرت ابوذرؓ نے اول ان کو قسم



عہد پیمان دیتے، اس بات کے کہ وہ صحیح بتائیں۔ اس کے بعد اپنی غرض بتلائی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ وہ بیشک اللہ کے رسولؐ ہیں اور صبح کو جب میں جاؤں تو تم میرے ساتھ چلنا میں وہاں تک پہنچا دوں گا۔ لیکن مخالفت کا زور ہے اس لئے راستہ میں اگر مجھے کوئی شخص ایسا ملا جس سے میرے ساتھ چلنے کی وجہ سے تم پر کوئی اندیشہ ہو تو میں پیشاب کرنے لگوں گا یا اپنا جوتہ درست کرنے لگوں گا، تم سیدھے چلے چلنا، میرے ساتھ ٹھہرنا نہیں جس کی وجہ سے تمہارا میرا ساتھ ہونا معلوم نہ ہو۔ چنانچہ صبح کو حضرت علیؓ نے حضورؐ کے پیچھے مجھے حضورؐ کی خدمت میں پہنچے۔ وہاں جا کر بات چیت ہوئی، اسی وقت مسلمان ہو گئے۔ حضورؐ اقدس ﷺ نے اُن کی تکلیف کے خیال سے فرمایا کہ اپنے اسلام کو ابھی ظاہر نہ کرنا چپکے سے اپنی قوم میں چلے جاؤ، جب ہمارا غلبہ ہو جائے اس وقت چلے آنا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس کلمہ توحید کو ان بے ایمانوں کے بیچ میں چڑ کے پڑھوں گا۔ چنانچہ اسی وقت مسجد حرام میں تشریف لے گئے اور بلند آواز سے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھا۔ پھر کیا تھا چاروں طرف سے لوگ اُٹھے اور اس قدر مارا کہ زخمی کر دیا مرنے کے قریب ہو گئے۔ حضورؐ کے چچا حضرت عباسؓ جو اس وقت تک مسلمان بھی نہیں ہوتے تھے اُن کے اوپر بچانے کے لئے لیٹ گئے اور لوگوں سے کہا کہ کیا ظلم کرتے ہو، یہ شخص قبیلہ غفار کا ہے اور یہ قبیلہ ملک شام کے راستہ میں پڑتا ہے تمہاری تجارت وغیرہ سب ملک شام کے ساتھ ہے۔ اگر یہ مر گیا تو شام کا جانا آنا بند ہو جائے گا۔ اس پر ان لوگوں کو بھی خیال ہوا کہ ملک شام سے ساری ضرورتیں پوری ہوتی ہیں وہاں کا راستہ بند ہو جانا مصیبت ہے اس لئے اُن کو چھوڑ دیا۔ دوسرے دن پھر اسی طرح انہوں نے جا کر باواز بلند کلمہ پڑھا۔ اور لوگ اس کلمہ کے سننے کی تاب نہ لاسکتے تھے، اس لئے اُن پر ٹوٹ پڑنے دوسرے دن بھی حضرت عباسؓ نے اسی طرح اُن کو سمجھا کر ہٹایا کہ تمہاری تجارت کا راستہ بند ہو جائے گا۔ **ف** حضورؐ نے اس ارشاد کے باوجود کہ اپنے اسلام کو چھپاؤ، اُن کا یہ فعل حق کے اظہار کا دُلوڑ اور غلبہ تھا کہ جب یہ دین حق ہے تو کسی کے باپ کا کیا اجارہ ہے جس سے ڈر کر چھپایا جائے۔ اور حضورؐ کا منع فرمانا شفقت کی وجہ سے تھا کہ ممکن ہے تکالیف کا تحمل نہ ہو، ورنہ حضورؐ کے حکم کے خلاف صحابہؓ کی یہ مجال ہی نہ تھی۔ چنانچہ اس کا کچھ نمونہ مستقل باب میں آ رہا ہے۔ چونکہ حضورؐ اقدس ﷺ خود ہی دین کے پھیلانے میں ہر قسم کی تکلیفیں برداشت فرما رہے تھے،

اس لئے حضرت ابوذرؓ نے سہولت پر عمل کے بجائے حضورؐ کے اتباع کو ترجیح دی۔ یہی ایک چیز تھی کہ جس کی وجہ سے ہر قسم کی ترقی دینی و دنیوی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے قدم چوم رہی تھی اور ہر میدان اُن کے قبضہ میں تھا کہ جو شخص بھی ایک مرتبہ کلمہ شہادت پڑھ کر اسلام کے جھنڈے کے نیچے آجاتا تھا، بڑی سے بڑی قوت بھی اس کو روک نہ سکتی تھی اور نہ بڑے سے بڑا ظلم اس کو دین کی اشاعت سے ہٹا سکتا تھا۔

## ۶ حضرت خباب بن الارتؓ کی تکلیفیں

حضرت خباب بن الارتؓ بھی انہی مبارک ہستیوں میں ہیں جنہوں نے امتحان کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا تھا اور اللہ کے راستہ میں سخت سے سخت تکلیفیں برداشت کیں۔ شروع ہی میں پانچ چھ آدمیوں کے بعد مسلمان ہو گئے تھے، اس لئے بہت زمانہ تک تکلیفیں اٹھائیں۔ لوہے کی زرہ پہنا کر ان کو دھوپ میں ڈال دیا جاتا جس سے گرمی اور پیش کی وجہ سے پسینوں پر پسینے بہتے رہتے تھے۔ اکثر اوقات بالکل سیدھا گرم ریت پر لٹا دیا جاتا جس کی وجہ سے کمر کا گوشت تک گل کر گیا تھا۔ یہ ایک عورت کے غلام تھے اس کو خبر پہنچی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملتے ہیں تو اس کی سزا میں لوہے کو گرم کر کے ان کے سر کو اس سے داغ دیتی تھی۔ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ عرصہ کے بعد اپنے زمانہ خلافت میں حضرت خبابؓ سے ان تکالیف کی تفصیل پوچھی، جو اُن کو پہنچانی گئیں انہوں نے عرض کیا کہ میری کمر دیکھیں۔ حضرت عمرؓ نے کمر دیکھ کر فرمایا کہ ایسی کمر تو کسی کی دیکھی ہی نہیں انہوں نے عرض کیا کہ مجھے آگ کے انگاروں پر ڈال کر گھسیٹا گیا۔ میری کمر کی چربی اور خون سے وہ آگ بجھی۔ ان حالات کے باوجود جب اسلام کو ترقی ہوئی اور فتوحات کا دروازہ کھلا تو اس پر رویا کرتے کہ خدا نخواستہ ہماری تکالیف کا بدلہ کہیں دنیا ہی میں تو نہیں مل گیا۔ حضرت خبابؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت عادت بہت ہی لمبی نماز پڑھی صحابہؓ نے اس کے متعلق عرض کیا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ رغبت و ذکر کی نماز تھی۔ میں نے اس میں اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں کی تھیں۔ دُعا اُن میں سے قبول ہوئی اور ایک کو انکار فرمادیا۔ میں نے یہ دُعا کی کہ میری ساری اُمت قحط سے ہلاک نہ ہو جائے یہ قبول ہو گئی۔ دوسری یہ دُعا کی کہ اُن پر کوئی ایسا دشمن مُسلط نہ ہو جو اُن کو بالکل مٹا دے یہ بھی قبول ہو گئی۔ تیسری یہ دُعا کی کہ ان میں آپس میں لڑائی جھگڑے نہ ہوں یہ بات منظور نہیں ہوئی۔ حضرت خبابؓ کا انتقال سینتیس ہجری میں ہوا اور کوفہ میں سب سے



پہلے صحابی یہی دفن ہوتے۔ ان کے انتقال کے بعد حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کا گذران کی قبر پر ہوا تو ارشاد فرمایا۔ اللہ جناب پر رحم فرمائیں اپنی رغبت سے مسلمان ہوا اور خوشی سے ہجرت کی اور جہاد میں زندگی گزار دی اور مصیبتیں برداشت کیں۔ مبارک ہے وہ شخص جو قیامت کو یاد رکھے اور حساب کتاب کی تیاری کرے اور گزارہ کے قابل مال پر قناعت کرے اور اپنے مولا کو راضی کر لے۔ (اسد الغابہ) **ف** حقیقت میں مولا کو راضی کر لینا انہی لوگوں کا حصہ تھا کہ ان کی زندگی کا ہر کام مولیٰ ہی کی رضا کے واسطے تھا۔

## ④ حضرت عمارؓ اور ان کے والدین رضی اللہ عنہم کا ذکر

حضرت عمارؓ اور ان کے ماں باپ کو بھی سخت سے سخت تکلیفیں پہنچائی گئیں۔ مکہ کی سخت گرم اور ریتیلی زمین میں ان کو عذاب دیا جاتا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرف گذر ہوتا تو صبر کی تلقین فرماتے اور جنت کی بشارت فرماتے۔ آخر ان کے والد حضرت یاسرؓ اسی حالت تکلیف میں وفات پا گئے کہ ظالموں نے مرنے تک چین نہ لینے دیا اور ان کی والدہ حضرت سمیہؓ رضی اللہ عنہا کی شرمگاہ میں ابو جہل ملعون نے ایک برچھا مارا جس سے وہ شہید ہو گئیں مگر اسلام سے نہ ہٹیں حالانکہ بوڑھی تھیں ضعیف تھیں مگر اس بد نصیب نے کسی چیز کا بھی خیال نہیں کیا۔ اسلام میں سب سے پہلی شہادت ان کی ہے اور اسلام میں سب سے پہلی مسجد حضرت عمارؓ کی بنائی ہوئی ہے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے تو حضرت عمارؓ نے کہا کہ حضورؐ کے لئے ایک مکان سایہ کا بنانا چاہیے جس میں تشریف رکھا کریں، دوپہر کو آرام فرما لیا کریں اور نماز بھی سایہ میں پڑھ سکیں تو قبائلیں حضرت عمارؓ نے اول پتھر جمع کئے اور پھر مسجد بنائی۔ لڑائی میں نہایت جوش سے شریک ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ مزے میں آکر کہنے لگے کہ اب جا کر دوستوں سے ملیں گے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی جماعت سے ملیں گے۔ اتنے میں پیاس لگی اور پانی کسی سے مانگا، اس نے دودھ سامنے کیا۔ اُس کو پیادہ پی کر کہنے لگے کہ میں نے حضورؐ سے سنا کہ تو دنیا میں سب سے آخری چیز دودھ پیتے گا اس کے بعد شہید ہو گئے۔ اُس وقت چورائو ۹۴ برس کی عمر تھی۔ بعض نے ایک آدھ سال کم بتلائی ہے۔ (اسد الغابہ)

## حضرت صہیبؓ کا اسلام

(۸)

حضرت صہیبؓ بھی حضرت عمارؓ کے ساتھ مسلمان ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ارقمؓ صحابی کے مکان پر تشریف فرما تھے کہ یہ دونوں حضرات علیحدہ علیحدہ حاضر خدمت ہوتے اور مکان کے دروازہ پر دونوں اتفاقاً اکٹھے ہو گئے۔ ہر ایک نے دوسرے کی غرض معلوم کی تو ایک ہی غرض یعنی اسلام لانا اور حضورؐ کے فیض سے مستفید ہونا دونوں کا مقصود تھا۔ اسلام لائے اور اسلام لانے کے بعد جو اُس زمانہ میں اس قلیل اور کمزور جماعت کو پیش آتا تھا وہ پیش آیا۔ ہر طرح ستائے گئے، تکلیفیں پہنچائی گئیں، آخر تنگ آکر ہجرت کا ارادہ فرمایا تو کافروں کو یہ چیز بھی گوارا نہ تھی کہ یہ لوگ کسی دوسری ہی جگہ جا کر آرام سے زندگی بسر کر لیں۔ اسلئے جس کسی کی ہجرت کا حال معلوم ہوتا تھا اس کو پکڑنے کی کوشش کرتے تھے، کہ تکالیف سے نجات نہ پاسکے۔ چنانچہ اُن کا بھی پیچھا کیا گیا اور ایک جماعت ان کو پکڑنے کے لئے گئی۔ انہوں نے اپنا ترکش سنبھالا جس میں تیر تھے اور ان لوگوں سے کہا کہ دیکھو تمہیں معلوم ہے کہ میں تم سب سے زیادہ تیر انداز ہوں اتنے ایک بھی تیر میرے پاس باقی رہے گا تم لوگ مجھ تک نہیں آسکو گے اور جب ایک بھی تیر نہ رہے گا تو میں اپنی تلوار سے مقابلہ کروں گا یہاں تک کہ تلوار بھی میرے ہاتھ میں نہ رہے۔ اس کے بعد جو تم سے ہو سکے کرنا۔ اس لئے اگر تم چاہو تو اپنی جان کے بدلہ میں اپنے مال کا پتہ بتلا سکتا ہوں جو مکہ میں ہے، اور دو باندیاں بھی ہیں وہ سب تم لے لو۔ اس پر وہ لوگ راضی ہو گئے اور اپنا مال دیکر جان چھڑائی۔ اسی بارہ میں آیت پاک وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ رَؤُوفٌ بِالْعِبَادِ نازل ہوئی۔ (در منشور) ترجمہ۔ بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ کی رضا کے واسطے اپنی جان کو خرید لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بندوں پر مہربان ہیں، حضورؐ اس وقت قبا میں تشریف فرما تھے صورت دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ نفع کی تجارت کی صہیبؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ اس وقت کھجور نوش فرما رہے تھے اور میری آنکھ دکھ رہی تھی۔ میں بھی ساتھ کھانے لگا، حضورؐ نے فرمایا آنکھ تو دکھ رہی ہے اور کھجوریں کھاتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ حضورؐ اُس آنکھ کی طرف سے کھاتا ہوں جو تندرست ہے، حضورؐ یہ جواب سن کر ہنس پڑے۔ حضرت صہیبؓ بڑے ہی خرچ کرنے والے تھے حتیٰ کہ حضرت عمرؓ نے اُن سے فرمایا کہ تم فضول خرچی کرتے ہو، انہوں نے عرض کیا کہ ناحق کہیں خرچ نہیں کرتا۔ حضرت عمرؓ کا جب وصال ہونے لگا تو ان ہی کو جنازہ کی نماز پڑھانے کی وصیت فرمائی تھی۔ (اسد الغابہ)



## حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قصہ

۹

حضرت عمرؓ جن کے پاک نام پر آج مسلمانوں کو فخر ہے اور جن کے جوش ایمانی سے آج تیرہ سو برس بعد تک کافروں کے دلوں میں خوف ہے۔ اسلام لانے سے قبل مسلمانوں کے مقابلہ اور تکلیف پہنچانے میں بھی ممتاز تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کے درپے رہتے تھے۔ ایک روز کفار نے مشورہ کی کمیٹی قائم کی کہ کوئی ہے جو محسندؓ کو قتل کر دے۔ عمر نے کہا کہ میں کرونگا۔ لوگوں نے کہا کہ بیشک تم ہی کر سکتے ہو۔ عمر تلوار لٹکاتے ہوئے اُٹھے اور چل دیے۔ اسی فکر میں جا رہے تھے کہ ایک صاحب قبیلہ زُبیرہ کے جن کا نام حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ہے اور بعضوں نے اور صاحب لکھے ہیں، ملے۔ انہوں نے پوچھا کہ عمر کہاں جا رہے ہو؟ کہنے لگے کہ محسندؓ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قتل کی فکر میں ہوں (نعوذ باللہ) سعد نے کہا کہ بنو ہاشم اور بنو زُبیرہ اور بنو عبد مناف سے کیسے مطمئن ہو گئے، وہ تم کو بدلہ میں قتل کر دیں گے۔ اس جواب پر بگڑ گئے اور کہنے لگے کہ معلوم ہوتا ہے تو بھی بے دین (یعنی مسلمان) ہو گیا۔ لا پہلے تجھی کو مٹا دوں۔ یہ کہہ کر تلوار سونت لی اور حضرت سعدؓ نے بھی یہ کہہ کر کہاں میں مسلمان ہو گیا ہوں، تلوار سنبھالی۔ دونوں طرف سے تلوار چلنے کو تھی۔ کہ حضرت سعدؓ نے کہا کہ پہلے اپنے گھر کی تو خبر لے، تیری بہن اور بہنوئی دونوں مسلمان ہو چکے ہیں۔ یہ سننا تھا کہ غصہ سے بھر گئے اور سیدھے بہن کے گھر گئے۔ وہاں حضرت خبابؓ جن کا ذکر نمبر ۶ پر گذرا، کو اڑ بند کئے ہوئے ان دونوں میاں بیوی کو قرآن شریف پڑھا رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے کواڑ کھلواتے۔ اُن کی آواز سے حضرت خبابؓ تو جلدی سے اندر چھپ گئے اور وہ صحیفہ بھی جلدی میں باہر ہی رہ گیا جس پر آیات قرآنی لکھی ہوئی تھیں۔ ہمیشہ نے کواڑ کھولے۔ حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی جس کو بہن کے سر پر مارا، جس سے سر سے خون بہنے لگا اور کہا کہ اپنی جان کی دشمن تو بھی بد دین ہو گئی۔ اس کے بعد گھر میں آئے اور پوچھا کہ کیا کر رہے تھے اور یہ آواز کس کی تھی۔ بہنوئی نے کہا کہ بات چیت کر رہے تھے۔ کہنے لگے کیا تم نے اپنے دین کو چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کر لیا؟ بہنوئی نے کہا کہ اگر دوسرا دین حق ہو تب، یہ سننا تھا کہ اُن کی ڈاڑھی پکڑ کر کھینچی اور بے تحاشا ٹوٹ پڑے اور زمین پر گرا کر خوب مارا۔ بہن نے چھڑانے کی کوشش کی تو اُن کے منہ پر ایک طمانچہ اس زور سے مارا کہ خون نکل آیا۔ وہ بھی آخر عمر ہی کی بہن تھیں، کہنے لگیں کہ عمر ہم کو اس وجہ سے مارا جاتا ہے کہ ہم مسلمان ہو گئے بیشک ہم مسلمان ہو گئے ہیں جو تجھ سے ہو سکے تو کر لے۔ اس

کے بعد حضرت عمرؓ کی نگاہ اس صحیفہ پر پڑی جو جلدی میں باہر رہ گیا تھا اور غصہ کا جوش بھی اس مار پیٹ سے کم ہو گیا تھا۔ اور بہن کے اس طرح خون میں بھر جانے سے شرم سی بھی آرہی تھی۔ کہنے لگے کہ اچھا مجھے دکھلاؤ یہ کیا ہے بہن نے کہا کہ تو ناپاک ہے اور اس کو ناپاک ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ ہر چند اصرار کیا مگر وہ بے وضو اور غسل کے دینے کو تیار نہ ہوئیں۔ حضرت عمرؓ نے غسل کیا اور اس کو لے کر پڑھا۔ اس میں سورہ اہلہ لکھی ہوئی تھی اس کو پڑھنا شروع کیا اور اِنْشِئْ اِنَّا لِلّٰهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاَعْبُدْنِي وَاَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي تک پڑھا تھا کہ حالت ہی بدل گئی۔ کہنے لگے کہ اچھا مجھے بھی محسوس ہو گیا کہ میں نے اس کی خدمت میں بے حیلو۔ یہ الفاظ سن کر حضرت خبابؓ اندر سے نکلے اور کہا کہ اے عمرؓ تجھے خوشخبری دیتا ہوں کہ کل شب پنجشنبہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی تھی کہ یا اللہ عمرؓ اور ابوہبیلؓ میں جو تجھے زیادہ پسند ہو اس سے اسلام کو قوت عطا فرما (یہ دونوں قوت میں مشہور تھے) معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ کی دعا تمہارے حق میں قبول ہو گئی۔ اُس کے بعد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور جمعہ کی صبح کو مسلمان ہوتے (خصوصاً) ان کا مسلمان ہونا تھا کہ کفار کے حوصلے پست ہونا شروع ہو گئے۔ مگر پھر بھی یہ نہایت مختصر جماعت تھی اور وہ سارا مکہ بلکہ سارا عرب، اس لئے اور بھی جوش پیدا ہوا اور جلسے کر کے مشورہ کر کے ان حضرات کو ناپید کرنے کی کوشش ہوتی تھی اور طرح طرح کی تدبیریں کی جاتی تھیں تاہم اتنا ضرور ہوا کہ مسلمان مکہ کی مسجد میں نماز پڑھنے لگے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ عمرؓ کا اسلام لانا مسلمانوں کی فتح تھی اور ان کی ہجرت مسلمانوں کی مدد تھی اور ان کی خلافت رحمت تھی۔ (اسد الغابہ)

## ① مسلمانوں کی حبشہ کی ہجرت اور شغب اپنی طالب میں قید ہونا

مسلمانوں کو اور ان کے سردار فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کفار سے تکالیف پہنچتی ہی رہیں اور آئے دن اُن میں بجاتے کمی کے اضافہ ہی ہوتا رہا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو اس کی اجابت فرمادی کہ وہ یہاں سے کسی دوسری جگہ چلے جائیں تو بہت سے حضرات نے حبشہ کی ہجرت فرمائی حبشہ کے بادشاہ اگرچہ نصرانی تھے اور اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے مگر ان کے رحمدل اور منصف مزاج ہونے کی شہرت تھی۔ چنانچہ نبوت کے پانچویں برس رجب کے مہینہ میں پہلی جماعت کے گیارہ یا بارہ مرد اور چار یا پانچ عورتوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ مکہ والوں نے ان کا پیچھا بھی کیا کہ یہ نہ جاسکیں مگر یہ لوگ ہاتھ نہ آئے۔ وہاں پہنچ کر اُن کو یہ خبر ملی کہ مکہ والے سب مسلمان ہو گئے اور اسلام



کو غلبہ ہو گیا۔ اس خبر سے یہ حضرات بہت خوش ہوئے اور اپنے وطن واپس آ گئے۔ لیکن مکہ مکرمہ کے قریب پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط تھی اور مکہ والے اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ دشمنی اور تکلیفیں پہنچانے میں مصروف ہیں تو بڑی دقت ہوئی۔ ان میں سے بعض حضرات وہیں سے واپس ہو گئے اور بعض کسی کی پناہ لے کر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ یہ حبشہ کی پہلی ہجرت کہلاتی ہے اس کے بعد ایک بڑی جماعت نے جو ترستی مرد اور اٹھارہ عورتیں بتلاتی جاتی ہیں متفرق طور پر ہجرت کی اور یہ حبشہ کی دوسری ہجرت کہلاتی ہے بعض صحابہؓ نے دونوں ہجرتیں کیں اور بعض نے ایک۔ کفار نے جب یہ دیکھا کہ یہ لوگ حبشہ میں چین کی زندگی بسر کرنے لگے تو ان کو اور بھی غصہ آیا اور بہت سے تحفے تحائف دے کر نجاشی شاہ حبشہ کے پاس ایک وفد بھیجا جو بادشاہ کے لئے بھی بہت سے تحفے لے کر گیا اور اس کے خواص اور پادریوں کے لئے بھی بہت سے ہدیے لے کر گیا۔ جا کر اول حکام اور پادریوں سے ملا اور ہدیے دیکر ان سے بادشاہ کے یہاں اپنی سفارش کا وعدہ لیا اور پھر بادشاہ کی خدمت میں یہ وفد حاضر ہوا۔ اول بادشاہ کو سجدہ کیا اور پھر تحفے پیش کر کے اپنی درخواست پیش کی اور رشوت خور حکام نے تائید کی۔ انہوں نے کہا کہ اے بادشاہ ہماری قوم کے چند بیوقوف لڑکے اپنے قد کی دین کو چھوڑ کر ایک نئے دین میں داخل ہو گئے جس کو نہ ہم جانتے ہیں نہ آپ جانتے ہیں اور آپ کے ملک میں آ کر رہنے لگے۔ ہم کو مشرفائے مکہ نے اور ان لوگوں کے باپ، چچا اور رشتہ داروں نے بھیجا ہے کہ ان کو واپس لائیں۔ آپ ان کو ہمارے سپرد کر دیں۔ بادشاہ نے کہا کہ جن لوگوں نے میری پناہ پکڑی ہے بغیر تحقیق ان کو حوالہ نہیں کر سکتا۔ اول ان سے بلا کر تحقیق کر لوں اگر یہ صحیح ہو تو حوالہ کر دوں گا۔ چنانچہ مسلمانوں کو بلایا گیا۔ مسلمان اول بہت پریشان ہوئے کہ کیا کریں مگر اللہ کے فضل نے مدد کی اور ہمت سے یہ طے کیا کہ چلنا چاہیے اور صاف بات کہنا چاہیے۔ بادشاہ کے یہاں پہنچ کر سلام کیا کسی نے اعتراض کیا کہ تم نے بادشاہ کو آداب شاہی کے موافق سجدہ نہیں کیا۔ ان لوگوں نے کہا، ہم کو ہمارے نبیؐ نے اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کرنے کی اجازت نہیں دی۔ اس کے بعد بادشاہ نے ان سے حالات دریافت کئے۔ حضرت جعفرؓ آگے بڑھے اور فرمایا کہ ہم لوگ جہالت میں پڑے ہوئے تھے۔ نہ اللہ کو جانتے تھے نہ اس کے رسولوں سے واقف تھے۔ پتھروں کو پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، بُرے کام کرتے تھے، رشتے ناتوں کو توڑتے تھے، ہم میں کا قوی ضعیف کو ہلاک کر دیتا تھا۔ ہم اسی حال میں تھے کہ اللہ نے اپنا ایک رسول بھیجا جس کے نسب کو اُس کی سچائی کو، اُس کی امانت داری کو، پرہیزگاری کو ہم خوب جانتے ہیں۔ اُس نے ہم کو ایک اللہ وحدہ

لاشربک لڑکی عبادت کی طرف بلایا اور پتھروں اور بتوں کے پوجنے سے منع فرمایا، اُس نے ہم کو اچھے کام کرنے کا حکم دیا۔ بُرے کاموں سے منع کیا۔ اُس نے ہم کو سچ بولنے کا حکم دیا، امانت داری کا حکم دیا، صلہ رحمی کا حکم کیا۔ پڑوسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا۔ نماز، روزہ، صدقہ خیرات کا حکم دیا اور اچھے اخلاق تعلیم کئے۔ زنا بدکاری، جھوٹ بولنا، یتیم کا مال کھانا، کسی پر تہمت لگانا اور اس قسم کے بُرے اعمال سے منع فرمایا۔ ہم کو قرآن پاک کی تعلیم دی، ہم اس پر ایمان لائے اور اس کے فرمان کی تعمیل کی جس پر ہماری قوم ہماری دشمن ہو گئی۔ اور ہم کو ہر طرح سستایا۔ ہم لوگ مجبور ہو کر تمہاری پناہ میں اپنے نبی کے ارشاد سے آئے ہیں۔ بادشاہ نے کہا جو قرآن تمہارے نبی لیکر آئے ہیں وہ کچھ مجھے سناؤ۔ حضرت جعفر نے سورہ مریم کی اول کی آیتیں پڑھیں جس کو سُن کر بادشاہ بھی رو دیا اور اس کے پادری بھی جو کثرت سے موجود تھے سب کے سب اس قدر روئے کڑا ڈھپال تر ہو گئیں۔ اس کے بعد بادشاہ نے کہا کہ خدا کی قسم یہ کلام اور جو کلام حضرت موسیٰ لے کر آئے تھے ایک ہی نور سے نکلے ہیں اور اُن لوگوں سے صاف انکار کر دیا کہ میں اُن کو تمہارے حوالہ نہیں کر سکتا وہ لوگ بڑے پریشان ہوئے کہ بڑی ذلت اٹھانا پڑی، آپس میں صلاح کر کے ایک شخص نے کہا کہ کل میں ایسی تدبیر کروں گا کہ بادشاہ اُن کی جڑ ہی کاٹ دے۔ ساتھیوں نے کہا بھی ایسا نہیں چاہیے۔ یہ لوگ اگرچہ مسلمان ہو گئے مگر پھر بھی رشتہ دار ہیں مگر اُس نے نہ مانا۔ دوسرے دن پھر بادشاہ کے پاس گئے اور جا کر کہا کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں، اُن کو اللہ کا بیٹا نہیں مانتے۔ بادشاہ نے پھر مسلمانوں کو بلایا۔ صحابہؓ فرماتے ہیں کہ دوسرے دن کے بلانے سے ہمیں اور بھی زیادہ پریشانی ہوئی۔ بہر حال گئے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ تم حضرت عیسیٰ کے بارہ میں کیا کہتے ہو۔ انہوں نے کہا وہی کہتے ہیں جو ہمارے نبی پر اُن کی شان میں نازل ہوا، کہ وہ اللہ کے بندے ہیں، اس کے رسول ہیں، اُس کی روح ہیں اور اس کے کلمہ میں جس کو خدا نے کنواری اور پاک مریمؑ کی طرف ڈالا۔ نجاشی نے کہا کہ حضرت عیسیٰ بھی اس کے سوا کچھ نہیں فرماتے۔ پادری لوگ آپس میں کچھ چمچ چمچ کرنے لگے۔ نجاشی نے کہا تم جو چاہے کہو۔ اُس کے بعد نجاشی نے اُن کے تحفے واپس کر دیئے اور مسلمانوں سے کہا تم امن سے ہو، جو تمہیں ستائے اس کو تاوان دینا پڑے گا اور اس کا اعلان بھی کر دیا کہ جو شخص اُن کو ستائے گا اس کو تاوان دینا ہوگا۔ (خمیس) اُسکی وجہ سے وہاں کے مسلمانوں کا اکرام اور بھی زیادہ ہونے لگا اور اس وفد کو ذلت سے واپس آنا پڑا تو پھر کفار کہہ کا جتنا بھی غصہ جوش کرتا ظاہر ہے۔ اس کے ساتھ ہی حضرت عمرؓ کے اسلام لانے نے اُن



کو اور بھی جلا رکھا تھا اور ہر وقت اس فکر میں رہتے تھے کہ ان لوگوں کا اُن سے ملنا جلنا بند ہو جائے اور اسلام کا چراغ کسی طسج سمجھے۔ اس لئے سردارانِ مکہ کی ایک بڑی جماعت نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب کھلم کھلا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا جائے، لیکن قتل کر دینا بھی آسان کام نہ تھا۔ اس لئے کہ بنو ہاشم بھی بڑے جتھے اور اُدُنخے طبقہ کے لوگ شمار ہوتے تھے۔ وہ اگرچہ اکثر مسلمان نہیں ہوتے تھے لیکن جو مسلمان نہیں تھے وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل ہو جانے پر آمادہ نہیں تھے۔ اس لئے ان سب کفار نے مل کر ایک معاہدہ کیا کہ سارے بنو ہاشم اور بنو المطلب کا بائیکاٹ کیا جاوے۔ نہ اُن کو کوئی شخص اپنے پاس بیٹھنے دے، نہ اُن سے کوئی خرید و فروخت کرے نہ بات چیت کرے، نہ اُن کے گھر جائے، نہ اُن کو اپنے گھر میں آنے دے، اور اس وقت تک صلح نہ کی جائے جب تک کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کے لئے حوالہ نہ کر دیں۔ یہ معاہدہ زبانی ہی گفتگو پر ختم نہیں ہوا، بلکہ یکم محرم سنہ نبوی کو ایک معاہدہ تحریری لکھ کر بیت اللہ میں لٹکایا گیا، تاکہ ہر شخص اس کا احترام کرے اور اس کو پورا کرنے کی کوشش کرے، اور اس معاہدہ کی وجہ سے تین برس تک یہ سب حضرات دو پہاڑوں کے درمیان ایک گھاٹی میں نظر بند رہے کہ نہ کوئی اُن سے مل سکتا تھا نہ یہ کسی سے مل سکتے تھے۔ نہ مکہ کے کسی آدمی سے کوئی چیز خرید سکتے تھے، نہ باہر سے آنے والے کسی تاجر سے مل سکتے تھے۔ اگر کوئی شخص باہر نکلتا تو پٹیا جاتا اور کسی ضرورت کا اظہار کرتا تو صاف جواب پاتا۔ معمولی سا سامان غلہ وغیرہ جو ان لوگوں کے پاس تھا وہ کہاں تک کام دیتا۔ آخر فاقوں پر فاقے گزرنے لگے اور عورتیں اور بچے بھوک سے بے تاب ہو کر روتے اور چلاتے اور اُن کے اعزہ کو اپنی بھوک اور تکالیف سے زیادہ ان بچوں کی تکالیف سناتیں۔ آخر تین برس کے بعد اللہ کے فضل سے وہ صحیفہ دیکھ کی نذر ہوا، اور ان حضرات کی یہ مصیبت دُور ہوئی۔ تین برس کا زمانہ ایسے سخت بائیکاٹ اور نظر بندی میں گذرا اور ایسی حالت میں ان حضرات پر کیا کیا مشقتیں گزری ہوں گی وہ ظاہر ہے۔ لیکن اس کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نہایت ثابت قدمی کے ساتھ اپنے دین پر جمے رہے بلکہ اُسکی اشاعت فرماتے رہے۔ یہ تکالیف اور مشقتیں ان لوگوں نے اُٹھائی ہیں جن کے آج ہم نام لیوا کہلاتے ہیں اور اپنے کو اُن کا متبع بتلاتے ہیں اور سمجھتے ہیں ہم لوگ ترقی کے باب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جیسی ترقیوں کے خواب دیکھتے ہیں لیکن کسی وقت ذرا غور کر کے یہ بھی سوچنا چاہیے کہ ان حضرات نے قربانیاں کتنی فرمائیں، اور ہم نے دین کی خاطر، اسلام کی خاطر، مذہب کی خاطر کیا کیا۔ کاسیابی ہمیشہ کوشش اور سعی کے مناسب ہوتی ہے۔ ہم لوگ چاہتے ہیں کہ عیش و آرام، بددینی اور دنیا طلبی میں

کافروں کے دوش بدوش چلیں اور اسلامی ترقی ہمارے ساتھ ہو۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔  
 ترسم نرسی بجعبہ اے اعرابی کیں راہ کہ تو میری بترکستان است  
 ترجمہ: مجھے خوف ہے ابدوی کہ تو کعبہ کو نہیں پہنچ سکتا، اس لئے کہ یہ راستہ کعبہ کی دوسری جانب  
 ترکستان کی طرف جاتا ہے۔

## دوسرا باب

اللہ جلّ جلالہ عمّ نوالہ کا خوف اور ڈر

دین کے ساتھ اس جانفشانی کے باوجود جس کے قصے ابھی گذرے اور دین کے لئے اپنی جان مال،  
 آبرو سب کچھ فنا کر دینے کے بعد جس کا نمونہ ابھی آپ دیکھ چکے ہیں۔ اللہ جلّ شأنہ کا خوف اور  
 ڈر جس قدر ان حضرات میں پایا جاتا تھا، اللہ کرے اس کا کچھ شتمہ ہم سے سیہ کاروں کو بھی نصیب ہو  
 جائے۔ مثال کے طور پر اس کے بھی چند قصے لکھے جاتے ہیں۔

### ① — آندھی کے وقت حضور ﷺ کا طریقہ

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب ابرا، آندھی وغیرہ ہوتی تھی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 چہرہ النور پر اس کا اثر ظاہر ہوتا تھا اور چہرہ کا رنگ فق ہو جاتا تھا اور خوف کی وجہ سے کبھی اندر تشریف  
 لے جاتے، کبھی باہر تشریف لاتے اور یہ دعا پڑھتے رہتے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ  
 مَا فِيْهَا وَخَيْرَ مَا اُرْسِلْتُ بِهِ وَاعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا وَشَرِّ مَا اُرْسِلْتُ  
 بِهِ۔ (ترجمہ) یا اللہ! اس ہوا کی بھلائی چاہتا ہوں اور جو اس ہوا میں ہو، بارش وغیرہ اس کی بھلائی چاہتا  
 ہوں اور جس غرض کے لئے یہ بھیجی گئی اس کی بھلائی چاہتا ہوں، یا اللہ میں اس ہوا کی بُرائی سے پناہ  
 مانگتا ہوں اور جو چیز اس میں ہے اور جس غرض سے یہ بھیجی گئی اس کی بُرائی سے پناہ مانگتا ہوں۔ اور جب  
 بارش شروع ہو جاتی تو چہرہ پر ابساط شروع ہوتا۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! سب لوگ جب



اُبر دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں کہ بارش کے آثار معلوم ہوتے ہیں مگر آپؐ پر ایک گرانی محسوس ہوتی ہے حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ عائشہؓ! مجھے اس کا کیا اطمینان ہے کہ اس میں عذاب نہ ہو۔ قوم عاد کو ہوا کے ساتھ ہی عذاب دیا گیا اور وہ اُبر کو دیکھ کر خوش ہوتے تھے کہ اس ابر میں ہمارے لئے پانی برسیا جائے گا حالانکہ اس میں عذاب تھا۔ اللہ جلّ شانہ کا ارشاد ہے۔ فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُّتَقَبِّلًا اَدْوَيْتُمْ لَهُ الْاَيَةَ (ترجمہ) ان لوگوں نے (یعنی قوم عاد نے) جب اس بادل کو اپنی وادیوں کے مقابل آتے دیکھا تو کہنے لگے یہ بادل تو ہم پر بارش برسانے والا ہے (ارشاد خداوندی ہوا کہ) نہیں برسے والا نہیں بلکہ یہ وہی (عذاب ہے جس کی تم جلدی مچاتے تھے (اور نبیؐ سے کہتے تھے کہ اگر توستی ہے تو ہم پر عذاب لا) ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے جو ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے ہلاک کر دے گی۔ چنانچہ وہ لوگ اس آندھی کی وجہ سے ایسے تباہ ہو گئے کہ بحرِ ان کے مکانات کے کچھ نہ دکھلائی دیتا تھا اور ہم مجرموں کو اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں۔ ف یہ اللہ کے خوف کا حال اسی پاک ذات کا ہے جس کا سید الاولین والآخرین ہونا خود اسی کے ارشاد سے سب کو معلوم ہے۔ خود کلامِ پاک میں یہ ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہ کرے کہ اُن میں آپ کے ہوتے ہوئے اُن کو عذاب دیں۔ اس وعدہ خداوندی کے باوجود پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خوفِ الہی کا یہ حال تھا کہ اُبر اور آندھی کو دیکھ کر پہلی قوموں کے عذاب یاد آجاتے تھے۔ اسی کے ساتھ ایک نگاہ اپنے حال پر بھی کرنا ہے کہ ہم لوگ ہر وقت گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں اور زلزلوں اور دوسری قسم کے عذابوں کو دیکھ کر بجاتے اس سے متاثر ہونے کے، تو بہ استغفار نماز وغیرہ میں مشغول ہونے کے دوسری قسم قسم کی لغو تحقیقات میں پڑ جاتے ہیں

## ۲۔ اندھیرے میں حضرت انسؓ کا فعل

نضر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ حضرت انسؓ کی زندگی میں ایک مرتبہ دن میں اندھیرا چھا گیا۔ میں حضرت انسؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضورؐ کے زمانے میں بھی اس قسم کی چیزیں پیش آتی تھیں انہوں نے فرمایا خدا کی پناہ حضورؐ کے زمانے میں تو ذرا سی ہوا تیز ہو جاتی تھی تو ہم لوگ قیامت کے آجانے کے خوف سے مسجدوں میں دوڑ جاتے تھے۔ ایک دوسرے صحابی ابو الدرداءؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کا معمول تھا کہ جب آندھی چلتی تو حضورؐ گھبراتے ہوئے مسجد میں تشریف لے جاتے تھے آج کسی بڑے سے بڑے حادثہ، مصیبت، بلا میں بھی مسجد کسی کو یاد آتی ہے۔ عوام کو چھوڑ کر خواص میں بھی اس کا اہتمام

کچھ پایا جاتا ہے۔ آپ خود ہی اس کا جواب اپنے دل میں سوچیں۔

### ۳۔ سوچ گرہن میں حضور ﷺ کا عمل

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں سورج گرہن ہو گیا۔ صحابہ کو فکر ہوئی کہ اس موقع پر حضور کیا عمل فرمائیں گے کیا کریں گے، اس کی تحقیق کی جائے جو حضرات اپنے اپنے کام میں مشغول تھے چھوڑ کر دوڑے ہوئے آئے۔ نو عمر لڑکے جو تیر اندازی کی مشق کر رہے تھے ان کو چھوڑ کر لپکے ہوئے آئے تاکہ یہ دیکھیں کہ حضور اس وقت کیا کریں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت کسوف کی نماز پڑھی جو اتنی لانی تھی کہ لوگ غش کھا کر گرنے لگے۔ نماز میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روتے تھے اور فرماتے تھے۔ اے رب کیا آپ نے مجھ سے اس کا وعدہ نہیں فرما رکھا کہ آپ ان لوگوں کو میرے موجود ہوتے ہوئے عذاب نہ فرمائیں گے اور ایسی حالت میں بھی عذاب نہ فرمائیں گے کہ وہ لوگ استغفار کرتے رہیں (سورۃ انفال میں اللہ جل شانہ نے اس کا وعدہ فرما رکھا ہے وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ) پھر حضور نے لوگوں کو نصیحت فرمائی کہ جب کبھی ایسا موقع ہو اور آفتاب یا چاند گرہن ہو جائے تو گھبرا کر نماز کی طرف متوجہ ہو جایا کرو۔ میں جو آخرت کے حالات دیکھتا ہوں اگر تم کو معلوم ہو جائیں تو ہنسنا کم کر دو اور رونے کی کثرت کر دو جب کبھی ایسی حالت پیش آئے نماز پڑھو، دعا مانگو، صدقہ کرو۔

### ۴۔ حضور ﷺ کا تمام رات روتے رہنا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ تمام رات روتے رہے اور صبح تک نماز میں یہ آیت تلاوت فرماتے رہے اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَارْحَمْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ اے اللہ اگر آپ ان کو سزا دیں جب بھی آپ مختار ہیں کہ یہ آپ کے بندے ہیں اور آپ ان کے مالک اور مالک کو حق ہے کہ بندوں کو جراثیم پر سزا دے اور اگر آپ ان کو معاف فرمادیں تو بھی آپ مختار ہیں کہ آپ زبردست قدرت والے ہیں تو معافی پر بھی قدرت ہے اور حکمت والے ہیں تو معافی بھی حکمت کے موافق ہوگی بلکہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بھی نقل کیا گیا ہے کہ وہ ایک شب تمام رات دَامَتْ رَاٰیُومَ اَيُّهَا الْمُسْحَرُونَ۔ پڑھتے رہے اور روتے رہے۔ مطلب آیت شریفہ کا یہ ہے کہ قیامت کے دن مجرموں کو حکم ہوگا کہ دنیا میں تو سب ملے جلے



رہے مگر آج مجرم لوگ سب الگ ہو جائیں اور غیر مجرم علیحدہ۔ اس حکم کو سن کر جتنا بھی رویا جاوے تھوڑا ہے کہ نامعلوم اپنا شمار مجرموں میں ہو گا یا فرمانبرداروں میں۔

## ۵۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اللہ کا در

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو باجماع اہل سنت انبیاء کے علاوہ تمام دنیا کے آدمیوں سے افضل ہیں اور ان کا جنتی ہونا یقینی ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو جنتی ہونے کی بشارت دی بلکہ جنتیوں کی ایک جماعت کا سردار بتایا اور جنت کے سب دروازوں سے ان کی پیکار اور بلادے کی خوشخبری دی اور یہ بھی فرمایا کہ میری امت میں سب سے پہلے ابوبکر جنت میں داخل ہوں گے۔ اس سب کے باوجود فرمایا کرتے کہ کاش میں کوئی درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا۔ کبھی فرماتے کاش میں کوئی گھاس ہوتا کہ جانور اس کو کھا لیتے کبھی فرماتے کاش میں کسی مومن کے بدن کا بال ہوتا۔ ایک مرتبہ ایک بلغم میں تشریف لے گئے اور ایک جانور کو بیٹھا ہوا دیکھ کر ٹھنڈا ساں بھرا اور فرمایا کہ تو کس قدر لطف میں ہے کہ کھاتا ہے پیتا ہے، درختوں کے سائے میں پھرتا ہے اور آخرت میں تجھ پر کوئی حساب کتاب نہیں۔ کاش ابوبکر بھی تجھ جیسا ہوتا یعنی ربیعہ اسلمی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی بات پر مجھ میں اور حضرت ابوبکر میں کچھ بات بڑھ گئی اور انہوں نے مجھے کوئی سخت لفظ کہہ دیا جو مجھے ناگوار گذرا۔ فوراً ان کو خیال ہوا، مجھ سے فرمایا کہ تو بھی مجھے کہہ دے تاکہ بدلہ ہو جائے۔ میں نے کہنے سے انکار کیا تو انہوں نے فرمایا کہ یا تو کہہ لو ورنہ میں حضور سے جا کر عرض کروں گا۔ میں نے اس پر بھی جوابی لفظ کہنے سے انکار کیا۔ وہ تو اٹھ کر چلے گئے۔ بنو اسلم کے کچھ لوگ آئے اور کہنے لگے کہ یہ بھی اچھی بات ہے کہ خود ہی تو زیادتی کی اور خود ہی الٹی حضور سے شکایت کریں۔ میں نے کہا تم جانتے بھی ہو یہ کون ہیں۔ یہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اگر یہ خفا ہو گئے تو اللہ کا لاڈلار رسول مجھ سے خفا ہو جائے گا۔ اور اس کی خفا سے اللہ تعالیٰ شانہ ناراض ہو جائیں گے تو ربیعہ کی ہلاکت میں کیا تردد ہے۔ اس کے بعد میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور قصہ عرض کیا۔ حضور نے فرمایا کہ ٹھیک ہے تجھے جواب میں اور بدلہ میں کہنا نہیں چاہیے۔ البتہ اس کے بدلہ میں یوں کہہ کہ اے ابوبکر اللہ تمہیں معاف فرمادیں۔ **ف** یہ ہے اللہ کا خوف کہ ایک معمولی سے کلمہ میں حضرت ابوبکر صدیق کو بدلہ کا اس قدر فکر اور اہتمام ہوا، کہ اول خود درخواست کی اور پھر حضور کے واسطے سے اس کا ارادہ فرمایا کہ ربیعہ بدلہ لے لیں۔ آج ہم سینکڑوں باتیں ایک دوسرے کو کہہ دیتے ہیں۔ اس کا خیال بھی نہیں ہوتا کہ

اس کا آخرت میں بدلہ بھی لیا جائے گا یا حساب کتاب بھی ہوگا۔

## ۶۔ حضرت عمرؓ کی حالت

حضرت عمرؓ بسا اوقات ایک تنکا ہاتھ میں لیتے اور فرماتے، کاش میں یہ تنکا ہوتا۔ کبھی فرماتے، کاش مجھے میری ماں نے جنا ہی نہ ہوتا۔ ایک مرتبہ کسی کام میں مشغول تھے، ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ فلاں شخص نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔ آپ چل کر مجھے بدلہ دلوا دیجئے۔ آپ نے اس کے ایک ڈرہ مار دیا کہ جب میں اس کام کے لئے بیٹھتا ہوں اس وقت تو آتے نہیں، جب میں دوسرے کاموں میں مشغول ہو جاتا ہوں تو آکر کہتے ہیں کہ بدلہ دلوا۔ وہ شخص چلا گیا۔ آپ نے آدمی بھیج کر اس کو بلوایا اور ڈرہ اس کو دیکر فرمایا کہ بدلہ لے لو، اس نے عرض کیا کہ میں نے اللہ کے واسطے معاف کیا، گھر تشریف لاتے دو رکعت نماز پڑھی۔ اس کے بعد اپنے آپ کو خطاب کر کے فرمایا، اے عمر تو کیمینہ تھا اللہ نے تجھ کو او سچا کیا، تو گمراہ تھا اللہ نے تجھ کو ہدایت کی، تو ذلیل تھا اللہ نے تجھے عزت دی، پھر لوگوں کا بادشاہ بنایا۔ اب ایک شخص آکر کہتا ہے کہ مجھے ظلم کا بدلہ دلوا دے تو تو اس کو مارتا ہے۔ کل کو قیامت کے دن اپنے رب کو کیا جواب دیگا۔ بڑی دیر تک اسی طرح اپنے آپ کو ملامت کرتے رہے آپؓ کے غلام حضرت اسلمؓ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے ساتھ حرہ کی طرف جا رہا تھا، ایک جگہ آگ جلتی ہوئی جنگل میں نظر آئی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ شاید یہ کوئی قافلہ ہے جو رات ہو جانے کی وجہ سے شہر میں نہیں گیا باہر ہی ٹھہر گیا۔ چلو اس کی خبریں رات کو حفاظت کا انتظام کریں۔ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک عورت ہے جس کے ساتھ چند بچے ہیں جو رو رہے ہیں اور چلا رہے ہیں، اور ایک دیہی چوبیسے پر رکھی ہے جس میں پانی بھرا ہوا ہے اور اس کے نیچے آگ جل رہی ہے۔ انہوں نے سلام کیا اور قریب آنے کی اجازت لیکر اس کے پاس گئے اور پوچھا کہ یہ بچے کیوں رو رہے ہیں عورت نے کہا کہ بھوک سے لاچار ہو کر رو رہے ہیں۔ دریافت فرمایا کہ اس دیہی میں کیا ہے عورت نے کہا کہ پانی بھس کر بیلانے کے واسطے آگ پر رکھ دی ہے کہ ذرا ان کو تسلی ہو جائے اور سو جائیں۔ امیر المؤمنینؓ عمرؓ کا اور میرا اللہ ہی کے یہاں فیصلہ ہوگا کہ میری اس تنگی کی خبر نہیں لیتے۔ حضرت عمرؓ رونے لگے اور فرمایا کہ اللہ تجھ پر رحم کرے بھلا عمرؓ کو تیرے حال کی کیا خبر ہے۔ کہنے لگی کہ وہ ہمارے امیر بنے ہیں اور ہمارے حال کی خبر بھی نہیں رکھتے۔ اسلمؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ مجھے ساتھ لیکر واپس ہوئے اور ایک بوری میں بیٹ لال میں سے کچھ آٹا اور کھجوریں اور چربی اور کچھ کپڑے اور کچھ دُرہم لئے۔ عرض اس بوری کو خوب



بھرا لیا، اور فرمایا کہ یہ میری کمر پر رکھ دے۔ میں نے عرض کیا کہ میں لے چلوں۔ آپ نے فرمایا نہیں میری کمر پر رکھ دے۔ دو تین مرتبہ جب میں نے اصرار کیا تو فرمایا کیا قیامت میں بھی میرے بوجھ کو تو ہی اٹھائے گا اس کو میں ہی اٹھاؤں گا اس لئے کہ قیامت میں مجھ ہی سے اس کا سوال ہوگا۔ میں نے مجبور ہو کر بوری کو آپ کی کمر پر رکھ دیا۔ آپ نہایت تیزی کے ساتھ اس کے پاس تشریف لے گئے۔ میں بھی ساتھ تھا۔ وہاں پہنچ کر اس دیچی میں آنا اور کچھ چربی اور کھجوریں ڈالیں اور اس کو چلانا شروع کیا اور چولہے میں خود ہی پھونک مارنا شروع کیا۔ اسلم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ کی گنجان داڑھی سے دھواں نکلتا ہوا میں دیکھتا رہا، حتیٰ کہ حریرہ سا تیار ہو گیا۔ اس کے بعد آپ نے اپنے دست مبارک سے نکال کر اُن کو کھلایا۔ وہ سیر ہو کر خوب سہسی کھیل میں مشغول ہو گئے اور جو بچا تھا وہ دوسرے وقت کے واسطے ان کے حوالے کر دیا۔ وہ عورت بہت خوش ہوئی اور کہنے لگی اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے، تم تھے اس کے مستحق کہ بجائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تم ہی خلیفہ بنائے جاتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو تسلی دی اور فرمایا کہ جب تم خلیفہ کے پاس جاؤ گی تو مجھ کو بھی دیں پاؤ گی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے قریب ہی ذرا ہٹ کر زمین پر بیٹھ گئے اور تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد چلے آئے اور فرمایا کہ میں اس لئے بیٹھا تھا کہ میں نے اُن کو روتے ہوئے دیکھا تھا۔ میرا دل چاہا کہ تھوڑی دیر اُن کو منتے ہوئے بھی دیکھوں۔ صبح کی نماز میں اکثر سورۃ کہف طے وغیرہ بڑی سورتیں پڑھتے اور روتے کہ کسی کسی صفوں تک آواز جاتی۔ ایک مرتبہ صبح کی نماز میں سورۃ یوسف پڑھ رہے تھے اِنَّا اَشْكُوْا بَنٰی دَحْزَنِیْ اِلٰی اللّٰہِ پر پہنچے تو روتے روتے آواز نہ نکلی۔ تہجد کی نماز میں بعض مرتبہ روتے روتے گر جاتے اور بیمار ہو جاتے۔ یہ ہے اللہ کا خوف اس شخص کا جس کے نام سے بڑے بڑے نامور بادشاہ ڈرتے تھے، کانیتے تھے۔ آج بھی ساڑھے تیرہ سو برس کے زمانہ تک اس کا دُبدبہ مانا ہوا ہے۔ آج کوئی بادشاہ نہیں، حاکم نہیں کوئی معمولی سا میر بھی اپنی رعایا کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتا ہے؟

## ④ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی نصیحت

وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ظاہری بینائی جانے کے بعد میں اُن کو لئے جا رہا تھا وہ مسجد حرام میں تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر ایک مجمع سے کچھ جھگڑے کی آواز آرہی تھی۔ فرمایا مجھے اس مجمع کی طرف لے چلو۔ میں اس طرف لے گیا۔ وہاں پہنچ کر آپ نے سلام کیا۔ ان لوگوں نے بیٹھنے کی درخواست کی تو آپ نے انکار فرمادیا اور فرمایا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ کے خاص بندوں

کی جماعت وہ لوگ ہیں جن کو اُس کے خوف نے چپ کر رکھا ہے۔ حالانکہ نہ وہ عاجز ہیں نہ گونگے بلکہ فیض لوگ ہیں، بولنے والے ہیں سمجھ دار ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی بڑائی کے ذکر نے اُن کی عقلوں کو اڑا رکھا ہے۔ اُن کے دل اس کی وجہ سے ٹوٹے رہتے ہیں اور زبانیں چپ رہتی ہیں اور جب اس حالت پر اُن کو سختی میسر ہو جاتی ہے تو اُس کی وجہ سے نیک کاموں میں وہ جلدی کرتے ہیں تم لوگ اُن سے کہاں ہٹ گئے۔ دُنبٹ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے دو آدمیوں کو بھی ایک جگہ جمع نہیں دیکھا۔ حضرت ابن عباسؓ اللہ کے خوف سے اس قدر روتے تھے کہ چہرہ پر آنسوؤں کے ہر وقت بہنے سے دونالیاں سی بن گئی تھیں۔ اوپر کے قصہ میں حضرت ابن عباسؓ نے نیک کاموں پر اہتمام کا یہ ایک سہل نسخہ بتلایا کہ اللہ کی عظمت اور اُس کی بڑائی کا سوچ کیا جاتے کہ اس کے بعد ہر قسم کا نیک عمل سہل ہے اور پھر وہ یقیناً اخلاص سے بھرا ہوا ہوگا۔ رات دن کے چوبیس گھنٹوں میں اگر تھوڑا سا وقت بھی ہم لوگ اس سوچنے کی خاطر نکال لیں تو کیا مشکل ہے؟

## ۸۔ تبوک کے سفر میں قوم ثمود کی بستی پر گذر

غزوہ تبوک مشہور غزوہ ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری غزوہ ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ روم کا بادشاہ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کر رہا ہے اور بہت بڑا لشکر لے کر شام کے راستے سے مدینہ کو آرہا ہے۔ اس خبر پر ۵ رجب ۹ھ پنجشنبہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مقابلہ کے لئے مدینہ طیبہ سے روانہ ہو گئے۔ چونکہ زمانہ سخت گرمی کا تھا اور مقابلہ بھی سخت تھا اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف اعلان فرمادیا تھا کہ روم کے بادشاہ سے مقابلہ کے لئے چلنا ہے تیاری کر لی جاتے اور حضور نے خود اس کے لئے چندہ فرمایا شروع کیا۔ یہی لڑائی ہے جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گھر کا سارا سامان لے آئے اور حبیب ان سے پوچھا کہ گھروالوں کے لئے کیا چھوڑا تو فرمایا کہ اُن کے لئے اللہ اور اُس کے رسول کو چھوڑ آیا۔ اور حضرت عمرؓ گھر کے پورے سامان میں سے ادھالے آئے جس کا قصہ ۱۲ باب میں آتا ہے اور حضرت عثمان غنیؓ نے ایک تنہائی لشکر کا پورا سامان مہیا فرمایا اور اسی طرح ہر شخص اپنی حیثیت سے زیادہ ہی لایا اس کے باوجود چونکہ عام طور سے تنگی تھی اس لئے دس دس آدمی ایک اونٹ پر تھے کہ ثبوت نبوت اس پر سوار ہوتے تھے۔ اسی وجہ سے اس لڑائی کا نام جیش العُسرة (تنگی کا لشکر) بھی تھا۔ یہ لڑائی نہایت ہی سخت تھی کہ سفر بھی دور کا تھا اور موسم بھی اس قدر سخت کہ گرمی کی انتہا نہیں تھی



اور اس کے ساتھ ہی مدینہ طیبہ میں کھجور کے پکنے کا زمانہ زور پر تھا کہ سارے باغ بالکل پکے ہوئے کھڑے تھے اور کھجور ہی پر مدینہ طیبہ والوں کی زندگی کا زیادہ دار و مدار تھا کہ سال بھر کی روزی جمع کرنے کا گویا یہی زمانہ تھا۔ ان حالات میں یہ وقت مسلمانوں کے لئے نہایت سخت امتحان کا تھا کہ ادھر اللہ کا خوف، حضورؐ کا ارشاد جس کی وجہ سے بغیر جاتے نہ بنتی تھی اور دوسری جانب یہ ساری دقتیں کہ ہر وقت مُستقل روک تھی۔ بالخصوص سال بھر کی محنت اور پکتے پکاتے درختوں کا یوں بے یار و مددگار چھوڑ جانا جتنا مشکل تھا وہ ظاہر ہے مگر اس سب کے باوجود اللہ کا خوف ان حضرات پر غالب تھا۔ اس لئے بجز منافقین اور مُعذّرین جن میں عورتیں اور بچے بھی داخل تھے اور وہ لوگ بھی جو بضرورت مدینہ طیبہ میں چھوڑے گئے یا کسی قسم کی سواری نہ مل سکے کی وجہ سے روتے ہوئے رہ گئے تھے جن کے بارے میں آیت تو کَوَاذِبُ عَيْنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الذَّمِّ نَازِلٌ هُوَ قِيٌّ اور سب ہی حضرات ہم رکاب تھے البتہ تین حضرات بلا عذر کے شریک نہیں تھے جن کا قصہ آئندہ آ رہا ہے۔ راستہ میں قوم ثمود کی بستی پر گزر ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دامن سے اپنے چہرہ انور کو ڈھانک لیا اور ادنیٰ کو تیز کر دیا اور صحابہؓ کو بھی حکم فرمایا کہ یہاں سے تیز چلو اور ظالموں کی بستیوں میں سے روتے ہوئے گزرو اور اس سے ڈرتے ہوئے گزرو کہ تم پر بھی خدا نخواستہ وہ عذاب کہیں نازل نہ ہو جاتے جو اُن پر نازل ہوا تھا۔ **ف** اللہ کا پیارا نبیؐ اور لاڈلا رسولؐ عذاب والی جگہ سے ڈرتا ہوا خوف کرتا ہوا گزرتا ہے اور اپنے جانثار دوستوں کو جو اس سخت مجبوری کے وقت میں بھی جاں نثاری کا ثبوت دیتے ہیں روتے ہوئے جلنے کا حکم فرماتا ہے کہ خدا نخواستہ وہ عذاب اُن پر نہ نازل ہو جاتے۔ ہم لوگ کسی بستی میں زلزلہ اُچھاتے تو اُس کو سیرگاہ بناتے ہیں کھنڈر کی تفریح کو جلاتے ہیں اور روناتو در کھارو نے کا خیال بھی دل میں نہیں لاتے۔

## ⑨ تبوک میں حضرت کعبؓ کی غیر حاضری اور توبہ

اسی تبوک کی لڑائی میں مُعذّرین کے علاوہ اسی سے زیادہ تو مُنافِقُ النُّصَار میں سے تھے اور اتنے ہی تقریباً بدوی لوگوں میں سے۔ ان کے علاوہ ایک بڑی جماعت باہر کے لوگوں میں سے ایسی تھی جو شریک نہیں ہوئے اور اتنا ہی نہیں بلکہ یہ لوگ دوسروں کو بھی لاکتُفُرُوا فِي الْحَزْبِ کہہ کر روکتے تھے (گرمی میں نہ نکلو) حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ جہنم کی آگ کی گرمی بہت سخت ہے۔ ان کے علاوہ تین سچے بچے مسلمان بھی ایسے تھے جو بلا کسی عذر قوی کے اس لڑائی میں شریک نہیں

ہو سکے۔ ایک کعب بن مالک، دوسرے ہلال بن امیہ، تیسرے مُرارۃ بن ربیع، یہ تینوں حضرت کسی اتفاق یا عذر سے نہیں ٹھہرے بلکہ خوشحالی ہی رہ جانے کا سبب بن گئی کعب اپنی سرگذشت جو اس موقع پر پیش آئی مفصل سناتے ہیں جو آئندہ آرہی ہے۔

مُرارۃ بن ربیع کا باغ خوب پھل رہا تھا اُن کو خیال ہوا کہ اگر میں چلا گیا تو یہ سب نفع ہو جائیگا ہمیشہ میں لڑائیوں میں شریک ہوتا ہی رہا ہوں اگر اس مرتبہ رہ گیا تو کیا مصداقہ ہے اس لئے ٹھہر گئے۔ مگر جب تنبیہ ہوا تو چونکہ باغ ہی اس کا سبب ہوا تھا اس لئے سب کو اللہ کے راستہ میں صدقہ کر دیا۔

ہلال کے اہل و اعزہ جو کہیں گئے ہوئے تھے اتفاق سے اس موقع پر سب جمع ہو گئے ان کو بھی یہی خیال ہوا کہ ہمیشہ شرکت کرتا ہی رہتا ہوں اگر اس موقع پر نہ جاؤں تو کیا حرج ہے اس لئے ٹھہر گئے مگر تنبیہ ہونے پر سب سے تعلقات منقطع کر لینے کا ارادہ کیا کہ یہ تعلقات ہی اس لڑائی میں شرکت نہ کر سکے کا سبب ہوتے۔

حضرت کعب کا قصہ احادیث میں کثرت سے آتا ہے وہ اپنی سرگذشت بڑی تفصیل سے نیا کرتے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں تبوک سے پہلے کسی لڑائی میں بھی اتنا قوی و مال دار نہیں تھا جتنا کہ تبوک کے وقت تھا۔ اس وقت میرے پاس خود اپنی ذاتی دوا و دمنیاں تھیں۔ اس سے پہلے کبھی بھی دوا و دمنیاں میرے پاس ہونے کی نوبت نہیں آئی حضور اکرم ﷺ کی ہمیشہ عادت شریفہ یہ تھی کہ جس طرف لڑائی کا ارادہ ہوتا تھا اس کا اظہار نہیں ہوتا تھا بلکہ دوسری جانبوں کے احوال دریافت فرماتے تھے مگر اس لڑائی میں چونکہ گرمی بھی شدید تھی اور سفر بھی دور کا تھا۔ ان کے علاوہ دمنیوں کی بھی بہت بڑی جماعت تھی اس لئے صاف اعلان فرما دیا تھا تاکہ لوگ تیاری کر لیں۔ چنانچہ مسلمانوں کی اتنی بڑی جماعت حضور کے ساتھ ہو گئی کہ رجب میں اُن کا نام بھی نکھڑا دیا تھا اور مجمع کی کثرت کی وجہ سے کوئی شخص اگر چھپنا چاہتا کہ میں نہ جاؤں نہ پتہ چلے تو دُشوار نہ تھا۔ اس کے ساتھ ہی پھل بالکل پک رہے تھے۔ میں بھی سامان سفر کی نیاری کا صبح ہی سے ارادہ کرتا مگر شام ہو جاتی اور کسی قسم کی تیاری کی نوبت نہ آتی لیکن میں اپنے دل میں خیال کرتا رہا کہ مجھے وسعت حاصل ہے جب ارادہ پختہ کر دوں گا فوراً ہو جائے گا حتیٰ کہ حضور اقدس ﷺ کو روانہ بھی ہو گئے اور مسلمان آپ کے ساتھ ساتھ مگر میرا سامان سفر تیار نہ ہوا۔ پھر بھی یہی خیال رہا کہ ایک دو روز میں تیار کر کے جاؤں گا۔ اسی طرح آج کل پر ملتارہا حتیٰ کہ حضور کے وہاں پہنچنے کا زمانہ تقریباً آ



گیا۔ اس وقت میں نے گشتش بھی کی مگر سامان نہ ہو سکا۔ اب میں جب مدینہ طیبہ میں داخل ہوا تو دیکھتا ہوں تو صرف وہی لوگ ملتے ہیں جن کے اوپر نفاق کا بدنامہ داغ لگا ہوا تھا یا وہ معذور تھے اور حضورؐ نے بھی شکوک پہنچ کر دریافت فرمایا کہ کعبؓ نظر نہیں پڑتے۔ کیا بات ہوتی۔ ایک صاحب نے کہا یا رسول اللہؐ اس کو اپنے مال و جمال کی اکر نے روکا۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ غلط کہا۔ ہم جہاں تک سمجھتے ہیں وہ بھلا آدمی ہے مگر حضورؐ اقدس ﷺ نے بالکل سکوت فرمایا اور کچھ نہیں بولے۔ حتیٰ کہ چند روز میں میں نے والپسی کی خبر سنی تو مجھے رنج و غم سوار ہوا اور بڑا فکر ہوا۔ دل میں جھوٹے جھوٹے عذر آتے تھے کہ اس وقت کسی فرضی عذر سے حضورؐ کے غصہ سے جان بچاؤں پھر کسی وقت معافی کی درخواست کر لوں گا اور اس بارے میں اپنے گھرانے کے ہر سمجھدار سے مشورہ کرتا رہا۔ مگر جب مجھے معلوم ہو گیا کہ حضورؐ تشریف لے ہی آتے تو میرے دل نے فیصلہ کیا کہ بغیر سچ کے کوئی چیز نجات نہ دے گی اور میں نے سچ سچ عرض کر لی تھان ہی لی حضورؐ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو اول مسجد میں تشریف لے جاتے اور دو رکعت تہجد المسجد پڑھتے اور وہاں تھوڑی دیر تشریف رکھتے کہ لوگوں سے ملاقات فرمائیں۔ چنانچہ حسب معمول حضورؐ تشریف فرما رہے اور منافق لوگ آکر جھوٹے جھوٹے عذر کرتے اور قسمیں کھاتے رہے۔ حضورؐ اکرم ﷺ ان کے ظاہر حال کو قبول فرماتے رہے اور باطن کو اللہ کے سپرد فرماتے رہے کہ اتنے میں میں بھی حاضر ہوا اور سلام کیا۔ حضورؐ نے ناراضگی کے انداز میں بسم فرمایا اور اعراض فرمایا۔ میں نے عرض کیا یا نبی اللہؐ آپ نے اعراض فرمایا۔ میں خدا کی قسم نہ تو منافق ہوں نہ مجھے ایمان میں کچھ تردد ہے۔ ارشاد فرمایا کہ یہاں آ، میں قریب ہو کر بیٹھ گیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تجھے کس چیز نے روکا۔ کیا تو نے اونٹنیاں نہیں خرید رکھی تھیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ اگر میں کسی دنیا دار کے پاس اس وقت ہوتا تو مجھے یقین ہے کہ میں اس کے غصہ سے محقول عذر کے ساتھ خلاصی پالیتا کہ مجھے بات کرنے کا سلیقہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔ لیکن آپ کے متعلق مجھے معلوم ہے کہ اگر آج جھوٹ سے آپ کو راضی کر لوں تو قریب ہے کہ اللہ جل جلالہ مجھ سے ناراض ہونگے اور اگر آپ سے صاف صاف عرض کر دوں تو آپ کو غصہ آئے گا لیکن قریب ہے کہ اللہ کی پاک ذات آپ کے عتاب کو زائل فرمادے گی۔ اس لئے سچ ہی عرض کرتا ہوں کہ اللہ مجھے کوئی عذر نہیں بخشا اور جیسا فارغ اور وسعت والا میں اس زمانہ میں تھا کسی زمانہ میں بھی اس سے پہلے نہیں ہوا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس نے سچ کہا۔ پھر فرمایا کہ اچھا اٹھ جاؤ تمہارا فیصلہ حق تعالیٰ شائد فرمائیں

گئے۔ میں وہاں سے اٹھا تو میری قوم کے بہت سے لوگوں نے مجھے ملامت کی کہ تو نے اس سے پہلے کوئی گناہ نہیں کیا تھا۔ اگر تو کوئی عذر کر کے حضورؐ سے استغفار کی درخواست کرتا تو حضورؐ کا استغفار تیرے لئے کافی تھا میں نے ان سے پوچھا کہ کوئی اور بھی ایسا شخص ہے جس کے ساتھ یہ معاملہ ہوا ہو۔ لوگوں نے بتلایا کہ دو شخصوں کے ساتھ اور بھی یہی معاملہ ہوا کہ انہوں نے بھی یہی گفتگو کی جو تو نے کی اور یہی جواب ان کو ملا جو تجھ کو ملا۔ ایک ہلال بن امیہؓ دوسرے مرارة بن ربیعؓ ہیں نے دیکھا کہ دو صالح شخص جو دونوں بدریؓ ہیں وہ بھی میرے شریک جال ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم تینوں سے بولنے کی ممانعت بھی فرما دی کہ کوئی شخص ہم سے کلام نہ کرے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ عہدہ اُسی پر آتا ہے جس سے تعلق ہوتا ہے اور تنبیہ اُسی کو کی جاتی ہے جن میں اس کی اہلیت بھی ہو جس میں اصلاح و صلاح کی قابلیت ہی نہ ہو اس کو تنبیہ ہی کون کرتا ہے۔ کعبؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ کی ممانعت پر لوگوں نے ہم سے بولنا چھوڑ دیا اور ہم سے اجتناب کرنے لگے۔ اور گویا دنیا ہی بدل گئی۔ حتیٰ کہ زمین باوجود اپنی وسعت کے مجھے تنگ معلوم ہونے لگی۔ سارے لوگ اجنبی معلوم ہونے لگے۔ درود یار او سے بن گئے۔ مجھے سب سے زیادہ اس کا فکر تھا کہ میں اس حال میں مر گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنازے کی نماز بھی نہ پڑھیں گے اور خدا نخواستہ حضورؐ کا وصال ہو گیا تو میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ایسا ہی رہوں گا نہ مجھ سے کوئی کلام کرے گا، نہ میری نماز پڑھے گا کہ حضورؐ کے ارشاد کے خلاف کون کر سکتا ہے۔ غرض ہم لوگوں نے پچاس دن اسی حال میں گزارے۔ میرے دونوں ساتھی تو شروع ہی سے گھروں میں چھپ کر بیٹھ گئے تھے۔ میں سب میں قوی تھا۔ چلتا پھرتا بازار میں جاتا۔ نماز میں شریک ہوتا۔ مگر مجھ سے بات کوئی نہ کرتا۔ حضورؐ کی مجلس میں حاضر ہو کر سلام کرتا اور بہت غور سے خیال کرتا کہ حضورؐ کے لب مبارک جواب کے لئے طے یا نہیں۔ نماز کے بعد حضورؐ کے قریب ہی کھڑے ہو کر نماز پوری کرتا اور آنکھ چرا کر دیکھتا کہ حضورؐ مجھے دیکھتے بھی ہیں یا نہیں جب میں نماز میں مشغول ہوتا تو حضورؐ مجھے دیکھتے اور جب میں ادھر متوجہ ہوتا تو حضورؐ منہ پھیر لیتے اور میری جانب سے اعراض فرما لیتے۔

غرض یہی حالات گذرتے رہے اور مسلمانوں کا بات چیت بند کرنا مجھ پر بہت ہی بھاری

لہ بدری وہ لوگ کہلاتے ہیں جو بدر کی لڑائی میں شریک ہوئے۔ ان کی بزرگی اور بڑائی مسلم ہے۔ احادیث میں بھی ان کی فضیلت آئی ہے کتنی ہی حدیثوں میں ان کی مغفرت اور اللہ تعالیٰ کی ان سے خوش ہونے کی بشارتیں آئی ہیں ۱۳



ہو گیا تو میں ابوقتادہ کی دیوار پر چڑھا۔ وہ میرے رشتہ کے چچا زاد بھائی بھی تھے اور مجھ سے تعلقات بھی بہت ہی زیادہ تھے۔ میں نے اوپر چڑھ کر سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے اُن کو قسم دے کر پوچھا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ مجھے اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت ہے۔ انہوں نے اس کا بھی جواب نہ دیا۔ میں نے دوبارہ قسم دی اور دریافت کیا وہ پھر بھی چپ ہی رہے۔ میں نے میری مرتبہ پھر قسم دیکر پوچھا انہوں نے کہا۔ اللہ جانے اور اس کا رسولؐ۔ یہ کلمہ سن کر میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور وہاں سے لوٹ آیا۔ اسی دوران میں ایک مرتبہ مدینہ کے بازار میں جا رہا تھا کہ ایک قبطنی کو جو نصرانی تھا اور شام سے مدینہ منورہ اپنا غلہ فروخت کرنے آیا تھا یہ کہتے ہوئے سنا کہ کوئی کعب بن مالک کا پتہ بتا دو۔ لوگوں نے اس کو میری طرف اشارہ کر کے بتا یا وہ میرے پاس آیا اور عثمان کے کافر بادشاہ کا خط مجھے لا کر دیا۔ اس میں لکھا ہوا تھا۔ ہمیں معلوم ہوا کہ تمہارے آقا نے تم پر ظلم کر رکھا ہے تمہیں اللہ ذلت کی جگہ نہ رکھے اور نہ ضائع کرے تم ہمارے پاس آ جاؤ ہم تمہاری مدد کریں گے (دنیا کا قاعدہ ہوتا ہے کہ کسی بڑے کی طرف سے اگر چھوٹوں کو تنبیہ ہوتی ہے تو ان کو بہکانے والے اور زیادہ کھونے کی کوشش کیا کرتے ہیں اور خیر خواہ بن کر اس قسم کے الفاظ سے اشتیغال دلا یا ہی کرتے ہیں) کعبؓ کہتے ہیں کہ میں نے یہ خط پڑھ کر اتنا بڑھئی کہ میری حالت یہاں تک پہنچ گئی کہ کافر بھی مجھ میں طمع کرنے لگے اور مجھے اسلام تک سے ہٹانے کی تدبیریں ہونے لگیں۔ یہ ایک اور مصیبت آئی اور اس خط کو لے جا کر میں نے ایک تنور میں بھونک دیا اور حضورؐ سے جا کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کے اعراض کی وجہ سے میری یہ حالت ہو گئی کہ کافر مجھ میں طمع کرنے لگے اسی حالت میں چالیس روز ہم پر گزرے تھے کہ حضورؐ کا قصد میرے پاس حضورؐ کا یہ ارشاد دے کر آیا کہ اپنی بیوی کو بھی چھوڑ دو میں نے دریافت کیا کہ کیا منشاء ہے اس کو طلاق دے دوں کہا نہیں بلکہ علیحدگی اختیار کر لو۔ اور میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی ان ہی قصد کی معرفت یہی حکم پہنچا۔ میں نے اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ تو اپنے میکے چلی جا جب تک اللہ تعالیٰ اس امر کا فیصلہ فرمائیں وہیں رہنا۔ ہلالؓ بن اُمیہؓ کی بیوی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ ہلال بالکل بوڑھے شخص ہیں کوئی خبر گیری کرنے والا نہ ہوگا تو ہلاک ہو جائیں گے۔ اگر آپ اجازت دیں اور آپ کو گرانی نہ ہو تو میں کچھ کام کا ج اُن کا کر دیا کروں۔ حضورؐ نے فرمایا مضائقہ نہیں لیکن صحبت نہ کریں۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس چیز کی طرف تو ان کو میلان بھی نہیں جس روز سے یہ واقعہ پیش آیا آج تک ان کا وقت روتے ہی گزر رہا ہے۔ کعبؓ کہتے ہیں مجھ سے بھی کہا گیا کہ ہلال کی طرح تو بھی اگر بیوی کی

کی خدمت کی اجازت لے لے تو شاید مل جاتے۔ میں نے کہا وہ بوڑھے ہیں میں جوان ہوں، نہ معلوم مجھے کیا جواب ملے اس لئے میں جرأت نہیں کرتا غرض اس حال میں دس روز اور گزرے کہ ہم سے بات چیت میل جول چھٹے ہوئے پورے پچاس دن ہو گئے۔ پچاسویں دن کی صبح کی نماز اپنے گھر کی چھت پر پڑھ کر میں نہایت غمگین بیٹھا ہوا تھا۔ زمین مجھ پر بالکل تنگ تھی اور زندگی دو بھر ہو رہی تھی کہ سُلح پہاڑ کی چوٹی پر سے ایک زور سے چلانے والے نے آواز دی کہ کعبہ خوشخبری ہو تم کو۔ میں اتنا ہی مسکرا کر سجدے میں گر گیا اور خوشی کے مارے رونے لگا اور سمجھا کہ تنگی دور ہو گئی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز کے بعد ہماری مُعافی کا اعلان فرمایا۔ جس پر ایک شخص نے تو پہاڑ پر چڑھ کر زور سے آواز دی کہ وہ سب سے پہلے پہنچ گئی۔ اس کے بعد ایک صاحب گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگے ہوئے آئے، میں جو کپڑے پہن رہا تھا وہ نکال کر بشارت دینے والے کی نذر کر دیئے۔ خدا کی قسم ان دو کپڑوں کے سوا اور کوئی کپڑا اس وقت میری ہلک میں نہ تھا۔ اس کے بعد میں نے دو کپڑے مانگے ہوئے پہنے اور حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اس طرح میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی خوش خبری لے کر لوگ گئے۔ میں جب مسجد نبوی میں حاضر ہوا تو وہ لوگ جو خدمت اقدس میں حاضر تھے مجھے مبارک باد دینے کے لئے دوڑے اور سب سے پہلے ابو طلحہؓ نے بڑھ کر مبارک باد دی اور صاف بول دیا جو ہمیشہ ہی یادگار ہے گا میں نے حضور کی بارگاہ میں جا کر سلام کیا تو چہرہ انور کھل رہا تھا اور انوار خوشی کے چہرے سے ظاہر ہو رہے تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک خوشی کے وقت میں چاند کی طرح سے چمکنے لگتا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میری توبہ کی تکمیل یہ ہے کہ میری جائداد جو ہے وہ سب اللہ کے راستے میں صدقہ ہے کہ یہ ثروت ہی اس مصیبت کا سبب بنی تھی، حضور نے فرمایا کہ اس میں تنگی ہوگی۔ کچھ حصہ اپنے پاس بھی رہنے دو۔ میں نے عرض کیا کہ بہتر ہے خیر کا حصہ رہنے دیا جاتے۔ مجھے سچ ہی نے نجات دی۔ اس لئے میں نے عہد کر لیا کہ ہمیشہ ہی سچ بولوں گا۔ **ف** یہ ہے صحابہ کرامؓ کی اطاعت اور دین داری کا اور اللہ کے خوف کا نمونہ کہ ہمیشہ جنگ میں یہ حضرات شریک رہے۔ ایک مرتبہ کی غیر حاضری پر کیا کیا عتاب ہوا اور اس کو کس فرمانبرداری سے برداشت کیا کہ پچاس دن رو کر گزار دیئے اور بال جس کی وجہ سے یہ واقعہ پیش آیا تھا وہ بھی صدقہ کر دیا اور کافروں نے طمع دلائی تو بجائے مشتعل ہونے کے اور زیادہ پشیمان ہوئے اور اس کو بھی اللہ کا عتاب اور حضور کے اعراض کی وجہ سے سمجھا کہ میرے دین کا ضعف اس درجہ تک پہنچ گیا کہ کافروں کو اس کی طمع ہونے لگی کہ وہ مجھے بے دین بنادیں۔ ہم لوگ بھی مسلمان ہیں اللہ اور اس کے پاک رسول کے ارشادات بھی سامنے ہیں۔ بڑے سے بڑا حکم نماز ہی کا ہے لو کہ ایمان کے بعد اس کے برابر کوئی چیز



بھی نہیں۔ کہتے ہیں جو اس حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور جو کرتے ہیں وہ بھی کیسی کرتے ہیں۔ اس کے بعد زکوٰۃ اور حج کا تو پوچھنا ہی کیا کہ اس میں تو مال بھی خرچ ہوتا ہے۔

## ⑩ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہنسنے پر حضور ﷺ کی تنبیہ و رقبہ کی یاد

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ نماز کے لئے تشریف لائے تو ایک جماعت کو دیکھا کہ وہ کھل کھلا کر ہنس رہی تھی اور ہنسی کی وجہ سے دانت کھل رہے تھے۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ اگر موت کو کثرت سے یاد کیا کرو تو جو حالت میں دیکھ رہا ہوں وہ پیدا نہ ہو لہذا موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ قبر پر کوئی دن ایسا نہیں گذرتا جس میں وہ یہ آواز نہ دیتی ہو کہ میں بیگانگی کا گھر ہوں۔ تنہائی کا گھر ہوں مٹی کا گھر ہوں۔ کیروں کا گھر ہوں۔ جب کوئی مومن قبر میں رکھا جاتا ہے تو وہ کہتی ہے کہ تیرا آنا مبارک ہے۔ بہت اچھا کیا تو آگیا۔ جتنے آدمی زمین پر چلتے تھے تو ان سب میں مجھے زیادہ پسند تھا۔ آج جب تو میرے پاس آیا ہے تو میرے بہترین سلوک کو دیکھے گا اس کے بعد وہ قبر جہاں تک مرنے کی نظر پہنچ سکے وہاں تک وسیع ہو جاتی ہے اور ایک دروازہ اس میں جنت کا کھل جاتا ہے جس سے وہاں کی ہوا اور خوشبو تیں اُس کو آتی رہتی ہیں۔ اور جب کوئی بدکردار قبر میں رکھا جاتا ہے تو وہ کہتی ہے کہ تیرا آنا مبارک ہے برا کیا جو تو آیا۔ زمین پر جتنے آدمی چلتے تھے ان سب میں تجھ ہی سے مجھے زیادہ محبت تھی۔ آج جب تو میرے حوالہ ہوا ہے تو میرے برتاؤ کو بھی دیکھ لے گا۔ اس کے بعد وہ اس طرح سے اس کو دباتی ہے کہ پسلیاں آپس میں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں اور ستر اڑدے اس پر ایسے تسلط ہو جاتے ہیں کہ اگر ایک بھی زمین پر پھونکار مارے تو اس کے اثر سے زمین پر گھاس تک باقی رہے۔ وہ اس کو قیامت تک ڈستے رہتے ہیں۔ اُس کے بعد حضور نے ارشاد فرمایا کہ قبر یا جنت ایک باغ ہے یا جہنم کا ایک گڑھا ہے۔ ف اللہ کا خوف بڑی ضروری اور اہم چیز ہے یہی وجہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اکثر کسی گہری سوچ میں رہتے تھے اور موت کا یاد کرنا اس کے لئے بہت ضروری ہے۔ اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نسخہ ارشاد فرمایا کہ کبھی کبھی موت کو یاد کرتے رہنا بہت ہی ضروری اور مفید ہے۔

## ⑪ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو نفاق کا ڈر

حضرت حنظلہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضور کی مجلس میں تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

نے وعظ فرمایا جس سے قلوب نرم ہو گئے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور اپنی حقیقت ہمیں ظاہر ہو گئی۔ حضورؐ کی مجلس سے اٹھ کر میں گھر آیا۔ بیوی بچے پاس آ گئے اور کچھ دنیا کا ذکر تذکرہ شروع ہو گیا اور بچوں کے ساتھ ہنسا بولنا، بیوی کے ساتھ مذاق شروع ہو گیا اور وہ حالت جاتی رہی جو حضورؐ کی مجلس میں تھی۔ دفعۃً خیال آیا کہ میں پہلے سے کس حال میں تھا اب کیا ہو گیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ تو تو منافق ہو گیا، کہ ظاہر میں حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تو وہ حال تھا اور اب گھر میں اگر یہ حالت ہو گئی۔ میں اس پر افسوس اور رنج کرتا ہوا اور یہ کہتا ہوا گھر سے نکلا کہ حنظلہؓ تو منافق ہو گیا۔ سامنے سے حضرت ابو بکر صدیقؓ تشریف لارہے تھے، میں نے ان سے عرض کیا کہ حنظلہؓ تو منافق ہو گیا۔ وہ یہ سن کر فرمانے لگے کہ سبحان اللہ کیا کہہ رہے ہو ہرگز نہیں۔ میں نے صورت بیان کی کہ ہم لوگ جب حضورؐ کی خدمت میں ہوتے ہیں اور حضورؐ دوزخ اور جنت کا ذکر فرماتے ہیں تو ہم لوگ ایسے ہو جاتے ہیں گویا وہ دونوں ہمارے سامنے ہیں اور جب حضورؐ کے پاس سے آ جاتے ہیں تو بیوی بچوں اور جائیداد وغیرہ کے دھندوں میں پھنس کر اس کو بھول جاتے ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ یہ بات تو ہم کو بھی پیش آتی ہے اس لئے دونوں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور جا کر حنظلہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں تو منافق ہو گیا۔ حضورؐ نے فرمایا کیا بات ہوئی۔ حنظلہؓ نے عرض کیا کہ جب ہم لوگ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آپؐ جنت و دوزخ کا ذکر فرماتے ہیں تب تو ہم ایسے ہو جاتے ہیں کہ گویا وہ ہمارے سامنے ہیں۔ لیکن جب خدمت اقدس سے چلے جاتے ہیں تو جا کر بیوی بچوں اور گھر بار کے دھندوں میں لگ کر بھول جاتے ہیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تمہارا ہر وقت وہی حال رہے جیسا میرے سامنے ہوتا ہے تو فرشتے تم سے بستر و پر اور راستوں میں مصافحہ کرنے لگیں۔ لیکن حنظلہؓ بات یہ ہے کہ گاہے گاہے گاہے گاہے۔ لے ف یعنی آدمی کے ساتھ انسانی ضرورتیں بھی لگی ہوتی ہیں جن کو پورا کرنا بھی ضروری ہے۔ کھانا پینا، بیوی بچے اور ان کی خیر خبر لینا یہ بھی ضروری چیزیں ہیں۔ اس لئے اس قسم کے حالات کبھی کبھی حاصل ہوتے ہیں۔ نہ ہر وقت یہ حاصل ہوتے ہیں اور نہ اس کی اُمید رکھنی چاہیے۔ یہ فرشتوں کی شان ہے کہ ان کو کوئی دوسرا دھدا ہی نہیں۔ نہ بیوی بچے نہ فکرِ معاش اور نہ دُنیوی قہقہے۔ اور انسان کے ساتھ چونکہ بشری ضروریات لگی ہوتی ہیں اس لئے وہ ہر وقت ایک سی حالت پر نہیں رہ سکتا۔ لیکن غور کی بات یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے دین کی کتنی فکر تھی کہ ذرا سی بات سے کہ حضورؐ کے سامنے جو حالت ہماری ہوتی ہے وہ بعد میں نہیں رہتی۔ اس سے اپنے منافق ہونے کا



اُن کو فکر ہو گیا: "عشق است و ہزار بدگمانی"۔ عشق جس سے ہوتا ہے اس کے مُتعلق ہزار طسح کی بدگمانی اور فکر ہو جاتا ہے۔ بیٹے سے محبت ہو اور وہ کہیں سفر میں چلا جاتے پھر دیکھتے ہر وقت خیریت کی خبر کا فکر رہتا ہے اور جو یہ بھی معلوم ہو جاتے کہ وہاں طاعون ہے یا فساد ہو گیا پھر خدا جانے کتنے خطوط اور تار پہنچیں گے۔

## تکمیل اللہ کے خوف کے مُتفرق حوال

قرآن شریف کی آیات اور حضورؐ کی احادیث اور بزرگوں کے واقعات میں اللہ جل شانہ سے ڈرنے کے مُتعلق جتنا کچھ ذکر کیا گیا ہے۔ اس کا احاطہ تو دشوار ہے لیکن مختصر طور پر اتنا سمجھ لینا چاہیے کہ دین کے ہر کمال کا زینہ اللہ کا خوف ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ حکمت کی جڑ اللہ کا خوف ہے حضرت ابن عمرؓ بہت رویا کرتے تھے حتیٰ کہ روتے روتے آنکھیں بھی بیکار ہو گئی تھیں کسی شخص نے ایک مرتبہ دیکھ لیا تو فرمانے لگے کہ میرے رونے پر تعجب کرتے ہو، اللہ کے خوف سے سورج روتا ہے۔ ایک مرتبہ ایسا ہی قصہ آیا، تو فرمایا کہ اللہ کے خوف سے چاند روتا ہے۔ ایک نوجوان صحابیؓ حضورؐ کا گذر ہوا وہ پڑھ رہے تھے جب فاذا انشقت السماء فكانت وردة كالذہان پر پہنچے تو بدن کے بل کھڑے ہو گئے۔ روتے روتے دم گھٹنے لگا۔ اور کہہ رہے تھے ہاں جس دن آسمان پھٹ جاویں گے یعنی قیامت کے دن، میرا کیا حال ہوگا۔ ہاتے میری بربادی حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے اس رونے کی وجہ سے فرشتے بھی رونے لگے۔ ایک انصاری نے تہجد پڑھا اور پھر بیٹھ کر بہت روتے۔ کہتے تھے کہ اللہ ہی سے فریاد کرتا ہوں جہنم کی آگ کی حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے آج فرشتوں کو رُلا دیا۔ عبد اللہ بن رواحہؓ ایک صحابی ہیں۔ رورہے تھے۔ بیوی بھی ان کی اس حالت کو دیکھ کر رونے لگیں، پوچھا کہ کیوں روتی ہو۔ کہنے لگیں کہ جس وجہ سے تم روتے ہو عبد اللہ بن رواحہؓ نے کہا کہ میں اس وجہ سے رورہا ہوں کہ جہنم پر تو گذرنا ہے ہی، نہ معلوم نجات ہو سکے گی یا وہیں رہ جاؤں گا لے زرارۃ بن اوفیٰؓ ایک مسجد میں نماز پڑھا رہے تھے فاذا انقصر فی الساقط الایۃ پر جب پہنچے تو فوراً گر گئے اور انتقال ہو گیا۔ لوگ اٹھا کر گھر تک لاتے۔ حضرت علیؓ ایک مرتبہ نماز پڑھ رہے تھے کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ پر پہنچے تو اس کو بار بار پڑھنے لگے۔ بخوڑی دیر میں گھر کے ایک کونے سے آواز آئی کہ کتنی مرتبہ اس کو پڑھو گے تمہارے اس بار بار کے پڑھنے سے چار چن مر چکے ہیں۔ ایک اور صاحب کا قصہ لکھا ہے، کہ پڑھتے پڑھتے جب دُرُدُّوْا اِلٰی اللّٰهِ مَوْلٰہُمْ الْحَقَّ پر پہنچے تو ایک چیخ ماری اور ٹپ ٹپ کر

مر گئے۔ اور بھی اس قسم کے واقعات کثرت سے گزرے ہیں۔ حضرت فضیلؓ مشہور بزرگ ہیں کہتے ہیں کہ اللہ کا خوف ہر خیر کی طرف رہبری کرتا ہے۔ حضرت شبلیؓ کے نام سے سب ہی واقف ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جب بھی میں اللہ سے ڈرا ہوں اس کی وجہ سے مجھ پر حکمت اور عبرت کا ایسا دروازہ کھلا ہے جو اس سے پہلے نہیں کھلا۔ حدیث میں آیا ہے اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے بندے پر دُخوف جمع نہیں کرتا اور دُوبے فکر یاں نہیں دیتا اگر دنیا میں مجھ سے بے فکر رہے تو قیامت میں ڈراتا ہوں اور دنیا میں ڈرتا ہے تو آخرت میں بے فکری عطا کرتا ہوں۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو اللہ سے ڈرتا ہے اس سے ہر چیز ڈرتی ہے اور جو غیر اللہ سے ڈرتا ہے اس کو ہر چیز ڈراتی ہے۔ یحییٰ بن معاذؓ کہتے ہیں کہ آدمی بے چارہ اگر جہنم سے اتنا ڈرنے لگے جتنا تنگ دستی سے ڈرتا ہے تو سیدہ جنت میں جاتے۔ ابو سلیمانؓ دارانی کہتے ہیں کہ جس دل سے اللہ کا خوف جاتا رہتا ہے وہ برباد ہو جاتا ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جس آنکھ سے اللہ کے خوف کی وجہ سے ذرا سا آنسو خواہ کبھی کے سر کے برابر ہی کیوں نہ ہو نکل کر چہرہ پر گرتا ہے اللہ تعالیٰ اس چہرہ کو آگ پر حرام فرما دیتے ہیں۔ حضورؐ کا ایک اور ارشاد ہے کہ جب سلمان کا دل اللہ کے خوف سے کانپتا ہے تو اس کے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے درختوں سے پتے جھڑتے ہیں۔ میرے بنی کا ایک اور ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کے خوف سے روتے اس کا آگ میں جانا ایسا ہی مشکل ہے جیسا دودھ کا تھنوں میں واپس جانا حضرت عقبہؓ بن عامر ایک صحابی ہیں انہوں نے حضورؐ سے پوچھا کہ نجات کا راستہ کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اپنی زبان کو روکے رکھو، گھر میں بیٹھے رہو اور اپنی خطاؤں پر روتے رہو۔ حضرت عائشہؓ نے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ آپؐ کی اُمت میں کوئی ایسا بھی ہے جو بے حساب کتاب جنت میں داخل ہو۔ حضورؐ نے فرمایا ہاں جو اپنے گناہوں کو یاد کر کے روتا رہے۔ میرے آقا کا ایک اور ارشاد ہے کہ اللہ کے نزدیک دو قطرؤں سے زیادہ کوئی قطرہ پسند نہیں۔ ایک آنسو کا قطرہ جو اللہ کے خوف سے نکلا ہو، دوسرا خون کا قطرہ جو اللہ کے راستہ میں گرا ہو۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ قیامت کے دن سات آدمی ایسے ہوں گے جن کو اللہ جل شانہ اپنا سایہ عطا فرماویں گے۔ ایک وہ شخص جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی وجہ سے اُس کی آنکھ سے آنسو بہنے لگیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا ارشاد ہے جو رو سکتا ہو وہ روتے اور جس کو رو نہ آئے وہ رونے کی صورت ہی بنالے۔ محمدؐ بن منکدرؓ جب روتے تھے تو آنسوؤں کو اپنے منہ اور داڑھی سے پونچھتے تھے اور کہتے تھے کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ جہنم کی آگ اس جگہ کو نہیں چھوتی جہاں آنسو پہنچے ہوں۔ ثابت بنی کی آنکھیں دُکھنے لگیں طیب



نے کہا کہ ایک بات کا وعدہ کر لو آنکھ ابھی ہو جاوے گی کہ رویا نہ کرو۔ کہنے لگے آنکھ میں کوئی خوبی ہی نہیں اگر وہ روئے نہیں۔ یزید بن مئیسرہ کہتے ہیں کہ رفا سات وجہ سے ہوتا ہے۔ خوشی سے، جنون سے، دردت سے، گھبراہٹ سے، دکھلاوٹ سے، نشہ سے اور اللہ کے خوف سے۔ یہی ہے وہ رونا کہ اُس کا ایک آنسو بھی آگ کے سمندر کو بجھا دیتا ہے۔ کعب اخبار کہتے ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، کہ اگر میں اللہ کے خوف سے روؤں اور آنسو میرے رخسار پر بہنے لگیں۔ یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ پہاڑ کے برابر سونا صدقہ کروں۔ ان کے علاوہ اور بھی ہزاروں ارشادات میں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی یاد میں اور اپنے گناہوں کی فکر میں رونا کیا ہے اور بہت ہی ضروری اور مفید اور اپنے گناہوں پر نظر کر کے یہی حالت ہونا چاہیے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کی اُمید میں بھی کمی نہ ہو، یقیناً اللہ کی رحمت ہر شے کو وسیع ہے۔ حضرت عمر کا ارشاد ہے کہ اگر قیامت میں یہ اعلان ہو کہ ایک شخص کے سوا سب کو جہنم میں داخل کرو تو مجھے اللہ کی رحمت سے یہ اُمید ہے کہ وہ شخص میں ہی ہوں۔ اور اگر یہ اعلان ہو کہ ایک شخص کے سوا سب کو جہنم میں داخل کرو تو مجھے اپنے اعمال سے یہ خوف ہے کہ وہ شخص میں ہی ہوں۔ اس لئے دونوں چیزوں کو علیحدہ علیحدہ سمجھنا اور رکھنا چاہیے۔ بالخصوص موت کے وقت میں اُمید کا معاملہ زیادہ ہونا چاہیے۔ حضور کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص نہ مرے مگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہوا۔ امام احمد بن حنبل کا جب انتقال ہونے لگا تو انہوں نے اپنے بیٹے کو بلایا اور فرمایا کہ ایسی احادیث مجھے سناؤ جن سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُمید بڑھتی ہو۔

## تیسرا باب

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے زہد و فقر کے بیان میں

اس بارہ میں خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا معمول اور اس کے واقعات جو اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ چیز حضور کی خود اختیار فرمائی ہوئی اور پسند کی ہوئی تھی، اتنی کثرت سے حدیثوں

کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں کہ ان کا مثال کے طور پر بھی جمع کرنا مشکل ہے حضور کا ارشاد ہے کہ فقر مومن کا تحفہ ہے۔

## ① حضور ﷺ کا پہاڑوں کو سونا بنانے سے انکار

حضور کا ارشاد ہے کہ میرے رب نے مجھ پر یہ پیش کیا کہ میرے لئے مکہ کے پہاڑوں کو سونے کا بنا دیا جائے۔ میں نے عرض کیا اے اللہ مجھے تو یہ پسند ہے کہ ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں تو دوسرے دن بھوکا رہوں تاکہ جب بھوکا ہوں تو تیری طرف زاری کروں اور تجھے یاد کروں اور جب پیٹ بھر دوں تو تیرا شکر کروں۔ تیری تحریف کروں۔ یہ اس ذاتِ مقدس کا حال ہے جس کے ہم نام لیوا ہیں اور اس کی امت میں ہونے پر فخر ہے، جس کی ہر بات ہمارے لئے قابلِ اتباع ہے۔

## ② حضرت عمرؓ کے وسعت طلب کرنے پر تنبیہ اور حضور ﷺ کے گزرنے کی حالت

بیویوں کی بعض زیادتیوں پر ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھالی تھی کہ ایک مہینہ تک اُن کے پاس نہ جاؤں گا تاکہ ان کو تنبیہ ہو اور علیحدہ اوپر ایک کمرہ میں قیام فرمایا تھا۔ لوگوں میں یہ شہرت ہو گئی کہ حضور نے سب کو طلاق دے دی۔ حضرت عمرؓ اس وقت اپنے گھر تھے جب یہ خبر سنی تو دوڑے ہوئے تشریف لائے مسجد میں دیکھا کہ لوگ متفرق طور پر بیٹھے ہوئے حضور کے رنج اور غصہ کی وجہ سے رو رہے ہیں، بیبیاں بھی سب اپنے اپنے گھروں میں رو رہی ہیں، اپنی بیٹی حضرت حفصہؓ کے پاس تشریف لے گئے وہ بھی مکان میں رو رہی تھیں فرمایا کہ اب کیوں رو رہی ہے کیا میں ہمیشہ اس سے ڈرا یا نہیں کرتا تھا کہ حضور کی نافرمانی کی کوئی بات نہ کیا کر۔ اس کے بعد مسجد میں تشریف لائے۔ وہاں ایک جماعت منبر کے پاس بیٹھی رو رہی تھی، تھوڑی دیر وہاں بیٹھے رہے مگر شدتِ رنج سے بیٹھا نہ گیا تو حضور جس جگہ تشریف فرما تھے اس کے قریب تشریف لے گئے اور حضرت رباعؓ ایک غلام کے ذریعہ سے جو دو باری کے زمینہ پر پاؤں لٹکائے بیٹھے تھے اندر حاضری کی اجازت چاہی انہوں نے حاضر خدمت ہو کر حضرت عمرؓ کے لئے اجازت مانگی مگر حضور نے سکوت فرمایا کوئی جواب نہ دیا حضرت رباعؓ نے اگر یہی جواب حضرت عمرؓ کو دے دیا کہ میں نے عرض کر دیا تھا مگر کوئی جواب نہیں ملا۔ حضرت عمرؓ مایوس ہو کر منبر کے پاس آ بیٹھے مگر بیٹھا نہ گیا۔ تو پھر تھوڑی دیر میں حاضر ہو کر حضرت رباعؓ کے ذریعہ سے اجازت چاہی، اسی طرح تین مرتبہ پیش آیا کہ یہ بتیابی سے غلام کے ذریعہ



اجازت حاضری کی مانگتے۔ ادھر سے جواب میں سکوت اور خاموشی ہی ہوتی۔ تیسری مرتبہ جب لوٹنے لگے تو حضرت ربیع نے آواز دی اور کہا کہ تمہیں حاضری کی اجازت ہو گئی۔ حضرت عمرؓ حاضر خدمت ہوئے تو دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک بوریتے پر لیٹے ہوئے ہیں جس پر کوئی چیز بکھی ہوئی نہیں ہے اس وجہ سے جسم اہل سر پر بوریتے کے نشانات بھی ابھرتے ہیں۔ خوبصورت بدن پر نشانات صاف نظر آیا ہی کرتے ہیں اور سر ہانے ایک چمڑے کا تکیہ ہے جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی ہے میں نے سلام کیا اور سب سے اول تو یہ پوچھا۔ کیا آپ نے بیویوں کو طلاق دے دی۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ اس کے بعد میں نے دہشتی کے طور پر حضورؐ سے عرض کیا یا رسول اللہ! قریشی لوگ عورتوں پر غالب رہتے تھے مگر جب مدینہ آئے تو دیکھا کہ انصار کی عورتیں مردوں پر غالب ہیں۔ اُن کو دیکھ کر قریش کی عورتیں بھی اس سے متاثر ہو گئیں۔ اس کے بعد میں نے ایک ادھبات اور کی جس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر بسم کے آثار ظاہر ہوئے۔ میں نے دیکھا کہ گھر کا کل سامان یہ تھا۔ تین چمڑے بغیر دباغت دیتے ہوئے اور ایک مٹھی جو ایک کونے میں میں پڑے ہوئے تھے۔ میں نے ادھر ادھر نظر دوڑا کر دیکھا تو اس کے سوا کچھ نہ ملا۔ میں دیکھ کر رو دیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ کیوں رو رہے ہو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیوں نہ روؤں کہ یہ بوریتے کے نشانات آپ کے بدن مبارک پر پڑ رہے ہیں اور گھر کی کل کائنات یہ ہے جو میرے سامنے ہے۔ پھر میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ دعا کیجئے کہ آپ کی امت پر بھی وسعت ہو۔ یہ روم اور فارس بے دین ہونے کے باوجود کہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے۔ اُن پر تو یہ وسعت، یہ قیصر و کسری تو باغوں اور نہروں کے درمیان ہوں اور آپ اللہ کے رسول اور اُس کے خاص بندہ ہو کر یہ حالت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر لگاتے ہوئے لیٹے تھے۔ حضرت عمرؓ کی یہ بات سن کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ عمر کیا اب تک اس بات کے اندر شک میں پڑے ہوئے ہو۔ سنو، آخرت کی وسعت دنیا کی وسعت سے بہت بہتر ہے۔ ان کفار کو طبیعت اور اچھی چیزیں دنیا میں مل گئیں اور ہمارے لئے آخرت میں ہیں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے لئے استغفار فرماتیں کہ واقعی میں نے غلطی کی۔ وہ یہ دین اور دنیا کے بادشاہ اور اللہ کے لاڈلے رسول کا طرز عمل ہے کہ بوریتے پر کوئی چیز بکھی ہوئی بھی نہیں نشانات بدن پر پڑے ہوئے ہیں۔ گھر کے ساز و سامان کا حال بھی معلوم ہو گیا اس پر ایک شخص نے دعا کی درخواست کی تو تنبیہ فرمائی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا تھا کہ آپ کے گھر میں حضورؐ کا بسترہ کیسا تھا۔ فرمایا کہ ایک چمڑہ کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ حضرت حفصہؓ سے بھی

کسی نے پوچھا کہ آپ کے گھر میں حضورؐ کا بسترہ کیسا تھا۔ فرمایا کہ ایک ٹاٹ تھا جس کو دو ہر اکر کے حضورؐ کے نیچے بچھا دیتی تھی۔ ایک روز مجھے خیال ہوا کہ اگر اس کو چھو ہر اکر کے بچھا دوں، تو زیادہ نرم ہو جاتے۔ چنانچہ ہم نے بچھا دیا۔ حضورؐ نے صبح کو فرمایا کہ رات کیا بچھا دیا تھا۔ ہم نے عرض کیا کہ وہی ٹاٹ تھا اس کو چھو ہر اکر دیا تھا۔ فرمایا اس کو دیبا ہی کر دو جیسا پہلے تھا۔ اس کی نرمی رات کو اٹھنے میں مانع بنتی ہے۔ اب ہم لوگ اپنے نرم نرم اور روئیں دار گدووں پر بھی نگاہ ڈالیں کہ اللہ نے کس قدر وسعت فرما رکھی ہے اور پھر بھی بجائے شکر کے ہر وقت تنگی کی شکایت ہی زبان پر رہتی ہے۔

### حضرت ابوہریرہؓ کی بھوک میں حالت

(۳)

حضرت ابوہریرہؓ ایک مرتبہ گتان کے کپڑے میں ناک صاف کر کے فرمانے لگے کیا کہنے ابوہریرہؓ کے آج گتان کے کپڑے میں ناک صاف کرتا ہے۔ حالانکہ مجھے وہ زمانہ بھی یاد ہے جب حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر اور حجرہ کے درمیان بے ہوش پڑا ہوا ہوتا تھا اور لوگ مجنون سمجھ کر پاؤں سے گردن دباتے تھے حالانکہ جنون نہیں تھا بلکہ بھوک تھی۔ یعنی بھوک کی وجہ سے کئی کئی روز کا فاقہ ہو جاتا تھا۔ بے ہوشی ہو جاتی تھی اور لوگ سمجھتے تھے کہ مجنون ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں مجنون کا علاج گردن کو پاؤں سے دبانے سے کیا جاتا تھا۔ حضرت ابوہریرہؓ بڑے صابر اور قانع لوگوں میں تھے۔ کئی کئی وقت فاقہ میں گزر جاتے تھے۔ حضورؐ کے بعد اللہ نے فتوحات فرمائیں تو اُن پر تو نگری آئی۔ اس کے ساتھ ہی بڑے عابد تھے۔ اُن کے پاس ایک تھیلی تھی جس میں کھجور کی گٹھلیاں بھری رہتیں اس پر تسبیح پڑھا کرتے۔ جب وہ ساری تھیلی خالی ہو جاتی تو باندی اُس کو پھر بھر کر پاس رکھ دیتی اُن کا یہ بھی معمول تھا کہ خود اور بیوی اور خادم تین آدمی رات کے تین حصے کر لیتے اور نمبر وار ایک شخص تینوں میں سے عبادت میں مشغول رہتا۔ میں نے اپنے والد صاحب سے سنا کہ میرے دادا صاحب کا بھی تقریباً یہی معمول تھا کہ رات کو ایک بجے تک والد صاحب مطالعہ میں مشغول رہتے۔ ایک بجے دادا صاحب ٹہجند کے لئے اٹھتے تو تقاضا فرما کر والد صاحب کو ملا دیتے اور خود ٹہجند میں مشغول ہو جاتے اور صبح سے تقریباً پون گھنٹہ قبل میرے تاتے صاحب کو ٹہجند کے لئے جگا دیتے اور خود ایشباع سنت میں آرام فرماتے۔ اللہمَّ ارزُقْنی رِثْبًا عَمَلُہُمْ۔





## ۴۰ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بیٹ المال سے وظیفہ

حضرت ابوبکر صدیق کے یہاں کپڑے کی تجارت ہوتی تھی اور اسی سے گذر اوقات تھا جب خلیفہ بنائے گئے تو حسب معمول صبح کو چند چادریں ہاتھ پر ڈال کر بازار میں فروخت کے لئے تشریف لے چلے راستہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملے۔ پوچھا کہاں چلے، فرمایا، بازار جارہا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اگر تم تجارت میں مشغول ہو گئے تو خلافت کے کام کا کیا ہوگا۔ فرمایا پھر اہل وعیال کو کہاں سے کھلاؤں۔ عرض کیا کہ ابوبکرؓ وہ جن کو حضورؐ نے امین ہونے کا لقب دیا ہے ان کے پاس چلیں وہ آپ کے لئے بیٹ المال سے کچھ مقرر کر دیں گے۔ دونوں حضرات ان کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے ایک مہاجری کو جو اوسطاً ملتا تھا نہ کم نہ زیادہ، وہ مقرر فرمادیا۔ ایک مرتب بیوی نے درخواست کی کہ کوئی میٹھی چیز کھانے کو دل چاہتا ہے حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا کہ میرے پاس تو دام نہیں کہ خریدوں اہلیہ نے عرض کیا کہ ہم اپنے روز کے کھانے میں سے تھوڑا تھوڑا بچا لیا کریں کچھ دلوں میں اتنی مقدار ہو جاوے گی۔ آپ نے اجازت فرمادی۔ اہلیہ نے کئی روز میں کچھ تھوڑے سے پیسے جمع کئے۔ آپ نے فرمایا کہ تجربے سے یہ معلوم ہوا کہ اتنی مقدار ہمیں بیٹ المال سے زیادہ ملتی ہے۔ اس لئے جو اہلیہ نے جمع کیا تھا وہ بھی بیٹ المال میں جمع فرمادیا اور آئندہ کے لئے اتنی مقدار جتنا انہوں نے روزانہ جمع کیا تھا اپنی تنخواہ میں سے کم کر دیا۔

ف اتنے بڑے خلیفہ اور بادشاہ پہلے سے اپنی تجارت بھی کرتے تھے اور وہ ضروریات کو کافی بھی تھی جیسا کہ اس اعلان سے معلوم ہوتا ہے جو بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بنائے گئے تو آپ نے فرمایا کہ میری قوم کو یہ بات معلوم ہے کہ میرا پیشہ تجارت میرے اہل وعیال کو نا کافی نہیں تھا لیکن اب خلافت کی وجہ سے مسلمانوں کے کاروبار میں مشغولی ہے اس لئے بیٹ المال سے میرے اہل وعیال کا کھانا مقرر ہوگا۔ اس کے باوجود حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہونے لگا تو حضرت عائشہؓ کو وصیت فرمائی کہ میری ضرورتوں میں جو چیزیں بیٹ المال کی ہیں وہ میرے بعد آنے والے خلیفہ کے حوالہ کر دی جائیں۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ کے پاس کوئی دینار یا درہم نہیں تھا ایک اونٹنی دودھ کی، ایک پیالہ، ایک خادم تھا۔ بعض روایات میں ایک اوڑھنا، ایک بچھونا بھی آیا ہے۔ یہ اسباب جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس نیابت میں پہنچیں تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ابوبکرؓ پر رحم فرمائیں کہ اپنے سے بعد والے کو

مشقت میں ڈال گئے یہ

## ⑤ حضرت عمر فاروقؓ کا بیت المال سے وظیفہ

حضرت عمرؓ بھی تجارت کیا کرتے تھے۔ جب خلیفہ بنائے گئے تو بیت المال سے وظیفہ مقرر ہوا۔ مدینہ طیبہ میں لوگوں کو جمع فرما کر ارشاد فرمایا کہ میں تجارت کیا کرتا تھا۔ اب تم لوگوں نے اس میں مشغول کر دیا۔ اس لئے اب گذارہ کی کیا صورت ہو۔ لوگوں نے مختلف مقداریں تجویز کیں۔ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ چپ بیٹھے تھے۔ حضرت عمرؓ نے دریافت فرمایا کہ تمہاری کیا رائے ہے۔ آپ نے فرمایا کہ توشیح کے ساتھ جو تمہیں اور تمہارے گھر والوں کو کافی ہو جائے۔ حضرت عمرؓ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور قبول کر لیا اور متوسط مقدار تجویز ہو گئی۔ اس کے بعد ایک مرتبہ ایک مجلس میں جس میں خود حضرت علیؓ بھی تھے اور حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ شریک تھے یہ ذکر آیا کہ حضرت عمرؓ کے وظیفہ میں احنافہ کرنا چاہیے کہ گذر میں تنگی ہوتی ہے۔ مگر ان سے عرض کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اس لئے ان کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ جو حضورؐ کی بیوی ہونے کی وجہ سے اُم المؤمنین بھی تھیں ان کی خدمت میں یہ حضرات تشریف لے گئے اور ان کے ذریعہ سے حضرت عمرؓ کی اجازت اور رائے معلوم کرنے کی کوشش کی اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ ہم لوگوں کے نام معلوم نہ ہوں۔ حضرت حفصہؓ نے جب حضرت عمرؓ سے اس کا تذکرہ کیا تو چہرہ پر غصہ کے آثار ظاہر ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے نام دریافت کئے۔ حضرت حفصہؓ نے عرض کیا کہ پہلے آپ کی رائے معلوم ہو جائے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے ان کے ہم معلوم ہو جاتے تو ان کے چہرے بدل دیتا۔ یعنی ایسی سزائیں دیتا کہ منہ پر نشان پڑ جاتے۔ تو یہی بتا کہ حضورؐ کا عمدہ سے عمدہ لباس تیرے گھر میں کیا تھا۔ انہوں نے عرض کیا کہ دو کپڑے گہرے گہرے رنگ کے جن کو حضورؐ جمعہ کے دن یا کسی وفد کی وجہ سے پہنتے تھے۔ پھر فرمایا کہ کونسا کھانا تیرے یہاں عمدہ سے عمدہ کھایا۔ عرض کیا کہ ہمارا کھانا جو کی روٹی تھی۔ ہم نے گرم گرم روٹی پر گھی کے ڈبہ کی تلچٹ اُلٹ کر اس کو ایک مرتبہ چھڑ دیا تو حضورؐ خود بھی اس کو مزے لے کر نوش فرما رہے تھے اور دوسروں کو بھی کھلاتے تھے۔ فرمایا کونسا بسترہ عمدہ ہوتا تھا جو تیرے یہاں بچھاتے تھے۔ عرض کیا ایک موٹا سا کپڑا تھا گرمی میں اس کو چوہر کر کے بچھا لیتے تھے اور سردی میں آدھے کو بچھا لیتے اور آدھے کو اوڑھ لیتے۔ فرمایا حفصہؓ ان لوگوں تک یہ بات پہنچا دے کہ حضورؐ نے اپنے طرز عمل سے ایک اندازہ مقرر فرما دیا۔ اور اُمید (آخرت) پر کفایت فرمائی۔ میں بھی حضورؐ کا اتباع کروں گا۔ میری مثال اور میرے دوسرے بھی



حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق کی مثال ان تین شخصوں کی سی ہے جو ایک راستہ پر چلے۔ پہلا شخص ایک توشہ لے کر چلا اور مقصد کو پہنچ گیا۔ دوسرے نے بھی پہلے کا اتباع کیا اور اسی کے طریقہ پر چلا وہ بھی پہلے کے پاس پہنچ گیا۔ پھر تیسرے شخص نے چلنا شروع کیا اگر وہ ان دونوں کے طریقہ پر چلے گا تو ان کے ساتھ مل جائے گا اور اگر ان کے طریقہ کے خلاف چلے گا تو کبھی بھی ان کے ساتھ نہیں مل سکے گا۔ **ف**۔ یہ اس شخص کا حال ہے جس سے دنیا کے بادشاہ ڈرتے تھے، کانٹے تھے کہ کس زاہدانہ زندگی کے ساتھ عمر گزاری۔ ایک مرتبہ آپ خطبہ پڑھ رہے تھے اور آپ کی لٹگی میں بارہ بیوند تھے جن میں سے ایک چمڑہ کا بھی تھا۔ ایک مرتبہ جمعہ کی نماز کے لئے تشریف لانے میں دیر ہوئی تو تشریف لاکر معذرت فرمائی کہ مجھے اپنے کپڑے دھونے میں دیر ہوئی اور ان کپڑوں کے علاوہ اور تھے نہیں تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کھانا نوش فرما رہے تھے غلام نے آکر عرض کیا کہ عتبہ بن ابی فرقہ حاضر ہوتے ہیں۔ آپ نے اندر آنے کی اجازت فرمائی اور کھانے کی تواضع فرمائی۔ وہ شریک ہو گئے تو اب موٹا کھانا تھا کہ نگلا نہ گیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ چھنے ہوئے آٹے کا کھانا بھی تو ہو سکتا تھا۔ آپ نے فرمایا کیا سب سلمان مسیدہ کھا سکتے ہیں۔ عرض کیا کہ سب تو نہیں کھا سکتے۔ فرمایا کہ افسوس تم یہ چاہتے ہو کہ میں اپنی ساری لذتیں دنیا ہی میں ختم کر دوں اس قسم کے سینکڑوں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں واقعات ان حضرات کرام کے ہیں۔ ان کا اتباع نہ اب ہو سکتا ہے نہ ہر شخص کو کرنا چاہیے کہ قوی ضعیف ہیں جس کی وجہ سے تحمل بھی ان کا اس زمانہ میں دشوار ہے۔ اسی وجہ سے اس زمانہ میں مشائخ تصوف ایسے مجاہدوں کی اجازت نہیں دیتے جن سے ضعف پیدا ہو کہ قوتیں پہلے ہی سے ضعیف ہیں۔ ان حضرات کو اللہ جل شانہ نے قوتیں بھی عطا فرمائی تھیں البتہ یہ مزدوری ہے کہ اتباع کی خواہش اور تمنا ضرور رکھنا چاہیے کہ اس کی وجہ سے آرام طلبی میں کچھ کمی واقع ہو اور نگاہ کچھ توجہی رہے اور اس زمانہ کے مناسب اغتدال پیدا ہو جائے کہ ہم لوگ ہر وقت لذت دنیا میں بڑھتے جاتے ہیں اور ہر شخص اپنے سے زیادہ مال و دولت والے کی طرف نگاہ رکھتا ہے اور اس حسرت میں مرا جاتا ہے کہ فلاں شخص مجھ سے زیادہ وسعت میں ہے۔

حضرت بلالؓ کا حضور ﷺ کیلئے ایک مشرک سے قرض لینا

۶

حضرت بلالؓ سے ایک صاحب نے پوچھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اخراجات

کی کیا صورت ہوتی تھی حضرت بلالؓ نے فرمایا کہ حضورؐ کے پاس کچھ جمع تو رہتا ہی نہیں تھا۔ یہ خدمت میرے سپرد تھی جس کی صورت یہ تھی کہ کوئی مسلمان بھوکا آتا تو حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ارشاد فرمادیتے۔ میں کہیں سے قرض لے کر اس کو کھانا کھلا دیتا۔ کوئی ننگا آتا تو مجھے ارشاد فرمادیتے میں کسی سے قرض لیکر اس کو نپڑا پہنا دیتا۔ یہ صورت ہوتی رہتی تھی۔ ایک مرتبہ ایک مشرک مجھے بلا اس نے مجھ سے کہا کہ مجھے وسعت اور ثروت حاصل ہے تو کسی سے قرض نہ لیا کر جب ضرورت ہو کرے مجھ ہی سے قرض لے لیا کر۔ میں نے کہا اس سے بہتر کیا ہوگا، اس سے قرض لینا شروع کر دیا۔ جب ارشاد عالی ہوتا اس سے قرض لے آیا کرتا اور ارشاد والا کی تعمیل کر دیتا۔ ایک مرتبہ وضو کر کے اذان کہنے کے لئے کھڑا ہی تھا کہ وہی مشرک ایک جماعت کے ساتھ آیا اور کہنے لگا اوجھشی! میں ادھر متوجہ ہوا تو ایک دم بے تحاشا گالیاں دینے لگا اور برا بھلا جو منہ میں آیا کہا اور کہنے لگا کہ مہینہ ختم ہونے میں کتنے دن باقی ہیں۔ میں نے کہا قریب ختم کے ہے۔ کہنے لگا کہ چار دن باقی ہیں اگر مہینہ کے ختم تک میرا سب رخصہ ادا نہ کیا تو تجھے اپنے قرضہ میں غلام بناؤں گا اور اسی طرح بکریاں چڑا پھرے گا۔ جیسا پہلے تھا۔ یہ کہہ کر چلا گیا۔ مجھ پر دن بھر جو گزند ناچا بیٹے تھا وہی گذرا۔ تمام دن رنج و صدمہ سوار ہوا اور عشاء کی نماز کے بعد حضورؐ کی خدمت میں تنہائی میں حاضر ہوا اور سارا قصہ سنایا اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے پاس اس وقت ادا کرنے کو فوری انتظام ہے اور نہ کھڑے کھڑے میں کوئی انتظام کر سکتا ہوں وہ ذلیل کرے گا اس لئے اگر اجازت ہو تو اتنے قرض اترنے کا انتظام ہو میں کہیں روپوش ہو جاؤں۔ جب آپ کے پاس کہیں سے کچھ آجائے گا میں حاضر ہو جاؤں گا۔ یہ عرض کر کے میں گھر آیا۔ تلوار لی، ڈھال اٹھائی، جوتہ اٹھایا۔ یہ ہی سامان سفر تھا اور صبح ہونے کا انتظار کرتا رہا کہ صبح کے قریب کہیں چلا جاؤں گا۔ صبح قریب ہی تھی کہ ایک صاحب دوڑے ہوئے آئے کہ حضورؐ کی خدمت میں جلدی چلو۔ میں حاضر خدمت ہوا تو دیکھا کہ چار اونٹنیاں جن پر سامان لدا ہوا تھا بیٹھی ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا خوشی کی بات سناؤں کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے قرضہ کی بے باقی کا انتظام فرمادیا۔ یہ اونٹنیاں بھی تیرے حوالے اور ان کا سب سامان بھی، فدک کے رئیس نے یہ نذرانہ مجھے بھیجا ہے۔ میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور خوشی خوشی اُن کو لے کر گیا اور سارا قرضہ ادا کر کے واپس آیا۔ حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اتنے مسجد میں انتظار فرماتے رہے۔ میں نے واپس آکر عرض کیا کہ حضورؐ اللہ کا شکر ہے حق تعالیٰ نے سارے قرضہ سے آپ کو سبکدوش کر دیا اور اب کوئی چیز بھی قرضہ کی باقی نہیں رہی۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ سامان میں سے بھی



کچھ باقی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں کچھ باقی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اسے بھی تقسیم ہی کر دے تاکہ مجھے راحت ہو جائے۔ میں گھر میں بھی اس وقت تک نہیں جانے کا جب تک یہ تقسیم نہ ہو جائے۔ تمام دن گزر جانے کے بعد عشاء کی نماز سے فراغت پر حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ وہ بچا ہوا مال تقسیم ہو گیا یا نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ کچھ موجود ہے ضرورت مند آتے نہیں۔ تو حضورؐ نے مسجد ہی میں آرام فرمایا۔ دوسرے دن عشاء کے بعد پھر حضورؐ نے فرمایا کہ جی کچھ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ جلّ شانہ نے آپؐ کو راحت عطا فرمائی کہ وہ سب نمٹ گیا۔ حضورؐ نے اللہ جلّ شانہ کی حمد و ثنا فرمائی۔ حضورؐ کو یہ ڈر ہوا کہ خدا نخواستہ موت آجائے اور کچھ حصہ مال کا آپؐ کی ملک میں رہے۔ اس کے بعد گھروں میں تشریف لے گئے اور بیویوں سے ملے۔ اللہ والوں کی یہ بھی خواہش رہتی ہے کہ ان کی ملک میں مال و متاع کچھ نہ رہے پھر حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا تو کیا پوچھنا جو سارے نبیوں کے سردار، سارے اولیاء کے سر تاج، حضورؐ کو اس کی خواہش کیوں نہ ہوتی، کہ میں دنیا سے بالکل فارغ ہو جاؤں۔ میں نے معتبر ذرائع سے سنا ہے کہ حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الرحیم صاحب رانی پوری نور اللہ مرقدہ کا یہ معمول تھا کہ جب نذرانوں کی رقم کچھ جمع ہو جاتی تو انہی تمام سے منگوا کر سب تقسیم فرمادیتے اور وصال سے قبل تو اپنے پہننے کے کپڑے وغیرہ بھی اپنے خادم خاص حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب مدظلہ کو دے دیتے تھے اور فرمایا تھا کہ بس اب تم سے مستعار لے کر پہن لیا کروں گا اور اپنے والد صاحب رحمہ اللہ علیہ کو میں نے بار بار دیکھا کہ مغرب کے بعد جو کوئی روپیہ پاس ہو تا وہ کسی قرض خواہ کو دیدیتے کہ کتنی ہزار کے مقروض تھے اور یہ فرمایا کرتے کہ یہ جھگڑے کی چیزیں رات کو اپنے پاس نہیں رکھتا۔ اس نوع کے بہت سے حالات اکابر کے ہیں مگر یہ ضروری نہیں کہ ہر شیخ کا ایک ہی رنگ ہو۔ مشائخ کے ألوان مختلف ہوتے ہیں اور ہمیں کے پھولوں میں ہر پھول کی صورت سیرت ممتاز ہوتی ہے۔

## ۴۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا بھوک میں مسئلہ دریافت کرنا

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ تم لوگ اس وقت ہماری حالتیں دیکھتے کہ ہم میں سے بعضوں

لے ہڈی یعنی حضرت مولانا محمد نجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا عبدالقادر صاحب قدس سرہ وفات پا گئے آپ

کا وصال ۱۳ ربیع الاول ۳۸۲ھ کو لاہور میں ہوا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ

کو کئی کئی وقت تک اتنا کھانا نہیں ملتا تھا جس سے کمر سیدھی ہو سکے۔ میں بھوک کی وجہ سے جگر کو زمین سے چپٹا دیتا اور کبھی پیٹ کے بل پڑا رہتا تھا اور کبھی پیٹ پر پتھر باندھ لیتا تھا۔ ایک مرتبہ میں راستہ میں بیٹھ گیا جہاں کو ان حضرات کا راستہ تھا۔ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہم گزرے میں نے اُن سے کوئی بات پوچھنا شروع کر دی خیال تھا کہ یہ بات کرتے ہوئے گھر تک لے جاتیں گے اور پھر عادت شریف کے موافق جو موجود ہوگا اس میں تواضع ہی فرمائیں گے۔ مگر انہوں نے ایسا نہ کیا (غالباً ذہن منتقل نہیں ہوا یا اپنے گھر کا حال معلوم ہوگا کہ وہاں بھی کچھ نہیں) اس کے بعد حضرت عمر تشریف لائے۔ اُن کے ساتھ بھی یہی صورت پیش آئی۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور مجھے دیکھ کر مسکرائے اور میری حالت اور غرض سمجھ گئے اور ارشاد فرمایا ابو ہریرہؓ میرے ساتھ آؤ میں ساتھ ہو لیا حضورؐ گھر تشریف لے گئے۔ میں ساتھ اندر حاضری کی اجادت لیکر حاضر ہوا۔ گھر میں ایک پیالہ دودھ کا رکھا ہوا تھا جو خدمت اقدس میں پیش کیا گیا۔ دریافت فرمایا کہ کہاں سے آیا ہے۔ عرض کیا فلاں جگہ سے حضورؐ کے لئے ہدیہ میں آیا ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ ابو ہریرہؓ جاؤ، اہل صفہ کو بلا لاؤ۔ اہل صفہ اسلام کے مہمان شمار ہوتے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کے نہ گھر تھا نہ در نہ ٹھکانہ۔ نہ کھانے کا کوئی مستقل انتظام۔ ان حضرات کی مقدار کم و بیش ہوتی رہتی تھی مگر اس قصہ کے وقت شتر تھی حضورؐ کا معمول یہ بھی تھا کہ ان میں سے دو دو چار چار کو کسی کھانے پینے صحابی کا کبھی کبھی مہمان بھی بنادیتے اور خود اپنا معمول یہ تھا کہ کہیں سے صدقہ آتا تو ان لوگوں کے پاس بھیج دیتے اور خود اس میں شرکت نہ فرماتے اور کہیں سے ہدیہ آتا تو اُن کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اس میں شرکت فرماتے۔ حضورؐ نے بلانے کا حکم دیا مجھے گراں تو ہوا کہ اس دودھ کی مقدار ہی کیا ہے جس پر سب کو بلا لاؤں۔ سب کا کیا بھلا ہوگا۔ ایک آدمی کو بھی مشکل سے کافی ہوگا اور پھر بلانے کے بعد مجھ ہی کو بلانے کا حکم ہوگا اسلئے نمبر بھی اخیر میں آئے گا جس میں بچے گا بھی نہیں۔ لیکن حضورؐ کی اطاعت کے بغیر چارہ ہی کیا تھا۔ میں گیا اور سب کو بلا لایا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ لے ان کو پیلا۔ میں ایک شخص کے پیالہ حوالہ کرتا اور وہ خوب سیر ہو کر پیتا اور پیالہ مجھے واپس دیتا۔ اسی طرح سب کو پیلا اور سب سیر ہو گئے۔ تو حضورؐ نے پیالہ دست مبارک میں لے کر مجھے دیکھا اور بسم فرمایا پھر فرمایا کہ بس اب تو میں اور تو ہی باقی ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ بیشک۔ فرمایا کہ لے پی۔ میں نے پیالہ ارشاد فرمایا اور پی۔ میں نے اور پیالہ بالآخر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اب میں نہیں پی سکتا اس کے



بعد حضورؐ نے سب کا بچا ہوا خود نوشت فرمایا۔

## ۸ حضورؐ کا صحابہؓ سے دو شخصوں کے بارے میں سوال

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ لوگ حاضر تھے کہ ایک شخص سامنے سے گذر اٹھو نے دریافت فرمایا کہ تم لوگوں کی اس شخص کے بارے میں کیا رائے ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ شریف لوگوں میں ہے۔ واللہ اس قابل ہے کہ اگر کہیں نکاح کا پیام دے دے تو قبول کیا جائے۔ کسی کی سفارش کر دے تو مانی جائے حضورؐ سن کر خاموش ہو گئے۔ اُس کے بعد ایک اور صاحب سامنے سے گذرے حضورؐ نے ان کے متعلق بھی سوال کیا۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ایک مسلمان فقیر ہے کہیں منگنی کرے تو بیاہنا نہ جاتے کہیں سفارش کرے تو قبول نہ ہو، بات کرے تو کوئی متوجہ نہ ہو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس پہلے جیسوں سے اگر ساری دنیا بھر جائے تو ان سب سے یہ شخص بہتر ہے۔

ف۔ مطلب یہ ہے کہ محض دنیاوی شرافت اللہ کے یہاں کچھ بھی وقعت نہیں رکھتی۔ ایک مسلمان فقیر جس کی دنیا میں کوئی بھی وقعت نہ ہو، اس کی بات کہیں بھی نہ سنی جاتی ہو۔ اللہ کے نزدیک سینکڑوں اُن شرفاء سے بہتر ہے جن کی بات دنیا میں بڑی وقعت سے دیکھی جاتی ہو اور ہر شخص اُن کی بات سننے اور ماننے کو تیار ہو۔ لیکن اللہ کے یہاں اس کی کوئی وقعت نہ ہو۔ دنیا کا قیام ہی اللہ والوں کی برکت سے ہے۔ یہ تو حدیث میں خود موجود ہے کہ جس دن دنیا میں اللہ کا نام لینے والا نہ رہے گا، قیامت آجائے گی اور دنیا کا وجود ہی ختم ہو جائے گا۔ اللہ کے پاک نام ہی کی یہ برکت ہے کہ یہ دنیا کا سارا نظام قائم ہے۔

## ۹ حضورؐ سے محبت کر نیوالے پر فقر کی دوڑ

ایک صحابی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے آپؐ سے محبت ہے حضورؐ نے فرمایا دیکھ کیا کہتا ہے۔ انہوں نے پھر یہی عرض کیا کہ مجھے آپؐ سے محبت ہے۔ حضورؐ نے پھر یہی ارشاد فرمایا۔ جب تین مرتبہ یہ سوال و جواب ہوا تو حضورؐ نے فرمایا کہ اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو فقر کے اوڑھنے بچھانے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اس لئے کہ مجھ سے محبت رکھنے والوں کی طرف فقرا سے زور سے دوڑتا ہے جیسا کہ پانی کی زونچان کی طرف دوڑتی ہے۔

ف۔ یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمعہ تبارک و تعالیٰ تو اکثر فقر و فاقہ میں رہے

ہی، اکابر محدثین، اکابر صوفیاء، اکابر فقہاء بھی تو نگری میں زیادہ نہیں رہے۔

## ۱۰۔ سِرِّیۃُ الْعَنْبَرِ میں فقر کی حالت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب ۸ھ میں سمندر کے کنارے ایک شکر تین سو آدمیوں کا جن پر حضرت ابوعبید بن جراح امیر بنائے گئے تھے، بھیجا جنھوں نے اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تنخیلی میں کھجوروں کا توشہ بھی ان کو دیا۔ پندرہ روز ان حضرات کا وہاں قیام رہا اور توشہ ختم ہو گیا۔ حضرت قیسؓ نے جو اس قافلہ میں تھے مدینہ منورہ میں قیمت ادا کرنے کے وعدہ پر قافلہ والوں سے اونٹ خرید کر ذبح کرنا شروع کئے اور تین اونٹ روزانہ ذبح کرتے مگر تیسرے دن امیر قافلہ نے اس خیال سے کہ سواریاں ختم ہو گئیں تو واپسی بھی مشکل ہو جائے گی، ذبح کی ممانعت کی اور سب لوگوں کے پاس اپنی اپنی جو کچھ کھجوریں موجود تھیں جمع کر کے ایک تنخیلی میں رکھ لیں اور ایک ایک کھجور روزانہ تقسیم فرما دیا کرتے جس کو چوس کر یہ حضرات پانی پی لیتے اور رات تک کے لئے یہی کھانا تھا کہنے کو مختصر سی بات ہے مگر لڑائی کے موقع پر جب کہ قوت اور طاقت کی بھی ضرورت ہو، ایک کھجور پر دن بھر گزار دینا دل و جگر کی بات ہے۔ چنانچہ حضرت جابرؓ نے جب یہ قصہ لوگوں کو حضورؐ کے بعد سنایا تو ایک شاگرد نے عرض کیا کہ حضرت ایک کھجور کیا کام دیتی ہو گی۔ آپؐ نے فرمایا اس کی قدر جب معلوم ہوتی جب وہ بھی نہ رہی کہ اب بجز فاقہ کے کچھ نہ تھا۔ درخت کے خشک پتے جھاڑتے اور پانی میں بھگو کر کھا لیتے۔ مجبوری سب کچھ کرا دیتی ہے اور سیرنگی کے بعد اللہ تعالیٰ جَلَّ شَانُہُ کے یہاں سے سہولت ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ نے ان تکالیف اور مشقتوں کے بعد سمندر میں سے ایک مچھلی ان لوگوں کو پہنچائی جس کو عنبر کہتے ہیں۔ اتنی بڑی تھی کہ اٹھارہ روز تک یہ حضرات اس میں سے کھاتے رہے اور مدینہ منورہ پہنچے تک اس کا گوشت تو شوں میں ساتھ ساتھ جنھوں کے سامنے جب سفر کا مفصل قصہ سنایا گیا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ اللہ کا ایک رزق تھا جو تمھاری طرف بھیجا گیا۔ ف مشقت اور تکالیف اس دنیا میں ضروری ہیں اور اللہ والوں کو خاص طور پر پیش آتی ہیں۔ اسی وجہ سے حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اَنْبِیَاءُ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ کو سب سے زیادہ مشقت میں رکھا جاتا ہے۔ پھر جو سب سے افضل ہوں، پھر ان کے بعد جو بقیہ میں افضل ہوں۔ آدمی کی آزمائش اس کی دینی حیثیت کے موافق ہوتی ہے اور ہر مشقت کے بعد اللہ کی طرف سے اس کے لطف و فضل سے سہولت بھی عطا ہوتی ہے۔ یہ بھی غور کیا کریں کہ ہمارے بڑوں پر کیا کیا گزر



چکا اور یہ سب دین ہی کی خاطر تھا۔ اس دین کے پھیلانے میں جس کو آج ہم اپنے ہاتھوں سے کھورہے ہیں ان حضرات نے فاقے کئے، پتے چاہے، اپنے خون بہائے اور اس کو پھیلایا، جس کو ہم آج باقی بھی نہیں رکھ سکتے۔



## بہو تہاب



صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تقویٰ کے بیان میں

حضرات صحابہ کرام کی ہر عادت، ہر خصلت اس قابل ہے کہ اس کو چنا جائے اور اس کا اتباع کیا جائے اور کیوں نہ ہو کہ اللہ جل شانہ نے اپنے لاڈلے اور محبوب رسولؐ کی مصاحبہ کے لئے اس جماعت کو چنا اور چھانٹا حضورؐ کا ارشاد ہے کہ میں بنی آدم کے بہترین قرن اور زمانہ میں بھیجا گیا۔ اس لئے ہر اعتبار سے یہ زمانہ خیر کا تھا اور زمانہ کے بہترین آدمی حضورؐ کی صحبت میں رکھے گئے۔

۱) حضور ﷺ کی ایک جنازہ سے واپسی اور ایک عورت کی دعوت

حضور اقدس ﷺ ایک جنازہ سے واپس تشریف لارہے تھے کہ ایک عورت کا پیام کھانے کی درخواست لے کر پہنچا۔ حضورؐ خدام سمیت تشریف لے گئے اور کھانا سامنے رکھا گیا تو لوگوں نے دیکھا کہ حضور اقدس ﷺ لقمہ چہارہ ہیں نگلا نہیں جاتا۔ حضورؐ نے فرمایا: اب معلوم ہوتا ہے کہ اس بکری کا گوشت مالک کی بغیر اجازت لے لیا گیا۔ اس عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے ریوڑ میں بکری خریدنے آدمی بھیجا تھا۔ وہاں ملی نہیں۔ پڑوسی نے بکری خریدی تھی۔ میں نے اس کے پاس قیمت سے لینے کو بھیجا وہ تو ملے نہیں۔ اُن کی بیوی نے بکری بھیج دی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ قیدیوں کو کھلا دو۔

ف حضور کی علوشان کے مقابلہ میں ایک شہ چہیز کا گلے میں ایک جانا کوئی ایسی اہم بات نہیں کہ حضور کے ادنیٰ غلاموں کو بھی اس قسم کے واقعات پیش آجاتے ہیں۔

## (۲) حضور ﷺ کا صدقہ کی کھجور کے خوف سے تمام رات جاگنا

ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام رات جاگتے رہے اور کروٹیں بدلتے رہے۔ انوارِ مطہرات میں سے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ آج نیند نہیں آتی۔ ارشاد فرمایا کہ ایک کھجور پڑی ہوئی تھی میں نے اٹھا کر کھالی تھی کہ صانع نہ ہو۔ اب مجھے یہ فکر ہے کہ کہیں وہ صدقہ کی نہ ہو۔ ف۔ اقرب یہی ہے کہ وہ حضور کی اپنی ہی ہوگی مگر چونکہ صدقہ کا مال بھی حضور کے یہاں آتا تھا اس شبہ کی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ رات بھر نیند نہ آئی کہ خدا نخواستہ وہ صدقہ کی ہو اور اس صورت میں صدقہ کا مال کھایا گیا ہو۔ یہ تو آقا کا حال ہے کہ محض شبہ پر رات بھر کروٹیں بدلیں اور نیند نہیں آتی۔ اب غلاموں کا حال دیکھو کہ رشوت سودہ چوری، ڈاکہ ہر قسم کا ناجائز مال کس سرخروئی سے کھاتے ہیں اور ناز سے اپنے کو غلامانِ مستد شمار کرتے ہیں۔

## (۳) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک کاہن کے کھانے سے قے کرنا

حضرت ابو بکر صدیق کا ایک غلام تھا جو غلہ کے طور پر اپنی آمدنی میں سے حضرت ابو بکر صدیق کی خدمت میں پیش کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ کچھ کھانا لایا اور حضرت نے اس میں سے ایک لقمہ نوش فرمایا۔ غلام نے عرض کیا کہ آپ روزانہ دریافت فرمایا کرتے تھے کہ کس ذریعہ سے کمایا، آج دریافت نہیں فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ بھوک کی شدت کی وجہ سے دریافت کرنے کی نوبت نہیں آئی، اب بتاؤ عرض کیا کہ میں زمانہ جاہلیت میں ایک قوم پر گزرا، اور ان پر منتر پڑھا انھوں نے مجھ سے وعدہ کر رکھا تھا۔ آج میرا گذر ادھر کو ہوا تو ان کے یہاں شادی ہو رہی تھی انہوں نے یہ مجھے دیا تھا۔ حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ تو مجھے ہلاک ہی کر دیتا۔ اس کے بعد حلق میں ہاتھ ڈال کر قے کرنے کی کوشش کی مگر ایک لقمہ وہ بھی بھوک کی شدت کی حالت میں کھایا گیا نہ نکلا۔ کسی نے عرض کیا کہ پانی سے قے ہو سکتی ہے۔ ایک بہت بڑا پیالہ پانی کا منگوایا اور پانی پی پی کر قے فرمانے لگے۔ یہاں تک کہ وہ لقمہ نکلا۔ کسی نے عرض کیا کہ اللہ آپ پر رحم فرمائیں یہ ساری مشقت اس ایک لقمہ کی وجہ سے برداشت فرمائی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میری جان کے ساتھ بھی یہ



لقمہ نکلتا تو میں اس کو نکالتا۔ میں نے حضورؐ سے سنا ہے کہ جو بدن مالِ حرام سے پرورش پائے  
 آگ اُس کے لئے بہتر ہے۔ مجھے یہ ڈر ہوا کہ میرے بدن کا کوئی حصہ اس لقمہ سے پرورش نہ پا جائے  
**ف۔** حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اس قسم کے واقعات متواتر بار پیش آئے کہ احتیاط مزاج میں رہنا  
 سختی بخوڑا سا بھی شبہ ہو جاتا تھا تو قے فرماتے۔ بخاری شریف میں ایک اور قصہ اسی قسم کا ہے  
 کہ کسی غلام نے زماذ جابلت میں کوئی کہانت یعنی غیب کی بات نجومیوں کے طور پر کسی کو بتلائی  
 سختی وہ اتفاق سے صبح ہو گئی۔ ان لوگوں نے اس غلام کو کچھ دیا۔ جس کو انہوں نے اپنی مقررہ رقم میں  
 حضرت ابو بکر صدیقؓ کو لا کر دے دیا۔ حضرت نے نوش فرمایا اور پھر جو کچھ پیٹ میں تھا سب  
 قے کیا۔ ان واقعات میں غلاموں کا مال ضروری نہیں کہ ناجائز ہی ہو۔ دونوں احتمال ہیں مگر حضرت  
 ابو بکر صدیقؓ کی کمال احتیاط نے اس مُشتبہ مال کو بھی گوارا نہ کیا۔

## ۴۔ حضرت عمرؓ کی صدقہ کے دودھ سے قے

حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ دودھ نوش فرمایا کہ اس کا مزہ کچھ عجیب سا نیا سا معلوم ہوا جن  
 نے پلایا تھا ان سے دریافت فرمایا کہ یہ دودھ کیسا ہے، کہاں سے آیا ہے، انہوں نے عرض کیا کہ فلاں  
 جنگل میں صدقہ کے اونٹ چر رہے تھے کہ میں وہاں گیا تو اُن لوگوں نے دودھ نکالا جس میں سے  
 مجھے بھی دیا۔ حضرت عمرؓ نے منہ میں ہاتھ ڈالا اور سارے کا سارا قے فرما دیا۔ **ف۔** ان حضرات  
 کو اس کا ہمیشہ فکر رہتا تھا کہ مُشتبہ مال بھی بدن کا جز نہ بنے چہ جائے کہ بالکل حرام جیسا کہ ہم  
 اس زمانہ میں شائع ہو گیا۔

## ۵۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا احتیاطاً باغ وقف کرنا

ابنِ سیرینؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی جب وفات کا وقت قریب آیا تو آپؓ  
 نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ میرا دل نہیں چاہتا تھا کہ بیتُ المال سے کچھ لوں مگر عمرؓ نے زماذ  
 کہ وقت ہو گئی اور تمہاری تجارت کی مشغولی سے مسلمانوں کا حرج ہو گا۔ اس مجبوری سے مجھے لینا  
 پڑا۔ اس لئے اب میرا فلاں باغ اس کے عوض میں دے دیا جائے۔ جب حضرت ابو بکرؓ کا وصال  
 ہو گیا تو حضرت عائشہؓ نے حضرت عمرؓ کے پاس آدمی بھیجا اور والد کی وصیت کے موافق وہ باغ  
 دے دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ شکر تمہارے باپ پر رحم فرمائیں۔ انہوں نے یہ چاہا کہ

کسی کو لب کشائی کا موقعہ ہی نہ دیں۔ (کتاب الاموال، ف) بخور کرنے کی بات ہے کہ اول تو وہ مقدار ہی کیا تھی جو حضرت ابو بکر صدیق نے لی۔ اس کے بعد لینا بھی اہل الرائے کے اصرار پر تھا اور مسلمانوں کے نفع کی وجہ سے اس میں بھی جتنی ممکن سے ممکن احتیاط ہو سکتی تھی اس کا اندازہ قصہ ۳ باب سے معلوم ہو گیا کہ بیوی نے تنگی اٹھا کر پیٹ کاٹ کر کچھ دام بیٹھے کے لئے جمع کئے تو ان کو بہت المال میں جمع فرما دیا اور اتنی مقدار مستقل کم کر دی۔ اس سب کے بعد یہ آخری فعل ہے کہ جو کچھ لیا اس کا بھی معاوضہ داخل کر دیا۔

## ۶۔ حضرت علیؓ بن محمد بن معبد کا کرایہ کے مکان سے تحریر کو خشک کرنا

علی بن معبد ایک محدث ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میں ایک کرایہ کے مکان میں رہتا تھا۔ ایک مرتبہ میں نے کچھ لکھا اور اس کو خشک کرنے کے لئے مٹی کی ضرورت ہوئی۔ کچی دیوار تھی۔ مجھے خیال آیا کہ اس پر سے ذرا سی کھرچ کے تحریر پڑال لوں۔ پھر خیال آیا کہ مکان کرایہ کا ہے (جو رہنے کے واسطے کرایہ پر لیا گیا نہ مٹی لینے کے واسطے) مگر ساتھ ہی یہ خیال آیا کہ اتنی ذرا سی مٹی میں کیا مضائقہ ہے معمولی چیز ہے۔ میں نے مٹی لے لی اور رات کو خواب میں دیکھا کہ ایک صاحب کھڑے ہیں جو یہ فرما رہے ہیں کہ کل قیامت کو معلوم ہو گا یہ کہنا کہ معمولی مٹی کیا چیز ہے۔ ف کل معلوم ہو گا، کا بظاہر مطلب یہ ہے کہ تقویٰ کے درجات بہت زیادہ ہیں۔ کمال درجہ یہ لقیسنا تھا کہ اس سے بھی اختر از کیا جاتا اگرچہ عرفاً معمولی چیز شمار ہونے سے جواز کی حد میں تھا۔ (احیاء)

## ۷۔ حضرت علیؓ کا ایک قبر پر گزرنے

گیٹل ایک شخص ہیں کہتے ہیں کہ میں حضرت علیؓ کے ساتھ ایک مرتبہ جا رہا تھا۔ وہ جنگل میں پہنچے پھر ایک مقبرہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے مقبرہ والو، اے بوسیدگی والو، اے وحشت اور تنہائی والو! کیا خبر ہے کیا حال ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ ہماری خبر تو یہ ہے کہ تمہارے بعد اموال تقسیم ہو گئے اولادیں یتیم ہو گئیں۔ بیویوں نے دوسرے خاوند کر لئے۔ یہ تو ہماری خبر ہے کچھ اپنی تو کہو۔ اس کے بعد میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ گیٹل! اگر ان لوگوں کو بولنے کی اجازت ہوتی اور یہ بول سکتے تو یہ لوگ جواب میں یہ کہتے کہ بہترین توشہ تقویٰ ہے۔ یہ فرمایا اور پھر بولنے لگے اور فرمایا، اے گیٹل! قبر محل کا مندر وق ہے اور موت کے وقت بات معلوم ہو جاتی ہے۔ ف یعنی آدمی جو کچھ



اچھا یا بُرا کام کرتا ہے وہ اس کی قبر میں محفوظ رہتا ہے جیسا کہ صندوق میں مُستَعَدَّہ احادیث میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ نیک اعمال اچھے آدمی کی صورت میں ہوتے ہیں جو مِثیت کے جی بہلانے اور اُنس پیدا کرنے کے لئے رہتا ہے اور اس کی ولداری کرتا ہے اور بُرے اعمال بُری صورت میں بدبودار ہو کر آتے ہیں جو اور بھی اذیت کا سبب ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ آدمی کے ساتھ تین چیزیں قبر تک جاتی ہیں۔ اس کا مال (جیسا کہ عرب میں دستور تھا) اس کے رشتہ دار اور اعمال۔ دو چیزیں مال اور رشتہ دار دفن کر کے واپس آجاتے ہیں، عمل اس کے ساتھ رہ جاتا ہے۔ حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک مرتبہ صحابہؓ سے ارشاد فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری مثال اور تمہارے اہل و عیال اور مال و اعمال کی مثال کیا ہے صحابہؓ کے دریافت فرمانے پر حضور نے ارشاد فرمایا کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص کے تین بھائی ہوں اور وہ مرنے لگے اس وقت ایک بھائی کو وہ بلائے اور پوچھے کہ بھائی تجھے میرا حال معلوم ہے کہ مجھ پر کیا گزر رہی ہے اس وقت تو میری کیا مدد کرے گا۔ وہ جواب دیتا ہے کہ تیری تیمارداری کروں گا، علاج کروں گا، ہر قسم کی خدمت کروں گا اور جب تو مر جائے گا تو نہلاؤں گا، کفن پہناؤں گا اور کندھے پر اٹھا کر لے جاؤں گا اور دفن کے بعد تیرا ذکر خیر کروں گا۔ حضور نے فرمایا یہ بھائی تو اہل و عیال ہیں۔ پھر وہ دوسرے بھائی سے یہی سوال کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میرا تیرا واسطہ زندگی کا ہے جب تو مر جاوے گا تو میں دوسری جگہ چلا جاؤں گا۔ یہ بھائی مال ہے۔ پھر وہ تیسرے بھائی کو بلا کر پوچھتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں قبر میں تیرا ساتھی ہوں، وحشت کی جگہ تیرا دل بہلانے والا ہوں۔ جب تیرا حساب کتاب ہونے لگے تو نیکیوں کے پلڑے میں بیٹھ کر اس کو جھکاؤں گا۔ یہ بھائی عمل ہے۔ حضور نے فرمایا۔ اب بتلاؤ کون سا بھائی کارآمد ہوا۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہی بھائی کارآمد ہے۔ پہلے دونوں تو بے فائدہ ہی رہے۔

۸) حضور ﷺ کا ارشاد جس کا کھانا پینا حرام ہو اُس کی دُعا قبول نہیں ہوتی

نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ خود پاک ہیں اور پاک مال ہی قبول فرماتے ہیں مسلمانوں کو اسی چیز کا حکم دیا جس کا اپنے رسولوں کو حکم فرمایا۔ چنانچہ کلام پاک میں ارشاد ہے۔ یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ کُلُوا مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا ۚ اِخْتِصِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلَیْہِمْ ؕ اے رسولو! پاک چیزوں کو کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ میں تمہارے اعمال سے بہتر

ہوں۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ**۔ اے ایمان والو ہمارے دیئے ہوئے پاک رزق میں سے کھاؤ۔ اس کے بعد حضور نے ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ لمبے لمبے سفر کرتا (اور مسافر کی دعا قبول ہوتی ہے) اور اس کے ساتھ ہی بکھرے ہوئے بالوں والا، غبار آلود کپڑوں والا (یعنی پریشان حال)، دونوں ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا کر کہتا ہے اے اللہ اے اللہ لیکن کھانا بھی اس کا حرام ہے پینا بھی حرام ہے لباس بھی حرام ہے ہمیشہ حرام ہی کھایا تو اس کی دعا کہاں قبول ہو سکتی ہے **ف** لوگوں کو ہمیشہ سوچ رہتا ہے کہ مسلمانوں کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ لیکن حالات کا اندازہ اس حدیث شریف سے کیا جاسکتا ہے اگرچہ اللہ جل شانہ اپنے فضل سے کبھی کافر کی بھی دعا قبول فرما لیتے ہیں چہ جائیکہ فاسق کی۔ لیکن مشقی کی دعا اصل چیز ہے اسی لئے مشقیوں سے دعا کی تمنا کی جاتی ہے۔ جو لوگ چاہتے ہیں کہ ہماری دعائیں قبول ہوں ان کو بہت ضروری ہے کہ حرام مال سے احتراز کریں اور ایسا کون ہے جو یہ چاہتا ہے کہ میری دعا قبول نہ ہو۔

## ۹ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنی بیوی کو مشک تولنے سے انکار

حضرت عمرؓ کی خدمت میں ایک مرتبہ بکھرین سے مشک آیا۔ ارشاد فرمایا کہ کوئی اس کو تول کر مسلمانوں میں تقسیم کر دیتا۔ آپؓ کی اہلیہ حضرت عاتکہؓ نے عرض کیا میں تول دوں گی آپؓ نے سن کر سکوت فرمایا۔ تھوڑی دیر میں پھر یہی ارشاد فرمایا کہ کوئی اس کو تول دیتا تاکہ میں تقسیم کر دیتا۔ آپؓ کی اہلیہ نے پھر یہی عرض کیا۔ آپؓ نے سکوت فرمایا۔ تیسری دفعہ میں ارشاد فرمایا کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ تو اس کو اپنے ہاتھ سے ترازو کے پلڑے میں رکھے اور پھر ان ہاتھوں کو اپنے بدن پر پھیرے اور اتنی مقدار کی زیادتی مجھے حاصل ہو **ف** یہ کمال احتیاط تھی اور اپنے آپ کو محلِ شہمت سے بچانا، ورنہ جو کبھی تولے گا اس کے ہاتھ کو تول گئے ہی گا اس لئے اس کے جواز میں کوئی تردد نہ تھا لیکن پھر بھی حضرت عمرؓ نے اپنی بیوی کے لئے اس کو گوارہ فرمایا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز جن کو عمر ثانی بھی کہا جاتا ہے۔ اُن کے زمانہ میں ایک مرتبہ مشک تولا جارہا تھا تو انہوں نے اپنی ناک بند فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ مشک کا نفع تو خوشبو ہی سونگھنا ہے **ف** یہ ہے احتیاط ان صحابہؓ اور تابعینؓ کی اور ہمارے بڑوں کی، پیشواؤں کی

لے جمع الفوائد ص ۱۱۰ احیاء



## ۱۰۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ کا حجاج کے حاکم کو حاکم نہ بنانا

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ایک شخص کو کسی جگہ کا حاکم بنایا۔ کسی شخص نے عرض کیا کہ یہ صاحب حجاج بن یوسف کے زمانہ میں اس کی طرف سے بھی حاکم رہ چکے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز نے ان حاکم کو معزول کر دیا۔ انھوں نے عرض کیا کہ میں نے تو حجاج بن یوسف کے یہاں تھوڑے ہی زمانہ کام کیا۔ عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ برا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ تو اس کے ساتھ ایک دن یا اس سے بھی کم رہا۔ ف مطلب یہ ہے کہ پاس رہنے کا اثر ضرور پڑتا ہے۔ جو شخص مشقیوں کے پاس رہتا ہے اس کے اوپر غیب معمولی اور غیر محسوس طریقہ سے تقویٰ کا اثر پڑتا ہے اور جو فاسقوں کے پاس رہتا ہے اس کے اوپر فسق کا اثر ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے بُری صحبت سے روکا جاتا ہے۔ آدمی تو درکنار جانوروں تک کے اثرات پاس رہنے سے آتے ہیں۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ فخر اور بڑائی اونٹ اور گھوڑے والوں میں ہوتی ہے اور مسکنت بکری والوں میں۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ صالح آدمی کے پاس بیٹھنے والوں کی مثال اس شخص کی سی ہے جو مشک والے کے پاس بیٹھا ہے کہ اگر مشک نہ بھی ملے تب بھی اس کی خوشبو سے دماغ کو فرحت ہوگی اور بُرے ساتھی کی مثال آگ کی ٹھٹی والے کی سی ہے کہ اگر چنگاری نہ بھی پڑے تو دھواں تو کہیں گیا ہی نہیں۔

## پانچواں باب

### نماز کا شغف اور شوق اور اس میں خشوع و خضوع

نماز ساری عبادتوں میں سب سے زیادہ اہم چیز ہے۔ قیامت میں ایمان کے بعد سب سے پہلے نماز ہی کا سوال ہونا ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ کُفر اور اسلام کے درمیان میں نماز ہی آڑ ہے اس کے علاوہ اور بہت سے ارشادات اس بارہ میں وارد ہیں جو میرے ایک دوسرے رسالہ میں مذکور ہیں۔

## ۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد نوافل والے کے حق میں

حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں جو شخص میرے کسی دلی سے دشمنی کرتا ہے میری طرف سے اس کو لڑائی کا اعلان ہے اور کوئی شخص میرا قرب اس چیز کی نسبت زیادہ حاصل نہیں کر سکتا جو میں نے اس پر فرض کی ہے۔ یعنی سب سے زیادہ قرب اور نزدیکی مجھ سے فرائض کے ادا کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور نوافل کی وجہ سے بندہ مجھ سے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو پھر میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے سنے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ کسی چیز کو پکڑے اور اس کی پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلے۔ اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اس کو عطا کرتا ہوں اور کسی چیز سے پناہ چاہتا ہے تو میں پناہ دیتا ہوں۔ **ف** آنکھ کان بن جانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا دیکھنا سنانا چلنا پھرنا سب سیری خوشی کے تابع بن جاتا ہے اور کوئی بات بھی میری خلاف مرضی نہیں ہوتی۔ کس قدر خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو فرائض کے بعد نوافل پر کثرت کی توفیق ہو اور یہ دولت نصیب ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ شانہ اپنے فضل سے مجھے اور میرے دوستوں کو بھی نصیب فرمائیں۔

## ۲۔ حضور ﷺ کا تمام رات نماز پڑھنا

ایک شخص نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ حضور کی کوئی عجیب بات جو آپ نے کبھی ہو وہ سنادیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور کی کوئی عجیب بات تھی۔ ہر بات عجیب ہی تھی۔ ایک دن رات کو تشریف لائے اور میرے پاس لیٹ گئے۔ پھر فرمانے لگے۔ اے چھوڑ میں تو اپنے رتبہ کی عبادت کروں۔ یہ فرما کر نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اور رونا شروع کیا یہاں تک کہ آنسو سیدہ مبارک تک بہنے لگے۔ پھر رکوع فرمایا۔ اس میں بھی اسی طرح روتے رہے پھر سجدہ کیا اس میں بھی اسی طرح روتے رہے۔ پھر سجدہ سے اٹھے اس میں بھی اسی طرح روتے رہے یہاں تک کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اگر صبح کی نماز کے لئے آواز دی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ اتنے روتے حالانکہ آپ معصوم ہیں لگے پچھلے سب گناہوں کی (اگر بالفرض ہوں بھی تو) مغفرت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرما رکھا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ پھر میں شکر گزار نہ ہوں۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ میں ایسا کیوں نہ کرتا حالانکہ آج مجھ پر یہ آیتیں نازل ہوئیں **إِنِّي خَلَقْتُ السُّورَةَ وَالْكَافِرِينَ وَالْعَمَلِينَ**



کا اخیر رکوع۔ یہ معتذر روایات میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اس قدر لمبی نماز پڑھا کرتے تھے کہ کھڑے کھڑے پاؤں پر درم آگیا تھا۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ اتنی مشقت اٹھاتے ہیں حالانکہ آپ بخشنے بخشائے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں شکر گزار بندہ نہ ہوں۔

### ۳۔ حضور ﷺ کا چار رکعت میں چھ پارے پڑھنا

حضرت عوفؓ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب تھا حضور نے سواک فرمائی، وضو فرمایا اور نماز کی نیت باندھ لی۔ میں بھی حضور کے ساتھ نماز میں شریک ہو گیا۔ حضور نے سورۃ بقرہ ایک رکعت میں پڑھی اور جو آیت رحمت کی آتی حضور اس جگہ دیر تک رحمت کی مانگتے رہتے اور جو آیت عذاب کی آتی اس جگہ دیر تک عذاب سے پناہ مانگتے رہتے سورۃ کے ختم پر رکوع کیا اور اتنا ہی مبارکوع کیا جتنی دیر میں سورۃ بقرہ پڑھی جاتی، اور رکوع میں سُبْحَانَ ذِی الْجَبَرُوتِ وَالْمَلٰئِکَوتِ وَالْعِزَّةِ پڑھتے جاتے تھے پھر اتنا ہی مبارکوع کیا پھر دوسری رکعت میں اسی طرح سورۃ آل عمران پڑھی اور اسی طرح ایک ایک رکعت میں ایک ایک سورۃ پڑھتے رہے۔ اس طرح چار رکعتوں میں سواچھ پارے ہوتے ہیں۔ یہ کتنی لمبی نماز ہوتی ہوگی جس میں ہر آیت رحمت اور آیت عذاب پر دیر تک دعا کا مانگنا اور پھر اتنا ہی مبارکوع اور سجدہ تھا۔ حضرت خذیفہؓ بھی اپنا ایک قصہ حضور کے ساتھ نماز پڑھنے کا اسی طرح نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ چار رکعتوں میں چار سورتیں سورۃ بقرہ سے لے کر سورۃ مائدہ کے ختم تک پڑھیں۔ **ف** ان چار سورتوں کے سواچھ پارے ہوتے ہیں جو حضور نے چار رکعتوں میں پڑھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تجوید و ترتیل کے ساتھ پڑھنے کی تھی جیسا کہ اکثر احادیث میں ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہر آیت رحمت اور آیت عذاب پر ٹھہرنا اور دعا مانگنا پھر اتنا ہی مبارکوع سجدہ۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس طرح چار رکعات میں کس قدر وقت خرچ ہوا ہوگا۔ بعض مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت میں سورۃ بقرہ، آل عمران، مائدہ تین سورتیں پڑھیں جو تقریباً پانچ پارے ہوتے ہیں۔ یہ جب ہی ہو سکتا ہے جب نماز میں چین اور آنکھوں کی ٹھنڈک نصیب ہو جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ رَاٰیْبَاعٌ



## حضرت ابو بکر صدیقؓ و حضرت ابن زبیرؓ و حضرت علیؓ وغیرہؓ کی نمازوں کے حالات

نجاہ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا حال نقل کرتے ہیں کہ جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک لکڑی گڑی ہوتی ہے۔ یعنی بالکل حرکت نہیں ہوتی تھی۔ علمائے لکھا ہے کہ حضرت ابن زبیرؓ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے نماز سیکھی اور انھوں نے حضورؐ سے یعنی جس طرح حضورؐ نماز پڑھتے تھے اسی طرح ابو بکر صدیقؓ پڑھتے تھے اور اسی طرح عبداللہ بن زبیرؓ ثابت کہتے ہیں کہ عبداللہ بن زبیرؓ کی نماز ایسی ہوتی تھی کہ گویا لکڑی ایک جگہ گاڑ دی ایک شخص کہتے ہیں کہ ابن زبیرؓ جب سجدہ کرتے تو اس قدر لمبا اور بے حرکت ہوتا تھا کہ چڑیاں آکر کمر پر بیٹھ جاتیں۔ بعض مرتبہ اتنا لمبا رکوع کرتے کہ تمام رات صبح تک رکوع ہی میں رہتے۔ بعض اوقات سجدہ اتنا ہی لمبا ہوتا کہ پوری رات گزر جاتی۔ جب حضرت ابن زبیرؓ سے لڑائی ہو رہی تھی تو ایک گولہ مسجد کی دیوار پر لگا جس سے دیوار کا ایک ٹکڑا اڑا اور حضرت ابن زبیرؓ کے حلق اور داڑھی کے درمیان کو گذرا۔ مگر نہ اُن کو کوئی انتشار ہوا نہ رکوع سجدہ مختصر کیا۔ ایک مرتبہ نماز پڑھ رہے تھے بیٹا جس کا نام ہاشم تھا پاس سوراہا تھا۔ چھت میں سے ایک سانپ گرا اور بچہ پر لپٹ گیا۔ وہ چلا یا، گھروالے سب دوڑے ہوئے آئے، شور مچ گیا۔ اس سانپ کو مارا۔ ابن زبیرؓ اسی اطمینان سے نماز پڑھتے رہے۔ سلام پھیر کر فرمانے لگے۔ کچھ شور کی سی آواز آئی تھی کیا تھا۔ بیوی نے کہا اللہ تم پر رحم کرے بچہ کی توجان بھی گئی تھی تمہیں پتہ ہی نہ چلا۔ فرمانے لگے۔ تیرا ناس ہوا اگر نماز میں دوسری طرف توجہ کرتا تو نماز کہاں باقی رہتی (ہدایہ وغیرہ) حضرت عمرؓ کے اخیر زمانہ میں جب اُن کے خنجر مارا گیا جس کی وجہ سے اُن کا انتقال ہوا تو ہر وقت خون بہتا تھا اور اکثر غفلت بھی ہو جاتی تھی لیکن اس حالت میں بھی جب نماز کے لئے مُتنبہ کئے جاتے تو اُسی حالت میں نماز ادا فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ اسلام میں اس کا کوئی حصہ نہیں جو نماز چھوڑے۔ حضرت عثمانؓ تمام رات جاگتے اور ایک رکعت میں پورا قرآن شریف ختم کر لیتے حضرت علیؓ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب نماز کا وقت آجاتا تو بدن میں کپکپی آجاتی اور چہرہ زرد ہو جاتا۔ کسی نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے فرمایا کہ اس امانت کا وقت ہے جس کو اللہ جلّ شانہ نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر اتارا تو وہ اس کے تحمل سے عاجز ہو گئے اور میں نے اس کا تحمل کیا ہے۔ خلف بن ایوب سے کسی نے پوچھا کہ تمہیں نماز میں مکھیاں دق نہیں کرتیں۔ فرمایا کہ فاسق لوگ حکومت کے



کوڑے کھاتے ہیں اور حرکت نہیں کرتے اور اس پر فخر کرتے ہیں اور اپنے صبر و تحمل پر اکر تے ہیں کہ اتنے کوڑے مارے میں ہلا تک نہیں میں اپنے رب کے سامنے کھڑا ہوں اور ایک منگھتی کی وجہ سے حرکت کر جاؤں۔ مسلم بن یسار جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے گھروں سے کہتے کہ تم باتیں کرتے رہو مجھے تمہاری بات کا پتہ ہی نہیں چلے گا ایک مرتبہ بصرہ کی جامع مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے کہ مسجد کا ایک حصہ گرا۔ لوگ اس کی وجہ سے دوڑے وہاں جمع ہوئے۔ شور و شغب ہوا مگر اُن کو پتہ ہی نہ چلا۔ حاتم اسلم سے کسی نے ان کی نماز کی کیفیت پوچھی تو کہنے لگے کہ جب نماز کا وقت آتا ہے تو وضو کے بعد اس جگہ پہنچ کر جہاں نماز پڑھوں تنھوڑی دیر بیٹھتا ہوں کہ بدن کے تمام جھٹوں میں سکون پیدا ہو جائے۔ پھر نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں اس طرح کہ بیت اللہ کو اپنی نگاہ کے سامنے سمجھتا ہوں اور پل صراط کو پاؤں کے نیچے جنت کو دائیں طرف اور جہنم کو بائیں طرف اور موت کے فرشتے کو اپنے پیچھے کھڑا ہوا خیال کرتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ یہ آخری نماز ہے اُس کے بعد پورے خشوع و خضوع سے نماز پڑھتا ہوں اور اس کے بعد امید اور ڈر کے درمیان رہتا ہوں کہ نامعلوم قبول ہوتی یا نہیں۔

### ۵) ایک مہاجر اور ایک انصاری کی چوکیداری اور انصاری کا نماز میں تیسرا کھانا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ شب کو ایک جگہ قیام فرمایا، اور ارشاد فرمایا کہ آج شب کو حفاظت اور چوکیدارہ ہو۔ کہے گا۔ ایک مہاجر اور ایک انصاری حضرت عمار بن یاسر اور حضرت عباد بن بشر نے عرض کیا کہ ہم دونوں کریں گے جتنور نے ایک پہاڑی جہاں سے دشمن کے آنے کا راستہ ہو سکتا تھا بتادی کہ اس پر دونوں قیام کرو۔ دونوں حضرات وہاں تشریف لے گئے۔ وہاں جا کر انصاری نے مہاجر سے کہا کہ رات کو دو حصوں پر منقسم کر کے ایک حصہ میں آپ سو رہیں میں جاگتا رہوں دوسرے حصہ میں آپ جاگیں میں سوتا رہوں کہ دونوں کے تمام رات جاگنے میں یہ بھی احتمال ہے کہ کسی وقت نیند کا غلبہ ہو جائے اور دونوں کی آنکھ لگ جائے۔ اگر کوئی خطرہ جاگنے والے کو محسوس ہو تو اپنے ساتھی کو جگا لے۔ رات کا پہلا آدھا حصہ انصاری کے جاگنے کا قرار پایا اور مہاجر جری سو گئے انصاری نے نماز کی نیت باندھ لی۔ دشمن کی جانب سے ایک شخص آیا اور دُور سے کھڑے ہوئے شخص کو دیکھ کر تیر مارا اور جب کوئی حرکت نہ ہوتی تو دوسرا اور پھر اسی طرح تیسرا تیر مارا۔

اور ہر تیران کے بدن میں گھسٹا رہا اور یہ ہاتھ سے اُس کو بدن سے نکال کر پھینکتے رہے اُس کے بعد اطمینان سے رکوع کیا، سجدہ کیا۔ نماز پوری کر کے اپنے ساتھی کو جگایا۔ وہ تو ایک کی جگہ دو کو دیکھ کر بھاگ گیا کہ نامعلوم کتنے ہوں مگر ساتھی نے جب اُٹھ کر دیکھا تو انصاری کے بدن سے تین جگہ سے خون ہی خون بہہ رہا تھا۔ مہاجرین نے فرمایا: **سُبْحَانَ اللہ** تم نے مجھے شروع ہی میں نہ جگایا۔ انصاری نے فرمایا کہ میں نے ایک سورۃ (سورۃ کہف) شروع کر رکھی تھی میرا دل نہ چاہا کہ اس کو ختم کرنے سے پہلے رکوع کروں۔ اب بھی مجھے اس کا اندیشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ میں بار بار تیر لگنے سے مر جاؤں اور حضورؐ نے جو حفاظت کی خدمت سپرد کر رکھی ہے وہ فوت ہو جائے۔ اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا تو میں مرجاتا مگر سورۃ ختم کرنے سے پہلے رکوع نہ کرتا۔ **ف** یہ بھی ان حضرات کی نماز اور اس کا شوق کر تیر پر تیر کھائے جاتیں اور خون ہی خون ہو جاتے مگر نماز کے لطف میں فرق نہ پڑنے ایک ہماری نماز ہے کہ اگر مجھ بھی کاٹ لے تو نماز کا خیال جاتا رہے۔ پھر کاتو پوچھنا ہی کیا۔ یہاں ایک فقہی مسئلہ بھی اختلافی ہے کہ خون نکلنے سے ہمارے امام یعنی امام اعظمؒ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک نہیں ٹوٹتا۔ ممکن ہے کہ ان صحابی کا مذہب بھی یہی ہو یا اُس وقت تک اس مسئلہ کی تحقیق نہ ہوتی ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس مجلس میں تشریف فرما نہ تھے یا اس وقت تک یہ حکم ہوا ہی نہ ہو۔

## ۶۔ حضرت ابوطالبؓ کا نماز میں خیال آجانے سے باغ وقف کرنا

حضرت ابوطالبؓ ایک مرتبہ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک پرندہ اُڑا اور چونکہ باغ گنجان تھا اس لئے اس کو جلدی سے باہر جانے کا راستہ نہ ملا۔ کبھی اس طرف کبھی اُس طرف اُڑتا رہا اور نکلنے کا راستہ ڈھونڈتا رہا۔ اُن کی نگاہ اس پر پڑی اور اس منظر کی وجہ سے اُدھر خیال لگ گیا اور نگاہ اس پر بندے کے ساتھ پھرتی رہی۔ دفعۃً نماز کا خیال آیا تو سہو ہو گیا کہ کوئی رکعت ہے نہایت قلق ہوا کہ اس باغ کی وجہ سے یہ مصیبت پیش آئی کہ نماز میں بھول ہوئی فوراً حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پورا قصہ عرض کر کے درخواست کی کہ اس باغ کی وجہ سے یہ مصیبت پیش آئی اس لئے میں اس کو اللہ کے راستہ میں دیتا ہوں۔ آپؐ جہاں دل چاہے اس کو صرف فرما دیجئے۔ اسی طرح ایک اور قصہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں پیش آیا کہ ایک انصاری اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے کھجوریں پکنے کا زمانہ شباب پر تھا اور خوشے کھجوروں کے بوجھ اور کثرت سے جھکے پڑے تھے نگاہ



ریشوں پر پڑی اور کھجوروں سے بھرے ہونے کی وجہ سے بہت ہی اچھے معلوم ہوتے۔ خیال ادھر تک گیا جس کی وجہ سے یہ بھی یاد نہ رہا کہ کسے رکعتیں ہوتیں۔ اس کے رنج اور صدمہ کا ایسا غلبہ ہوا کہ اس کی وجہ سے یہ ٹھان لی کہ اس باغ ہی کو اب نہیں رکھنا جس کی وجہ سے یہ مصیبت پیش آئی۔ پانچ حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اگر عرض کیا کہ یہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا چاہتا ہوں اس کو جو چاہے کھجے۔ انھوں نے اس باغ کو پچاس ہزار میں فروخت کر کے اس کی قیمت دینی کاموں میں خرچ فرمادی۔ **ف** یہ ایمان کی غیرت ہے کہ نماز جیسی اہم چیز میں خیال آجائے۔ پچاس ہزار درہم کا باغ ایک دم صدقہ کر دیا۔ ہمارے شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قول جمیل میں صوفیہ کی نسبت کی قسمیں تحریر فرماتے ہوئے اس کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ یہ نسبت ہے اللہ کی اطاعت کو ماسویٰ پر مقدم رکھنا اور اس پر غیرت کرنا، کہ ان حضرات کو اس پر غیرت آئی کہ اللہ کی اطاعت میں کسی دوسری چیز کی طرف توجہ کیوں ہوتی؟

## ۷۔ حضرت ابن عباسؓ کا نماز کی وجہ سے آنکھ نہ بنوانا

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی آنکھ میں جب پانی اُتر آیا تو آنکھ بنانے والے حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ اجازت ہو تو ہم آنکھ بنادیں لیکن پانچ دن تک آپ کو اختیار کرنا پڑے گی کہ سجدہ کئے زمین کے کسی اونچے ٹکڑی پر کرنا ہو گا۔ انہوں نے فرمایا یہ سہرگز نہیں ہو سکتا واللہ ایک رکعت بھی مجھے اس طرح پڑھنا منظور نہیں۔ حضورؐ کا ارشاد مجھے معلوم ہے کہ جو شخص ایک نماز بھی جان کر چھوڑے وہ حق تعالیٰ شانہ سے ایسی طرح ملے گا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ اس پر نازل ہوں گے۔ **ف** اگرچہ شرعاً نماز اس طرح سے مجبوری کی حالت میں پڑھنا جائز ہے اور یہ صورت نماز چھوڑنے کی وعید میں داخل نہیں ہوتی مگر حضرات صحابہؓ کو نماز کے ساتھ جو شغف تھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کرنے کی جس قدر اہمیت تھی اس کی وجہ سے حضرت ابن عباسؓ نے آنکھ بنوانے کو بھی پسند نہ کیا کہ ان حضرات کے نزدیک ایک نماز پر ساری دنیا قربان تھی۔ آج ہم بے حیاتی سے جو چاہے ان مرنے والوں کی شان میں منہ سے نکال دیں۔ جب کل اُن کا سامنا ہو گا اور یہ فدائی میدانِ حشر کی سیر کے لطف اُڑا رہے ہوں گے جب حقیقت معلوم ہوگی کہ یہ کیا تھے اور ہم نے اُن کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔



## ۸۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کا نماز کے وقت فوراً دکانیں بند کرنا

حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک مرتبہ بازار میں تشریف رکھتے تھے کہ جماعت کا وقت ہو گیا۔ دیکھا کہ فوراً سب کے سب اپنی اپنی دکانیں بند کر کے مسجد میں داخل ہو گئے۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ انہی لوگوں کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی **رِحَالٌ لَّاتُكَلِّمُهُمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ** (سورہ نور: ۳۱) ترجمہ پوری آیت شریفہ کا یہ ہے کہ ان مسجدوں میں ایسے لوگ صبح اور شام اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں جن کو اللہ کی یاد سے اور بالخصوص نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے، نہ خریدنا غفلت میں ڈالتا ہے نہ بیچنا۔ وہ ایسے دن کی پکڑ سے ڈرتے ہیں جس میں بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ جائیں گی۔ حضرت ابن عباسؓ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ تجارت وغیرہ اپنے اپنے کاروبار میں مشغول ہوتے تھے لیکن جب اذان کی آواز سننے تو سب کچھ چھوڑ کر فوراً مسجد میں چلے جاتے۔ ایک جگہ کہتے ہیں خدا کی قسم یہ لوگ تاجر تھے مگر ان کی تجارت ان کو اللہ کے ذکر سے نہیں روکتی تھی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ایک مرتبہ بازار میں تشریف رکھتے تھے کہ اذان ہو گئی۔ انہوں نے دیکھا کہ لوگ اپنے اپنے سامان کو چھوڑ کر نماز کی طرف چل دیئے۔ ابن مسعودؓ نے فرمایا یہی لوگ ہیں جن کو اللہ جل شانہ نے **لَا تُلَکِّمُهُمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ** سے یاد فرمایا۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن جب حق تعالیٰ شانہ تمام دنیا کو ایک جگہ جمع فرمائیں گے تو ارشاد ہو گا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو خوشی اور رنج دونوں حالتوں میں اللہ کی حمد کرنے والے تھے تو ایک مختصر جماعت اُٹھے گی اور بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہو جائے گی۔ پھر ارشاد ہو گا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو راتوں میں اپنی خواب گاہ سے دور رہتے اور اپنے رب کو خوف اور رغبت کے ساتھ یاد کرتے تھے تو ایک دوسری مختصر جماعت اُٹھے گی اور وہ بھی جنت میں بغیر حساب کتاب کے داخل ہو جائے گی۔ پھر ارشاد ہو گا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جن کو تجارت یا بیچنا اللہ کے ذکر سے نہیں روکتا تھا۔ تو ایک تیسری جماعت مختصر سی کھڑی ہوگی اور جنت میں بغیر حساب داخل ہوگی۔ اُس کے بعد یقیناً لوگوں کا حساب شروع ہو جائے گا۔





## ۱۔ حضرت جنیبؓ کا قتل کے وقت نماز پڑھنا اور زید و عاصمؓ کا قتل

اُحد کی لڑائی میں جو کافر مارے گئے تھے اُن کے عزیزوں میں انتقام کا جوش زور پڑھا۔ سلاطین نے جس کے دو بیٹے لڑائی میں مارے گئے تھے منت مانی تھی کہ اگر عاصم کا (جنہوں نے اس کے بیٹوں کو قتل کیا تھا) سر ہاتھ آجاتے تو اس کی کھوپڑی میں شراب پیوؤں گی۔ اس لئے اُس نے اعلان کیا تھا کہ جو عاصم کا سر لائے گا اس کو ستواونٹ انعام دوں گی۔ سفیان بن خالد کو اس لالچ نے آمادہ کیا کہ وہ ان کا سر لانے کی کوشش کرے چنانچہ اس نے عقیل و قارہ کے چند آدمیوں کو مدینہ منورہ بھیجا۔ ان لوگوں نے اپنے کو مسلمان ظاہر کیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم و تبلیغ کے لئے اپنے ساتھ چند حضرات کو بھیجے کی درخواست کی اور حضرت عاصمؓ کے بھی ساتھ بھیجے کی درخواست کی کہ ان کا وعظ پسندیدہ بتلایا۔ چنانچہ حضور نے دس آدمیوں کو اور بعض روایات میں چھ آدمیوں کو اُن کے ساتھ کر دیا جن میں حضرت عاصمؓ بھی تھے۔ راستہ میں جا کر اُن لے جانے والوں نے بد عہدی کی، اور دشمنوں کو مقابلہ کے لئے بلایا جو دو سو آدمی تھے اور اُن میں سے سو آدمی بہت مشہور تیر انداز تھے اور بعض روایات میں ہے کہ حضورؐ نے ان حضرات کو مکہ والوں کی خبر لانے کے لئے بھیجا تھا۔ راستہ میں بنو النجیان کے دو سو آدمیوں سے مقابلہ ہوا۔ یہ مختصر جماعت دس آدمیوں کی یا چھ آدمیوں کی یہ حالت دیکھ کر ایک پہاڑی پر جس کا نام فذ قد تھا چڑھ گئی۔ کفار نے کہا کہ ہم تمہارے خون سے اپنی زمین رنگنا نہیں چاہتے۔ صرف اہل مکہ سے تمہارے بدلہ میں کچھ مال لینا چاہتے ہیں۔ تم ہمارے ساتھ آ جاؤ ہم تم کو قتل نہ کریں گے مگر انہوں نے کہا کہ ہم کافر کے عہد میں آنا نہیں چاہتے اور ترکش سے تیر نکال کر مقابلہ کیا۔ جب تیر ختم ہو گئے تو نیزوں سے مقابلہ کیا۔ حضرت عاصمؓ نے سختیوں سے جوش میں کہا کہ تم سے دھوکہ کیا گیا مگر گھبرانے کی بات نہیں۔ شہادت کو غنیمت سمجھو۔ تمہارا محبوب تمہارے ساتھ ہے اور جنت کی حوریں تمہاری منتظر ہیں۔ یہ کہہ کر جوش سے مقابلہ کیا اور جب نیزہ بھی ٹوٹ گیا تو تلوار سے مقابلہ کیا۔ مقابلوں کا مجمع کثیر تھا۔ آخر شہید ہو گئے اور دعا کی کہ یا اللہ اپنے رسولؐ کو ہمارے قصہ کی خبر کر دے چنانچہ یہ دعا قبول ہوئی اور اسی وقت اس واقعہ کا علم حضورؐ کو ہو گیا اور چونکہ عاصمؓ یہ بھی سن چکے تھے کہ سلاطین نے میرے سر کی کھوپڑی میں شراب پینے کی منت مانی ہے اس لئے مرتے وقت دعا کی کہ یا اللہ میرا سر تیرے راستہ میں کاٹا جا رہا ہے تو ہی اس کا محافظ ہے وہ دعا بھی قبول ہوئی اور شہادت کے بعد جب کافروں نے

سُرکاٹنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے شہید کی مکھنوں کا اور بعض روایتوں میں بھڑوں کا ایک غول بھیج دیا جنہوں نے اُن کے بدن کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ کافروں کو خیال تھا کہ رات کے وقت جب یہ اڑ جائیں گی تو سُرکاٹ لیں گے مگر رات کو ایک بارش کی رو آئی اور ان کی نیش کو بہا کر لے گئی۔ اسی طرح سات آدمی یا تین آدمی شہید ہو گئے۔ غرض تین باقی رہ گئے۔ حضرت خُبیبؓ اور زید بن دُشنہؓ اور عبد اللہ بن طارقؓ۔ ان تینوں حضرات سے پھر انہوں نے عہد پیمان کیا کہ تم نیچے آ جاؤ ہم تم سے بد عہدی نہ کریں گے۔ یہ تینوں حضرات نیچے اُتر آئے اور نیچے اُترنے پر کفار نے اُن کی کمانوں کی تمانت اُتار کر اُن کی مشکیں باندھیں۔ حضرت عبد اللہ بن طارقؓ نے فرمایا کہ یہ پہلی بد عہدی ہے میں تمہارے ساتھ ہرگز نہ جاؤں گا ان شہید ہونے والوں کا اقتدار ہی مجھے پسند ہے۔ انہوں نے زبردستی اُن کو کھینچنا چاہا مگر یہ نہ ملے تو ان لوگوں نے اُن کو بھی شہید کر دیا۔ صرف دو حضرات ان کے ساتھ رہے جن کو لے جا کر ان لوگوں نے مکہ والوں کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ ایک حضرت زید بن دُشنہؓ، جن کو صفوان بن امیہؓ نے پچاس اونٹ کے بدلہ میں خریدا تاکہ اپنے باپ امیہؓ کے بدلہ میں قتل کرے۔ دوسرے حضرت خُبیبؓ جن کو حُجیر بن ابی اہابؓ نے سو اونٹ کے بدلہ میں خریدا تاکہ اپنے باپ کے بدلہ میں ان کو قتل کرے۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ حارث بن عامر کی اولاد نے خریدا کہ انہوں نے بدر میں حارث کو قتل کیا تھا۔ صفوان نے تو اپنے قیدی حضرت زیدؓ کو فوراً ہی حرم سے باہر اپنے غلام کے ہاتھ بھیج دیا کہ قتل کر دے۔ جاوے اس کا تماشا دیکھنے کے واسطے اور بھی بہت سے لوگ جمع ہوئے جن میں ابوسفیانؓ بھی تھا۔ اس نے حضرت زیدؓ سے شہادت کے وقت پوچھا کہ اے زیدؓ تجھ کو خدا کی قسم کبنا کیا تجھ کو یہ پسند ہے کہ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن تیرے بدلہ میں ماری جائے اور تجھ کو چھوڑ دیا جائے کہ اپنے اہل و عیال میں خوش و خرم رہے۔ حضرت زیدؓ نے فرمایا کہ خدا کی قسم مجھے یہ بھی گوارا نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جہاں ہیں میں اُن کے ایک کاٹا بھی چبے اور ہم اپنے گھر آرام سے رہیں۔ یہ جواب سن کر قریش حیران رہ گئے۔ ابوسفیانؓ نے کہا کہ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو غتبی ان سے محبت دیکھی اُس کی نظیر کہیں نہیں دیکھی۔ اس کے بعد حضرت زیدؓ شہید کر دیے گئے۔ حضرت خُبیبؓ ایک عرصہ تک قید میں رہے۔ حُجیر کی باندی جو بعد میں مسلمان ہو گئیں کہتی ہیں کہ جب خُبیبؓ ہم لوگوں کی قید میں تھے تو ہم نے دیکھا کہ خُبیبؓ ایک دن انگور کا بہت بڑا خوشہ آدمی کے سر کے برابر ہاتھ میں لئے ہوئے انگور کھا رہے ہیں اور مکہ میں اس وقت انگور بالکل نہیں تھا۔ وہی کہتی ہیں کہ جب اُن کے قتل کا وقت قریب آیا تو انہوں نے صفائی کے لئے اُسٹرا مانگا وہ دے دیا گیا۔ اتفاق سے ایک کسں بچہ اس وقت



حضرت کے پاس چلا گیا۔ ان لوگوں نے دیکھا کہ اُستران کے ہاتھ میں ہے اور بچہ ان کے پاس، یہ دیکھ کر گھبراتے۔ حضرت نے فرمایا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں بچہ کو قتل کر دوں گا، ایسا نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد ان کو حرم سے باہر لایا گیا اور سولی پر لٹکانے کے وقت آخری خواہش کے طور پر پوچھا گیا کہ کوئی تمنا ہو تو بتاؤ انہوں نے فرمایا کہ مجھے اتنی مہلت دی جائے کہ دو رکعت نماز پڑھ لوں کہ دنیا سے جانے کا وقت ہے اور اللہ جل شانہ کی ملاقات قریب ہے۔ چنانچہ مہلت دی گئی۔ انہوں نے دو رکعتیں نہایت اطمینان سے پڑھیں اور پھر فرمایا کہ اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ تم لوگ یہ سمجھو گے کہ میں موت کے ڈر کی وجہ سے دیر کر رہا ہوں تو دو رکعت اور پڑھتا۔ اس کے بعد سولی پر لٹکا دیئے گئے تو انہوں نے دُعا کی یا اللہ کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو میرے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم تک میرا آخری سلام پہنچا دے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی اسی وقت سلام پہنچایا گیا حضور نے فرمایا وعلیکم السلام یا حبیبؐ۔ اور ساتھ ہی کو اطمینان فرمائی کہ حبیبؐ کو قریش نے قتل کر دیا۔ حضرت حبیبؐ کو جب سولی پر چڑھایا گیا تو چالیس کافروں نے نیزے لیکر چاروں طرف سے اُن پر حملہ کیا اور بدن کو چلنی کر دیا۔ اس وقت کسی نے قسم دیکر یہ بھی پوچھا کہ تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہاری جگہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیں اور تم کو چھوڑ دیں انہوں نے فرمایا واللہ العظیم مجھے یہ بھی پسند نہیں کہ میری جان کے فدیہ میں ایک کانا بھی حضورؐ کے پیچھے ہے۔

ف ویسے تو ان قصوں کا ہر ہر لفظ عبرت ہے لیکن اس قصہ میں دو چیزیں خاص طور سے قابلِ قدر اور قابلِ عبرت ہیں۔ ان حضرات کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت و عشق کہ اپنی جان جاتے اور اس کے بدلہ میں اتنا لفظ کہنا بھی گوارا نہیں کہ حضورؐ کو کسی قسم کی تکلیف معمولی سی بھی پہنچ جائے اس لئے کہ حضرت حبیبؐ سے صرف زبان سے ہی کہلانا چاہتے تھے اور صرف زبان سے کہنا ہی تھا ورنہ بدلہ میں حضورؐ کو تکلیف پہنچانے پر تو اُن کفار کو بھی قدرت نہ تھی بلکہ وہ لوگ خود ہی ہر وقت تکلیف پہنچانے کی کوشش میں رہتے تھے جس میں بدلہ بے بدلہ سب برابر تھا۔ دوسری چیز نماز کی عظمت اور اس کا شغف کہ ایسے آخری وقت میں عام طور سے بیوی بچوں کو آدمی یاد کرتا ہے۔ صورت دیکھنا چاہتا ہے پیام و سلام کہتا ہے مگر ان حضرات کو پیام و سلام دینا ہے تو حضورؐ کو اور آخری تمنا ہے تو دو رکعت نماز

## ۱۰۔ حضور ﷺ کی جنت میں معیت کیلئے نماز کی مدد

حضرت ربیعہؓ کہتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رات گزارتا تھا اور تہجد کے وقت وضو کا پانی اور دوسری ضروریات مثلاً مسواک مُصلی وغیرہ رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ حضور

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میری خدمات سے خوش ہو کر فرمایا: ہلک کیا مانگتا ہے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ جنت میں آپ کی رفاقت۔ آپ نے فرمایا اور کچھ کہا بس یہی چیز مطلوب ہے۔ آپ نے فرمایا: اچھا میری مدد کبھیو۔ سجدوں کی کثرت سے بے فائدہ۔ اس میں تہنیت ہے اس امر پر کہ صرف دعا پر بھروسہ کر کے نہ بیٹھنا چاہیے بلکہ کچھ طلب اور عمل کی بھی ضرورت ہے اور اعمال میں سب سے اہم نماز ہے کہ جتنی اس کی کثرت ہوگی اتنے ہی سجدے زیادہ ہوں گے۔ جو لوگ اس سہارے پر بیٹھے ہوتے ہیں کہ فلاں پیر فلاں بزرگ سے دعا کرائیں گے۔ سخت غلطی ہے۔ اللہ جل شانہ نے اس دنیا کو اسباب کے ساتھ چلایا ہے۔ اگرچہ بے اسباب ہر چیز پر قدرت ہے اور قدرت کے اظہار کے واسطے کبھی ایسا بھی کر دیتے ہیں لیکن عام عادت یہی ہے کہ دنیا کے کاروبار اسباب سے لگا رکھے ہیں۔ حیرت ہے کہ ہم لوگ دنیا کے کاموں میں تو تقدیر پر اور صرف دعا پر بھروسہ کر کے کبھی نہیں بیٹھتے۔ پچاس طرح کی کوشش کرتے ہیں مگر دین کے کاموں میں تقدیر اور دعا بیچ میں آجاتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ والوں کی دعا نہایت اہم ہے مگر حضور نے بھی یہ ارشاد فرمایا کہ سجدوں کی کثرت سے میری دعا کی مدد کرنا۔



## چھٹا باب



ایثار و ہمدردی اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا

ایثار کہتے ہیں اپنی ضرورت کے وقت دوسرے کو ترجیح دینا۔ اول تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہر ادا، ہر عادت ایسی ہی ہے جس کی برابری تو درکنار اس کا کچھ حصہ بھی کسی خوش قسمت کو نصیب ہو جائے تو عین سعادت ہے لیکن بعض عادتیں ان میں سے ایسی ممتاز ہیں کہ انہیں کا حصہ تھیں۔ ان کے مجملہ ایثار ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے کلام اللہ شریف میں اس کی تعریف فرمائی اور یُوْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ وَاَوْسَآءِ اٰیٰتِہُمْ خَصَّاصَۃً میں اس صفت کو ذکر فرمایا کہ وہ لوگ اپنے اوپر دوسروں کو



ترجمہ دیتے ہیں گو ان پر فاقہ ہی ہو۔

## ① صحابی رضی اللہ عنہ کا مہمان کی خاطر چراغ بجھا دینا

ایک صحابی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور بھوک اور پریشانی کی حالت کی اطلاع دی حضور نے اپنے گھروں میں آدمی بھیجا کہیں کچھ نہ ملا تو حضور نے صحابہؓ سے فرمایا کہ کوئی شخص ہے جو ان کی ایک رات کی مہمانی قبول کرے۔ ایک انصاری صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ میں مہمانی کروں گا۔ ان کو گھر لے گئے اور بیوی سے فرمایا کہ یہ حضور کے مہمان ہیں جو اکرام کر کے اس میں کسر نہ کرنا اور کوئی چیز چھپا کر نہ رکھنا۔ بیوی نے کہا خدا کی قسم بچوں کے قابل کچھ تھوڑا سا رکھا ہے اور کچھ بھی گھر میں نہیں۔ صحابی نے فرمایا کہ بچوں کو پہلا کر شلادہ بکھو اور جب وہ سو جائیں تو کھانا لیکر مہمان کے ساتھ بیٹھ جاویں گے اور تو چراغ کے درست کرنے کے بہانے سے اٹھ کر اس کو بجھا دینا۔ چنانچہ بیوی نے ایسا ہی کیا اور دروں میاں بیوی اور بچوں نے فاقہ سے رات گزاری۔ جس پر یہ آیت یُؤْتِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ نازل ہوئی ترجمہ۔ اور ترجیح دیتے ہیں اپنی جان پر اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو۔ ف۔ اس قسم کے متعدد واقعات ہیں جو صحابہؓ کے یہاں پیش آئے چنانچہ ایک دوسرا واقعہ اسی قسم کا لکھا ہے۔

## ② روزہ دار کے لئے چراغ بجھا دینا

ایک صحابی روزہ پر روزہ رکھتے تھے۔ افطار کے لئے کوئی چیز کھانے کی میسر نہ آتی تھی۔ ایک انصاری صحابی حضرت ثابتؓ نے تاڑ لیا۔ بیوی سے کہا کہ میں رات کو ایک مہمان کو لاؤں گا جب کھانا شروع کریں تو تم چراغ کو درست کرنے کے جیلہ سے بجھا دینا اور اتنے مہمان کا پیٹ نہ بھر جائے خود نہ کھانا۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ ساتھ میں سب شریک رہے جیسے کھا رہے ہوں صبح کو حضرت ثابتؓ جب حضور کی مجلس میں حاضر ہوتے تو حضور نے فرمایا کہ رات کا تمہارا اپنے مہمان کے ساتھ کا برتاؤ حق تعالیٰ شانہ کو بہت ہی پسند آیا ہے۔

## ③ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا زکوٰۃ میں اونٹ دینا

حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ

کا مال وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ میں ایک صاحب کے پاس گیا اور اُن سے اُن کے مال کی تفصیل معلوم کی تو ان پر ایک اونٹ کا بچہ ایک سالہ واجب تھا۔ میں نے ان سے اس کا مطالبہ کیا۔ وہ فرمانے لگے کہ ایک سال کا بچہ نہ دودھ کے کام کا، نہ سواری کے کام کا۔ انہوں نے ایک نفیس عمدہ جوان اونٹنی سامنے کی کہ یہ لے جاؤ۔ میں نے کہا کہ میں تو اس کو نہیں لے سکتا کہ مجھے عمدہ مال لینے کا حکم نہیں۔ البتہ اگر تم یہی دینا چاہتے ہو تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں ہیں اور آج پڑاؤ فلال جگہ منتھارے قریب ہی ہے حضور کی خدمت میں جا کر پیش کر دو۔ اگر منظور فرمایا تو مجھے انکار نہیں ورنہ میں معذور ہوں۔ وہ اس اونٹنی کو لے کر میرے ساتھ ہوئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے پاس آپ کے قاصد زکوٰۃ کا مال لینے آئے تھے اور خدا کی قسم مجھے آج تک یہ سعادت نصیب نہیں ہوئی کہ رسول اللہ یا ان کے قاصد نے میرے مال میں کبھی تصرف فرمایا ہو، اس لئے میں نے اپنا سارا مال سامنے کر دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اس میں ایک سالہ اونٹ کا بچہ زکوٰۃ کا واجب ہے۔ حضور ایک سال کے بچے سے نہ تو دودھ کا ہی نفع ہے نہ سواری کا۔ اس لئے میں نے ایک عمدہ جوان اونٹنی پیش کی تھی جس کو انہوں نے قبول نہیں فرمایا۔ اس لئے میں خود لے کر حاضر ہوا ہوں۔ حضور نے فرمایا کہ تم پر واجب تو وہی ہے جو انہوں نے بتلائی مگر تم اپنی طرف سے اس سے زیادہ اور عمدہ مال دو تو قبول ہے اللہ تمہیں اس کا اجر مرحمت فرمائیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ یہ حاضر ہے۔ حضور نے قبول فرمایا اور برکت کی دعا فرمائی۔ ف یہ زکوٰۃ کے مال کا منظر ہے آج بھی اسلام کے بہت سے دعویدار ہیں اور حضور کی محبت کا دم بھی بھرتے ہیں لیکن زکوٰۃ کے ادا کرنے میں زیادتی کا تو کیا ذکر ہے۔ پوری مقدار بھی ادا کرنا موت ہے۔ جو اونچے طبقے والے زیادہ مال والے کہلاتے ہیں اُن کے یہاں تو اکثر و بیشتر اس کا ذکر ہی نہیں لیکن جو متوسط حیثیت کے لوگ ہیں اور اپنے کو دیندار بھی سمجھتے ہیں وہ بھی اس کی کوشش کرتے ہیں کہ جو خرچ اپنے عزیز رشتہ داروں میں یا کسی دوسری جگہ مجبوری سے پیش آجائے اس میں زکوٰۃ ہی کی نیت کر لیں۔

### ۴۔ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا صدقہ میں مقابلہ

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کرنے کا حکم فرمایا اتفاقاً اس زمانہ میں میرے پاس کچھ مال موجود تھا۔ میں نے کہا آج میرے پاس اتفاق سے مال موجود ہے اگر میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کبھی بھی بڑھ سکتا ہوں تو آج بڑھ جاؤں گا۔ یہ سوچ کر خوشی خوشی میں گھر گیا



اور جو کچھ بھی گھر میں رکھا تھا اس میں سے آدھا لے آیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا۔ میں نے عرض کیا کہ چھوڑا آیا۔ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ جو کچھ رکھا تھا سب لے آئے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ ابو بکر گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا۔ انہوں نے فرمایا اُن کے لئے اللہ اور اُس کے رسولؐ کو چھوڑا آیا۔ یعنی اللہ اور اس کے رسولؐ پاکؐ کے نام کی برکت اور اُنکی رضا اور خوشنودی کو چھوڑا آیا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں۔ میں نے کہا حضرت ابو بکرؓ سے کبھی نہیں بڑھ سکتا۔ ف خویہوں اور نیکیوں میں اس کی گمشدش کرنا کہ دوسرے سے بڑھ جاؤں یہ مستحسن اور مندوب ہے۔ قسراں پاک میں بھی اس کی ترغیب آئی ہے۔ یہ قصہ غزوۂ تبوک کا ہے۔ اس وقت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چندہ کی خاص طور سے ترغیب فرمائی تھی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے اپنے حوصلہ کے موافق بلکہ ہمت و وسعت سے زیادہ امانتیں فرمائیں جن کا ذکر باب ۷ کے قصہ ۱۷ میں بھی مختصر طور پر گذر رہا ہے۔

حِزَّاهُمُ اللَّهُ عَنَّا وَعَنْ سَائِرِ الْمُسْلِمِينَ أَحْسَنَ الْجَزَاءِ

### ۵۔ صحابہؓ کا دوسروں کی وجہ سے پیاسے مرنا

حضرت ابو جہم بن حذیفہؓ کہتے ہیں کہ یرموک کی لڑائی میں میں اپنے چچا زاد بھائی کی تلاش میں نکل کر وہ لڑائی میں شریک تھے اور ایک مشکیزہ پانی کا میں نے اپنے ساتھ لیا کہ ممکن ہے وہ پیاسے ہوں تو پانی پلاؤں اتفاق سے وہ ایک جگہ اس حالت میں پڑے ہوئے ملے کہ دم توڑ رہے تھے اور جہاں کئی شروع تھی۔ میں نے پوچھا پانی کا گھونٹ دوں۔ انہوں نے اشارے سے ہاں کی۔ اتنے میں دوسرے صاحب نے جو قریب ہی پڑے تھے اور وہ بھی مرنے کے قریب تھے آہ کی۔ میرے چچا زاد بھائی نے آواز سُنی تو مجھے ان کے پاس جانے کا اشارہ کیا۔ میں ان کے پاس پانی لے کر گیا۔ وہ ہشام بن ابی العاصؓ تھے۔ اُن کے پاس پہنچا ہی تھا کہ ان کے قریب ایک تیسرے صاحب اسی حال میں پڑے دم توڑ رہے تھے۔ انہوں نے آہ کی۔ ہشامؓ نے مجھے ان کے پاس جانے کا اشارہ کر دیا۔ میں اُن کے پاس پانی لے کر پہنچا تو اُن کا دم نکل چکا تھا۔ ہشامؓ کے پاس واپس آیا تو وہ بھی جان بحق ہو چکے تھے۔ اُن کے پاس سے اپنے بھائی کے پاس لوٹا تو اتنے میں وہ بھی ختم ہو چکے تھے۔ اِنَاللّٰہُ وَاِنَا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ

ف۔ اس نوع کے متعدد واقعات کتب حدیث میں ذکر کئے گئے۔ کیا انتہا ہے اس اشارہ کی کہ اپنا بھائی تو دم توڑ رہا ہو اور پیاسا ہو ایسی حالت میں کسی دوسرے کی طرف توجہ کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے چہ جائیکہ اس کو پیاسا چھوڑ کر دوسرے کو پانی پلانے چلا جاتے اور ان مرنے والوں

کی روح کو اللہ جل شانہ اپنے لطف و فضل سے نوازیں کہ مرنے کے وقت بھی جب ہوش و حواس سب ہی جواب دے دیتے ہیں یہ لوگ ہمدی میں جان دیتے ہیں۔

## ۶۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا کفن

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ غزوہ اُحُد میں شہید ہو گئے اور بیدرد کافروں نے آپ کے کان ناک وغیرہ اعضا کاٹ دیتے اور سینہ چیر کر دل نکالا اور طرح طرح کے ظلم کئے لڑائی کے ختم پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے صحابہ شہیدوں کی لاشیں تلاش فرما کر ان کی تجہیز و تکفین کا انتظام فرما رہے تھے کہ حضرت حمزہ کو اس حالت میں دیکھا نہایت صدمہ ہوا اور ایک چادر سے ان کو ڈھانک دیا۔ اتنے میں حضرت حمزہ کی حقیقی بہن حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں کہ اپنے بھائی کی حالت کو دیکھیں حضور نے اس خیال سے کہ آخر عورت ہیں ایسے ظلموں کے دیکھنے کا تحمل مشکل ہوگا۔ اُن کے صاحبزادہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ اپنی والدہ کو دیکھنے سے منع کرو۔ انہوں نے والدہ سے عرض کیا کہ حضور نے دیکھنے کو منع فرمادیا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے یہ سنا ہے کہ میرے بھائی کے ناک کان وغیرہ کاٹ دیئے گئے۔ اللہ کے راستے میں یہ کونسی بڑی بات ہے۔ ہم اس پر راضی ہیں۔ میں اللہ سے ثواب کی امید رکھتی ہوں اور انشاء اللہ صبر کروں گی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے حضور سے جا کر اس کلام کو ذکر کیا تو حضور نے اس جواب کو سن کر دیکھنے کی اجازت عطا فرمادی۔ آکر دیکھا۔ انا للہ پڑھی اور اُن کے لئے استغفار اور دُعا کی۔ ایک روایت میں ہے کہ غزوہ اُحُد میں جہاں نعشیں رکھی ہوئی تھیں ایک عورت تیزی سے آرہی تھی حضور نے فرمایا۔ دیکھو، عورت کو روکو۔ حضرت زبیر کہتے ہیں۔ میں نے پہچان لیا کہ میری والدہ ہیں میں جلدی سے روکنے کے لئے بڑھا مگر وہ قوی تھیں ایک گھونسا میرے مارا اور کہا۔ پرے ہٹ۔ میں نے کہا کہ حضور نے منع فرمایا ہے تو فوراً کھڑی ہو گئیں۔ اس کے بعد دو کپڑے نکلے اور فرمایا کہ میں اپنے بھائی کے کفن کے لئے لائی تھی کہ میں اُن کے انتقال کی خبر سن چکی تھی۔ ان کپڑوں میں ان کو کفنا دینا۔ ہم لوگ وہ کپڑے لے کر حضرت حمزہ کو کفن کرنے لگے کہ برابر میں ایک انصاری شہید پڑے ہوئے تھے جن کا نام حضرت سہیل تھا۔ اُن کا بھی کفار نے ایسا ہی حال کر رکھا تھا جیسا کہ حضرت حمزہ کا تھا۔ ہمیں اس بات سے شرم آئی کہ حضرت حمزہ کو دو کپڑوں میں کفن دیا جاتے اور انصاری کے پاس ایک بھی نہ ہو۔ اس لئے ہم نے دونوں کے لئے ایک ایک کپڑا تجویز کر دیا۔ مگر ایک کپڑا اُن میں بڑا اتحاد و سرا جھوٹا۔ تو ہم نے قرعہ ڈالا کہ قرعہ میں جو کپڑا جن کے حصہ میں آئے



گادہ اُن کے کفن میں لگایا جاتے۔ قرعہ میں بڑا کپڑا حضرت سہیلؓ کے حصّہ میں آیا اور چھوٹا حضرت حمزہؓ کے حصّہ میں آیا۔ جو اُن کے قد سے بھی کم تھا کہ اگر سر کو ڈھانکا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں کی طرف کیا جاتا تو سر کھل جاتا۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سر کو کپڑے سے ڈھانکا دو اور پاؤں پر پتے وغیرہ ڈال دو۔ ابن سعدؒ کی روایت میں ہے کہ حضرت صفیہؓ جب دو کپڑے لے کر حضرت حمزہؓ کی نعش پر پہنچیں تو اُن کے قریب ہی ایک انصاری اسی حال میں پڑے ہوئے تھے تو ایک ایک کپڑے میں دونوں کو کفن دیا گیا۔ حضرت حمزہؓ کا کپڑا بڑا تھا۔ یہ روایت مختصر ہے اور خمیس کی روایت مفصل ہے۔ یہ دو جہاں کے بادشاہ کے چچا کا کفن ہے وہ بھی اس طرح کہ ایک عورت اپنے بھائی کے لئے دو کپڑے دیتی ہیں اس میں یہ گوارا نہیں کہ دوسرا انصاری لے کفن رہے۔ ایک ایک کپڑا بانٹ دیا جاتا ہے اور پھر چھوٹا کپڑا اس شخص کے حصّہ میں آتا ہے جو کئی وجہ سے ترجیح کا استحقاق بھی رکھتا ہے۔ غریب پروری اور مساوات کے دعویدار اگر اپنے دعوؤں میں سچے ہیں تو ان پاک بستیوں کا اتباع کریں جو کہہ کر نہیں بلکہ کر کے دکھلا گئے ہیں۔ لوگوں کو اپنے لئے اُن کا پیرو کہنا بھی شرم کی بات ہے۔

## ۷۔ بکرے کی سری کا چکر کاٹ کر واپس آنا

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک صحابیؓ کو کسی شخص نے بکرے کی سری ہدیّہ کے طور پر دی۔ انہوں نے خیال فرمایا کہ میرے فلاں ساتھی زیادہ ضرورت مند ہیں، کنبہ والے ہیں اور اُن کے گھر والے زیادہ محتاج ہیں اس لئے اُن کے پاس بھیج دی۔ اُن کو ایک تیسرے صاحب کے متعلق یہی خیال پیدا ہوا، اور اُن کے پاس بھیج دی۔ غرض اسی طرح سات گھروں میں پھر کر وہ سری سب سے پہلے صحابیؓ کے گھر لوٹ آئی۔ ف اس قصہ سے اُن حضرات کا عام طور سے محتاج اور ضرورت مند ہونا بھی معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی کہ ہر شخص کو دوسرے کی ضرورت اپنے سے مُقَدَّم معلوم ہوتی تھی۔

## ۸۔ حضرت عمرؓ کا اپنی بیوی کو زچگی میں لے جانا

امیر المؤمنین حضرت عمرؓ اپنے خلافت کے زمانہ میں بسا اوقات رات کو جو کیدارہ کے طور پر شہر کی حفاظت بھی فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اسی حالت میں ایک میدان میں گنبد ہوا۔ دیکھا کہ

ایک خیمہ بالوں کا بنا ہوا لگا ہوا ہے جو پہلے وہاں نہیں دیکھا تھا۔ اُس کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ ایک صاحب وہاں بیٹھے ہوئے ہیں اور خیمہ سے کچھ کراہنے کی آواز آرہی ہے۔ سلام کر کے ان صاحب کے پاس بیٹھ گئے اور دریافت کیا کہ تم کون ہو انہوں نے کہا۔ ایک مسافر ہوں جنگل کا رہنے والا ہوں۔ امیر المؤمنین کے سامنے کچھ اپنی ضرورت پیش کر کے مدد چاہنے کے واسطے آیا ہوں۔ دریافت فرمایا کہ یہ خیمہ میں سے آواز کیسی آرہی ہے۔ ان صاحب نے کہا میاں جاؤ اپنا کام کرو۔ آپ نے اصرار فرمایا کہ نہیں بتا دو کچھ تکلیف کی آواز ہے۔ ان صاحب نے کہا کہ عورت کی ولادت کا وقت قریب ہے، درد زہ ہو رہا ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کوئی دوسری عورت بھی پاس ہے انہوں نے کہا کوئی نہیں، آپ وہاں سے اُٹھے اور مکان تشریف لے گئے اور اپنی بیوی حضرت اُمّ کلثومؓ سے فرمایا کہ ایک بڑے ثواب کی چیز مُقَدَّر سے تمہارے لئے آئی ہے۔ انہوں نے پوچھا کیا ہے آپ نے فرمایا ایک گاؤں کی رہنے والی بچاری تنہا ہے۔ اُس کو درد زہ ہو رہا ہے۔ انہوں نے ارشاد فرمایا ہاں ہاں تمہاری صلاح ہو تو میں تیار ہوں۔ اور کیوں نہ تیار ہوں کہ یہ بھی آخر حضرت سیدہ فاطمہؓ کی ہی صاحبزادی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ولادت کے واسطے جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہو، تیل، گودڑ وغیرہ لے لو اور ایک ہانڈی اور کچھ گھی اور دانے وغیرہ بھی ساتھ لے لو۔ وہ لے کر عجلت سے حضرت عمرؓ خود پیچھے پیچھے ہوئے۔ وہاں پہنچ کر حضرت اُمّ کلثومؓ تو خیمہ میں چلی گئیں اور آپ نے آگ جلا کر اُس ہانڈی میں دانے اُبالے، گھی ڈالا۔ اتنے میں ولادت سے فراغت ہو گئی۔ اندر سے حضرت اُمّ کلثومؓ نے آواز دے کر عرض کیا۔ امیر المؤمنین اپنے دوست کو لڑکا پیدا ہونے کی بشارت دیجئے۔ امیر المؤمنین کا لفظ جب ان صاحب کے کان میں پڑا تو وہ بڑے گہرائے آپ نے فرمایا۔ گہرائے کی بات نہیں۔ وہ ہانڈی خیمہ کے پاس رکھ دی کہ اس عورت کو بھی کچھ کھلا دیں۔ حضرت اُمّ کلثومؓ نے اس کو کھلایا۔ اُس کے بعد ہانڈی باہر دے دی۔ حضرت عمرؓ نے اس بُدوسے کہا کہ لو تم بھی کھاؤ۔ رات بھر تمہاری جاگنے میں گزر گئی۔ اُس کے بعد اہلیہ کو ساتھ لے کر گھر تشریف لے آئے اور ان صاحب سے فرمادیا کہ کل آنا تمہارے لئے انتظام کر دیا جائے گا۔ ف۔ ہمارے زمانے کا کوئی بادشاہ یا رئیس نہیں کوئی معمولی حیثیت کا مال دار بھی ایسا ہے جو عزیز کی ضرورت میں مسافر کی مدد کے واسطے اس طرح بیوی کورات کو جنگل میں لے جائے اور خود اپنے آپ چولہا دھونک کر پکائے۔ مال دار کو چھوٹے کوئی دیندار بھی ایسا کرتا ہے۔ سوچنا چاہیے کہ جن کے ہم نام لیوا ہیں اور ان جیسی برکات کی ہر بات میں اُمید رکھتے ہیں، کوئی کام بھی ہم ان جیسا کر لیتے ہیں۔



## ۹۔ ابو طلحہؓ کا باغ وقف کرنا

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ابو طلحہؓ انصاری مدینہ منورہ میں سب سے زیادہ اور سب سے بڑے باغ والے تھے۔ ان کا ایک باغ تھا جس کا نام بئر خا تھا۔ وہ ان کو بہت ہی زیادہ محبوب تھا مسجد نبویؐ کے قریب تھا۔ پانی بھی اس میں نہایت شیریں اور افراط سے تھا۔ حضورؐ بھی اکثر اس باغ میں تشریف لے جاتے اور اس کا پانی نوش فرماتے۔ جب قرآن شریف کی آیت لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ ترجمہ تم نیکی (کے) کامل درجہ کو نہیں پہنچ سکتے جب تک ایسی چیزوں سے خرچ نہ کرو گے جو تم کو پسند ہیں، نازل ہوئی تو ابو طلحہؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے اپنا باغ بئر خا سب سے زیادہ محبوب ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ محبوب مال اللہ کے راستہ میں خرچ کرو۔ اس لئے وہ اللہ کے راستہ میں دیتا ہوں۔ آپ جیسا مناسب سمجھیں اس کے موافق اس کو خرچ فرمادیں۔ حضورؐ نے بہت زیادہ مسرت کا اظہار فرمایا۔ اور فرمایا کہ بہت ہی مال ہے۔ میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ اس کو اپنے اہل قرابت میں تقسیم کر دو۔ ابو طلحہؓ نے اس کو اپنے رشتہ داروں میں تقسیم فرمادیا۔ ہم بھی اپنا کوئی محبوب ترین مال جائداد کوئی ایک آدھ وعظاں کر، قرآن پاک کی کوئی آیت پڑھ کر یا سن کر اس طرح بے دھڑک خیرات کر دیتے ہیں۔ اگر وقف وغیرہ کرنے کا خیال بھی آتا ہے تو زندگی سے مالوس ہو جانے کے بعد یا وارثوں سے خفا ہو کر ان کو محروم کرنے کی نیت سے اور برس کے برس اس سوچ میں لگا دیتے ہیں کہ کوئی صورت ایسی پیدا ہو جائے کہ میری زندگی میں تو میرے ہی کام آوے بعد میں جو ہو وہ ہوتا رہے۔ ہاں نام و نمود کی کوئی چیز ہو، بیاہ شادی کی تقریب ہو تو سودی قرض سے بھی انکار نہیں۔

## ۱۰۔ حضرت ابوذرؓ کا اپنے خادم کو تنبیہ کرنا

حضرت ابوذرؓ غفاریؓ مشہور صحابی ہیں جن کے اسلام لانے کا قصہ باب کے ۵ پر گزر چکا ہے۔ بڑے زاہد لوگوں میں تھے۔ مال نہ اپنے پاس جمع رکھتے تھے نہ یہ چاہتے تھے کہ کوئی دوسرا جمع رکھے۔ مالدار لوگوں سے ہمیشہ لڑائی رہتی تھی۔ اس لئے حضرت عثمانؓ کے حکم سے ربذہ میں رہنے لگے تھے جو جنگل میں ایک معمولی سی آبادی تھی۔ حضرت ابوذرؓ کے پاس چند اونٹ تھے اور ایک ناتواں ضعیف سا چرواہا تھا۔ جملان کی خبر گیری کرتا تھا۔ اسی پر گزرتھا۔ ایک شخص قبیلہ بنو سلیم کے آپکی

خدمت میں حاضر ہوتے اور یہ تمنا ظاہر کی کہ میں آپ کی خدمت میں رہنا چاہتا ہوں تاکہ آپ سے فیوض سے استفادہ محال کروں میں آپ کے چرواہے کی مدد کرتا ہوں گا اور آپ کی برکات سے فائدہ بھی حاصل کروں گا۔ حضرت ابوذرؓ نے ارشاد فرمایا کہ میرا دوست وہ ہے جو میری اطاعت کرے اگر تم بھی میری اطاعت کے لئے تیار ہو تو شوق سے رہو، کہنا نہ مانو تو تمہاری ضرورت نہیں۔ سلیمی صاحب نے عرض کیا۔ کس چیز میں آپ اپنی اطاعت چاہتے ہیں۔ فرمایا کہ جب میں اپنے مال میں سے کسی چیز کے خرچ کا حکم کروں تو عمدہ سے عمدہ مال خرچ کیا جاتے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے قبول کیا اور رہنے لگا۔ اتفاق سے ایک دن اُن سے کسی نے ذکر کیا کہ پانی پر کچھ لوگ رہتے ہیں جو ضرورت مند ہیں۔ کھانے کے محتاج ہیں مجھ سے فرمایا ایک اونٹ لے آؤ۔ میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک بہت ہی عمدہ اونٹ ہے جو نہایت قیمتی نہایت کارآمد اور سواری میں مہیض۔ میں نے حسب وعدہ اس کو لے جانے کا ارادہ کیا۔ مگر مجھے خیال ہوا کہ غراب کو کھلانا ہی تو ہے اور یہ اونٹ بہت زیادہ کارآمد ہے۔ حضرت کی اور متعلقین کی ضرورت کا ہے اس کو چھوڑ کر اس سے ذرا کم درجہ کی عمدہ اونٹنی لے کر اس اونٹ کے علاوہ اور باقی سب سے بہتر تھی لے کر حاضر خدمت ہوا۔ فرمایا کہ تم نے خیانت کی۔ میں سمجھ گیا اور واپس آکر وہی اونٹ لے گیا۔ پاس بیٹھنے والوں سے ارشاد فرمایا کہ دو آدمی ایسے ہیں جو اللہ کے واسطے ایک کام کریں۔ دو آدمی اُٹھے۔ انہوں نے اپنے کو پیش کیا۔ فرمایا کہ اس کو ذبح کرو۔ اور ذبح کے بعد گوشت کاٹ کر جتنے گھر پانی پر آباد ہیں اُن کو شمار کر کے ابوذرؓ کا یعنی اپنا گھر بھی ایک عدد ان میں شمار کر لو اور سب کو برابر تقسیم کر دو۔ میرے گھر بھی اتنا ہی جتنے ان میں سے ہر گھر میں جائے۔ انہوں نے تعمیل ارشاد کی اور تقسیم کر دیا۔ اس کے بعد مجھے بلایا اور فرمایا کہ تو نے میری وصیت عمدہ مال خرچ کرنے کی جان بوجھ کر چھوڑی یا بھول گیا تھا اگر بھول گیا تھا تو معذور ہے میں نے عرض کیا کہ بھولا تو نہیں تھا میں نے اول اسی اونٹ کو لیا تھا مگر مجھے خیال ہوا کہ یہ بہت کارآمد ہے۔ آپ کو اکثر اس کی ضرورت رہتی ہے محض اس وجہ سے چھوڑ دیا تھا۔ فرمایا کہ محض میری ضرورت سے چھوڑا تھا۔ عرض کیا کہ محض آپ کی ضرورت سے چھوڑا تھا۔ فرمایا اپنی ضرورت کا دن بتاؤں۔ میری ضرورت کا دن وہ ہے جس دن میں قبر کے گڑھے میں اکیلے ڈال دیا جاؤں گا۔ وہ دن میری ضرورت اور احتیاج کا ہے۔ مال کے اندر تین حصہ ہیں۔ ایک تقدیر جو مال لے جانے میں کسی چیز کا انتظار نہیں کرتی، اچھا برا ہر قسم کا لے جاتی ہے۔ دوسرا وارث جو اس کے انتظار میں ہے تو مرے تو وہ لے لے۔ اور تیسرا حصہ دار تو خود ہے اگر



ہو سکتا ہو اور تیری طاقت میں ہو تو تینوں حصہ داروں میں سب سے زیادہ عاجز نہ بن۔ اللہ تعالیٰ ارشاد ہے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ۔ اس لئے جو مال مجھے سب سے زیادہ پسند ہے اس کو میں اپنے لئے آگے چلتا کروں، تاکہ وہ میرے لئے جمع رہے۔ ”ف“

”تین حصہ داروں میں سب سے زیادہ عاجز نہ بن“ کا مطلب یہ ہے کہ جو ہو سکے اپنے لئے آخرت کا ذخیرہ جمع کر لے۔ ایسا نہ ہو کہ مُقَدَّر غالب آجائے اور وہ مال تجھ سے ضائع ہو جائے یا تو مرنے والے اور وہ دوسروں کے قبضہ میں آجائے کہ بعد میں کوئی کسی کو نہیں پوچھتا۔ آلِ اولاد بیوی بچے سب تھوڑے بہت دنوں رو کر چپ ہو جاتیں گے۔ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ مرنے والے کے لئے بھی کچھ صدقہ خیرات کر دیں اور اس کو یاد رکھیں۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد وارد ہے۔ ”کوئی کہتا ہے کہ میرا مال میرا مال، حالانکہ اس کا مال صرف وہ ہے جو کھالیا اور ختم کر دیا یا پہن لیا اور پُرانا کر دیا یا ان کے راستے میں خرچ کر دیا اور اپنے لئے خزانہ میں جمع کر دیا۔ اس کے سوا جو کچھ ہے وہ دوسروں کا مال ہے۔ لوگوں کے لئے جمع کر رہا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا تم میں سے ایسا کون شخص ہے جس کو اپنے وارث کا مال اپنے سے اچھا لگے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسا کون ہو گا جس کو دوسرے کا مال اپنے سے زیادہ محبوب ہو۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اپنا مال صرف وہی ہے جو آگے بھیج دیا جائے اور جو چھوڑ دیا جائے وہ وارث کا مال ہے۔“

### ۱۱۔ حضرت جعفرؓ کا قصہ

حضرت جَعْفَرُ طَيَّارٌ حُضُورِ اَقْدَسَ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے چچا زاد بھائی اور حضرت علیؓ کے حقیقی بھائی ہیں۔ اول تو یہ سارا ہی گھرانہ اور خاندان بلکہ آلِ اولاد سخاوت، کرم، شجاعت، بہادری میں ممتاز ہے اور میں لیکن حضرت جَعْفَرُ مساکین کے ساتھ خاص تعلق رکھتے تھے اور زیادہ اُٹھنا بیٹھنا غریبوں کے ساتھ ہوتا تھا۔ کفار کی تکالیف سے تنگ ہو کر اول حبشہ کی ہجرت کی اور کفار نے وہاں بھی چھپا کیا تو نجاشی کے یہاں اپنی صفائی پیش کرنا پڑی جس کا قصہ پہلے باب کے ”۱“ پر گذرا۔ وہاں سے واپسی پر مدینہ طیبہ کی ہجرت کی اور غزوہٴ مُمُوتہ میں شہید ہوئے جس کا قصہ اگلے باب کے ختم پر آ رہا ہے اُن کے انتقال کی خبر پر حضورؐ ان کے گھر تغزیت کے طور پر تشریف لے گئے اور ان کے صاحبزادوں عبد اللہ اور عون اور محمدؓ کو بلا لیا۔ وہ سب کم عمر تھے۔ اُن کے سر پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا فرمائی ساری ہی اولاد میں باپ کا رنگ تھا مگر عبد اللہؓ میں سخاوت کا مضمون بہت زیادہ تھا۔ اسی وجہ

سے ان کا لقب قُطْبُ السَّخَّار، سخاوت کا قُطْبُ تھا۔ سات برس کی عمر میں حُضُورِ اُقْدَس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بیعت ہوئی۔ ابنی عبد اللہ بن جعفرؓ سے کسی شخص نے حضرت علیؓ کو کرم اللہ وجہہؓ کے یہاں سفارش کرائی۔ ان کی سفارش پر اُس کا کام ہو گیا۔ تو اس نے نذرانہ کے طور پر چالیس ہزار دُرہم بھیجے۔ انہوں نے واپس کر دیے کہ ہم لوگ اپنی نیکی کو فروخت نہیں کیا کرتے۔ ایک مرتبہ کہیں سے دو ہزار دُرہم نذرانہ میں آئے۔ اسی مجلس میں تقسیم فرما دیئے۔ ایک تاجر بہت سی شکر لے کر آیا مگر بازار میں فروخت نہ ہوئی۔ اس کو فکر درج ہوا۔ عبد اللہ بن جعفرؓ نے اپنے کارندوں سے کہا کہ ساری شکر اس سے خرید لو اور لوگوں میں مُفَنَّت لٹا دو۔ رات کو قبیلہ میں جو مہمان آجاتا تھا وہ ان کے یہاں سے کھانا پینا ہر قسم کی ضروریات پوری کرتا۔ حضرت زُبَیْرؓ ایک لڑائی میں شریک تھے، ایک دن اپنے بیٹے عبد اللہ کو وصیت فرمائی کہ میرا خیال یہ ہے کہ آج میں شہید ہو جاؤں گا۔ تم میرا قرضہ ادا کر دینا اور فلاں فلاں کام کرنا۔ یہ وصیتیں کر کے اسی دن شہید ہو گئے۔ صاحبزادہ نے جب قرضہ کو جوڑا تو بائیس لاکھ درہم تھے اور یہ قرضہ بھی اس طرح ہوا تھا کہ امانت دار بہت مشہور تھے۔ لوگ اپنی اپنی امانتیں بہت کثرت سے رکھتے یہ فرمادیتے کہ رکھنے کی جگہ تو میرے پاس نہیں یہ رقم قرض ہے۔ جب تمہیں ضرورت ہو لے لینا۔ یہ کہہ کر اس کو صدقہ کر دیتے اور یہ بھی وصیت کی کہ جب کوئی مشکل پیش آئے تو میرے مولیٰ سے کہہ دینا۔ عبد اللہؓ کہتے ہیں کہ میں مولیٰ کو نہ سمجھا۔ میں نے پوچھا کہ آپ کے مولیٰ کون؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ۔ چنانچہ حضرت عبد اللہؓ نے تمام قرضہ ادا کر دیا۔ کہتے ہیں کہ جب کوئی دقت پیش آتی میں کہتا کہ اے زُبَیْرؓ کے مولیٰ فلاں کام نہیں ہوتا۔ وہ فوراً ہو جاتا۔ یہ عبد اللہ بن زُبَیْرؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ ان عبد اللہ بن جعفرؓ سے کہا کہ میرے والد کے قرضہ کی فہرست میں تمہارے ذمہ دس لاکھ دُرہم لکھے ہیں۔ کہنے لگے کہ جب چاہو لے لو۔ اس کے بعد معلوم ہوا کہ مجھ سے غلطی ہوئی۔ میں دوبارہ گیا۔ میں نے کہا کہ وہ تو تمہارے اُن کے ذمہ ہیں۔ کہنے لگے کہ میں نے مُعَاف کر دیئے۔ میں نے کہا کہ میں مُعَاف نہیں کراتا۔ کہنے لگے جب تمہیں سہولت ہو دے دینا۔ میں نے کہا کہ اس کے بدلہ میں زمین لے لو۔ غنیمت کے مال میں بہت سی زمین آئی ہوئی ہے۔ عبد اللہ بن جعفرؓ نے کہا اچھا۔ میں نے ایک زمین ان کو دے دی۔ جو معمولی حیثیت کی تھی۔ پانی وغیرہ بھی اس میں نہیں تھا۔ انہوں نے فوراً قبول کر لی اور غلام سے کہا کہ اس زمین میں مصلیٰ بچا دے۔ اُس نے مصلیٰ بچھا دیا۔ دو رکعت نماز وہاں پڑھی اور بہت دیر تک سجدہ میں پڑے۔ نماز سے فارغ ہو کر غلام سے کہا کہ اس جگہ کو کھودو۔ اس نے کھودنا شروع کیا۔ ایک پانی کا چشمہ



وہاں سے اُٹنے لگا۔ ف۔ ان حضرات صحابہ کرامؓ کے یہاں یہ اور اس قسم کی چیزیں جو اس باب میں لکھی گئیں کوئی بڑی بات نہ تھی۔ ان حضرات کی عام عادتیں ایسی ہی تھیں۔



## ساتواں باب



### بہادری، دلیری اور موت کا شوق

جس کا لازمی نتیجہ بہادری ہے کہ جب آدمی مرنے ہی کے سر ہو جائے تو پھر سب کچھ کر سکتا ہے ساری بزدلی، سوچ فکر زندگی ہی کے واسطے ہے اور جب مرنے کا اشتیاق پیدا ہو جائے تو نہ مال کی محبت رہے نہ دشمن کا خوف۔ کاشش مجھے بھی ان سچوں کے طفیل یہ دولت نصیب ہو جاتی۔

### ① — ابنِ محش اور حضرت سعدؓ کی دُعا

حضرت عبداللہ بن محشؓ نے عَزَّوَالہُ اُحد میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے کہا کہ اے سعد آؤ مل کر دُعا کریں۔ ہر شخص اپنی ضرورت کے موافق دُعا کرے دوسرا آمین کہے کہ یہ قبول ہونے کے زیادہ قریب ہے دونوں حضرات نے ایک کونے میں جا کر دُعا فرمائی۔ اول حضرت سعدؓ نے دُعا کی یا اللہ جب کل کو لڑائی ہو تو میرے مقابلہ میں ایک بڑے بہادر کو مقرر فرما جو سخت حملہ والا ہو وہ مجھ پر سخت حملہ کرے اور میں اس پر زور دار حملہ کروں۔ پھر مجھے اس پر فتح نصیب فرما کہ میں اس کو تیرے راستے میں قتل کروں اور اس کی غنیمت حاصل کروں۔ حضرت عبداللہؓ نے آمین کہی اور اس کے بعد حضرت عبداللہؓ نے دُعا کی۔ اے اللہ کل کو میدان میں ایک بہادر سے مقابلہ کرا جو سخت حملہ والا ہو۔ میں اس پر شدت سے حملہ کروں، وہ بھی مجھ پر زور سے حملہ کرے اور پھر وہ مجھے قتل کر دے پھر میرے ناک کان کاٹ لے۔ پھر قیامت میں جب تیرے حضور میں پیشی ہو تو تو کہے کہ عبداللہ تیرے ناک کان کیوں کاٹے گئے۔ میں عرض کروں یا اللہ تیرے اور تیرے رسولؐ کے راستے میں کاٹے گئے۔ پھر تو کہے کہ سچ ہے میرے

ہی راستے میں کاٹے گئے۔ حضرت سعدؓ نے آمین کہی۔ دوسرے دن لڑائی ہوئی اور دونوں حضرات کی دعائیں اسی طرح قبول ہوئیں جس طرح مانگی تھیں۔ سعدؓ کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن جحش کی دعا میری دعا سے بہتر تھی میں نے شام کو دیکھا کہ اُن کے ناک کان ایک تاگے میں پڑے ہوئے ہیں۔ اُحد کی لڑائی میں اُن کی تلوار بھی ٹوٹ گئی تھی حضورؐ نے اُن کو ایک ٹہنی عطا فرمائی جو اُن کے ہاتھ میں جا کر تلوار بن گئی اور عرصہ تک بعد میں رہی اور دوسو دینار کو فروخت ہوئی بیکہ دینار سونے کے ایک سکہ کا نام ہے۔ ف۔ اس قصہ میں جہاں ایک جانب کمال بہادری ہے کہ بہادر دشمن سے مقابلہ کی تمنا ہے وہاں دوسری جانب کمال عشق بھی کہ محبوب کے راستے میں بدن کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کی تمت کرے اور آخر میں جب وہ پوچھیں کہ سب کیوں ہو تو یہی عرض کروں کہ تمہارے لئے اللہ رہے گا کوئی تو تیغ ستم کے یادگاروں میں نہ مرے لاشے کے ٹکڑے دفن کرنا سوزنا روں میں

## (۲) — اُحد کی لڑائی میں حضرت علیؓ کی بہادری

غزوۃ اُحد میں مسلمانوں کو کچھ شکست ہوئی تھی جس کی بڑی وجہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد پر عمل نہ کرنا تھی جس کا ذکر باب قصہ ۱۷ میں گذر چکا۔ اس وقت مسلمان چاروں طرف سے کفار کے بیچ میں آگئے جس کی وجہ سے بہت سے لوگ شہید بھی ہوئے اور کچھ بھاگے بھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی کفار کے ایک جتھے کے پیچ میں آگئے اور کفار نے یہ مشہور کر دیا تھا کہ حضورؐ شہید ہو گئے۔ صحابہؓ اس خبر سے بہت پریشان حال تھے اور اسی وجہ سے بہت سے بھاگے بھی اور ادھر ادھر متفرق ہو گئے۔ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جب کفار نے مسلمانوں کو گھیر لیا اور حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میری نظر سے اوجھل ہو گئے تو میں نے حضورؐ کو اول نذول میں تلاش کیا نہ پایا۔ پھر شہدار میں جا کر تلاش کیا وہاں بھی نہ پایا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ حضورؐ لڑائی سے بھاگ جاتیں۔ بظاہر حق تعالیٰ شانہ ہمارے اعمال کی وجہ سے ہم پر ناراض ہوئے اس لئے اپنے پاک رسولؐ کو آسمان پر اُٹھا لیا اس لئے اب اس سے بہتر کوئی صورت نہیں کہ میں بھی تلوار لے کر کافروں کے جتھے میں گھس جاؤں یہاں تک کہ مارا جاؤں۔ میں نے تلوار لے کر حملہ کیا یہاں تک کہ کفار بیچ میں سے ہٹتے گئے اور میری نگاہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑ گئی تو سجدہ مسرت ہوئی اور میں نے سمجھا کہ اللہ جل شانہ نے ملائکہ کے ذریعہ سے اپنے محبوب کی حفاظت کی۔ میں حضورؐ کے پاس جا کر کھڑا ہوا کہ ایک جماعت کی جماعت کفار کی حضورؐ پر حملہ کے لئے آئی۔



حضورؐ نے فرمایا۔ علیؑ ان کو روکو۔ میں نے تنہا اس جماعت کا مقابلہ کیا اور ان کے منہ پھیر دیئے اور بعضوں کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد پھر ایک اور جماعت حضورؐ پر حملہ کی نیت سے بڑھی۔ آپؐ نے پھر حضرت علیؑ کی طرف اشارہ فرمایا۔ انہوں نے پھر تنہا اس جماعت کا مقابلہ کیا۔ اس کے بعد حضرت جبریلؑ نے آکر حضرت علیؑ کی اس جوانمردی اور مدد کی تعریف کی تو حضورؐ نے فرمایا اِنَّهُ مِنِّيْ ذَا اَنَا مِنْهُ "بیشک علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں" یعنی کمال اتحاد کی طرف اشارہ فرمایا تو حضرت جبریلؑ نے عرض کیا ذَا اَنَا مِنْكُمْ "میں تم دونوں سے ہوں" ف ایک تنہا آدمی کا جماعت سے بھر جانا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ذات کو نہ پا کر مرجانے کی نیت سے کفار کے جگمگے میں گھس جانا جہاں ایک طرف حضورؐ کے ساتھ سچی محبت اور عشق کا پتہ دیتا ہے وہاں دوسری جانب کمال بہادری اور دلیری جرات کا بھی نقشہ پیش کرتا ہے۔

### ۳۔ حضرت خنظلہؓ کی شہادت

غزوہ اُحد میں حضرت خنظلہؓ اول سے شریک نہیں تھے۔ کہتے ہیں کہ ان کی نئی شادی ہوئی تھی بیوی سے ہمبستر ہوئے تھے۔ اس کے بعد غسل کی تیاری کر رہے تھے اور غسل کرنے کے لئے بیٹھ بھی گئے، سر کو دھورہ تھے کہ ایک دم مسلمانوں کی شکست کی آواز کان میں پڑی جس کی تاب نہ لائے۔ اسی حالت میں تلوار ہاتھ میں لی اور لڑائی کے میدان کی طرف بڑھے چلے گئے اور کفار پر حملہ کیا اور برابر بڑھتے چلے گئے کہ اسی حالت میں شہید ہو گئے۔ چونکہ شہید کو اگر جنبی نہ ہو تو بغیر غسل دیتے دفن کیا جاتا ہے اس لئے ان کو بھی اسی طرح کر دیا۔ مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ملائکہ ان کو غسل دے رہے ہیں حضورؐ نے صحابہؓ سے ملائکہ کے غسل دینے کا تذکرہ فرمایا ابو سعید ساعدیؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضورؐ کا یہ ارشاد سُن کر خنظلہؓ کو جا کر دیکھا تو ان کے سر سے غسل کا پانی ٹپک رہا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے واپسی پر تحقیق فرمایا تو ان کے بغیر نہائے جانے کا قصہ معلوم ہوا۔ ف یہ بھی کمال بہادری ہے۔ بہادر آدمی کو اپنے ارادہ میں تاخیر کرنا دشوار ہوتا ہے۔ اس لئے اتنا انتظار بھی نہیں کیا کہ غسل پورا کر لیتے۔

### ۴۔ عمرو بن جموحؓ کی تمنائے شہادت

حضرت عمرو بن جموحؓ پاؤں سے لنگڑے تھے۔ ان کے چار بیٹے تھے جو اکثر حضورؐ کی خدمت میں

بھی حاضر ہوتے اور لڑائیوں میں شرکت بھی کرتے تھے بغزوہ اُحُد میں عمرو بن جموح کو بھی شوق پیدا ہوا کہ میں بھی جاؤں۔ لوگوں نے کہا کہ تم معذور ہو، لنگڑے پن کی وجہ سے چلنا دشوار ہے۔ انہوں نے فرمایا کیسی بُری بات ہے کہ میرے بیٹے تو جنت میں جائیں اور میں رہ جاؤں۔ بیوی نے بھی اُبحارنے کے لئے طعنہ کے طور پر کہا، کہ میں تو دیکھ رہی ہوں کہ وہ لڑائی سے بھاگ کر لوٹ آیا۔ عمروؓ نے یسُن کر ہتھیار لئے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کی۔ اَللّٰهُمَّ لَا تَرُدَّنِيْ اِلٰی اَهْلِيْ (اے اللہ مجھے اپنے اہل کی طرف نہ لوٹاؤ) اس کے بعد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی قوم کے منع کرنے کا اور اپنی خواہش کا اظہار کیا اور کہا کہ میں اُمید کرتا ہوں کہ اپنے لنگڑے پیر سے جنت میں چلوں پھروں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ نے تم کو معذور کیا ہے تو نہ جانے میں کیا حرج ہے۔ انہوں نے پھر خواہش کی تو آپؐ نے اجازت دے دی۔ ابو طلحہؓ کہتے ہیں کہ میں نے عمروؓ کو لڑائی میں دیکھا کہ اکڑتے ہوئے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ خدا کی قسم میں جنت کا مشتاق ہوں۔ ان کا ایک بیٹا بھی ان کے پیچھے دوڑا ہوا جاتا تھا۔ دونوں لڑتے رہے حتیٰ کہ دونوں شہید ہوئے۔ ان کی بیوی اپنے خاوند اور بیٹے کی نعش کو اونٹ پر لاد کر دفن کے لئے مدینہ لانے لگیں تو وہ اونٹ بیٹھ گیا۔ بڑی دقت سے اس کو مار کر اٹھایا اور مدینہ لانے کی کوشش کی مگر وہ اُحد ہی کی طرف کا منہ کرتا تھا۔ اُن کی بیوی نے حضورؐ سے ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اونٹ کو یہی حکم ہے۔ کیا عمروؓ چلتے ہوئے کچھ کہہ کر گئے تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے یہ دعا کی تھی۔ اَللّٰهُمَّ لَا تَرُدَّنِيْ اِلٰی اَهْلِيْ آپؐ نے فرمایا۔ اسی وجہ سے یہ اونٹ اس طرف نہیں جاتا۔ اسی کا نام ہے جنت کا شوق اور یہی ہے وہ سچا عشق اللہ کا اور اس کے رسولؐ کا جس کی وجہ سے صحابہؓ کہاں سے کہاں پہنچ گئے کہ ان کے جذبے مرنے کے بعد بھی ویسے ہی رہتے۔ بہتری کوشش کی کہ اونٹ چلے۔ مگر یا تو وہ بیٹھ جاتا یا اُحد کی طرف چلتا تھا۔

## ۵ حضرت مُصْعَب بن عُمیرؓ کی شہادت

حضرت مُصْعَب بن عُمیرؓ اسلام لانے سے پہلے بڑے ناز کے پلے ہوئے اور مالدار لڑکوں میں تھے ان کے باپ اُن کے لئے دو دو سو درہم کا جوڑا خرید کر پہناتے تھے۔ نو عمر تھے بہت زیادہ ناز و نعمت میں پرورش پاتے تھے۔ اسلام کے شروع ہی زمانے میں گھر والوں سے چھپ کر مسلمان ہو گئے اور اسی حالت میں رہتے کسی نے اُن کے گھر والوں کو بھی خبر کر دی۔ انہوں نے اُن کو باندھ کر



قید کر دیا۔ کچھ روز اسی حالت میں گزرے۔ اور جب موقع ملا تو چھپ کر بھاگ گئے اور جو لوگ حبشہ کی ہجرت کر رہے تھے ان کے ساتھ ہجرت کر کے چلے گئے۔ وہاں سے واپس آ کر مدینہ منورہ کی ہجرت فرمائی اور زہد و فقر کی زندگی بسر کرنے لگے اور ایسی تنگی کی حالت تھی کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ حضرت مضعبؓ سامنے سے گزرے۔ اُن کے پاس صرف ایک چادر تھی جو کئی جگہ سے پھٹی ہوئی تھی اور ایک جگہ بجائے کپڑے کے چمڑے کا پیوند لگا ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی اس حالت اور اس پہلی حالت کا تذکرہ فرماتے ہوئے آنکھوں میں آنسو بھرا لائے غزوہ اُحد میں مہاجرین کا جھنڈا اُن کے ہاتھ میں تھا۔ جب سلمان بنایت پریشانی کی حالت میں منتشر ہو رہے تھے تو یہ جھے ہوئے کھڑے تھے۔ ایک کافران کے قریب آیا اور تلوار سے ہاتھ کاٹ دیا کہ جھنڈا اگر جاوے، اور مسلمانوں کو گویا کھلی شکست ہو جائے۔ انہوں نے فوراً دوسرے ہاتھ میں لے لیا۔ اس نے دوسرے ہاتھ کو بھی کاٹ ڈالا۔ انہوں نے دونوں بازوؤں کو جوڑ کر سینہ سے جھنڈے کو چمٹا لیا کہ گویے نہیں۔ اس نے ان کے تیر مارا جس سے شہید ہو گئے مگر زندگی میں جھنڈے کو نہ گرنے دیا۔ اس کے بعد جھنڈا اگر جس کو فوراً دوسرے شخص نے اٹھالیا۔ جب اُن کو دفن کرنے کی نوبت آئی تو صرف ایک چادر اُن کے پاس تھی جو پورے بدن پر نہیں آتی تھی۔ اگر سر کی طرف سے ڈھانکا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں کی طرف کی جاتی تو سر کھل جاتا۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ چادر کو سر کی جانب کر دیا جائے اور پاؤں پر اذخر کے پتے ڈال دیئے جائیں۔ ف۔ یہ آخری زندگی ہے اس نازک اور نازوں سے پلے ہوئے کی جو دو سو درہم کا جوڑا پہنتا تھا کہ آج اس کو کفن کی ایک چادر بھی پوری نہیں ملتی اور اس پر ہمت یہ کہ زندگی میں جھنڈا نہ گرنے دیا۔ دونوں ہاتھ کٹ گئے۔ مگر پھر بھی اس کو نہ چھوڑا۔ بڑے نازوں کے پلے ہوئے تھے۔ مگر ایمان ان لوگوں کے دلوں میں کچھ اس طرح سے جمنا تھا کہ پھر وہ اپنے سوا کسی چیز کا بھی نہ چھوڑتا تھا۔ روپیہ، پیسہ، راحت، آرام ہر قسم کی چیز سے ہٹا کر اپنے میں لگا لیتا تھا۔

## ۶) قادیسیہ کی لڑائی میں حضرت سعدؓ کا خط

عراق کی لڑائی کے وقت حضرت عمرؓ کا ارادہ خود لڑائی میں شرکت فرمانے کا تھا۔ عوام اور خواص دونوں قسم کے مجمعوں سے کئی روز تک اس میں مشورہ ہوتا رہا کہ حضرت عمرؓ کا خود شریک ہونا زیادہ مناسب ہے یا مدینہ رہ کر لشکروں کے روانہ کرتے رہنے کا انتظام زیادہ مناسب

ہے عوام کی رائے تھی کہ خود شرکت مناسب ہے اور خواص کی رائے تھی کہ دوسری صورت زیادہ بہتر ہے۔ مشوروں کی گفتگو میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا بھی تذکرہ آگیا۔ ان کو سب نے پسند کر لیا کہ اگر ان کو بھیجا جاوے تو بہت مناسب ہے۔ پھر حضرت عمرؓ کے جانے کی ضرورت نہیں۔ حضرت سعدؓ بڑے بہادر اور عرب کے شیروں میں شمار ہوتے تھے۔ غرض یہ تجویز ہو گئی اور ان کو بھیج دیا گیا۔ جب قادیسیہ پر حملہ کے لئے پہنچے تو شاہ کسریٰ نے ان کے مقابلہ کے لئے رستم کو جو مشہور پہلوان تھا تجویز کیا۔ رستم نے ہر چند کوشش کی اور بادشاہ سے بار بار اس کی درخواست کی کہ مجھے اپنے پاس رہنے دیں۔ خوف کا غلبہ تھا مگر اظہار اس کا کرتا تھا کہ میں یہاں سے لشکروں کے بھیجے میں اور صلاح مشورہ میں مدد دوں گا۔ مگر بادشاہ نے جس کا نام یزدجردؓ تھا قبول نہ کیا اور اس کو مجبوراً جنگ میں شریک ہونا پڑا۔ حضرت سعدؓ جب روانہ ہونے لگے تو حضرت عمرؓ نے ان کو وصیت فرمائی جس کے الفاظ کا مختصر ترجمہ یہ ہے: "سعدؓ تمہیں یہ بات دھوکہ میں نہ ڈالے کہ تم حضورؐ کے ماموں کہلاتے ہو اور حضورؐ کے صحابیؓ ہو۔ اللہ تعالیٰ بڑائی کو بڑائی سے نہیں دھوٹے بلکہ بڑائی کو بھلاتی سے دھوٹے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اور بندوں کے درمیان کوئی رشتہ نہیں ہے اس کے یہاں صرف اس کی بندگی مقبول ہے۔ اللہ کے یہاں شریف و ذلیل سب برابر ہیں سب ہی اس کے بندے ہیں اور وہ سب کا رب ہے۔ اس کے انعامات بندگی سے حاصل ہوتے ہیں۔ ہر امر میں اس چیز کو دیکھنا جو حضورؐ کا طریقہ تھا وہی عمل کی چیز ہے۔ میری اس نصیحت کو یاد رکھنا۔ تم ایک بہت بڑے کام کے لئے بھیجے جا رہے ہو۔ اس سے ٹھیکار صرف حق کے اتباع سے ہو سکتا ہے۔ اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو خوبی کا عادی بنانا۔ اللہ کے خوف کو اختیار کرنا اور اللہ کا خوف دہاتوں میں جمع ہوتا ہے، اس کی اطاعت میں اور گناہ سے پرہیز کرنے میں۔ اور اللہ کی اطاعت جس کو بھی نصیب ہوئی، دنیا سے بغض اور آخرت کی محبت سے نصیب ہوئی۔" اس کے بعد حضرت سعدؓ نہایت بلاشت سے لشکر لے کر روانہ ہوئے جس کا اندازہ اس خط سے ہوتا ہے جو انہوں نے رستم کو لکھا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں: "فَإِنَّ مَعِيَ قَوْمًا يُحِبُّونَ الْمَوْتَ كَمَا يُحِبُّونَ الْأَعَاجِمَ الْخَمْرَ بِشَيْكٍ مِثْرَ بَيْتٍ"۔ ساتھ ایسی جماعت ہے جو موت کو ایسا ہی محبوب رکھتی ہے جیسا کہ تم لوگ شراب پینے کو محبوب رکھتے ہو۔ "ف" شراب کے دل دادوں سے پوچھو کہ اس میں کیا مزہ ہے جو لوگ موت کو ایسا محبوب رکھتے ہوں کامیابی کیوں نہ ان کے قدم عجمے۔

لے لے اشہر سے تفسیر عزیزی اول۔



## ۷۔ حضرت وُثیب بن قاہوسؓ کی اُحد میں شہادت

حضرت وُثیب بن قاہوسؓ ایک صحابی ہیں جو کسی وقت میں مسلمان ہوئے تھے اور اپنے گھر کسی گاؤں میں رہتے تھے۔ بکریاں چراتے تھے۔ اپنے بھتیجے کے ساتھ ایک رُسی میں بکریاں بانٹے ہوئے مدینہ منورہ پہنچے پوچھا کہ حضورؐ کہاں تشریف لے گئے۔ معلوم ہوا کہ اُحد کی لڑائی پر گئے ہوئے ہیں۔ بکریوں کو وہیں چھوڑ کر حضورؐ کے پاس پہنچ گئے۔ اتنے میں ایک جماعت کُفار کی حملہ کرتی ہوئی آئی حضورؐ نے فرمایا جو ان کو مُنتشر کر دے وہ جنت میں میرا ساتھی ہے۔ حضرت وُثیبؓ نے زور سے تلوار چلائی شروع کی اور سب کو ہٹا دیا۔ دوسری مرتبہ پھر یہی صورت پیش آئی تیسری مرتبہ پھر ایسا ہی ہوا۔ حضورؐ نے ان کو جنت کی خوشخبری دی۔ اس کا سُنا تھا کہ تلوار لے کر کُفار کے جنگھٹے میں گھس گئے اور شہید ہوئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کہتے ہیں کہ میں نے وُثیبؓ جیسی دلیری اور بہادری کسی کی بھی لڑائی میں نہیں دیکھی اور شہید ہونے کے بعد حضورؐ کو میں نے دیکھا کہ وُثیبؓ کے سر ہانے کھڑے تھے اور ارشاد فرماتے تھے کہ اللہ تم سے راضی ہو میں تم سے راضی ہوں اس کے بعد حضورؐ نے خود اپنے دست مبارک سے دفن فرمایا باوجودیکہ اس لڑائی میں حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی زخمی تھے حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ مجھے کسی کے عمل پر بھی اتنا رشک نہیں آیا جتنا وُثیبؓ کے عمل پر آیا۔ میرا دل چاہتا ہے کہ اللہ کے یہاں ان جیسا اعمال نامہ لے کر پہنچوں۔ ف ان پر رشک اس خاص کارنامہ کی وجہ سے ہے کہ جان کو جان نہیں سمجھا اور نہ خود حضرت عمرؓ اور دوسرے حضرات کے دوسرے کارنامے اس سے کہیں بڑھے ہوئے ہیں۔

## ۸۔ بَیْرَمَعُونہ کی لڑائی

بَیْرَمَعُونہ کی ایک شہور لڑائی ہے جس میں نثر صحابہؓ کی ایک بڑی جماعت پوری کی پوری شہید ہوئی جن کو قُترامہ کہتے ہیں۔ اس لئے کہ سب حضرات قرآن مجید کے حافظ تھے اور سوائے چند مُہاجرین کے اکثر انصار تھے حضورؐ کو ان کے ساتھ بڑی محبت تھی۔ کیونکہ یہ حضرات رات کا اکثر حصہ ذکر و تلاوت میں گزارتے تھے اور دن کو حضورؐ کی بیبیوں کے گھروں کی ضروریات لکڑی پانی وغیرہ پہنچایا کرتے تھے۔ اس مقبول جماعت کو نجد کا رہنے والا قوم بنی عامر کا ایک شخص جس کا نام عامر بن مالک اور کنیت ابو براء تھی اپنے ساتھ اپنی پناہ میں تبلیغ اور وعظ کے نام سے لے گیا تھا۔ حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

بھی فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ میرے اصحاب کو مصفرت نہ پہنچے مگر اس شخص نے بہت زیادہ اطمینان دلا یا آپ نے ان ستر صحابہ کو ہمراہ کر دیا اور ایک والا نامہ عامر بن طفیل کے نام جو بنی عامر کا رئیس تھا، تحریر فرمایا جس میں اسلام کی دعوت تھی یہ حضرات مدینہ سے رخصت ہو کر میرٹھ پہنچے تو ٹھہر گئے اور دوسا تھی ایک حضرت عمر بن اُمیہ دوسرے حضرت مُنذر بن عُمرب کے اُونٹوں کو لے کر چرانے کے لئے تشریف لے گئے۔ اور حضرت حرامؓ اپنے ساتھ دو حضرات کو ساتھیوں میں سے لے کر عامر بن طفیل کے پاس حضورؐ کا والہ نامہ دینے کے لئے تشریف لے گئے۔ قریب پہنچ کر حضرت حرامؓ نے اپنے دونوں ساتھیوں سے فرمایا کہ تم یہیں ٹھہر جاؤ میں آگے جاتا ہوں۔ اگر میرے ساتھ کوئی دغا نہ کی گئی تو تم بھی چلے آنا ورنہ نہیں سے واپس ہو جانا کہ تین کے ماسے جانے سے ایک کا مارا جانا بہتر ہے۔ عامر بن طفیل اس عامر بن لکھ کا بھتیجا تھا جو ان صحابہؓ کو اپنے ساتھ لایا تھا۔ اس کو اسلام سے اور مسلمانوں سے خاص عداوت تھی۔ حضرت حرامؓ نے والا نامہ دیا تو اس نے غصہ میں پڑھا بھی نہیں بلکہ حضرت حرامؓ کے ایک یا نیزہ مارا جو پار نکل گیا۔ حضرت حرامؓ فرُزْتُ دَرَبِ الْكَعْبَةِ (رب کعبہ کی قسم میں تو کامیاب ہو گیا) کہہ کر جان بحق ہوتے۔ اس نے نہ اس کی پرواہ کی کہ قاصد کو مارنا کسی قوم کے نزدیک بھی جائز نہیں اور نہ اس کا لحاظ کیا کہ میرا چچا ان حضرات کو اپنی پناہ میں لایا ہے۔ ان کو شہید کرنے کے بعد اس نے اپنی قوم کو جمع کیا اور اس پر آمادہ کیا کہ ان مسلمانوں میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑو لیکن ان لوگوں نے ابو براءؓ کی پناہ کی وجہ سے تردد کیا تو اُس نے اُس پاس کے اور لوگوں کو جمع کیا اور بہت بڑی عجمت کے ساتھ ان ستر صحابہؓ کا مقابلہ کیا یہ حضرات آخر کہاں تک مقابلہ کرتے چاروں طرف سے کفار میں گھرے ہوتے تھے۔ بجز ایک کعب بن زید کے جن میں کچھ زندگی کی رُمق باقی تھی اور کفار ان کو مردہ سمجھ کر چھوڑ گئے تھے۔ باقی سب شہید ہو گئے۔ حضرت مُنذرؓ اور عمرؓ جو اونٹ چرانے گئے ہوتے تھے انہوں نے آسمان کی طرف دیکھا تو مردار خور جانور اڑ رہے تھے۔ دونوں حضرات یہ کہہ کر لوٹے کہ ضرور کوئی حادثہ پیش آیا۔ یہاں آکر دیکھا تو اپنے ساتھیوں کو شہید پایا اور سواروں کو خون کی بھری ہوئی تلواریں لئے ہوئے ان کے گرد چکر لگاتے دیکھا۔ یہ حالت دیکھ کر دونوں حضرات بے ہوش ہو گئے اور باہم مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیے۔ عمر بن اُمیہؓ نے کہا کہ چلو واپس چل کر حضورؐ کو اطلاع دیں مگر حضرت مُنذرؓ نے جواب دیا کہ خبر تو ہو ہی جاوے گی۔ میرا تو دل نہیں ماننا کہ شہادت کو چھوڑوں اور اس جگہ سے چلا جاؤں جہاں ہمارے دوست پڑے سو رہے ہیں۔ آگے بڑھو اور ساتھیوں سے جاملو۔ چنانچہ دونوں آگے بڑھے اور میدان میں کود گئے۔ حضرت مُنذرؓ شہید ہوتے اور حضرت عمر بن اُمیہؓ گرفتار ہوئے مگر چونکہ عامر کی ماں کے ذمہ کسی منت کے سلسلہ میں ایک غلام کا آزاد



کرنا تھا اس لئے عامر نے اُن کو اس مَنت پر آزاد کیا۔ ان حضرات میں حضرت ابو بکر صدیق کے لئے حضرت عامر بن فہیر بھی تھے۔ ان کے قاتل جبار بن سلمیٰ کہتے ہیں کہ میں نے جب اُن کے برہنہ اور وہ شہید ہوئے تو انہوں نے کہا فُزْتُ وَاللّٰہُ "خدا کی قسم میں کامیاب ہو گیا" اُس کے میں نے دیکھا کہ ان کی نعش آسمان کو اڑی چلی گئی۔ میں بہت متحیر ہوا اور میں نے بعد میں لوگوں سے پوچھا کہ میں نے خود برہنہ مارا وہ مرے لیکن پھر بھی وہ کہتے ہیں میں کامیاب ہو گیا، تو وہ کامیابی کھٹی۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ کامیابی جنت کی تھی۔ اس پر میں مسلمان ہو گیا۔ **ف** یہی ہیں وہ جن پر اسلام کو بجا طور پر فخر ہے بیشک موت ان کے لئے شراب سے زیادہ محبوب تھی اور کہیں نہ ہوتی جب دنیا میں کام ہی ایسے کئے تھے جن پر اللہ کے یہاں کی سرخروئی یقینی تھی۔ اس لئے مرتا تھا وہ کامیاب ہوتا تھا۔

## ۹۔ حضرت عمرؓ کا قول کہ کھجوریں کھانا طویل زندگی ہے

عزوة بدر میں حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے سے ارشاد فرمایا کہ اٹھو اور بڑھو ایسی جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان وزمین سے کہیں سے اور مسقیوں کے واسطے بنائی گئی ہے۔ حضرت عمرؓ بن الخطابؓ ایک صحابی ہیں وہ بھی کُسن تھے کہنے لگے واہ واہ۔ حضورؐ نے فرمایا۔ واہ واہ کس بات پر کہا عرض کیا یا رسول اللہ مجھے یہ تمنا ہے میں بھی ان میں سے ہوتا آپؐ نے فرمایا۔ تم بھی ان میں سے ہو۔ اس کے بعد جھولی میں سے چند کھجور نکال کر کھانے لگے۔ اس کے بعد کہنے لگے کہ ان کھجوروں کے ختم ہونے کا انتظار جو ہاتھ میں ہے لمبی زندگی ہے کہاں تک انتظار کروں گا۔ یہ کہہ کر ان کو پھینک دیا اور تلوار لے کر مجمع میں کُسن اور شہید ہونے تک لڑتے رہے۔ **ف** حقیقت میں یہی لوگ جنت کے قدردان ہیں اور اللہ یقین رکھنے والے۔ ہم لوگوں کو بھی اگر یقین نصیب ہو جائے تو ساری باتیں سہل ہو جائیں۔

## ۱۰۔ حضرت عمرؓ کی ہجرت

حضرت عمرؓ کا تو ذکر ہی کیا ہے بچہ بچہ ان کی بہادری سے واقف اور شجاعت کا مستحضر ہے۔ اسلام کے شروع میں جب مسلمان سب ہی ضعف کی حالت میں تھے حضورؐ نے خود کی قوت کے واسطے عمرؓ کے مسلمان ہونے کی دعا کی جو قبول ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

ہیں کہ ہم لوگ کعبہ کے قریب اس وقت تک نماز نہیں پڑھ سکتے تھے جب تک کہ عمرؓ مسلمان نہیں ہوئے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اول اول ہر شخص نے ہجرت چھپ کر کی مگر جب سر نے ہجرت کا ارادہ کیا تو تلوار گلے میں ڈالی، کمان ہاتھ میں لی اور بہت سے تیر ساتھ لے لے۔ اول مسجد میں گئے۔ طوف اطمینان سے کیا۔ پھر نہایت اطمینان سے نماز پڑھی اس کے بعد کفار کے مجموعوں میں گئے اور فرمایا کہ جس کا یہ دل چاہے کہ اس کی ماں اس کو روئے، اس کی بیوی راند ہو، اس کے بچے یتیم ہوں وہ مکہ سے باہر آکر میرا مقابلہ کرے۔ یہ الگ الگ جماعتوں کو سنا کر تشریف لے گئے۔ کسی ایک شخص کی بھی ہمت نہ پڑی کہ پیچھا کرتا رہے۔

### ۱۱ — غزوہ موتہ کا قصہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف بادشاہوں کے پاس تبلیغی دعوت نامے ارسال فرمائے تھے۔ ان میں ایک خط حضرت حارث بن عوفؓ ازدی کے ہاتھ بصری کے بادشاہ کے پاس بھی بھیجا تھا۔ جب یہ موتہ پہنچے تو شرجیل غسانی نے جو قیصر کے حکام میں سے ایک شخص تھا ان کو قتل کر دیا۔ قاصد کو قتل کسی کے نزدیک بھی پسندیدہ نہیں جھنڈو کو یہ بات بہت گراں ہوئی اور آپؐ نے تین ہزار کا ایک شکر تجویز فرما کر حضرت زید بن حارثہ کو ان پر امیر مقرر فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر یہ شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالبؓ امیر بناتے جائیں، وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبد اللہ بن رواحہؓ امیر ہوں، وہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر مسلمان جس کو دل چاہے امیر بنالیں۔ ایک یہودی اس گفتگو کو سن رہا تھا۔ اس نے کہا یتیموں کو حضور شہید ہوں گے پہلے انبیاء کی اس قسم کی کلام کا یہی مطلب ہوتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفید جھنڈا بنا کر حضرت زیدؓ کے حوالے فرمایا اور خود مع ایک جماعت کے ان حضرات کو مخصت فرمانے تشریف لے گئے۔ شہر کے باہر جب پہنچانے والے واپس آنے لگے تو ان مجاہدین کے لئے دعا کی کہ حق تعالیٰ شانہ تم کو سلامتی کے ساتھ کامیابی کے ساتھ واپس لائے اور ہر قسم کی بُرائی سے محفوظ رکھے۔ حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ نے اس کے جواب میں تین شعر پڑھے جن کا مطلب یہ تھا کہ میں تو اپنے رب سے گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ ایک ایسی تلوار ہو جس سے میرے خون کے فوارے چھوٹنے لگیں یا ایسا برچھا ہو جو آنتوں اور کلیجہ کو چیرتا ہوا نکل جائے اور جب لوگ میری قبر پر گزریں تو یہ کہیں کہ اللہ تجھ غازی کو رشید اور کامیاب کرے واقعی تو تو رشید اور کامیاب تھا۔ اس کے بعد یہ حضرات روانہ ہو گئے۔



شرعیہ کو بھی ان کی روانگی کا علم ہوا وہ ایک لاکھ فوج کے ساتھ مقابلہ کے لئے تیار ہوا۔ یہ حضرات کچھ آگے چلے تو معلوم ہوا کہ خود ہرقل روم کا بادشاہ بھی ایک لاکھ فوج ساتھ لئے ہوئے مقابلہ کے لئے آ رہا ہے۔ ان حضرات کو اس خبر سے رُذد ہوا کہ اتنی بڑی جمعیت کا مقابلہ کیا جاوے یا حضور ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی جاوے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے لکار کر فرمایا اے لوگو! تم کس بات سے گھبرا رہے ہو، تم کس چیز کے ارادے سے نکلے ہو۔ تمہارا مقصود شہید ہو جانا ہے یا کبھی بھی قوت اور آدمیوں کی کثرت کے زور پر نہیں لڑے۔ ہم صرف اس دین کی وجہ سے لڑے جس کی وجہ سے اللہ نے ہمیں احکام نصیب فرمایا ہے۔ آگے بڑھو، دو کامیابیوں میں سے ایک ضروری ہے یا شہادت یا غلبہ۔ یہ سن کر مسلمانوں نے ہمت کی اور آگے بڑھ گئے۔ حتیٰ کہ مؤثر پر لڑائی شروع ہو گئی۔ حضرت زیدؓ نے جھنڈا ہاتھ میں لیا اور میدان میں پہنچے۔ گھمسان کی لڑائی شروع ہوتی۔ شریعہ کا بھائی بھی مارا گیا اور اس کے ساتھی بھاگ گئے۔ خود شریعہ بھی بھاگ کر ایک قلعہ چھپ گیا اور ہرقل کے پاس مدد کے لئے آدمی بھیجا۔ اُس نے تقریباً دو لاکھ فوج بھیجی اور لڑائی زور سے ہوتی رہی۔ حضرت زیدؓ شہید ہوئے تو حضرت جعفرؓ نے جھنڈا لیا اور اپنے گھوڑے کے خود ہی پاؤں دیتے تاکہ واپسی کا خیال بھی دل میں نہ آئے اور چند اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔ اے لوگو! کیا یہ چیز ہے جنت اور کیا یہی اچھا ہے اس کا قریب ہونا۔ کتنی بہترین چیز ہے اور کتنا ٹھنڈا ہے اس اور ملک روم کے لوگوں پر عذاب کا وقت آ گیا۔ مجھ پر بھی لازم ہے کہ ان کو ماروں۔ یہ اشعار پڑھنے لگے گھوڑے کے پاؤں خود ہی کاٹ چکے تھے کہ واپسی کا خیال بھی دل میں نہ آوے اور تلوار کے کراڑے کے مجمع میں گھس گئے۔ امیر ہونے کی وجہ سے جھنڈا بھی انہی کے پاس تھا۔ اول جھنڈا دائیں ہاتھ میں لیا۔ کافروں نے دایاں ہاتھ کاٹ دیا کہ جھنڈا گر جاتے۔ انہوں نے فوراً بائیں ہاتھ میں لیا۔ انہوں نے وہ بھی کاٹا تو انہوں نے دونوں بازوؤں سے اُس کو تھاما اور منہ سے مضبوط پکڑ لیا۔ ایک شخص پیچھے سے اُن کے دو ٹکڑے کر دیئے جس سے یہ گر پڑے۔ اس وقت ان کی عمر تینتیس سال کی تھی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ ہم نے بعد میں نعشوں میں سے حضرت جعفرؓ کو جب اٹھایا تو اُن کے بدن کے اگلے حصہ میں نوٹے زخم تھے جب یہ شہید ہو گئے تو لوگوں نے عبداللہ بن رواحہؓ کو آواز دی لشکر کے ایک کونہ میں گوشت کا ٹکڑا کھا رہے تھے کہ تین دن سے کچھ چکھنے کو بھی نہ ملا تھا۔ وہ آواز سن کر گوشت کے ٹکڑے کو پھینک کر اپنے آپ کو ملامت کرتے ہوئے کہ جعفرؓ تو شہید ہو جائیں اور دنیا میں مشغول رہے۔ آگے بڑھے اور جھنڈا لے کر قتال شروع کر دیا۔ انگلی میں زخم آیا وہ شک

انہوں نے پاؤں سے اس کٹی ہوئی انگلی کو دبا کر ہاتھ کھینچا وہ الگ ہو گئی۔ اس کو پھینک دیا اور آگے بڑھے۔ اس گھمسان اور پریشانی کی حالت میں تھوڑا سا ترڈو بھی پیش آیا کہ نہ ہمت نہ مقابلہ کی طاقت۔ لیکن اس ترڈو کو تھوڑی سی دیر گزری تھی کہ اپنے دل کو مخاطب بنا کر کہا۔ اودل کس چیز کا ابشتیاق باقی ہے جس کی وجہ سے ترڈو ہے۔ کیا بیوی کا ہے تو اس کو تین طلاق، یا غلاموں کا ہے تو وہ سب آزاد۔ یا باغ کا ہے تو وہ اللہ کے راستہ میں صدقہ۔ اس کے بعد چند شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔ قسم ہے اودل تجھے اُترنا ہوگا، خوشی سے اُتر یا ناگواری سے اُتر تجھے اطمینان کی زندگی گزارتے ہوئے ایک زماں گزر چکا۔ سوچ تو آخر تو ایک قطرہ منی ہے۔ دیکھ کافر لوگ مسلمانوں پر کھینچے ہوئے آرہے ہیں۔ تجھے کیا ہوا کہ جنت کو پسند نہیں کرتا۔ اگر تو قتل نہ ہوا تو ویسے بھی آخر مرے ہی گا۔ اُس کے بعد گھوڑے سے اُترے۔ ان کے چچا زاد بھائی گوشت کا ایک ٹکڑا لائے کہ ذرا سا کھا لو، کم رسیدھی کر لو۔ کئی دن سے کچھ نہیں کھایا۔ انہوں نے لے لیا۔ اتنے میں ایک جانب سے ہتے کی آواز آئی۔ اس کو پھینک دیا اور تلوار لے کر جماعت میں گھس گئے اور شہید ہونے تک تلوار چلاتے رہے **ف** صحابہ کی پوری زندگی کا یہی نمونہ ہے۔ اُن کا ہر ہر قصہ دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کے شوق کا سبق دیتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تو پوچھنا ہی کیا تا بعین پر بھی یہی رنگ چڑھا ہوا تھا۔ ایک قصہ پر اس باب کو ختم کرتا ہوں جو دوسرے رنگ کا ہے دشمن سے مقابلہ کے نمونے تو آپ دیکھ ہی چکے ہیں۔ اب حکومت کے سامنے کا منظر بھی دیکھ لیجئے۔ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ **أَفْضَلُ الْإِمَارَةِ كَلِمَةٌ حَقٌّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَدِّ بِهَيْرِنِ جِهَادِ ظَالِمٍ بَادِشَاهِ كَيْ سَامَنِي حَقِّ بَاتِ كَبْنَاهِ** حضرت سعید بن جبیر اور حجاج کی گفتگو:۔ حجاج کا ظلم تو دنیا میں شہو ہے گو اس زمانہ کے بادشاہ باوجود ظلم و ستم کے دین کی اشاعت کا کام بھی کرتے رہتے تھے لیکن پھر بھی دین دار اور عادل بادشاہوں کے لحاظ سے وہ بدترین شمار ہوتے تھے۔ اور اس وجہ سے لوگ ان سے بیزار تھے۔ سعید بن جبیر نے بھی ابن الأشعث کے ساتھ مل کر حجاج کا مقابلہ کیا۔ حجاج، عبد الملک بن مروان کی طرف سے حاکم تھا۔ سعید بن جبیر مشہور تابعی ہیں اور بڑے علماء میں سے ہیں۔ حکومت اور بالخصوص حجاج کو ان سے بغض و عداوت تھی اور چونکہ مقابلہ کیا تھا اس لئے عداوت کا ہونا بھی ضروری تھا۔ مقابلہ میں حجاج اُن کو گرفتار نہ کر سکا۔ یہ شکست کے بعد چھپ کر مکہ مکرمہ چلے گئے۔ حکومت نے اپنے ایک خاص آدمی کو مکہ کا حاکم بنایا اور پہلے حاکم کو اپنے پاس بلا لیا۔ اس نے حاکم نے جا کر خطبہ پڑھا جس کے اخیر میں عبد الملک بن مروان بادشاہ کا یہ حکم بھی سنایا کہ جو شخص سعید بن جبیر



کو ٹھکانہ دے اس کی خیر نہیں اس کے بعد اس حاکم نے خود اپنی طرف سے بھی قسم کھانی کہ جس کے گھر میں بھی وہ ملے گا اس کو قتل کیا جائے گا۔ اور اس کے گھر کو نیز اس کے پڑوسیوں کے گھر کو ڈھاؤں گا۔ غرض بڑی دقت سے مکہ کے حاکم نے ان کو گرفتار کر کے حجاج کے پاس بھیج دیا۔ اس کو غصہ تھا اور ان کو قتل کرنے کا موقع مل گیا۔ سامنے بلایا اور پوچھا: حجاج: تیرا نام کیا ہے۔ سعید: میرا نام سعید ہے۔ حجاج: کس کا بیٹا ہے۔ سعید: جیسر کا بیٹا ہوں (سعید کا ترجمہ نیک بخت ہے) جیسر کے معنی اصلاح کی ہوتی چیز، اگرچہ ناموں میں معنی اکثر مقصود نہیں ہوتے لیکن حجاج کو ان کے نام کا اچھے معنی والا ہونا پسند نہیں آیا۔ اس لئے کہا۔ نہیں تو شقی بن کسیر ہے۔ (شقی کہتے ہیں بد بخت کو اور کسیر ٹوٹی ہوئی چیز) سعید: میری والدہ میرا نام تجھ سے بہتر جانتی تھیں۔ حجاج: تو بھی بد بختی اور تیری ماں بھی بد بخت۔ سعید: غیب کا جاننے والا تیرے علاوہ اور ہے (یعنی علام الغیوب) حجاج: دیکھ میں اب تجھے موت کے گھاٹ اُتارتا ہوں۔ سعید: تو میری ماں نے میرا نام درست رکھا۔ حجاج: اب میں تجھ کو زندگی کے بدلہ کیسا جہنم رسید کرتا ہوں۔ سعید: اگر میں جانتا کہ یہ تیرا اختیار میں ہے تو تجھ کو مجھ سے بنا لیتا۔ حجاج: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت تیرا کیا ہے۔ سعید: وہ رحمت کے نبی تھے اور اللہ کے رسول تھے جو بہترین نصیحت کے ساتھ تمام دنیا کی طرف بھیجے گئے۔ حجاج: خلفاء کی نسبت تیرا کیا خیال ہے۔ سعید: میں ان کا محافظ نہیں ہوں۔ ہر شخص اپنے کئے کا ذمہ دار ہے۔ حجاج: میں اُن کو بُرا کہتا ہوں یا اچھا۔ سعید: جس چیز کا مجھے علم ہے اس میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ مجھے اپنا ہی حال معلوم ہے۔ حجاج: ان میں سب سے زیادہ پسند تیرے نزدیک کون ہے۔ سعید: جو سب سے زیادہ میرے مالک کو راضی کرنے والا تھا۔ بعض کئے میں بجائے اس کے یہ جواب ہے کہ ان کے حالات بعض کو بعض پر ترجیح دیتے ہیں۔ حجاج: سب سے زیادہ راضی رکھنے والا کون تھا۔ سعید: اس کو وہی جانتا ہے جو دل کے بھیدوں اور چھپے ہوئے رازوں سے واقف ہے۔ حجاج: حضرت علی رضی اللہ عنہ میں ہیں یا دوزخ میں۔ سعید: اگر میں جنت اور جہنم میں جاؤں اور وہاں والوں کو دیکھ لوں تو بتا سکتا ہوں۔ حجاج: میں قیامت میں کیسا آدمی ہوں گا۔ سعید: میں اس سے کم ہوں کہ غیب پر مطلع کیا جاؤں۔ حجاج: تو مجھ سے سچ بولنے کا ارادہ نہیں کرتا۔ سعید: میں نے جھوٹ بھی نہیں کہا۔ حجاج: تو کبھی ہنستا کیوں نہیں۔ سعید: کوئی بات ہنسنے کی دیکھتا ہے اور وہ شخص کیا ہنسنے جو مٹی سے بنا ہو اور قیامت میں اس کو جانا ہو اور دنیا کے فتنوں میں دل رہتا ہو۔ حجاج: میں تو ہنستا ہوں۔ سعید: اللہ نے ایسے ہی مختلف طریقوں میں ہم کو بنایا ہے۔

میں تجھے قتل کرنے والا ہوں۔ سعید: میری موت کا سبب پیدا کرنے والا اپنے کام سے فارغ ہو چکا۔  
 حجاج: میں اللہ کے نزدیک تجھ سے زیادہ محبوب ہوں۔ سعید: اللہ پر کوئی بھی جرات نہیں کر سکتا  
 جب تک کہ اپنا مرتبہ معلوم نہ کر لے اور غیب کی اللہ ہی کو خبر ہے۔ حجاج: میں کیوں جرات نہیں  
 کر سکتا حالانکہ میں جماعت کے بادشاہ کے ساتھ ہوں اور تو باغیوں کی جماعت کے ساتھ ہے۔ سعید:  
 میں جماعت سے علیحدہ نہیں ہوں اور فتنہ کو خود ہی پسند نہیں کرتا اور جو تقدیر میں ہے اُس کو  
 کوئی ٹال نہیں سکتا۔ حجاج: ہم جو کچھ امیر المؤمنین کے لئے جمع کرتے ہیں اس کو تو کیسا سمجھتا ہے۔ سعید:  
 میں نہیں جانتا کہ کیا جمع کیا۔ حجاج نے سونا چاندی کپڑے وغیرہ منگا کر ان کے سامنے رکھ دیئے۔ سعید:  
 یہ اچھی چیزیں ہیں اگر اپنی شرط کے موافق ہوں۔ حجاج: شرط کیا ہے۔ سعید: یہ کہ تو ان سے ایسی چیزیں  
 خریدے جو بڑے گھراہٹ کے دن یعنی قیامت کے دن امن پیدا کرنے والی ہوں ورنہ ہر دودھ  
 پلانے والی دودھ پیتے کو بھول جائے گی اور عمل گر جائیں گے اور آدمی کو اچھی چیز کے سوا کچھ بھی کام نہ  
 دے گی۔ حجاج: ہم نے جو جمع کیا یہ اچھی چیز نہیں۔ سعید: تو نے جمع کیا تو ہی اس کی اچھائی کو سمجھ سکتا  
 ہے۔ حجاج: کیا تو اس میں سے کوئی چیز اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ سعید: میں صرف اس چیز کو پسند کرتا ہوں  
 جس کو اللہ پسند کرے۔ حجاج: تیرے لئے ہلاکت ہو۔ سعید: ہلاکت اس شخص کے لئے ہے جو جنت  
 سے ہٹا کر جہنم میں داخل کر دیا جائے۔ حجاج (دق ہو کر) بتلا کہ میں تجھے کس طریقہ سے قتل کروں۔ سعید:  
 جس طرح سے قتل ہونا اپنے لئے پسند ہو۔ حجاج: کیا تجھے مُعاف کر دوں۔ سعید: مُعافی اللہ کے یہاں  
 کی مُعافی ہے۔ تیرا مُعاف کرنا کوئی چیز بھی نہیں۔ حجاج نے جلد کو حکم دیا کہ اس کو قتل کر دو۔ سعید باہر لپٹے  
 گئے اور ہنسنے لگے۔ حجاج کو اس کی اطلاع دی گئی پھر بلایا اور پوچھا۔ حجاج: تو کیوں ہنسا۔ سعید: تیری اللہ پر جرات  
 اور اللہ تعالیٰ کے تجھ پر حلم سے۔ حجاج: میں اس کو قتل کرتا ہوں جس نے مسلمانوں کی جماعت میں تفریق کی۔  
 پھر جلد سے خطاب کر کے کہا۔ میرے سامنے اس کی گردن اڑاؤ۔ سعید: میں دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ نماز  
 پڑھی پھر قبلہ رخ ہو کر ایذا دجھت و ججی لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا  
 مِنَ الْمُشْرِكِينَ پڑھا یعنی میں نے اپنا منہ اس پاک ذات کی طرف کیا جس نے آسمان زمین بنائے  
 اور میں سب طرف سے ہٹ کر اُدھر مُشَوَّج ہوا اور نہیں ہوں مشرکین میں سے۔ حجاج: اس کا منہ  
 قبلہ سے پھیر دو اور نصاریٰ کے قبلہ کی طرف کر دو کہ انہوں نے بھی اپنے دین میں تفریق کی اور اختلاف پیدا  
 کیا چنانچہ فوراً پھیر دیا گیا۔ سعید: فَايْمًا تَوَدُّوْا فَتَحَّ اللَّهُ الْكَافِيَ بِالْشَّرَائِبِ جَدِ حَرَمِ مَنْ  
 پھیرو اُدھر بھی خدا ہے جو بھیدوں کا جاننے والا ہے۔ حجاج: اوندھا ڈال دو (یعنی زمین کی طرف منہ کر دو)



ہم تو ظاہر پر عمل کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ سعید : مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا  
نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَى۔ ہم نے زمین ہی سے تم کو پیدا کیا اور اسی میں تم کو لوٹائیں گے اور  
اسی سے پھر دوبارہ اُٹھائیں گے۔ حجاج : اس کو قتل کر دو، سعید : میں تجھے اس بات کا گواہ بناؤں  
ہوں اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ  
رَسُوْلُهٗ تُو اس کو محفوظ رکھنا۔ جب میں تجھ سے قیامت کے دن ملوں گا تو لے لوں گا۔ اُس  
کے بعد وہ شہید کر دیئے گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ۔ ان کے انتقال کے بعد بدن سے  
خون بہت زیادہ نکلا جس سے حجاج کو بھی حیرت ہوئی۔ اپنے طبیب سے اُس کی وجہ پوچھی اُس  
نے کہا کہ ان کا دل نہایت مُنْتَظِمٌ تھا اور قتل کا ذرا بھی خوف ان کے دل میں نہیں تھا۔ اس لئے خون  
اپنی اصلی مقدار پر قائم رہا، بخلاف اور لوگوں کے کہ خوف سے اُن کا خون پہلے ہی خشک ہو جاتا  
ہے بلکہ ف۔ اس قصہ کے سوال جواب میں کُتُب میں کمی زیادتی بھی ہے۔ اور کبھی بعض سوال جواب  
نقل کئے گئے ہیں تو نمونہ ہی دکھانا تھا اس لئے اسی پر اکتفاء کیا گیا۔ تا بعین کے اس قسم کے قصے  
بہت زیادہ ہیں حضرت امام اعظمؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ حضرات اسی حق گوئی کی وجہ  
سے ہمیشہ مشقتیں برداشت فرماتے رہے۔ لیکن حق کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔



## آٹھواں باب



علمی و نولہ اور اُس کا انہماک

چونکہ اصل دین کلمہ توحید ہے اور وہی سب کمالات کی بنیاد ہے۔ جب تک وہ نہ ہو کوئی  
کارِ خیر بھی مقبول نہیں۔ اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہمت بالخصوص ابتدائی زمانہ میں زیادہ تر  
کلمہ توحید کے پھیلانے اور کفار سے جہاد کرنے میں مشغول تھی اور وہ علمی انہماک کے لئے فارغ و بیکار

لے علمائے سلف کتاب الامت والسیاست۔

رہتے لیکن اس کے باوجود ان مشاغل کے ساتھ ان کا اہنہماک اور شوق و شغف جس کا شرعاً آج چودہ سو برس تک علوم قرآن و حدیث کا بقا ہے، ایک کھلی ہوئی چیز ہے۔ ابتدائے اسلام کے بعد جب کچھ فرات ان حضرات کو منتشر ہوئی اور جماعت میں بھی کچھ اصناف ہو تو آیت کلام اللہ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَآفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ۝۱۰۱ نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے مسلمانوں کو یہ نہ چاہیے کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں سو ایسا کیوں نہ کیا جاوے کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت جایا کرے تاکہ باقی ماندہ لوگ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں اور تاکہ وہ قوم کو جب وہ ان کے پاس واپس آویں، ڈراویں تاکہ وہ احتیاط رکھیں۔ لے حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں اِنْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا اور اَلَا تَنْفِرُوا يَعْذِبُكُمْ عَذَابًا اَلِيْسًا ۝۱۰۲ سے جو عموم معلوم ہوتا ہے اس کو مَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَآفَّةً نے منسوخ کر دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو حق تعالیٰ شانہ نے جامعیت عطا فرمائی تھی اور اس وقت کے لئے یہ چیز نہایت ہی ضروری تھی کہ وہی ایک مختصر سی جماعت دین کے سارے کام سنبھالنے والی تھی مگر تابعین کے زمانہ میں جب اسلام پھیل گیا اور مسلمانوں کی بڑی جماعت اور جمعیت ہو گئی نیز صحابہ کرام حبسی جامعیت بھی باقی نہ رہی تو ہر ہر شعبہ دین کے لئے پوری توجہ سے کام کرنے والے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے۔ محدثین کی مستقل جماعت بنی شروع ہو گئی جن کا کام احادیث کا ضبط اور ان کا پھیلانا تھا۔ فقہاء کی علیحدہ جماعت ہوئی جو فیاء، فرائد، مجاہدین غرض دین کے ہر شعبہ کو مستقل سنبھالنے والے پیدا ہوئے۔ اس وقت کے لئے یہی چیز مناسب اور ضروری تھی۔ اگر یہ صورت نہ ہوتی تو ہر شعبہ میں کمال اور ترقی دشوار تھی۔ اس لئے ہر شخص تمام چیزوں میں انتہائی کمال پیدا کرے، یہ بہت دشوار ہے۔ یہ صفت حق تعالیٰ شانہ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بالخصوص سید الانبیاء علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام ہی کو عطا فرمائی تھی۔ اس لئے اس باب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ اور دیگر حضرات کے واقعات بھی ذکر کئے جائیں گے۔

① — فتوے کا کام کرنے والی جماعت کی فہرست

اگرچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب ادا اور علانے کلمۃ اللہ کی مشغولی کے باوجود سب ہی



علمی مشغلہ میں ہر وقت منہمک تھے اور ہر شخص ہر وقت جو کچھ حاصل کر لیتا تھا، اس کو پھیلانا پسند نہ کرتے تھے۔ یہی اس کا مشغلہ تھا لیکن ایک جماعت فتوے کے ساتھ مخصوص تھی جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی فتوے کا کام کرتی تھی۔ وہ حضرات حسب ذیل ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، اُبی بن کعبؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، معاذ بن جبلؓ، عمار بن یاسرؓ، حذیفہؓ، سلمان فارسیؓ، زید بن ثابتؓ، ابو موسیٰؓ، ابوالدرداء رضی اللہ عنہما، عتبہ بن ابی ریحانؓ، یہ ان حضرات کے کمال علم کی بات ہے کہ حضورؐ کی موجودگی میں یہ لوگ اہل فتویٰ شمار کئے جاتے تھے؛

## (۲) حضرت ابو بکر صدیقؓ کا مجموعہ کو جلا دینا

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرے باپ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے پانسو احادیث کا ایک ذخیرہ جمع کیا تھا۔ ایک رات میں نے دیکھا کہ وہ نہایت بے چین ہیں، کروٹیں بدل رہے ہیں۔ مجھے یہ حالت دیکھ کر بے چینی ہوئی۔ دریافت کیا کہ کوئی تکلیف ہے یا کوئی فکر کی بات سننے میں آئی ہے۔ عرض تمام رات اسی بے چینی میں گزری اور صبح کو فرمایا کہ وہ احادیث جو میں نے تیرے پاس رکھوا رکھی ہیں، اٹھالا۔ میں نے کر آئی۔ آپ نے ان کو جلا دیا۔ میں نے پوچھا کہ کیوں جلا دیا؟ فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں مرجاؤں اور یہ میرے پاس ہوں ان میں دوسروں کی سنی ہوئی روایتیں بھی ہیں کہ میں نے معتبر سمجھا ہو اور واقع میں وہ سترت نہ ہوں اور اس کی روایت میں کوئی گڑبڑ ہو جس کا وبال مجھ پر ہو۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا یہ تو علمی مال اور شغف تھا کہ انہوں نے پانسو احادیث کا ایک رسالہ جمع کیا اور اس کے بعد اس کو جلا دینا یہ کمال احتیاط تھا۔ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کا حدیث کے بارے میں احتیاط کا یہی حال تھا۔ اسی وجہ سے اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم سے بہت کم روایتیں نقل کی جاتی ہیں۔ ہم لوگوں کو اس واقعہ سے سبق لینے کی ضرورت ہے جو منبروں پر بیٹھ کر بے دھڑک احادیث نقل کر دیتے ہیں۔ حالانکہ حضرت ابو بکر صدیقؓ رضی اللہ عنہ ہر وقت کے حاضر باش، سفر حضر کے ساتھی، ہجرت کے رفیق صحابہ کہتے ہیں کہ ہم میں بڑے عالم حضرت ابو بکرؓ تھے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کے وصال کے بعد جب بیعت کا وقت پیش آیا اور حضرت ابو بکر صدیقؓ رضی اللہ عنہ نے تقریر فرمائی تو کوئی آیت اور کوئی حدیث ایسی نہیں چھوڑی جس میں انصار کی فیصلت آئی ہو اور حضرت ابو بکرؓ نے اپنی تقریر میں نہ فرمادی ہو اس

سے اندازہ ہوتا ہے کہ قرآن پاک پر کتنا عبور تھا اور احادیث کس قدر یاد تھیں۔ مگر پھر بھی بہت کم روایتیں حدیث کی آپ سے منقول ہیں۔ یہی راز ہے کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے بھی حدیث کی روایتیں بہت کم نقل کی گئی ہیں۔

### ۳۔ تبلیغ حضرت مُضْعَب بن عُمیرؓ

مُضْعَب بن عُمیرؓ جن کا ایک قصہ ساتویں باب کے نمبر پر بھی گزر چکا ہے ان کو حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مدینہ منورہ کی اس جماعت کے ساتھ جو سب سے پہلے مہنی کی گھائی میں مسلمان ہوئی تھی، تعلیم اور دین کے سکھانے کے لئے بھیج دیا تھا۔ یہ مدینہ طیبہ میں ہر وقت تعلیم اور تبلیغ میں مشغول رہتے۔ لوگوں کو قرآن شریف پڑھاتے اور دین کی باتیں سکھاتے تھے۔ اُسعد بن زرارہؓ کے پاس اُن کا قیام تھا اور مقرر فی (پڑھانے والا مدرس) کے نام سے مشہور ہو گئے تھے۔ سعد بن مُعَاذؓ اور اُسید بن حُضَیْرؓ یہ دونوں سرداروں میں تھے۔ ان کو یہ بات ناگوار ہوئی۔ سعد نے اُسید سے کہا کہ تم اُسعد کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ ہم نے یہ سنا ہے کہ تم کسی پر دلیسی کو اپنے ساتھ لے آئے ہو جو ہمارے ضعیف لوگوں کو بیوقوف بناتا ہے، بہکا تا ہے۔ وہ اُسعد کے پاس گئے اور ان سے سختی سے یہ گفتگو کی۔ اُسعد نے کہا کہ تم ان کی بات سن لو۔ اگر تمہیں پسند آئے قبول کر لو، اگر سننے کے بعد ناپسند ہو تو روکنے کا مضائقہ نہیں۔ اُسید نے کہا کہ یہ انصاف کی بات ہے۔ سننے لگے۔ حضرت مُضْعَبؓ نے اسلام کی خوبیاں سنائیں اور کلام اللہ شریف کی آیتیں تلاوت کیں۔ حضرت اُسیدؓ نے کہا کیا ہی اچھی باتیں ہیں اور کیا ہی بہتر کلام ہے۔ جب تم اپنے دین میں کسی کو داخل کرتے ہو تو کس طرح داخل کرتے ہو۔ ان لوگوں نے کہا کہ تم نہاد، پاک کپڑے پہنوا اور کلمہ شہادت پڑھو۔ حضرت اُسیدؓ نے اُسی وقت سب کام کئے اور مسلمان ہو گئے۔ اس کے بعد یہ سعد کے پاس گئے اور ان کو بھی اپنے ہمراہ لائے۔ ان سے بھی یہی گفتگو ہوئی۔ سعد بن مُعَاذؓ بھی مسلمان ہو گئے اور مسلمان ہوتے ہی اپنی قوم بنو الاشہل کے پاس گئے۔ ان سے جا کر کہا کہ میں تم لوگوں کی نگاہ میں کیسا آدمی ہوں۔ انہوں نے کہا کہ ہم میں سب سے افضل اور بہتر ہو۔ اس پر سعد نے کہا کہ مجھے تمہارے مردوں اور عورتوں سے کلام حرام ہے جب تک تم مسلمان نہ ہو جاؤ اور مُحَمَّد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر ایمان نہ لے آؤ۔ ان کے اس کہنے سے قبیلہ اشہل کے سب مرد و عورت مسلمان ہو گئے اور حضرت مُضْعَبؓ اُن کو تعلیم دینے میں مشغول ہو گئے۔

ف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ عام دستور تھا کہ جو شخص بھی مسلمان ہو جانا وہ مستقیلاً ایک مبلغ ہوتا



اور جو بات اسلام کی اس کو آتی تھی اس کا پھیلانا اور دوسروں تک پہنچانا اس کی زندگی کا ایک مشغلہ تھا جس میں نہ کھیتی مانع تھی نہ تجارت نہ پیشہ نہ ملازمت۔

## ۴۔ حضرت ابی بن کعبؓ کی تعلیم

حضرت ابی بن کعبؓ مشہور صحابہؓ اور مشہور قاریوں میں ہیں۔ اسلام لانے سے پہلے کھنڈ میں جانتے تھے۔ عرب میں لکھنے کا عام دستور نہیں تھا۔ اسلام کے بعد سے اس کا چرچا ہوا۔ لیکن یہ پہلے سے واقف تھے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر رہ کر وحی بھی لکھا کرتے تھے۔ قرآن شریف کے بڑے ماہر تھے اور ان لوگوں میں تھے جنہوں نے حضورؐ کی زندگی ہی میں تمام قرآن شریف حفظ کر لیا تھا حضور کا ارشاد ہے کہ میری امت کے بڑی قاری ابی بن کعبؓ ہیں۔ تہجد میں آنحضرتؐ میں قرآن پاک ختم کرنے کا اہتمام تھا۔ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جل جلالہ نے مجھے ارشاد فرمایا ہے کہ تمہیں قرآن شریف سناؤں۔ عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیکر کہا۔ حضورؐ نے فرمایا ہاں تیرا نام لے کر کہا یہ سن کر فرط خوشی سے رونے لگے۔ ع

ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے

جُنْدُب بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ علم حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوا تو مسجد نبویؐ میں حدیث پڑھانے والے متعبد حضرات تھے اور شاگردوں کے حلقے متفرق طور پر علیحدہ علیحدہ ہر استاد کے پاس موجود تھے۔ میں ان حلقوں پر گذرتا ہوا ایک حلقہ پر پہنچا جس میں ایک صاحب مسافرانہ بیعت کے ساتھ صرف دو کپڑے بدن پر ڈالے ہوئے بیٹھے حدیث پڑھا رہے تھے۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون بزرگ ہیں۔ بتایا کہ مسلمانوں کے سردار ابی بن کعبؓ ہیں۔ میں ان کے حلقہ درس میں بیٹھ گیا۔ جب حدیث سے فارغ ہوئے تو گھر جانے لگے۔ میں بھی پیچھے ہو لیا وہاں جا کر دیکھا، ایک پرانا سا گھر خستہ حالت، نہایت معمولی سامان، زباہانہ زندگی، حضرت ابیؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے (میرا امتحان لیا) ارشاد فرمایا کہ قرآن شریف میں سب سے بڑی آیت (برکت اور فضل کے اعتبار سے) کونسی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ ہی بہتر جانتے ہیں حضورؐ نے دوبارہ سوال فرمایا۔ مجھے ادب مانع ہوا۔ میں نے پھر وہی جواب دیا۔ تیسری مرتبہ پھر ارشاد فرمایا۔ میں نے عرض کیا آیۃ الکرسی حضورؐ خوش ہوئے اور فرمایا۔ اللہ تجھے تیرا علم مبارک کرے۔ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے نماز

پڑھا رہے تھے ایک آیت چھوٹ گئی حضرت اُبیؓ نے نماز میں نقرہ دیا حضورؐ نے نماز کے بعد ارشاد فرمایا کہ کس نے بتایا حضرت اُبیؓ نے عرض کیا میں نے بتایا تھا حضورؐ نے ارشاد فرمایا میرا بھی یہ گمان تھا کہ تم نے ہی بتایا ہو گا۔ **ف** یہ حضرت اُبیؓ باوجود اس علمی شغف اور قرآن پاک کی مخصوص خدمات کے حضورؐ کے ساتھ ہر غزوہ میں شریک ہوئے ہیں حضورؐ کا کوئی جب و ایسا نہیں جس میں ان کی شرکت نہ ہوئی ہو۔

## ۵۔ حضرت خذیفہؓ کا اہتمامِ فتنہ

حضرت خذیفہؓ مشہور صحابہ میں ہیں صاحبِ السیر (بجیدی) ان کا لقب ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین اور فتنوں کا علم ان کو بتایا تھا کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک جتنے فتنے آنے والے ہیں سب کو نمبر وار بتایا تھا کوئی ایسا فتنہ جس میں تین سو آدمیوں کے بقدر لوگ شریک ہوں حضورؐ نے نہیں چھوڑا بلکہ اس فتنہ کا حال اور اس کے مقتدر کا حال مع اس کے نام کے نیز اس کی ماں کا نام، اس کے باپ کا نام اس کے قبیلہ کا نام صاف بتا دیا تھا۔ حضرت خذیفہؓ فرماتے ہیں کہ لوگ حضورؐ سے خیر کی باتیں دریافت کیا کرتے تھے اور میں برائی کی باتیں دریافت کیا کرتا تھا تاکہ اس سے بچا جائے۔ ایک مرتبہ میں نے دریافت کیا یا رسول اللہ یہ خیر و خوبی جس پر آج کل آپ کی برکت سے ہم لوگ ہیں، اس کے بعد بھی کوئی برائی آنے والی ہے حضورؐ نے فرمایا ہاں برائی آنے والی ہے میں نے عرض کیا کہ اس برائی کے بعد پھر بھلائی لوٹ کر آنے گی یا نہیں حضورؐ نے فرمایا کہ خذیفہ اللہ کا کلام پڑھ اور اس کے معانی پر غور کر اس کے احکام کی اتباع کر (مجھے فکر سوار تھا) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس بُرائی کے بعد بھلائی ہو گی حضورؐ نے فرمایا ہاں پھر بھلائی ہو گی لیکن دل ایسے نہیں ہوں گے جیسے پہلے تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس بھلائی کے بعد پھر بُرائی ہو گی حضورؐ نے فرمایا ہاں ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے جو آدمیوں کو گمراہ کریں گے اور جہنم کی طرف لے جائیں گے میں نے عرض کیا کہ اگر میں اس زمانہ کو پاؤں تو کیا کروں حضورؐ نے فرمایا اگر مسلمانوں کی کوئی متحدہ جماعت ہو اور ان کا کوئی بادشاہ ہو تو اس کے ساتھ ہو جانا ورنہ ان سب فرقوں کو چھوڑ کر ایک کونہ میں علیحدہ بیٹھ جانا یا کسی درخت کی جڑ میں جا کر بیٹھ جانا اور مرنے تک وہیں بیٹھے رہنا چونکہ ان کو منافقوں کا حال حضورؐ نے سب کا بتلادیا تھا اس لئے حضرت عمرؓ ان سے دریافت فرمایا کرتے تھے کہ میرے حکام میں کوئی منافق



تو نہیں۔ ایک مرتبہ انہوں نے عرض کیا کہ ایک منافق ہے لیکن میں نام نہیں بتاؤں گا۔ حضرت عمرؓ نے ان کو معزول کر دیا۔ غالباً اپنی فراست سے پہچان لیا ہوگا۔ جب کوئی شخص مر جاتا تو حضرت عمرؓ تحقیق فرما کر خذیفہؓ ان کے جنازہ میں شریک ہیں یا نہیں۔ اگر خذیفہؓ شریک ہوتے تو حضرت عمرؓ بھی نماز پڑھتے ورنہ وہ بھی نہ پڑھتے۔ حضرت خذیفہؓ کا جب انتقال ہونے لگا تو نہایت گھبراہٹ اور بے چینی میں رو پے تھے۔ لوگوں نے دریافت کیا۔ فرمایا کہ دنیا کے چھوٹے پر نہیں رو رہا ہوں بلکہ موت تو مجھے محبوب ہے، البتہ اس پر رو رہا ہوں کہ مجھے اس کی خبر نہیں کہ میں اللہ کی ناراضی پر جا رہا ہوں، یا خوشنودا پر۔ اس کے بعد کہا کہ یہ میری دنیا کی آخری گھڑی ہے۔ یا اللہ تجھے معلوم ہے کہ مجھے تجھ سے محبت ہے اس لئے اپنی ملاقات میں برکت عطا فرما۔

## ۶۔ حضرت ابوہریرہؓ کا احادیث کو حفظ کرنا

حضرت ابوہریرہؓ نہایت مشہور اور جلیل القدر صحابی ہیں اور اتنی کثرت سے حدیثیں ان سے نقل ہیں کہ کسی دوسرے صحابی سے اتنی زیادہ نقل کی ہوئی موجود نہیں۔ اس پر لوگوں کو تعجب ہوتا تھا کہ سچے میں یہ مسلمان ہو کر تشریف لائے اور اللہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ اتنی قلیل مدت میں جو تقریباً چار برس ہوتی ہے اتنی زیادہ حدیثیں کیسے یاد ہوئیں خود حضرت ابوہریرہؓ اس کی وجہ بتاتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابوہریرہؓ بہت روایتیں نقل کرتے ہیں۔ میرے مہاجر بھائی تجارت پیشہ تھے بازار میں آنا جانا پڑتا تھا اور میرے انصاری بھائی کھیتی کا کام کرتے تھے اس کی مشغولی ان کو درپیش رہتی تھی اور ابوہریرہؓ اصحاب صفہ کے مساکین میں سے ایک مسکین تھا جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں جو کچھ کھانے کو مل جاتا تھا اس پر قناعت کرتے پڑا رہتا تھا۔ ایسے اوقات میں موجود ہوتا تھا جس میں وہ نہیں ہوتے تھے اور ایسی چیزیں یاد کر لیتا تھا جن کو وہ یاد نہیں کر سکتے تھے۔ ایک مرتبہ میں نے حضورؐ سے حافطہ کی شکایت کی۔ حضورؐ نے فرمایا۔ چادر بچھا۔ میں نے چادر بچھائی۔ حضورؐ نے دونوں ہاتھوں سے اس میں کچھ اشارہ فرمایا۔ اس کے بعد فرمایا۔ اس چادر کو ملا لے۔ میں نے اپنے سینہ سے ملا لیا۔ اس کے بعد سے کوئی چیز نہیں بھولا۔ ف اصحاب صفہ وہ لوگ کہلاتے ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گویا خانقاہ کے رہنے والے تھے ان حضرات کے اخراجات کا کوئی خاص نظم نہیں تھا۔ گویا حضورؐ کے مہمان تھے جو کہیں سے کچھ ہدیہ یا صدقہ کے طور پر آتا۔ اس پر ان کا زیادہ تر

گزر رہا تھا حضرت ابو ہریرہؓ بھی ان ہی لوگوں میں تھے۔ بسا اوقات کئی کئی وقت فاقے کے ٹھکی ان پر گزر جاتے تھے بعض اوقات بھوک کی وجہ سے جنون کی سی حالت ہو جاتی تھی جیسا کہ تیسرے باب کے قصہ ۳ و ۴ میں گزرا۔ لیکن اس کے باوجود احادیث کا کثرت سے یاد کرنا ان کا مشغلہ تھا جس کی بدولت آج سب سے زیادہ احادیث انہی کی بتائی جاتی ہیں۔ ابن جریجؒ نے تلیق میں لکھا ہے کہ بائیس ہزار تین سو چوبیس حدیثیں ان سے مروی ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہؓ نے جنازہ کے متعلق ایک حدیث بیان کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو شخص جنازہ کی نماز پڑھ کر واپس آجائے اس کو ایک قیراط ثواب ملتا ہے اور جو دفن تک شریک رہے اس کو دو قیراط ثواب ملتا ہے اور ایک قیراط کی مقدار اُحد کے پہاڑ سے بھی زیادہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو اس حدیث میں کچھ تردد ہوا۔ انہوں نے فرمایا۔ ابو ہریرہؓ سوچ کر کہو۔ ان کو غصہ آگیا۔ سیدھے حضرت عائشہؓ کے پاس گئے اور جا کر عرض کیا کہ میں آپ کو قسم دیکر پوچھتا ہوں، یہ قیراط والی حدیث آپ نے حضورؐ سے سنی۔ انہوں نے فرمایا۔ ہاں سنی ہے۔ ابو ہریرہؓ فرمانے لگے کہ مجھے حضورؐ کے زمانہ میں نہ تو باغ میں کوئی درخت لگانا تھا، نہ بازار میں مال بیچنا تھا۔ میں تو حضورؐ کے دربار میں پڑا رہتا تھا اور صرف یہ کام تھا کہ کوئی بات یاد کرنے کو مل جائے یا کچھ کھانے کو مل جائے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا۔ بیشک تم ہم لوگوں سے زیادہ حاضر بائ تھے اور احادیث کو زیادہ جاننے والے بلکہ اس کے ساتھ ہی ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں بارہ ہزار مرتبہ روزانہ استغفار پڑھتا ہوں اور ایک تاگر ان کے پاس تھا جس میں ایک ہزار گرہ لگی ہوئی تھی، رات کو اس وقت تک نہیں سوتے تھے جب تک اس کو سبحان اللہ کے ساتھ پورا نہیں کر لیتے تھے۔ (تذکرہ)

## ۴۔ قتلِ مُسِلمہ و قرآن کا جمع کرنا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مُسِلمہ گذاب کا جس نے حضورؐ کے سامنے ہی بیعت کا دعویٰ کر دیا تھا، اثر بڑھے لگا اور چونکہ عرب میں ارتداد بھی زور شور سے شروع ہو گیا تھا اس سے اس کو اور بھی تقویت پہونچی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اس سے لڑائی کی جی تو لڑا، شائد نے اسلام کو قوت عطا فرمائی اور مُسِلمہ قتل ہوا۔ لیکن اس لڑائی میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بھی ایک بڑی جماعت شہید ہو گئی۔ بالخصوص قرآن پاک کے حافظوں کی ایک بڑی جماعت



شہید ہوئی۔ حضرت عمرؓ، امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اس لڑائی میں قادی بہت شہید ہو گئے۔ اگر اسی طرح ایک دو لڑائی میں اور شہید ہو گئے تو قرآن پاک کا بہت سا حصہ ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہے اس لئے اس کو ایک جگہ لکھوا کر محفوظ کر لیا جائے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا: ایسے کام کی یکے جرات کرتے ہو جس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ حضرت عمرؓ اس پر اصرار فرماتے رہے اور ضرورت کا نام کرتے رہے بالآخر حضرت ابو بکر صدیقؓ کی رائے بھی موافق ہو گئی تو حضرت زید بن ثابتؓ کو جس قصہ باب قصہ ۱۸ پر آرہا ہے، بلایا۔ زیدؓ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں رہتا تھا تو حضرت عمرؓ بھی تشریف رکھتے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے اول اپنی اور حضرت عمرؓ کی ساری گفتگو نقل فرمائی۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ تم جوان ہو اور دانش مند، تم پر کسی قسم کی بدگمانی بھی نہیں اور ان سب باتوں کے علاوہ یہ کہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی تم وحی کے لئے پرآمورہ چکے ہو۔ اس لئے اس کام کو تم کرو۔ لوگوں کے پاس سے قرآن پاک جمع کرو اور اس کو ایک جگہ نقل کرو۔ زیدؓ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم اگر مجھے یہ حکم فرماتے کہ فلاں پہاڑ کو توڑ کر ادھر سے ادھر منتقل کرو تو یہ حکم بھی میرے لئے قرآن پاک جمع کرنے کے حکم سے سہل تھا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ حضرات ایسا کام کس طرح کر رہے ہیں جس کو حضورؐ نے نہیں کیا۔ وہ حضرات مجھے سمجھاتے رہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے زیدؓ سے کہا کہ اگر تم عمرؓ کی موافقت کرو تو میں اس کا حکم دوں گا۔ میں نے عرض کیا کہ میں بھی ارادہ د کروں۔ زید بن ثابتؓ کہتے ہیں کہ طویل گفتگو کے بعد حق تعالیٰ نے میرا بھی اسی جانب شریح صدر فرمادیا کہ قرآن پاک کو یکجا جمع کیا جائے چنانچہ میں نے تعمیل میں لوگوں کے پاس جو قرآن شریف متفرق طور پر لکھا ہوا تھا اور جو ان حضرات صحابہ کرامؓ کے سینوں میں بھی محفوظ تھا، سب کو تلاش کر کے جمع کیا۔ وہ اس قصہ میں اول تو ان حضرات کے اہتمام کا اہتمام معلوم ہوتا ہے کہ پہاڑ کا منتقل کرنا ان کے لئے اس سے سہل تھا کہ کوئی ایسا کام کیا جائے جس کو حضورؐ نے نہیں کیا۔ اس کے بعد کلام پاک کا جمع کرنا جو دین کی اصل ہے، اللہ نے ان حضرات کے اعمال نامہ میں رکھا تھا۔ پھر حضرت زیدؓ نے اتنا اہتمام اس کے جمع فرمانے میں کیا کہ کوئی آیت بغیر جمع ہوتی نہیں لیتے تھے۔ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی لکھی ہوئی تھیں ان ہی سے جمع کرتے تھے اور حفاظ کے سینوں سے اس کا مقابلہ کرتے تھے اور چونکہ تمام قرآن شریف متفرق جگہوں میں لکھا ہوا تھا اس لئے اس کی تلاش میں گو محنت ضرور کرنا پڑی مگر سب مل گیا۔ ابی بن کعبؓ جن کو

حضور نے قرآن پاک کا سب سے زیادہ ماہر بتایا ان کی اعانت کرتے تھے۔ اس محنت سے کلام اللہ شریف کو ان حضرات نے سب سے پہلے جمع فرمایا۔

## ۸۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی احتیاط روایت حدیث میں

حضرت عبداللہ بن مسعود بڑے مشہور صحابہ میں ہیں اور ان صحابہ میں شمار ہیں جو فتوے کے مالک تھے۔ ابتدائے اسلام ہی میں مسلمان ہو گئے تھے اور حبشہ کی ہجرت بھی کی تھی۔ تمام عزادات میں حضور کے ساتھ شریک رہے اور مخصوص خادم ہونے کی وجہ سے صاحب النعل، صاحب الوسادة، صاحب المطرۃ جو تے والے، تکیہ والے، وضو کے پانی والے، یہ القاب بھی ان کے لئے ہیں۔ اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خدمتیں اکثر ان کے سپرد رہی تھیں۔ حضور کا ان کے بارے میں یہ بھی ارشاد ہے کہ اگر میں کسی کو بغیر مشورہ امیر بناؤں تو عبداللہ بن مسعود کو بناؤں۔ حضور کا یہ بھی ارشاد تھا کہ تمہیں ہر وقت حاضری کی اجازت ہے۔ حضور کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جس شخص کو قرآن شریف بالکل ایسی طرح پڑھنا ہو جس طریقہ سے اُترا ہے تو عبداللہ بن مسعود کے طریقہ کے موافق پڑھے۔ حضور کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ابن مسعود جو حدیث تم سے بیان کریں اس کو سچ سمجھو۔ ابو موسیٰ اشعرى کہتے ہیں کہ ہم لوگ جب یمن سے آئے تو ایک زمانہ تک ابن مسعود کو اہل بیت میں سے سمجھتے رہے اس لئے کہ اتنی کثرت سے ان کی اور ان کی والدہ کی آمد و رفت حضور کے گھر میں تھی جیسی گھر کے آدمیوں کی ہوتی ہے۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود ابو عمرو شیبانی کہتے ہیں کہ میں ایک سال تک ابن مسعود کے پاس رہا۔ میں نے کبھی ان کو حضور کی طرف منسوب کر کے بات کرتے نہیں سنا لیکن کبھی اگر حضور کی طرف کوئی بات منسوب کر دیتے تھے تو بدن پر کپکپی آجاتی تھی۔ عمرو بن مسمون کہتے ہیں کہ میں ہر معجزات کو ایک سال تک ابن مسعود کے پاس آتا رہا، میں نے کبھی حضور کی طرف نسبت کر کے بات کرتے نہیں سنا۔ ایک مرتبہ حدیث بیان فرماتے ہوئے زبان پر یہ جاری ہو گیا کہ حضور نے یہ ارشاد فرمایا تو بدن کا نپ گیا آنکھوں میں آنسو بھر آئے، پیشانی پر پسینہ آگیا، زنجیں پھول گئیں اور فرمایا ان شاء اللہ یہی فرمایا تھا یا اس کے قریب قریب تھا یا اس سے کچھ زیادہ یا اس سے کچھ کم یہ ف یہ تھی ان حضرات صحابہ کرامؓ کی احتیاط حدیث شریف کے بارے میں، اس لئے کہ حضور کا ارشاد ہے کہ جو میری طرف سے جھوٹ نقل کرے، اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے اس خوف کی وجہ سے یہ حضرات باوجودیکہ مسائل حضور کے ارشادات اور حالات ہی سے بتاتے تھے



مگر یہ نہیں کہتے تھے کہ حضور کا یہ ارشاد ہے کہ خدا نخواستہ جھوٹ نہ نکل جائے۔ اس کے باوجود ہم اپنی حالتیں دیکھتے ہیں کہ بے دھرمک، بے تحقیق حدیث نقل کر دیتے ہیں ذرا بھی نہیں جھجکتے حالانکہ حضور کی طرف منسوب کر کے بات کا نقل کرنا بڑی سخت ذمہ داری ہے۔ فقہ حنفی انہی عبداللہ بن مسعود سے زیادہ تر لیا گیا ہے۔

## ۹۔ حضرت ابوالدرداءؓ کے پاس حدیث کیلئے جانا

کثیر بن قیس کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس دمشق کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا ایک شخص ان کی خدمت میں آئے اور کہا کہ میں مدینہ منورہ سے صرف ایک حدیث کی وجہ سے آیا ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ وہ آپ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے ابوالدرداء نے پوچھا کوئی اور تجارتی کام نہیں تھا۔ انہوں نے کہا نہیں۔ ابوالدرداء نے پھر پوچھا کہ کوئی دوسری غرض تو نہ تھی۔ کہا نہیں، صرف حدیث ہی معلوم کرنے کے لئے آیا ہوں۔ ابوالدرداء نے فرمایا کہ میں نے حضور سے سنا ہے کہ جو شخص کوئی راستہ علم حاصل کرنے کے لئے چلتا ہے حق تعالیٰ شانہ اس کے لئے جنت کا راستہ سہل فرمادیتے ہیں اور فرشتے اپنے پر طالب علم کی خوشنودی کے واسطے بچھا دیتے ہیں اور طلب علم کے لئے آسمان زمین کے رہنے والے استغفار کرتے ہیں حتیٰ کہ مچھلیاں جو پانی میں رہتی ہیں وہ بھی استغفار کرتی ہیں اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسا کہ چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ہے اور علماء، انبیاء کے وارث ہیں۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کسی دینار و درہم کا وارث نہیں بناتے بلکہ علم کا وارث بناتے ہیں۔ جو شخص علم کو حاصل کرتا ہے وہ ایک بڑی دولت کو حاصل کرتا ہے۔ ف حضرت ابوالدرداء فقہائے صحابہ میں ہیں جیکم الامت کہلاتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ حضور کی نبوت کے وقت میں تجارت کیا کرتا تھا۔ میں نے مسلمان ہونے کے بعد چاہا کہ تجارت اور عبادت دونوں کو جمع کروں مگر دونوں اکٹھی نہ رہ سکیں تو مجھے تجارت چھوڑنا پڑی اب میرا دل یہ بھی گوارا نہیں کرتا کہ بالکل دروازہ ہی پر دکان ہو جس کی وجہ سے ایک بھی نماز فوت نہ ہو اور روزانہ چالیس دینار کا نفع ہو اور میں ان سب کو صدقہ کر دوں۔ کسی نے پوچھا کہ ایسی تجارت سے کیوں خفا ہوئے کہ نماز بھی نہ جاتے اور اتنا نفع روزانہ کا اللہ کے راستہ میں خرچ ہو، پھر بھی پسند نہیں کرتے۔ فرمایا حساب تو دینا ہی پڑے گا۔ ابوالدرداء یہ بھی فرماتے ہیں کہ مجھے موت سے محبت ہے اپنے مولیٰ سے ملاقات کے شوق میں، اور فقر سے محبت ہے تواضع کے واسطے

اور بیماری سے محبت ہے گناہ دھلنے کے واسطے۔ اوپر کے حصہ میں ایک حدیث کی خاطر اس طویل سفر کیا ہے۔ ان حضرات کے ہاں حدیث حاصل کرنے کے لئے سفر کرنا کچھ اہم نہیں تھا ایک ایک حدیث سننے اور معلوم کرنے کے لئے دور دور کا سفر طے کر لینا ان حضرات کو بہت سہل تھا۔ شعبیؒ ایک مشہور محدث ہیں، کوفہ کے رہنے والے ہیں۔ اپنے کسی شاگرد کو ایک مرتبہ حدیث سنائی اور فرمایا کہ لے، گھر بیٹھے مفت بل گئی، ورنہ اس سے کم کے لئے بھی مدینہ منورہ کا سفر کرنا پڑتا تھا کہ ابتداء میں حدیث کا مخزن مدینہ طیبہ ہی تھا۔ علمی شغف رکھنے والے حضرات نے بڑے بڑے طویل سفر علم کی خاطر اختیار فرمائے ہیں۔ سعید بن المسیبؒ جو ایک مشہور تابعی ہیں کہتے ہیں کہ میں ایک حدیث کی خاطر راتوں اور دنوں پیدل چلا ہوں، امام الاثرہ امام بخاریؒ ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے۔ ۲۰۵ھ میں یعنی گیارہ سال کی عمر میں حدیث پڑھنا شروع کی تھی۔ عبد اللہ بن مبارکؒ کی سب تصانیف بچپن ہی میں حفظ کر لی تھیں۔ اپنے شہر میں جتنی احادیث بل سکیں ان کو حاصل کر لینے کے بعد ۲۱۶ھ میں سفر شروع کیا۔ والد کا انتقال ہو چکا تھا اس وجہ سے یتیم تھے والدہ سفر میں ساتھ تھیں۔ اس کے بعد بلخ، بغداد، مکہ، مکر، بصرہ، کوفہ، شام، عسقلان، حمص، دمشق ان شہروں میں گئے اور ہر جگہ جو ذخیرہ حدیث کا بل سکا حاصل فرمایا اور ایسی نو عمری میں استاد حدیث بن گئے تھے کہ منہ پر داڑھی کا ایک بال بھی نہ نکلا تھا۔ کہتے ہیں کہ میری اٹھارہ برس کی عمر تھی جب میں نے صحابہ تابعین کے فیصلے تصنیف کئے۔ حاشد اور ان کے ایک ساتھی کہتے ہیں کہ امام بخاریؒ ہم لوگوں کے ساتھ استاد کے پاس جایا کرتے۔ ہم لوگ لکھتے اور بخاریؒ ویسے ہی واپس آجاتے۔ ہم نے کئی روز گزر جانے پر ان سے کہا کہ تم وقت ضائع کرتے ہو۔ وہ چپ ہو گئے۔ جب کئی مرتبہ کہا تو کہنے لگے کہ تم نے حق ہی کر دیا۔ لاؤ تم نے کیا لکھا۔ ہم نے اپنا مجموعہ احادیث نکالا جو پندرہ ہزار حدیثوں سے زیادہ مقدار میں تھا۔ انہوں نے اس سب کو حفظ سنا دیا۔ ہم دنگ رہ گئے۔

### ۱۰۔ حضرت ابن عباسؓ کا انصاری کے پاس جانا

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد میں نے ایک انصاری سے کہا کہ حضورؐ کا تو وصال ہو گیا۔ ابھی تک صحابہ کرامؓ کی بڑی جماعت موجود ہے۔ آؤ ان سے پوچھ پوچھ کر مسائل یاد کریں۔ ان انصاری نے کہا۔ کیا ان صحابہ کرامؓ کی جماعت کے ہوتے ہوئے بھی لوگ تم سے مسئلہ پوچھنے آئیں گے صحابہؓ کی بہت بڑی جماعت موجود ہے۔



غرض ان صاحب نے تو ہمت کی نہیں۔ میں مسائل کے پیچھے پڑ گیا اور جن صاحب کے متعلق بھی مجھے علم ہوتا کہ فلاں حدیث انہوں نے حضور سے سنی ہے، ان کے پاس جاتا اور تحقیق کرتا۔ مجھے مسائل کا بہت بڑا ذخیرہ انصار سے ملا۔ بعض لوگوں کے پاس جاتا اور معلوم ہوتا کہ وہ سو رہے ہیں تو اپنی چادر وہیں چوکت پر رکھ کر انتظار میں بیٹھ جاتا۔ گو ہوا سے منہ پر اور بدن پر مٹی بھی پڑتی رہتی مگر میں وہیں بیٹھا رہتا جب وہ اٹھتے تو جس بات کو معلوم کرنا تھا وہ دریافت کرتا۔ وہ حضرات کہتے بھی کہ تم نے حضور کے چچا زاد بھائی ہو کر کیوں تکلیف کی مجھے لیتے مگر میں کہتا کہ میں علم حاصل کرنے والا ہوں اس لئے میں ہی حاضر ہونے کا زیادہ مستحق تھا بعض حضرات پوچھتے کہ تم کب سے بیٹھے ہو۔ میں کہتا بہت دیر سے۔ وہ کہتے کہ تم نے بڑا کیا، مجھے اطلاع کرتے۔ میں کہتا۔ میرا دل نہ چاہا کہ تم میری وجہ سے اپنی ضروریات سے فارغ ہونے سے پہلے آؤ۔ حتیٰ کہ ایک وقت میں یہ بھی لزبت آئی کہ لوگ علم حاصل کرنے کے واسطے میرے پاس جمع ہونے لگے۔ تب ان انصاری صاحب کو بھی قلق ہوا۔ کہنے لگے کہ یہ لڑکا ہم سے زیادہ ہوشیار تھا۔ **فمختلف علمی کارنامے**۔ یہی چیز تھی جس نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو اپنے وقت میں جبر الامۃ اور بحر العلم کا لقب دلویا۔ جب ان کا وصال ہوا طائف میں تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ محمدؓ نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور فرمایا کہ اس اُمت کا امام ربانی آج رخصت ہوا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ آیتوں کے شان نزول جاننے میں سب سے ممتاز ہیں۔ حضرت عمرؓ ان کو علماء کی ممتاز صف میں جگہ دیتے تھے۔ یہ سب اسی جالغسانی کا ثمرہ تھا۔ ورنہ اگر یہ صاحبزادگی کے زعم میں رہتے تو یہ مراتب کیسے حاصل ہوتے۔ خود آقائے نامدار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جن سے علم حاصل کرو ان کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ۔ بخاری میں مجاہدؓ سے نقل کیا کہ جو شخص پڑھنے میں جا کرے یا بکتر کرے، وہ علم حاصل نہیں کر سکتا۔ حضرت علیؓ کریم اللہ وجہہؓ کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے مجھ کو ایک حرف بھی پڑھا دیا میں اس کا غلام ہوں خواہ وہ مجھے آزاد کر دے یا بیع دے۔ یحییٰ بن کثیرؓ کہتے ہیں کہ علم تن پروری کے ساتھ حاصل نہیں ہوتا۔ امام شافعیؒ کا ارشاد ہے کہ جو شخص علم کو بے دلی اور استغناء کے ساتھ حاصل کرے، وہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ ہاں جو شخص خاکساری اور تنگ دستی کے ساتھ حاصل کرنا چاہے وہ کامیاب ہو سکتا ہے۔ مغیرہؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ اپنے اُستاد ابراہیمؓ سے ایسے ڈرتے تھے جیساکہ بادشاہ سے ڈرا کرتے ہیں۔ یحییٰ بن معینؒ بہت بڑے محدث

ہیں امام بخاری ان کے متعلق کہتے ہیں کہ محدثین کا جتنا احترام وہ کرتے تھے اتنا کسی دوسرے کو کرتے میں نے نہیں دیکھا۔ امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ میں نے بزرگوں سے سنا ہے کہ جو استاد کی قدر نہیں کرتا وہ کامیاب نہیں ہوتا۔ اس قصہ میں جہاں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے اساتذہ کے ساتھ تواضع اور انکاری معلوم ہوتی ہے اس کے ساتھ ہی علم کا شغف اور اہتمام بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کے پاس کسی حدیث کا ہونا معلوم ہوتا فوراً جاتے اس کو حاصل فرماتے خواہ اس میں کتنی ہی مشقت محنت اور تکلیف اٹھانا پڑتی اور حق یہ ہے کہ بے محنت اور مشقت کے علم تو درکنار معمولی سی چیز بھی حاصل نہیں ہوتی اور یہ تو ضرب المثل ہے مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ سَهَرَ اللَّيْلَى جو شخص بلند مرتبوں کا طالب ہوگا راتوں کو جاگے گا۔ عارث بن یزید، ابن شبرمہ، قعقاع، بخیرہ، چارول حضرات عشاء کی نماز کے بعد علمی بحث شروع کرتے، صبح کی اذان تک ایک بھی جدا نہ ہوتا۔ لیث بن سعد کہتے ہیں کہ امام زہریؒ عشاء کے بعد با وضو بیٹھ کر حدیث کا سلسلہ شروع فرماتے تو صبح کر دیتے بلکہ دروازہ دی کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کو میں نے دیکھا کہ مسجد نبویؐ میں عشاء کے بعد سے ایک سلسلہ میں بحث شروع فرماتے اور وہ بھی اس طرح کہ کوئی طعن و تشنیع ہوتی نہ تغلیظ، اور اسی حالت میں صبح ہو جاتی اور اسی جگہ صبح کی نماز پڑھتے۔ ابن فرات بغدادیؒ ایک محدث ہیں جب انتقال ہوا تو اسٹارہ صندوق کتابوں کے چھوڑے جن میں سے اکثر خود اپنے قلم کی لکھی ہوئی تھیں اور کمال یہ ہے کہ محدثین کے نزدیک صحت نقل اور عمدگی ضبط کے اعتبار سے ان کا لکھا ہوا محبت بھی ہے۔ ابن جوزیؒ مشہور محدث ہیں تین سال کی عمر میں باپ نے مفارقت کی۔ یتیمی کی حالت میں پرورش پائی۔ لیکن محنت کی حالت یہ تھی کہ بعد کی نماز کے علاوہ گھر سے دور نہیں جاتے تھے۔ ایک مرتبہ منبر پر کہا کہ میں نے اپنی ان انگلیوں سے دو ہزار جلدیں لکھی ہیں۔ ڈھائی سو سے زیادہ خود ان کی اپنی تصنیفات ہیں۔ کہتے ہیں کہ کوئی وقت ضائع نہیں جاتا تھا۔ چار جز روزانہ لکھنے کا معمول تھا۔ درس کا یہ عالم تھا کہ مجلس میں بعض مرتبہ ایک لاکھ سے زیادہ شاگردوں کا اندازہ کیا گیا۔ امراء و وزراء سلاطین تک مجلس درس میں حاضر ہوتے تھے۔ ابن جوزیؒ خود کہتے ہیں کہ ایک لاکھ آدمی مجھ سے بیعت ہوتے اور بیس ہزار میرے ہاتھ پر مسلمان ہوتے ہیں۔ اس سب کے باوجود شیعوں کا زور تھا۔ اس وجہ سے تکلیفیں بھی اٹھانا پڑیں۔ احادیث لکھنے کے وقت میں قلموں کے تراشے جمع کرتے رہتے تھے۔ مرتے وقت وصیت کی تھی کہ میرے نہانے کا پانی اسی سے گرم کیا جاتے۔ کہتے ہیں کہ صرف غسل میت کے پانی گرم کرنے ہی کے لئے کافی نہ تھا بلکہ گرم کرنے کے بعد پج بھی گیا تھا۔ یحییٰ بن معینؒ حدیث کے مشہور استاذ ہیں۔ کہتے ہیں



کہ میں نے اپنے ہاتھوں سے دس لاکھ حدیثیں لکھی ہیں۔ ابن جریر طبری مشہور مؤرخ ہیں۔ صحابہ و تابعین کے احوال کے ماہر، چالیس سال تک ہمیشہ چالیس ورق روزانہ لکھنے کا معمول تھا۔ ان کے انتقال پر شاگردوں نے روزانہ کی لکھائی کا حساب لگایا تو بلوغ کے بعد سے مرنے تک چودہ ورق روزانہ اوسط نکلا۔ ان کی تاریخ مشہور ہے عام طور سے ملتی ہے۔ جب اُس کی تصنیف کا ارادہ ظاہر کیا تو لوگوں سے پوچھا کہ تمام عالم کی تاریخ سے تو تم لوگ بہت خوش ہو گے۔ لوگوں نے پوچھا کہ انداز کتنی بڑی ہو گی۔ کہنے لگے کہ تقریباً تیس ہزار ورق پر آئے گی۔ لوگوں نے کہا۔ اس کے پورا کرنے سے پہلے عمریں فنا ہو جائیں گی۔ کہنے لگے کہ انا اللہ تمہیں پست ہو گئیں اس کے بعد مختصر کیا تو تین ہزار ورق پر لکھی۔ اسی طرح ان کی تفسیر کا بھی قصہ ہوا۔ وہ بھی مشہور ہے اور عام طور سے ملتی ہے۔ حدیث کے مشہور مصنف ہیں۔ حدیث حاصل کرنے کے لئے بغداد، بصرہ، کوفہ واسطہ، مصر اور شام کا سفر کیا۔ ایک مرتبہ استاذ کی مجلس میں بیٹھے تھے۔ استاذ پڑھ رہے تھے اور یہ کوئی کتاب نقل کر رہے تھے۔ ایک ساتھی نے اعتراض کیا کہ تم دوسری طرف متوجہ ہو۔ کہنے لگے کہ میری اور تمہاری توجہ میں فرق ہے بتاؤ استاذ نے اب ہم کتنی حدیثیں سنائیں۔ وہ سوچنے لگے۔ دارقطنی نے کہا کہ شیخ نے اٹھارہ حدیثیں سنائی ہیں۔ پہلی یہ تھی۔ دوسری یہ تھی۔ اسی طرح ترتیب وار سب کی سب مع سند کے سنا دیں۔ حافظ اثرم ایک محدث ہیں۔ احادیث کے یاد کرنے میں بڑے مشتاق تھے۔ ایک مرتبہ حج کو تشریف لے گئے۔ وہاں خراسان کے دو بڑے استاذ حدیث آئے ہوئے تھے اور حرم شریف میں دونوں علیحدہ علیحدہ درس دے رہے تھے۔ ہر ایک کے پاس پڑھنے والوں کا ایک بڑا مجمع موجود تھا۔ یہ دونوں کے درمیان بیٹھ گئے اور دونوں کی حدیثیں ایک ہی وقت میں لکھ ڈالیں۔ بن مبارک مشہور محدث ہیں۔ حدیث حاصل کرنے میں ان کی محنتیں مشہور ہیں۔ خود کہتے ہیں کہ میں نے چار ہزار استاذوں سے حدیث حاصل کی ہے۔ علی بن الحسن کہتے ہیں کہ ایک رات سخت سردی تھی۔ میں اور ابن مبارک مسجد سے عشاء کے بعد نکلے۔ دروازہ پر ایک حدیث میں گفتگو شروع ہو گئی۔ میں کچھ کہتا رہا وہ بھی فرماتے رہے۔ وہیں کھڑے کھڑے صبح کی اذان ہو گئی۔ حمید بن ابی شیبہ محدث ہیں جنہوں نے بخاری اور مسلم کی احادیث کو ایک جگہ جمع بھی کیا ہے۔ رات بھر لکھتے تھے اور گرمی کے موسم میں جب گرمی بہت سستی تو ایک لنگن میں پانی بھر لیتے اور اس میں بیٹھ کر لکھتے۔ سب سے الگ رہتے تھے۔ شاعر بھی ہیں۔ ان کے شعر ہیں

(شعر اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

لِقَاءِ النَّاسِ لَيْسَ يُفِيدُ شَيْئًا  
سِوَى الْهَدْيَانِ مِنْ قَبْلِ وَقَالَ  
فَأَقْبَلَ مِنْ لِقَاءِ النَّاسِ إِلَّا  
لَاخِذَ الْعِلْمِ أَوْ لِمَصْلَاحِ حَالِ  
ترجمہ: لوگوں کی ملاقات کچھ فائدہ نہیں دیتی بجز قیل وقال کی بجواس کے اس لئے لوگوں کی  
ملاقات کم کر بجز اس کے کہ علم حاصل کرنے کے واسطے استاذ سے یا اصلاح نفس کے  
واسطے کسی شیخ سے ملاقات ہو۔

امام طبرانی مشہور محدث ہیں۔ بہت سی تصانیف فرماتی ہیں۔ کسی نے ان کی کثرت تصانیف کو  
دیکھ کر پوچھا کہ کس طرح لکھیں۔ کہنے لگے کہ تیس برس بوریئے پر گزار دیتے۔ یعنی رات دن بوریئے  
پر پڑے رہتے تھے۔ ابو العباس شیرازی کہتے ہیں کہ میں نے طبرانی سے تین لاکھ حدیثیں لکھی ہیں۔  
امام ابو حنیفہ بڑی شدت کے ساتھ ناسخ اور منسوخ احادیث کی تحقیق فرماتے تھے۔ کوفہ جو اس زمانہ میں  
علم کا گھر کہلاتا تھا اس میں جتنے محدثین تھے سب کی احادیث کو جمع فرمایا تھا۔ اور جب کوئی باہر  
سے محدث آتے تو شاگردوں کو حکم فرماتے کہ ان کے پاس کوئی ایسی حدیث ہو جو اپنے پاس نہ ہو  
تو اس کی تحقیق کرو۔ ایک علمی مجلس امام صاحب کے یہاں تھی جس میں محدث، فقیہ، اہل لغت  
کا مجمع تھا۔ جب کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو اس مجلس میں اس پر بحث ہوتی اور بعض مرتبہ ایک  
ایک مہینہ بحث رہتی۔ اس کے بعد جب کوئی بات طے ہوتی تو وہ مذہب قرار دی جاتی اور  
لکھ لی جاتی۔ امام ترمذی کے نام سے کون ناواقف ہوگا۔ احادیث کا کثرت سے یاد کرنا اور یاد رکھنا  
اُن کی خصوصی شان تھی۔ اور قوتِ حافظہ میں ضربِ کمال تھی۔ بعض محدثین نے اُن کا امتحان لیا اور  
چالیس حدیثیں ایسی سنائیں جو غیر معروف تھیں۔ امام ترمذی نے فوراً اسنادیں۔ خود امام ترمذی کہتے  
ہیں کہ میں نے مکر مکر کے راستے میں ایک شیخ کی احادیث کے دو جزو نقل کئے تھے۔ اتفاق سے  
خود ان شیخ سے ملاقات ہو گئی۔ میں نے درخواست کی کہ وہ دونوں جزو احادیث کے استاذ سے سن  
بھی لوں۔ انہوں نے قبول کر لیا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ وہ جزو میرے پاس ہیں۔ مگر استاذ کی خدمت  
میں گیا تو بجائے اُن کے دو سادے جزو ہاتھ میں تھے۔ استاذ نے سنا شروع کیا۔ اتفاقاً ان کی نظر  
پڑی تو میرے ہاتھ میں سادے جزو تھے۔ ناراض ہو کر فرمایا۔ تمہیں شرم نہیں آتی۔ میں نے قصہ  
بیان کیا اور عرض کیا کہ آپ جو سناتے ہیں وہ مجھے یاد ہو جاتا ہے۔ استاذ کو یقین نہ آیا۔ فرمایا اچھا سناؤ۔  
میں نے سب حدیثیں سنادیں۔ فرمایا کہ یہ تم کو پہلے سے یاد ہوں گی۔ میں نے عرض کیا کہ اور نئی حدیثیں  
سناد دیجئے۔ انہوں نے چالیس حدیثیں اور سنادیں۔ میں نے اُن کو بھی فوراً سنادیا اور ایک بھی غلطی



نہیں کی۔ محدثین نے جو جو مخفی احادیث کے یاد کرنے میں، اُن کو پھیلانے میں کی ہیں اُن کا شمار تو درکنار اُن کا شمار بھی مشکل ہے۔ قرطمہ ایک محدث ہیں۔ زیادہ مشہور بھی نہیں ہیں۔ اُن کے ایک شاگرد داؤد کہتے ہیں کہ لوگ ابو حاتم و غیرہ کے حافظہ کا ذکر کرتے ہیں۔ میں نے قرطمہ سے زیادہ حافظ نہیں دیکھا۔ ایک مرتبہ میں اُن کے پاس گیا۔ کہنے لگے کہ ان کتب میں سے جو کسی دل چاہے اٹھا لو میں سُنادوں گا۔ میں نے کتاب الاثر پر اٹھائی وہ ہر باب کے اخیر سے اول کی طرف پڑھ گئے اور پوری کتاب سُنادی۔ ابو زرعہ کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ کو دس لاکھ حدیثیں یاد تھیں بن راہویؒ کہتے ہیں کہ ایک لاکھ حدیثیں میں نے جمع کی ہیں اور تیس ہزار مجھے از بر یاد ہیں۔ خفاف کہتے ہیں کہ اسحقؒ نے گیارہ ہزار حدیثیں اپنی یاد سے ہمیں لکھوائیں اور پھر اُن کو نمبر وار سُنا دیا۔ کوئی حرف کم ہوا نہ زیادہ۔ ابو سعید اصفہانی بغدادی سولہ سال کی عمر میں ابو نصرؒ کی احادیث سُنانے کے لئے بغداد پہنچے۔ راستے میں ان کے انتقال کی خبر سُن کر بے ساختہ رو پڑے۔ چھین نکل گئیں کہ ان کی سُن کہاں ملے گی۔ اتنا رنج کرونے میں چھین نکل جائیں جب ہی ہو سکتا ہے جب کسی چیز کا عشق ہو۔ ان کو مسلم شریف پوری حفظ یاد تھی اور حفظ ہی طلبہ کو لکھوایا کرتے تھے۔ گیارہ حج کئے۔ جب کھانا کھا بیٹھے تو آنکھوں میں آنسو بھرتے۔ ابو عمر ضریرؒ پیدائشی نابینا تھے مگر حفاظ حدیث میں شمار ہیں تاریخ، فرائض، حساب میں کامل مہارت رکھتے تھے۔ ابو الحسن اصفہانی کو بخاری شریف اور مسلم شریف دونوں یاد تھیں۔ بالخصوص بخاری شریف کا تو یہ حال تھا کہ جو کوئی سند پڑھتا اس کا سن یعنی حدیث پڑھ دیتے اور جو متن پڑھتا، اس کی سند پڑھ دیتے تھے۔ شیخ تقی الدینؒ بغدادی نے چار مہینے میں مسلم شریف تمام حفظ کر لی تھی اور مجمع بین الصحیحین کے بھی حافظ تھے۔ صاحب کتاب بزرگ تھے۔ قرآن پاک کے بھی حافظ تھے کہتے ہیں کہ سورۃ الانعام ساری ایک دن میں حفظ کر لی تھی۔ ابنِ اسحاقؒ امام نسائیؒ کے مشہور شاگرد ہیں۔ حدیث لکھنے میں اخیر تک مشغول رہے۔ اُن کے صاحبزادے کہتے ہیں کہ میرے والد نے لکھتے لکھتے دوات میں قلم رکھا اور دونوں ہاتھ دعا کے واسطے اٹھائے اور اسی حال میں انتقال ہو گیا۔ علامہ ساجیؒ نے بچپن میں فقہ حاصل کیا۔ اس کے بعد علم حدیث کا شغل رہا ہرات میں دس برس قیام کیا جس میں چھ مرتبہ ترمذی شریف اپنے ہاتھ سے لکھی۔ ابنِ مندہؒ سے غرائب شعبہ پڑھ رہے تھے کہ اسی حال میں ابنِ مندہؒ کا عشرہ کی نماز کے بعد انتقال ہوا۔ پڑھنے والے سے پڑھانے والے کا ولولہ علمی قابلِ قدر ہے کہ اخیر وقت تک پڑھاتے رہے۔ ابو عمر و خفاف کو ایک لاکھ حدیثیں از بر تھیں۔ امام بخاریؒ کے استاد عاصم بن علیؒ جب بغداد پہنچے تو شاگردوں کا اس قدر

تھا کہ اکثر ایک لاکھ سے زائد ہو جاتے تھے۔ ایک مرتبہ اندازہ لگایا گیا تو ایک لاکھ بیس ہزار ہوئے۔ اسی وجہ سے بعض الفاظ کو کئی کئی مرتبہ کہنا پڑتا۔ ان کے ایک شاگرد کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ کو چودہ مرتبہ کہنا پڑا۔ ظاہر بات ہے کہ سو لاکھ آدمیوں کو آواز پہنچانے کے واسطے بعض لفظوں کو کئی کئی مرتبہ کہنا ہی پڑے گا۔ ابو مسلم بصریؒ جب بغداد پہنچے تو ایک بڑے میدان میں حدیث کا درس شروع ہوا، سات آدمی کھڑے ہو کر نکھواتے تھے۔ جس طرح عید کی تبکیریں کہی جاتی ہیں۔ سبق کے بعد دو اُمیں شمار کی گئیں تو چالیس ہزار سے زیادہ محققین اور جو لوگ صرف سُننے والے تھے وہ اُن سے علیحدہ۔ فریابیؒ کی مجلس میں اسی طرح نکھوانے والے تین سو سولہ تھے اس سے مجمع کا اندازہ اپنے آپ ہو جاتا ہے۔ اس محنت اور مشقت سے یہ پاک علم آج تک زندہ ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے چھ لاکھ حدیثوں میں سے انتخاب کر کے بخاری شریف لکھی ہے جس میں سات ہزار دو سو پچھتر حدیثیں ہیں اور ہر حدیث لکھتے وقت دو رکعت نفل نماز پڑھ کر حدیث لکھی ہے۔ جب یہ بغداد پہنچے تو وہاں کے محدثین نے ان کا امتحان لیا، اس طرح کہ دس آدمی متعین ہوئے ان میں سے ہر شخص نے دس دس حدیثیں چھانٹیں ان کو بدل بدل کر ان سے پوچھا۔ یہ ہر سوال کے جواب میں ”مجھے معلوم نہیں“ کہتے رہے۔ جب دس کے دس پوچھ چکے تو انہوں نے سب سے پہلے پوچھنے والے کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم نے سب سے پہلی حدیث یہ پوچھی تھی تم نے اس طرح بیان کی یہ غلط ہے اور صحیح اس طرح ہے دوسری حدیث یہ پوچھی تھی وہ اس طرح تم نے بیان کی یہ غلط ہے اور صحیح اس طرح ہے غرض اسی طرح سو کی سو حدیثیں ترتیب وار بیان فرمادیں کہ ہر حدیث کو اول اس طرح پڑھتے جس طرح امتحان لینے والے نے پڑھا تھا پھر کہتے کہ یہ غلط ہے اور صحیح اس طرح ہے۔ امام مسلمؒ نے چودہ برس کی عمر میں حدیث پڑھنا شروع کی۔ اسی میں اخیر تک مشغول رہے۔ خود کہتے ہیں کہ میں نے تین لاکھ احادیث میں سے چھانٹ کر مسلم شریف تصنیف کی ہے جس میں بارہ ہزار حدیثیں ہیں امام ابو داؤدؒ کہتے ہیں کہ میں نے پانچ لاکھ احادیث سنی ہیں جن میں سے انتخاب کر کے سُنن ابو داؤد شریف تصنیف کی ہے جس میں چار ہزار آٹھ سو حدیثیں ہیں۔ یوسف مزنی مشہور محدث ہیں۔ اُسماءؒ رجال کے امام ہیں۔ اول اپنے شہر میں فقہ اور حدیث حاصل کیا۔ اس کے بعد مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، حَلَب، حَمَات بَغْدَاد وغیرہ کا سفر کیا۔ بہت سی کتابیں اپنے قلم سے لکھیں۔ تہذیب الکمال دو سو جلدوں میں تصنیف کی اور کتابُ لَلْأَطْرَافِ اسی جلدوں سے زیادہ ہیں۔ ان کی عادت شریفہ تھی کہ اکثر چپ رہتے۔ بات کسی سے بہت ہی کم کرتے تھے۔ اکثر اوقات کتاب کے دیکھنے میں مشغول رہتے تھے۔ حاسدوں کی



عداوت کا شکار بھی بنے مگر انتقام نہیں لیا۔ ان حضرات کے حالات کا احاطہ دشوار ہے۔ بڑھڑکی کتابیں ان کے حالات اور جانفشانیوں کا احاطہ نہیں کر سکیں۔ یہاں نمونہ کے طور پر چند حضرات کے واقعات کا ذکر اس لئے کیا تاکہ یہ معلوم ہو کہ یہ علم حدیث جو آج ساڑھے تیرہ سو برس تک نہایت آف تاب سے باقی ہے وہ کس محنت اور جانفشانی سے باقی رکھا گیا ہے اور جو لوگ علم حاصل کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں اپنے آپ کو طالب علم کہتے ہیں وہ کتنی محنت اور مشقت اس کے لئے گوارا کرتے ہیں۔ اگر ہم لوگ یہ چاہیں کہ ہم اپنی عیش و عشرت، راحت و آرام، سیر و تفریح اور دنیا کے دوسرے مشاغل میں لگے رہیں اور حضورؐ کے پاک کلام کا یہ شیوع اسی طرح باقی رہے تو اس خیال است و محال است و جنون کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

## نواں باب

### حضور ﷺ کی فرماں برداری اور امتثالِ حکم

اور یہ دیکھنا کہ حضور ﷺ کا منشور مبارک کیا ہے۔ ویسے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہر فعل فرماں برداری تھا اور گزشتہ قصوں سے بھی یہ بات خوب روشن ہے لیکن خاص طور سے چند قصے اس باب میں اس لئے ذکر کئے جاتے ہیں کہ ہم لوگ اپنی حالتوں کا اس باب سے خاص طور پر مقابلہ کر کے دیکھیں کہ ہم اللہ اور اس کے رسول پاک ﷺ کے احکام کی فرمانبرداری کہاں تک کرتے ہیں جس پر ہم لوگ ہر وقت اس کے بھی منتظر رہتے ہیں کہ وہ برکات و ترقیات اور ثمرات جو صحابہ کرامؓ کو حاصل ہوتے تھے ہمیں بھی حاصل ہوں۔ اگر واقعی ہم لوگ اس چیز کے مستحق ہیں تو ہمیں بھی وہ کرنا چاہیے جو وہ حضرات کر کے دکھلا گئے ہیں۔



## حضرت عبداللہ بن عمروؓ کا چادر کو جلا دینا

(۱)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ سفر میں ہم لوگ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے۔ میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے اوپر ایک چادر تھی جو کسٹم کے رنگ میں ہلکی سی رنگی ہوئی تھی۔ حضورؐ نے دیکھ کر فرمایا: یہ کیا اوڑھ رکھا ہے۔ مجھے اس سوال سے حضورؐ کی ناگواری کے آثار معلوم ہوئے۔ میں گھر والوں کے پاس واپس ہوا تو انہوں نے چولہا جلا رکھا تھا۔ میں نے وہ چادر اس میں ڈال دی۔ دوسرے روز جب حاضری ہوئی تو حضورؐ نے فرمایا وہ چادر کیا ہوئی۔ میں نے قصہ سنا دیا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: عورتوں میں سے کسی کو کیوں نہ پہنا دی۔ عورتوں کے سینے میں تو مصانقہ نہ تھا۔ ف اگرچہ چادر کے جلانے کی ضرورت نہ تھی مگر جس کے دل میں کسی کی ناگواری اور ناراضی کی چوٹ لگی ہوئی ہو، وہ اتنی سوچ کا متحمل ہی نہیں ہوتا کہ اس کی کوئی اور صورت بھی ہو سکتی ہے۔ ہاں مجھ جیسا نالائق ہوتا، تو نا معلوم کتنے احتمالات پیدا کر لیتا کہ یہ ناگواری کس درجہ کی ہے اور دریافت تو کر لوں اور کوئی صورت اجازت کی بھی ہو سکتی ہے یا نہیں اور حضورؐ نے پوچھا ہی تو ہے منع تو نہیں کیا وغیرہ وغیرہ۔

## النصاری کا مکان کو ڈھا دینا

(۲)

حضور اقدس ﷺ ایک مرتبہ دولت کدہ سے باہر تشریف لے جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک قبۃ (گنبد دارجرہ) دیکھا جو اونچا بنا ہوا تھا۔ ساتھیوں سے دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ فلاں النصاری نے قبۃ بنایا ہے۔ حضورؐ سن کر خاموش ہو رہے۔ کسی دوسرے وقت وہ النصاری حاضر خدمت ہوئے اور سلام کیا۔ حضورؐ نے اعراض فرمایا، سلام کا جواب بھی نہ دیا۔ انہوں نے اس خیال سے کہ شاید خیال نہ ہوا ہو، دوبارہ سلام کیا۔ حضور اقدس ﷺ نے پھر بھی اعراض فرمایا اور جواب نہیں دیا۔ وہ اس کے کیسے متحمل ہو سکتے تھے۔ صحابہؓ سے جو وہاں موجود تھے۔ دریافت کیا، پوچھا، تحقیق کیا، کہ میں آج حضورؐ کی نظروں کو پھرا ہوا پاتا ہوں، خیر تو ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضورؐ باہر تشریف لے گئے تھے۔ راستہ میں تمہارا قبۃ دیکھا تھا اور دریافت فرمایا تھا کہ یہ کس کا ہے۔ یہ سن کر وہ النصاری فوراً گئے اور اس کو توڑ کر ایسا زمین کی برابر کر دیا کہ نام و نشان بھی نہ رہا اور پھر آکر عرض بھی نہیں کیا۔ اتفاقاً حضورؐ ہی کا اس جگہ کسی دوسرے موقع پر گزر ہوا تو دیکھا کہ وہ قبۃ وہاں



نہیں ہے۔ دریافت فرمایا صحابہؓ نے عرض کیا کہ انصاری نے آنحضرت کے اعراض کا کئی روز پہلے ذکر کیا تھا۔ ہم نے کہہ دیا تھا کہ تمہارا قبۃ دیکھا ہے۔ انہوں نے اگر اس کو بالکل توڑ دیا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ہر تعمیر آدمی پر وبال ہے مگر وہ تعمیر جو سخت ضرورت اور مجبوری کی ہو۔ ف یہ کمال عشق کی بات ہے ان حضرات کو اس کا تحمل ہی نہیں تھا کہ چہرہ انور کو رنجیدہ دیکھیں یا کوئی شخص اپنے سے حضورؐ کی گرائی محسوس کرے۔ ان صحابیؓ نے قبۃ کو گرایا اور پھر یہ بھی نہیں گرانے کے بعد جانے کے طور پر آکر کئے آپ کی خوشی کے واسطے گرا دیا بلکہ جب حضورؐ کا خود ہی اتفاق سے ادھر کو تشریف لے جانا ہوا تو وہ فرمایا۔ حضورؐ کو تعمیر میں روپے کا ضائع کرنا خاص طور سے ناگوار تھا بہت سی احادیث میں اس کا ذکر آیا ہے۔ خود اذواجِ مطہرات کے مکانات کھجور کی ٹہنیوں کے ٹٹے تھے جن پر ٹاٹ کے پرے بٹے رستے تھے تاکہ اجنبی نگاہ اندر نہ جاسکے۔ ایک مرتبہ حضورؐ کہیں سفر میں تشریف لے گئے۔ حضرت اُمّ سلمہؓ کو کچھ ثروت حاصل تھی۔ انہوں نے اپنے مکان پر بجائے ٹٹوں کے کچی اینٹیں لگالیں۔ واپسی پر جب حضورؐ نے ملاحظہ فرمایا تو دریافت کیا کہ یہ کیا کیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ اس میں بے پردگی کا اقبال ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ بدترین چیز جس میں آدمی کا روپیہ خرچ ہو، تعمیر ہے۔ عبد اللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اور میری والدہ اپنے مکان کی ایک دیوار کو جو خراب ہو گئی تھی درست کر رہے تھے حضورؐ نے ملاحظہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ موت اس دیوار کے گرنے سے زیادہ قریب ہے۔

### (۳) صحابہؓ کا سُرخ چادروں کو اتارنا

حضرت رافعؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک مرتبہ سفر میں حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے اور ہمارے اونٹوں پر چادریں پڑی ہوئی تھیں جن میں سُرخ ڈورے تھے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ یہ سُرخ تم پر غالب ہوتی جاتی ہے۔ حضورؐ کا یہ ارشاد فرمایا تھا کہ ہم لوگ ایک ایسے گہرا کے اٹھے کہ ہمارے بھاگنے سے اونٹ بھی ادھر ادھر بھاگنے لگے اور ہم نے فوراً اس چادریں اونٹوں سے اتار لیں۔ ف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی زندگی میں اس قسم کے واقعات کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ ہاں ہماری زندگی کے اعتبار سے ان پر تعجب ہوتا ہے۔ ان کی عام زندگی ایسی ہی تھی۔ عروہ بن مسعود جب صلح حدیبیہ میں جس کا قصہ باب کے ۳ پر گذر چکا ہے۔ ان کی طرف سے قاصد کی حیثیت سے آئے تھے تو مسلمانوں کی حالت کا بڑی غور سے مطالعہ کیا تھا اور مکہ واپس جا کر کُفار سے کہا تھا کہ میں بڑے بڑے بادشاہوں کے یہاں قاصد بن کر گیا ہوں۔

فارس، روم اور حبشہ کے بادشاہوں سے بلا ہوں۔ میں نے کسی بادشاہ کے یہاں یہ بات نہیں دیکھی کہ اس کے درباری اس کی اس قدر تعظیم کرتے ہوں جتنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جماعت ان کی تعظیم کرتی ہے۔ کبھی ان کا بلغم زمین پر گرنے نہیں دیتی، وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ پر پڑتا ہے اور وہ اس کو منہ اور بدن پر مل لیتا ہے۔ جب وہ کوئی حکم کرتے ہیں تو ہر شخص دوڑتا ہے کہ تعمیل کرے۔ جب وہ وضو کرتے ہیں تو وضو کا پانی بدن پر ملنے اور لینے کے واسطے ایسے دوڑتے ہیں گویا آپس میں جنگ و جدل ہو جاوے گا اور جب وہ بات کرتے ہیں تو سب چپ ہو جاتے ہیں۔ کوئی شخص ان کی طرف عظمت کی وجہ سے نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا۔

### ④ حضرت وائلؓ کا ذباب کے لفظ سے بال کٹوا دینا

وائل بن حجر کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حاضر خدمت ہوا۔ میرے سر کے بال بہت بڑھے ہوئے تھے میں سامنے آیا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا ذباب ذباب۔ میں یہ سمجھا کہ میرے بالوں کو ارشاد فرمایا۔ میں واپس گیا اور ان کو کٹوا دیا۔ جب دوسرے دن خدمت میں حاضری ہوتی تو ارشاد فرمایا کہ میں نے تمہیں نہیں کہا تھا لیکن یہ اچھا کیا۔ ذباب کے معنی منخوس کے بھی ہیں اور بڑی چیز کے بھی۔ یہ اشاروں پر مرثیے کی بات ہے کہ منہ سمجھنے کے بعد خواہ وہ غلط ہی سمجھا ہو اس کی تعمیل میں دیر نہ ہوتی تھی۔ یہاں حضورؐ نے ارشاد ہی فرمادیا کہ تم کو نہیں کہا تھا مگر یہ چونکہ اپنے متعلق سمجھے اس لئے کیا مجال تھی کہ دیر ہوتی۔ ابتدائے اسلام میں نماز میں بولنا جائز تھا پھر منسوخ ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حاضر خدمت ہوئے، حضورؐ نماز پڑھ رہے تھے انہوں نے سب معمول سلام کیا چونکہ نماز میں بولنا منسوخ ہو چکا تھا حضورؐ نے جواب نہ دیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کے جواب نہ دینے سے نئی اور پرانی باتیں یاد آکر مختلف خیالات نے مجھے آگھرا۔ کبھی سوچتا فلاں بات سے ناراضی ہوتی۔ کبھی خیال کرتا کہ فلاں بات پیش آئی۔ آخر حضورؐ نے جب سلام پھیرا اور ارشاد فرمایا کہ نماز میں کلام کرنا منسوخ ہو گیا ہے اس لئے میں نے سلام کا جواب نہیں دیا تھا۔ تب جان میں جان آئی۔

### ⑤ حضرت سہیل بن خنظلہؓ کی عادت اور خیریمؓ کا بال کٹوا دینا

دمشق میں سہیل بن خنظلہ نامی ایک صحابی رہا کرتے تھے جو نہایت ایکسو تھے۔ بہت کم کسی سے



مٹے جلتے تھے اور کہیں آتے جاتے نہ تھے۔ دن بھر نماز میں مشغول رہتے یا تسبیح اور وظائف میں مصروف رہتے جاتے۔ راستہ میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہم پر جو مشہور صحابی ہیں گزر رہے ہوتا۔ ابو الدرداء فرماتے کہ کوئی کلمہ خیر سنا تے جاؤ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے ہو جائے گا۔ تو وہ کوئی واقعہ حضور کے زمانہ کا یا کوئی حدیث سنا دیتے۔ ایک مرتبہ اسی طرح جا رہے تھے۔ ابو الدرداء نے معمول کے موافق درخواست کی کہ کوئی کلمہ خیر سنا تے جاتیں۔ کہنے لگے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خرنیم اُسدی اچھا آدمی ہے۔ اگر دو باتیں نہ ہوں۔ ایک سر کے بال بہت بڑے رہتے ہیں دوسرے لنگی ٹخنوں کے نیچے باندھتا ہے۔ ان کو حضور کا یہ ارشاد پہنچا تو انہوں نے کر بال کانوں کے نیچے سے کاٹ دیئے اور لنگی ادھی پنڈلی تک باندھنا شروع کر دی۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ان دونوں باتوں کو ارشاد فرمایا اور انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ اب سے نہ ہوں گی۔ مگر دونوں روایتوں میں کچھ اشکال نہیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ خود ان سے بھی ارشاد فرمایا ہو اور غیبت میں بھی ارشاد فرمایا ہو جو سننے والے نے ان سے جا کر عرض کر دیا۔

### ۶) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اپنے بیٹے سے نہ بولنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت دے دیا کرو۔ ابن عمر کے ایک صاحبزادہ نے عرض کیا کہ ہم تو اجازت نہیں دے سکتے۔ کیونکہ وہ اس کو آئندہ چل کر بہانہ بنالیں گی آزادی اور فساد و آوارگی کا۔ حضرت ابن عمر بہت ناراض ہوئے۔ بُرا بھلا کہا اور فرمایا کہ میں تو حضور کا ارشاد سناؤں اور تو کہیے کہ اجازت نہیں دے سکتے۔ اس کے بعد سے ہمیشہ کے لئے ان صاحبزادے سے بولنا چھوڑ دیا۔ صاحبزادہ کا یہ کہنا کہ فساد کا جیلہ بنالیں گی، اپنے زمانہ کی حالت کو دیکھ کر تھا۔ اسی وجہ سے خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ اگر حضور اس زمانہ کی عورتوں کا حال دیکھتے تو ضرور عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع فرما دیتے حالانکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا زمانہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ زیادہ بعد کا نہیں لیکن اس کے باوجود حضرت ابن عمر کو اس کا حال نہیں ہو سکا کہ حضور کے ارشاد کو سن کر اس میں کوئی تردید یا تامل کیا جائے اور صرف اس بات پر کہ حضور کے ارشاد پر انہوں نے انکار کیا عمر بھر نہیں بولے اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

کو بھی اس میں دقتیں اٹھانا پڑیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشاد کی اہمیت کی وجہ سے جو ان کی جان تھی، مسجد سے روکنا بھی مشکل تھا اور زمانہ کے فساد کی وجہ سے جس کا اندیشہ اسی وقت سے شروع ہو گیا تھا، اجازت بھی مشکل تھی چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کسی نکاح ہوتے جن میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی ہوا وہ مسجد میں تشریف لے جاتی تھیں اور حضرت عمر کو گراں ہوتا تھا۔ کسی نے ان کو کہا کہ عمر کو گراں ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر ان کو گراں ہے تو منع کر دیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا۔ ان کو بھی یہ چیز گراں تھی مگر روکنے کی ہمت نہ ہوئی۔ تو ایک مرتبہ عشاء کی نماز کے لئے یہ جہاں کو جاتی تھیں، راستہ میں بیٹھ گئے اور جب یہ پاس کو گذریں تو ان کو چھیڑا خاوند تھے اس لئے ان کو تو جائز تھا ہی مگر ان کو خبر نہ ہوئی۔ اندھیرا تھا کہ یہ کون ہیں۔ اس کے بعد سے انہوں نے جانا چھوڑ دیا۔ دوسرے وقت حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ مسجد میں کیوں جانا چھوڑ دیا۔ کہنے لگیں کہ اب زمانہ نہیں رہا۔

### ۴ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کہ نماز قصر قرآن میں نہیں

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک شخص نے پوچھا کہ قرآن شریف میں مقیم کی نماز کا کبھی ذکر ہے اور خوف کی نماز کا بھی، مسافر کی نماز کا ذکر نہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ برادر زادہ اللہ جل شانہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنا کر بھیجا، ہم لوگ انجان تھے کچھ نہیں جانتے تھے۔ پس جو ہم نے ان کو کرتے دیکھا وہ کریں گے۔ **ف** مقصود یہ ہے کہ ہر مسئلہ کا صراحۃً قرآن شریف میں ہونا ضروری نہیں عمل کے واسطے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو جانا کافی ہے، خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھے قرآن شریف عطا ہوا اور اس کے برابر اور احکام دیتے گئے۔ عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے کہ پیٹ بھرے لوگ اپنے گدوں پر بیٹھ کر کہیں گے کہ بس قرآن شریف کو مضبوط پکڑ لو جو اس میں احکام ہیں ان پر عمل کرو۔ **ف** پیٹ بھرے سے مراد یہ ہے کہ اس قسم کے فاسد خیال دولت کے نشہ سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔

### ۵ حضرت ابن مغفل رضی اللہ عنہ کا خذف کی وجہ سے کلام چھوڑ دینا

عبداللہ بن مغفل کا ایک نو عمر بھتیجہ خذف سے کھیل رہا تھا۔ انہوں نے دیکھا اور فرمایا کہ



برادر زادہ ایسا نہ کرو۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس سے فائدہ کچھ نہیں۔ نہ شکار ہو سکتا ہے اور نہ دشمن کو نقصان پہنچایا جاسکتا ہے اور اتفاقاً کسی کے لگ جاتے تو آنکھ پھوٹ جاتے، دانست ٹوٹ جاتے۔ بختیگر کم عمر تھا۔ اس نے جب چچا کو غافل دیکھا تو پھر کھیلنے لگا۔ انہوں نے دیکھ لیا فرمایا کہ میں تجھے حضورؐ کا ارشاد دُسناتا ہوں۔ تو پھر اسی کام کو کرتا ہے۔ خدا کی قسم تجھ سے کبھی بات نہیں کروں گا۔ ایک دوسرے قصہ میں اس کے بعد بے خدا کی قسم نہ تیرے جنازہ میں شریک نہ ہوں گا۔ نہ تیری عیادت کروں گا۔ ف خذف اس کو کہتے ہیں کہ انگوٹھے پر چھوٹی سی کنکری رکھ کر اس کو انگلی سے پھینک دیا جائے۔ بچوں میں عام طور سے اس طرح کھیلنے کا مرض ہوتا ہے وہ ایسا تو ہوتا نہیں کہ اس سے شکار ہو سکے۔ ہاں آنکھ میں کسی کے اتفاقاً لگ جاتے تو اس کو زخمی کر ہی دے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو اس کا عمل نہ ہو سکا کہ حضورؐ کا ارشاد دُسنانے کے بعد بھی وہ بچہ اس کام کو کرے۔ ہم لوگ صبح سے شام تک حضورؐ کے کتنے ارشادات سنتے ہیں اور ان کا کتنا اہتمام کرتے ہیں۔ ہر شخص خود ہی اپنے متعلق فیصلہ کر سکتا ہے۔

## ۹ حضرت حکیم بن حزامؓ کا سوال نہ کرنے کا عہد

حکیم بن حزامؓ ایک صحابی ہیں۔ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کچھ طلب کیا۔ حضورؐ نے عطا فرمایا پھر کسی موقع پر کچھ مانگا۔ حضورؐ نے پھر مرحمت فرمادیا۔ تیسری دفعہ پھر سوال کیا۔ حضورؐ نے عطا فرمادیا اور یہ ارشاد فرمایا کہ حکیم یہ مال سب برباد ہے۔ ظاہر میں بڑی میٹھی چیز ہے مگر اس کا دھوکہ یہ ہے کہ اگر یہ دل کے استغناء سے ملے تو اس میں برکت ہوتی ہے اور اگر طمع اور لالچ سے حاصل ہو تو اس میں برکت نہیں ہوتی ایسا ہو جاتا ہے (جیسے جوع البقر کی بیماری ہو کہ ہر وقت کھائے جائے اور پیٹ نہ بھرے۔ حکیمؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ کے بعد اب کسی کو نہیں ستاؤں گا۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں حکیمؓ کو بیت المال سے کچھ عطا فرمانے کا ارادہ کیا۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں بار بار اصرار کیا مگر انہوں نے انکار ہی فرمادیا۔ ف یہی وجہ ہے کہ آج کل ہم لوگوں کے مالوں میں برکت نہیں ہوتی کہ لالچ اور طمع میں گھرے رہتے ہیں۔



## (۱۰) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا جاسوسی کے لئے جانا

حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ غزوہ خندق میں ہماری ایک طرف تو مگنہ کے کفار اور ان کے ساتھ دوسرے کافروں کے بہت سے گروہ تھے جو ہم پر چڑھائی کر کے آئے تھے اور حملہ کے لئے تیار تھے اور دوسری طرف خود مدینہ منورہ میں بنو قریظہ کے یہود ہماری دشمنی پر تلے ہوئے تھے جن سے ہر وقت اندیشہ تھا کہ کہیں مدینہ منورہ کو خالی دیکھ کر وہ ہمارے اہل و عیال کو بالکل ختم نہ کر دیں۔ ہم لوگ مدینہ منورہ سے باہر لڑائی کے سلسلہ میں پڑے ہوئے تھے۔ منافقوں کی جماعت گھر کے خالی اور تنہا ہونے کا بہانہ کر کے اجازت لے کر اپنے گھروں کو واپس جا رہی تھی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر اجازت مانگنے والے کو اجازت مرحمت فرمادیتے تھے۔ اسی دوران میں ایک رات آندھی اس قدر شدت سے آئی کہ نہ اس سے پہلے کبھی اتنی آئی اور نہ اس کے بعد۔ اندھیرا اس قدر زیادہ کہ آدمی کو پاس والا آدمی تو کیا، اپنا ہاتھ بھی نظر نہیں آتا تھا اور ہوا اتنی سخت کہ اس کا شور بجلی کی طرح گرج رہا تھا۔ منافقین اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے۔ ہم تین سو کا مجمع اسی جگہ تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک کا حال دریافت فرما رہے تھے اور اسی اندھیری میں ہر طرف تحقیقات فرما رہے تھے۔ اتنے میں میرے پاس کو حضور کا گذر ہوا۔ میرے پاس نہ تو دشمن سے بچاؤ کے واسطے کوئی ہتھیار نہ سردی سے بچاؤ کے لئے کوئی کپڑا، صرف ایک چھوٹی سی چادر تھی جو اوڑھنے میں گھٹنوں تک آتی تھی اور وہ بھی میری نہیں بیوی کی تھی۔ میں اس کو اوڑھے ہوئے گھٹنوں کے بل زمین سے چمٹا ہوا بیٹھا تھا۔ حضور نے دریافت فرمایا کون ہے۔ میں نے عرض کیا حذیفہ مگر مجھ سے سردی کے مارے اٹھا بھی دگیا اور شرم کے مارے زمین سے چمٹ گیا۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ اٹھ کھڑا ہوا اور دشمنوں کے جھتے میں جا کر ان کی خبر لاکر کیا ہو رہا ہے۔ میں اس وقت گھبراہٹ خوف اور سردی کی وجہ سے سب سے زیادہ خستہ حال تھا۔ مگر تعمیل ارشاد میں اٹھ کر فوراً چل دیا جب میں جانے لگا تو حضور نے دعا دی۔ اَللّٰهُمَّ احْفَظْهُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهِ وَ عَنْ يَسْبِيْنِهِ وَ عَنْ شِمَالِهِ وَ مِنْ فَوْقِهِ وَ مِنْ تَحْتِهِ۔ "یا اللہ آپ اس کی حفاظت فرمائیں سامنے سے اور پیچھے سے، دائیں سے اور بائیں سے، اوپر سے اور نیچے سے" حذیفہ فرماتے ہیں کہ حضور کا یہ ارشاد فرمانا تھا کہ گویا مجھ سے خوف اور سردی بالکل ہی جاتی رہی اور ہر قدم



پر یہ معلوم ہوتا تھا گویا گرمی میں چل رہا ہوں حضور نے چلتے وقت یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ کوئی حرکت نہ کر کے آئیو۔ چپ چاپ دیکھ کر آجاؤ کہ کیا ہو رہا ہے میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ آگ جل رہی ہے اور لوگ سینک رہے ہیں۔ ایک شخص آگ پر ہاتھ سینکتا ہے اور کوکھ پر پھر لیتا ہے اور ہر طرف سے واپس چل دو واپس چل دو کی آوازیں آرہی ہیں۔ ہر شخص اپنے قبیلہ والوں کو آواز دے کر کہتا ہے کہ واپس چلو اور ہوا کی تیزی کی وجہ سے چاروں طرف سے پتھر ان کے خیموں پر برس رہے تھے۔ خیموں کی رسیاں ٹوٹتی جاتی تھیں اور گھوڑے وغیرہ جانور ہلاک ہو رہے تھے۔ ابوسفیان جو ساری جماعتوں کا اس وقت گویا سردار بن رہا تھا آگ پر سینک رہا تھا۔ میرے دل میں آیا کہ موقع اچھا ہے اس کو نمٹانا چلوں۔ ترکش میں سے تیر نکال کر کمان میں بھی رکھ لیا مگر پھر حضور کا ارشاد یاد آیا کہ کوئی حرکت نہ کیجیو دیکھ کر چلے آنا۔ اس لئے میں نے تیر کو ترکش میں رکھ دیا۔ ان کو شبہ ہو گیا کہنے لگے۔ تم میں سے کوئی جاسوس ہے ہر شخص اپنے برابر والے کا ہاتھ پکڑ لے۔ میں نے جلدی سے ایک آدمی کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا۔ تو کون؟ وہ کہنے لگا۔ سبحان اللہ تو مجھے نہیں جانتا میں فلاں ہوں۔ میں وہاں سے واپس آیا۔ جب آدمی راستہ پر تھا تو تقریباً بیس سوار عمامہ باندھے ہوئے مجھے ملے۔ انہوں نے کہا۔ اپنے آقا سے کہہ دینا کہ اللہ نے دشمنوں کا انتظام کر دیا، بے فکر رہیں۔ میں واپس پہنچا تو حضور ایک چھوٹی سی چادر اوڑھے نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ ہمیشہ کی عادت شریفہ تھی کہ جب کوئی گھبراہٹ کی بات پیش آتی تو حضور نماز کی طرف متوجہ ہو جایا کرتے تھے۔ نماز سے فراغت پر میں نے وہاں کا جو منظر دیکھا تھا عرض کر دیا۔ جاسوس کا قصہ سن کر دندان مبارک چمکنے لگے۔ حضور نے مجھے اپنے پاؤں مبارک کے قریب لٹا لیا اور اپنی چادر کا ذرا سا حصہ مجھ پر ڈال دیا۔ میں نے اپنے سینے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تلووں سے چمٹا لیا۔ اے ف ان ہی حضرات کا یہ حصہ تھا اور ان ہی کو زیبا تھا کہ اس قدر سختیوں اور دقتوں کی حالت میں بھی تعمیل ارشاد تن، من جان مال سب سے زیادہ عزیز تھی۔ اللہ جل شانہ بلا امتحان اور بلا اہلیت مجھ ناپاک کو بھی اُن کے اتباع کا کوئی حصہ نصیب فرما دیں تو زہے قسمت۔





# دسواں باب



## عورتوں کا دینی جذبہ

حقیقت یہ ہے کہ اگر عورتوں میں دین کا شوق اور نیک اعمال کا جذبہ پیدا ہو جائے تو اولاد پر اس کا اثر ضروری ہے۔ اس کے برخلاف ہمارے زمانہ میں اولاد کو شروع ہی سے ایسے ماحول میں رکھا جاتا ہے جس میں اس پر دین کے خلاف اثر پڑے یا کم از کم یہ کہ دین کی طرف سے بے توجہی پیدا ہو جائے۔ جب ایسے ماحول میں ابتدائی زندگی گزرتی ہے تو اس سے جو نتائج پیدا ہوں گے وہ ظاہر ہیں۔

### تسبیحات حضرت فاطمہ علیہا السلام (۱)

حضرت علیؑ نے اپنے ایک شاگرد سے فرمایا کہ میں تمہیں اپنا اور فاطمہؑ کا جو حضورؐ کی سب سے زیادہ لاڈلی بیٹی تھیں قصہ سناؤں۔ شاگرد نے کہا ضرور۔ فرمایا کہ وہ اپنے ہاتھ سے چکی پیتی تھیں جس کی وجہ سے ہاتھ میں نشان پڑ گئے تھے اور خود پانی کی مشک بھر کر لاتی تھیں جس کی وجہ سے سینہ پر مشک کی رسی کے نشان پڑ گئے تھے اور گھر کی جھاڑ و وغیرہ بھی خود ہی دیتی تھیں جس کی وجہ سے تمام کپڑے میلے کچیلے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ غلام باندیاں آئیں۔ میں نے فاطمہؑ سے کہا کہ تم بھی جاکر حضورؐ سے ایک خدمت گار مانگ لو تاکہ تم کو کچھ مدد مل جاوے۔ وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ وہاں مجمع تھا اور شرم مزاج میں بہت زیادہ تھی۔ اس لئے شرم کی وجہ سے سب کے سامنے باپ سے بھی مانگتے ہوئے شرم آئی۔ واپس آگئیں۔ دوسرے دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لائے۔ ارشاد فرمایا کہ فاطمہؑ کل تم کس کام گئے تھیں۔ وہ شرم کی وجہ سے چپ ہو گئیں۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ان کی یہ حالت ہے کہ چکی کی وجہ سے ہاتھوں میں گئے پڑ گئے اور مشک کی وجہ سے سینہ پر رسی کے نشان ہو گئے ہر وقت کے کاروبار



کی وجہ سے کپڑے میلے رہتے ہیں۔ میں نے ان سے کل کہا تھا کہ آپ کے پاس خادم آئے ہوئے ہیں ایک یہ بھی مانگ لیں اس لئے گنتی تھیں۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے اور علیؓ کے پاس ایک ہی بسترہ ہے اور وہ بھی میٹھنے کی ایک کھال ہے۔ رات کو اس کو بچھا کر سو جاتے ہیں، صبح کو اسی پر گھاس دانہ ڈال کر اونٹ کو کھلاتے ہیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ بیٹی صبر کر حضرت موسیٰؑ اور ان کی بیوی کے پاس دس برس تک ایک ہی بچھونا (بسترہ) تھا۔ وہ بھی حضرت موسیٰؑ کا چوغہ تھا۔ رات کو اسی کو بچھا کر سو جاتے تھے۔ تو تقویٰ حاصل کر اور اللہ سے ڈر اور اپنے پروردگار کا فریضہ ادا کرتی رہ اور گھر کے کاروبار کو انجام دیتی رہ اور جب سونے کے واسطے لیٹا کرے تو سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ، الحمد للہ ۳۳ مرتبہ اور اللہ اکبر ۳۳ مرتبہ پڑھ لیا کرو۔ یہ خادم سے زیادہ اچھی چیز ہے۔ حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا میں اللہ اور اس کے رسولؐ سے راضی ہوں۔ **ف** یعنی جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی رضا میرے بارہ میں ہو مجھے بخوشی منظور ہے۔ یہ بھی زندگی دو جہان کے بادشاہ کی بیٹی کی۔ آج ہم لوگوں میں سے کسی کے پاس دو پیسہ ہو جائیں تو اس کے گھر والے گھر کا کام کاج ذکرنا اپنا کام نہ کر سکیں۔ پافانہ میں لوٹا بھی ماما ہی رکھ کر آئے۔ اس واقعہ میں جو اوپر ذکر کیا گیا صرف سونے کے وقت کا ذکر ہے دوسری حدیثوں میں ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ یہ تینوں کلمے اور ایک مرتبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ بھی آیا ہے۔

## (۲) حضرت عائشہؓ کا صدقہ

حضرت عائشہؓ کی خدمت میں دو گونین درہموں کی بھر کر پیش کی گئیں جن میں ایک سے زیادہ درہم تھے۔ حضرت عائشہؓ نے مطابق منگایا اور ان کو بھر بھر کر تقسیم فرمانا شروع کر دیا اور شام تک سب ختم کر دیئے۔ ایک درہم بھی باقی نہ چھوڑا۔ خود روزہ دار تھیں۔ افطار کے وقت باندی سے کہا کہ افطار کے لئے کچھ لے آؤ۔ وہ ایک روٹی اور زیتون کا تیل لے آئیں اور عرض کرنے لگیں کیا اچھا ہوتا کہ ایک درہم کا گوشت ہی منگالیتیں۔ آج ہم روزہ گوشت سے افطار کر لیتے۔ فرمانے لگیں۔ اب طعن دینے سے کیا ہوتا ہے۔ اس وقت یاد دلاتی تو میں منگالیتی۔ **ف** حضرت عائشہؓ کی خدمت میں اس نوع کے نذرانہ امیر معاویہؓ، حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ وغیرہ حضرات کی طرف سے پیش کئے جاتے تھے۔ کیونکہ وہ زمانہ فتوحات کی کثرت کا

مکانوں میں غلہ کی طرح سے اشرفیوں کے انبار پڑے رہتے تھے اور اس کے باوجود اپنی زندگی نہایت سادہ اور نہایت معمولی گذاری جاتی تھی حتیٰ کہ افطار کے واسطے بھی ماما کے یاد دلانے کی ضرورت تھی۔ پچیس ہزار روپے کے قریب تقسیم کر دیا اور یہ خیال بھی نہ آیا کہ میرا روزہ ہے اور گوشت بھی منگانا ہے آج کل اس قسم کے واقعات اتنے دور ہو گئے ہیں کہ خود واقعہ کے سچا ہونے میں تردّد ہونے لگا لیکن اُس زمانہ کی عام زندگی جن لوگوں کی نظر میں ہے۔ ان کے نزدیک یہ اور اس قسم کے سینکڑوں واقعات کچھ بھی تعجب کی چیز نہیں۔ خود حضرت عائشہؓ کے بہت سے واقعات اس کے قریب قریب ہیں۔ ایک دفعہ روزہ دار تھیں اور گھر میں ایک روٹی کے سوا کچھ نہ تھا۔ ایک فقیر نے آکر سوال کیا۔ خادمہ سے فرمایا کہ وہ روٹی اس کو دیدو۔ اُس نے عرض کیا کہ افطار کے لئے گھر میں کچھ بھی نہیں۔ فرمایا۔ کیا مضائقہ ہے۔ وہ روٹی اس کو دے دو۔ اس نے دیدی۔ ایک مرتبہ ایک سانپ مار دیا۔ خواب میں دیکھا کوئی کہتا ہے کہ تم نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا۔ فرمایا۔ اگر وہ مسلمان ہوتا تو حضورؐ کی بیویوں کے یہاں نہ آتا۔ اس نے کہا۔ مگر پرے کی حالت میں آیا تھا۔ اس پر گھبرا کر آنکھ کھل گئی اور بارہ ہزار درہم جو ایک آدمی کا خون بہا ہوتے ہیں صدقہ کئے۔ عروۃ کہتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ دیکھا کہ ستر ہزار درہم صدقہ کئے اور اپنے کرتے میں پیوند لگ رہا تھا۔

### ۳ حضرت ابن زبیرؓ کا حضرت عائشہؓ کو صدقہ سے روکنا

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ حضرت عائشہؓ کے بھانجے تھے اور وہ ان سے بہت محبت فرماتی تھیں انہوں نے ہی گویا بھانجے کو پالا تھا۔ حضرت عائشہؓ کی اس فیاضی سے پریشان ہو کر کہ خود تکلیفیں اٹھائیں اور جو آئے وہ فوراً خرچ کر دیں۔ ایک دفعہ کہہ دیا کہ خالہ کا ہاتھ کسی طرح روکنا چاہیے۔ حضرت عائشہؓ کو بھی یہ فقرہ پہنچ گیا۔ اس پر ناراض ہو گئیں کہ میرا ہاتھ روکنا چاہتا ہے اور ان سے ذلولی کی نذر کے طور پر قسم کھانی۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو خالہ کی ناراضی کا بہت صدمہ ہوا۔ بہت سے لوگوں سے سفارش کرائی مگر انہوں نے اپنی قسم کا عذر فرما دیا۔ آخر جب عبداللہ بن زبیرؓ بہت ہی پریشان ہوئے تو حضور اقدس ﷺ کی منہجیال کے دو حضرات کو سفارشی بنا کر ساتھ لے گئے وہ دونوں حضرات اجازت لے کر اندر گئے۔ یہ بھی چھپ کر ساتھ ہوئے۔ جب وہ دونوں پردہ کے پیچھے بیٹھے اور حضرت عائشہؓ پردہ کے اندر بیٹھ کر بات چیت



فرمانے لگیں تو یہ جلدی سے پردہ میں چلے گئے اور جا کر خالہ سے لپٹ گئے اور بہت روئے اور خوش آمد کی۔ وہ دونوں حضرات بھی سفارش کرتے رہے اور مسلمان سے بولنا چھوڑنے کے متعلق حضور کے ارشادات یاد دلاتے رہے اور احادیث میں جو ممانعت اس کی آئی ہے وہ سب رہے جس کی وجہ سے حضرت عائشہؓ ان احادیث میں جو ممانعت اور مسلمان سے بولنا چھوڑنے پر جو عتاب وارد ہوا۔ اس کی تاب نہ لاسکیں اور روئے لگیں۔ آخر مُعَاذِ فَرَمَادِیا اور بولنے لگیں لیکن اپنی اس قسم کے کفارہ میں بار بار غلام آزاد کرتی تھیں حتیٰ کہ چالیس غلام آزاد کئے اور جب بھی اس قسم توڑنے کا خیال آجاتا۔ اتنا روئیں کہ دوپٹہ تک آنسوؤں سے بھیگ جاتا۔ اسے ف۔ ہم لوگ صبح سے شام تک کتنی قسمیں ایک سانس میں کھا لیتے ہیں اور پھر اس کی کتنی پرواہ کرتے ہیں اس کا جواب اپنے ہی سوچنے کا ہے۔ دوسرا شخص کون ہر وقت پاس رہتا ہے جو بتا دے لیکن جن لوگوں کے ہاں اللہ کے نام کی وقعت ہے۔ اور اللہ سے عہد کر لینے کے بعد پورا کرنا ضروری ہے ان سے پوچھو کہ عہد کے پورا نہ ہونے سے دل پر کیا گزرتی ہے۔ اسی وجہ سے حضرت عائشہؓ کو کبھی یہ واقعہ یاد آتا تھا تو بہت زیادہ روتی تھیں۔

## ۴) حضرت عائشہؓ کی حالت اللہ کے خوف سے

حضرت عائشہؓ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو عینی محبت تھی وہ کسی سے مخفی نہیں حتیٰ کہ جب حضورؐ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو سب سے زیادہ محبت کس سے ہے تو آپ نے فرمایا عائشہؓ سے۔ اس کے ساتھ ہی مسائل سے اتنی زیادہ واقف تھیں کہ بڑے بڑے مسائل کی تحقیق کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ حضرت جبریل علیہ السلام ان کو سلام کرتے تھے۔ جنت میں بھی حضرت عائشہؓ کو حضورؐ کی بیوی ہونے کی بشارت دی گئی۔ منافقوں نے آپ پر تمہمت لگائی تو قرآن شریف میں آپ کی برائے نازل ہوئی خود حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ دس خصوصیات مجھ میں ایسی ہیں کہ کوئی دوسری بیوی ان میں شریک نہیں ابن سعد نے ان کو مفصل نقل کیا ہے۔ صدقہ کی کیفیت پہلے قصوں سے معلوم ہو ہی چکی۔ ان سب باتوں کے باوجود اللہ کے خوف کا یہ حال تھا۔ فرمایا تمہیں کہ کاش میں درخت ہی جاتی کہ تیسرے کرتی رستی اور کوئی آخرت کا مطالبہ مجھ سے نہ ہوتا۔ کاش میں پتھر ہوتی کہ کاش میں مٹی کا ڈلا ہوتی۔ کاش میں پیدا ہی نہ ہوتی۔ کاش میں درخت کا پتا ہوتی۔ کاش میں کوئی

گھاس ہوتی بلکہ اللہ کے خوف کا یہ منظر دوسرے باب کے پانچویں چھٹے قصہ میں بھی گزر چکا ہے۔ ان حضرات کی یہ عام حالت تھی۔ اللہ سے ڈرنا انہیں کا حصہ تھا۔

## ⑤ حضرت اُم سلمہؓ کے خاوند کی دعا اور ہجرت

اُمُّ الْمُؤْمِنِینِ حضرت اُمِّ سَلَمَہُ خُصْرَ اُقْدَسُ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے پہلے حضرت اَبُو سَلَمَہُ صحابی کے نکاح میں تھیں۔ دونوں میں بہت ہی زیادہ محبت اور تعلق تھا۔ جس کا اندازہ اس قصہ سے ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ اُمِّ سَلَمَہُ نے اَبُو سَلَمَہُ سے کہا کہ میں نے یہ سنا ہے کہ اگر مرد اور عورت دونوں جنتی ہوں اور عورت مرد کے بعد کسی سے نکاح نہ کرے تو وہ عورت جنت میں اسی مرد کو ملے گی۔ اسی طرح اگر مرد دوسری عورت سے نکاح نہ کرے تو وہی عورت اس کو ملے گی اس لئے لاؤ ہم اور تم دونوں عہد کر لیں کہ ہم میں سے جو پہلے مر جائے وہ دوسرا نکاح نہ کرے۔ اَبُو سَلَمَہُ نے کہا کہ تم میرا کہنا مان لو گی۔ اُمِّ سَلَمَہُ نے کہا کہ میں تو اسی واسطے مشورہ کر رہی ہوں کہ تمہارا کہنا مانوں۔ اَبُو سَلَمَہُ نے کہا کہ تو میرے بعد تم نکاح کر لینا۔ پھر دعا کی کہ یا اللہ میرے بعد اُمِّ سَلَمَہُ کو مجھ سے بہتر خاوند عطا فرما جو نہ اس کو رنج پہنچائے اور نہ تکلیف دے۔ ابتدا سے اسلام میں دونوں میاں بیوی نے حبشہ کی ہجرت ساتھ ہی کی۔ اس کے بعد وہاں سے واپسی پر مدینہ طیبہ کی ہجرت کی۔ جس کا مفصل قصہ خود اُمِّ سَلَمَہُ بیان کرتی ہیں کہ جب اَبُو سَلَمَہُ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو اپنے اونٹ پر سامان لادا اور مجھے اور میرے بیٹے سَلَمَہُ کو سوار کرایا اور خود اونٹ کی نکیل ہاتھ میں لے کر چلے۔ میرے میکے کے لوگوں بنو مُغیرہ نے دیکھ لیا۔ انہوں نے اَبُو سَلَمَہُ سے کہا کہ تم اپنی ذات کے بارے میں تو آزاد ہو سکتے ہو مگر ہم اپنی لڑکی کو تمہارے ساتھ کیوں جانے دیں، کہ یہ شہر دشہر پھرے۔ یہ کہہ کر اونٹ کی نکیل اَبُو سَلَمَہُ کے ہاتھ سے چھین لی اور مجھے زبردستی واپس لے آئے۔ میرے کسرال کے لوگ بنو عبد اللہ کو جو اَبُو سَلَمَہُ کے رشتہ دار تھے جب اس قصہ کی خبر ملی تو وہ میرے میکہ والوں بنو مُغیرہ سے جھگڑنے لگے کہ تمہیں اپنی لڑکی کا تو اختیار ہے مگر ہم اپنے لڑکے سَلَمَہُ کو تمہارے پاس کیوں چھوڑ دیں جب کہ تم نے اپنی لڑکی کو اس کے خاوند کے

ساتھ بخاری تے اگر عورت دوسرے خاوند سے نکاح کرے تو اس میں دو حدیں وارد ہوتی ہیں، ایک حدیث میں آیا ہے کہ وہ دوسرے کو ملے گی اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ اس کو اختیار دیا جاوے گا کہ جس خاوند کے پاس رہنا چاہے اس کو اختیار کرے۔ یہ دوسری حدیث زیادہ مشہور ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جن حدیثوں کے دونوں خاوند برابر ہوں ان کے حق میں پہلی حدیث ہو۔ اس بارہ میں بھی روایات مختلف ہیں کہ ہر شخص کو کتنی بیبیاں ملیں گی۔



پاس نہیں چھوڑا اور یہ کہہ کر میرے لڑکے سدرہ کو بھی مجھ سے چھین لیا۔ اب میں اور میرا لڑکا اور میرا بیٹا  
 تینوں جدا جدا ہو گئے۔ خاوند تو مدینہ چلے گئے۔ میں اپنے میکہ میں رہ گئی اور بیٹا اپنی دوھیال میر  
 پہنچ گیا۔ میں روز میدان میں نکل جاتی اور شام تک رویا کرتی۔ اسی طرح پورا ایک سال مجھے روتا  
 گذر گیا۔ نہ میں خاوند کے پاس جاسکی نہ بچہ مجھے مل سکا۔ ایک دن میرے ایک چچا زاد بھائی نے میرے  
 حال پر ترس کھا کر اپنے لوگوں سے کہا کہ تمہیں اس مسکینہ پر ترس نہیں آتا کہ اس کو بچہ اور خاوند سے  
 نے جدا کر رکھا ہے اس کو کیوں نہیں چھوڑ دیتے۔ غرض میرے چچا زاد بھائی نے کہہ سن کر اس بات  
 ان سب کو راضی کر لیا۔ انہوں نے مجھے اجازت دے دی کہ تو اپنے خاوند کے پاس جانا چاہتی ہے  
 چلی جا۔ یہ دیکھ کر بنو عبد اللہ نے بھی لڑکا دے دیا میں نے ایک اونٹ تیار کیا اور بچہ گود میں  
 اونٹ پر تنہا سوار ہو کر مدینہ کو چل دی۔ تین چار میل چلی تھی کہ تنعیم میں عثمان بن طلحہ مجھے ملے  
 سے پوچھا کہ اکیلی کہاں جا رہی ہو۔ میں نے کہا کہ اپنے خاوند کے پاس مدینہ جا رہی ہوں۔ انہوں  
 نے کہا کوئی تمہارے ساتھ نہیں۔ میں نے کہا کہ اللہ کی ذات کے سوا کوئی نہیں ہے۔ انہوں نے میرے  
 اونٹ کی نکیل پکڑی اور آگے آگے چل دیئے۔ خدا پاک کی قسم مجھے عثمان سے زیادہ شریف آدمی  
 کوئی نہیں ملا۔ جب اترنے کا وقت ہوتا وہ میرے اونٹ کو بٹھا کر خود علیحدہ درخت کی کھڑکی  
 ہو جاتے۔ میں اتر جاتی اور جب سوار ہونے کا وقت ہوتا، اونٹ کو سامان وغیرہ لا کر میرے  
 بٹھا دیتے۔ میں اس پر سوار ہو جاتی اور وہ آکر اس کی نکیل پکڑ کر آگے آگے چلنے لگتے۔ اسی طرح ہم مدینہ  
 پہنچے جب قبا میں پہنچے تو انہوں نے کہا۔ تمہارا خاوند یہیں ہے۔ اس وقت تک ابوسلہ رضی اللہ  
 میں مقیم تھے۔ عثمان مجھے وہاں پہنچا کر خود مکہ مکرمہ واپس ہو گئے۔ پھر کہا کہ خدا کی قسم عثمان بن طلحہ  
 سے زیادہ کریم اور شریف آدمی میں نے نہیں دیکھا اور اس سال میں جتنی مشقت اور تکلیف  
 نے برداشت کی شاید ہی کسی نے کی ہو۔ **وف** اللہ پر بھروسہ کی بات تھی کہ تنہا ہجرت کے  
 ارادہ سے چل دیں۔ اللہ جل شانہ نے اپنے فضل سے ان کی مدد کا سامان مہیا کر دیا۔ جو اللہ  
 کر لیتا ہے اللہ جل شانہ اس کی مدد فرماتا ہے۔ بندوں کے دل اسی کے قبضہ میں ہیں۔ ہجرت  
 اگر کوئی محرم نہ ہو تو تنہا بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ ہجرت فرض ہو۔ اس لئے ان کے تنہا سفر پر  
 اشکال نہیں۔



## ۶) حُرَامِ زِيَا ﷺ کی چند عورتوں کے ساتھ خیبر میں شرکت

حُضُورِ اُقْدَس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زمانہ میں مردوں کو تو جہاد کی شرکت کا شوق تھا ہی جس کے واقعات کثرت سے نقل کئے جاتے ہیں۔ عورتیں بھی اس چیز میں مردوں سے پیچھے نہیں تھیں۔ ہمیشہ مشتاق رہتی تھیں اور جہاں موقع مل جاتا پہنچ جاتیں۔ اُمّ زبیدؓ کہتی ہیں کہ خیبر کی لڑائی میں ہم چھ عورتیں جہاد میں شرکت کے لئے چل دیں۔ حُضُورِ اُقْدَس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اطلاع ملی تو ہم کو بلایا۔ حُضُور کے چہرہ انور پر غصہ کے آثار تھے۔ ارشاد فرمایا کہ تم کس کی اجازت سے آئیں اور کس کے ساتھ آئیں۔ ہم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ہم کو اُدُن بننا آتا ہے اور جہاد میں اس کی ضرورت پڑتی ہے۔ زخموں کی دوا میں بھی ہمارے پاس ہیں، اور کچھ نہیں تو مجاہدین کو تیر ہی پکڑنے میں مدد دیں گی، اور جو بیمار ہوگا اس کی دوا دارو کی مدد ہو سکے گی۔ سٹو وغیرہ گھولنے اور پلانے میں کام لے دیں گی۔ حُضُور نے ٹھہر جانے کی اجازت دیدی۔ فحق تعالیٰ شانہ نے اس وقت عورتوں میں بھی کچھ ایسا دلوں اور جرات پیدا فرمائی تھی جو آجکل مردوں میں بھی نہیں ہے۔ دیکھئے یہ سب اپنے شوق سے خود ہی پہنچ گئیں اور کتنے کام اپنے کرنے کے تجویز کر لئے۔ حُنین کی لڑائی میں اُمّ سلمہؓ باوجودیکہ حاملہ تھیں۔ عبد اللہ بن ابی طلحہ سپٹ میں تھے، شریک ہوئیں اور ایک خنجر ساتھ لئے رہتی تھیں۔ حُضُور نے فرمایا۔ یہ کس لئے ہے۔ عرض کیا کہ اگر کوئی کافر میرے پاس آئے گا تو اس کے سپٹ میں بھونک دوں گی۔ اس سے پہلے اُحد وغیرہ کی لڑائی میں بھی یہ شریک ہوتی تھیں۔ زخمیوں کی دوا دارو اور بیماروں کی خدمت کرتی تھیں۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ اور اُمّ سلمہؓ کو دیکھا کہ نہایت مستعدی سے مشک بھر کر لاتی تھیں اور زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں اور جب خالی ہو جاتی تو پھر بھر لاتیں۔

## حُرَامِ حَرَام ﷺ کی غزوۃ النحر میں شرکت کی تمنا

حضرت اُمّ حَلاَم حضرت انسؓ کی خالہ تھیں۔ حُضُورِ اُقْدَس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کثرت سے اُن کے گھر تشریف لے جاتے اور کبھی دوپہر وغیرہ کو وہیں آرام بھی فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ حُضُورِ اُقْدَس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اُن کے گھر آرام فرما رہے تھے کہ مسکراتے ہوئے اُٹھے۔ اُمّ حَلاَم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کس بات پر آپ مسکرا رہے تھے۔ آپ نے



فرمایا کہ میری اُمت کے کچھ لوگ مجھے دکھلاتے گئے جو سمندر پر لڑائی کے ارادہ سے اس طرح سوار ہوتے جیسے تختوں پر بادشاہ بیٹھے ہوں۔ اُمّ حرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ دعا فرمادیجئے کہ حق تعالیٰ شاء مجھے بھی ان میں شامل فرمادیں۔ حضورؐ نے فرمایا تم بھی ان میں شامل ہوگی۔ اس کے بعد پھر حضورؐ نے آرام فرمایا اور پھر مسکراتے ہوئے اُٹھے۔ اُمّ حرامؓ نے پھر مسکرانے کا سبب پوچھا۔ آپؐ نے پھر اسی طرح ارشاد فرمایا اُمّ حرامؓ نے پھر وہی درخواست کی کہ یا رسول اللہؐ آپ دعا فرمادیں کہ میں بھی ان میں ہوں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم پہلی جماعت میں ہوگی۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں امیر معاویہؓ نے جو شام کے حاکم تھے جزائر قبرص پر حملہ کرنے کی اجازت چاہی۔ حضرت عثمانؓ نے اجازت دے دی امیر معاویہؓ نے ایک لشکر کے ساتھ حملہ فرمایا جس میں اُمّ حرامؓ بھی اپنے خاوند حضرت عبادہؓ کے ساتھ لشکر میں شریک ہوئیں اور واپسی پر ایک حجر پر سوار ہو رہی تھیں کہ وہ ہدکا اور یہ اس پر سے گر گئیں جس سے گردن ٹوٹ گئی اور انتقال فرما گئیں اور وہیں دفن کی گئیں۔ ف یہ قولہ تھا جو ہاد میں شرکت کا کہ ہر لڑائی میں شرکت کی دعا کراتی تھیں مگر چونکہ ان دونوں لڑائیوں میں سے پہلی لڑائی میں انتقال فرما متعین تھا اس لئے دوسری لڑائی میں شرکت نہ ہو سکی اور اسی وجہ سے حضورؐ نے اس میں شرکت کی دعا بھی نہ فرمائی تھی۔

## ۸) حضرت اُمّ سلیمؓ کا لڑکے کے مرنے پر عمل

اُمّ سلیمؓ حضرت انسؓ کی والدہ تھیں جو اپنے پہلے خاوند یعنی حضرت انسؓ کے والد کی وفات کے بعد بیوہ ہو گئی تھیں اور حضرت انسؓ کی پرورش کے خیال سے کچھ دنوں تک نکاح نہیں کیا تھا۔ اس کے بعد حضرت ابو طلحہؓ سے نکاح کیا جن سے ایک صاحبزادہ ابو غمیرؓ پیدا ہوئے جن سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب اُن کے گھر تشریف لے جاتے تو ہنسی بھی فرمایا کرتے تھے اتفاق سے ابو غمیرؓ کا انتقال ہو گیا۔ اُمّ سلیمؓ نے اُن کو نہ لایا نہ دھلایا۔ کفن پہنایا اور ایک چارپائی پر لٹا دیا۔ ابو طلحہؓ کا روزہ تھا۔ اُمّ سلیمؓ نے ان کے لئے کھانا وغیرہ تیار کیا اور خود اپنے آپ کو بھی آراستہ کیا۔ خوشبو وغیرہ لگائی۔ رات کو خاوند آئے۔ کھانا وغیرہ بھی کھایا۔ بچہ کا حال پوچھا تو انہوں نے کہہ دیا کہ اب تو سکون معلوم ہوتا ہے بالکل اچھا ہو گیا۔ وہ بے فکر ہو گئے۔ رات کو خاوند نے صحبت بھی کی۔ صبح کو جب وہ اُٹھے تو کہنے لگیں کہ ایک بات دریافت کرنا تھی۔ اگر کوئی شخص کسی کو مانگی چیز دیدے۔ پھر وہ اُسے واپس لینے لگے تو واپس کر دینا چاہیے یا اُسے روک لے واپس نہ کرنے وہ کہنے لگے کہ ضرور واپس کر دینا چاہیے، روکنے کا کیا حق ہے مانگی چیز کا تو واپس کرنا ہی ضروری ہے۔

یہ سچو امّ سلمہؓ نے کہا کہ تمہارا لڑکا جو اللہ کی امانت تھا وہ اللہ نے لے لیا۔ ابو طلحہؓ کو اس پر رنج ہوا اور کہنے لگے کہ تم نے مجھ کو خبر بھی نہ دی۔ صبح کو حضورؐ کی خدمت میں ابو طلحہؓ نے اس سارے قصہ کو عرض کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی اور فرمایا کہ شاید اللہ جلّ شأنہ اس رات میں برکت عطا فرماویں۔ ایک انصاری کہتے ہیں کہ میں نے حضورؐ کی دعا کی برکت دیکھی کہ اس رات کے محل سے عبد اللہ بن ابی طلحہؓ پیدا ہوئے جن کے نوبچے ہوئے اور سب نے قرآن شریف پڑھا۔ **ف** بڑے صبر اور ہمت کی بات ہے کہ اپنا بچہ مرجائے اور ایسی طرح اس کو برداشت کرے کہ خاوند کو بھی محسوس نہ ہونے دے چونکہ خاوند کا روزہ تھا اس لئے خیال ہوا کہ خبر ہونے پر کھانا بھی مشکل ہوگا۔

### ۹ حضرت امّ حبیبہؓ کا اپنے باپ کو بستر پر نہ بٹھانا

امّ المؤمنین حضرت امّ حبیبہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے عبید اللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں۔ دونوں خاوند بیوی ساتھ ہی مسلمان ہوئے اور حبشہ کی ہجرت بھی اکتھے ہی کی۔ وہاں جا کر خاوند مرنے لگا اور اسی حالتِ ارتداد میں انتقال کیا۔ حضرت امّ حبیبہؓ نے یہ بیوگی کا زمانہ حبشہ ہی میں گزارا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وہیں نکاح کا پیام بھیجا اور حبشہ کے بادشاہ کی معرفت نکاح ہوا۔ جیسا کہ باب کے ختم پر بیبیوں کے بیان میں آئے گا۔ نکاح کے بعد مدینہ طیبہ تشریف لائیں۔ صلح کے زمانہ میں ان کے باپ ابو سفیان مدینہ طیبہ آئے کہ حضورؐ سے صلح کی مضبوطی کے لئے گفتگو کرنا تھی۔ بیٹی سے ملنے گئے وہاں بستر بچھا ہوا تھا اس پر بیٹھنے لگے تو حضرت امّ حبیبہؓ نے وہ بستر الٹ دیا۔ باپ کو تعجب ہوا کہ بجائے بستر بچھانے کے اس بچے ہوئے کو بھی الٹ دیا۔ پوچھا کہ یہ بستر میرے قابل نہیں تھا اس لئے لپیٹ دیا یا میں بستر کے قابل نہیں تھا۔ حضرت امّ حبیبہؓ نے فرمایا کہ یہ اللہ کے پاک اور پیارے رسولؐ کا بستر ہے اور تم بوجہ مشرک ہونے کے ناپاک ہو، اس پر کیسے بٹھا سکتی ہوں۔ باب کو اس بات سے بہت رنج ہوا اور کہا کہ تم مجھ سے جدا ہونے کے بعد بُری عادتوں میں مبتلا ہو گئیں۔ مگر امّ حبیبہؓ کے دل میں حضورؐ کی جو عظمت تھی اس کے لحاظ سے وہ کب اس کو گوارا کر سکتی تھیں کہ کوئی ناپاک مشرک باپ ہو یا غیر ہو، حضورؐ کے بستر پر بیٹھ سکے۔ ایک مرتبہ حضورؐ سے چاشت کی بارہ رکتوں کی فضیلت سنی تو ہمیشہ ان کو پابندی سے نبھا دیا۔ ان کے والد بھی جن کا قصہ



ابھی گزرا ہے بعد میں مسلمان ہو گئے تھے، جب ان کا انتقال ہوا تو تیسرے دن خوشبو منگائی اور اس کو استعمال کیا اور فرمایا کہ مجھے نہ خوشبو کی ضرورت نہ رغبت، مگر میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ عورت کو جائز نہیں کہ خاوند کے علاوہ کسی پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے۔ ہاں خاوند کے لئے چار مہینہ دس دن ہیں۔ اسلئے خوشبو استعمال کرتی ہوں کہ سوگ نہ سمجھا جائے۔ جب خود اپنے انتقال کا وقت ہوا تو حضرت عائشہؓ کو بلایا اور ان سے کہا کہ میرا تھلا معاملہ سوگ کا تھا اور سوکنوں میں آپس میں کسی نہ کسی بات پر تھوڑی بہت رنجش ہو جی جاتی ہے۔ اللہ مجھے بھی معاف فرما دیں اور تمہیں بھی حضرت عائشہؓ نے فرمایا اللہ تمہیں سب معاف کرے اور اگر گزرا فرمائیں۔ یہ سن کر کہنے لگیں کہ تم نے مجھے اس وقت بہت ہی خوشی پہنچائی اللہ تمہیں بھی خوش و خرم رکھے۔ اس کے بعد اسی طرح ام سلمہؓ کے پاس بھی آدمی بھیجا۔ وہ ایک دوسرے کی صورت بھی دیکھنا نہیں چاہا کرتیں، مگر ان کو یہ بات سننا کہ دنیا کا جو معاملہ ہو وہ یہیں نمٹ جائے۔ آخرت کا بوجھ سر پر نہ رہے اور حضورؐ کی محبت اور عظمت کا اندازہ تو اس بسترہ کے معاملہ سے ہو ہی گیا۔

## ۱۰) حضرت زینبؓ کا افک کے معاملہ میں صفائی پیش کرنا

اُمّ المؤمنین حضرت زینب بنت جحشؓ رشتہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی زاد بہن تھیں شروع ہی زمانہ میں مسلمان ہو گئی تھیں، ابتداء میں آپ کا نکاح حضرت زیدؓ سے ہوا جو حضورؐ کے آزاد کئے ہوئے غلام تھے اور حضورؐ کے مشبئی بھی تھے جس کو لے پالک کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے زیدؓ بن محمد کہلاتے تھے مگر حضرت زیدؓ سے حضرت زینبؓ کا نباہ نہ ہو سکا تو انہوں نے طلاق دے دی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال سے کہ زمانہ جاہلیت کی ایک رسم ٹوٹے وہ یہ کہ مشبئی بالکل ہی بیٹے جیسا ہے اور اس کی بیوی سے نکاح بھی نہ کرنا چاہیے۔ اس لئے اپنے نکاح کا پیام بھیجا۔ حضرت زینبؓ نے جواب دیا کہ میں اپنے رب سے مشورہ کر لوں۔ یہ کہہ کر وضو کیا اور نماز کی نیت باندھی کہ اللہ سے مشورہ کئے بغیر میں کچھ جواب نہیں دیتی جس کی برکت یہ ہوئی کہ اللہ جل شانہ نے خود حضورؐ کا نکاح حضرت زینبؓ سے کیا اور قرآن پاک کی آیت نازل ہوئی۔ فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِّنْهَا وَطْلًا رَّبُّكَ عَلَّمَكَ بِمَا يَكُونُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَاجَةً إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطْلًا وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا پس جب زیدؓ نے اپنی حاجت کو اس سے پورا کر لیا تو ہم نے اس کو تمہارا

نکاح میں دے دیا تاکہ نہ بے مومنین پر تنگی اپنے لے پالکوں کی بیبیوں کے بارہ میں جب کہ وہ اپنی حاجت ان سے پوری کر چکیں اور اللہ کا حکم ہو کر ہی رہا۔ جب حضرت زینبؓ کو اس آیت کے نازل ہونے پر نکاح کی خوشخبری دی گئی تو جس نے بشارت دی تھی، اس کو وہ زیور کمال کر دیدیا جو وہ اس وقت پہن رہی تھیں اور خود سجدہ میں گر گئیں اور دو مہینے کے روزوں کی منّت مانی حضرت زینبؓ کو اس بات پر بجا طور پر فخر تھا کہ سب بیبیوں کا نکاح ان کے عزیز رشتہ داروں نے کیا مگر حضرت زینبؓ کا نکاح آسمان پر ہوا اور قرآن پاک میں نازل ہوا۔ اسی وجہ سے حضرت عائشہؓ سے مقابلہ کی نوبت بھی آجاتی تھی کہ ان کو حضور اقدس ﷺ کی سب سے زیادہ محبوبہ ہونے پر ناز تھا اور ان کو آسمان کے نکاح پر ناز تھا۔ لیکن اس کے باوجود حضرت عائشہؓ پر تہمت کے قصہ میں جب حضور اقدس ﷺ نے منجملہ اوروں کے ان سے بھی دریافت کیا۔ تو انہوں نے عرض کیا کہ میں عائشہؓ میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتی۔ یہ تھی سچی دین داری ورنہ یہ وقت سوکن کے الزام لگانے کا تھا اور خاوند کی نگاہ سے گرانے کا۔ بالخصوص اس سوکن کے جو لاڈلی بھی تھی مگر اس کے باوجود زور سے صفائی کی اور تعریف کی۔ حضرت زینبؓ بڑی بزرگ تھیں روزے بھی کثرت سے رکھتی تھیں اور نوافل بھی کثرت سے پڑھتی تھیں۔ اپنے ہاتھ سے محنت بھی کرتی تھیں اور جو حاصل ہوتا تھا اس کو صدقہ کر دیتی تھیں۔ جنور کے وصال کے وقت ازواجِ مطہرات نے پوچھا کہ ہم میں سے سب سے پہلے آپ سے کون سی بیوی ملے گی۔ آپ نے فرمایا جس کا ہاتھ لمبا ہو۔ وہ لکڑی لے کر ہاتھ ناپنے لگیں۔ لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ ہاتھ کے لمبا ہونے سے بہت زیادہ خرچ کرنا مراد تھا۔ چنانچہ سب سے پہلے حضرت زینبؓ ہی کا وصال ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب ازواجِ مطہرات کی تنخواہ مقرر فرمائی اور ان کے پاس ان کے حصے کا مال بارہ ہزار درہم بھیجے تو یہ سمجھیں کہ یہ سب کا بے فرمانے لگیں کہ تقسیم کے لئے تو اور بیبیاں زیادہ مناسب تھیں۔ قاصد نے کہا کہ یہ سب آپ ہی کا حصہ ہے اور تمام سال کے لئے ہے تو تعجب سے کہنے لگیں سبحان اللہ اور منہ پر کپڑا ڈال لیا کہ اس مال کو دیکھیں بھی نہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ حجرہ کے کونڈیں ڈال دیا جائے اور اس پر ایک کپڑا ڈلوادیا۔ پھر برزخ سے فرمایا (جو اس قصہ کو نقل کر رہے ہیں) کہ اس میں سے ایک مٹھی بھر کر فلاں کو دے آؤ اور ایک مٹھی فلاں کو، غرض رشتہ دار اور غریبوں، بیواؤں کو ایک ایک مٹھی تقسیم فرمادیا۔ اس میں جب ذرا سارہ گیا تو برزخ نے بھی خواہش ظاہر کی۔ فرمایا کہ جو کپڑے کے نیچے رہ گیا وہ تم لے جاؤ۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے جو رہ گیا تھا وہ لے لیا اور

لے کر گنا تو چور اسی درہم تھے۔ اس کے بعد دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ یا اللہ آئندہ سال یہ مال بے  
 نہ ملے کہ اس کے آنے میں بھی فتنہ ہے۔ چنانچہ دوسرے سال کی تنخواہ آنے سے پہلے ہی ان کا  
 وصال ہو گیا۔ حضرت عمرؓ کو خبر ہوئی کہ وہ بارہ ہزار تو ختم کر دیئے گئے تو انہوں نے ایک ہزار اور  
 کہ اپنی ضرورتوں میں خرچ کریں۔ انہوں نے وہ بھی اسی وقت تقسیم کر دیئے۔ باوجود کثرت فتوحات  
 کے انتقال کے وقت نہ کوئی درہم چھوڑا نہ مال، صرف وہ گھر ترکھا جس میں رہتی تھیں، صدقہ  
 کثرت کی وجہ سے ناوی السدکین (مساکین کا ٹھکانا) ان کا لقب تھا۔ ایک عورت کہتی ہیں کہ  
 حضرت زینبؓ کے یہاں تھی اور ہم گیسو سے کپڑے رنگنے میں مشغول تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ  
 وسلم تشریف لے آئے ہم کو رنگتے ہوئے دیکھ کر واپس تشریف لے گئے۔ حضرت زینبؓ کو خیال پیدا ہوا  
 حضور کو یہ چیز ناگوار ہوتی، سب کپڑوں کو جو رنگے تھے فوراً دھو ڈالا۔ دوسرے موقع پر حضور تشریف  
 لائے۔ جب دیکھا کہ وہ رنگ کا منظر نہیں ہے تو اندر تشریف لائے۔ وہ عورتوں کو بالخصوص  
 مال سے جو محبت ہوتی ہے وہ بھی مخفی نہیں اور رنگ وغیرہ سے جو انس ہوتا ہے وہ بھی محتاج بیان  
 نہیں لیکن وہ بھی آخر عورتیں تھیں جو مال کا رکھنا جانتی ہی نہ تھیں اور حضورؐ کا معمولی سا اشارہ  
 پا کر سارا رنگ دھو ڈالا۔

## ۱۱ حضرت خنساءؓ کی اپنے چار بیٹوں سمیت جنگ میں شرکت

حضرت خنساءؓ مشہور شاعرہ ہیں۔ اپنی قوم کے چند آدمیوں کے ساتھ مدینہ آ کر مسلمان ہوئے  
 ابن اثیرؒ کہتے ہیں کہ اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ کسی عورت نے ان سے بہتر شعر نہیں کہا۔ ان  
 سے پہلے نہ ان کے بعد۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں سترہ میں قادسیہ کی لڑائی ہوئی  
 میں خنساءؓ اپنے چاروں بیٹوں سمیت شریک ہوئیں۔ لڑکوں کو ایک دن پہلے بہت نصیحت  
 کی اور لڑائی کی شرکت پر بہت ابھارا، کہنے لگیں کہ میرے بیٹو! تم اپنی خوشی سے مسلمان ہو  
 ہو اور اپنی ہی خوشی سے تم نے ہجرت کی۔ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ جس  
 طرح تم ایک ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہو، اسی طرح ایک باپ کی اولاد ہو۔ میں نے نہ  
 تمہارے باپ سے خیانت کی نہ تمہارے ماموں کو رسوا کیا نہ میں نے تمہاری شرافت میں  
 کوئی دھبہ لگایا۔ نہ تمہارے نسب کو میں نے خراب کیا۔ تمہیں معلوم ہے کہ اللہ جلّ شانه  
 نے مسلمانوں کے لئے کافروں سے لڑائی میں کیا کیا ثواب رکھا ہے۔ تمہیں یہ بات بھی یاد رکھنا



چاہئے کہ آخرت کی باقی رہنے والی زندگی دنیا کی فنا ہو جانے والی زندگی سے کہیں بہتر ہے۔  
 اللہ جل شانہ کا پاک ارشاد ہے یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا  
 وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (ترجمہ) اے ایمان والو! تکالیف پر  
 صبر کرو (اور کفار کے مقابلہ میں) صبر کرو اور مقابلہ کے لئے تیار رہو، تاکہ تم پورے کامیاب  
 ہو، لہذا کل صبح کو جب تم صبح و سالم اٹھو تو بہت ہوشیاری سے لڑائی میں شریک  
 ہو، اور اللہ تعالیٰ سے دشمنوں کے مقابلہ میں مدد مانگتے ہوئے بڑھو اور جب تم دیکھو کہ  
 لڑائی زور پر آگئی اور اس کے شعلے بھڑکنے لگے تو اس کی گرم آگ میں گھس جانا اور کافروں  
 کے سردار کا مقابلہ کرنا۔ ان شاء اللہ جنت میں اکرام کے ساتھ کامیاب ہو کر رہو  
 گے۔ چنانچہ جب صبح کو لڑائی زوروں پر ہوئی تو چاروں لڑکوں میں سے ایک ایک نمبر وار  
 آگے بڑھتا تھا اور اپنی مال کی نصیحت کو اشعار میں پڑھ کر اُننگ پیدا کرتا تھا اور جب  
 شبید ہو جاتا تھا تو اسی طرح دوسرا بڑھتا تھا اور شبید ہونے تک لڑتا رہتا تھا۔ بالآخر  
 چاروں شبید ہوئے اور جب مال کو چاروں کے مرنے کی خبر ہوئی تو انھوں نے کہا کہ اللہ  
 کا شکر ہے کہ جس نے ان کی شہادت سے مجھے شرف بخشا۔ مجھے اللہ کی ذات سے اُمید  
 ہے کہ اس کی رحمت کے سایہ میں ان چاروں کے ساتھ میں بھی رہوں گی۔ ف ایسی بھی  
 اللہ کی بندی مائیں ہوتی ہیں جو چاروں جوان بیٹوں کو لڑائی کی تیزی اور زور میں گھس جانے کی  
 ترغیب دیں اور جب چاروں شبید ہو جائیں اور ایک ہی وقت میں سب کام آجائیں  
 تو اللہ کا شکر ادا کریں۔

### ۱۲) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا یہودی کو تنہا مارنا

حضرت صفیہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی اور حضرت حمزہ کی حقیقی بہن تھیں  
 اُن کی لڑائی میں شریک ہوتیں اور جب مسلمانوں کو کچھ شکست ہوئی اور بھاگنے لگے تو وہ برجھا  
 اُن کے منہ پر مار مار کر واپس کرتی تھیں۔ غزوہ خندق میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 سب مستورات کو ایک قلعہ میں بند فرمادیا تھا اور حضرت حسان بن ثابتؓ کو بطور محافظ کے  
 چھوڑ دیا تھا۔ یہودی کے لئے یہ موقع بہت غنیمت تھا کہ وہ تو اندر دنی دشمن تھے ہی۔ یہودیوں  
 ایک جماعت نے غورتوں پر حملہ کا ارادہ کیا اور ایک یہودی حالات معلوم کرنے کے لئے

قلعہ پر پہنچا۔ حضرت صفیہؓ نے کہیں سے دیکھ لیا۔ حضرت حُثَّانؓ سے کہا کہ یہ یہودی موقع دیکھ آیا ہے تم قلعہ سے باہر نکلو اور اس کو مار دو۔ وہ ضعیف تھے۔ ضعف کی وجہ سے ان کی ہمت نہ ہوئی۔ تو حضرت صفیہؓ نے ایک خیمہ کا کھونٹا اپنے ہاتھ میں لیا اور خود نکل کر اس کا سر کچل دیا۔ پھر قلعہ میں واپس آکر حضرت حُثَّانؓ سے کہا کہ چونکہ وہ یہودی مرد تھا۔ نامحرم ہونے کی وجہ سے میں نے اس کا سامان اور کپڑے نہیں اتارے تم اس کے سب کپڑے اتار لاؤ اور اس کا سر بھی کاٹ لاؤ۔ حُثَّانؓ ضعیف تھے جس کی وجہ سے اس کی بھی ہمت نہ فرما سکے۔ تو دوبارہ تشریف لے گئیں اور اس کا سر کاٹ لائیں اور دیوار پر کو یہود کے مجمع میں پھینک دیا۔ وہ دیکھ کر کہنے لگے کہ ہم تو یہودی ہی سے سمجھتے تھے کہ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو بالکل تنہا نہیں چھوڑ سکتے ہیں۔ ان کے محافظ مرد اندر موجود ہیں۔ **ف** ۲۰ء میں حضرت صفیہؓ کا وصال ہوا۔ اس وقت ان کی عمر تہتر سال کی تھی۔ اس لحاظ سے خندق کی لڑائی میں جو ۵۷ء میں ہوئی ان کی عمر اٹھاون سال کی ہوئی۔ آج کل اس عمر کی عورتوں کو گھر کا کام کاج بھی دو بھر ہو جاتا ہے چہ جائیکہ ایک مرد کا اس طرح تنہا قتل کر دینا اور ایسی حالت میں کہ یہ تنہا عورتیں اور دوسری جانب یہود کا مجمع۔

### ۱۳) حضرت اسماءؓ رضی اللہ عنہا کا عورتوں کے اجر کے بارے میں سوال

اسماء بنت یزید انصاری صحابیہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان میں مسلمان عورتوں کی طرف سے بطور خدمت کے حضور کی خدمت میں حاضر ہوتی ہوں۔ بیشک آپ کو اللہ جل شانہ نے مرد اور عورتوں کی طرف ثواب بنی بنا کر بھیجا۔ اس لئے ہم عورتوں کی جماعت آپ پر ایمان لائی اور اللہ پر ایمان لایا لیکن ہم عورتوں کی جماعت مکانوں میں گھری رہتی ہے پردوں میں بند رہتی ہے۔ مردوں کے گھروں میں گڑی رہتی ہے اور مردوں کی خواہشیں ہم سے پوری کی جاتی ہیں۔ ہم ان کی اولاد کو ان میں اٹھاتے رہتی ہیں اور ان سب باتوں کے باوجود مرد بہت سے ثواب کے کاموں میں سے بڑھے رہتے ہیں۔ جمعہ میں شریک ہوتے ہیں، جماعت کی نمازوں میں شریک ہوتے ہیں، بیماروں کی عیادت کرتے ہیں، جنازوں میں شرکت کرتے ہیں، حج پر حج کرتے رہتے ہیں۔ ان سب سے بڑھ کر جہاد کرتے رہتے ہیں اور جب وہ حج کے لئے یا عمرہ کے لئے یا جہاد کے لئے جاتے ہیں تو ہم عورتیں ان کے مالوں کی حفاظت کرتی ہیں، ان کے لئے کپڑا بنتی ہیں۔ ان کی

کو پالتی ہیں کیا ہم ثواب میں ان کی شریک نہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر صحتاً کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ تم نے دین کے بارہ میں اس عورت سے بہتر سوال کرنے والی کوئی سنی صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم کو خیال بھی نہ تھا کہ عورت بھی ایسا سوال کر سکتی ہے اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ غور سے سن اور سمجھ اور جن عورتوں نے تجھ کو بھیجا ہے ان کو بتادے کہ عورت کا اپنے خاوند کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا اور اس کی خوشنودی کو ڈھونڈنا اور اس پر عمل کرنا ان سب چیزوں کے ثواب کے برابر ہے۔ آسمان یہ جواب سن کر نہایت غور سے ہوتی ہوئی واپس ہو گئیں اور عورتوں کا اپنے خاوندوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا بہت ہی قیمتی چیز ہے مگر عورتیں اس سے بہت ہی غافل ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ مجھے لوگ اپنے بادشاہوں اور سرداروں کو سجدہ کرتے ہیں، آپ اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ ہم آپ کو سجدہ کیا کریں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر میں اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کا حکم کرتا تو عورتوں کو حکم کرتا کہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کیا کریں پھر حضور نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ عورت اپنے رب کا حق اس وقت تک ادا نہیں کر سکتی جب تک کہ خاوند کا حق ادا نہ کرے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک اونٹ آیا اور حضور کو سجدہ کیا، صحابہؓ نے عرض کیا جب یہ جانور آپ کو سجدہ کرتا ہے تو ہم زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں حضور نے منع فرمایا اور یہی ارشاد فرمایا کہ اگر میں کسی کو حکم کرتا کہ کسی کو اللہ کے سوا سجدہ کرے تو عورت کو حکم کرتا کہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو عورت ایسی حالت میں مرے کہ خاوند اس سے راضی ہو وہ جنت میں جائے گی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اگر عورت خاوند سے ناراض ہو کر علیحدہ بات گزارے تو فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ دو آدمیوں کی نماز قبولیت کے لئے آسمان کی طرف اتنی بھی نہیں جاتی کہ سر سے اوپر ہی ہو جائے۔ ایک وہ غلام جو اپنے آقا سے بھاگا ہو اور ایک وہ عورت جو کہ خاوند کی نافرمانی کرتی ہو۔

## ۱۳) حضرت اُمّ عمارہ رضی اللہ عنہا کا اسلام اور جنگ میں شرکت

حضرت اُمّ عمارہ انصاریہؓ ان عورتوں میں ہیں جو اسلام کے شروع زمانہ میں مسلمان ہوئیں اور



بَیْعَةُ الْعَقَبَةِ میں شریک ہوئیں عَقَبہ کے معنی گھاٹی کے ہیں۔ حضورِ اولِ چھپ کر مسلمان کرتے تھے۔ کیونکہ مشرک و کافر لوگ نو مسلموں کو سخت تکلیف پہنچاتے تھے۔ مدینہ کے کچھ لوگ حج کے نام میں آتے تھے اور مہنی کے پہاڑ میں ایک گھاٹی میں چھپ کر مسلمان ہوتے تھے۔ تیسری مرتبہ جو لوگ مدینہ سے آئے ہیں ان میں یہ بھی تھیں۔ ہجرت کے بعد جب لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہوا تو یہ لڑائیوں میں شریک ہوئیں۔ بالخصوص اُحُد، حُدیبیہ، خیبر، عُمُرَةُ الْقُصَا، حُنَیْن اور یمامہ کی لڑائی میں۔ اُحُد کی لڑائی کا قصہ خود ہی سناتی ہیں کہ میں مشکیزہ پانی کا بھر کر اُحُد کو چل دی کہ دیکھوں مسلمانوں پر کیا گزری اور کوئی پیاسا زخمی ملا تو پانی پلا دوں گی۔ اس وقت ان کی عمر تینتالیس برس کی تھی۔ ان کے خاوند اور دو بیٹے بھی لڑائی میں شریک تھے۔ مسلمانوں کو فتح اور غلبہ ہو رہا تھا۔ مگر تھوڑی دیر میں جب کافروں کو غلبہ ظاہر ہونے لگا تو میں حضور کے قریب پہنچ گئی اور جو کافر ادھر کا رخ کرتا تھا اس کو ہٹاتی تھی۔ ابتداء میں ان کے پاس ڈھال بھی نہ تھی بعد میں ملی۔ جس پر کافروں کا حملہ روکتی تھیں۔ کمر پر ایک کیرا باندھ رکھا تھا جس کے اندر مختلف چیتھڑے بھرے ہوتے تھے۔ جب کوئی زخمی ہوجاتا تو ایک چیتھڑا نکال کر جلا کر اس زخم میں بھر دیتیں۔ خود بھی کئی جگہ سے زخمی ہوئیں۔ بارہ تیرہ جگہ زخم آئے جن میں ایک بہت سخت تھا۔ اُمِّ سَعِید کہتی ہیں کہ میں نے ان کے مونڈھے پر ایک بہت گہرا زخم دیکھا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کس طرح پڑا تھا۔ کہنے لگیں کہ اُحُد کی لڑائی میں جب لوگ ادھر ادھر پریشان پھر رہے تھے تو ابنِ قَمِیْہَہ کہتا ہوا بڑھا کہ مُحَمَّدٌ (صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کہاں ہیں مجھے کوئی بتا دو کہ کدھر ہیں۔ اگر آج وہ بچ گئے تو میری نجات نہیں۔ مُضْعَبُ بنِ عُمَیْر اور چند آدمی اس کے سامنے آگئے ان میں میں بھی تھی۔ اُس نے میرے مونڈھے پر وار کیا۔ میں نے بھی اس پر کئی وار کئے۔ مگر اس پر دوہری زہرہ تھی اس لئے زہرہ سے حملہ رک جاتا تھا۔ یہ زخم ایسا سخت تھا کہ سال بھر تک علاج کیا مگر اچھا نہ ہوا۔ اسی دوران میں حضور نے حُمُرِ اُمِّ الْاَسَد کی لڑائی کا اعلان فرمادیا۔ اُمِّ عُمَارۃ بھی کمر باندھ تیار ہوئیں مگر چونکہ پہلا زخم بالکل ہوا تھا اس لئے شریک نہ ہو سکیں۔ حضور جب حُمُرِ اُمِّ الْاَسَد سے واپس ہوتے تو سب سے پہلے اُمِّ عُمَارۃ کی خیریت معلوم کی اور جب معلوم ہوا کہ افاقہ ہے تو بہت خوش ہوئے۔ اس زخم کے علاوہ اور بھی بہت سے زخم اُحُد کی لڑائی میں آئے تھے۔ اُمِّ عُمَارۃ کہتی ہیں کہ اصل میں وہ لوگ گھوڑے سوار تھے اور ہم پیادے تھے اگر وہ بھی ہماری طرح پیدل ہوتے جب بات تھی اس وقت اصل مقابلہ کا پتہ چلتا۔ جب گھوڑے پر کوئی آتا اور مجھے مارتا تو اس کے حملوں کو میں ڈھال پر روکتی رہتی اور جب وہ مجھ سے منہ موڑ کر دوسری طرف چلتا تو میں اس

کے گھوڑے کی ٹانگ پر حملہ کرتی اور وہ کٹ جاتی جس سے وہ بھی گرتا اور سوار بھی گرتا اور جب وہ گرتا تو حضور میرے لڑکے کو آواز دے کر میری مدد کو بھیجتے ہیں اور وہ دونوں مل کر اُس کو نہادیتے۔ اُن کے بیٹے عبد اللہ بن زید کہتے ہیں کہ میرے باپیں بازو پر زخم آیا اور خون تھمتا نہ تھا۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ اس پر پی باندھ لو۔ میری والدہ آئیں اپنی کمر میں سے کچھ کپڑا نکالا، پیٹی باندھی اور باندھ کر کہنے لگیں کہ جا کافروں سے مقابلہ کر۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ فرمانے لگے اُمّ عمارؓ اتنی ہمت کون رکھتا ہو گا جتنی تو رکھتی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دوران میں ان کو اور ان کے گھرانے کو کئی بار دُعائیں بھی دیں اور تعریف بھی فرمائی۔ اُمّ عمارؓ کہتی ہیں کہ اسی وقت ایک کافر سامنے آیا تو حضور نے مجھ سے فرمایا کہ یہی ہے جس نے تیرے بیٹے کو زخمی کیا ہے۔ میں بڑھی اور اُس کی پنڈلی پر وار کیا جس سے وہ زخمی ہوا اور ایک دم بیٹھ گیا۔ حضور مسکرائے اور فرمایا کہ بیٹے کا بدلہ لے لیا۔ اس کے بعد ہم لوگ آگے بڑھے اور اس کو نہادیا۔ حضور نے جب ہم لوگوں کو دُعائیں دیں تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ دعا فرمائیے کہ حق تعالیٰ شانہ جنت میں آپ کی رفاقت نصیب فرمائیں۔ جب حضور نے اُس کی دعا فرمادی تو کہنے لگیں کہ اب مجھے کچھ پرواہ نہیں کہ دنیا میں مجھ پر کیا مصیبت گزری۔ اُحد کے علاوہ اور بھی کئی لڑائیوں میں اُن کی شرکت اور کارنامے ظاہر ہوتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ارتداد کا زور شور ہوا اور یمامہ میں زبردست لڑائی ہوئی۔ اس میں بھی اُمّ عمارؓ شریک تھیں۔ ان کا ایک ہاتھ بھی اس میں کٹ گیا تھا اور اس کے علاوہ گیارہ زخم بدن پر آئے تھے۔ انھیں زخموں کی حالت میں مدینہ طیبہ پہنچیں۔ ف ایک عورت کے یہ کارنامے ہیں جن کی عمر اُحد کی لڑائی میں تینتالیس برس کی تھی جیسا کہ پہلے گذرا اور یمامہ کی لڑائی میں تقریباً باوٹن برس کی۔ اس عمر میں ایسے معرکوں کی اس طرح شرکت کرامت ہی کہی جاسکتی ہے۔

## ۱۵) حضرت حکیم رضی اللہ عنہما کا اسلام اور جنگ میں شرکت

اُمّ حکیم بنت حارث جو عکرمہ بن ابی جہل کی بیوی تھیں اور کفار کی طرف سے اُحد کی لڑائی میں بھی شریک ہوئی تھیں جب مکہ مکرمہ فتح ہو گیا تو مسلمان ہو گئیں۔ خاوند سے بہت زیادہ محبت تھی مگر وہ اپنے باپ کے اثر کی وجہ سے مسلمان نہیں ہوئے تھے اور جب مکہ فتح ہو گیا تو یمن بھاگ گئے تھے۔ انھوں نے حضور سے اپنے خاوند کے لئے امن چاہا اور خود یمن پہنچیں۔

خاوند کو بڑی مشکل سے واپس آنے پر راضی کیا اور کہا کہ عُمَرُ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تلوار سے دامن ہی میں پناہ مل سکتی ہے۔ تم میرے ساتھ چلو۔ وہ مدینہ طیبہ واپس آکر مسلمان ہوئے اور دونوں میاں بیوی خوش و خرم رہے۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے زمانہ خلافت میں جب روم کی لڑائی ہوتی تو اس میں عکرمہ بھی شریک ہوئے اور یہ بھی ساتھ تھیں۔ حضرت عکرمہؓ اس میں شہید ہو گئے تو خالد بن سعیدؓ نے اُن سے نکاح کر لیا اور اسی سفر میں مَرَجُ النُّفَر ایک جگہ کا نام ہے وہاں رخصتی کا ارادہ کیا۔ بیوی نے کہا کہ ابھی دشمنوں کا جمگھٹا ہے اس کو نکلنے دو۔ خاوند نے کہا مجھے اس معرکہ میں اپنے شہید ہونے کا یقین ہے وہ بھی چُپ ہو گئیں اور وہیں ایک منزل پر خیمہ میں رخصتی ہوئی۔ صبح کو ولیمہ کا انتظام ہو رہی رہا تھا کہ رومیوں کی فوج چڑھ آئی اور لڑائی ہوئی۔ جس میں خالد بن سعیدؓ شہید ہوئے۔ اُمّ عکیمؓ نے اس خیمہ کو اکھاڑا جس میں رات گزری تھی اور اپنا سب سامان باندھا اور خیمہ کا کھونٹا لے کر خود بھی مقابلہ کیا اور سات آدمیوں کو تنہا قتل کیا۔ ہمارے زمانہ کی کوئی عورت تو درکنار مرد بھی ایسے وقت میں نکاح کو تیار نہ ہوتا اور اگر نکاح ہو بھی جاتا تو اس اچانک شہادت پر روتے روتے نہ معلوم کتنے دن سوگ میں گزرتے۔ اس اللہ کی بندی نے خود بھی جہاد شروع کر دیا اور عورت ہو کر سات آدمیوں کو قتل کیا۔

## ۱۶) حضرت سُمَیَہُ اُمّ عُمَارَہؓ کی شہادت

سُمَیَہُ بنت خنیسؓ حضرت عُمَارَہؓ کی والدہ تھیں جن کا قصہ پہلے باب کے ساتویں نمبر پر گزر چکا ہے یہ بھی اپنے لڑکے حضرت عُمَارَہؓ اور اپنے خاوند حضرت یاسرؓ کی طبع اسلام کی خاطر قسم قسم کی تکلیفیں اور مشقتیں برداشت کرتی تھیں مگر اسلام کی سچی محبت جو دل میں گھر کر چکی تھی اس میں ذرا بھی فرق نہ تھا۔ ان کو گرمی کے سخت وقت دھوپ میں کنکریوں پر ڈالا جاتا تھا اور لوہے کی زرہ پہن کر دھوپ میں کھڑا کیا جاتا تھا تاکہ دھوپ سے لوہا پینے لگے اور اس کی گرمی سے تکلیف میں زیادتی ہو۔ حضرت عُمَارَہؓ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ادھر کو گذر ہوتا تو ممبر کی تلقین فرماتے اور جنت کا وعدہ فرماتے۔ ایک مرتبہ حضرت سُمَیہؓ کھڑی تھیں کہ ابو جہل کا ادھر کو گذر ہوا۔ برا بھلا کہا اور غصہ میں برچھا شرمگاہ پر مارا جس کے زخم سے انتقال فرما گئیں۔ اسلام کی خاطر سب سے پہلی شہادت انہیں کی ہوئی۔ ہمارے دوروں کا اس قدر صبر، ہمت اور استقلال قابل رشک ہے لیکن بات یہ ہے کہ جب آدمی کے دل میں



کوئی چیز گھر کر جاتی ہے تو اس کو ہر بات سہل ہو جاتی ہے۔ اب بھی عشق کے بیسیوں قصے اس قسم کے سننے میں آتے ہیں کہ جان دے دی مگر یہی جان دینا اگر اللہ کے راستہ میں ہو، دین کی خاطر ہو تو دوسری زندگی میں جو مرنے کے ساتھ ہی شروع ہو جاتی ہے سرخروئی کا سبب ہے اور اگر کسی دنیاوی غرض سے ہو تو دنیا تو گئی تھی ہی، آخرت بھی برباد ہوئی۔

## ۱۴ حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا کی زندگی اور تنگی

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ حضرت ابوبکرؓ کی بیٹی اور عبداللہ بن زبیرؓ کی والدہ اور حضرت عائشہ کی سوتیلی بہن مشہور صحابیات میں سے ہیں۔ شروع ہی میں مسلمان ہو گئی تھیں۔ کہتے ہیں کہ سترہ آدمیوں کے بعد یہ مسلمان ہوئی تھیں۔ ہجرت سے ستائیس سال پہلے پیدا ہوئیں اور جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ پہنچ گئے تو حضرت زیدؓ وغیرہ کو بھیجا کہ ان دونوں حضرات کے اہل و عیال کو لے آئیں۔ ان کے ساتھ ہی حضرت اسماءؓ بھی چلی آئیں جب قبائیں پہنچیں تو عبداللہ بن زبیرؓ پیدا ہوئے اور ہجرت کے بعد سب سے پہلی پیدائش ان کی ہوئی اس زمانہ کی عام عزبت، تنگ دستی، فقر و فاقہ مشہور و معروف ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی اس زمانہ کی تہمت جفاکشی، بہادری، جرأت ضرب الشل ہیں۔ بخاری میں حضرت اسماءؓ کا طرز زندگی خود ان کی زبان سے نقل کیا ہے۔ فرماتی ہیں کہ جب میرا نکاح زبیرؓ سے ہوا تو ان کے پاس نہ مال تھا نہ جائداد، نہ کوئی خادم کام کرنے والا نہ کوئی اور چرینہ۔ ایک اونٹ پانی لا کر لانے والا اور ایک گھوڑا میں ہی اونٹ کے لئے گھاس وغیرہ لاتی تھی اور کھجور کی گتھلیاں کوٹ کر دانہ کے طور پر کھلاتی تھی۔ جو میں پانی بھر کر لاتی اور پانی کا ڈول پھٹ جاتا تو اس کو آپ ہی سیتی تھی اور خود ہی گھوڑے کی ساری خدمت گھاس دانہ وغیرہ کرتی تھی اور گھر کا سارا کاروبار بھی انجام دیتی تھی مگر ان سب کاموں میں گھوڑے کی خبر گیری اور خدمت میسے لئے زیادہ مشقت کی چیز تھی۔ رونی البتہ مجھے اچھی طرح پکانا نہیں آتی تھی تو میں آٹا گوندھ کر اپنے پڑوس کی انصار عورتوں کے یہاں لے جاتی۔ وہ بڑی سچی مخلص عورتیں تھیں۔ میری رونی بھی پکا دیتی تھیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچنے پر زبیرؓ کو ایک زمین جاگیر کے طور پر دے دی جو دو میل کے قریب تھی میں وہاں سے اپنے سر پر کھجور کی گتھلیاں لا کر لایا کرتی تھی۔ میں ایک مرتبہ اسی طرح آرہی تھی اور گھڑی میرے سر پر تھی۔ راستہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مل گئے اونٹ پر تشریف لارہے تھے اور انصار کی ایک جماعت ساتھ تھی حضور

نے مجھے دیکھ کر اونٹ ٹھیرایا اور اُسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تاکہ میں اس پر سوار ہو جاؤں مجھے مردوں کے ساتھ جاتے ہوئے شرم آئی اور یہ بھی خیال آیا کہ زُبیرؓ کو غیرت بہت ہی زیادہ ہے۔ ان کو بھی زکوٰۃ ہوگا حضور اقدس ﷺ میرے انداز سے سمجھ گئے کہ مجھے اس پر بیٹھتے ہوئے شرم آئی ہے۔ حضور نَشْرِیف لے گئے میں گھرائی اور زُبیرؓ کو قہقہہ سنایا کہ اس طرح حضور ملے اور یہ ارشاد فرمایا مجھے شرم آئی اور تمہاری غیرت کا خیال بھی آیا۔ زُبیرؓ نے کہا کہ خدا کی قسم تمہارا گٹھلیاں سر پر رکھ کر میرے لئے اس سے بہت زیادہ گراں ہے (مگر مجبوری یہ تھی کہ یہ حضرات خود تو زیادہ تر جہاں میں اور دین کے دوسرے امور میں مشغول رہتے تھے اس لئے گھر کے کاروبار عام طور پر عورتوں ہی کو کرنا پڑتے تھے) اس کے بعد میرے باپ حضرت ابو بکرؓ نے ایک خادم جو حضورؐ نے ان کو دیا تھا میرے پاس بھیج دیا جس کی وجہ سے گھوڑے کی خدمت سے مجھے خلاصی ملی گویا بڑی قید سے میں آزاد ہو گئی۔ **ف** عرب کا دستور پہلے بھی تھا اور اب بھی ہے کہ کھجور کی گٹھلیاں کوٹ کر یاغلی میں دُل کر پھر پانی میں بھگو کر جانوروں کو دانہ کے طور پر کھلاتے ہیں۔

(۱۸) حضرت ابو بکر صدیقؓ کا ہجرت کے وقت مال لے جانا اور

حضرت اسماءؓ کا اپنے دادا کو اطمینان دلانا

حضرت ابو بکرؓ ہجرت فرما کر تشریف لے جا رہے تھے تو اس خیال سے کہ نہ معلوم راستہ میں کیا ضرورت درپیش ہو کہ حضور اقدس ﷺ میرے ساتھ بھی ساتھ تھے۔ اس لئے جو کچھ مال اس وقت موجود تھا جس کی مقدار پانچ چھ ہزار درہم تھی وہ سب ساتھ لے گئے تھے۔ ان حضرات کے تشریف لے جانے کے بعد حضرت ابو بکرؓ کے والد ابو قحافہؓ جو نابینا ہو گئے تھے اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے پوتیوں کے پاس تسلی کے لئے آئے۔ اگر افسوس سے کہنے لگے کہ میرا خیال ہے کہ ابو بکرؓ نے اپنے جانے کا صدمہ بھی تم کو پہنچایا اور مال بھی شاید سب لے گیا کہ یہ دوسری مشقت تم پر ڈالی۔ اسماءؓ کہتی ہیں میں نے کہا نہیں دادے آباؤ تو بہت کچھ چھوڑ گئے ہیں۔ یہ کہہ کر میں نے چھوٹی چھوٹی پتھریاں جمع کر کے گھر کے اس طاق میں بھر دیں جس میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے درہم پڑے رہتے تھے اور ان پر ایک کپڑا ڈال کر دادے کا ہاتھ اس کپڑے پر رکھ دیا جس سے انہوں نے ہاتھ سے یہ اندازہ کیا کہ یہ درہم بھرے ہوئے ہیں کہنے لگے

یہ اس نے اچھا کیا۔ تمہارے گزارہ کی صورت اس میں ہو جائے گی۔ اسماء کہتی ہیں کہ خدا کی قسم  
 کچھ بھی نہیں چھوڑا تھا مگر میں نے دادے کی تسلی کے لئے یہ صورت اختیار کی کہ ان کو اس کا صدقہ  
 نہ ہو بلکہ یہ دل گردہ کی بات ہے ورنہ دادے سے زیادہ ان لوگوں کو صدقہ ہونا چاہیے تھا  
 اور جتنی بھی شکایت اس وقت دادا کے سامنے کرتیں درست تھا کہ اس وقت کا ظاہری سہارا  
 ان پر ہی تھا۔ ان کے متوجہ کرنے کی بظاہر بہت ضرورت تھی کہ ایک تو باپ کی جدائی دوسرے  
 گزارہ کی کوئی صورت ظاہراً نہیں۔ پھر مکہ والے عام طور سے دشمن اور بے تعلق مگر اللہ جل شانہ  
 نے ایک ایک ادا ان سب حضرات کو مردہوں یا عورت ایسی عطا فرمائی تھی کہ رشک آنے  
 کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اول میں نہایت مالدار اور بہت  
 بڑے تاجر تھے لیکن اسلام کی راہ میں یہاں تک خرچ فرمایا کہ غزوہ تبوک میں جو کچھ  
 گھر میں تھا سب ہی کچھ لادیا جیسا کہ چھٹے باب کے چوتھے قصے میں مفصل گزرا ہے اسی وجہ سے  
 حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں پہنچایا جتنا  
 ابو بکرؓ کے مال نے۔ میں ہر شخص کے احسانات کا بدلہ دے چکا ہوں مگر ابو بکرؓ کے احسانات  
 کا بدلہ اللہ ہی دینا لگے۔

## ۱۹) حضرت اسماءؓ کی سخاوت

حضرت اسماءؓ بڑی سخی تھیں۔ اول جو کچھ خرچ کرتی تھیں اندازہ سے ناپ تول کر خرچ کرتی  
 تھیں مگر جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ باندھ باندھ کر نہ رکھا کرو اور  
 حساب نہ لگایا کرتی تھیں قدرت میں ہو خرچ کر لیا کرو تو پھر خوب خرچ کرنے لگیں۔ اپنی بیٹیوں  
 اور گھریلو عورتوں کو نصیحت کیا کرتی تھیں کہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے اور صدقہ کرنے میں  
 ضرورت سے زیادہ ہونے اور بچنے کا انتظار نہ کیا کرو، اگر ضرورت سے زیادتی کا انتظار کرتی رہو  
 گی تو ہونے کا ہی نہیں اگر ضرورت خود بڑھتی رہتی ہے، اور اگر صدقہ کرتی رہو گی تو صدقہ میں  
 خرچ کر دینے سے نقصان میں نہ رہو گی بلکہ ان حضرات کے پاس جتنی تنگی اور نادارچی تھی  
 اتنی ہی صدقہ و خیرات اور اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کی گنجائش اور وسعت تھی۔ آج کل مسلمانوں  
 میں افلاس و تنگی کی عام شکایت ہے مگر شاید ہی کوئی ایسی جماعت سکے جو پیٹ پر پتھر باندھ کر گزارہ  
 کرتی ہو یا ان پر کسی کسی دن کا مسلسل فاقہ ہو جاتا ہو۔



## ۲۰ حضور ﷺ کی بیٹی حضرت زینبؓ کی ہجرت اور انتقال

دو جہان کے سردار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینبؓ نبوت سے دس برس پہلے جب کہ حضورؐ کی عمر شریف تین برس کی تھی پیدا ہوئیں اور خالد زاد بھائی ابوالعاص بن ربیع سے نکاح ہوا۔ ہجرت کے وقت حضورؐ کے ساتھ نہ جاسکیں ان کے خاوند بدر کی لڑائی میں کفار کے ساتھ شریک ہوئے اور قید ہوئے۔ اہل مکہ نے جب اپنے قیدیوں کی رہائی کے لئے فدیے ارسال کئے تو حضرت زینبؓ نے بھی اپنے خاوند کی رہائی کے لئے مال بھیجا جس میں وہ ہار بھی تھا جو حضرت خدیجہؓ نے جہیز میں دیا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تو حضرت خدیجہؓ کی یاد تازہ ہو گئی۔ ابدیدہ ہوئے اور صحابہؓ کے مشورہ سے یہ قرار پایا کہ ابوالعاص کو بلا فدیہ کے اس شرط پر چھوڑ دیا جائے کہ وہ واپس جا کر حضرت زینبؓ کو مدینہ طیبہ بھیج دیں۔ حضورؐ نے دو آدمی حضرت زینبؓ کو لینے کے لئے ساتھ کر دیئے کہ وہ مکہ سے باہر نہیں جائیں اور ان کے پاس تک ابوالعاص پہنچوا دیں۔ چنانچہ حضرت زینبؓ اپنے دیور کنانہ کے ساتھ اونٹ پر سوار ہو کر روانہ ہوئیں۔ کفار کو جب اُس کی خبر ہوئی تو آگ بگولہ ہو گئے اور ایک جماعت مزاحمت کے لئے پہنچ گئی جن میں جبار بن اسود جو حضرت خدیجہؓ کے چچا زاد بھائی کا لڑکا تھا اور اس لحاظ سے حضرت زینبؓ کا بھائی ہوا، وہ اور اس کے ساتھ ایک اور شخص بھی تھا۔ ان دونوں میں سے کسی نے اور اکثروں نے جبار ہی کو لکھا ہے، حضرت زینبؓ کو نیزہ مارا جس سے وہ زخمی ہو کر اونٹ سے گریں۔ چونکہ حاملہ تھیں اس وجہ سے پیٹ سے بچہ بھی ضائع ہوا۔ کنانہ نے تیروں سے مقابلہ کیا۔ ابوسفیان نے ان سے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی اور اس طرح علی الاعلان چلی جائے، یہ تو گوارا نہیں۔ اس وقت واپس چلو پھر چپکے سے بھیج دینا۔ کنانہ نے اس کو قبول کر لیا اور واپس لے آئے۔ دو ایک روز بعد پھر روانہ کیا۔ حضرت زینبؓ کا یہ زخم کئی سال تک ہلکا نہ ہو سکا۔ کئی سال اس میں بیمار رہ کر شہر میں انتقال فرمایا رضی اللہ عنہا وارضیٰ لها۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میری سب سے اچھی بیٹی تھی جو میری محبت میں ستائی گئی۔ دفن کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود قبر میں اترے اور دفن فرمایا۔ اترتے وقت بہت رنجیدہ تھے جب باہر تشریف لائے تو چہرہ کھلا ہوا تھا۔ صحابہؓ نے دریافت کیا تو ارشاد فرمایا کہ مجھے زینبؓ کے ضعف کا خیال تھا۔ انہوں نے دعا کی کہ قبر کی تنگی اور اس کی سختی اس سے ہٹا دی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا۔ حضورؐ نے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی تو صاحبزادی اور دین کی خاطر اتنی مشقت اٹھائی کہ جان بھی اُسی میں ہی بھر  
 بھی قبر کی چٹائی کے لئے حضورؐ کی دعا کی ضرورت پیش آتی تو ہم جیسوں کا کیا پوچھنا۔ اس لئے آدمی کو  
 اکثر اوقات قبر کے لئے دعا کرنا چاہیے۔ خود نبی اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تعلیم کی وجہ سے اکثر اوقات  
 عذاب قبر سے پناہ مانگتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُ بِسِتِّكَ وَكَرَمِكَ وَفَضْلِكَ۔

## ۲۱) حضرت ربیعؓ بنت معوذ کی غیرت دینی

ربیع بنت معوذ ایک انصاری صحابیہؓ ہیں۔ اکثر لڑائیوں میں حضور اقدس صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے ساتھ شریک ہوتی ہیں۔ زخمیوں کی دوا دار و فرمایا کرتی تھیں اور مقتولین اور شہداء کی  
 نعشیں اٹھا کر لایا کرتی تھیں۔ حضورؐ کی ہجرت سے پہلے مسلمان ہو گئی تھیں۔ ہجرت کے بعد شادی  
 ہوئی حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بھی شادی کے دن ان کے گھر تشریف لے گئے تھے۔ وہاں چند  
 لڑکیاں غوثی میں شعر پڑھ رہی تھیں جن میں انصار کے اسلامی کارنامے اور ان کے بڑوں کا ذکر نصف  
 جو بدر کی لڑائی میں شہید ہوئے تھے، ان میں سے ایک نے یہ مصرعہ بھی پڑھا۔ وَفِينَا نَبِيٌّ  
 يَعْلَمُ مَا فِي غَدْرِهِمْ میں ایک ایسے نبی ہیں جو آئندہ کی باتوں کو جانتے ہیں (حضورؐ نے اس  
 کے پڑھنے کو منع فرمادیا کیونکہ آئندہ کے حالات اللہ ہی کو معلوم ہیں۔ ربیع کے والد حضرت معوذؓ  
 البجلی کے قتل کرنے والوں میں ہیں۔ ایک عورت جس کا نام اسماء تھا عطر بچا کرتی تھی۔ وہ ایک  
 مرتبہ چند عورتوں کے ساتھ حضرت ربیعؓ کے گھر بھی گئی اور ان سے نام حال پتہ وغیرہ جیسے کہ عورتوں  
 کی عادت ہوتی ہے دریافت کیا انھوں نے بتا دیا۔ ان کے والد کا نام سن کر وہ کہنے لگی کہ تو اپنے  
 سردار کے قاتل کی بیٹی ہے۔ البجلی چونکہ عرب کا سردار شمار کیا جاتا تھا اس لئے اپنے سردار کا  
 قاتل کہا۔ یہ سن کر ربیعؓ کو غصہ آگیا۔ کہنے لگی کہ میں اپنے غلام کے قاتل کی بیٹی ہوں۔ ربیعؓ کو غیرت  
 آئی کہ البجلی کو اپنے باپ کا سردار مٹنے اس لئے انہوں نے اپنے غلام کے لفظ سے ذکر کیا اسماء کو  
 البجلی کے متعلق غلام کا لفظ سن کر غصہ آیا۔ اور کہنے لگی کہ مجھ پر حرام ہے کہ تیرے ہاتھ عطر فروخت  
 کروں۔ ربیعؓ نے کہا کہ مجھ پر بھی حرام ہے کہ تجھ سے عطر خریدوں۔ میں نے تیرے عطر کے سوا کسی عطر  
 میں گندگی اور بدبو نہیں دیکھی بلکہ وہ ربیعؓ کہتی ہیں کہ میں نے بدبو کا لفظ اس کے جلانے کو  
 کہا تھا یہ حمیت اور دینی غیرت تھی کہ دین کے اس سخت دشمن کے متعلق وہ سرداری کا لفظ نہ  
 سن سکیں۔ آج کل دین کے بڑے سے بڑے دشمن پر بھی اس سے اونچے اونچے لفظ بولے جاتے

میں اور کوئی شخص اگر منع کرے تو وہ تنگ نظر بتا دیا جاتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ منافق کو سردار مت کہو۔ اگر وہ تمہارا سردار ہو گیا تو تم نے اپنے رب کو ناراض کیا بلکہ

## معلومات

### حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیاں اور اولاد

اپنے آقا اور دو جہان کے سردار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں اور اولاد کا حال معلوم کرنے کا اشتیاق ہوا کرتا ہے اور ہر مسلمان کو ہونا بھی چاہیے۔ اس لئے مختصر حال ان کا لکھا جاتا ہے کہ تفصیلی حالات کے لئے تو بڑی ضخیم کتاب چاہیے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح جن پر محمد بنین اور مؤرخین کا اتفاق ہے۔ گیارہ عورتوں سے ہوا۔ اس سے زیادہ میں اختلاف ہے۔ اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ ان میں سب سے پہلے نکاح حضرت خدیجہؓ سے ہوا جو بیوہ تھیں۔ حضورؐ کی عمر شریف اس وقت پچیس برس کی تھی اور حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس برس کی تھی۔ حضورؐ کی اولاد بھی بجز حضرت ابراہیمؑ کے سب انہیں سے ہوئی۔ جن کا بیان بعد میں آئے گا۔ حضرت خدیجہؓ کے نکاح کی سب سے اول تجوز ذرقہ بن نوفل سے ہوئی تھی مگر نکاح کی نوبت نہیں آئی۔ اس کے بعد دو شخصوں سے نکاح ہوا۔ اہل تاریخ کا اس میں اختلاف ہے کہ ان دونوں میں پہلے کس سے ہوا۔ اکثر کی رائے یہ ہے کہ پہلے عقیق بن عائد سے ہوا جن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جن کا نام ہند تھا اور وہ بڑی ہو کر مسلمان ہوئیں اور صاحب اولاد بھی۔ اور بعضوں نے لکھا ہے کہ عقیق سے ایک لڑکا بھی ہوا جس کا نام عبد اللہ یا عبید مناف تھا۔ عقیق کے بعد پھر خدیجہؓ کا نکاح ابو ہالہ سے ہوا جن سے ہند اور ہالہ دو اولاد ہوئیں۔ اکثر نے کہا ہے کہ دونوں لڑکے تھے اور بعضوں نے لکھا ہے کہ ہند لڑکا ہے اور ہالہ لڑکی۔ ہند حضرت علیؑ کے زمانہ خلافت تک زندہ رہے۔ ابو ہالہ کے انتقال کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہوا جس وقت کہ حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس برس کی تھی۔ نکاح کے بعد پچیس برس حضورؐ کے نکاح میں رہیں اور رمضان سال ۱۱ ہجری میں پینسٹھ برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بے حد محبت تھی اور ان کی زندگی میں کوئی دوسرا نکاح نہیں کیا۔ ان کا لقب اسلام سے پہلے ہی سے طاہرہ تھا۔ اسی وجہ سے ان کی اولاد جو دوسرے خاوندوں سے ہے وہ بھی بنو الطاہرہ کہلاتی ہے۔ ان



کے فضائل حدیث کی کتابوں میں کثرت سے ہیں۔ ان کے انتقال پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود قبر مبارک میں اتر کر ان کو دفن فرمایا تھا۔ نماز جنازہ اس وقت تک شروع نہیں ہوئی تھی۔ اُن کے بعد اسی سال شوال میں حضرت عائشہؓ اور حضرت سودہؓ سے نکاح ہوا اس میں بھی اختلاف ہے کہ ان دونوں میں پہلے کس کا نکاح ہوا۔ بعض مؤرخین نے حضرت عائشہؓ سے نکاح پہلے ہونا لکھا ہے اور بعضوں کی رائے یہ ہے کہ حضرت سودہؓ سے پہلے ہوا بعد میں حضرت عائشہؓ سے۔ حضرت سودہؓ بھی بیوہ تھیں۔ اُن کے والد کا نام زُمعہ بن قیس ہے۔ پہلے سے اپنے حجازی سکران بن عمرو کے نکاح میں تھیں۔ دونوں مسلمان ہوئے اور ہجرت فرما کر حبشہ تشریف لے گئے اور حبشہ میں سکران کا انتقال ہو گیا۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ مسکرواپس آکر انتقال فرمایا۔ ان کے انتقال کے بعد سلسلہ نبوی میں حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے کچھ دنوں بعد ان سے نکاح ہوا اور رخصتی حضرت عائشہؓ کی رخصتی سے سب کے نزدیک پہلے ہی ہوئی۔ حضورؐ کی عادت تشریف تو کثرت سے نماز میں مشغول رہنا تھی ہی۔ ایک مرتبہ حضورؐ سے انہوں نے عرض کیا کہ رات آپ نے اتنا مبارکوع کیا کہ مجھے اپنی ناک سے نکیر نکلنے کا ڈر ہو گیا (یہ بھی حضورؐ کے پیچھے نماز پڑھ رہی تھیں۔ چونکہ بدن کی بھاری تھیں اس وجہ سے اور بھی مشقت ہوئی ہوگی) ایک مرتبہ حضورؐ نے ان کو طلاق دینے کا ارادہ فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے خاوند کی خواہش نہیں مگر یہ تمنا ہے کہ جنت میں حضورؐ کی بیویوں میں داخل ہوں اس لئے مجھے آپ طلاق نہ دیں میں اپنی باری عائشہؓ کو دیتی ہوں۔ اس کو حضورؐ نے قبول فرما لیا اور اس وجہ سے ان کی باری کا دن حضرت عائشہؓ کے حصہ میں آتا تھا۔ ۵۴ھ یا ۵۵ھ میں اور بعض نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کے اخیر زمانہ خلافت میں وفات پائی۔ ان کے علاوہ ایک سودہ اور بھی ہیں جو قریش ہی کی ہیں۔ حضورؐ نے ان سے نکاح کا ارادہ فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا کہ مجھے ساری دنیا میں سب سے زیادہ محبوب آپ ہیں مگر میرے پانچ چھ بچے ہیں۔ مجھے یہ بات گراں ہے کہ وہ آپ کے سر ہانے روئیں چلا میں حضورؐ نے ان کی اس بات کو پسند فرمایا۔ تعریف کی اور نکاح کا ارادہ ملتوی فرمادیا۔ حضرت عائشہؓ سے بھی نکاح مکہ مکرمہ میں ہجرت سے پہلے شوال سلسلہ نبوی میں ہوا۔ جس وقت کہ ان کی عمر چھ سال کی تھی۔ حضورؐ کی بیویوں میں صرف یہی ایک ایسی ہیں جن سے کنوارے پن میں نکاح ہوا اور باقی سب سے نکاح بیوگی کی حالت میں ہوا۔ نبوت سے چار سال بعد یہ پیدا ہوئیں اور ہجرت کے بعد جب کہ ان کی عمر کو نو برس

حضرت سودہؓ کے حالات

حالات عائشہؓ کے حالات

تھارخصتی ہوئی اور اٹھارہ سال کی عمر میں حضورؐ کا وصال ہوا، اور چھیا سٹھ سال کی عمر میں، اور چھ سال  
 ۵۵ھ کو منگل کی شب میں ان کا وصال ہوا۔ خود ہی وصیت فرمائی تھی کہ مجھے عام قبرستان میں جہاں  
 اور بیبیاں دفن کی گئی ہیں دفن کیا جائے، حضورؐ کے قریب حجرہ شریفہ میں نہ دفن کیا جائے چنانچہ  
 بقیع میں دفن کی گئیں۔ عرب میں یہ مشہور تھا کہ شوال کے مہینہ میں نکاح نامبارک ہوتا ہے۔ حضرت  
 عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرا نکاح بھی شوال میں ہوا، رخصتی بھی شوال میں ہوئی۔ حضورؐ کی بیویوں میں  
 کونسی مجھ سے زیادہ نصیبہ ور اور حضورؐ کی محبوبہ تھی۔ حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد خولہؓ حکیم کی  
 بیٹی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ نکاح نہیں کرتے۔ حضورؐ نے  
 فرمایا۔ کس سے عرض کیا۔ کنواری بھی ہے۔ بیوہ بھی ہے جو منظور ہو۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا تو عرض  
 کیا کہ کنواری تو آپ کے سب سے زیادہ دوست ابو بکرؓ کی لڑکی عائشہؓ ہے اور بیوہ سودہ بنت  
 زمعہ۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اچھا تذکرہ کر کے دیکھ لو۔ وہ وہاں سے حضرت ابو بکرؓ کے گھر آئیں  
 اور حضرت عائشہؓ کی والدہ اُمّ رومانؓ سے عرض کیا کہ میں ایک بڑی خیر و برکت لے کر آئی ہوں۔  
 دریافت کرنے پر کہا کہ حضورؐ نے مجھے عائشہؓ سے منگنی کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ اُمّ رومانؓ نے  
 کہا کہ وہ تو ان کی بھتیجی ہے۔ اس سے کیسے نکاح ہو سکتا ہے۔ اچھا ابو بکرؓ کو آنے دو۔ حضرت ابو بکرؓ  
 اس وقت گھر پر موجود نہ تھے۔ ان کے تشریف لانے پر ان سے بھی یہی ذکر کیا۔ انھوں نے بھی یہی  
 جواب دیا کہ وہ تو حضورؐ کی بھتیجی ہے۔ حضورؐ سے کیسے نکاح ہو سکتا ہے۔ خولہؓ نے جا کر حضورؐ سے  
 عرض کیا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ میرے اسلامی بھائی ہیں ان کی لڑکی سے میرا نکاح جائز ہے۔  
 خولہؓ واپس ہوئیں اور حضرت ابو بکرؓ کو جواب سنایا۔ وہاں کیا دیر تھی۔ کہا بلا لاؤ۔ حضورؓ تشریف  
 لے گئے اور نکاح ہو گیا۔ ہجرت کے بعد چند مہینے گزر جانے پر حضرت ابو بکرؓ صدیق نے دریافت  
 کیا کہ آپؐ اپنی بیوی عائشہؓ کو کیوں نہیں بلا لیتے۔ حضورؓ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سامان مینا  
 نہ ہونے کا عذر فرمایا۔ حضرت ابو بکرؓ صدیق نے نذرانہ پیش کیا۔ جس سے تیاری ہوئی اور شوال ۵۸ھ  
 ۱۱۳ھ میں چاشت کے وقت حضرت ابو بکرؓ صدیق ہی کے دولت کدہ پر پناہ یعنی رخصتی  
 ہوئی۔ یہ تین نکاح حضورؐ کے ہجرت سے پہلے ہوئے۔ اس کے بعد جتنے نکاح ہوئے وہ ہجرت  
 کے بعد ہوئے۔ حضرت عائشہؓ کے بعد حضرت عمرؓ کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ سے نکاح ہوا۔  
 حضرت حفصہؓ نبوت سے پانچ برس قبل مکہ میں پیدا ہوئیں۔ پہلا نکاح مکہ ہی میں خنیس بن حذافہ  
 سے ہوا۔ یہ بھی پُرانے مسلمان ہیں جنہوں نے حبشہ کی ہجرت کی پھر مدینہ طیبہ کی ہجرت کی۔



بدر میں بھی شریک ہوئے اور اسی لڑائی میں یا اُحد کی لڑائی میں ان کے ایسا زخم آیا جس سے اچھے نہ ہوتے اور ۳۳ یا ۳۴ میں انتقال فرمایا۔ حضرت حفصہؓ بھی اپنے خاوند کے ساتھ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ ہی آگئیں تھیں جب بیوہ ہو گئیں تو حضرت عمرؓ نے اول حضرت ابو بکرؓ صدیق سے درخواست کی کہ میں حفصہؓ کا نکاح تم سے کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے سکوت فرمایا۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ کی اہلیہ حضورؐ کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کا جب انتقال ہوا تو حضرت عثمانؓ سے ذکر فرمایا۔ انہوں نے فرمادیا کہ میرا تو اس وقت نکاح کا ارادہ نہیں حضورؐ سے حضرت عمرؓ نے اس کی شکایت کی تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں حفصہؓ کے لئے عثمانؓ سے بہتر خاوند اور عثمانؓ کے لئے حفصہؓ سے بہتر بیوی بتاتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت حفصہؓ سے ۳۵ یا ۳۶ میں خود نکاح کیا اور حضرت عثمانؓ کا نکاح اپنی صاحبزادی حضرت اُمّ کلثومؓ سے کر دیا۔ ان کے پہلے خاوند کے انتقال میں مؤرخین کا اختلاف ہے کہ بدر کے زخم سے شہید ہوئے یا اُحد کے۔ بدر ۳۷ میں ہے اور اُحد ۳۸ میں۔ اسی وجہ سے ان کے نکاح میں بھی اختلاف ہے۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ جب تم نے حفصہؓ کے نکاح کا ذکر کیا تھا اور میں نے سکوت کیا تھا تب اس وقت ناگواری ہوئی ہوگی مگر چونکہ حضورؐ اقدس ﷺ مجھ سے نکاح کا تذکرہ فرما چکے تھے اس لئے نہ تو میں قبول کر سکتا تھا اور نہ حضورؐ کے راز کو ظاہر کر سکتا تھا اس لئے سکوت کیا تھا۔ اگر حضورؐ ارادہ ملتوی فرمادیتے تو میں ضرور کر لیتا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے ابو بکرؓ کے سکوت کا حضرت عثمانؓ کے انکار سے بھی زیادہ رنج تھا۔ حضرت حفصہؓ بڑی عابدہ زاہدہ تھیں۔ رات کو اکثر جاگتی تھیں اور دن میں کثرت سے روزہ رکھا کرتی تھیں۔ کسی وجہ سے حضورؐ اقدس ﷺ نے اُن کو ایک طلاق بھی دی تھی جس کی وجہ سے حضرت عمرؓ کو بہت رنج ہوا اور ہونا بھی چاہیے تھا۔ حضرت جبریلؑ تشریف لائے اور عرض کیا۔ اللہ جلّ شانہ کا ارشاد ہے کہ حفصہؓ سے رجوع کر لو۔ یہ بڑی شب بیدار اور کثرت سے روزہ رکھنے والی ہیں اور عمرؓ کی خاطر بھی منظور ہے۔ اس لئے حضورؐ نے رجوع فرمایا۔ جمادی الاولیٰ ۳۹ میں جب کہ ان کی عمر تقریباً تریسٹھ برس کی تھی مدینہ طیبہ میں انتقال فرمایا۔ بعض نے ان کا انتقال ۴۱ میں اور عمر ساٹھ برس کی لکھی ہے۔ ان کے بعد حضورؐ کا نکاح حضرت زینبؓ سے ہوا۔ حضرت زینبؓ خزیمہ کی بیٹی جن کے پہلے نکاح میں اختلاف ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ پہلے عبد اللہ بن محضؓ سے نکاح ہوا تھا۔ جب وہ غزوہ اُحد میں شہید ہوئے جن کا قصہ باب کی پہلی حدیث میں گذرا۔ تو حضورؐ نے نکاح کیا۔ اور بعض نے لکھا



کہ ان کا پہلا نکاح طفیل بن حارث سے ہوا تھا۔ ان کے طلاق دینے کے بعد ان کے بھائی عبید بن  
الحارث سے ہوا جو بدر میں شہید ہوئے۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کے  
اکیس مہینے بعد رمضان ۳ھ میں ہوا۔ آٹھ مہینے حضور کے نکاح میں رہیں اور ربیع الآخر ۴ھ  
میں انتقال فرمایا۔ حضور کی بیویوں میں حضرت خدیجہ اور حضرت زینب دو ہی بیبیاں ایسی ہیں  
جن کا وصال حضور کے سامنے ہوا۔ باقی نو حضور کے وصال کے وقت زندہ تھیں جن کا بعد میں  
انتقال ہوا۔ حضرت زینب بڑی سخی تھیں۔ اسی وجہ سے ان کا نام اسلام سے پہلے بھی اُمّ الساکین  
(مسکینوں کی ماں) تھا۔ ان کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت اُمّ سلمہ سے ہوا  
حضرت اُمّ سلمہ ابواءمّیہ کی بیٹی تھیں جن کا پہلا نکاح اپنے چچا زاد بھائی ابوسلمہ سے ہوا تھا جن  
کا نام عبد اللہ بن عبد الاسد تھا۔ دونوں میاں بیوی ابتدائی مسلمانوں میں ہیں۔ کفار کے  
سے تنگ آکر اول دونوں نے حبشہ کی ہجرت کی۔ وہاں جا کر ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جن کا نام سلمہ تھا  
حبشہ سے واپسی کے بعد مدینہ طیبہ کی ہجرت کی۔ جس کا قصہ اسی باب کے ۵۵ پر مفصل گزر چکا ہے  
مدینہ منورہ پہنچ کر ایک لڑکا عمرہ اور دو لڑکیاں درہ اور زینب پیدا ہوئیں۔ ابوسلمہ دس آدمیوں  
کے بعد مسلمان ہوتے تھے۔ بدر اور احد کی لڑائی میں بھی شریک ہوئے تھے۔ احد کی لڑائی میں ایک  
زخم آگیا تھا جس کی وجہ سے بہت تکلیف اٹھائی۔ اس کے بعد صفر ۴ھ میں ایک سرے میں  
تشریف لے گئے تو واپسی پر وہ زخم پھر ہرا ہو گیا اور اسی میں آٹھ جمادی الاخریٰ ۴ھ میں انتقال  
کیا۔ حضرت اُمّ سلمہ اس وقت حاملہ تھیں اور زینب پیٹ میں تھیں جب وہ پیدا ہوئیں تو  
پوری ہوئی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نکاح کی خواہش فرمائی تو انھوں نے عذر کر دیا۔ اس کے بعد  
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا۔ انھوں نے عرض کیا کہ میرے بچے بھی ہیں اور میرے  
مزان میں غیرت کا مضمون بہت ہے اور میرا کوئی ولی یہاں ہے نہیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا  
کہ بچوں کا اللہ محافظ ہے اور یہ غیرت بھی انشاء اللہ جاتی رہے گی اور کوئی ولی اس کو ناپسند نہیں  
کرے گا۔ تو انھوں نے اپنے بیٹے سلمہ سے کہا کہ حضور سے میرا نکاح کر دو۔ اخیر شوال ۴ھ میں  
حضور سے نکاح ہوا۔ بعض نے ۵ھ میں اور بعض نے ۶ھ میں لکھا ہے۔ اُمّ سلمہ کہتی ہیں کہ میں  
نے حضور سے سنا تھا کہ جس شخص کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ یہ دعا کرے اَللّٰهُمَّ اجْرِ نِیْ فِیْ مِصِیْبَتِیْ  
وَ اَخْلِفْنِیْ خَیْرًا مِّنْهَا۔ اے اللہ مجھے اس مصیبت میں اجر عطا فرما اور اس کا نعم البدل نصیب فرما  
تو اس کو اللہ جلّ شانہ بہترین بدل عطا فرماتے ہیں۔ ابوسلمہ کے مرنے پر میں یہ دعا تو پڑھ لیتی ہوں

سو جتنی تھی کہ ابوسلمہؓ سے بہتر کون ہو سکتا ہے۔ اللہ جل شانہ نے حضورؐ سے نکاح کرادیا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ان کے حسن کی بہت شہرت تھی۔ جب نکاح ہو گیا تو میں نے چھپ کر حیلہ سے جا کر دیکھا تو جیسا تھا اس سے زیادہ پایا۔ میں نے حفصہؓ سے اس کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا۔ نہیں ایسی حسین نہیں ہیں جتنی شہرت ہے۔ اُمّہات المؤمنین میں سب سے اخیر میں حضرت اُمّ سلمہؓ کا انتقال ۵۹ھ یا ۶۰ھ میں ہوا۔ اس وقت چوراسی سال کی عمر تھی۔ اس لحاظ سے نبوت سے تقریباً نو برس پہلے پیدا ہوئیں۔ حضرت زینب بنت خزیمہؓ کے انتقال کے بعد ان سے نکاح ہوا اور حضرت زینبؓ کے مکان میں مقیم ہوئیں۔ انہوں نے وہاں دیکھا کہ ایک میٹھے میں جو رکھے ہیں اور ایک چکی اور ہانڈی بھی۔ انہوں نے جو خود پیسے اور چکنائی ڈال کر ملیدہ تیار کیا اور پہلے ہی دن حضورؐ کو وہ ملیدہ کھلایا جو نکاح کے دن لینے ہی ہاتھ سے پکایا تھا۔ ان کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح زینب بنت جحشؓ سے ہوا۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن ہیں۔ ان کا پہلا نکاح حضورؐ نے اپنے مستبئی حضرت زید بن حارثہؓ سے کیا تھا۔ ان کے طلاق دینے کے بعد اللہ جل شانہ نے خود ان کا نکاح حضورؐ سے کر دیا جس کا قصہ سورۃ احزاب میں بھی ہے اس وقت ان کی عمر پچیس سال کی تھی مشہور قول کے موافق ذقیعہ ۳۵ھ میں نکاح ہوا۔ بعض نے ۳۴ھ میں لکھا ہے مگر صحیح ۳۵ھ ہے۔ اور اس حساب سے نبوت سے گویا سترہ سال قبل ان کی پیدائش ہوئی۔ ان کو اس بات پر فخر تھا کہ سب عورتوں کا نکاح ان کے اولیا نے کیا اور ان کا نکاح اللہ جل شانہ نے کیا۔ حضرت زیدؓ نے جب ان کو طلاق دی اور عدت پوری ہو گئی تو حضورؐ نے ان کے پاس پیام بھیجا۔ انہوں نے جواب میں عرض کیا کہ میں اس وقت تک کچھ نہیں کہہ سکتی جب تک اپنے اللہ سے مشورہ نہ کر لوں اور یہ کہہ کر وضو کیا اور نماز کی نیت باندھ لی اور یہ دعا کی کہ یا اللہ تیرے رسولؐ مجھ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں اگر میں ان کے قابل ہوں تو میرا نکاح ان سے فرما دے۔ اور حضورؐ پر قرآن شریف کی آیت فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا نازل ہوئی تو حضورؐ نے خوشخبری بھیجی۔ حضرت زینبؓ خوشی کے وجہ سے سجرہ میں گر گئیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نکاح کا ولیمہ بڑی شان سے کیا۔ بکری ذبح کی اور گوشت روٹی کی دعوت فرمائی۔ ایک ایک جماعت کو بلایا جاتا تھا اور جب وہ فارغ ہو جاتی تھی تو دوسری جماعت اسی طرح بلاتی جاتی حتیٰ کہ سب ہی لوگوں نے پیٹ بھر کر کھایا۔ حضرت زینبؓ بڑی سخی تھیں اور بڑی محنتی۔ اپنے ہاتھ سے محنت کرتیں اور جو حاصل ہوتا وہ



صدقہ کر دیتیں۔ ان ہی کے بارہ میں حضور نے ارشاد فرمایا تھا کہ مجھ سے سب سے پہلے مرنے کے بعد وہ ملے گی جس کا ہاتھ لانا ہوگا۔ بیبیاں ظاہری لمبائی سمجھیں۔ اس لئے لکھائی لے کر سب کے ہاتھ اپنے شروع کر دیئے۔ دیکھنے میں حضرت سودہؓ کا ہاتھ سب سے لانا ملا۔ مگر جب حضرت زینبؓ کا انتقال سب سے پہلے ہوا جب سمجھیں کہ ہاتھ کی لمبائی سے مراد صدقہ کی کثرت تھی۔ یعنی بھی بہت زیادہ رکھتی تھیں۔ سنہ ۱۱ھ میں انتقال فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ پچاس برس کی عمر تھی۔ ان کا قصہ اسی باب کے تحت بھی گزرا ہے۔ ان کے بعد آپؐ کا نکاح حضرت جویریہؓ بنت الحارث بن ابی ضرار سے ہوا۔ یہ غزوہ مریض میں قید ہو کر آئیں تھیں اور غنیمت میں حضرت ثابت بن قیسؓ کے حصہ میں آئیں۔ قید ہونے سے پہلے مسافع بن صفوان کے نکاح میں تھیں۔ حضرت ثابتؓ نے ان کو نو اوقیہ سونے پر مکاتب کر دیا۔ مکاتب اس غلام یا باندی کو کہتے ہیں جس سے یہ مقرر کر لیا جاوے کہ اتنے دام تم اگر دے دو، تو تم آزاد۔ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے اور ایک درہم تقریباً ساڑھے تین آنے کا۔ اس حساب سے نو اوقیہ کی قیمت (مبلغ) ۳۸۰ درہم ہوتی اور چار آنے کا اگر درہم ہو تو (مبلغ) ۱۵۴۰ درہم ہوتی۔ یہ حضورؐ کی خدمت میں آئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں اپنی قوم کے سردار حارث کی بیٹی جویریہؓ ہوں جو مصیبت مجھ پر نازل ہوئی آپؐ کو معلوم ہے اب اتنی مقدار پر میں مکاتب ہوتی ہوں اور یہ مقدار میری طاقت سے باہر ہے۔ آپؐ کی اُمید رہی کہ آتی ہوں حضورؐ نے فرمایا کہ میں تجھے اس سے بہتر راستہ بتاؤں کہ تجھے مال ادا کر کے آزاد کروں اور تجھ سے نکاح کر لوں۔ ان کے لئے اس سے بہتر کیا تھا۔ بخوشی منظور کر لیا اور ۵۰ درہم میں مشہور قول کے موافق اور بعضوں نے ۱۰۰ درہم میں اس قصہ کو بتایا ہے نکاح ہو گیا صحابہؓ نے جب سنا کہ بنو المصطلق حضورؐ کی سسرال بن گئی۔ تو انہوں نے بھی اس رشتہ کے اعزاز میں اپنے اپنے مال آزاد کر دیئے۔ کہتے ہیں کہ ایک حضرت جویریہؓ کی وجہ سے تو گھرانے آزاد ہوتے جن میں تقریباً سات آدمی تھے۔ اس قسم کی مصالحتیں حضورؐ کے ان سب نکاحوں میں تھیں۔ حضرت جویریہؓ نہایت حسین تھیں۔ چہرے پر ملاحیت تھی۔ کہتے ہیں کہ جو نگاہ پڑ جاتی تھی اٹھتی نہ تھی۔ حضرت جویریہؓ نے اس لڑائی سے تین دن پہلے ایک خواب دیکھا تھا کہ شرب سے ایک چاند چلا اور میری گود میں آ گیا کہتی ہیں کہ جب میں قید ہوئی تو مجھے اپنے خواب کی تعبیر کی اُمید بندھی۔ اس وقت ان کی عمر بیس سال کی تھی اور ربیع الاول ۱۰ھ میں صحیح قول کے موافق پینسٹھ برس کی عمر میں مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا۔ اور بعضوں نے ان کا انتقال ۱۱ھ میں ستر برس کی عمر میں لکھا ہے۔



حضرت ام حبیبہؓ، ابوسفیان کی صاحبزادی ان کے نام میں اختلاف ہے۔ اکثروں نے دملہ اور بعضوں نے ہند بتایا ہے۔ ان کا پہلا نکاح عبید اللہ بن جحش سے مکہ مکرمہ میں ہوا تھا۔ دونوں میاں بیوی نے ہند بتایا ہے۔ کفار کی تکالیف کی بدولت وطن چھوڑنا پڑا اور حبشہ کی ہجرت دونوں نے کی۔ مسلمان ہو گئے تھے۔ کفار کی تکالیف کی بدولت وطن چھوڑنا پڑا اور حبشہ کی ہجرت دونوں نے کی۔ وہاں جا کر خاوند نصرانی ہو گیا۔ یہ اسلام پر باقی رہیں۔ انھوں نے اسی رات میں اپنے خاوند کو خواب میں نہایت بُری شکل میں دیکھا۔ صبح کو معلوم ہوا کہ وہ نصرانی ہو گیا ہے۔ اس تنہائی میں اس حالت میں ان پر کیا گزری ہوگی، اللہ ہی کو معلوم ہے۔ لیکن حق تعالیٰ شانہ نے اس کا نعم تبدیل یہ عطا فرمایا کہ حضورؐ کے نکاح میں آگئیں حضورؐ نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے پاس پیام بھیجا کہ ان کا نکاح مجھ سے کر دو۔ چنانچہ نجاشی نے ایک عورت ابرہہ کو ان کے پاس اس کی خبر کے لئے بھیجا۔ انھوں نے خوشی میں اپنے دونوں کنگن جو پہن رہی تھیں اس کو عطا کر دیئے اور پاؤں کے چمچے کھڑے وغیرہ متعبد و چیزیں دیں۔ نجاشی نے نکاح کیا اور اپنے پاس سے چار سو دینار مہر کے ادا کئے اور بہت کچھ سامان دیا۔ جو لوگ مجلس نکاح میں موجود تھے ان کو بھی دینار دیئے اور کھانا کھلایا۔ اس میں اختلاف ہے کہ یہ نکاح ۳ھ میں ہوا جیسا کہ اکثر کا قول ہے یا ۴ھ میں جیسا کہ بعض نے کہا ہے۔ صاحب تاریخ تھیں نے لکھا ہے کہ ان کا نکاح ۳ھ میں ہوا اور خصنی ۳ھ میں جب یہ مدینہ طیبہ پہنچیں۔ نجاشی نے بہت سی خوشبو اور سامان جہیز وغیرہ دے کر ان کو نکاح کے بعد حضورؐ کی خدمت میں بھیج دیا۔ بعض کُتُب تواریخ اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے باپ نے نکاح کیا۔ مگر صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ ان کے باپ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے وہ اس قصہ کے بعد مسلمان ہوئے ہیں۔ ان کا ایک قصہ اسی باب کے ۱۰ پر گزر چکا ہے۔ ان کے انتقال میں بہت اختلاف ہے۔ اکثر نے ۳۴ھ بتایا ہے اور اس کے علاوہ ۳۵ھ اور ۳۶ھ اور ۳۷ھ وغیرہ اقوال بھی ہیں۔ اُم المؤمنین حضرت صفیہؓ کی بیٹی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں ہیں۔ اول سلام بن مشکم کے نکاح میں تھیں اس کے بعد کنانہ بن ابی حنیفہ کے نکاح میں آئیں۔ اس سے نکاح اس زمانہ میں ہوا تھا کہ خیبر کی لڑائی شروع ہو گئی تھی۔ اور ان کا خاوند قتل ہو گیا تھا۔ خیبر کی لڑائی کے بعد دُحیہؓ کی ایک صحابی تھے۔ انہوں نے حضورؐ سے ایک باندی مانگی۔ حضورؐ نے ان کو مکرّمّت فرمادیا۔ چونکہ مدینہ میں بھی دو قبیلے قرظیہ اور نضیر آباد تھے اور یہ سروار کی بیٹی تھیں اس لئے لوگوں نے عرض کیا کہ یہ بات بہت سے لوگوں کو ناگوار ہوگی۔ صفیہؓ کو اگر حضورؐ اپنے نکاح میں لے لیں تو بہت سے لوگوں کی دل داری ہے اس لئے حضورؐ نے دُحیہؓ کو خاطر غلام

عوض دے کر ان کو لے لیا اور ان کو آزاد فرما کر نکاح کر لیا اور خیر سے واپسی میں ایک منزل پر ان کی رخصتی ہوئی۔ مع کو حضور  
ارشاد فرمایا جس کے پاس جو کھانے کی چیز ہو وہ لے آئے صحابہ کے پاس متفرق چیزیں کھجور، پنیر، گھی وغیرہ جو تھوڑے آئے  
ایک چمڑے کا دسترخوان بچھا دیا اور اس پر وہ سب ڈال دیا گیا اور سب نے شریک ہو کر کھا  
یہی ولیمہ تھا۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ حضور نے ان کو اختیار دے دیا تھا کہ اگر تم اپنی قوم  
اپنے ملک میں رہنا چاہو تو آزاد ہو چلی جاؤ اور میرے پاس میرے نکاح میں رہنا چاہو تو رہو  
نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں شرک کی حالت میں حضور کی تمنا کرتی تھی اب سلمان ہو کر کیسے جا  
ہوں۔ اس سے مراد غالباً ان کا وہ خواب ہے جو انہوں نے مسلمان ہونے سے پہلے دیکھا تھا کہ  
ایک چاند کا ٹکڑا میری گود میں ہے۔ اس خواب کو انہوں نے اپنے خاوند کنانہ سے کہا اُس نے  
ایک طمانچہ اس زور سے منہ پر مارا کہ آنکھ پر اس کا نشان پڑ گیا اور یہ کہا کہ تو یثرب کے بادشاہ  
کے نکاح کی تمنا کرتی ہے۔ ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ آفتاب ان کے سینہ پر ہے۔ خاوند  
اس کو بھی ذکر کیا۔ اُس نے اس پر بھی یہی کہا کہ تو یہ چاہتی ہے کہ یثرب کے بادشاہ کے نکاح میں  
جائے۔ ایک مرتبہ انہوں نے چاند کو گود میں دیکھا تو اپنے ہا پ سے ذکر کیا۔ اس نے بھی ایک  
طمانچہ مارا اور یہ کہا کہ تیری نگاہ یثرب کے بادشاہ پر جاتی ہے۔ ممکن ہے کہ چاند کا وہی ایک خواب  
خاوند اور باپ دونوں سے کہا ہو یا چاند دو مرتبہ دیکھا ہو۔ رمضان ۳۳ھ میں صبح قول کے  
موافق انتقال ہوا اور تقریباً ساٹھ برس کی عمر پائی خود کہتی ہیں کہ میں جب حضور کے نکاح میں آئی تو  
میری عمر سترہ سال کی نہیں ہوتی تھی۔ اُمّ المؤمنین حضرت مُمیونہؓ حادث بن حزن کی بیٹی ان کا  
نام بڑا تھا۔ حضور نے بدل کر مُمیونہؓ رکھا پہلے سے ابو رعم بن عبد العزیٰ کے نکاح میں تھیں۔ اگر  
مورخین کا یہی قول ہے اور بہت سے اقوال ان کے پہلے خاوند کے نام میں ہیں۔ بعض نے کہا  
ہے کہ حضور سے پہلے بھی دو نکاح ہوئے تھے۔ بیوہ ہو جانے کے بعد ذلیقعدہ ۳۳ھ میں جب حضور  
اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے جا رہے تھے۔ موضع سرف میں نکاح  
حضور نے ارادہ فرمایا کہ عمرہ سے فراغت کے بعد مکہ میں رخصتی ہو جائے مگر مکہ والوں نے قیام کی  
نہ دی۔ اس لئے واپسی میں سرف ہی میں رخصتی ہوئی اور سرف ہی میں خاص اسی جگہ جہاں رخصتی ہوئی  
تھا ۳۳ھ میں صبح قول کے موافق انتقال ہوا اور بعض نے ۳۳ھ میں لکھا ہے۔ اس وقت  
عمر کیا سی برس کی تھی اور اسی جگہ قبر بنی۔ یہ بھی عبرت کا مقام ہے اور تاریخ کا عجیبہ ہے کہ ایک  
میں وہاں نکاح ہوا اور دوسرے سفر میں وہاں رخصتی اور عمرہ کے بعد اُسی جگہ قبر بنی۔ حضرت عائشہؓ



فرماتی ہیں کہ میمونہ ہم سب میں زیادہ متقی اور صلہ رحمی کرنے والی تھیں۔ یزید بن اُصم کہتے ہیں کہ ان کا مشغلہ ہر وقت نماز تھا یا گھر کا کام۔ اگر دونوں سے فراغت ہوتی تو مسواک کرتی رہتی تھیں۔ جن عورتوں کے نکاح پر محمدؐ ثین و مؤثرؓ خین کا اتفاق ہے، ان میں حضرت میمونہ کا نکاح سب سے آخری نکاح ہے۔ ان کی درمیانی ترتیب میں البتہ اختلاف ہے جس کی وجہ سے ان نکاحوں کی تاریخ کا اختلاف ہے جیسا کہ مختصر طور پر معلوم ہوا ان گیارہ بیویوں میں سے دو کا وصال حضورؐ کے سامنے ہو چکا تھا۔ حضرت خدیجہؓ اور حضرت زینبؓ بنت خزیمہ کا۔ باقی نو بیبیاں حضورؐ کے وصال کے وقت موجود تھیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بعض نکاح بعض محمدؐ ثین و مؤثرؓ خین نے لکھے ہیں جن کے ہونے میں اختلاف ہے اس لئے انہیں بیبیوں کا ذکر لکھا ہے جن پر اتفاق ہے۔

## معلومات

### حضورؐ کی اولاد

مؤثرؓ خین اور محمدؐ ثین کا اس پر اتفاق ہے کہ آپؐ کی چار لڑکیاں ہوئیں اور اکثر کی تحقیق یہ ہے کہ ان میں سب سے بڑی حضرت زینبؓ ہیں پھر حضرت رقیہؓ پھر حضرت اُمّ کلثومؓ پھر حضرت سیدہ فاطمہؓ۔ لڑکوں میں البتہ بہت اختلاف ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سب حضرات بچپن ہی میں انتقال فرما گئے تھے اور عرب میں اس زمانہ میں تاریخ کا اہتمام کچھ ایسا نہ تھا۔ صحابہؓ جیسے جاں نثار بھی اس وقت تک کثرت سے نہیں ہوئے تھے جو ہر بات پوری پوری محفوظ رہتی۔ اکثر کی تحقیق یہ ہے کہ تین لڑکے حضرت قاسمؓ حضرت عبداللہؓ حضرت ابراہیمؓ ہوئے بعضوں نے کہا کہ چوتھے صاحبزادے حضرت طیبؓ اور پانچویں حضرت طاہرؓ تھے۔ اس طرح پانچ ہوئے۔ بعض کہتے ہیں کہ طیبؓ اور طاہرؓ دونوں ایک ہی صاحبزادے کے نام ہیں اس طرح چار ہوئے اور بعضوں نے کہا کہ حضرت عبداللہؓ ہی کا نام طیبؓ اور طاہرؓ تھا۔ اس طرح تین ہی لڑکے ساتھ پیدا ہوئے اور طاہرؓ اور مطہرؓ ایک ساتھ پیدا ہوئے۔ اس طرح سات لڑکے ہوئے لیکن اکثر کی تحقیق تین لڑکوں کی ہے اور حضورؐ کی ساری اولاد حضرت ابراہیمؓ کے سوا حضرت خدیجہؓ ہی سے ہے۔



ہوئی۔ لڑکوں میں حضرت قاسمؓ سب سے پہلے پیدا ہوئے۔ لیکن اس میں اختلاف ہے کہ حضرت زینبؓ ان سے بڑی تھیں یا چھوٹی حضرت قاسمؓ نے بچپن ہی میں انتقال فرمایا۔ دو سال کی عمر اکثر لکھی ہے اور بعضوں نے اس سے کم یا زیادہ بھی لکھی ہے۔ دوسرے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ نبوت کے بعد پیدا ہوئے اور اسی وجہ سے ان کا نام طیبؓ اور طاہر بھی پڑا اور بچپن ہی میں انتقال ہوا۔ ان کے انتقال پر بعضوں نے لکھا ہے کہ حضرت قاسمؓ کے انتقال پر کفار بہت خوش ہوئے کہ آپؐ کی نسل منقطع ہوگئی جس پر سورۃ اِنَّا اَعْطَيْنَا نَازِلَ ہُوئی اور کفار کے اس کہنے کا کہ جب نسل ختم ہوگئی تو کچھ دنوں میں نام مبارک بھی مٹ جائے گا۔ یہ جواب ملا کہ آج ساڑھے تیرہ برس بعد تک بھی حضورؐ کے نام کے فدائی کروڑوں موجود ہیں۔ تیسرے صاحبزادے حضرت بلالؓ تھے جو ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں بالاتفاق ذی الحجہ ۳ء میں پیدا ہوئے۔ یہ حضورؐ کی باپ حضرت ماریہؓ کے پیٹ سے پیدا ہوئے اور حضورؐ کی سب سے آخری اولاد ہیں۔ حضورؐ نے ساتویں دن ان کا عقیقہ کیا اور دو مینڈھے ذبح کئے اور بالوں کے برابر چاندی صدقہ فرمائی اور بالوں کو کرا یا۔ ابوہند بیاہنیؓ نے سر کے بال اُتارے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے باب میں ابراہیمؑ کے نام پر نام رکھا ہے اور سولہ مہینے کی عمر میں ان صاحبزادہ نے بھی ۱۰ ربیع الاول ۳ء میں انتقال فرمایا بعضوں نے اٹھارہ مہینے کی عمر بتلائی ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ ابراہیمؑ کے جنت میں دودھ پلانے والی تجویز ہوگئی۔ صاحبزادیوں میں سب سے بڑی حضرت زینبؓ ہیں جن مورخین نے اس کے خلاف لکھا ہے غلط ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح پانچ برس بعد جب کہ آپؐ کی عمر شریف تین برس کی تھی پیدا ہوئیں اور اپنے والدین آغوش میں جوان ہوئیں۔ مسلمان ہوئیں اور اپنے خالہ زاد بھائی ابوالعاص بن ربیع سے نکاح ہوا۔ غزوہ بدر کے بعد ہجرت کی جس میں مشرکین کی ناپاک حرکتوں سے زخمی ہوئیں جس کا قصاص کے ۲ پر گذر چکا ہے اور اسی بیماری کا سلسلہ اخیر تک چلتا رہا۔ یہاں تک کہ ۳ء شروع میں انتقال فرمایا۔ ان کے خاوند بھی ۳ء یا ۴ء میں مسلمان ہو کر مدینہ منورہ گئے تھے اور انہی کے نکاح میں رہیں۔ ان سے دو بچے ہوئے ایک لڑکا ایک لڑکی۔ لڑکے کا نام حضرت علیؓ تھا۔ جنہوں نے اپنی والدہ کے انتقال کے بعد بلوغ کے قریب حضورؐ کی زندگی ہی میں انتقال فرمایا۔ فتح مکہ میں حضورؐ کے ساتھ اونٹنی پر جو سوار تھے وہ یہی حضرت علیؓ تھے۔ لڑکی کا نام حضرت اُمّ سلمہؓ جن کے متعلق حدیث کی کتابوں میں کثرت سے قصہ آتا ہے کہ جب حضورؐ

میں سجدہ کرتے تو یہ کمر پر سوار ہو جاتیں۔ یہ حضورؐ کے بعد تک زندہ رہیں۔ حضرت سیدہ فاطمہؓ کے وصال کے بعد جو ان کی خالہ تھیں حضرت علیؓ کو تم اللہ وجہ سے ان سے نکاح کیا اور ان کے وصال کے بعد مغیرہ بن نوفل سے نکاح ہوا۔ حضرت علیؓ کے کوئی اولاد ان سے نہیں ہوئی البتہ مغیرہؓ سے بعضوں نے ایک لڑکا بھی لکھا ہے۔ اور بعضوں نے انکار کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ نے خود وصیت فرمائی تھی کہ میرے بعد حضرت علیؓ کا نکاح بھانجی سے کر دیا جائے ان کا انتقال سنہ ۴۰ میں ہوا۔ حضورؐ کی دوسری صاحبزادی حضرت رقیہؓ تھیں جو اپنی بہن حضرت زینبؓ سے تین برس بعد پیدا ہوئیں جب کہ حضورؐ کی عمر شریف تینتیس برس کی تھی اور بعضوں نے حضرت رقیہؓ کو حضرت زینبؓ سے بڑا بتایا ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ یہ حضرت زینبؓ سے چھوٹی تھیں حضورؐ کے چچا ابولہب کے بیٹے عتبہ سے نکاح ہوا تھا۔ جب سورہ ثبوت نازل ہوئی تو ابولہب نے ان سے اور ان کے دوسرے بھائی عتبہ سے جس کے نکاح میں حضورؐ کی تیسری صاحبزادی حضرت اُمّ کلثومؓ تھیں یہ کہا کہ میری ملاقات تم دونوں سے حرام ہے اگر تم محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹیوں کو طلاق نہ دے دو۔ اس پر دونوں نے طلاق دے دی۔ یہ دونوں نکاح بچپن میں ہوئے تھے رخصتی کی نوبت بھی نہیں آئی تھی۔ اس کے بعد فتح مکہ پر حضرت رقیہؓ کے خاوند عتبہ مسلمان ہو گئے تھے مگر بیوی کو پہلے ہی طلاق دے چکے تھے اور حضرت رقیہؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ سے عرصہ ہوا ہو چکا تھا۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت رقیہؓ نے دونوں مرتبہ حبشہ کی ہجرت کی تھی جس کا بیان پہلے باب کے مشاعرہ پر گذر چکا۔ اس کے بعد جب حضورؐ نے یہ ارشاد فرمایا کہ مجھے بھی ہجرت کا حکم ہونے والا ہے اور مدینہ منورہ میری ہجرت کی جگہ ہوگی تو صحابہؓ نے مدینہ طیبہ کی ہجرت شروع کر دی۔ اسی سلسلہ میں حضورؐ سے پہلے ہی یہ دونوں حضرات بھی مدینہ طیبہ پہنچ گئے تھے حضورؐ کی ہجرت کے بعد جب حضورؐ بدر کی لڑائی میں شریعت لے جانے لگے تو حضرت رقیہؓ بیمار تھیں۔ اسی لئے حضورؐ حضرت عثمانؓ کو ان کی تیمارداری کے واسطے مدینہ چھوڑ گئے۔ بدر کی فتح کی خوشخبری مدینہ طیبہ میں اس وقت پہنچی جب یہ حضرات حضرت رقیہؓ کو دفن کر کے آرہے تھے۔ اسی وجہ سے حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کے دفن میں شرکت نہ فرما سکے۔ حضرت رقیہؓ کے پہلے خاوند کے یہاں رخصتی بھی نہیں ہوئی تو اولاد کا کیا ذکر البتہ حضرت عثمانؓ سے ایک صاحبزادہ جن کا نام عبداللہؓ تھا، حبشہ میں پیدا ہوئے تھے جو اپنی والدہ کے انتقال کے بعد تک زندہ رہے اور چھ سال کی عمر میں سنہ ۳۵ میں انتقال فرمایا اور بعض نے لکھا ہے کہ اپنی والدہ سے ایک سال پہلے انتقال کیا۔ ان کے علاوہ کوئی اور اولاد حضرت



رقیہ سے نہیں ہوئی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری صاحبزادی حضرت اُمّ کلثوم تھیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ ان بیبا اور حضرت فاطمہؓ میں سے کونسی بڑی تھیں۔ اکثر کی رائے یہ ہے کہ اُمّ کلثومؓ بڑی تھیں۔ اُمّ کلثوم بن ابی لہب سے نکاح ہوا مگر رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ سورۃ تبت کے نازل ہونے پر طلاق کی نوبت آئی جیسا کہ حضرت رقیہؓ کے بیان میں گذرا۔ لیکن ان کے خاوند تو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے جیسا کہ گذر چکا اور ان کے خاوند عتیبہ نے طلاق دی اور حضورؐ کی خدمت اقدس میں آکر نہایت گستاخی، بے ادبی اور نامناسب الفاظ بھی زبان سے نکالے۔ حضورؐ نے بدعا دی کہ یا اللہ اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مسلط فرما۔ ابو طالب اس وقت موجود تھے۔ باوجود مسلمان نہ ہونے کے سہم گئے اور کہا کہ اس کی بدعا سے تجھے خلاصی نہیں۔ چنانچہ عتیبہ ایک مرتبہ شام کے سفر میں جا رہا تھا۔ اس کا باپ ابو لہب باوجود ساری عداوت اور دشمنی کے کہنے لگا کہ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بدعا کا فکر ہے۔ قافلہ کے سب لوگ ہماری خبر رکھیں۔ ایک منزل پر پہنچے وہاں شہر زیادہ تھے۔ رات کو تمام قافلہ کا سامان ایک جگہ جمع کیا اور اس کا ٹیلہ سانبنا کر اس پر عتیبہ کو سلاہ اور قافلہ کے تمام آدمی چاروں طرف سوتے۔ رات کو ایک شیر آیا اور سب کے منہ سونگھے۔ اس کے بعد ایک زقند لگائی اور اس ٹیلے پر پہنچ کر عتیبہ کا سر بدن سے جدا کر دیا۔ اس نے ایک آواز دی مگر ساتھ ہی کام تمام ہو چکا تھا بعض مورخین نے لکھا ہے کہ یہ مسلمان ہو گیا تھا اور یہ قصہ پہلے بھائی کے ساتھ پیش آیا۔ بہر حال حضرت رقیہؓ اور حضرت اُمّ کلثومؓ کے پہلے شوہروں میں سے ایک مسلمان ہوئے۔ دوسرے کے ساتھ یہ عبرت کا واقعہ پیش آیا۔ اسی واسطے اللہ والوں کی دشمنی سے ڈرایا جاتا ہے۔ خود اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے مَنْ عَادَى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنَتْهُ بِالْحَرْبِ (جو میرے کسی ولی کو ستائے میری طرف سے اس کو لڑائی کا اعلان ہے) حضرت رقیہؓ کے انتقال کے بعد ربیع الاول ۳۳ھ میں حضرت اُمّ کلثومؓ کا نکاح بھی حضرت عثمانؓ سے ہوا۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ میں نے اُمّ کلثومؓ کا نکاح آسمانی وحی کے حکم سے حضرت عثمانؓ سے کیا۔ بعض روایات میں حضرت رقیہؓ اور حضرت اُمّ کلثومؓ دونوں کے متعلق یہی ارشاد فرمایا۔ پہلے خاوند کے یہاں تو رخصتی بھی نہیں ہوئی تھی۔ اولاد کوئی حضرت عثمانؓ سے بھی نہیں ہوئی۔ اور شعبان ۳۹ھ میں انتقال فرمایا۔ حضورؐ نے ان کے انتقال کے بعد ارشاد فرمایا کہ اگر میری سولہ کیاں ہوتیں اور انتقال کر لیں تو اسی طرح ایک دوسری کے بعد سب کا نکاح عثمانؓ سے کرتا۔ حضورؐ کی چوتھی صاحبزادی عنتی عورتوں کی سردار حضرت فاطمہؓ جو عمر میں اکثر مورخین کے نزدیک سب سے چھوٹی ہیں۔ نبوت کے ایک سال بعد



جب کہ حضورؐ کی عمر شریف اکتالیس برس کی تھی پیدا ہوئیں اور بعض نے نبوت سے پانچ سال پہلے پینتیس سال کی عمر میں لکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ ان کا نام فاطمہ الزہراءؑ یا وحی سے رکھا گیا۔ ظم کے معنی روکنے کے ہیں۔ یعنی یہ جہنم کی آگ سے محفوظ ہیں۔ ۳۲۔ محرم یا صفر یا رجب یا رمضان میں حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ سے نکاح ہوا اور نکاح سے سات ماہ اور پندرہ دن بعد رخصتی ہوئی۔ یہ نکاح بھی اللہ جل شانہ کے حکم سے ہوا۔ کہتے ہیں کہ نکاح کے وقت آپؑ کی عمر پندرہ سال پانچ ماہ کی تھی۔ اس سے بھی اکتالیس سال میں پیدائش یعنی پہلے قول کی تصدیق ہوتی ہے اور حضرت علیؑ کی عمر اکیس سال پانچ ماہ یا چوبیس سال ڈیڑھ ماہ کی تھی۔ حضورؐ کو اپنی تمام صاحبزادیوں میں ان سے زیادہ محبت تھی۔ جب حضورؐ سفر کو تشریف لے جاتے تو سب سے اخیر میں ان سے رخصت ہوتے اور جب سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے ان کے پاس تشریف لے جاتے۔ حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ نے ابو جہل کی لڑکی سے دوسرے نکاح کا ارادہ فرمایا تو ان کو رنج ہوا۔ حضورؐ سے شکایت کی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ فاطمہؑ میرے بدن کا ٹکڑا ہے جس نے اس کو رنج پہنچایا اس نے مجھے رنج پہنچایا۔ اس لئے حضرت علیؑ نے ان کی زندگی میں کوئی نکاح نہیں کیا۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کی بھانجی امامہؑ سے نکاح کیا۔ جس کا ذکر حضرت زینبؑ کے بیان میں گذرا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے چھ مہینے بعد حضرت فاطمہؑ بیمار ہوئیں اور ایک روز خادمہ سے فرمایا کہ میں غسل کروں گی۔ پانی رکھ دو۔ غسل فرمایا۔ نہ کپڑے پہنے۔ پھر فرمایا کہ میرا بستر گھر کے بیچ میں کر دو۔ اس پر تشریف لے گئیں اور قبلہ رخ لیٹ کر دامن ہاتھ رخسار کے نیچے رکھا اور فرمایا کہ بس اب میں مرتی ہوں۔ یہ فرما کر وصال فرمایا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کا سلسلہ انہیں سے چلا اور انشاء اللہ قیامت تک چلتا رہے گا۔ ان کی چھ اولاد تین لڑکے تین لڑکیاں ہوئیں۔ سب سے اول حضرت حسنؑ نکاح سے دوسرے سال میں پیدا ہوئے پھر حضرت حسینؑ تیسرے سال میں یعنی ۳۷ھ میں پھر حضرت محسنؑ (یہ س کی تشدید کے ساتھ ہے) پیدا ہوئے جن کا انتقال بچپن ہی میں ہو گیا۔ صاحبزادیوں میں سے حضرت رقیہؑ کا انتقال بچپن ہی میں ہو گیا تھا۔ اسی وجہ سے بعض مورخین نے ان کو لکھا بھی نہیں۔ دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثومؑ کا پہلا نکاح حضرت عمرؓ امیر المؤمنین سے ہوا جن سے ایک صاحبزادے زیدؑ اور ایک صاحبزادی رقیہؑ پیدا ہوئیں۔ حضرت عمرؓ کے وصال کے بعد ام کلثومؑ کا نکاح عوف بن جعفرؑ سے ہوا۔ ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے بھائی محمد بن جعفرؑ سے ہوا۔ ان سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جو بچپن ہی میں

انتقال کر گئیں۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے تیسرے بھائی عبداللہ بن جعفرؓ سے ہوا۔ ان سے بھی کوئی اولاد نہیں ہوئی اور انہی کے نکاح میں حضرت اُمّ کلثومؓ کا انتقال ہوا اور اسی دن ان کے صاحبزادے زیدؓ کا بھی انتقال ہوا۔ دونوں جنازے ساتھ ہی اُٹھے اور کوئی سلسلہ اولاد کا ان سے نہیں چلا۔ یہ تینوں بھائی وہی عبداللہ اور عونؓ اور محمدؓ ہیں جن کا قصہ چھٹے باب کے ۱۱ پر گزرا ہے۔ یہ حضرت علیؓ کے بھتیجے اور جعفر طیار کے صاحبزادے ہیں۔ حضرت فاطمہؓ کی تیسری صاحبزادی حضرت زینبؓ تھیں جن کا نکاح عبداللہ بن جعفرؓ سے ہوا اور دو صاحبزادے عبداللہ اور عونؓ پیدا ہوئے اور انھیں کے نکاح میں انتقال فرمایا۔ ان کے انتقال کے بعد عبداللہ بن جعفرؓ کا نکاح ان کی ہمیشہ حضرت اُمّ کلثومؓ سے ہوا تھا۔ یہ اولاد حضرت فاطمہؓ سے ہے ورنہ حضرت علیؓ کی دوسری بیویوں سے جو بعد میں ہوئیں اور بھی اولاد ہے۔ مومنین نے حضرت علیؓ کی تمام اولاد بتیل لکھی ہے جن میں سولہ لڑکے اور حضرت امام حسنؓ کے پندرہ لڑکے آٹھ لڑکیاں اور حضرت امام حسینؓ کے چھ لڑکے تین لڑکیاں رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ وَاَرْضَاهُمْ اَجْبَعِیْنِ وَجَعَلْنَا بَہْذِہِمْ مُّتَّبِعِیْنَ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَوْ مُلَخَّصٌ مِّنَ الْخَنَیْسِ وَالزُّرْقَانِ عَلٰی السَّوَابِ وَالتَّلَقُّعِ وَالْاَصَابَةِ وَاسَدُ الْغَابَةِ ۔

## گیارہواں باب

### بچوں کا دینی جذبہ

کم سن اور نو عمر بچوں میں جو دین کا جذبہ تھا وہ حقیقت میں بڑوں کی پرورش کا ثمرہ تھا۔ اگر ماں باپ اور دوسرے اولیا اولاد کو شفقت میں کھوئے اور ضائع کر دینے کے بجائے شروع ہی سے ان کی دینی حالت کی خبر گیری اور اس پر تنبیہ رکھیں تو دین کے امور بچوں کے دلوں میں جگہ پکڑیں اور بڑی عمر میں جا کر وہ چیزیں ان کے لئے بمنزلہ عادت کے ہو جائیں۔ لیکن ہم لوگ اس کے برخلاف بچے کی ہر بڑی بات پر بچہ سمجھ کر حشم پوشی کرتے ہیں بلکہ زیادہ محبت کا جوش ہوتا ہے تو اس پر خوش ہوتے



ہیں اور دین میں جتنی کوتاہی دیکھتے ہیں اپنے دل کو یہ کہہ کر تسلی دیتے ہیں کہ بڑے ہو کر سب درست ہو جاوے گا۔ حالانکہ بڑے ہو کر وہی عادات پکتی ہیں جن کا شروع میں بیج بویا جا چکا ہے۔ آپ چاہتے ہیں کہ بیج چنے کا ڈالا جائے اور اس سے گیہوں پیدا ہو یہ مشکل ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ بچے میں اچھی عادتیں پیدا ہوں، دین کا اہتمام ہو، دین پر عمل کرنے والا ہو تو بچپن ہی سے اس کو دین کے اہتمام کا عادی بنائیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بچپن سے ہی اپنی اولاد کی نگہداشت فرماتے تھے اور دینی امور کا اہتمام کراتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک شخص پکڑ کر لایا گیا جس نے رمضان میں شراب پی رکھی تھی اور روزہ سے نہیں تھا۔ حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا کہ تیرا پاس ہو ہمارے تو بچے بھی روزہ دار ہیں **ف** یعنی تو اتنا بڑا ہو کر بھی روزہ نہیں رکھتا۔ اس کے بعد اس کے انٹی کوڑے شراب کی سزائیں مارے اور مدینہ منورہ سے نکل جانے کا حکم فرما کر ملک شام کو چلتا کر دیا۔

### بچوں کو روزہ رکھوانا

(۱)

ربیع الثانی موعود جن کا قصہ پہلے باب کے اخیر میں گزرا ہے کہتی ہیں کہ حضورؐ نے ایک مرتبہ اعلان کرایا کہ آج عاشورہ کا دن ہے سب کے سب روزہ رکھیں۔ ہم لوگ اس کے بعد سے ہمیشہ روزہ رکھتے رہے اور اپنے بچوں کو بھی روزہ رکھواتے تھے جب وہ بھوک کی وجہ سے رونے لگتے تو روٹی کے گالے کے کھلونے بنا کر ان کو بہلا یا کرتے تھے اور افطار کے وقت تک اسی طرح ان کو کھیل میں لگاتے رکھتے تھے **ف** بعض احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ مائیں دودھ پیتے بچوں کو دودھ نہیں پلاتی تھیں۔ اگرچہ اس وقت قوی نہایت قوی تھے اور اب بہت ضعیف، وہ لوگ اور وہ بچے اس کے متحمل تھے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ بچنے کا اب تحمل ہے وہی کہاں کیا جاتا ہے تحمل کا دیکھنا تو نہایت ضروری ہے مگر اب جس کا تحمل ہو اس میں کوتاہی یقیناً نامناسب ہے۔

### (۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی احادیث اور آیت کا نزول

حضرت عائشہؓ چھ سال کی عمر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔ مکہ مکرمہ میں نکاح ہوا اور نویں سال کی عمر میں مدینہ طیبہ میں رخصتی ہوئی۔ اٹھارہ سال کی عمر میں حضورؐ کا وصال ہوا۔ اٹھارہ سال کی عمر ہی کیا ہوتی ہے جس میں اس قدر دینی مسائل اور پائی اکرم صلی اللہ علیہ



وَسَلَّمَ کے ارشادات اور افعال ان سے نقل کئے جاتے ہیں کہ حد نہیں۔ مسروق کہتے ہیں کہ بڑے بڑے صحابہؓ کو میں نے دیکھا کہ حضرت عائشہؓ سے مسائل دریافت کرتے تھے۔ عطاءؓ کہتے ہیں کہ مردوں سے زیادہ مسائل سے واقف اور عالم تھیں۔ ابو موسیٰؓ کہتے ہیں کہ جو علمی مشکل ہیں درپیش آتی تھی حضرت عائشہؓ کے پاس اس کے متعلق تحقیق ملتی تھی۔ دو ہزار دو سو دس حدیثیں کتب حدیث میں ان کی ملتی ہیں۔ خود فرماتی ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں بچپن میں کھیل رہی تھی اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر سورہ قمر کی آیت بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَذْهَىٰ دَامَرُطَانِزل ہوئی۔ مکہ مکرمہ میں آٹھ برس کی عمر تک حضرت عائشہؓ رہی ہیں۔ اس کم عمری میں اس آیت کے نازل ہونے کی خبر ہونا اور پھر اس کا یاد بھی رکھنا دین کے ساتھ خاص ہی لگاؤ سے ہو سکتا ہے ورنہ آٹھ برس کی عمر ہی کیا ہوتی ہے۔

### ۳) حضرت عمرؓ کا جہاد کی شرکت کا شوق

حضرت عمرؓ ابی النجم کے غلام اور کم عمر بچے تھے۔ جہاد میں شرکت کا شوق اس وقت ہر چھوٹے بڑے کی جان تھا خیبر کی لڑائی میں شرکت کی خواہش کی، ان کے سرداروں نے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سفارش کی اجازت فرمادی جائے چنانچہ حضورؐ نے اجازت فرمادی اور ایک تلوار مرحمت فرمائی جو گلے میں لٹکالی۔ مگر تلوار بڑی تھی اور قد چھوٹا تھا اس لئے وہ زمین پر گھسستی جاتی تھی۔ اسی حال میں خیبر کی لڑائی میں شرکت کی۔ چونکہ بچے بھی تھے اور غلام بھی اس لئے غنیمت سب، راحت تو ملا نہیں البتہ بطور عطا کے کچھ سامان حصہ میں آیا۔ ف ان جیسے حضرات کو یہ بھی معلوم تھا کہ غنیمت میں ہمارا پورا حصہ بھی نہیں اس کے باوجود پھر یہ شوق کہ دوسرے حضرات سے سفارشیں کرائی جاتی تھیں۔ اس کی وجہ دینی جذبہ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے سچے رسولؐ کے وعدوں پر اطمینان کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے۔

### ۴) حضرت عمرؓ کا بدر کی لڑائی میں چھپنا

حضرت عمرؓ بن ابی وقاص ایک نو عمر صحابی ہیں۔ شروع ہی میں مسلمان ہو گئے تھے۔ سعد بن ابی وقاص مشہور صحابی کے بھائی ہیں۔ سجدہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے بھائی عمرؓ کو بدر کی لڑائی کے وقت دیکھا کہ لشکر کی روانگی کی تیاری ہو رہی تھی اور وہ ادھر ادھر چھپتے پھر رہے تھے کہ کوئی دیکھے نہیں۔ مجھے یہ بات دیکھ کر تعجب ہوا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ کیا ہوا چھپتے کیوں پھر رہے ہو۔ کہنے لگے مجھے یہ ڈر ہے

کہہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مجھے نہ دیکھ لیں اور سچہ سمجھ کر جانے کی ممانعت کر دیں کہ پھر نہ جاسکوں گا اور مجھے تمنا ہے کہ لڑائی میں ضرور شریک ہوں کیا بعید ہے اللہ تعالیٰ مجھے بھی کسی طرح شہادت نصیب فرمائیں آخر حبشہ کر پیش ہوا تو جو خطرہ تھا وہ پیش آیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کم عمر ہونے کی وجہ سے انکار فرمادیا مگر شوق کا غلبہ تھا تحمل نہ کر سکے اور رونے لگے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو شوق کا اور رونے کا حال معلوم ہوا تو اجازت عطا فرمادی۔ لڑائی میں شریک ہوتے اور دوسری تمنا بھی پوری ہوتی کہ اسی لڑائی میں شہید ہوتے۔ ان کے بھائی سعد کہتے ہیں کہ ان کے چھوٹے ہونے اور تلوار کے بڑے ہونے کی وجہ سے میں اس کے تسموں میں گرہیں لگاتا تھا کہ اونچی ہو جائے بلکہ

### ۵) دو انصاری بچوں کا ابو جہل کو قتل کرنا

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ مشہور اور بڑے صحابہؓ میں ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میں بدر کی لڑائی میں میدان میں لڑنے والوں کی صف میں کھڑا تھا۔ میں نے دیکھا کہ میرے دائیں اور بائیں جانب انصار کے دو کم عمر لڑکے ہیں۔ مجھے خیال ہوا کہ میں اگر قوی اور مضبوط لوگوں کے درمیان ہونا تو اچھا تھا کہ ضرورت کے وقت ایک دوسرے کی مدد کر سکتے میرے دونوں جانب بچے ہیں یہ کیا مدد کر سکیں گے۔ اتنے میں ان دونوں لڑکوں میں سے ایک نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا: چچا جان تم ابو جہل کو بھی پہچانتے ہو۔ میں نے کہا۔ ہاں پہچانتا ہوں۔ تمہاری کیا غرض ہے۔ اس نے کہا مجھے یہ معلوم ہوا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گالیاں بکتا ہے۔ اس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر میں اس کو دیکھ لوں، تو اس وقت تک اس سے جدا نہ ہوں گا کہ وہ مر جائے یا میں مر جاؤں۔ مجھے اس کے اس سوال اور جواب پر تعجب ہوا۔ اتنے میں دوسرے نے یہی سوال کیا اور جو پہلے نے کہا تھا وہی اس نے بھی کہا۔ اتفاقاً میدان میں ابو جہل دوڑتا ہوا مجھے نظر پڑ گیا۔ میں نے ان دونوں سے کہا کہ تمہارا مطلوب جس کے بارہ میں تم مجھ سے سوال کر رہے تھے وہ جا رہا ہے۔ دونوں یہ سن کر تلواریں ہاتھ میں لئے ہوئے ایک دم بھاگے چلے گئے اور جا کر اس پر تلوار چلائی شروع کر دی یہاں تک کہ اس کو گرا دیا۔ ف یہ دونوں صاحبزادے معاذ بن عمرو بن مخزوم اور معاذ بن عفرہ بن معاذ بن عمرو کہتے ہیں کہ میں لوگوں سے سنا تھا کہ ابو جہل کو کوئی نہیں مار سکتا۔ وہ بڑی حفاظت میں رہتا ہے۔ مجھے اسی وقت سے خیال تھا کہ میں اس کو ماروں گا۔



یہ دونوں صاحبزادے پیدل تھے اور ابو جہل گھوڑے پر سوار تھا۔ صفوں کو درست کر رہا تھا جس وقت عبدالرحمن بن عوفؓ نے دیکھا اور یہ دونوں دوڑے۔ تو گھوڑے سوار پر براہ راست حملہ شکن تھا اس لئے ایک نے گھوڑے پر حملہ کیا اور دوسرے نے ابو جہل کی ٹانگ پر حملہ کیا جس سے گھوڑا بھی گرا اور ابو جہل بھی گرا اور اُٹھ نہ سکا۔ یہ دونوں حضرات تو اس کو ایسا کر کے چھوڑ آئے تھے کہ اُٹھ نہ سکے اور وہیں پڑاؤ پڑتا ہے مگر معوذ بن عوفؓ ان کے بھائی نے اور ذرا ٹھنڈا کر دیا کہ مبادا اُٹھ کر چلا جائے لیکن بالکل انھوں نے بھی نہ نمٹایا۔ اس کے بعد عبداللہ بن مسعودؓ نے بالکل ہی سر جھکا کر دیا۔ معاذ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ جس وقت میں نے اس کی ٹانگ پر حملہ کیا تو اس کا لڑکا عکرمہ ساتھ تھا۔ اُس نے میرے مونڈھے پر حملہ کیا جس سے میرا ہاتھ کٹ گیا اور صرف کھال میں لٹکا ہوا رہ گیا۔ میں نے اس لٹکے ہوئے ہاتھ کو کمر کے پیچھے ڈال لیا اور دن بھر دوسرے ہاتھ سے لڑتا رہا۔ لیکن جب اُس کے لٹکے رہنے سے دقت ہوئی تو میں نے اس کو پاؤں کے نیچے دبا کر زور سے کھینچا، وہ کھال بھی ٹوٹ گئی جس سے وہ اٹک رہا تھا اور میں نے اس کو پھینک دیا۔

### ⑥ حضرت رافع اور ابن جندبؓ کا مقابلہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب لڑائی کے لئے تشریف لے جاتے تو مدینہ منورہ سے باہر جانے کے بعد لشکر کا معائنہ فرماتے۔ ان کے احوال کو، ان کی ضرورتوں کو دیکھتے اور لشکر کی اصلاح فرماتے۔ کم عمر بچوں کو واپس فرمادیتے۔ یہ حضرات شوق میں نکل پڑتے۔ چنانچہ اُحد کی لڑائی کے لئے جب تشریف لے جانا ہوا تو ایک موقع پر جا کر لشکر کا معائنہ فرمایا اور نو عمروں کو لڑکپن کی وجہ سے واپس فرمادیا جن میں حضرت ذیل بھی تھے۔ عبداللہ بن عمرؓ، زید بن ثابتؓ، اسامہ بن زیدؓ، زید بن ارقمؓ، براء بن عازبؓ، عمرو بن حزمؓ، اُسید بن ظبیرؓ، عمارؓ بن اوسؓ، ابوسعید خدریؓ، سمرقہ بن جندبؓ، رافع بن خدیجؓ، کہ ان کی عمریں تقریباً تیرہ چودہ برس کی تھیں جب ان کو واپسی کا حکم ہوا تو حضرت خدیجہؓ نے سفارش کی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرا لڑکا رافع تیر چلانا بہت اچھا جانتا ہے اور خود رافع بھی اجازت کے اشتیاق میں ابھرا ابھر کر کھڑے ہوئے تھے کہ قد لانا معلوم ہو حضورؐ نے اجازت عطا فرمادی تو سمرقہ بن جندبؓ نے اپنے سوتیلے باپ مرقہ بن سنان سے کہا کہ حضورؐ نے رافع کو تو اجازت مرحمت فرمادی اور مجھے اجازت نہیں عطا فرمائی حالانکہ میں رافعؓ سے قوی ہوں اگر میرا اور اس کا مقابلہ ہو تو میں اس کو پچھاڑ لوں گا۔ حضورؐ نے دونوں کا مقابلہ



کرایا تو سمرقہ نے رافعؓ کو واقعی پچھاڑ لیا۔ اس لئے حضورؐ نے سمرقہؓ کو بھی اجازت عطا فرمادی۔ اس کے بعد اور بچوں نے بھی کوشش کی اور لجنوں کو اور بھی اجازت مل گئی۔ اسی سلسلے میں رات ہو گئی حضورؐ نے تمام لشکر کی حفاظت کا انتظام فرمایا اور پچاس آدمیوں کو پورے لشکر کی حفاظت کے واسطے متعین فرمایا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ہماری حفاظت کون کرے گا۔ ایک صاحب اٹھے حضورؐ نے ارشاد فرمایا تمہارا نام کیا ہے۔ انھوں نے کہا ذکوانؓ۔ حضورؐ نے فرمایا اچھا بیٹھ جاؤ۔ پھر فرمایا ہماری حفاظت کون کرے گا۔ ایک صاحب اٹھے حضورؐ نے نام دریافت کیا عرض کیا ابو سبیحؓ (سبیح کا باپ) حضورؐ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ تیسری مرتبہ پھر ارشاد ہوا کہ ہماری حفاظت کون کرے گا۔ پھر ایک صاحب کھڑے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نام دریافت کیا۔ انہوں نے عرض کیا۔ ابن عبد القیس (عبد قیس کا بیٹا) حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اچھا بیٹھ جاؤ۔ اس کے تھوڑی دیر بعد ارشاد ہوا کہ تینوں آدمی آ جاؤ تو ایک صاحب حاضر ہوئے حضورؐ نے فرمایا کہ تمہارے دونوں ساتھی کہاں گئے انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ تینوں دفعہ میں ہی اٹھا تھا۔ حضورؐ نے دُعا دی اور حفاظت کا حکم فرمایا۔ رات بھر یہ حضورؐ کے خیمہ کی حفاظت فرماتے رہے۔ فیر شوق اور دلولے تھے ان حضرات کے کہ بچہ ہو یا بڑا ہر شخص کچھ الپ مست تھا کہ جان مینا مستقل مقصود تھا۔ اسی وجہ سے کامیابی ان کے قدم چومتی تھی۔ رافع بن خدیج نے بدر کی لڑائی میں بھی اپنے آپ کو پیش کیا تھا مگر اس وقت اجادت نہ مل سکی تھی۔ پھر اُحد میں پیش کیا جس کا قصہ بھی گذرا۔ اس کے بعد سے ہر لڑائی میں شریک ہوتے رہے۔ اُحد کی لڑائی میں سینے میں ایک تیر لگا جب اُس کو کھینچا گیا تو سارا شکل آیا مگر بھال کا حصہ اندر بدن میں رہ گیا جس نے زخم کی صورت اختیار کی اور اخیر زمانہ میں بڑھاپے کے قریب یہی زخم ہلکا ہو کر موت کا سبب بنا۔

### ④ حضرت زیدؓ کا قرآن کی وجہ سے تقدّم

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہؓ کی عمر ہجرت کے وقت گیارہ سال کی تھی اور چھ سال کی عمر میں یتیم ہو گئے تھے۔ بدر کی لڑائی میں اپنے آپ کو پیش کیا، اجادت نہ ملی۔ پھر اُحد کی لڑائی میں نکلے مگر واپس کر دیئے گئے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا۔ بعضوں نے کہا ہے کہ چونکہ سمرقہؓ اور رافعؓ دونوں کو اجازت ہو چکی تھی جیسا کہ ابھی اس سے پہلے قصہ میں گذرا۔ اس لئے ان کو بھی اجازت ہو گئی تھی۔ اس کے بعد سے ہر لڑائی میں شریک ہوتے رہے۔ تبوک کی لڑائی میں بنو مالک کا جھنڈا حضرت

عمارہ کے ہاتھ میں تھا۔ حضورؐ نے عمارہ سے لے کر حضرت زیدؓ کو دے دیا۔ عمارہ کو فکر ہو کر شاید مجھے کوئی غلطی صادر ہوئی یا کوئی وجہ ناراضی پیش آئی۔ دریافت کیا یا رسول اللہ میری کوئی شکایت حضورؐ تک پہنچی ہے۔ ارشاد فرمایا۔ یہ بات نہیں بلکہ زیدؓ قرآن شریف تم سے زیادہ پڑھا ہوا ہے۔ قرآن نے اُس کو جھنڈا اٹھانے میں مقدم کر دیا۔ **حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم** کا عام معمول تھا کہ فضائل میں دین کے اعتبار سے ترجیح فرماتے تھے۔ یہاں اگرچہ لڑائی کا موقع تھا اور قرآن شریف کے زیادہ پڑھے ہونے کو اس میں کوئی دخل نہیں تھا۔ اس کے باوجود حضورؐ نے قرآن پاک کی زیادتی کی وجہ سے جھنڈے کے اُٹھانے میں ان کو مقدم فرمایا۔ اکثر چیزوں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس کا لحاظ فرماتے تھے۔ حتیٰ کہ اگر کئی آدمیوں کو کسی ضرورت سے ایک قبر میں دفن فرمانے کی نوبت آتی تو جس کا قرآن شریف زیادہ پڑھا ہوا ہوتا تھا، اس کو مقدم فرماتے تھے جیسا کہ غزوہ اُحُد میں کیا۔

## (۸) حضرت ابوسعید خدریؓ کے باپ کا انتقال

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ میں اُحد کی لڑائی میں پیش کیا گیا۔ تیرہ سال کی میری عمر تھی حضورؐ نے قبول نہیں فرمایا۔ میرے والد نے سفارش بھی کی کہ اس کے قوی اچھے ہیں ہڈیاں بھی موٹی ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نگاہ میری طرف اُپر کو اٹھاتے تھے پھر نیچے کر لیتے تھے۔ بالآخر کم عمر ہونے کی وجہ سے اجازت نہیں دی۔ میرے والد اس لڑائی میں شریک ہوتے اور شہید ہو گئے۔ کوئی مال وغیرہ کچھ نہ تھا۔ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سوال کرنے کی غرض سے حاضر ہوا۔ حضورؐ نے مجھے دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ جو صبر مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو عطا فرماتے ہیں اور جو پاکبازی اللہ سے مانگتا ہے، حق تعالیٰ شانہ اس کو پاکباز بنادیتے ہیں اور جو غنا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو غنا عطا فرماتے ہیں میں نے مضمون حضورؐ سے سنا پھر کچھ نہ مانگا۔ چکے ہی واپس آگیا۔ اس کے بعد حق تعالیٰ شانہ نے ان کو وہ رتبہ عطا فرمایا کہ نو عمر صحابہؓ میں اس بڑے درجہ کا عالم دوسرا مشکل سے ملے گا۔ **وف** بچپن کی عمر اور باپ کے صدمہ کے علاوہ ضرورت کا وقت لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک عام نصیحت کو سن کر چپ چاپ چلے آنا اور اپنی پریشانی کا اظہار تک نہ کرنا۔ کیا آج کل کوئی بڑی عمر والا بھی کر سکتا ہے۔ سچ یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے اپنے رسولؐ کی مصاحبت کے لئے ایسے ہی لوگ چنے تھے جو اس کے اہل تھے۔ اسی لئے حضورؐ کا ارشاد ہے جو خاتمہ میں آتا ہے کہ اللہ نے سارے آدمیوں میں سے میرے صحابہؓ کو چنا ہے۔



## ۹ حضرت سلمہ بن اکوع کی غابہ پر دوڑ

غابہ مدینہ طیبہ سے چار پانچ میل پر ایک آبادی تھی۔ وہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ اونٹ چرا کرتے تھے۔ کافروں کے ایک مجمع کے ساتھ عبدالرحمن فزاری نے اُن کو لوٹ لیا۔ جو صاحب چراتے تھے ان کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو لے کر چل دیئے۔ یہ لیٹرے لوگ گھوڑوں پر سوار تھے اور ہتھیار لگائے ہوئے تھے۔ اتفاقاً حضرت سلمہ بن اکوع صبح کے وقت پیدل تیر کمان لئے ہوئے غابہ کی طرف چلے جا رہے تھے کہ اچانک ان لیٹروں پر نگاہ پڑی۔ بچے تھے دوڑتے بہت تھے کہتے ہیں کہ ان کی دوڑ ضربِ المثل اور مشہور تھی۔ یہ اپنی دوڑ میں گھوڑے کو پکڑ لیتے تھے اور گھوڑا ان کو نہیں پکڑ سکتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی تیر اندازی میں بھی مشہور تھے۔ حضرت سلمہ بن اکوع نے مدینہ منورہ کی طرف منہ کر کے ایک پہاڑی پر چڑھ کر نوٹ کا اعلان کیا اور خود تیر کمان ساتھ تھی بی ان لیٹروں کے پیچھے دوڑ لئے حتیٰ کہ ان کے پاس تک پہنچ گئے اور تیر مارنے شروع کئے اور اس پھرتی سے دُعا دم تیر برساتے کہ وہ لوگ بڑا مجمع سمجھے اور چونکہ خود تنہا تھے اور پیدل بھی تھے۔ اس لئے جب کوئی گھوڑا لوٹا کر پیچھا کرتا تو کسی درخت کی آڑ میں چھپ جاتے اور آڑ میں سے اس کے گھوڑے کے تیر مارنے جس سے وہ زخمی ہوتا اور وہ اس خیال سے واپس جاتا کہ گھوڑا اگر گیا تو میں پکڑا جاؤں گا۔ حضرت سلمہ فرماتے ہیں غرض وہ بھاگتے رہے اور میں پیچھا کرتا رہا۔ حتیٰ کہ جتنے اونٹ انھوں نے حضور کے لوٹے تھے وہ میرے پیچھے ہو گئے اور اس کے علاوہ میں برچھے اور تیس چادریں وہ اپنی چھوڑ گئے اتنے میں عیینہ بن حصن کی ایک جماعت مدد کے طور پر ان کے پاس پہنچ گئی اور ان لیٹروں کو قوت حاصل ہو گئی۔ یہ بھی ان کو معلوم ہو گیا کہ میں اکیلا ہوں۔ انہوں نے کئی آدمیوں نے مل کر میرا پیچھا کیا۔ میں ایک پہاڑ پر چڑھ گیا۔ وہ بھی چڑھ گئے۔ جب میرے قریب ہو گئے تو میں نے زور سے کہا کہ ذرا ٹھہرو پہلے میری ایک بات سنو۔ تم مجھے جانتے بھی ہو کہ میں کون ہوں۔ انہوں نے کہا کہ بتا کون ہے۔ میں نے کہا۔ میں ابنُ اکوع ہوں۔ اُس ذات پاک کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت دی۔ تم میں سے اگر کوئی مجھے پکڑنا چاہے تو نہیں پکڑ سکتا اور تم میں سے جس کو میں پکڑنا چاہوں وہ مجھے بے برگز نہیں چھوٹ سکتا۔ اُن کے متعلق چونکہ عام طور سے یہ شہرت تھی کہ بہت زیادہ دوڑتے ہیں حتیٰ کہ عربی گھوڑا بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس لئے یہ دعویٰ کچھ عجیب نہیں تھا۔ سلمہ کہتے ہیں کہ میں اسی طرح ان سے بات چیت کرتا رہا اور میرا مقصود یہ



تھا کہ ان لوگوں کے پاس تو مدد پہنچ گئی ہے مسلمانوں کی طرف سے میری مدد بھی آجائے کہ میں بھی مدد میں اعلان کر کے آیا تھا غرض ان سے اسی طرح میں بات کرتا رہا اور درختوں کے درمیان سے مدینہ منورہ کی طرف غور سے دیکھتا رہا کہ مجھے ایک جماعت گھوڑے سواروں کی دوڑ کر آتی ہوئی نظر آئی ان میں سے سب سے آگے اُخرم اسدی تھے انھوں نے آتے ہی عبد الرحمن فزاری پر حملہ کیا اور عبد الرحمن بھی ان پر متوجہ ہوا۔ انھوں نے عبد الرحمن کے گھوڑے پر حملہ کیا اور پاؤں کاٹ دیتے جس سے وہ گھوڑا گرا اور عبد الرحمن نے گرتے ہوئے ان پر حملہ کر دیا جس سے وہ شہید ہو گئے اور عبد الرحمن فوراً ان کے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ ان کے پیچھے ابو قتادہؓ تھے فوراً انہوں نے حملہ شروع کر دیا۔ عبد الرحمن نے ابو قتادہؓ کے گھوڑے کے پاؤں پر حملہ کیا جس سے وہ گرے۔ اور گرتے ہوئے انہوں نے عبد الرحمن پر حملہ کیا جس سے وہ قتل ہو گیا اور ابو قتادہؓ فوراً اس گھوڑے پر جو اُخرم اسدی کا تھا اور اب اس پر عبد الرحمن سوار ہو رہا تھا سوار ہو گئے بلکہ بعض تواریخ میں لکھا ہے کہ حضرت سلمہؓ نے اُخرم اسدی کو حملہ سے روکا بھی تھا کہ ذرا ٹھہر جاؤ اپنا مجمع اور آنے دو مگر انھوں نے فرمایا کہ مجھے شہید ہونے دو۔ کہتے ہیں کہ مسلمانوں میں صرف یہی شہید ہوئے اور کفار کے بہت سے آدمی اس لڑائی میں مارے گئے۔ اس کے بعد مجمع مسلمانوں کا پہنچ گیا اور وہ لوگ بھاگ گئے تو حضرت سلمہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ میرے ساتھ تنو آدمی کر دیں میں ان کا پیچھا کروں مگر حضورؐ نے فرمایا کہ وہ اپنی جماعتوں میں پہنچ گئے۔ اکثر تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلمہؓ کی عمر اس وقت بارہ یا تیرہ برس کی تھی۔ بارہ تیرہ برس کا لڑکا گھوڑے سواروں کی ایک بڑی جماعت کو اس طرح بھگا دے کہ ہوش و حواس گم ہو جائیں جو ٹوٹا تھا وہ بھی چھوڑ دیں اور اپنا بھی سامان چھوڑ جائیں۔ یہ اسی خلاص کی برکت تھی جو اللہ جل شانہ نے اس جماعت کو نصیب فرمایا تھا۔

## بدر کا مقابلہ اور حضرت براءؓ کا شوق

(۱۰)

بدر کی لڑائی سب سے افضل اور سب سے زیادہ مہتمم بالشان لڑائی ہے اس لئے کہ اس میں مقابلہ نہایت سخت تھا۔ مسلمانوں کی جماعت نہایت قلیل کل تین سو پندرہ آدمی تھے جن کے پاس صرف تین گھوڑے تھے یا نو زرہیں اور آٹھ تلواریں تھیں اور ستر اونٹ تھے۔ ایک ایک اونٹ پر کئی کئی آدمی باری باری سوار ہوتے تھے۔ اور کفار کی جماعت ایک ہزار

کے قریب تھی جن میں سو گھوڑے اور سات سو اونٹ اور لڑائی کا کافی سامان تھا۔ اسی وجہ سے وہ لوگ نہایت اطمینان کے ساتھ باجوں اور گانے والی عورتوں کے ساتھ میدان میں آتے۔ ادھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت متشکر کہ مسلمان نہایت کمزوری کی حالت میں تھے جب حضور نے دونوں جماعتوں کا اندازہ فرمایا تو دعا مانگی۔ یا اللہ یہ مسلمان ننگے پاؤں ہیں تو ہی ان کو سواری دینے والا ہے۔ یہ ننگے بدن ہیں تو ہی ان کو کپڑا پہنانے والا ہے۔ یہ بھوکے ہیں تو ہی ان کا پیٹ بھرنے والا ہے۔ یہ فقیر ہیں تو ہی ان کو غنی کرنے والا ہے۔ چنانچہ یہ دُعا قبول ہوئی۔ ان سب باتوں کے باوجود حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت برادر بن عاذبؓ دونوں حضرات لڑائی میں شرکت کے شوق میں گھر سے چل دیے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ ہونے کی وجہ سے راستہ میں سے لوٹا دیا۔ یہ دونوں حضرات اُحد کی لڑائی میں سے بھی واپس کھٹے گئے تھے جیسا کہ پہلے قصہ میں گذر چکا ہے۔ اُحد کی لڑائی بدر کی لڑائی سے ایک سال بعد ہوئی۔ جب اس میں بھی یہ بچوں میں شمار کئے گئے تو بدر میں بطریق اولیٰ بچے تھے مگر ان حضرات کا شوق تھا کہ بچپن ہی سے یہ قول اور شوق دل میں جو شش مارتا تھا اور ہر لڑائی میں شریک ہونے اور اجازت ملنے کی کوشش کرتے تھے۔

## ۱۱ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا اپنے باپ سے معاملہ

شہ میں بنو النضلق کی مشہور جنگ ہوئی۔ اس میں ایک مہاجر اور ایک انصاری کی باہم لڑائی ہو گئی۔ معمولی بات تھی مگر بڑھ گئی۔ ہر ایک نے اپنی اپنی قوم سے دوسرے کے خلاف مدد چاہی اور دونوں طرف جماعتیں پیدا ہو گئیں اور قریب تھا کہ آپس میں لڑائی کا معرکہ گرم ہو جائے کہ درمیان میں بعض لوگوں نے پڑ کر قلعہ کرادی۔ عبداللہ بن ابی منافقوں کا سردار اور نہایت مشہور منافق اور مسلمانوں کا سخت مخالف تھا مگر چونکہ اسلام ظاہر کرتا تھا اس لئے اس کے ساتھ خلافت کا برتاؤ نہ کیا جاتا تھا اور یہی اس وقت منافقوں کے ساتھ عام برتاؤ تھا۔ اس کو جب اس قصے کی خبر ہوئی تو اس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ لفظ کہے اور اپنے دوستوں سے خطاب کر کے کہا کہ یہ سب کچھ تمہارا اپنا ہی کیا ہوا ہے تم نے ان لوگوں کو اپنے شہروں میں ٹھکانا دیا۔ اپنے مالوں کو ان کے درمیان آدھوں آدھ بانٹ لیا۔ اگر تم ان لوگوں کی مدد کرنا چھوڑ دو تو اب بھی سب چلے جاویں اور یہ بھی کہا کہ خدا کی قسم ہم لوگ اگر مدینہ پہنچ گئے تو ہم عزت والے

مل کر ان ذلیلوں کو وہاں سے نکال دیں گے۔ حضرت زید بن ارقمؓ نے انہیں روکے تھے، وہاں موجود تھے۔ یہ سُن کر تاب نہ لاسکے۔ کہنے لگے کہ خدا کی قسم تو ذلیل ہے تو اپنی قوم میں بھی ترہی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے تیرا کوئی حمایتی نہیں ہے اور محمد ﷺ اللہ علیہ وسلم عزت والے ہیں۔ رحمن کی طرف سے بھی عزت دیتے گئے ہیں اور اپنی قوم میں بھی عزت والے ہیں۔ عبد اللہ بن ابی نے کہا کہ اچھا چکارہ میں تو ویسے ہی مذاق میں کہہ رہا تھا۔ مگر حضرت زیدؓ نے جاکر حضور اقدس ﷺ کی طرف سے نقل کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے درخواست بھی کی کہ اس کافر کی گردن اڑادی جائے مگر حضورؐ نے نہ سخت نہ فرمائی۔ عبد اللہ بن ابی کو جب اس کی خبر ہوئی کہ حضورؐ تک یہ قصہ پہنچ گیا ہے تو حاضر ہو کر جھوٹی قسمیں کھانے لگا کہ میں نے کوئی لفظ ایسا نہیں کہا، زیدؓ نے جھوٹ نقل کر دیا۔ انصار کے کچھ لوگ حاضر خدمت تھے۔ انھوں نے بھی سفارش کی کہ یا رسول اللہ! عبد اللہ قوم کا سردار ہے برا آدمی شمار ہوتا ہے۔ ایک بچہ کی بات اس کے مقابلہ میں قابل قبول نہیں۔ ممکن ہے کہ سننے میں کچھ غلطی ہوئی ہو یا سمجھنے میں۔ حضورؐ نے اس کا عذر قبول فرمایا۔ حضرت زیدؓ کو جب اس کی خبر ہوئی کہ اس نے جھوٹی قسموں سے اپنے آپ کو سچا ثابت کر دیا اور زیدؓ کو جھٹلادیا تو شرم کی وجہ سے باہر نکلا۔ چھوڑ دیا۔ حضورؐ کی مجلس میں بھی ندامت کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکے۔ بالآخر سورۃ منافقون نازل ہوئی جس سے حضرت زیدؓ کی سچائی اور عبد اللہ بن ابی کی جھوٹی قسموں کا حال ظاہر ہوا۔ حضرت زیدؓ کی وقعت موافق مخالف سب کی نظروں میں بڑھ گئی اور عبد اللہ بن ابی کا قصہ بھی سب پر ظاہر ہو گیا۔ جب مدینہ منورہ قریب آیا تو عبد اللہ بن ابی کے بیٹے جن کا نام بھی عبد اللہ تھا اور بڑے بچے مسلمانوں میں تھے۔ مدینہ منورہ سے باہر تلوار کھینچ کر کھڑے ہو گئے اور باپ سے کہنے لگے کہ اس وقت تک مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہونے دوں گا جب تک اس کا اقرار نہ کرے کہ تو ذلیل ہے اور محمد ﷺ اللہ علیہ وسلم عزیز ہیں۔ اس کو بڑا تعجب ہوا کہ یہ صاحبزادہ ہمیشہ سے باپ کے ساتھ بہت احترام اور نیکی کا برتاؤ کرنے والے تھے مگر حضورؐ کے مقابلہ میں تحمل نہ کر سکے۔ آخر اس نے مجبور ہو کر اس کا اقرار کیا کہ واللہ میں ذلیل ہوں اور محمد ﷺ اللہ علیہ وسلم عزیز ہیں۔ اس کے بعد مدینہ میں داخل ہو سکا بلکہ

### ۱۲) حضرت جابرؓ کی حمراء الاسد میں شرکت

اصد کی لڑائی سے فراغت پر مسلمان مدینہ طیبہ پہنچے۔ سفراء لڑائی کی تکان خوب تھی مگر مدینہ منورہ پہنچتے ہی یہ اطلاع ملی کہ ابوسفیان نے لڑائی سے واپسی پر حمراء الاسد ایک جگہ



ہم ہے، پہنچ کر ساتھیوں سے مشورہ کیا اور یہ رائے قائم کی کہ اُحد کی لڑائی میں مسلمانوں کو شرکت ہونی چاہیے موقع کو غنیمت سمجھنا چاہیے تھا کہ نہ معلوم پھر ایسا وقت آسکے یا نہ آسکے۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ قتل کر کے ٹوٹنا چاہیے تھا۔ اس ارادہ سے اس نے واپسی کا مشورہ کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمادیا کہ جو لوگ اُحد میں ساتھ تھے وہی صرف ساتھ ہوں اور دوبارہ حملہ کے لئے چلنا چاہیے۔ اگرچہ مسلمان اس وقت تھکے ہوئے تھے مگر اس کے باوجود سب کے سب تیار ہو گئے۔ چونکہ حضور نے اعلان فرمادیا تھا کہ صرف وہی لوگ ساتھ چلیں جو اُحد میں ساتھ تھے اس لئے حضرت جابرؓ نے درخواست کی کہ یا رسول اللہ میری تمنا اُحد میں بھی شرکت کی تھی مگر والد نے یہ کہہ کر اجازت نہ دی کہ میری سات بہنیں ہیں کوئی مرد اور ہے بہنیں۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ ہم دونوں میں سے ایک کا رہنا ضروری ہے اور وہ خود جانے کا ارادہ فرما چکے تھے اس لئے مجھے اجازت نہ دی تھی۔ اُحد کی لڑائی میں ان کی شہادت ہو گئی۔ اب حضور مجھے اجازت مرحمت فرمادیں کہ میں بھی ہمرکاب چلوں۔ حضور نے اجازت عطا فرمادی۔ ان کے علاوہ اور کوئی ایسا شخص نہیں گیا۔ جو اُحد میں شریک نہ ہوئے۔ حضرت جابرؓ کا اس شوق و تمنا سے اجازت مانگنا کس قدر قابل رشک ہے کہ والد کا ابھی انتقال ہوا ہے۔ قرضہ بھی باپ کے ذمہ بہت سا ہے وہ بھی یہود کا جو سختی کا برتاؤ کیا کرتے تھے اور ان کے ساتھ خاص طور سے سختی کا معاملہ کر رہے تھے۔ اس سب کے علاوہ بہنوں کے گزران کا فکر کہ سات بہنیں بھی باپ نے چھوڑی ہیں جن کی وجہ سے ان کو اُحد کی لڑائی میں شرکت کی باپ نے اجازت بھی نہ دی تھی لیکن جہاد کا شوق ان سب پر غالب ہے۔

### ⑬ حضرت ابن زبیرؓ کی بہادری روم کی لڑائی میں

حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں ۲۶ھ میں مصر کے پہلے حاکم حضرت عمرو بن عاصؓ کی بجائے جب عبداللہ بن ابی سرح حاکم بنائے گئے تو وہ روم کی لڑائی کے واسطے بیس ہزار کے مجمع کے ساتھ نکلے رومیوں کا لشکر دو لاکھ کے قریب تھا۔ بڑے گھمان کی لڑائی ہوئی۔ رومیوں کے ایسے جرجیر نے اعلان کیا کہ جو شخص عبداللہ بن ابی سرح کو قتل کرے گا اس سے اپنی بیٹی کا نکاح کروں گا اور ایک لاکھ دینار انعام بھی دوں گا۔ اس اعلان سے بعض مسلمانوں کو فکر ہوا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو علم ہوا۔ انہوں نے کہا یہ فکر کی بات نہیں ہماری طرف سے بھی اعلان کیا جائے کہ جو جرجیر کو قتل کرے گا اس کی بیٹی سے اس کا نکاح کیا جائے گا اور ایک لاکھ دینار انعام اور مزید یہ کہ اس کو ان شہروں کا امیر

بھی بنا دیا جائے۔ الغرض دیر تک مقابلہ ہوتا رہا حضرت عبداللہؓ نے دیکھا کہ جرحیں سارے لشکر کے چھپے جہاد لشکر اس سے آگے بڑھا ہوا ہے۔ دو ہانڈیاں مور کے پروں سے اس پر سایہ کئے ہوئے ہیں انہوں نے غفلت کی حالت میں لشکر سے ہٹ کر اس پر تنہا جا کر حملہ کیا وہ یکجہاد ہا کر یہ تنہا اس طرح بڑھے کہ اسے کوئی پیغام صلح لے کر آئے ہیں۔ مگر انہوں نے یہ پیغام نہ سنا اس پر حملہ کر دیا۔ اور تلوار سے سر کاٹ کر برچھے پر اٹھا کر لے آئے اور سب دیکھنے کے دیکھتے رہ گئے۔ وف حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نو عمر ہی تھے۔ ہجرت کے بعد سب سے پہلی پیدائش مہاجرین میں ان ہی کی ہے مسلمانوں کو ان کی پیدائش سے بہت خوشی ہوئی تھی اس لئے کہ ایک سال تک فسی مہاجرین کے کوئی لڑکا نہ ہوا تھا تو یہود نے یہ کہہ دیا تھا کہ ہم نے ان مہاجرین پر جادو کر رکھا ہے ان کے لڑکا نہیں ہو سکتا۔ حضورؐ کا معمول بچوں کو بیعت فرماتا تھا لیکن حضرت ابن زبیرؓ کو سات برس کی عمر میں بیعت فرمایا تھا۔ اس لڑائی کے وقت ان کی عمر جو بیس کچیس سال کی تھی۔ اس عمر میں دو لاکھ کے مجمع کو پھیلانگ کر اس طرح سے بادشاہ کا سر کاٹ لانا معمولی چیز نہیں۔

### ۱۴) حضرت عمرو بن سلمہؓ کا کفر کی حالت میں قرآن پاک یاد کرنا

عمرو بن سلمہؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ مدینہ طیبہ کے راستے میں ایک جگہ رہا کرتے تھے وہاں کے آنے جانے والے ہمارے پاس سے گذرتے تھے جو لوگ مدینہ منورہ سے واپس آتے ہم ان سے حالات پوچھا کرتے تھے کہ لوگوں کا کیا حال چال ہے جو صاحب نبوتؐ کا دعویٰ کرتے ہیں ان کی کیا خبر ہے۔ وہ لوگ حالات بیان کرتے کہ وہ کہتے ہیں مجھ پر وحی آئی ہے یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ میں کم عمر بچہ تھا۔ وہ جو بیان کرتے میں اس کو یاد کر لیا کرتا۔ اسی طرح مسلمان ہونے سے پہلے ہی مجھے بہت سا قرآن شریف یاد ہو گیا تھا۔ عرب کے سب لوگ مسلمان ہونے کے لئے مکہ والوں کا انتظار کر رہے تھے جب مکہ مکرمہ فتح ہو گیا تو ہر جماعت اسلام میں داخل ہونے کے لئے حاضر خدمت ہوئی۔ میرے باب بھی اپنی قوم کے چند آدمیوں کے ساتھ ساری قوم کی طرف سے قاصد بن مکر حاضر خدمت ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو شہادت کے احکام بتائے اور نماز سکھائی۔ جماعت کا طریقہ بتایا اور ارشاد فرمایا کہ جس کو تم میں سب سے زیادہ قرآن یاد ہو وہ امامت کے لئے افضل ہے۔ میں چونکہ آنے والوں سے آیتیں سن کر ہمیشہ یاد کر لیا کرتا تھا اس لئے سب سے زیادہ حافظ قرآن میں ہی تھا۔ سب نے تلاش کیا تو مجھ سے زیادہ

حافظ قرآن کوئی بھی قوم میں نہ نکلا تو مجھ ہی کو انہوں نے امام بنایا۔ میری عمر اس وقت چھ سات برس کی تھی جب کوئی مجمع ہوتا یا جنازہ کی نماز کی نوبت آتی تو مجھ ہی کو امام بنایا جاتا۔ **ف** یہ دین کی طرف طبعی میلان اور رجحان کا اثر تھا کہ اس عمر میں بغیر مسلمان ہوئے قرآن شریف کا حصہ بہت سی یاد کر لیا۔ رہا بچہ کی امامت کا قصہ یہ مسئلہ کی بحث ہے جن کے نزدیک جائز ہے ان کے نزدیک تو اشکال نہیں اور جن کے نزدیک جائز نہیں وہ فرماتے ہیں کہ حضور نے ان ہی لوگوں کو ارشاد فرمایا تھا کہ تم میں جس کو قرآن زیادہ یاد ہو بچے اس سے مراد نہیں تھے۔

### ۱۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اپنے غلام کے پاؤں میں بٹری ڈالنا

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے غلام حضرت عکرمہ مشہور علماء میں ہیں۔ کہتے ہیں کہ میرے آقا حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے قرآن اور حدیث اور شریعت کے احکام پڑھانے کے لئے میرے پاؤں میں بٹری ڈال دی تھی کہ کہیں آؤں جاؤں نہیں۔ وہ مجھے قرآن شریف پڑھاتے اور حدیث شریف پڑھاتے۔ **ف** حقیقت میں پڑھنا اسی صورت سے ہو سکتا ہے جو لوگ پڑھنے کے زمانہ میں سیر و سفر اور بازار کی تفریح کے شوق میں رہتے ہیں وہ بیکار اپنی عمر ضائع کرتے ہیں۔ اسی چیز کا اثر تھا کہ پھر عکرمہ غلام حضرت عکرمہ بن گئے کہ بخیر الامۃ اور خیر الامۃ کے القاب سے یاد کئے جانے لگے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ تمام تابعین میں زیادہ عالم چار ہیں جن میں سے ایک عکرمہ ہیں۔

### ۱۶) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بچپن میں حفظ قرآن

خود حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے تفسیر پوچھو میں نے بچپن میں قرآن شریف حفظ کیا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ میں نے دس برس کی عمر میں اخیر کی منزل پر پڑھ لی تھی۔ **ف** اس زمانہ کا پڑھنا ایسا نہیں تھا جیسا کہ اس زمانہ میں ہم لوگ غیر زبان والوں کا، بلکہ جو کچھ پڑھتے تھے وہ مع تفسیر کے پڑھتے تھے۔ اسی واسطے حضرت ابن عباسؓ تفسیر کے بہت بڑے امام ہیں کہ بچپن کا یاد کیا ہوا بہت محفوظ ہوتا ہے۔ چنانچہ تفسیر کی حدیثیں جتنی حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل ہیں بہت کم دوسرے حضرات سے اتنی نقل ہوں گی۔ عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ قرآن کے بہترین مفسر ابن عباسؓ ہیں۔ ابو عبد الرحمنؓ کہتے ہیں کہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہم کو قرآن شریف پڑھاتے تھے وہ کہتے تھے کہ صحابہ حضورؐ سے دس آیتیں قرآن کی سیکھتے تھے اس کے



بعد دوسری دس آیتیں اس وقت تک نہیں سیکھتے تھے جب تک پہلی دس آیتوں کے موافق علم و عمل نہیں ہو جاتا تھا۔ تیرہ سال کی عمر تھی جس وقت کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا۔ اس عمر میں جو درجہ تفسیر و حدیث میں حاصل کیا وہ کھلی کرامت اور قابل رشک ہے کہ امام تفسیر میں بڑے بڑے صحابہ تفسیر ان سے دریافت کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ حضور ہی کی دعا کا ثمرہ تھا کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم استنجے تشریف لے گئے۔ باہر تشریف لاتے تو لوٹا بھرا ہوا رکھا تھا۔ آپ نے دریافت فرمایا: یہ کس نے رکھا ہے عرض کیا گیا کہ ابن عباسؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حدیث پسند آئی اور دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ دین کا فہم اور کتاب اللہ کی سمجھ عطا فرمائیں۔ اس کے بعد ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نوافل پڑھ رہے تھے۔ یہ بھی نیت باندھ کر پیچھے کھڑے ہو گئے۔ حضور نے ہاتھ سے پھینک کر برابر کھڑا کر لیا کہ ایک مقتدی اگر ہو تو اس کو برابر کھڑا ہونا چاہیے۔ اس کے بعد حضور تو نماز میں مشغول ہو گئے۔ یہ ذرا سا پیچھے کو ہٹ گئے۔ حضور نے نماز کے بعد دریافت فرمایا: عرض کیا کہ اللہ کے رسول ہیں، آپ کے برابر کس طرح کھڑا ہو سکتا ہوں۔ حضور نے علم و فہم کے زیادہ ہونے کی دعا دی۔

### حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کا حفظ حدیث

(۱۷)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ان عابد اور زاہد صحابہ میں تھے کہ روزانہ ایک کلام مجید ختم کرتے اور رات بھر عبادت میں مشغول رہتے تھے اور دن کو ہمیشہ روزہ دار رہتے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کثیر محنت پر تنبیہ بھی فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ ایسی صورت میں بدن ضعیف ہو جائے گا۔ آنکھیں رات بھر جاگنے سے پتھر جابیں گی۔ بدن کا بھی حق ہے۔ اہل و عیال کا بھی حق ہے۔ آنے جانے والوں کا بھی حق ہے۔ کہتے ہیں میرا معمول تھا کہ روزانہ ایک ختم کرتا تھا۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ ایک مہینے میں ایک قرآن پڑھا کرو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اپنی قوت اور جوانی سے مستفیع ہونے کی اجازت فرمادیجئے۔ حضور نے فرمایا: اچھا بیس روز میں ایک ختم کر لیا کرو۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ بہت کم ہے۔ مجھے اپنی جوانی اور قوت سے مستفیع ہونے کی اجازت دیجئے۔ غرض اسی طرح عرض کرتا رہا۔ اخیر میں تین دن میں ایک ختم کی اجازت ہوئی۔ ان کا معمول تھا کہ چنچنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو تحریر کیا کرتے تھے تاکہ یاد رہیں۔ چنانچہ ان کے پاس ایک مجموعہ حضور کی احادیث کا لکھا ہوا تھا جس کا نام انھوں نے صادقہ رکھا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں حضور سے جو سننا اس کو لکھ لیا کرتا تاکہ یاد رہے۔ مجھے لوگوں نے منع کیا کہ حضور بہر حال آدمی ہیں۔ کبھی غلط

ناراضی میں کسی کو کچھ فرماتے ہیں کبھی خوشی اور مزاح میں کچھ ارشاد ہوتا ہے ہر بات نہ لکھا کرو۔ میں نے چھوڑ دیا۔ ایک مرتبہ حضور نے اس کا ذکر کیا حضور نے ارشاد فرمایا لکھا کرو۔ اس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس منہ سے غصہ میں یا خوشی میں حق کے سوا کوئی بات نہیں نکلتی یا ف حضرت عبداللہ بن عمرؓ باوجود اس قدر زاہد عابد ہونے کے کہ کثرت عبادت میں ممتاز شمار کئے جلاتے ہیں۔ پھر بھی ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ صحابہؓ میں مجھ سے زیادہ روایت کرنے والا کوئی نہیں بجز عبداللہ بن عمرؓ کے کہ وہ لکھتے تھے میں لکھتا نہیں تھا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی روایات ابوہریرہؓ سے بھی بہت زیادہ ہیں۔ اگرچہ ہمارے زمانے میں ابوہریرہؓ کی روایات ان سے کہیں زیادہ ملتی ہیں جس کی بہت سی وجوہ ہیں لیکن اُس زمانہ میں اتنی عبادت پر بھی کثرت سے ان کی احادیث موجود تھیں۔

### حضرت زید بن ثابتؓ کا حفظِ قرآن (۱۸)

حضرت زید بن ثابتؓ رضی اللہ عنہ ان جلیل القدر صحابہؓ میں ہیں جو اپنے زمانے میں بڑے عالم اور بڑے مفتی شمار ہوتے تھے۔ بالخصوص فرائض کے ماہر تھے۔ کہا جاتا ہے کہ مدینہ منورہ میں فتویٰ فضا فرائض، قرأت میں ان کا شمار چونی کے لوگوں میں تھا جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس وقت کم عمر بچے تھے۔ گیارہ برس کی عمر تھی اسی وجہ سے باوجود خواہش کے ابتدائی لڑائیوں، یعنی بدر و خیبر میں شرکت کی اجازت نہیں ہوئی۔ ہجرت سے پانچ برس پہلے چھ سال کی عمر میں یتیم بھی ہو گئے تھے۔ حضور جب ہجرت کے بعد مدینہ منورہ پہنچے تو جیسے اور لوگ حاضر خدمت ہو رہے تھے اور حصول برکت کے واسطے بچوں کو بھی ساتھ لارہے تھے۔ زیدؓ بھی خدمت میں حاضر کئے گئے۔ زیدؓ کہتے ہیں کہ میں حضورؐ کی خدمت میں جب پیش کیا گیا تو عرض کیا گیا کہ یہ قبیلہ نجار کا ایک لڑکا ہے۔ آپؐ کی تشریف آوری سے قبل ہی اس نے سترہ سورتیں قرآن پاک کی حفظ کر لیں۔ حضورؐ نے امتحان کے طور پر مجھے پڑھنے کو ارشاد فرمایا میں نے سورۃ حق حضورؐ کو سنائی۔ حضورؐ کو میرا پڑھنا پسند آیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جو غلطو یہود کے پاس بھیجنا ہوتے تھے۔ وہ یہود ہی لکھتے تھے۔ ایک مرتبہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہود کی جو غلط و کتابت ہوئی ہے اس پر مجھ کو اطمینان نہیں کہ گڑبڑ نہ کر دیتے ہوں۔ تو یہود کی زبان سیکھ لے۔ زیدؓ کہتے ہیں کہ میں ہندوہ دن میں اُن کی زبان عبرانی میں کامل ہو گیا تھا۔ اس کے بعد سے جو تحریر ان کو جاتی وہ میں ہی لکھتا اور جو تحریر یہود کے پاس سے آتی وہ میں ہی پڑھتا۔ ایک

دوسری حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے بعض لوگوں کو سُربانی زبان میں خطوط لکھنا پڑتے ہیں اس لئے مجھ کو سُربانی زبان سیکھنے کے لئے ارشاد فرمایا میں نے سترہ دن میں سُربانی زبان سیکھ لی تھی۔

## ①۹ حضرت امام حسنؑ کا بچپن میں علمی مشغلہ

سید السادات حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی پیدائش جمہور کے قول کے موافق رمضان سنہ ۱۰ میں ہے اس اعتبار سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت ان کی عمر سات برس اور کچھ مہینوں کی ہوئی۔ سات برس کی عمر ہی کیا ہوتی ہے جس میں کوئی علمی کمال حاصل کیا جاسکتا ہو؟ اس کے باوجود حدیث کی کئی روایتیں ان سے نقل کی جاتی ہیں۔ ابوالخوار ایک شخص میں انہوں نے حضرت حسنؑ سے پوچھا کہ تمہیں حضور کی کوئی بات یاد ہے، انہوں نے فرمایا: ہاں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا۔ راستہ میں صدقہ کی کھجوروں کا ایک ڈھیر لگ رہا تھا میں نے اس میں سے ایک کھجور اٹھا کر منہ میں رکھ لی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے گنگ (دھابا) فرمایا اور میرے منہ سے نکال دی اور یہ ارشاد فرمایا کہ ہم صدقہ کا مال نہیں کھاتے اور میں نے پانچوں نمازیں حضورؐ سے سمجھی ہیں۔ حضرت حسنؑ فرماتے ہیں کہ مجھے وتر میں پڑھنے کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا بتائی تھی۔ اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِيْ فِيمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَكَّلْنِيْ فِيمَنْ تَوَكَّلْتَ وَبَارِكْ لِيْ فِيمَا اَعْطَيْتَ وَقِنِيْ شَرَّ مَا قَضَيْتَ فَاِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ اِنَّهُ لَا يَذِکْ مَنْ ذَا لَيْتَ تَبَارَكَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ رَبُّمَہَا۔ اے اللہ تو مجھے ہدایت فرما مجملہ ان کے جن کو تو نے ہدایت فرمائی اور مجھے عافیت عطا فرما۔ ان لوگوں کے ذیل میں جن کو تو نے عافیت بخشی اور تو میرے کاموں کا مٹوئی بن جا جہاں اور بہت سے لوگوں کا مٹوئی ہے اور جو کچھ تو نے مجھے عطا فرمایا اس میں برکت عطا فرما اور جو کچھ تو نے مُقَدَّر فرمایا ہے اس کی بُرائی سے مجھے بچا کہ تو جو چاہے طے فرما سکتا ہے تیرے خلاف کوئی شخص کچھ بھی فیصلہ نہیں کر سکتا اور جس کا تو والی ہے وہ کبھی دلیل نہیں ہو سکتا۔ تیری ذات بابرکت ہے اور سب سے بلند ہے۔ امام حسنؑ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؐ سے سنا کہ جو شخص صبح کی نماز کے بعد سے طلوع آفتاب تک اسی جگہ بیٹھا رہے وہ جہنم کی آگ سے نجات پائے گا۔ حضرت حسنؑ نے کئی حج پیدل کئے اور ارشاد فرماتے تھے کہ مجھے اس سے شرم آتی ہے کہ مرنے کے بعد اللہ سے طول اور اس کے گھر میں



چل کر گیا ہوں۔ نہایت حلیم مزاج تھے اور پرہیزگار۔ مُسند احمد میں مُتعدد روایات اُن سے نقل کی گئی ہیں اور صاحب تلیق نے ان صحابہؓ میں ان کا ذکر کیا ہے جن سے تیرہ حدیثیں روایت کی جاتی ہیں۔ سات برس کی عمر ہی کیا ہوتی ہے۔ اس وقت کی اتنی احادیث کا یاد رکھنا اور نقل کرنا حافظہ کا کمال ہے اور شوق کی انتہا۔ افسوس ہے کہ ہم لوگ اپنے بچوں کو سات برس تک دین کی معمولی سی باتیں بھی نہیں بتاتے۔

## ۲۰ حضرت امام حسینؓ کا بچپن میں علمی مشغلہ

سید السادات حضرت حسینؓ اپنے بھائی حضرت حسنؓ سے بھی ایک سال چھوٹے تھے اس لئے ان کی عمر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت اور بھی کم تھی۔ یعنی چھ برس اور چند مہینے کی تھی۔ چھ برس کا بچہ کیا دین کی باتوں کو محفوظ کر سکتا ہے۔ لیکن امام حسینؓ کی روایتیں حدیث کی کتابوں میں نقل کی جاتی ہیں اور محدثین نے اس جماعت میں ان کا شمار کیا ہے جن سے اٹھ حدیثیں منقول ہیں۔ امام حسینؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ کوئی مسلمان مرد ہو یا عورت اس کو کوئی مصیبت پہنچی ہو پھر وہ عرصہ کے بعد یاد آئے اور یاد آنے پر پھر وہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھے تو اس کو اس وقت بھی اتنا ہی ثواب پہنچے گا جتنا کہ مصیبت کے وقت پہنچا تھا۔ یہ بھی حضور کا ارشاد ہے کہ میری اُمت جب دریا پر سوار ہو اور سوار ہوتے وقت بِسْمِ اللّٰہِ مَجْبِرٌ ہَا وَ مُرْسِلُہَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ پڑھے تو یہ ڈوبنے سے امن کا ذریعہ ہے۔ حضرت حسینؓ نے بچپن میں حج پیدل کئے ہیں۔ نماز اور روزہ کی بھی بہت کثرت فرماتے تھے اور صدقہ اور دین کے ہر کام میں کثرت کا اہتمام تھا۔ ربیعہؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسینؓ سے پوچھا کہ حضور کی کوئی بات آپ کو یاد ہے۔ انہوں نے فرمایا ہاں میں ایک کھڑکی پر چڑھا جس میں کھجوریں رکھی تھیں۔ اس میں سے ایک کھجور میں نے منہ میں رکھ لی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اس کو پھینک دو ہم کو صدقہ جائز نہیں۔ حضرت حسینؓ سے حضور کا یہ ارشاد بھی منقول ہے کہ آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ بیکار کاموں میں مشغول نہ ہو بلکہ ان کے علاوہ اور بھی مُتعدد روایات آپؐ سے منقول ہیں۔ ف اس قسم کے واقعات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بکثرت ہیں کہ بچپن کے واقعات حضورؐ سے نقل کئے اور یاد رکھے۔ محمود بن الربیعؓ ایک صحابی ہیں جن کی عمر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت پانچ برس کی تھی وہ کہتے ہیں کہ میں عمر بھر اس بات کو نہیں بھولوں گا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

ہمارے گھر تشریف لائے۔ ہمارے یہاں ایک کنواں تھا اس کے پانی سے ایک گلی میرے منہ پر  
 کی بلے ہم لوگ بچوں کو واہی تباہی فضول باتوں میں لگاتے ہیں جھوٹے جھوٹے قصے ان کو سن کر لغو بات  
 میں دماغ کو پریشان کرتے ہیں۔ اگر اللہ والوں کے قصے تلاش کر کے ان کو سنائے جائیں اور بچائے  
 جن بھوت سے ڈرانے کے اللہ سے اور اس کے عذاب سے ڈرائیں اور اللہ کی ناراضی کی اہمیت اور  
 بیعت دل میں پیدا کریں تو دنیا میں بھی ان کے کارآمد ہو اور آخرت میں تو مفید ہے ہی بچپن کا  
 زمانہ حافظہ کی قوت کا زمانہ ہوتا ہے۔ اس وقت کا یاد کیا ہوا کبھی بھی نہیں بھولتا۔ ایسے وقت میں اگر  
 قرآن پاک حفظ کر دیا جائے تو نہ کوئی دقت ہو نہ وقت خرب ہو۔ میں نے اپنے والد صاحب نور اللہ مرقدہ  
 سے بھی بار بار سنا اور اپنے گھر کی بوڑھیوں سے بھی سنا ہے کہ میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جب  
 دودھ چھڑایا گیا ہے تو پاپا پارہ حفظ ہو چکا تھا اور ساتویں برس کی عمر میں قرآن شریف پورا حفظ ہو چکا تھا  
 اور وہ اپنے والد یعنی میرے دادا صاحب سے مخفی فارسی کا بھی معتد بہ حصہ بوستان، سکندر نامہ وغیرہ  
 پڑھ چکے تھے۔ فرمایا کرتے کہ میرے والد صاحب نے قرآن شریف ختم ہونے کے بعد یہ ارشاد فرمایا  
 تھا کہ ایک قرآن شریف روزانہ پڑھ لیا کرو باقی تمام دن بچپنی میں گرمی کے موسم میں صبح کی نماز کے  
 بعد مکان کی چھت پر بیٹھا کرتا تھا اور چھ سات گھنٹہ میں قرآن شریف پورا کر کے دوپہر کو روٹی کھاتا  
 تھا اور شام کو اپنی خوشی سے فارسی پڑھا کرتا تھا۔ چھ ماہ تک مسلسل یہی معمول رہا۔ چھ ماہ تک روزانہ ایک  
 کلام مجید پڑھنا پھر اس کے ساتھ ہی دوسرے اسباق بھی پڑھتے رہنا اور وہ بھی سات برس کی عمر میں  
 کوئی معمولی بات نہیں۔ اسی کا یہ ثمرہ تھا کہ قرآن شریف میں مثلاً یہ لکھا یا بھولنا جانتے ہی نہ تھے۔ چونکہ  
 ظاہری معاشک کتابوں کی تجارت پر تھی اور کتب خانہ کا اکثر کام اپنے ہاتھ سے کیا کرتے تھے اس لئے  
 ایسا کبھی بھی نہیں ہوتا تھا کہ ہاتھ سے کام کرتے وقت زبان سے تلاوت نہ فرماتے رہتے ہوں اور  
 کبھی کبھی اسی کے ساتھ ہم لوگوں کو جو مدرسہ سے الگ پڑھتے تھے اسباق بھی پڑھا دیا کرتے تھے  
 اس طرح تین کام ایک وقت میں کر لیا کرتے تھے۔ مگر ان کا طریقہ تعلیم ہم لوگوں کے ساتھ وہ نہیں  
 تھا جو مدرسہ کے اسباق کا تھا اور عاقل مدارس کا مروجہ طریقہ ہے کہ سارا بوجھ استاد ہی کے ذمہ رہے  
 بلکہ مخصوص طلبہ کے ساتھ یہ طریقہ تھا کہ شاگرد عبارت پڑھے ترجمہ کرے مطلب بیان کرے۔ اگر وہ مطلب  
 صحیح بتا تو آگے چلو فرمادیتے اور غلط ہوتا تو اگر غلطی قابل تنبیہ ہوتی، تو تنبیہ فرماتے اور بتانے کے قابل ہوتی  
 تو بتا دیتے۔ یہ پرانے زمانے کا قصہ نہیں ہے۔ اسی صدی کا واقعہ ہے۔ لہذا یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ  
 صحابہ جیسے قوی اور بہتیں اب کہاں سے لائی جائیں۔

# بارہواں باب

## حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیسے محبت کے واقعات

اگرچہ جتنے قصے اب تک نقل کئے گئے ہیں وہ سب ہی محبت کے کرشمے تھے کہ محبت ہی ان حضرات کی والہانہ زندگی کا سبب تھی جس کی وجہ سے نہ جان کی پرواہ تھی نہ زندگی کی تمنا، نہ مال کا خیال تھا نہ تکلیف کا خوف نہ موت سے ڈر۔ اس کے علاوہ محبت حکایت کی چیز بھی نہیں۔ وہ ایک کیفیت ہے جو الفاظ و عبارات سے بالاتر ہے۔ محبت ہی ایک ایسی چیز ہے جو دل میں بس جانے کے بعد محبوب کو ہر چیز پر غالب کر دیتی ہے۔ نہ اس کے سامنے ننگ و ناموس کوئی چیز ہے نہ عزت و شرافت کوئی شے۔ حق تعالیٰ شانہ اپنے لطف سے اور اپنے محبوب کے وسیلہ سے اپنی اور اپنے پاک رسول کی محبت عطا فرمائیں تو ہر عبادت میں لذت ہے اور دین کی ہر تکلیف میں راحت۔

## ۱) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اعلان اسلام اور تکلیف

ابتداءً اسلام میں جو شخص مسلمان ہوتا تھا وہ اپنے اسلام کو حتیٰ الوسع مخفی رکھتا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی اس وجہ سے کہ ان کو کفار سے اذیت نہ پہنچے اخفا کی تلقین ہوتی تھی۔ جب مسلمانوں کی مقدار اُنتالیس تک پہنچی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اظہار کی درخواست کی کہ حکم کھلا علی الاعلان تبلیغ کی جاتے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اول انکار فرمایا مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اصرار پر قبول فرمایا اور ان سب حضرات کو ساتھ لے کر مسجد کعبہ میں تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تبلیغی خطبہ شروع کیا۔ یہ سب سے پہلا خطبہ ہے جو اسلام میں پڑھا گیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سید الشہداء حضرت حمزہ اسی دن اسلام لائے ہیں اور اس کے تین دن بعد حضرت عمرؓ مشرف باسلام ہوئے ہیں۔ خطبہ کا شروع ہونا تھا کہ چاروں طرف سے کفار و مشرکین مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی باوجودیکہ مکہ مکرمہ میں ان کی عام طور سے عظمت و شرافت مسلم تھی اس قدر مارا کہ تمام چہرہ مبارک خون میں بھر گیا۔



ناک کان سب لبو لبان ہو گئے تھے۔ پہچانے نہ جاتے تھے۔ جو تلوں سے لاتوں سے مارا پاؤں میں روند اور جوند کرنا تھا سب ہی کچھ کیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ بیہوش ہو گئے۔ بنو تیمم یعنی حضرت ابو بکر صدیقؓ کے قبیلے کے لوگوں کو خبر ہوئی۔ وہ وہاں سے اٹھا کر لائے۔ کسی کو بھی اس میں تردد نہ تھا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ اس وحشیانہ حملے سے زندہ نہ بچ سکیں گے۔ بنو تیمم مسجد میں آئے اور اعلان کیا کہ حضرت ابو بکرؓ کی اگر اس حادثہ میں وفات ہو گئی تو ہم لوگ ان کے بدلہ میں عتبہ بن یویعہ کو قتل کریں گے۔ عتبہ نے حضرت صدیق اکبرؓ کے مارنے میں بہت زیادہ بذختی کا اظہار کیا تھا۔ شام تک حضرت ابو بکرؓ کو بیہوشی رہی۔ باوجود آوازیں دینے کے بولنے یا بات کرنے کی نوبت نہ آتی تھی۔ شام کو آوازیں دینے پر وہ بولے تو سب سے پہلا لفظ یہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے۔ لوگوں نے اُس پر بہت ملامت کی کہ انہی کے ساتھ کی بدولت یہ مصیبت آئی اور دن بھر موت کے منہ میں رہنے پر بات کی تو وہ بھی حضور ہی کا جذبہ اور اُن ہی کی لئے۔ لوگ پاس سے اٹھ کر چلے گئے کہ بددلی بھی تھی اور یہ بھی کہ آخر کچھ جان باقی ہے کہ بولنے کی نوبت آئی اور آپ کی والدہ اُمّ خیر سے کہہ گئے کہ ان کے کھانے پینے کے لئے کسی چیز کا انتظام کر دیں۔ وہ کچھ تیار کر کے لائیں اور کھانے پر اصرار کیا۔ مگر حضرت ابو بکرؓ کی وہی ایک صدا تھی کہ حضورؐ کا کیا حال ہے، حضورؐ پر کیا گزری ان کی والدہ نے فرمایا کہ مجھے تو خبر نہیں کہ کیا حال ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اُمّ جمیلؓ (حضرت عمرؓ کی بہن) کے پاس جا کر دریافت کر لو کہ کیا حال ہے۔ وہ بیچاری بیٹے کی اس مظلومانہ حالت کی بے تابانہ درخواست کو پورا کرنے کے واسطے اُمّ جمیلؓ کے پاس گئیں اور محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال دریافت کیا۔ وہ بھی عام دستور کے موافق اس وقت تک اپنے اسلام کو چھپاتے ہوئے تھیں۔ فرمانے لگیں میں کیا جانوں کون محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم، اور کون ابو بکرؓ۔ تیرے بیٹے کی حالت سن کر رنج ہوا اگر تو کہے تو میں چل کر اس کی حالت دیکھوں۔ اُمّ خیرؓ نے قبول کر لیا۔ ان کے ساتھ گئیں اور حضرت ابو بکرؓ کی حالت دیکھ کر محنت نہ کر سکیں۔ بے تحاشار و نا شروع کر دیا کہ بدکرداروں نے کیا حال کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے کئے کی سزا دے۔ حضرت ابو بکرؓ نے پھر پوچھا کہ حضورؐ کا کیا حال ہے۔ اُمّ جمیلؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی والدہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ وہ کس رہی ہیں۔ آپؓ نے فرمایا کہ ان سے خوف نہ کرو۔ تو اُمّ جمیلؓ نے خیریت سنائی اور عرض کیا کہ بالکل صحیح سالم ہیں۔ آپؓ نے پوچھا کہ اس وقت کہاں ہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ اُمّ خیرؓ کے گھر تشریف رکھتے ہیں۔ آپؓ نے فرمایا کہ مجھ کو خدا کی قسم ہے کہ اس وقت تک کوئی چیز نہ کھاؤں گا نہ پیوں گا جب تک حضورؐ کی زیارت نہ کر لوں۔

ان کی والدہ کو تو بے قراری تھی کہ وہ کچھ کھالیں اور انہوں نے قسم کھالی کہ جب تک زیارت نہ کر لوں کچھ نہ کھاؤں گا۔ اس لئے والدہ نے اس کا انتظار کیا کہ لوگوں کی آمد و رفت بند ہو جائے۔ مہاد اکوئی دیکھ لے اور کچھ اذیت پہنچائے۔ جب رات کا بہت سا حصہ گزر گیا تو حضرت ابو بکرؓ کو لے کر حضورؐ کی خدمت میں از قلم کے گھر پہنچیں۔ حضرت ابو بکرؓ حضورؐ سے لیٹ گئے۔ حضورؐ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بھی لیٹ کر روتے اور مسلمان بھی سب رونے لگے کہ حضرت ابو بکرؓ کی حالت دیکھی نہ جاتی تھی۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے درخواست کی کہ یہ میری والدہ ہیں۔ آپ ان کے لئے ہدایت کی دعا بھی فرمادیں اور ان کو اسلام کی تبلیغ بھی فرمادیں۔ حضورؐ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اول دعا فرمائی۔ اس کے بعد ان کو اسلام کی ترغیب دی۔ وہ بھی اسی وقت مسلمان ہو گئیں۔ ف عیش وعشرت، نشاط و فرحت کے وقت محبت کے دعوے کرنے والے سینکڑوں ہوتے ہیں۔ محبت و عشق وہی ہے جو مصیبت اور تکلیف کے وقت بھی باقی رہے۔

## حضرت عمرؓ کا حضورؐ کے وصال پر رنج

(۲)

حضرت عمرؓ باوجود اپنی اس ضربِ لہلہ قوت، شجاعت، دلیری اور بہادری کے جو آج ساٹھے تیرہ سو برس کے بعد بھی شہرہٴ آفاق ہے اور باوجودیکہ اسلام کا ظہور حضرت عمرؓ کے اسلام لانے ہی سے ہوا کہ اسلام لانے کے بعد اپنے اسلام کا اخفاء گوارا نہ ہوا۔ حضورؐ کے ساتھ محبت کا ایک اونی سا کرشمہ یہ ہے کہ اپنی اس بہادری کے باوجود حضورؐ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وصال کی حالت کا مکمل نہ فرما سکے۔ سخت حیرانی اور پریشانی کی حالت میں تلوار ہاتھ میں لے کر کھڑے ہو گئے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ حضورؐ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا وصال ہو گیا ہے تو اس کی گردن اڑا دوں گا۔ حضورؐ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تو اپنے رب کے پاس تشریف لے گئے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر تشریف لے گئے تھے۔ عنقریب حضورؐ واپس تشریف لائیں گے اور ان لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیں گے جو حضورؐ کے انتقال کی جھوٹی خبر اڑا رہے ہیں۔ حضرت عثمانؓ بالکل گم سم تھے کہ دوسرے دن تک بالکل آواز نہیں نکلی۔ چلتے پھرتے تھے مگر بولا نہیں جاتا تھا۔ حضرت علیؓ کَرَّمَ اللہُ وَجْہُہٗ حُپ چاپ بیٹھے رہ گئے کہ حرکت بھی بدن کو نہ ہوتی تھی۔ صرف ایک حضرت ابو بکرؓ کا دم تھا کہ اس وقت کے پہاڑ جیسے وقت کو برداشت کیا اور اپنی اس محبت کے باوجود جو پہلے قصہ میں گذری۔ اس وقت نہایت سکون سے تشریف لاکر اول حضورؐ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیشانی مبارک کو

بوسہ دیا اور باہر تشریف لاکر حضرت عمرؓ کو ارشاد فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ اس کے بعد خطبہ پڑھا جس کا  
 حاصل یہ تھا کہ جو شخص محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتا ہو وہ جان لے کہ حضورؐ کا وصال ہو چکا لیکن  
 جو شخص اللہ کی پرستش کرتا ہو وہ سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ شانہ زندہ ہیں اور ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اس کے  
 بعد کلام پاک کی آیت وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اخیر تک تلاوت  
 فرمائی بلکہ ترجمہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہرے رسول ہی تو ہیں (خدا تو نہیں جس پر موت وغیرہ  
 نہ آئے) سو اگر آپ کا انتقال ہو جاوے یا آپ شہید بھی ہو جاویں تو کیا تم لوگ اُٹھے پھر جاؤ گے اور جو  
 شخص اُٹھا پھر جائے گا تو خدا تعالیٰ کا تو کوئی نقصان نہیں کرے گا (اپنا جی کچھ کھوئے گا) اور خدا تعالیٰ شانہ  
 جلد ہی جزائے گاہ حق شناس لوگوں کو بخشے گا۔ چونکہ اللہ جل شانہ کو حضرت ابو بکر صدیقؓ سے خلافت  
 کا اہم کام لینا تھا اس لئے ان کی شایان شان اس وقت یہی حالت تھی۔ اسی وجہ سے اس وقت  
 جس قدر استیصال اور تحمل حضرت صدیق اکبرؓ میں تھا کسی میں بھی نہ تھا، اور اس کے ساتھ ہی جس قدر  
 مسائل دفن و میراث وغیرہ کے اس وقت کے مناسب حضرت صدیق اکبرؓ کو معلوم تھے مجموعی طور پر  
 کسی کو بھی معلوم نہ تھے چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن میں اختلاف ہوا کہ مکہ مکرمہ  
 میں دفن کیا جائے یا مدینہ منورہ میں یا بیت المقدس میں تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ میں  
 نے حضورؐ سے سنا ہے کہ نبی کی قبر اسی جگہ ہوتی ہے جہاں اس کی وفات ہو۔ لہذا جس جگہ وفات  
 ہوتی ہے اُسی جگہ قبر کھودی جاتے۔ آپؐ نے فرمایا میں نے حضورؐ سے سنا کہ ہم لوگوں (یعنی انبیاء)  
 کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ جو کچھ ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا میں نے حضورؐ سے  
 سنا ہے جو شخص مسلمانوں کی حکومت کا مُتَوَلّی بنے اور وہ لا پرواہی سے کوتاہی کرتے ہوتے کسی دوسرے  
 کو امیر بناتے اُس پر لعنت ہے۔ نیز حضورؐ کا ارشاد ہے کہ قریش اس امر یعنی سلطنت کے مُتَوَلّی  
 ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

### ۳) ایک عورت کا حضور ﷺ کی خبر کیلئے بے قرار ہونا

اُحد کی لڑائی میں مسلمانوں کو اذیت بھی بہت پہنچی اور شہید بھی بہت ہوئے۔ مدینہ طیبہ  
 میں یہ وحشت اثر خیر پہنچی تو عورتیں پریشان ہو کر تحقیق حال کے لئے گھر سے نکل پڑیں۔ ایک انصاری  
 عورت نے مجمع کو دیکھا تو بے تابانہ پوچھا کہ حضورؐ کیسے ہیں؟ اس مجمع میں سے کسی نے کہا کہ تمہارے  
 والد کا انتقال ہو گیا۔ انہوں نے انا للہ پڑھی اور پھر بے قراری سے حضورؐ کی خیریت دریافت کی۔



اتنے میں کسی نے خاوند کے انتقال کی خبر سنا کی اور کسی نے بیٹے کی اور کسی نے بھائی کی کہ یہ سب ہی شہید ہو گئے تھے۔ مگر انہوں نے پوچھا کہ حضور کیسے ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا کہ حضور بخیریت ہیں تشریف لارہے ہیں۔ اس سے اطمینان نہ ہوا۔ کہنے لگیں کہ مجھے بتادو کہاں ہیں۔ لوگوں نے اشارہ کر کے بتایا کہ اس مجمع میں ہیں۔ یہ دھڑی ہوئی گئیں اور اپنی آنکھوں کو حضور کی زیارت سے ٹھنڈا کر کے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کی زیارت ہو جانے کے بعد ہر مصیبت ہلکی اور معمولی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور کا کپڑا پکڑ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں جب آپ زندہ و سلامت ہیں تو مجھے کسی کی ہلاکت کی پرواہ نہیں ہے۔ اس قسم کے متعبدہ و قصے اس موقع پر پیش آتے ہیں۔ اسی وجہ سے مؤرخین میں ناموں میں اختلاف بھی ہوا ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ اس نوع کا واقعہ کئی عورتوں کو پیش آیا ہے۔

## ۴) حدیث میں حضرت ابوبکر صدیق اور مغیرہ کا فعل و عام صحابہ کا طرز عمل

حدیبیہ کی مشہور لڑائی ذلِ قعدہ ۳ میں ہوتی جب کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ عمرہ کے ارادہ سے تشریف لارہے تھے۔ کفار مکہ کو جب اس کی خبر پہنچی تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور یہ طے کیا کہ مسلمانوں کو مکہ آنے سے روکا جائے۔ اس کے لئے بہت بڑے پیمانہ پر تیاری کی اور مکہ کے علاوہ باہر کے لوگوں کو بھی اپنے ساتھ شرکت کی دعوت دی اور بڑے مجمع کے ساتھ مقابلہ کی تیاری کی۔ ذوالحلیفہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاحب کو حالات کی خبر لانے کے لئے بھیجا جو مکہ سے حالات کی تحقیق کر کے عُمّان پر حضور سے ملے۔ انہوں نے عرض کیا کہ مکہ والوں نے مقابلہ کی بہت بڑے پیمانہ پر تیاری کر رکھی ہے اور باہر سے بھی بہت سے لوگوں کو اپنی مدد کے لئے بلارکھا ہے حضور نے صحابہ سے مشورہ فرمایا کہ اس وقت کیا کرنا چاہیے۔ ایک صورت یہ ہے کہ جو لوگ باہر سے مدد کو گئے ہیں ان کے گھروں پر حملہ کیا جائے جب وہ خبر سنیں گے تو مکہ سے واپس آجائیں گے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ سیدھے چلے چلیں حضرت ابوبکر صدیق نے عرض کیا یا رسول اللہ اس وقت آپ بیت اللہ کے ارادہ سے تشریف لاتے ہیں لڑائی کا ارادہ تو تھا ہی نہیں۔ اس لئے آگے بڑھے چلیں اگر وہ ہمیں روکیں گے تو مقابلہ کریں گے ورنہ نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قبول فرمایا اور آگے بڑھے۔ حدیبیہ میں پہنچ کر بدیل بن ورقا غزاعی ایک جماعت کو ساتھ لے کر آئے اور حضور سے اس کا ذکر کیا کہ کفار آپ کو ہرگز مکہ میں داخل نہ ہونے

دیں گے وہ تو لڑائی پر تلے ہوئے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہم لوگ لڑنے کے واسطے نہیں آئے ہیں۔ ہمارا مقصد صرف عمرہ کرنا ہے اور قریش کو روزمرہ کی لڑائی نے بہت نقصان پہنچا رکھا ہے بالکل ہلاک کر دیا ہے اگر وہ راضی ہوں تو میں ان سے مصاکحت کرنے کو تیار ہوں کہ میرے اور ان کے درمیان اس پر معاہدہ ہو جائے کہ مجھ سے تعرض نہ کریں، میں اُن سے تعرض نہ کروں۔ مجھے اور وہیں سے نمٹنے دیں اور اگر وہ کسی چیز پر بھی راضی نہ ہوں تو اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ میں اس وقت تک اُن سے لڑوں گا جب تک کہ اسلام غالب ہو جائے یا میری گردن جدا ہو جائے۔ بدیل نے عرض کیا اچھا میں آپ کا پیام ان تک پہنچائے دیتا ہوں۔ وہ لوٹے اور جا کر پیام پہنچا یا مگر کفار راضی نہ ہوئے۔ اسی طرح طرفین سے آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہا جن میں ایک مرتبہ عروہ بن مسود ثقیفی کفار کی جانب سے آئے کہ وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے بعد میں مسلمان ہوئے۔ حضور نے اُن سے بھی وہی گفتگو فرمائی جو بدیل سے کی تھی۔ عروہ نے عرض کیا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر تم یہ چاہتے ہو کہ عرب کا بالکل خاتمہ کر دو تو یہ ممکن نہیں۔ تم نے کبھی نہ سنا ہو گا کہ تم سے پہلے کوئی شخص ایسا گذرا ہو جس نے عرب کو بالکل فنا کر دیا ہو اور اگر دوسری صورت ہوتی کہ وہ تم پر غالب ہو گئے تو یاد رکھو کہ میں تمہارے ساتھ اشراف کی جماعت نہیں دیکھتا۔ یہ اطراف کے کم ظرف لوگ تمہارے ساتھ ہیں مصیبت پڑنے پر سب بھاگ جائیں گے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پاس کھڑے ہوئے تھے یہ جملہ سن کر غصہ میں بھر گئے اور ارشاد فرمایا کہ تو اپنے معبودات کی پیشاب گاہ کو چاٹ۔ کیا ہم حضور سے بھاگ جائیں گے اور آپ کو اکیلا چھوڑ دیں گے۔ عروہ نے پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ ابو بکر ہیں۔ انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ تمہارا ایک قدیمی احسان مجھ پر ہے جس کا میں بدلہ نہیں دے سکا۔ اگر یہ نہ ہوتا تو اس گالی کا جواب دیتا۔ یہ کہہ کر عروہ پھر حضور سے بات میں مشغول ہو گئے اور عرب کے عام دستور کے موافق بات کرتے ہوئے حضور کی داڑھی مبارک کی طرف ہاتھ لے جاتے کہ خوشامد کے موقع پر داڑھی میں ہاتھ لگا کر بات کی جاتی ہے۔ صحابہ کو یہ بات کب گورا ہو سکتی تھی۔ عروہ کے بھتیجے حضرت مُغیرہ بن شعبہ سر پر خود اوڑھے ہوئے اور ہتھیار لگاتے ہوئے پاس کھڑے تھے۔ انہوں نے تلوار کا قبضہ عروہ کے ہاتھ پر مارا کہ ہاتھ پرے کو کھو۔ عروہ نے پوچھا کہ کون ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مُغیرہ۔ عروہ نے کہا۔ او غدار تیری غداری کو میں اب تک بھگت رہا ہوں اور تیرا یہ برتاؤ (حضرت مُغیرہ بن شعبہ نے اسلام سے قبل چند کافروں کو قتل کر دیا تھا جن کی دیت عروہ نے ادا کی تھی اس کی طرف یہ اشارہ تھا) عرض وہ طویل گفتگو حضور نے کرتے رہے اور



نظر میں بجا کر صحابہ کرامؓ کے حالات کا اندازہ بھی کرتے جاتے تھے۔ چنانچہ واپس جا کر کفایت سے کہا کہ اے قریش میں بڑے بڑے بادشاہوں کے یہاں کیا ہوں۔ قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے درباروں کو بھی دیکھا ہے اور ان کے آداب بھی دیکھے ہیں۔ خدا کی قسم میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کی جماعت اس کی ایسی تعظیم کرتی ہو جیسی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جماعت ان کی تعظیم کرتی ہے اگر وہ تھوکتے ہیں تو جس کے ہاتھ پر پڑ جاتے وہ اس کو بدن اور منہ پر مل لیتا ہے جو بات محمدؐ کے منہ سے نکلتی ہے اس کے پورا کرنے کو سب کے سب ٹوٹ پڑتے ہیں۔ ان کے وضو کا پانی آپس میں لڑا کر تقسیم کرتے ہیں، زمین پر نہیں گرنے دیتے۔ اگر کسی کو قطرہ نہ ملے تو وہ دوسرے کے تر ہاتھ کو ہاتھ سے مل کر اپنے منہ پر مل لیتا ہے۔ ان کے سامنے بولتے ہیں تو بہت نیچی آواز سے ان کے سامنے زور سے نہیں بولتے۔ ان کی طرف نگاہ اٹھا کر ادب کی وجہ سے نہیں دیکھتے۔ اگر ان کے سر یا دڑھی کا کوئی بال گرتا ہے تو اس کو تتر کا اٹھالیتے ہیں اور اس کی تعظیم اور احترام کرتے ہیں۔ غرض میں نے کسی جماعت کو اپنے آقا کے ساتھ اتنی محبت کرتے نہیں دیکھا جتنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جماعت ان کے ساتھ کرتی ہے۔ اسی دوران میں حضور اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عثمانؓ کو اپنی طرف سے قاصد بنا کر سردارانِ مکہ کے پاس بھیجا۔ حضرت عثمانؓ کی باوجود مسلمان ہو جانے کے مکہ میں بہت عزت تھی اور ان کے متعلق زیادہ اندیشہ نہ تھا۔ اس لئے ان کو تجویز فرمایا تھا۔ وہ تشریف لے گئے تو صحابہؓ کو رشک ہوا کہ عثمانؓ تو مزے سے کعبہ کا طواف کر رہے ہوں گے۔ حضورؐ نے فرمایا مجھے اُمید نہیں کہ وہ میرے بغیر طواف کریں۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ مکہ میں داخل ہوئے تو ابان بن سجد نے ان کو اپنی پناہ میں لے لیا اور ان سے کہا۔ جہاں دل چاہے چلو پھرو تم کو کوئی روک نہیں سکتا۔ حضرت عثمانؓ، ابوسفیان وغیرہ مکہ کے سرداروں سے ملتے رہے اور حضورؐ کا پیام پہنچاتے رہے۔ جب واپس ہونے لگے تو کفار نے خود درخواست کی کہ تم مکہ میں آتے ہو تم طواف کرتے جاؤ۔ انہوں نے جواب دے دیا کہ یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) تو روکے گئے ہوں اور میں طواف کر لوں۔ قریش کو اس جواب پر غصہ آیا جس کی وجہ سے انہوں نے حضرت عثمانؓ کو روک لیا۔ مسلمانوں کو یہ خبر پہنچی کہ ان کو شہید کر دیا۔ اس پر حضور اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہؓ سے اخیر دم تک لڑنے پر بیعت لی۔ جب کفار کو اس کی خبر پہنچی تو گھبرا گئے اور حضرت عثمانؓ کو فوراً چھوڑ دیا۔ اس قصہ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کا ارشاد، حضرت مخیرؓ کا مارنا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عام بڑاؤ جس کو عروہ نے بہت غور سے دیکھا، حضرت



عثمانؓ کا طواف سے انکار۔ ہر واقعہ ایسا ہے کہ حضورؐ کے ساتھ بے انتہا عشق و محبت کی خبر دیتا ہے۔ یہ بیعت جس کا اس قصہ میں ذکر ہے بَيْعَةُ الشَّجَرَةِ کہلاتی ہے۔ قرآن پاک میں بھی اس کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ نے سورہ فتح کی آیت لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ الْآیۃ میں اس کا ذکر فرمایا ہے۔ پوری آیت مع ترجمہ کے عنقریب خاتمہ میں آرہی ہے۔

### ⑤ حضرت ابن زبیرؓ کا خون پینا

حُضُورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایک مرتبہ سیکیاں لگواتیں اور جو خون نکلا وہ حضرت ابن زبیرؓ کو دیا کہ اس کو کہیں دبا دیں۔ وہ گئے اور آکر عرض کیا کہ دبا دیا۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ کس عرض کیا میں نے پی لیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جس کے بدن میں میرا خون جائے گا اس کو جہنم کی آگ نہیں چھو سکتی مگر تیرے لئے بھی لوگوں سے ہلاکت ہے اور لوگوں کو تجھ سے بے وفاء حضورؐ کے فضیلت پاخانہ پشیاب وغیرہ سب پاک ہیں۔ اس لئے اس میں کوئی اشکال نہیں۔ حضورؐ کے اس ارشاد کا مطلب کہ ہلاکت ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ سلطنت اور امارت کی طرف اشارہ ہے کہ امارت ہوگی اور لوگ اس میں مُزاحم ہوں گے۔ چنانچہ عبداللہ بن زبیرؓ جب پیدا ہوئے تھے اس وقت بھی حضورؐ نے اس طرف اشارہ فرمایا تھا کہ ایک مینڈھا ہے بھیڑیوں کے درمیان، ایسے بھیڑیے جو کپڑے پہنے ہوئے ہوں گے۔ چنانچہ یزید اور عبدالملک دونوں کے ساتھ حضرت ابن زبیرؓ کی مشہور لڑائی ہوئی اور آخر شہید ہوئے۔

### ⑥ حضرت مالکؓ بن سنان کا خون پینا

اُحد کی لڑائی میں جب نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے چہرہ انور یا سر مبارک میں خود کے دھلے گھس گئے تھے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ دوڑے ہوئے آگے بڑھے اور دوسری جانب سے حضرت ابو عبیدہ دوڑے اور آگے بڑھ کر خود کے حلقے دانت سے کھینچے شروع کئے۔ ایک حلقہ نکالا جس سے ایک دانت حضرت ابو عبیدہؓ کا لوٹ گیا۔ اس کی پرواہ نہ کی۔ دوسرا حلقہ کھینچا جس سے دوسرا دانت بھی ٹوٹا لیکن حلقہ وہ بھی کھینچ ہی لیا۔ ان حلقوں کے نکلنے سے حضورؐ کے پاک جسم سے خون نکلنے لگا تو حضرت ابو سعید خدریؓ کے والد ماجد مالکؓ بن سنان نے اپنے لبوں سے اس خون کو چوس لیا اور نگل لیا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس کے خون میں میرا خون ملا ہے اس کو

جہنم کی آگ نہیں چھو سکتی یہ

## ④ حضرت زید بن حارثہؓ کا اپنے باپ کو انکار

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، زمانہ جاہلیت میں اپنی والدہ کے ساتھ ننھیال جا رہے تھے۔ بنو نفیس نے قافلہ کو لوٹا جس میں زید بھی تھے ان کو مکہ کے بازار میں لاکر بیچا۔ حکیم بن حزام نے اپنی پھوپھی حضرت خدیجہؓ کے لئے ان کو خرید لیا۔ جب حضور کا نکاح حضرت خدیجہؓ سے ہوا تو انہوں نے زیدؓ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ کے طور پر پیش کر دیا۔ زیدؓ کے والد کو ان کے فراق کا بہت صدمہ تھا اور ہونا ہی چاہیے تھا کہ اولاد کی محبت فطری چیز ہے۔ وہ زیدؓ کے فراق میں روتے اور اشعار پڑھتے پھر کرتے تھے۔ اکثر جو اشعار پڑھتے تھے ان کا مختصر ترجمہ یہ ہے کہ میں زیدؓ کی یاد میں رونا ہوں اور یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ زندہ ہے تاکہ اس کی اُمید کی جائے یا موت نے اس کو نمٹا دیا۔ خدا کی قسم مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ تجھے اے زید نرم زمین نے ہلاک کیا یا کسی پہاڑ نے ہلاک کیا۔ کاش مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ تو عمر بھر میں کبھی بھی واپس آئے گا یا نہیں۔ ساری دنیا میں میری انتہائی غرض تیری واپسی ہے۔ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے جب بھی مجھے زید ہی یاد آتا ہے اور جب بارش ہونے کو ہوتی ہے جب بھی اسی کی یاد مجھے ستاتی ہے اور جب ہوائیں چلتی ہیں تو وہ بھی اس کی یاد کو بھڑکاتی ہیں۔ ہائے میرا غم اور میرا فکر کس قدر طویل ہو گیا۔ میں اس کی تلاش اور کوشش میں ساری دنیا میں اونٹ کی تیز رفتاری کو کام میں لاؤں گا اور دنیا کا چکر لگانے سے نہیں اکتاؤں گا۔ اونٹ چلنے سے اکتا جاتیں تو اکتا جاتیں لیکن میں کبھی بھی نہیں اکتاؤں گا اپنی ساری زندگی اسی میں گزار دوں گا۔ ہاں میری موت ہی آگئی تو خیر کہ موت ہر چیز کو فنا کر دینے والی ہے۔ آدمی خواہ کتنی ہی اُمیدیں لگا دیں مگر میں اپنے بعد فلاں فلاں رشتہ داروں اور آل اولاد کو وصیت کر جاؤں گا کہ وہ بھی اسی طرح زید کو ڈھونڈتے رہیں۔ غرض یہ اشعار پڑھتے تھے اور روتے ہوئے ڈھونڈتے پھر کرتے تھے۔ اتفاق سے اُن کی قوم کے چند لوگوں کا حج کو جانا ہوا، اور انھوں نے زیدؓ کو پہچانا۔ باپ کا حال سنا یا۔ شعر سنائے اُن کی یاد و فراق کی داستان سنائی۔ حضرت زیدؓ نے ان کے ہاتھ تین شعر کہہ کر بھیجے جن کا مطلب یہ تھا کہ میں یہاں مگر میں ہوں۔ خیریت سے ہوں۔ تم غم اور صدمہ نہ کرو۔ میں بڑے کریم لوگوں کی غلامی میں ہوں۔ ان لوگوں نے جا کر زیدؓ کی خیر و خبر اُن کے باپ کو سنائی اور وہ اشعار سنائے جو زیدؓ نے کہہ کر بھیجے تھے اور ہستہ بتایا۔ زیدؓ کے باپ اور چچا فدیہ کی رقم لے کر ان کو غلامی سے چھڑانے کی نیت سے

مکہ مکرمہ پہنچے۔ تحقیق کی بہت سہ چلایا، حضورؐ کی خدمت میں پہنچے، اور عرض کیا اے ہاشم کی اولاد اور اپنی قوم کے سردار تم لوگ حرم کے رہنے والے ہو اور اللہ کے گھر کے پڑوسی۔ تم خود قیدیوں کو رہا کرتے ہو، بھوکوں کو کھانا دیتے ہو۔ ہم اپنے بیٹے کی طلب میں تمھارے پاس پہنچے ہیں ہم پر احسان کرو اور کرم فرماؤ اور فدیہ قبول کر لو اور اس کو رہا کر دو۔ بلکہ جو فدیہ ہو اس سے زیادہ لے لو۔ حضورؐ نے فرمایا کیا بات ہے۔ عرض کیا زید کی طلب میں ہم لوگ آتے ہیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا بس اتنی سی بات ہے۔ عرض کیا کہ حضورؐ بس یہی عرض ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اس کو بلالو اور اس سے پوچھ لو۔ اگر وہ تمھارے ساتھ جانا چاہے تو بغیر فدیہ ہی کے وہ تمھاری نذر ہے اور اگر نہ جانا چاہے تو میں ایسے شخص پر جبر نہیں کر سکتا جو خود نہ جانا چاہے۔ انھوں نے عرض کیا کہ آپؐ نے استحقاق سے بھی زیادہ احسان فرمایا۔ یہ بات خوشی سے منظور ہے۔ حضرت زیدؓ بلا تے گئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم ان کو پہچانتے ہو عرض کیا جی ہاں پہچانتا ہوں یہ میرے باپ ہیں اور یہ میرے چچا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ میرا حال بھی تمہیں معلوم ہے اب تمہیں اختیار ہے کہ میرے پاس رہنا چاہو تو میرے پاس رہو، ان کے ساتھ جانا چاہو تو اجازت ہے۔ حضرت زیدؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ میں آپؐ کے مقابلہ میں بھلا کس کو پسند کر سکتا ہوں آپؐ میرے لئے باپ کی جگہ بھی ہیں اور چچا کی جگہ بھی۔ ان دونوں باپ چچا نے کہا کہ زیدؓ غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتے ہو اور باپ چچا اور سب گھروالوں کے مقابلہ میں غلام رہنے کو پسند کرتے ہو۔ زیدؓ نے کہا کہ ہاں میں نے ان میں (حضورؐ کی طرف اشارہ کر کے) ایسی بات دیکھی ہے جس کے مقابلہ میں میں کسی چیز کو بھی پسند نہیں کر سکتا۔ حضورؐ نے جب یہ جواب سنا تو ان کو گود میں لے لیا اور فرمایا کہ میں نے اس کو اپنا بیٹا بنا لیا۔ زیدؓ کے باپ اور چچا بھی یہ منظر دیکھ کر نہایت خوش ہوتے اور خوشی سے ان کو چھوڑ کر چلے گئے۔ حضرت زیدؓ اس وقت بچے تھے۔ بچپن کی حالت میں سارے گھر کو، عزیز و اقارب کو غلامی پر قربان کر دینا جس محبت کا پتہ دیتا ہے وہ ظاہر ہے۔

## ۸ حضرت انس بن نضرؓ کا محل اُحد کی لڑائی میں

اُحد کی لڑائی میں مسلمانوں کو جب شکست ہو رہی تھی تو کسی نے یہ خبر اُڑادی کہ حضورؐ بھی شہید ہو گئے اس وحشت ناک خبر سے جواثر صحابہؓ پر ہونا چاہیے تھا وہ ظاہر ہے۔ اسی وجہ سے اور بھی زیادہ غم ہو گیا۔ حضرت انس بن نضرؓ چلے جا رہے تھے کہ مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت میں حضرت عمرؓ اور حضرت طلحہؓ نظر پڑے کہ سب حضرات پریشان حال تھے۔ حضرت انسؓ نے پوچھا یہ کیا ہوا؟



سے کہ مسلمان پریشان سے نظر آرہے ہیں۔ ان حضرات نے کہا کہ حضورؐ شہید ہو گئے۔ حضرت انسؓ نے کہا کہ پھر حضورؐ کے بعد تم ہی زندہ رہ کر کیا کرو گے۔ تلوار ہاتھ میں لو اور چل کر مر جاؤ۔ چنانچہ حضرت انسؓ نے خود تلوار ہاتھ میں لی اور کفار کے جھگٹے میں گھس گئے اور اس وقت تک لڑتے رہے کہ شہید ہوئے۔ **ف** ان کا مطلب یہ تھا کہ جس ذات کے دیدار کے لئے جینا تھا جب وہ جی نہیں رہی تو پھر گویا جی کر ہی کیا کرنا ہے۔ چنانچہ اسی میں اپنی جان نثار کر دی۔

### ۹ سعد بن زیدؓ کا پیام اُحد میں

اسی اُحد کی لڑائی میں حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ سعد بن زیدؓ کا حال معلوم نہیں ہوا کہ کیا گذری۔ ایک صحابیؓ کو تلاش کے لئے بھیجا۔ وہ شہداء کی جماعت میں تلاش کر رہے تھے آوازیں بھی دے رہے تھے کہ شاید وہ زندہ ہوں۔ پھر پکار کر کہا کہ مجھے حضورؐ نے بھیجا ہے کہ سعد بن زیدؓ کی خبر لاؤں تو ایک جگہ سے بہت ضعیف سی آواز آئی۔ یہ اس طرف بڑھے جا کر دیکھا کہ سات مقتولین کے درمیان پڑے ہیں اور ایک آدھ سانس باقی ہے۔ جب یہ قریب پہنچے تو حضرت سعدؓ نے کہا کہ حضورؐ کو میرا سلام عرض کر دینا اور کہہ دینا کہ اللہ تعالیٰ میری جانب سے آپ کو اس سے افضل اور بہتر بدلہ عطا فرمائیں جو کسی نبیؐ کو اس کے امتی کی طرف سے بہتر سے بہتر عطا کیا ہو اور مسلمانوں کو میرا یہ پیام پہنچا دینا کہ اگر کافر حضورؐ تک پہنچ گئے اور تم میں سے کوئی ایک آنکھ بھی چمکتی ہوئی رہے یعنی وہ زندہ رہا تو اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی عذر بھی تمہارا نہ چلے گا اور یہ کہہ کر جان بحق ہو گئے۔ **ف** فَجَزَاَهُ اللَّهُ عَنَّا أَفْضَلَ مِمَّا جَزَىٰ صَحَابِيًّا عَنْ أُمَّةٍ نَبِيَّتِهِ وَرَحِيقَتِ ان جال نثاروں نے اللہ تعالیٰ اپنے لطف سے ان کی قبروں کو ٹورے بھر دیا، اپنی جال نثاری کا لورا ثبوت دے دیا کہ زخمیوں پر زخم لگے ہوئے ہیں۔ دم توڑ رہے ہیں مگر کیا کمال ہے کہ کوئی شکوہ کوئی گھبراہٹ کوئی پریشانی لاحق ہو جائے۔ وگرنہ ہے تو حضورؐ کی حفاظت کا حضورؐ پر جال نثاری کا حضورؐ پر قربانی کا کاش مجھ سے نا اہل کو بھی کوئی حصہ اس محبت کا نصیب ہو جاتا۔

### ۱۰ حضورؐ کی قبر دیکھ کر ایک عورت کی موت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئیں اور اگر عرض کیا کہ مجھے حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کرادو۔ حضرت عائشہؓ نے حجرہ شریفہ کھولا۔

انہوں نے زیارت کی اور زیارت کر کے روتی رہیں اور روتے روتے انتقال فرما گئیں رضی اللہ عنہا و  
ارضاً ہا یہ وف کیا اس عشق کی نظیر بھی کہیں ملے گی کہ قبر کی زیارت کی تاب نہ لاسکیں اور وہیں جہنم  
دے دی۔ (۱۱) صحابہ رضی اللہ عنہم کی محبت کے مستغرق قصے

حضرت علی کریم اللہ وغیرہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی محبت تھی  
آپ نے ارشاد فرمایا کہ خدائے پاک کی قسم حضور ہم لوگوں کے نزدیک اپنے مالوں سے اور اپنی اولادوں سے  
اور اپنی ماؤں سے اور سخت پیاس کی حالت میں ٹھنڈے پانی سے زیادہ محبوب تھے بلکہ وہ  
فرمایا درحقیقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہی حالت تھی اور کہیوں نہ ہوتی جب کہ وہ حضرات کامل ایمان  
تھے اور اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے۔ قُلْ اِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَاَبْنَاؤُكُمْ وَاَخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ  
عِشِيرَتُكُمْ وَاَمْوَالٌ وَاَقْرَبُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَ  
اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيلِهِ فَتَرْتَضَوْنَ اَحْسَنَ  
وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ (ترجمہ) آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ  
اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیبیاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کماتے ہیں اور  
وہ تجارت جس میں نکاسی نہ ہونے کا تم کو اندیشہ ہو اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو اگر یہ سب  
چیزیں تم کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیاری  
ہوں تو تم منتظر ہو، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیج دے اور اللہ تعالیٰ بے حکمی کرنے والوں کو  
ان کے مقصود تک نہیں پہنچاتا اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت کے ان  
سب چیزوں سے کم ہونے پر وعید ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس  
صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب  
تک اس کو میری محبت اپنے باپ اور اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ نہ ہو جائے۔ حضرت ابوہریرہ  
رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مضمون نقل کیا گیا ہے۔ علماء کا ارشاد ہے کہ ان احادیث میں محبت سے  
محبت اختیاری مراد ہے۔ غیر اختیاری یعنی طبعی اضطراری مراد نہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر محبت طبعی  
مراد ہو تو پھر ایمان سے مراد کمال درجہ کا ایمان ہو جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تھا۔ حضرت انس رضی  
اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں  
وہ پائی جائیں ایمان کی حلاوت اور ایمان کا مزہ نصیب ہو جائے ایک یہ کہ اللہ اس کے رسول کی

محبّت ان کے ماسوا سب سے زیادہ ہو۔ دوسرے یہ کہ جس کسی سے محبت کرے اللہ ہی کے واسطے کرے۔ تیسرے یہ کہ کفر کی طرف لوٹنا اس کو ایسا ہی گراں اور مشکل ہو جیسا کہ آگ میں گرنا۔ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ مجھے اپنی جان کے علاوہ اور سب چیزوں سے آپؐ زیادہ محبوب ہیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص متومن اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک اس کو میری محبت اپنی جان سے بھی زیادہ نہ ہو۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ اَلَا نَیَا عُمَرُ (اس وقت اے عمرؓ) علماء نے اس کے دو مطلب بتاتے ہیں۔ ایک یہ کہ اس وقت تمہارا ایمان کامل ہوا ہے۔ دوسرا یہ کہ تنبیہ ہے کہ اس وقت یہ بات پیدا ہوتی کہ میں تمہیں اپنے نفس سے زیادہ محبوب ہوں حالانکہ یہ بات اول ہی سے ہونا چاہیے تھی سُبَّیْلُ تَسْرِیِّ کہتے ہیں کہ جو شخص ہر حال میں حضورؐ کو اپنا والی نہ جانے اور اپنے نفس کو اپنی ملک میں سمجھے وہ سنت کا مزہ نہیں چکھ سکتا۔ ایک صحابیؓ نے آکر حضور اقدس صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کیا کہ قیامت کب آئے گی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ قیامت کے لئے کیا تیار کر رکھا ہے جس کی وجہ سے انتظار ہے۔ انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ میں نے بہت سی نمازیں اور روزے اور صدقے تو تیار کر نہیں رکھے ہیں البتہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت میرے دل میں ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت میں تم اسی کے ساتھ ہو گے جس سے محبت رکھتے ہو۔ حضورؐ کا یہ ارشاد کہ آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہو گا جس سے اس کو محبت ہے۔ کئی صحابہؓ نے نقل کیا ہے جن میں عبداللہ بن مسعودؓ، ابو موسیٰ اشعریؓ، صفوانؓ، ابو ذرؓ وغیرہ حضرات ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہؓ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جس قدر خوشی اس ارشاد مبارک سے ہوتی ہے کسی چیز سے بھی اتنی خوشی نہیں ہوتی اور ظاہر بات ہے ہونا بھی چاہیے تھی کہ حضورؐ کی محبت تو ان کے رگ و پے میں تھی پھر ان کو کیوں خوشی ہوتی۔ حضرت فاطمہؓ کا مکان شروع میں حضورؐ سے ذرا دور تھا۔ ایک مرتبہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میرا دل چاہتا تھا تمہارا مکان تو قریب ہی ہو جانا۔ حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا کہ حادثہ کا مکان آپؐ کے قریب ہے ان سے فرمادیں کہ میرے مکان سے بدل لیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ان سے پہلے بھی تبادلہ ہو چکا ہے اب تو شرم آتی ہے۔ حادثہ کو اس کی اطلاع ہوتی فوراً حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہؐ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپؐ فاطمہؓ کا مکان اپنے قریب چاہتے ہیں۔ یہ میرے مکانات موجود ہیں ان سے زیادہ قریب کوئی مکان بھی نہیں جو نسا پسند ہو بدل لیں۔ یا رسول اللہؐ میں اور میرا مال تو اللہ اور اس کے رسولؐ ہی کا ہے۔ یا رسول اللہؐ خدا کی قسم جو مال آپؐ لے لیں وہ مجھے



زیادہ پسند ہے اس مال سے جو میرے پاس رہے حضورؐ نے ارشاد فرمایا سچ کہتے ہو، اور رکن کی دُعادی اور مکان بدل لیا۔ ایک صحابیؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپؐ کی محبت مجھے میری جان و مال اور اہل و عیال سے زیادہ ہے میں اپنے گھر میں ہوتا ہوں اور آپؐ کا خیال آجاتا ہے تو صبر نہیں آتا۔ یہاں تک کہ حاضر ہوں اور اگر زیارت نہ کر لوں۔ مجھے یہ فکر ہے کہ موت تو آپؐ کو بھی اور مجھے بھی ضرور آنی ہی ہے اس کے بعد آپؐ تو انبیاء کے درجہ پر چلے جائیں گے تو مجھے یہ خوف رہتا ہے کہ پھر میں آپؐ کو نہیں دیکھ سکوں گا حضورؐ نے اس کے جواب میں سکوت فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور یہ آیت سنائی۔ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ۚ ذَٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ عِلْمًا (ترجمہ) جو شخص اللہ اور رسولؐ کا کہنا مان لے گا۔ تو ایسے اشخاص بھی جنت میں ان حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صلحا اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں اور ان کے ساتھ رفاقت محض اللہ کا فضل ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے ہیں ہر ایک کے عمل کو اس قسم کے واقعات بہت سے صحابہؓ کو پیش آتے اور آنا ضروری ہے عشق است و ہزار بدگمانی حضورؐ نے جواب میں یہی آیت سنائی۔ چنانچہ ایک صحابیؓ رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ مجھ آپؐ سے ایسی محبت ہے کہ جب خیال آجاتا ہے اگر اس وقت میں اگر زیارت نہ کر لوں تو مجھے غالب لگتا ہے کہ میری جان نکل جاتے۔ مگر مجھے یہ خیال ہے کہ اگر میں جنت میں داخل بھی ہو گیا تب بھی آپؐ سے تو نیچے درجہ میں ہوں گا۔ مجھے تو جنت میں بھی آپؐ کی زیارت کے بغیر بڑی مشقت ہوگی۔ آپؐ نے یہی آیت سنائی۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ ایک انصاریؓ رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور نہایت غمگین تھے حضورؐ نے فرمایا غمگین کیوں ہو؟ عرض کیا یا رسول اللہؐ ایک سوچ میں ہوں۔ آپؐ نے دریافت فرمایا کیا سوچ ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہؐ ہم صبح و شام حاضر خدمت ہوتے ہیں۔ آپؐ کی زیارت سے محظوظ ہوتے ہیں آپؐ کی خدمت میں بیٹھتے ہیں۔ کل کو آپؐ تو انبیاء کے درجے پر پہنچ جاتیں گے۔ ہماری وہاں تک رسائی نہیں ہوگی حضورؐ نے سکوت فرمایا، اور جب یہ آیت نازل ہوتی تو حضورؐ نے اُن انصاریؓ کو بھی بلایا اور اُن کو اس کی بشارت دی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ بہت سے صحابہؓ نے یہ اشکال کیا۔ حضورؐ نے یہ آیت اُن کو سنائی۔ ایک حدیث میں ہے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ یہ تو ظاہر ہے کہ نبی کو امتی پر فضیلت

ہے اور جنت میں اس کے درجہ اونچے ہوں گے تو پھر کٹھا ہونے کی کیا صورت ہوگی حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اوپر کے درجہ والے نیچے کے درجہ والوں کے پاس آئیں گے، ان کے پاس بیٹھیں گے بات چیت کریں گے، حضورؐ کا ارشاد ہے کہ مجھ سے بہت محبت کرنے والے بعض ایسے لوگ ہوں گے جو میرے بعد پیدا ہوں گے اور ان کی یہ تمنا ہوگی کہ کاش اپنے اہل و عیال اور مال کے بدلے میں وہ مجھے دیکھ لیتے، خالدؓ کی بیٹی عبیدہ کہتی ہیں کہ میرے والد جب بھی سونے لیٹتے تو لٹنے آنکھ نہ لگتی اور جاگتے رہتے، حضورؐ کی یاد اور شوق و اشتیاق میں لگے رہتے اور مہاجرین و انصار صحابہؓ کا نام لے کر یاد کرتے رہتے اور یہ کہتے کہ یہی میرے اصول و فروع ہیں (یعنی بڑے اور چھوٹے)، اور ان کی طرف میرا دل کھینچا جا رہا ہے یا اللہ مجھے جلد ہی موت دیدے کہ ان لوگوں سے جا کر ملوں اور یہی کہتے کہتے سو جاتے، حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے اپنے باپ کے مسلمان ہونے کی بہ نسبت آپ کے چچا ابوطالب کے مسلمان ہو جانے کی زیادہ تمنا ہے اس لئے کہ اس سے آپ کو زیادہ خوشی ہوگی، حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ حضورؐ کے چچا حضرت عباسؓ سے عرض کیا کہ آپ کے اسلام لانے کی مجھے زیادہ خوشی ہے، اپنے باپ کے مسلمان ہونے سے، اس لئے کہ آپ کا اسلام حضورؐ کو زیادہ محبوب ہے، حضرت عمرؓ ایک مرتبہ رات کو حفاظتی گشت فرما رہے تھے کہ ایک گھر میں سے چراغ کی روشنی محسوس ہوئی اور ایک بڑھیا کی آواز کان میں پڑی جو اُدُن کو دھنتی ہوئی اشعار پڑھ رہی تھیں جن کا ترجمہ یہ ہے کہ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر نیکیوں کا درود پہنچے اور پاک صاف لوگوں کی طرف سے جو بگزیدہ ہوں ان کا درود پہنچے، بیشک یا رسول اللہ آپ راتوں کو عبادت کرنے والے تھے اور اخیر راتوں کو رونے والے تھے، کاش مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ میں اور میرا محبوب کبھی اکٹھے ہو سکتے ہیں یا نہیں، اس لئے کہ موت مختلف حالتوں میں آتی ہے نہ معلوم میری موت کس حالت میں آئے اور حضورؐ سے مرنے کے بعد ملنا ہو سکے یا نہ ہو سکے، حضرت عمرؓ بھی ان اشعار کو سن کر رونے بیٹھ گئے، حضرت بلالؓ کا قصہ مشہور ہے ہی کہ جب اُن کے انتقال کا وقت ہوا تو اُن کی بیوی جدائی پر رنجیدہ ہو کر کہنے لگیں کہ ہائے افسوس، وہ کہنے لگے سُبْحَانَ اللہ کیا مزے کی بات ہے کہ کل کو مُحَمَّدٌ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زیارت کریں گے اور ان کے صحابہؓ سے ملیں گے، حضرت زیدؓ کا قصہ باب کے قصہ نمبر ۹ میں گذر چکا ہے کہ جب اُن کو سولی دی جانے لگی تو ابوسفیانؓ نے پوچھا کیا تجھے یہ گوارا ہے کہ ہم تجھے چھوڑ دیں اور تیرے بجائے خدا نخواستہ حضورؐ کے ساتھ یہ معاملہ کریں، تو زیدؓ نے کہا خدا کی قسم مجھے یہ بھی گوارا نہیں کہ حضورؐ اپنے دولت کدہ پر تشریف فرما ہوں اور وہاں اُن

کے کانٹا چبھ جاتے اور میں اپنے گھر آرام سے رہ سکوں بالو سفیان کہنے لگا کہ میں نے کبھی کسی کو کسی کے ساتھ اتنی محبت کرتے نہیں دیکھا۔ جتنی محمد ﷺ کی جماعت کو ان سے ہے۔

علماء نے حضور اقدس ﷺ کے ساتھ محبت کی مختلف علامات

**تنبیہ** لکھی ہیں۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی چیز کو محبوب رکھتا ہے اس کو ماسویٰ پر ترجیح دیتا ہے یہی معنی محبت کے ہیں ورنہ محبت نہیں محض دعویٰ محبت ہے پس حضور اقدس ﷺ کے ساتھ محبت کی علامات میں سب سے مہتمم بالشان یہ ہے کہ آپ کا اقتدار کرے آپ کے طریقہ کو اختیار کرے اور آپ کے اقوال و افعال کی پیروی کرے، آپ کے احکامات کی بجا آوری کرے اور آپ نے جن چیزوں سے روک دیا ہے، ان سے پرہیز کرے۔ خوشی میں ریخ میں تنگی میں وسعت میں ہر حال میں آپ کے طریقے پر چلے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحِبِّبْکُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (ترجمہ) آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم میرا اتباع کرو، خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے ہیں بڑے رحم فرمانے والے ہیں۔

## خاتمہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ برتاؤ اور ان کے اجمالی فضائل

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے یہ چند قصے نمونہ کے طور پر لکھے گئے ہیں ورنہ ان کے حالات بڑی ضخیم کتابوں میں بھی پورے نہیں ہو سکتے۔ اردو میں بھی متعدد کتابیں اور رسالے اس مضمون کے ملتے ہیں کئی مہینے ہونے یہ رسالہ شروع کیا تھا۔ پھر مدرسہ کے مشاغل اور وقتی عوارض کی وجہ سے تعویق میں پڑ گیا۔ اس وقت ان اوراق پر خاتمہ کرتا ہوں کہ جتنے لکھے جا چکے ہیں وہ قابل انتفاع ہو جائیں۔ غصہ میں ایک ضروری امر پر تنبیہ بھی آشد ضروری ہے وہ یہ کہ اس آزادی کے زمانہ میں جہاں ہم مسلمانوں میں دین کے اور بہت سے امور میں کوتاہی اور آزادی کا رنگ ہے وہاں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حق شناسی اور ان کے ادب و احترام میں بھی حد سے زیادہ کوتاہی ہے بلکہ اس سے بڑھ کر



بعض دین سے بے پرواہ لوگ تو ان کی شان میں گستاخی تک کرنے لگتے ہیں حالانکہ صحابہ کرام دین کی بنیاد ہیں۔ دین کے اول پھیلانے والے ہیں۔ اُن کے حقوق سے ہم لوگ مرتے دم تک بھی مجتہدہ برآء نہیں ہو سکتے۔ حق تعالیٰ شانہ اپنے فضل سے ان پاک نفوس پر لاکھوں رحمتیں نازل فرمائیں کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دین حاصل کیا اور ہم لوگوں تک پہنچایا۔ اس لئے اس خاتمہ میں قاضی عیاض کی شفا کی ایک فصل کا مختصر ترجمہ جو اس کے مناسب ہے درج کرتا ہوں اور اسی پر اس رسالہ کو ختم کرتا ہوں۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے اعزاز و اکرام میں داخل ہے حضور کے صحابہ کا اعزاز و اکرام کرنا اور اُن کے حق کو پہچاننا اور ان کا اتباع کرنا اور اُن کی تعریف کرنا، اور اُن کے لئے اسے تفتار اور دُعائے مغفرت کرنا اور اُن کے آپس کے اختلاف میں لب کشائی نہ کرنا اور مؤرخین اور شیعہ اور بدعتی اور جاہل راویوں کی ان خبروں سے اعراض کرنا جو ان حضرات کی شان میں نقص پیدا کرنے والی ہوں اور اس نوع کی کوئی روایت اگر سننے میں آئے تو اس کی کوئی اچھی تاویل کرے اور کوئی اچھا مہمل تجویز کرے کہ وہ اس کے مستحق ہیں اور ان حضرات کو برائی سے یاد نہ کرے بلکہ ان کی خوبیاں اور اُن کے فضائل بیان کیا کرے اور عیب کی باتوں سے سکوت کرے جیسا کہ حضور کا ارشاد ہے کہ جب میرے صحابہ کا ذکر (یعنی بڑا ذکر) ہو تو سکوت کیا کرو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے فضائل قرآن شریف اور احادیث میں بکثرت وارد ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے۔ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكْعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا نَّسِيئًا لَهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ وَمَنَ أُنْزِلَ السُّجُودُ ذَلِكِ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَيْتٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا (ترجمہ) محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں سخت ہیں اور آپس میں مہربان اور اُسے مخاطب تو اُن کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کرنے والے ہیں کبھی سجدہ کرنے والے ہیں اور اللہ کے فضل اور رضا مندی کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں۔ اُن کی عبدیت کے آثار بوجہ تاثیر ان کے سجدہ کے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں یہ ان کے اوصاف توریت میں ہیں اور انجیل میں ان کی یہ مثال ذکر کی ہے کہ جیسے کھیتی کر اس نے اول اپنی سوئی نکالی پھر اس نے اپنی سوئی کو قوی کیا (یعنی وہ کھیتی موٹی ہوئی) پھر وہ کھیتی اور موٹی ہوئی پھر اپنے تنہ پر سیدی کھڑی ہوئی کہ سانوں کو جلدی معلوم ہونے لگی (اسی طرح صحابہ میں اول ضعیف تھا

پھر روزانہ قوت بڑھتی گئی اور اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ کو اس لئے یہ نشوونما دیا، تاکہ ان سے کافروں کو حسد میں جلاوے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ نے ان صاحبوں سے جو کہ ایمان لائے اور نیک کام کر رہے ہیں مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے؛ یہ ترجمہ اس صورت میں ہے کہ کورات پر آیت ہو اور آیت کے فرق سے ترجمہ میں بھی فرق ہو جائے گا جو تفاسیر سے معلوم ہو سکتا ہے۔ اسی صورت میں دوسری جگہ ارشاد ہے۔ لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ۝ وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا لَوْ كَانَتِ اللَّهُ عَنِ نَبَا حِكِيمًا ۝ ترجمہ؛ تحقیق اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے (جو کہ آپ کے ہم سفر ہیں) خوش ہوا جب کہ یہ لوگ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے اور ان کے دلوں میں جو کچھ (خلاص اور عزم) تھا اللہ تعالیٰ کو وہ بھی معلوم تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں اطمینان پیدا کر دیا تھا اور ان کو ایک لگتے ہاتھ فتح بھی دے دی (مراد اس سے فتح خیبر ہے جو اس کے قریب ہی ہوئی) اور بہت سی غنیمتیں بھی دیں اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست حکمت والا ہے۔ یہی وہ بیعت ہے جس کو بیعت الشجرہ کہا جاتا ہے۔ اخیر باب کے قصہ ۱۴ میں اس کا ذکر گزر چکا ہے۔ ص ۱۴۰ کے بابے میں ایک جگہ ارشاد خداوندی ہے۔ رَجُلًا مَدَقُّوْا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَلُوا تَبْدِيلًا ۝ ترجمہ ان مومنین میں ایسے لوگ ہیں کہ انہوں نے جس بات کا اللہ سے عہد کیا تھا اس میں سچے اترے پھر ان میں سے بعض تو ایسے ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے (یعنی شہید ہو چکے) اور بعض ان میں اس کے مشتاق و منتظر ہیں (ابھی شہید نہیں ہوئے) اور اپنے ارادہ میں کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا۔ ایک جگہ ارشاد خداوندی ہے۔ وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ ترجمہ؛ اور جو مہاجرین و انصار (ایمان لانے میں سب امت سے) مُقَدَّم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اللہ سے راضی ہوتے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔ ان آیات میں اللہ جل شانہ نے صحابہؓ کی تعریف اور ان سے خوشنودی کا اظہار فرمایا ہے اسی طرح احادیث میں بھی بہت کثرت سے فضائل وارد ہوئے ہیں بھنورا قدس



صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرے بعد ابو بکرؓ و عمرؓ کا اقتدار کیا کرو۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں جس کا اتباع کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ محدثین کو اس حدیث میں کلام ہے اور اسی وجہ سے قاضی عیاضؒ پر اس کے ذکر کرنے میں اعتراض ہے مگر ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ ممکن ہے کہ تعدد طرق کی وجہ سے ان کے نزدیک قابل اعتبار ہو یا فضاائل میں ہونے کی وجہ سے ذکر کیا ہو (کیونکہ فضاائل میں معمولی ضعف کی روایتیں ذکر کر دی جاتی ہیں) حضرت انسؓ کہتے ہیں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ میرے صحابہؓ کی مثال کھانے میں نمک کی سی ہے کہ کھانا بغیر نمک کے اچھا نہیں ہو سکتا۔ حضورؐ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اللہ سے میرے صحابہؓ کے بارے میں ڈرو، اُن کو ملامت کا نشانہ نہ بناؤ۔ جو شخص اُن سے محبت رکھتا ہے میری محبت کی وجہ سے اُن سے محبت رکھتا ہے اور جو اُن سے بغض رکھتا ہے وہ میرے بغض کی وجہ سے بغض رکھتا ہے۔ جو شخص اُن کو اذیت دے اُس نے مجھ کو اذیت دی اور جس نے مجھ کو اذیت دی اُس نے اللہ کو اذیت دی اور جو شخص اللہ کو اذیت دیتا ہے قریب ہے کہ پکڑ میں آجائے۔ حضورؐ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ میرے صحابہؓ کو گالیاں نہ دیا کرو۔ اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد کے پہاڑ کی برابر سونا خرچ کرے تو وہ ثواب کے اعتبار سے صحابہؓ کے ایک مُد یا آدھے مُد کی برابر بھی نہیں ہو سکتا اور حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص صحابہؓ کو گالیاں دے اس پر اللہ کی لعنت اور فرشتوں کی لعنت اور تمام آدمیوں کی لعنت، نہ اُس کا فرض مقبول ہے نہ نفل۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے علاوہ تمام مخلوق میں سے میرے صحابہؓ کو چھنا ہے اور ان میں سے چار کو مُمتاز کیا ہے۔ ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، ان کو میرے سب صحابہؓ سے افضل قرار دیا۔ ایوبؓ سختیانیؓ کہتے ہیں کہ جس نے ابو بکرؓ سے محبت کی اس نے دین کو سیدھا کیا اور جس نے عمرؓ سے محبت کی اُس نے دین کے واضح راستے کو پالیا اور جس نے عثمانؓ سے محبت کی وہ اللہ کے نور کے ساتھ منور ہوا اور جس نے علیؓ سے محبت کی اُس نے دین کی مضبوط رستی کو پکڑ لیا۔ جو صحابہؓ کی تعریف کرتا ہے وہ بفاق سے بُری ہے اور جو صحابہؓ کی بے ادبی کرتا ہے وہ بدعتی، منافق، مُنکف کا مخالف ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اُس کا کوئی عمل قبول نہ ہو۔ یہاں تک کہ اُن سب کو محبوب رکھے اور ان کی طرف سے دل صاف ہو۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اے لوگو! میں ابو بکرؓ سے خوش ہوں تم لوگ اُن کا مرتبہ پہچانو۔ میں عمرؓ سے، عثمانؓ سے، علیؓ سے، طلحہؓ سے، زبیرؓ سے، سعدؓ سے، سعیدؓ سے، عبدالرحمنؓ بن عوفؓ سے، ابوعبیدہؓ سے خوش ہوں۔ تم لوگ ان کا مرتبہ پہچانو۔ اے لوگو! اللہ جل شانہ نے بدر کی لڑائی میں شریک ہونے والوں کی اور حُندیسہ کی لڑائی میں شریک ہونے والوں کی مغفرت



فراموشی۔ تم میرے صحابہؓ کے بارے میں میری رعایت کیا کرو اور ان لوگوں کے بارے میں جن کی بیٹیاں میرے نکاح میں ہیں یا میری بیٹیاں ان کے نکاح میں ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ قیامت میں تم سے کسی قسم کے ظلم کا مطالبہ کریں کہ وہ معاف نہیں کیا جائے گا۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ میرے صحابہؓ اور میرے دامادوں میں میری رعایت کیا کرو جو شخص ان کے بارے میں میری رعایت کرے گا اللہ تعالیٰ شانہ دنیا اور آخرت میں اُس کی حفاظت فرمائیں گے اور جو ان کے بارے میں میری رعایت نہ کرے گا اللہ تعالیٰ اُس سے بُری ہیں اور جس سے اللہ تعالیٰ بُری ہیں کیا بعید ہے کہ کسی گرفت میں آجائے حضورؐ سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص صحابہؓ کے بارے میں میری رعایت کرے گا میں قیامت کے دن اس کا محافظ ہوں گا۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ جو میرے صحابہؓ کے بارے میں میری رعایت رکھے گا وہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچ سکے گا اور جو اُن کے بارے میں میری رعایت نہ کرے گا وہ میرے پاس حوض تک نہیں پہنچ سکے گا اور مجھے دُور ہی سے دیکھے گا۔ سہل بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ جو شخص حضورؐ کے صحابہؓ کی تعظیم نہ کرے وہ حضورؐ ہی پر ایمان نہیں لایا۔ اللہ جلّ شانہ اپنے لطف و فضل سے اپنی گرفت سے اور اپنے محبوب کے عتاب سے مجھ کو اور میرے دوستوں کو، میرے محسنوں کو اور ملنے والوں کو، میرے مشائخ کو، تلامذہ کو اور سب مومنین کو محفوظ رکھے اور ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی محبت سے ہمارے دلوں کو بھر دے۔ اٰمِنْ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ الْاَتَمَّ اَلَاكَلَانِ عَلٰی سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ وَعَلٰی اَتْبَاعِهِ وَ اَتْبَاعِهِمْ حَمَلَةَ الدِّينِ الْمَتِيْنَ . تَمَّتْ

محمد زکریا عفی عنہ کا ندھلوی

مقیم مدرسہ غامہ علوم سہارنپور  
۲۲ شوال ۱۳۵۴ھ دوشنبہ



کتاب خانہ فیضی لاہور

## خطبہ و تمہید

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، نَحْمَدُهُ وَنُشْكِرُهُ وَنُصَلِّي وَنُصَلِّیْ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ  
وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَاتَّبَعِهِ لِحَمَاةِ الدِّينِ الْقَوِيْمِ وَبَعْدُ فَهَذِهِ أَرْبَعُونَ فِي فَضَائِلِ  
الصَّلَاةِ جَمَعْتُهَا امْتِثَالًا لِأَمْرِ عَتِيٍّ وَصُنُوفِي رِقَاةُ اللَّهِ إِلَى الْمَرَاتِبِ الْعُلْيَا وَفَقْنِي وَإِيَاةَ

لِمَا يَحِبُّ وَيَرْضَى۔ اَمَّا بَعْدُ اس زمانہ میں دین کی طرف سے جتنی بے توجہی اور بے التفاتی کی جا  
رہی ہے وہ محتاج بیان نہیں حتیٰ کہ اہم ترین عبادت نماز جو بالاتفاق سب کے نزدیک ایمان کے  
بعد تمام فرائض پر مقدم ہے اور قیامت میں سب سے اول اسی کا مطالعہ ہوگا اس سے بھی نہایت  
غفلت اور لاپرواہی ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ دین کی طرف متوجہ کرنے والی کوئی آواز کانوں تک نہیں  
پہنچتی۔ تبلیغ کی کوئی صورت بار آور نہیں ہوتی۔ تجربہ سے یہ بات خیال میں آتی ہے کہ نبی اکرم صلی  
اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشادات لوگوں تک پہنچانے کی سعی کی جاتے۔ اگرچہ اس میں بھی جو مزاہتیں حال  
میں وہ بھی مجھ سے بے بضاعت کیلئے کافی ہیں تاہم اُمید یہ ہے کہ جو لوگ خالی الذہن ہیں اور دین کا  
مقابلہ نہیں کرتے ہیں یہ پاک الفاظ انشاء اللہ تعالیٰ اُن پر ضرور اثر کریں گے اور کلام و صاحب کلام کی  
برکت سے نفع کی توقع ہے نیز دوسرے دوستوں کو اس میں کامیابی کی اُمیدیں زیادہ ہیں جن کی وجہ  
سے مخلصین کا اصرار بھی ہے اسلئے اس رسالہ میں صرف نماز کے متعلق چند احادیث کا ترجمہ پیش کرتا ہوں چونکہ  
نفس تبلیغ کے متعلق بندہ ناچیز کا ایک مضمون رسالہ فضائل تبلیغ کے نام سے شائع ہو چکا ہے اسوجہ سے اسکو  
سلسلہ تبلیغ کا نمبر ۲ قرار دیکر فضائل نماز کے نام کیساتھ موسوم کرتا ہوں۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ  
نماز کے بارے میں تین قسم کے حضرات عام طور سے پاتے جاتے ہیں۔ ایک جماعت وہ ہے جو سرے نماز ہی  
کی پرواہ نہیں کرتی دوسرا گروہ وہ ہے جو نماز تو پڑھتا ہے مگر جماعت کا اہتمام نہیں کرتا تیسرے وہ لوگ ہیں جو نماز بھی  
پڑھتے ہیں اور جماعت کا اہتمام بھی کرتے ہیں مگر لاپرواہی اور بُری طرح سے پڑھتے ہیں اسلئے اس رسالہ میں تینوں مضامین  
کی مناسبت سے تین باب ذکر کئے گئے ہیں اور ہر باب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشادات اور انکا ترجمہ پیش کر دیا۔ مگر ترجمہ  
میں مختار اور سہولت کا لحاظ کیا ہے، لفظی ترجمہ کی زیادہ رعایت نہیں کی۔ نیز چونکہ نماز کی تبلیغ کرنے والے اکثر اہل علم بھی ہوتے ہیں  
اسلئے محدث کا حوالہ اور اس کے متعلق جو مضامین اہل علم سے تعلق رکھتے تھے وہ عربی میں لکھ دیئے گئے ہیں کہ عوام کو اُن  
سے کچھ فائدہ نہیں ہے اور تبلیغ کرنے والے حضرات کو لبا اوقات ضرورت پڑ جاتی ہے اور ترجمہ و فوائد  
وغیرہ اردو میں لکھ دیئے گئے ہیں۔

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ  
 بے شک فلاح اور کامیابی کو پہنچ گئے وہ لوگ جو اپنی نماز کو خشوع سے پڑھنے والے ہیں



مؤلفہ

قطب الاقطاب صاحب برزنی شیخ الحدیث  
 حضرت مولانا محمد زکریا مہر مبنی نور اللہ مرقدہ و علی اللہ مراتبہ

ناشر

کتبخانہ فیضی  
 لاہور، پاکستان

نوٹ: یہ کتاب محدود تعداد میں چھپتی ہے اس لئے بذریعہ ڈاک پارسل یا تاجران کو نہیں بھیجی جاتی۔



## خطبہ و تمہید

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، نَحْمَدُهُ وَنُشْكِرُهُ وَنُصَلِّي وَنُصَلِّیْ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ  
وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَاتَّبَعِهِ لِحَمَاةِ الدِّينِ الْقَوِيْمِ وَبَعْدُ فَهَذِهِ أَرْبَعُونَ فِي فَضَائِلِ  
الصَّلَاةِ جَمَعْتُهَا امْتِثَالًا لِأَمْرِ عَتِيٍّ وَصُنُوفِي رِقَاةُ اللَّهِ إِلَى الْمَرَاتِبِ الْعُلْيَا وَفَقْنِي وَإِيَاةُ

لِمَا يَحِبُّ وَيَرْضَى۔ اَمَّا بَعْدُ اس زمانہ میں دین کی طرف سے جتنی بے توجہی اور بے التفاتی کی جا رہی ہے وہ محتاج بیان نہیں حتیٰ کہ اہم ترین عبادت نماز جو بالاتفاق سب کے نزدیک ایمان کے بعد تمام فرائض پر مقدم ہے اور قیامت میں سب سے اول اسی کا مطالعہ ہوگا اس سے بھی نہایت غفلت اور لاپرواہی ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ دین کی طرف متوجہ کرنے والی کوئی آواز کانوں تک نہیں پہنچتی۔ تبلیغ کی کوئی صورت بار آور نہیں ہوتی۔ تجربہ سے یہ بات خیال میں آتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشادات لوگوں تک پہنچانے کی سعی کی جاتے۔ اگرچہ اس میں بھی جو مزاہتیں حال میں وہ بھی مجھ سے بے بضاعت کیلئے کافی ہیں تاہم اُمید یہ ہے کہ جو لوگ خالی الذہن ہیں اور دین کا مقابلہ نہیں کرتے ہیں یہ پاک الفاظ انشاء اللہ تعالیٰ اُن پر ضرور اثر کریں گے اور کلام و صاحب کلام کی برکت سے نفع کی توقع ہے نیز دوسرے دوستوں کو اس میں کامیابی کی اُمیدیں زیادہ ہیں جن کی وجہ سے مخلصین کا اصرار بھی ہے اسلئے اس رسالہ میں صرف نماز کے متعلق چند احادیث کا ترجمہ پیش کرتا ہوں چونکہ نفس تبلیغ کے متعلق بندہ ناچیز کا ایک مضمون رسالہ فضائل تبلیغ کے نام سے شائع ہو چکا ہے اسوجہ سے اسکو سلسلہ تبلیغ کا نمبر ۲ قرار دیکر فضائل نماز کے نام کیساتھ موسوم کرتا ہوں۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ نماز کے بارے میں تین قسم کے حضرات عام طور سے پاتے جاتے ہیں۔ ایک جماعت وہ ہے جو سرے نماز ہی کی پرواہ نہیں کرتی دوسرا گروہ وہ ہے جو نماز تو پڑھتا ہے مگر جماعت کا اہتمام نہیں کرتا تیسرے وہ لوگ ہیں جو نماز بھی پڑھتے ہیں اور جماعت کا اہتمام بھی کرتے ہیں مگر لاپرواہی اور بُری طرح سے پڑھتے ہیں اسلئے اس رسالہ میں تینوں مضامین کی مناسبت سے تین باب ذکر کئے گئے ہیں اور ہر باب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشادات اور انکا ترجمہ پیش کر دیا۔ مگر ترجمہ میں محتاط اور سہولت کا لحاظ کیا ہے، لفظی ترجمہ کی زیادہ رعایت نہیں کی۔ نیز چونکہ نماز کی تبلیغ کرنے والے اکثر اہل علم بھی ہوتے ہیں اسلئے محدث کا حوالہ اور اس کے متعلق جو مضامین اہل علم سے تعلق رکھتے تھے وہ عربی میں لکھ دیئے گئے ہیں کہ عوام کو اُن سے کچھ فائدہ نہیں ہے اور تبلیغ کرنے والے حضرات کو لبا اوقات ضرورت پڑ جاتی ہے اور ترجمہ و فوائد وغیرہ اردو میں لکھ دیئے گئے ہیں۔

# باب اول

نماز کی اہمیت کے بیان میں

اس باب میں دو فصلیں ہیں۔ فصل اول میں نماز کی فضیلت کا بیان ہے اور دوسری فصل میں نماز کے چھوڑنے پر جو وعید اور عتاب حدیث میں آیا ہے اس کا بیان ہے۔

## فصل اول نماز کی فضیلت کے بیان میں

① عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَالْحُجَّةِ عِنْدَهُ وَرَسُولُهُ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ وَالْحَجَّ وَصَوْمَ رَمَضَانَ - (متفق عليه)

وقال المنذرى فى الترغيب رواه البخارى ومسلم وغيرهما عن غير واحد من الصحابة -

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے سب سے اول لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا یعنی اس بات کا اقرار کرنا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اسکے بعد نماز کا قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج کرنا، رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔

**ف** : یہ پانچ چیزیں ایمان کے بڑے اصول اور اہم ارکان ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پاک حدیث میں بطور مثال کے اسلام کو ایک خیمہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو پانچ ستونوں پر قائم ہوتا ہے پس کلمہ شہادت خیمہ کی درمیانی کھڑکی کی طرح ہے اور بقیہ چاروں ارکان بمنزلہ ان

میں استخوانوں کے ہیں جو چاروں کونوں پر ہوں۔ اگر درمیانی لکڑی نہ ہو تو خیمہ کھڑا ہو ہی نہیں سکتا اور اگر یہ لکڑی موجود ہو اور چاروں طرف کے کونوں میں کوئی سی لکڑی نہ ہو تو خیمہ قائم نہ ہو جائے گا لیکن جو نے کونے کی لکڑی نہیں ہوگی وہ جانب ناقص اور گری ہوتی ہوگی۔ اس پاک ارشاد کے بعد اب ہم لوگوں کو اپنی حالت پر خود ہی غور کر لینا چاہیے کہ اسلام کے اس خیمہ کو ہم نے کس درجہ تک قائم کر رکھا ہے اور اسلام کا کون سا رکن ایسا ہے جس کو ہم نے پورے طور پر سنبھال رکھا ہے اسلام کے یہ پانچوں ارکان نہایت اہم ہیں حتیٰ کہ اسلام کی بنیاد انہی کو قرار دیا گیا ہے اور ایک مسلمان کے لئے بحیثیت مسلمان ہونے کے ان سب کا اہتمام نہایت ضروری ہے مگر ایمان کے بعد سب سے اہم چیز نماز ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ شانہ کے یہاں سب سے زیادہ محبوب عمل کونسا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ نماز میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد کیا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک۔ میں نے عرض کیا اس کے بعد کونسا ہے۔ ارشاد فرمایا جہاد۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں علماء کے اس قول کی دلیل ہے کہ ایمان کے بعد سب سے مقدّم نماز ہے۔ اس کی تائید اس حدیث صحیح سے بھی ہوتی ہے جس میں ارشاد ہے الصلوٰۃ خیر من موضوع یعنی بہترین عمل جو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لئے مقرر فرمایا وہ نماز ہے۔ اھ۔ اور احادیث میں کثرت سے یہ مضمون صاف اور صحیح حدیثوں میں نقل کیا گیا ہے کہ تمہارے سب اعمال میں سب سے بہتر عمل نماز ہے۔ چنانچہ جامع صغیر میں حضرت ثوبانؓ، ابن عمرؓ، ابو امامہؓ، عیادہ رضی اللہ عنہم پانچ صحابہؓ سے یہ حدیث نقل کی گئی ہے اور حضرت ابن مسعودؓ و انسؓ سے اپنے وقت پر نماز کا پڑھنا افضل ترین عمل نقل کیا گیا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اور امّ فروہؓ سے اول وقت نماز پڑھنا نقل کیا گیا ہے۔ مقصد سب کا قریب قریب ایک ہی ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سردی کے موسم میں باہر تشریف لائے اور پتے درختوں پر سے گرے گئے تھے آپؐ نے ایک درخت کی ٹہنی ہاتھ میں لی اس کے پتے اور بھی گرنے لگے آپؐ نے فرمایا اے ابوذر مسلمان بندہ

۲) عَنْ ابْنِ ذَرٍّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فِي الشَّتَاءِ وَالْوَدَقُ يَتَهَافَتُ فَلَخَذَ بِغُصْنٍ مِنْ شَجَرَةٍ قَالَ فَجَعَلَ ذَلِكَ الْوَدَقُ يَتَهَافَتُ فَقَالَ يَا أَبَا ذَرٍّ قُلْتُ لَنَبِيِّكَ يَا رَسُولَ



اتنے روپیٹ کر اس کو دھونے لے اس کو چھین نہ آئے۔ البتہ صغیرہ گناہ ایسے ہیں کہ ان کی طرف  
بسا اوقات التفات نہیں ہوتا ہے اور ذمہ پر رہ جاتے ہیں جو نماز وغیرہ سے مُعاف ہو  
جاتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جو شخص اخلاص سے نماز پڑھے گا اور آداب و مستحبات کی رعایت  
رکھے گا، وہ خود ہی نہ معلوم کتنی مرتبہ توبہ استغفار کرے گا۔ اور نماز میں التَّحِيَّات کی اخیر  
دُعَا اللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِی الْوَمِیْنِ تو توبہ و استغفار خود ہی موجود ہے۔ ان روایات  
میں وضو کو بھی اچھی طرح سے کرنے کا حکم ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے آداب و مستحبات  
کی تحقیق کر کے ان کا اہتمام کرے مثلاً ایک سنت اس کی مسواک ہی ہے جس کی طرف عام طور  
پر بے توجہی ہے حالانکہ حدیث میں وارد ہے کہ جو نماز مسواک کر کے پڑھی جائے وہ اس نماز سے جو بلا مسواک پڑھی جائے  
ستر درجہ افضل ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ مسواک کا اہتمام کیا کرو۔ اس میں دس فائدے ہیں۔ منہ کو صاف  
کرتی ہے۔ اللہ کی رضا کا سبب ہے۔ شیطان کو غصہ دلاتی ہے۔ مسواک کرنے والے کو اللہ  
تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں اور فرشتے محبوب رکھتے ہیں۔ مسوڑھوں کو قوت دیتی ہے۔ بلغم کو قطع  
کرتی ہے۔ منہ میں خوشبو پیدا کرتی ہے، صفر کو دور کرتی ہے۔ نگاہ کو تیز کرتی ہے۔ منہ کی بدبو  
کو زائل کرتی ہے اور اس سب کے علاوہ یہ ہے کہ سنت ہے۔ (مستحبات ابن حجر رحمہ اللہ نے  
لکھا ہے کہ مسواک کے اہتمام میں ستر فائدے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتبے وقت  
کلمہ شہادت پڑھنا نصیب ہوتا ہے اور اس کے بالمقابل افیون کھانے میں ستر مضرتیں ہیں  
جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتبے وقت کلمہ یاد نہیں آتا۔ اچھی طرح وضو کرنے کے فضائل احادیث  
میں بڑی کثرت سے آئے ہیں۔ وضو کے اعضاء قیامت کے دن روشن اور چمک دار ہوں  
گے اور اس سے حضور فوراً اپنے امتی کو پہچان جائیں گے۔

(۱۴) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ  
رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّم  
یَقُوْلُ اَرَاَیْتُمْ لَوْ اَنَّ نَهْرًا بِبَابِ  
اَحَدِكُمْ یَغْتَسِلُ فِیْہِ کُلَّ یَوْمٍ  
خَمْسَ مَرَّاتٍ هَلْ بَقِیَ مِنْ دَرْنِہِ  
شَیْءٌ قَالُوْا لَا یَبْقٰی مِنْ دَرْنِہِ  
شَیْءٌ قَالَ فَکَذٰلِکَ مَسْکُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ: نبی اکرم صلی  
اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے  
ایک مرتبہ ارشاد فرمایا بتاؤ اگر کسی شخص کے  
دروازہ پر ایک نہر جاری ہو جس میں وہ  
پانچ مرتبہ روزانہ غسل کرتا ہو کیا اس کے  
بدن پر کچھ میل باقی رہے گا صحابہ نے  
عرض کیا کہ کچھ بھی باقی نہیں رہے گا حضور

الصَّلَاةِ الْخُسُوفِ يَمْحُو اللَّهُ بِهِنَّ  
الْخَطَايَا (رواه البخاری ومسلم والترمذی  
والنسائی ورواه ابن ماجہ من حدیث  
عثمان كذا في الترغيب)

(۳۳) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الصَّلَاةِ  
الْخُسُوفِ كَمَثَلِ نَهْرٍ جَارٍ عَمِيرٍ  
عَلَى بَابٍ أَحَدِكُمْ يُفْتَسِلُ مِنْهُ  
كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مِثْرَاتٍ

(رواه مسلم كذا في الترغيب)

نے فرمایا کہ یہی حال پانچوں نمازوں کا  
ہے کہ اللہ جل شانہ اُن کی وجہ سے گناہوں  
کو زائل کر دیتے ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نبی اکرم  
صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں  
کہ پانچوں نمازوں کی مثال ایسی ہے کہ کسی  
کے دروازے پر ایک نہر ہو جس کا پانی  
جاری ہو اور بہت گہرا ہو۔ اس میں روزانہ  
پانچ دفعہ غسل کرے۔

**ف** : جاری پانی گندگی وغیرہ سے پاک ہوتا ہے اور پانی جتنا بھی گہرا ہوگا اتنا ہی صاف اور  
شفاف ہوگا۔ اسی لئے اس حدیث میں اس کا جاری ہونا اور گہرا ہونا فرمایا گیا ہے اور جتنے صاف  
پانی سے آدمی غسل کریگا اتنی ہی صفائی بدن پر آئے گی۔ اسی طرح نمازوں کی وجہ سے اگر آداب کی  
رعایت رکھتے ہوئے پڑھی جائیں، تو گناہوں سے صفائی حاصل ہوتی ہے جس قسم کا مضمون ان دو  
حدیثوں میں ارشاد ہوا ہے اس قسم کا مضمون کئی حدیثوں میں مختلف صحابہ سے مختلف الفاظ میں  
نقل کیا گیا ہے۔ ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے  
ارشاد فرمایا: پانچوں نمازیں درمیانی اوقات کے لئے کفارہ ہیں یعنی ایک نماز سے دوسری نماز تک  
جو صغیر و گناہ ہوتے ہیں وہ نماز کی برکت سے معاف ہو جاتے ہیں۔ اُس کے بعد حضور نے ارشاد  
فرمایا مثلاً ایک شخص کا کوئی کارخانہ ہے جس میں وہ کچھ کاروبار کرتا ہے جس کی وجہ سے اس کے بدن  
پر کچھ گرد و غبار میل کچیل لگ جاتا ہے اور اس کے کارخانے اور مکان کے درمیان میں پانچ نہریں  
پڑتی ہیں۔ جب وہ کارخانہ سے گھر جاتا ہے تو ہر نہر پر غسل کرتا ہے۔ اسی طرح سے پانچوں نمازوں کا حال  
ہے کہ جب کبھی درمیانی اوقات میں کچھ خطا اور لغزش وغیرہ ہو جاتی ہے تو نمازوں میں دُعا استغفار  
کرنے سے اللہ جل شانہ بالکل اس کو معاف فرمادیتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود اس  
قسم کی مثالوں سے اس امر کا سمجھا دینا ہے کہ اللہ جل شانہ نے نماز کو گناہوں کی معافی میں بہت  
قوی تاثیر عطا فرمائی ہے اور چونکہ مثال سے بات ذرا اچھی طرح سمجھ میں آ جاتی ہے اس لئے مختلف مثالوں

سے حضور نے اس مضمون کو واضح فرمادیا ہے۔ اللہ جل شانہ کی اس رحمت اور وسعت مغفرت اور لطف و انعام اور کرم سے ہم لوگ فائدہ نہ اٹھائیں تو کسی کا کیا نقصان ہے اپنا ہی کچھ کھوتے ہیں ہم لوگ گناہ کرتے ہیں، نافرمانیاں کرتے ہیں، حکمِ عدولیاں کرتے ہیں تعمیلِ ارشاد میں کوتاہیاں کرتے ہیں اس کا مقتضی یہ تھا کہ قادرِ عادل بادشاہ کے یہاں ضرور سزا ہوتی اور اپنے کئے کو بھگتے مگر اللہ کے کرم کے قربان کہ جس نے اپنی نافرمانیاں اور حکمِ عدولیاں کرنے کی تلافی کا طریقہ بھی بتا دیا اگر ہم اس سے نفع حاصل نہ کریں تو ہماری حماقت ہے۔ حق تعالیٰ شانہ کی رحمت اور لطف تو عطا کے واسطے بہانے ڈھونڈتے ہیں۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص سوتے ہوئے یہ ارادہ کرے کہ تہجد پڑھوں گا اور پھر آنکھ نہ کھلے تو اس کا ثواب اس کو ملے گا اور سونا مفت میں رہا۔ کیا ٹھکانا ہے اللہ کی دین اور عطا کا، اور جو کریم اس طرح عطائیں کرتا ہو اس سے نہ لینا کتنی سخت محرومی اور کتنا زبردست نقصان ہے۔

۵ عَنْ مُحَمَّدٍ كَيْفَةً قَالَ كَانَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ  
أَمْرًا فَرَزَعًا إِلَى الصَّلَاةِ (اخرجه  
احمد والبوداقد وابن جرير كذا

في الدر المنثور)

**ف** : نماز اللہ کی بڑی رحمت ہے اس لئے ہر پریشانی کے وقت میں ادھر متوجہ ہو جائیگا تو اللہ کی رحمت کی طرف متوجہ ہو جانا ہے اور جب رحمتِ الہی مُساعد و مددگار ہو تو پھر کیا مجال ہے کسی پریشانی کی کہ باقی رہے۔ بہت سی روایتوں میں مختلف طور سے یہ مضمون وارد ہوا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو ہر قدم پر حضور کا اتباع فرمانے والے ہیں ان کے حالات میں بھی یہ چیز نقل کی گئی ہے۔ حضرت ابو ذرؓ فرماتے ہیں کہ جب آندھی چلتی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فوراً مسجد میں تشریف لے جاتے تھے اور جب تک آندھی بند نہ ہو جاتی مسجد سے نہ نکلتے۔ اسی طرح جب سورج یا چاند گرہن ہو جاتا تو حضور فوراً نماز کی طرف مُتوجہ ہو جاتے۔ حضرت صہیبؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ پہلے انبیاء کا بھی یہی معمول تھا کہ ہر پریشانی کے وقت نماز کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ سفر میں تھے راستہ میں اطلاع ملی کہ بیٹے کا انتقال ہو گیا۔ اونٹ سے اترے دو رکعت نماز پڑھی پھر انا للہ وانا الیکہ راجعون پڑھا اور پھر فرمایا کہ



ہم نے وہ کیا جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اور قرآن پاک کی آیت **وَأَسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ** تلاوت کی۔ ایک اور قصہ اسی قسم کا نقل کیا گیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ تشریف لے جا رہے تھے راستہ میں ان کے سجائی قُثم کے انتقال کی خبر ملی۔ راستہ سے ایک طرف کو ہو کر اونٹ سے اترے، دو رکعت نماز پڑھی اور التجیات میں بہت دیر تک عاتیں پڑھتے رہے۔ اس کے بعد اٹھے اور اونٹ پر سوار ہوئے اور قرآن پاک کی آیت **وَأَسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ فَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ** تلاوت فرمائی۔ (ترجمہ) اور مدد حاصل کرو صبر کے ساتھ اور نماز کے ساتھ اور بیشک نماز دشوار ضرور ہے مگر جن کے دلوں میں خشوع ہے، ان پر کچھ دشوار نہیں۔ خشوع کا بیان تیسرے باب میں مفصل آ رہا ہے۔ انہیں کا ایک اور قصہ ہے کہ ازواجِ مطہرات میں سے کسی کے انتقال کی خبر ملی تو سجدہ میں گر گئے۔ کسی نے دریافت کیا کہ یہ کیا بات تھی، آپ نے فرمایا کہ حضورؐ کا ہم کو یہی ارشاد ہے کہ جب کوئی حادثہ دیکھو تو سجدہ میں (یعنی نماز میں) مشغول ہو جاؤ اس سے بڑا حادثہ اور کیا ہوگا کہ اُمّ المؤمنینؓ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت جب قریب آیا تو جو لوگ وہاں موجود تھے ان سے فرمایا کہ میں ہر شخص کو اس سے روکتا ہوں کہ وہ مجھے روئے اور جب میری روح نکل جاتے تو ہر شخص وضو کرے اور اچھی طرح سے آداب کی رعایت رکھتے ہوئے وضو کرے پھر مسجد میں جائے اور نماز پڑھ کر میرے واسطے استغفار کرے۔ اس لئے کہ اللہ جلّ شأنہ نے **وَأَسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ** کا حکم فرمایا ہے۔ اس کے بعد مجھے قبر کے گڑھے میں پہنچا دینا حضرت اُمّ کلثومؓ کے خاوند حضرت عبدالرحمنؓ بیمار تھے اور ایک دفعہ ایسی سکتہ کی سی حالت ہو گئی کہ سب نے انتقال ہو جانا تجویز کر لیا۔ حضرت اُمّ کلثومؓ انھیں اور نماز کی نیت باندھ لی۔ نماز سے فارغ ہوئیں تو حضرت عبدالرحمنؓ کو بھی افاقہ ہوا۔ لوگوں سے پوچھا کیا میری حالت موت کی سی ہو گئی تھی۔ لوگوں نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا کہ دو فرشتے میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا کہ چلو احکم الحاکمین کی بارگاہ میں تمہارا فیصلہ ہونا ہے وہ مجھے لے جانے لگے تو ایک تیسرے فرشتے آئے اور ان دونوں سے کہا کہ تم چلے جاؤ یہ ان لوگوں میں ہیں جن کی قسمت میں سعادت اسی وقت لکھ دی گئی تھی جب یہ ماں کے پیٹ میں تھے اور ابھی ان کی اولاد کو ان سے اور فوائد حاصل کرنے ہیں۔ اس کے بعد ایک مہینہ تک حضرت عبدالرحمنؓ زندہ رہے پھر انتقال ہوا۔

حضرت نظرؓ کہتے ہیں کہ دن میں ایک مرتبہ سخت اندھیرا ہو گیا۔ میں دوڑا ہوا حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دریافت کیا کہ حضورؐ کے زمانہ میں بھی کبھی ایسی نوبت آئی ہے۔

انہوں نے فرمایا خدا کی پناہ، مجھ کو رکے زمانہ میں تو خدا بھی ہوا تیر چلتی تھی تو ہم سب سجدولی کو دوڑ جاتے تھے کہ کہیں قیامت تو نہیں آگئی۔ عبداللہ بن سلام کہتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں پر کسی قسم کی تنگی پیش آتی، تو ان کو نماز کا حکم فرمایا کرتے اور یہ آیت تلاوت فرماتے۔ **وَأَمْرُ أَهْلِكَ بِالصَّلَاةِ وَأَصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا الْآيَةُ** اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کرتے رہیے اور خود بھی اس کا اہتمام کیجئے ہم آپ سے روزی کو مانا نہیں چاہتے روزی تو آپ کو ہم دیں گے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جس شخص کو کوئی بھی ضرورت پیش آئے دینی ہو یا دنیوی اس کا تعلق ملک ملک سے ہو یا کسی آدمی سے، اس کو چاہیے کہ بہت اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے پھر اللہ جل شانہ کی حمد و ثنا کرے اور پھر درود شریف پڑھے اس کے بعد یہ دعا پڑھے تو انشاء اللہ اس کی حاجت ضرور پوری ہوگی۔ **دُعَايِهِ** :- **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ أَسْأَلُكَ مُوجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيمَةَ مِنْ كُلِّ بَرٍّ وَتِلْكَ مِنْ كُلِّ إِثْمٍ لَا تَدْعُ لِي ذَنْبًا إِلَّا أَغْفَرْتَهُ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ وَلَا هَمًّا إِلَّا أَفْرَجْتَهُ وَلَا حَاجَةَ لَكَ رِضًا إِلَّا أَقْضَيْتَهَا يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ**

وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے حاجتیں نماز کے ذریعہ طلب کی جاتی ہیں اور پہلے لوگوں کو جب کوئی حادثہ پیش آتا تھا وہ نماز ہی کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ جس پر بھی کوئی حادثہ گذرتا وہ جلدی سے نماز کی طرف رجوع کرتا۔ کہتے ہیں کوفہ میں ایک قلی تھا جس پر لوگوں کو بہت اعتماد تھا۔ امین ہونے کی وجہ سے تاجروں کا سامان روپیہ وغیرہ بھی لے جاتا۔ ایک مرتبہ وہ سفر میں جا رہا تھا۔ راستہ میں ایک شخص اس کو ملا۔ پوچھا کہاں کا ارادہ ہے۔ قلی نے کہا فلاں شہر کا۔ وہ کہنے لگا کہ مجھے بھی جانا ہے۔ میں پاؤں چل سکتا تو تیرے ساتھ ہی چلتا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک دینار کرایہ پر مجھے فخر پر سوار کر لے۔ قلی نے اس کو منظور کر لیا وہ سوار ہو گیا۔ راستہ میں ایک دوسرا ملا۔ سوار نے پوچھا کہ دھر کو چلنا چاہیے۔ قلی نے شارع عام کا راستہ بتایا۔ سوار نے کہا یہ دوسرا راستہ قریب کا ہے اور جانور کے لئے بھی سہولت کا ہے کہ سبزہ اس پر خوب ہے۔ قلی نے کہا میں نے یہ راستہ دیکھا نہیں۔ سوار نے کہا میں بارہا اس راستہ پر چلا ہوں۔ قلی نے کہا اچھی بات ہے اسی راستہ کو چلے۔ تھوڑی دور چل کر وہ راستہ ایک وحشت ناک جنگل پر ختم ہو گیا جہاں بہت سے مردے پڑے تھے۔ وہ شخص سواری سے اترا اور کمر سے خنجر نکال کر قلی کے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔

قلی نے کہا کہ ایسا نہ کر۔ یہ خچر اور سامان سب کچھ لے لے یہی تیرا مقصود ہے مجھے قتل نہ کر۔ اس نے نہ مانا اور قسم کھالی کہ پہلے تجھے ماروں گا پھر یہ سب کچھ لوں گا۔ اس نے بہت عاجزی کی مگر اُس عالم نے ایک بھی نہ مانی۔ قلی نے کہا اچھا مجھے دو رکعت آخری نماز پڑھنے دے۔ اُس نے قبول کیا اور ہنس کر کہا۔ جلدی سے پڑھ لے ان مردوں نے بھی یہی درخواست کی تھی مگر اُن کی نماز نے کچھ بھی کام نہ دیا۔ اس قلی نے نماز شروع کی۔ اَلْحَمْدُ شَرِیف پڑھ کر سورت بھی یاد نہ آئی۔ اُدھر وہ ظالم کھڑا تقاضا کر رہا تھا کہ جلدی ختم کر۔ بے اختیار اُسکی زبان پر یہ آیت جاری ہوئی۔ اَمَنْ يُّجِيبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَا۔ الایۃ۔ یہ پڑھ رہا تھا اور رو رہا تھا کہ ایک سوار نمودار ہو جس کے سر پر چمکتا ہوا خود (لوہے کی ٹوپی) تھا اُس نے نیزہ مار کر اُس ظالم کو ہلاک کر دیا۔ جس جگہ وہ ظالم مر کر گیا، اُگ کے شعلے اُس جگہ سے اُٹھنے لگے۔ یہ نمازی بے اختیار سجدہ میں گر گیا۔ اللہ کا شکر ادا کیا۔ نماز کے بعد اُس سوار کی طرف دوڑا، اُس سے پوچھا کہ خدا کے واسطے اتنا بتا دو کہ تم کون ہو کیسے آئے۔ اُس نے کہا کہ میں اَمَنْ يُّجِيبُ الْمُضْطَرَّ کا غلام ہوں۔ اب تم مامون ہو جہاں چاہے جاؤ۔ یہ کہہ کر چلا گیا۔ درحقیقت نماز ایسی ہی بڑی دولت ہے کہ اللہ کی رضا کے علاوہ دنیا کے مصائب سے بھی اکثر نجات کا سبب ہوتی ہے، اور سکونِ قلب تو حاصل ہوتا ہی ہے۔ ابنِ سیرین کہتے ہیں کہ اگر مجھے جنت کے جانے میں اور دو رکعت نماز پڑھنے میں اختیار دے دیا جائے تو میں دو رکعت ہی کو اختیار کروں گا۔ اس لئے کہ جنت میں جانا میری اپنی خوشی کے واسطے ہے اور دو رکعت نماز میں میرے مالک کی رضا ہے، حضور کا ارشاد ہے۔ بڑا قابلِ رشک ہے وہ مسلمان جو ہلکا پھلکا ہو (یعنی اہل و عیال کا زیادہ بوجھ نہ ہو) نماز سے وافر حصہ اس کو ملا ہو۔ روزی صرف گناہ سے بچنے قابل ہو جس پر صبر کر کے عمر گزار دے۔ اللہ کی عبادت اچھی طرح کرتا ہو۔ گناہی میں پڑا ہو۔ جلدی سے مر جاوے۔ نہ میراث زیادہ ہو نہ رونے والے زیادہ ہوں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اپنے گھر میں نماز کثرت سے پڑھا کر دو گھر کی خیریں اضافہ ہو گا۔

ابو مسلم کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوالانبارؓ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ مسجد میں تشریف فرما تھے میں نے عرض کیا کہ مجھ سے ایک صاحب نے آپ کی طرف سے یہ حدیث نقل کی ہے

عَنْ ابْنِ مُسْلِمٍ قَالَ قَالَ  
دَخَلْتُ عَلَى ابْنِ اِمَامَةِ وَهْبٍ  
الْمَسْجِدِ فَقُلْتُ يَا اَبَا اِمَامَةَ اِنَّ  
رَجُلًا حَدَّثَنِي مِنْكَ اَنَّكَ سَمِعْتَ

لفظہ المہملہ جامع الصغیر ۱۵ ایضاً۔



رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَقُولُ مَنْ تَوَضَّأَ فَاسْتَبْعَ الْوُضُوءَ  
غَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ وَمَسَحَ عَلَى  
رَأْسِهِ وَأَذُنَيْهِ تَوَقَّاهُ إِلَى صَلَوةٍ  
مَفْرُوضَةٍ غَفَرَ اللَّهُ لَهُ فِي ذَلِكَ  
الْيَوْمِ مَا مَشَتْ إِلَيْهِ رِجْلُهُ وَ  
قَبِضَتْ عَلَيْهِ يَدَاهُ وَسَمِعَتْ إِلَيْهِ  
أَذْنَاهُ وَنَظَرَتْ إِلَيْهِ عَيْنَاهُ وَحَدَّثَ  
بِهِ نَفْسُهُ مِنْ سُوءٍ فَقَالَ وَاللَّهِ  
لَقَدْ سَيِّفَتْهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَارًا.

کہ آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے  
یہ ارشاد سنا ہے جو شخص اچھی طرح وضو کرے  
اور پھر فرض نماز پڑھے تو حق تعالیٰ اجل شانہ  
اس دن وہ گناہ جو چلنے سے ہوتے ہوں اور  
وہ گناہ جن کو اس کے ہاتھوں نے کیا ہو اور  
وہ گناہ جو اس کے کانوں سے صادر ہوئے  
ہوں اور وہ گناہ جن کو اس نے آنکھوں سے  
کیا ہو اور وہ گناہ جو اس کے دل میں پیدا  
ہوتے ہوں سب کو معاف فرمادیتے ہیں۔  
حضرت ابوامامہؓ نے فرمایا کہ میں نے یہ مضمون  
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی دفنہ سنا ہے

(رواہ احمد والغالب علی سندہ الحسن وتقدم له شواہد فی الوضوء  
کذا فی الترغیب قلت وقد روی معنی الحدیث عن ابی امامہ  
بطریق فی مجمع الزوائد)

**ف** یہ مضمون بھی کئی صحابہؓ سے نقل کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ حضرت ابوسریحہؓ حضرت  
انسؓ حضرت عبداللہؓ صناعیؓ حضرت عمرو بن عبسہؓ وغیرہ حضرات سے مختلف الفاظ کے ساتھ متعدد  
روایات میں ذکر کیا گیا ہے اور جو حضرات اہل کشف ہوتے ہیں ان کو گناہوں کا زائل ہو جانا محسوس  
بھی ہو جاتا ہے چنانچہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ مشہور ہے کہ وضو کا پانی گرتے ہوئے یہ محسوس  
فرمالتے تھے کہ کونسا گناہ اس میں دھل رہا ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں نبی  
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی نقل کیا گیا ہے کہ کسی شخص کو اس بات سے مغرور نہیں ہونا چاہیے  
اس کا مطلب یہ ہے کہ اس گنہگار پر کہ نماز سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں گناہوں پر جرأت نہیں کرنا  
چاہیے۔ اس لئے کہ ہم لوگوں کی نماز اور عبادات جیسی ہوتی ہیں ان کو اگر حق تعالیٰ اجل شانہ اپنے لطف  
و کرم سے قبول فرمائیں تو ان کا لطف احسان و انعام ہے ورنہ ہماری عبادتوں کی حقیقت ہمیں خوب  
معلوم ہے۔ اگرچہ نماز کا یہ اثر ضروری ہے کہ اس سے گناہ معاف ہوتے ہیں مگر ہماری نماز بھی اس

قابل ہے اس کا علم اللہ ہی کو ہے اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ اس وجہ سے گناہ کرنا کہ میرا مالک کریم ہے معاف کرنے والا ہے انتہائی بے غیرتی ہے۔ اس کی مثال تو ایسی ہوتی کہ کوئی شخص یوں کہے کہ اپنے ان بیٹوں سے جو فلاں کام کریں درگزر کرتا ہوں تو وہ نالائق بیٹے اس وجہ سے کہ باپ نے درگزر کرنے کو کہہ دیا ہے جان جان کر اس کی نافرمانیاں کریں۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک قبیلہ کے دو صحابی ایک ساتھ مسلمان ہوئے اُن میں سے ایک صاحب جہلو میں شہید ہو گئے اور دوسرے صاحب کا ایک سال بعد انتقال ہوا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ وہ صاحب جن کا ایک سال بعد انتقال ہوا تھا اُن شہید سے بھی پہلے جنت میں داخل ہو گئے تو مجھے بڑا تعجب ہوا کہ شہید کا درجہ تو بہت اونچا ہے وہ پہلے جنت میں داخل ہوتے ہیں نے حضورؐ سے خود عرض کیا یا کسی اور نے عرض کیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جن صاحب کا بعد میں انتقال ہوا انکی نیکیاں نہیں دیکھتے کتنی زیادہ ہو گئیں ایک رمضان المبارک کے پورے روزے بھی اُن کے زیادہ ہوتے اور

وہ پہلے جنت میں داخل ہو گئے تو مجھے بڑا تعجب ہوا کہ شہید کا درجہ تو بہت اونچا ہے وہ پہلے جنت میں داخل ہوتے ہیں نے حضورؐ سے خود عرض کیا یا کسی اور نے عرض کیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جن صاحب کا بعد میں انتقال ہوا انکی نیکیاں نہیں دیکھتے کتنی زیادہ ہو گئیں ایک رمضان المبارک کے پورے روزے بھی اُن کے زیادہ ہوتے اور

عَنْ ابْنِ مَرْثُورَةَ قَالَ كَانَ رَجُلَانِ مِنْ بَلْعِ حَيٍّ مِنْ قُضَاعَةَ اسْلَمَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَشْهَدَا أَحَدُهُمَا وَآخِرُ الْآخِرِ سَنَةً قَالَ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدٍ اللَّهُ فَرَأَيْتُ الْمُؤَخَّرَ مِنْهُمَا أُدْخِلَ الْجَنَّةَ قَبْلَ الشَّهِيدِ فَتَعَجَّبْتُ لِذَلِكَ فَأَصْبَحْتُ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ ذَكَرَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَدْ صَامَ بَعْدَهُ رَمَضَانَ وَصَلَّى سِتَّةَ آلاَفٍ رَكْعَةً وَكَذَا وَكَذَا رَكْعَةً صَلَوةً سَنَةً.

چھ ہزار اور اتنی اتنی رکعتیں نماز کی ایک سال میں اُن کی بڑھ گئیں۔

رواہ احمد باسناد حسن ورواہ ابن ماجہ وابن حبان فی صحیحہ والبیہقی کلہم عن طلحة بنحوه اطول منه وزاد ابن ماجہ وابن حبان فی اخره فلما بينهما اطول ما بین السماء والارض کذا فی الترغیب ولفظ احمد فی النسخة التي بایدینا و کذا ذکر رکعة بلفظ ادو فی الدر اخرجہ ملائک و احمد والنسائی وابن خزيمة والحاکم وصححه والبیہقی فی شعب الايمان عن عامر بن سعد قال سمعت سعدا و ناسا من الصحابة يقولون کان رجلان اخران فی عهد رسول الله ﷺ علیه

مسلم وکان احدهما افضل من الآخر فتوفي الذي هو افضلهما ثلث عشر ليلة  
بعده اربعين ليلة الحديث وقد اخرج ابو داود بمعنی حديث الباب من حديث  
عبيد بن خالد بلفظ قتل احدهما ومات الآخر بعده بجمعة الحديث

**ف** اگر ایک سال کے تمام مہینے انیس دن کے لگاتے جاتیں اور صرف فرض اور وتر کی  
بیس رکعتیں شمار کی جاتیں تب بھی چھ ہزار نو سو ساٹھ رکعتیں ہوتی ہیں اور جتنے مہینے تیس دن کے  
ہوں گے بیس بیس رکعتوں کا اضافہ ہوتا رہے گا اور سنتیں اور نوافل بھی شمار کئے جاتیں تو کیا ہی پوچھنا  
ابن ماجہ میں یہ قصہ اور بھی مفصل آیا ہے۔ اس میں حضرت طلحہ جو خواب دیکھنے والے ہیں  
وہ خود بیان کرتے ہیں کہ ایک قبیلہ کے دو آدمی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک  
ساتھ آئے اور اکٹھے ہی مسلمان ہوئے۔ ایک صاحب بہت زیادہ مستعد اور ہمت والے تھے  
وہ ایک لڑائی میں شہید ہو گئے اور دوسرے صاحب کا ایک سال بعد انتقال ہوا، میں نے خواب میں دیکھا کہ  
میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوں اور وہ دونوں صاحب بھی وہاں ہیں، اندر سے ایک شخص آئے اور ان  
صاحب کو جن کا ایک سال بعد انتقال ہوا تھا اندر جانے کی اجازت ہو گئی اور جو صاحب شہید ہوئے تھے  
وہ کھڑے رہ گئے، تھوڑی دیر بعد پھر اندر سے ایک شخص آئے اور ان شہید کو بھی اجازت ہو گئی اور  
مجھ سے یہ کہا کہ تمھارا ابھی وقت نہیں آیا تم واپس چلے جاؤ۔ میں نے صبح کو لوگوں سے اپنے خواب  
کا تذکرہ کیا۔ سب کو اس پر تعجب ہوا کہ ان شہید کو بعد میں اجازت کیوں ہوئی ان کو تو پہلے  
ہونی چاہیے تھی۔ آخر حضور سے لوگوں نے اس کا تذکرہ کیا تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ اس میں تعجب  
کی کیا بات ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ شہید بھی ہوئے اور بہت زیادہ مستعد اور  
ہمت والے بھی تھے اور جنت میں یہ دوسرے صاحب پہلے داخل ہو گئے۔ حضور نے ارشاد فرمایا  
کیا انہوں نے ایک سال عبادت زیادہ نہیں کی، عرض کیا، بیشک کی۔ ارشاد فرمایا، کیا انہوں نے  
پورے ایک رمضان کے روزے ان سے زیادہ نہیں رکھے عرض کیا گیا بیشک رکھے۔ ارشاد فرمایا  
کیا انہوں نے اتنے اتنے سجدے ایک سال کی نمازوں کے زیادہ نہیں کئے۔ عرض کیا گیا بیشک  
کئے۔ حضور نے فرمایا پھر ان دونوں میں آسمان زمین کا فرق ہو گیا۔ آھ

اس نوع کے قصے کئی لوگوں کے ساتھ پیش آتے۔ ابو داؤد شریف میں دو صحابہ کا قصہ اسی قسم  
کا صرف آٹھ دن کے فرق سے ذکر کیا گیا ہے کہ دوسرے صاحب کا انتقال ایک ہفتہ بعد ہوا پھر  
بھی وہ جنت میں پہلے داخل ہو گئے۔ حقیقت میں ہم لوگوں کو اس کا اندازہ نہیں کہ نماز کتنی قیمتی



چیز ہے۔ آخر کوئی بات تو ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں بتلائی ہے۔ حضور کی آنکھ کی ٹھنڈک جو انتہائی محبت کی علامت ہے معمولی چیز نہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ دو بھائی تھے ان میں سے ایک چالیس روز پہلے انتقال کر گئے۔ دوسرے بھائی کا چالیس روز بعد انتقال ہوا۔ پہلے بھائی زیادہ بزرگ تھے۔ لوگوں نے اُن کو بہت بڑھانا شروع کر دیا۔ حضور نے ارشاد فرمایا کیا دوسرے بھائی مسلمان نہ تھے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ بیشک مسلمان تھے مگر معمولی درجہ میں تھے۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں کیا معلوم کہ ان چالیس دن کی نمازوں نے اُن کو کس درجہ تک پہنچا دیا ہے۔ نماز کی مثال ایک میٹھی اور گہری نہر کی سی ہے جو دروازہ پر جاری ہو اور آدمی پانی دفعہ اس میں نہاتا ہو تو اس کے بدن پر کیا میل رہ سکتا ہے اس کے بعد پھر دوبارہ حضور نے فرمایا کہ تمہیں کیا معلوم کہ اس کی نمازوں نے جو بعد میں پڑھی گئیں اس کو کس درجہ تک پہنچا دیا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب نماز کا وقت آتا ہے تو ایک فرشتہ اعلان کرتا ہے کہ اے آدم کی اولاد اٹھو اور جہنم کی اس آگ کو جسے تم نے گناہوں کی بدولت اپنے اوپر جلانا شروع کر دیا ہے بچھاؤ چنانچہ (دیندار لوگ) اُٹھتے ہیں وضو کرتے ہیں ظہر کی نماز پڑھتے ہیں جبکی وجہ سے اُنکے گناہوں کی (صبح سے ظہر تک کی) مغفرت کر دی جاتی ہے اسی طرح پھر عصر کے وقت پھر مغرب کے وقت پھر عشاء کے وقت (غرض ہر نماز کے وقت یہی صورت ہوتی ہے) عشاء کے بعد لوگ سوتے ہیں مشغول ہو جاتے ہیں اس کے بعد اندھیری

۸ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ يُبْعَثُ مَسَادٌ عِنْدَ حَضْرَةِ كُلِّ صَلَاةٍ يَقُولُ يَا بَنِي آدَمَ قُومُوا فَأَطِئُوا مَا أَوْقَدْتُكُمْ عَلَى الْفُجِئِكُمْ فَيَقُومُونَ فَيُطَهَّرُونَ وَيُصَلُّونَ الظُّهْرُ فَيَغْفِرُ لَهُمْ مَا بَيْنَهُمَا فَإِذَا حَضَرَتِ الْعَصْرُ فَيُسَلُّ ذَلِكَ فَإِذَا حَضَرَتِ الْمَغْرِبُ فَيُسَلُّ ذَلِكَ فَإِذَا حَضَرَتِ الْعَتَمَةُ فَيُسَلُّ ذَلِكَ فَيَنَامُونَ مُذْلَجٌ فِي خَيْرٍ وَمُذْلَجٌ فِي شَرٍّ رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ كَذَا

فی الترغیب

میں بعض لوگ برائیوں (زنا کاری بدکاری چوری وغیرہ) کی طرف چل دیتے ہیں اور بعض لوگ بھلائیوں (نماز وظیفہ ذکر وغیرہ) کی طرف چلنے لگتے ہیں۔

لِإِقْدَالِ النَّزْدِيِّ رَوَاهُ مَالِكٌ وَالْفَقْطَرُ وَاحْمَدُ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ حَزِيمَةَ فِي صَحِيحِهِ

**ف** : حدیث کی کتابوں میں بہت کثرت سے یہ مضمون آیا ہے کہ اللہ جلّ شانہ اپنے لطف سے نماز کی بدولت گناہوں کو معاف فرماتے ہیں اور نماز میں چونکہ استغفار خود موجود ہے جیسا کہ اوپر گذرا اسلئے صغیرہ اور کبیرہ ہر قسم کے گناہ اس میں داخل ہو جاتے ہیں بشرطیکہ دل سے گناہوں پر بندہ ہو۔ خود حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے : **اقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النِّهَارِ وَزُلْفَا مِّنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ** جیسا کہ حدیث ۱۲ میں گذرا ۔

حضرت سلمانؓ ایک بڑے مشہور صحابی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب عشاء کی نماز ہو لیتی ہے تو تمام آدمی تین جماعتوں میں منقسم ہو جاتے ہیں۔ ایک وہ جماعت ہے جس کے لئے یہ رات نعمت ہے اور کمائی ہے اور بھلائی ہے یہ وہ حضرات ہیں جو رات کی فرصت کو غنیمت سمجھتے ہیں اور جب لوگ اپنے اپنے راحت و آرام اور سونے میں مشغول ہو جاتے ہیں تو یہ لوگ نماز میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ ان کی رات اُن کے لئے اجر و ثواب بن جاتی ہے۔ دوسری وہ جماعت ہے جس کیلئے رات وبال ہے عذاب ہے یہ وہ جماعت ہے جو رات کی تنہائی اور فرصت کو غنیمت سمجھتی ہے اور گناہوں میں مشغول ہو جاتی ہے اُن کی رات اُن پر وبال بن جاتی ہے۔ تیسری وہ جماعت ہے جو عشاء کی نماز پڑھ کر سو جاتی ہے اس کے لئے نہ وبال ہے نہ کمائی نہ کچھ گناہ آیا ہے۔

مُضْمَر کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے یہ فرمایا کہ میں نے تمہاری اُمت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور اس کام میں نے اپنے لئے عہد کر لیا ہے کہ جو شخص ان پانچوں نمازوں کو اُن کے وقت پڑا کرے گا اہتمام کرے اس کو اپنی ذمہ داری پر جنت میں داخل کروں گا اور جو ان نمازوں کا اہتمام نہ کرے تو مجھ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں۔

⑨ عَنْ ابْنِ مَقَادَةَ بْنِ رِبْعِي قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى إِنِّي أَفْتَرَضْتُ عَلَى أُمَّتِكَ خَمْسَ صَلَوَاتٍ وَعَهْدْتُ عِنْدِي عَهْدًا أَنَّهُ مَنُ حَافِظًا عَلَيْهِنَّ لَوْ قَتَلَتْهُ الْجَنَّةُ فِي عَهْدِي وَمَنُ لَعُ رُحِ حَافِظًا عَلَيْهِنَّ فَلَا عَهْدَ لَهُ عِنْدِي۔

(کذا فی الدر المنثور بروایت ابی داؤد وابن ماجہ وفيه ايضا اخرج مالك و ابن ابی شیبہ و احمد و ابو داؤد و النسائی و ابن ماجہ و ابن حبان و البیهقی عن عبادة بن الصامت فذكر معنى حديث الباب مرفوعاً باطول منه)

**ف** : ایک دوسری حدیث میں یہ مضمون اور وضاحت سے آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے پانچ

نمازیں فرض فرمائی ہیں جو شخص ان میں لاپرواہی سے کسی قسم کی کوتاہی نہ کرے۔ اچھی طرح وضو کرے اور قوت پراد کرے خشوع و خضوع سے پڑھے۔ حق تعالیٰ شانہ کا عہد ہے کہ اس کو جنت میں ضرور داخل فرمائیں گے اور جو شخص ایسا نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی عہد اُس سے نہیں، چاہے اس کی مغفرت فرمائیں چاہے عذاب دیں۔ کتنی بڑی فضیلت ہے نماز کی کہ اس کے اہتمام سے اللہ کے عہد میں اور ذمہ داری میں آدمی داخل ہو جاتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی معمولی سا حاکم یا دولت مند کسی شخص کو اطمینان دلا دے یا کسی مطالبہ کا ذمہ دار ہو جائے یا کسی قسم کی ضمانت کر لے تو وہ کتنا مطمئن اور خوش ہوتا ہے اور اُس حاکم کا کس قدر احسان مند اور گرویدہ بن جاتا ہے۔ یہاں ایک معمولی عبادت پر جس میں کچھ مشقت بھی نہیں ہے مالکُ الملک دو جہاں کا بادشاہ عہد کرتا ہے پھر بھی لوگ اس چیز سے غفلت اور لاپرواہی کرتے ہیں۔ اس میں کسی کا کیا نقصان ہے، اپنی ہی کم نصیبی اور اپنا ہی ضرر ہے۔

(۱۰) عَنْ ابْنِ سَلَمَانَ أَنَّ رَجُلًا  
مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُ قَالَ لَمَّا فَتَحْنَا  
حَيْبَرَ أَخْرَجُوا غَنَائِهِمْ مِّنَ  
الْمَتَاعِ وَالسَّبِيحِ فَجَعَلَ النَّاسُ  
يَتَّبِعُونَ غَنَائِهِمْ فَجَاءَ رَجُلٌ  
فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَقَدْ رِبَحْتُ رِبْحًا  
مَّارِيعَ الْيَوْمِ مِثْلَهُ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ  
الْوَادِي قَالَ وَيْحَكَ وَمَا رِبِحُكَ قَالَ  
مَا زِلْتُ أَبِيعُ وَأَبْتَاعُ حَتَّى رِبِحْتُ  
ثَلَاثِينَ أُوقِيَةً فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَنْبِئُكَ  
بِخَيْرِ رِبْحٍ قَالَ مَا هُوَ يَا رَسُولَ  
اللَّهِ قَالَ دُرْعَتَيْنِ بَعْدَ الصَّلَاةِ

اخرجه ابو داؤد وسكت عنه المنذرى  
بتاؤں انہوں نے عرض کیا حضور ضرور بتائیں۔ ارشاد فرمایا کہ فرض نماز کے بعد دو رکعت نفل۔



**ف** : ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے اور ایک درہم تقریباً چار آنہ کا۔ تو اس حساب سے تین ہزار روپیہ ہوا۔ جس کے مقابلہ میں دو جہان کے بادشاہ کا ارشاد ہے کہ یہ کیا نفع ہوا۔ حقیقی نفع وہ ہے جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہنے والا اور کبھی نہ ختم ہونے والا ہے اگر حقیقت میں ہم لوگوں کے ایمان ایسے ہی ہو جائیں اور دو رکعت نماز کے مقابلہ میں تین ہزار روپے کی وقعت نہ رہے تو پھر واقعی زندگی کا لطف سے اور حق یہ ہے کہ نماز ہے ہی ایسی دولت۔ اسی وجہ سے حضور اقدس ﷺ نے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں بتلائی ہے اور وصال کے وقت آخری وصیت جو فرمائی ہے اس میں نماز کے اہتمام کا حکم فرمایا ہے (کنز العمال، متعدد حدیثوں میں اس کی وصیت مذکور ہے) مجملہ ان کے حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ آخری وقت میں جب زبان مبارک سے پورے لفظ نہیں نکل رہے تھے اس وقت بھی حضور اقدس ﷺ نے نماز اور غلاموں کے حقوق کی تاکید فرمائی تھی۔ حضرت علیؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا کہ آخری کلام حضور اقدس ﷺ اللہ علیہ وسلم کا نماز کی تاکید اور غلاموں کے بارے میں اللہ سے ڈرنے کا حکم تھا (جامع صغیر) حضور اقدس ﷺ نے نجد کی طرف ایک مرتبہ ہجرت کے لئے لشکر بھیجا جو بہت ہی جلد ہی واپس لوٹ آیا اور ساتھ ہی بہت سا مال غنیمت لے کر آیا۔ لوگوں کو بڑا تعجب ہوا کہ اتنی ذرا سی مدت میں ایسی بڑی کامیابی اور مال و دولت کے ساتھ واپس آگیا۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں اس سے بھی کم وقت میں اس مال سے بہت زیادہ غنیمت اور دولت کمانے والی جماعت بتاؤں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو صبح کی نماز میں جماعت میں شریک ہوں اور آفتاب نکلنے تک اسی جگہ بیٹھے رہیں۔ آفتاب نکلنے کے بعد (جب مکروہ وقت جو تقریباً بیس منٹ رہتا ہے نکل جائے) تو دو رکعت (اشراق کی) نماز پڑھیں۔ یہ لوگ بہت تھوڑے سے وقت میں بہت زیادہ دولت کمانے والے ہیں۔ حضرت شقیق بلخی مشہور صوفی اور بزرگ ہیں فرماتے ہیں کہ ہم نے پانچ چیزیں تلاش کیں ان کو پانچ جگہ پایا۔ روزی کی برکت چاشت کی نماز میں ملی اور قبر کی روشنی تہجد کی نماز میں ملی۔ منکر نکیر کے سوال کا جواب طلب کیا تو اس کو قرأت میں پایا اور پل صراط کا سہولت سے پار ہونا روزہ اور صدقہ میں پایا اور عرش کا سایہ خلوت میں پایا (نزہۃ المجالس) حدیث کی کتابوں میں نماز کے بارے میں بہت ہی تاکید اور بہت سے فضائل وارد ہوئے ہیں ان سب کا احاطہ کرنا مشکل ہے بزرگ چند احادیث کا صرف ترجمہ لکھا جاتا ہے۔

(۱) حضور کا ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہ نے میری امت پر سب چیزوں سے پہلے نماز فرض کی

اور قیامت میں سب سے پہلے نماز ہی کا حساب ہوگا (۲) نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو (۳) آدمی کے اور شرک کے درمیان نماز ہی حائل ہے (۴) اسلام کی علامت نماز ہے جو شخص دل کو فارغ کر کے اور اوقات اور مستحبات کی رعایت رکھ کر نماز پڑھے وہ مومن ہے (۵) حق تعالیٰ شانہ نے کوئی چیز ایمان اور نماز سے افضل فرض نہیں کی اگر اس سے افضل کسی اور چیز کو فرض کرتے تو فرشتوں کو یہاں حکم دیتے، فرشتے دن رات کوئی رکوع میں ہے کوئی سجدے میں (۶) نماز دین کا ستون ہے (۷) نماز شیطان کا منہ کالا کرتی ہے (۸) نماز مومن کا نور ہے (۹) نماز افضل چہاد ہے (۱۰) جب آدمی نماز میں داخل ہوتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ اس کی طرف پوری توجہ فرماتے ہیں جب وہ نماز سے ہٹ جاتا ہے تو وہ بھی توجہ ہٹا لیتے ہیں (۱۱) جب کوئی آفت آسمان سے اترتی ہے تو مسجد کے آباد کرنے والوں سے ہٹ جاتی ہے (۱۲) اگر آدمی کسی وجہ سے جہنم میں جاتا ہے تو اس کی آگ سجدے کی جگہ کو نہیں کھاتی (۱۳) اللہ نے سجدہ کی جگہ کو آگ پر حرام فرما دیا ہے (۱۴) سب سے زیادہ پسندیدہ عمل اللہ کے نزدیک وہ نماز ہے جو وقت پر پڑھی جاتے (۱۵) اللہ جل شانہ کو آدمی کی ساری حالتوں میں سب سے زیادہ پسند یہ ہے کہ اس کو سجدہ میں پڑا ہوا دیکھیں کہ پیشانی زمین سے رگڑ رہا ہے (۱۶) اللہ جل شانہ کے ساتھ آدمی کو سب سے زیادہ قرب سجدہ میں ہوتا ہے (۱۷) جنت کی کنجیاں نماز ہیں (۱۸) جب آدمی نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اللہ جل شانہ کے اور اس نماز کے درمیان پردے ہٹ جاتے ہیں جب تک کہ کھانسی وغیرہ میں مشغول نہ ہو (۱۹) نمازی شہنشاہ کا دروازہ کھٹکاتا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جو دروازہ کھٹکاتا ہی رہے تو کھلتا ہی ہے (۲۰) نماز کا مرتبہ دین میں ایسا ہی ہے جیسا کہ سر کا درجہ ہے بدن میں (۲۱) نماز دل کا نور ہے جو اپنے دل کو نورانی بنانا چاہے (نماز کے ذریعہ سے) بنائے (۲۲) جو شخص اچھی طرح وضو کرے اس کے بعد خشوع و خضوع سے دو یا چار رکعت نماز فرض یا نفل پڑھ کر اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہے اللہ تعالیٰ شانہ معاف فرمادیتے ہیں (۲۳) زمین کے جس حصہ پر نماز کے ذریعہ سے اللہ کی یاد کی جاتی ہے وہ حصہ زمین کے دوسرے محلوں پر فخر کرتا ہے (۲۴) جو شخص دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا مانگتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ وہ دعا قبول فرمالتے ہیں خواہ فوراً ہو یا کسی مصلحت سے کچھ دیر کے بعد مگر قبول ضرور فرماتے ہیں (۲۵) جو شخص تنہائی میں دو رکعت نماز پڑھے جس کو اللہ اور اس کے فرشتوں کے سوا کوئی نہ دیکھے تو اس کو جہنم کی آگ سے بری ہونے کا پروانہ مل جاتا

ہے (۲۶) جو شخص ایک فرض نماز ادا کرے اللہ جلّ شانہ کے یہاں ایک مقبول دعا اُس کی ہو جاتی ہے  
 (۲۷) جو پانچوں نمازوں کا اہتمام کرتا رہے اُن کے رُکوع و سُجود اور وضو وغیرہ کو اہتمام کے ساتھ اچھی طرح  
 سے پورا کرتا رہے جنت اس کے لئے واجب ہو جاتی ہے اور دوزخ اس پر حرام ہو جاتی ہے (۲۸)  
 مسلمان جب تک پانچوں نمازوں کا اہتمام کرتا رہتا ہے شیطان اس سے ڈرتا رہتا ہے اور جب وہ  
 نمازوں میں کوتاہی کرنے لگتا ہے تو شیطان کو اس پر خجرات ہو جاتی ہے اور اس کے بہکانے کی طمع کرنے  
 لگتا ہے (۲۹) سب سے افضل عمل اول وقت نماز پڑھنا ہے (۳۰) نماز ہر شعبی کی قربانی ہے  
 (۳۱) اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ نماز کو اول وقت پڑھنا ہے (۳۲) صبح کو جو  
 شخص نماز کو جاتا ہے اس کے ہاتھ میں ایمان کا جھنڈا ہوتا ہے اور جو بازار کو جاتا ہے اُس کے ہاتھ میں  
 شیطان کا جھنڈا ہوتا ہے (۳۳) ظہر کی نماز سے پہلے چار رکعتوں کا ثواب ایسا ہے جیسا کہ تہجد کی چار  
 رکعتوں کا (۳۴) ظہر سے پہلے چار رکعتیں تہجد کی چار رکعتوں کے برابر شمار ہوتی ہیں (۳۵) جب  
 آدمی نماز کو کھڑا ہوتا ہے تو رحمت الہیہ اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے (۳۶) افضل ترین نماز آدمی  
 رات کی ہے مگر اس کے پڑھنے والے بہت ہی کم ہیں (۳۷) میرے پاس حضرت جبریلؑ آتے اور  
 کہنے لگے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خواہ کتنا ہی آپ زندہ رہیں آخر ایک دن مرنا ہے اور جس سے  
 چاہیں محبت کریں آخر ایک دن اُس سے جدا ہونا ہے اور آپ جس قسم کا بھی عمل کریں (بھلا یا برا) اُس  
 کا بدلہ ضرور ملے گا اس میں کوئی تردد نہیں کہ مومن کی شرافت تہجد کی نماز ہے اور مومن کی عزت لوگوں سے  
 اُستغفار ہے (۳۸) آخر رات کی دو رکعتیں تمام دنیا سے افضل ہیں اگر مجھے مشقت کا اندیشہ نہ  
 ہوتا تو اُمت پر فرض کر دیتا (۳۹) تہجد ضرور پڑھا کرو کہ تہجد صاکیں کا طریقہ ہے اور اللہ کے قرب  
 کا سبب ہے تہجد گناہوں سے روکتا ہے اور خطاؤں کی معافی کا ذریعہ ہے اس سے بدن کی تندرستی  
 بھی ہوتی ہے (۴۰) حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے کہ اے آدم کی اولاد تو دن کے شروع میں چار رکعتوں  
 سے عاجز نہ بنو میں تمام دن تیرے کاموں کی کفایت کروں گا۔

**حدیث** کی کتابوں میں بہت کثرت سے نماز کے فضائل اور ترغیبیں ذکر کی گئی ہیں۔ چالیس  
 کے عدد کی رعایت سے لتنے پر کفایت کی گئی کہ اگر کوئی شخص ان کو حفظ یا ذکر لے تو چالیس حدیثیں یاد  
 کرنے کی فضیلت حاصل کر لے گا۔ حق یہ ہے کہ نماز ایسی بڑی دولت ہے کہ اس کی قدر وہی کر سکتا ہے  
 جس کو اللہ جلّ شانہ نے اس کا مزہ چکھا دیا ہو۔ اسی دولت کی وجہ سے حضورؐ نے اپنی آنکھ کی ٹھنڈک  
 اسی میں فرمائی اور اسی لذت کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رات کا اکثر حصہ نماز ہی میں گزار



دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے وقت خاص طور پر نماز کی وصیت فرمائی اور اس کے اہتمام کی تاکید فرمائی۔ مُتَعَدِّدِ احادیث میں ارشادِ نبوی نقل کیا گیا اَتَّقُوا اللَّهَ فِي الصَّلَاةِ نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ تمام اعمال میں مجھے نماز سب سے زیادہ محبوب ہے۔ ایک صحابی فرماتے ہیں کہ میں ایک رات مسجد نبوی پر گذرا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے مجھے بھی شوق ہوا حضور کے پیچھے نیت باندھ لی حضور سورۃ بقرہ پڑھ رہے تھے میں نے خیال کیا کہ تنوایتوں پر رکوع کر دیں گے مگر جب وہ گذر گئیں اور رکوع نہ کیا تو میں نے سوچا دوسرے رکوع کریں گے مگر وہاں بھی نہ کیا تو مجھے خیال ہوا کہ سورت کے ختم ہی پر رکوع کریں گے جب سورت ختم ہوئی تو حضور نے کئی مرتبہ اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ پڑھا اور سورۃ آل عمران شروع کر دی۔ میں سوچ میں پڑ گیا۔ آخر میں نے خیال کیا کہ آخر اس کے ختم پر تو رکوع کریں ہی گئے حضور نے اس کو ختم فرمایا اور تین مرتبہ اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ پڑھا اور سورۃ مائدہ شروع کر دی۔ اس کو ختم کر کے رکوع کیا اور رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ پڑھتے رہے اور اس کے ساتھ کچھ اور بھی پڑھتے رہے جو سمجھ میں نہ آیا۔ اس کے بعد اسی طرح سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ بھی پڑھتے رہے اس کے ساتھ کچھ اور بھی پڑھتے تھے اس کے بعد دوسری رکعت میں سورۃ النعام شروع کر دی۔ میں حضور کے ساتھ نماز پڑھنے کی ہمت نہ کر سکا اور مجبور ہو کر چلا آیا۔ پہلی رکعت میں تقریباً پانچ سی پارے ہوئے اور پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑھنا جو نہایت اطمینان سے بخوبی اور تزیل کے ساتھ ایک ایک آیت جدا جدا کر کے پڑھتے تھے۔ ایسی صورت میں کتنی لابی رکعت ہوئی ہوگی۔ انہیں وجوہ سے آپ کے پاؤں پر نماز پڑھتے پڑھتے ورم آجاتا تھا مگر جس چیز کی لذت دل میں اتر جاتی ہے اس میں مشقت اور تکلیف دشوار نہیں رہتی۔ ابوالفتح سبکی مشہور محدث ہیں۔ ستوبرس کی عمر میں انتقال فرمایا اس پر افسوس کیا کرتے تھے کہ بڑھاپے اور ضعف کی وجہ سے نماز کا لطف جاتا رہا۔ دو رکعتوں میں صرف دو سورتیں سورۃ بقرہ اور سورۃ آل عمران پڑھی جاتی ہیں زیادہ نہیں پڑھا جاتا (تہذیب الثہذیب) یہ دو سورتیں بھی پونے چار پاروں کی ہیں۔ محمد بن سنان فرماتے ہیں کہ کوفہ میں میرا ایک پڑوسی تھا۔ اس کے ایک لڑکا تھا جو دن کو ہمیشہ روزہ رکھتا اور رات بھر نماز میں اور شوقیہ اشعار میں رہتا تھا۔ وہ سوکھ کر ایسا ہو گیا کہ صرف ہڈی اور چمڑہ رہ گیا۔ اس کے والد نے مجھ سے کہا کہ تم اس کو ذرا سمجھاؤ۔ میں ایک مرتبہ اپنے دروازہ پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ سامنے سے گذرا۔ میں نے اُسے بلایا وہ آیا سلام کر کے بیٹھ گیا۔ میں نے کہنا شروع ہی کیا تھا کہ وہ کہنے لگا۔ چچا شاید آپ محنت میں کمی کا مشورہ دیں گے۔ چچا جان میں نے اس

محلے کے چند لڑکوں کے ساتھ یہ طے کیا تھا کہ دیکھیں کون شخص عبادت میں زیادہ کوشش کرے۔ انہوں نے کوشش اور محنت کی اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلا لئے گئے۔ جب وہ بلائے گئے تو بڑی خوشی اور مسرور کے ساتھ گئے۔ ان میں سے میرے سوا کوئی باقی نہیں رہا۔ میرا عمل دن میں دو بار اُن پر ظاہر ہوتا ہو گا وہ کیا کہیں گے جب اس میں کوتاہی پائیں گے۔ چچا جان اُن جوانوں نے بڑے بڑے مجاہدے کئے۔ اُن کی محنتیں اور مجاہدے بیان کرنے لگا جن کو سن کر ہم لوگ متحیر رہ گئے۔ اس کے بعد وہ لڑکا اٹھ کر چلا گیا۔ تیسرے دن ہم نے سنا کہ وہ بھی رخصت ہو گیا۔ **رَحِمَہُ اللہُ رَحْمَۃً وَّاسِعَۃً (نرسبتہ)**۔ اب بھی اس گئے گذلے زمانے میں اللہ کے بندے ایسے دیکھے جاتے ہیں جو رات کا اکثر حصہ نماز میں گزار دیتے ہیں اور دن میں دین کے دوسرے کاموں تبلیغ و تعلیم میں منہمک رہتے ہیں۔ حضرت محمد دُفْلُ ثانیؐ کے نام نہانی سے کون شخص بند وستان میں ناواقف ہو گا اُن کے ایک خلیفہ مولانا عبد الواحد لاہوری نے ایک دن ارشاد فرمایا کیا جنت میں نماز نہ ہوگی کسی نے عرض کیا کہ حضرت جنت میں نماز کیوں ہو وہ تو اعمال کے بدلہ کی جگہ ہے نہ کہ عمل کرنے کی۔ اس پر ایک آٹھ پنی اور رونے لگے اور فرمایا کہ بغیر نماز کے جنت میں کیونکر گذرے گی۔ ایسے ہی لوگوں سے دنیا قائم ہے اور زندگی کو وصول کرنے والی حقیقت میں یہی مبارک ہتھیاں ہیں اللہ جلّ شانہ اپنے لطف اور اپنے پر مرٹنے والوں کے طفیل اس روسیہ کو بھی نواز دے تو اس کے لطف عام سے کیا بعید ہے۔ ایک پر لطف قصہ پر اس فصل کو ختم کرتا ہوں حافظ ابن حجرؒ نے منہیات میں لکھا ہے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے دنیا میں تین چیزیں محبوب ہیں۔ خوشبو، عورتیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے حضورؐ کے پاس چند صحابہؓ تشریف فرما تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ارشاد فرمایا آپ نے سچ فرمایا اور مجھے تین چیزیں محبوب ہیں آپ کے چہرہ کا دیکھنا، اپنے مال کو آپ پر خرچ کرنا اور یہ کہ میری بیٹی آپ کے نکاح میں ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا سچ ہے اور مجھے تین چیزیں محبوب ہیں۔ اُمّ المؤمنینؓ، اُمّ المؤمنینؓ اور اپنے خیمے کاموں کا حکم کرنا اور بڑی باتوں سے روکنا، اور پڑنا کپڑا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا آپ نے سچ کہا اور مجھے تین چیزیں محبوب ہیں، بھوکوں کو کھلانا، تنگوں کو کپڑا پہنانا اور قرآن پاک کی تلاوت کرنا۔ حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا آپ نے سچ فرمایا، اور مجھے تین چیزیں پسند ہیں۔ مہمان کی خدمت، گرمی کا درزہ اور دشمن پر تلوار۔ اتنے میں حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لاتے اور عرض کیا کہ مجھے حق تعالیٰ شانہ نے بھیجا ہے اور فرمایا کہ اگر میں (یعنی جبریل) دنیا والوں میں ہوتا تو بتاؤں مجھے کیا پسند ہوتا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا بتاؤ۔ عرض کیا بھولے ہوؤں کو راستہ بتانا، غریب عبادت کرنے والوں سے محبت رکھنا اور خیال دار



منسلوں کی مدد کرنا اور اللہ جلّ شئہ کو بندوں کی تین چیزیں پسند ہیں۔ (اللہ کی راہ میں ہلاکت کا خرچ کرنا، مال سے ہو یا جان سے) اور گناہ پر (ندامت کے وقت رونا اور فاقہ پر صبر کرنا)۔  
حافظ ابن قیم زاد المعاد میں تحریر فرماتے ہیں کہ نماز روزی کو کھینچنے والی ہے، صحت کی محافظ ہے، بیماریوں کو رفع کرنے والی ہے، دل کو تقویت پہنچاتی ہے، چہرہ کو خوبصورت اور منور کرتی ہے، جان کو جنت پہنچاتی ہے، اعصاب میں نشاط پیدا کرتی ہے، کاہلی کو دفع کرتی ہے، شرع صدر کا سبب ہے، روح کی غذا ہے، دل کو منور کرتی ہے، اللہ کے انعام کی محافظ ہے اور عذاب الہی سے حفاظت کا سبب ہے، شیطان کو دور کرتی ہے اور رحمن سے قرب پیدا کرتی ہے، عرض روح اور بدن کی صحت کی حفاظت میں اس کو خاص دخل ہے اور دونوں چیزوں میں اس کی عجیب تاثیر ہے۔ نیز دنیا اور آخرت کی مضرتوں کے دور کرنے میں اور دونوں جہان کے منافع پیدا کرنے میں اس کو بہت خصوصیت ہے۔

## فصل دوم

### نماز کے چھوڑنے پر جو وعید اور عتاب حدیث میں آیا ہے اس کا بیان

حدیث کی کتابوں میں نماز نہ پڑھنے پر بہت سخت سخت عذاب ذکر کئے گئے ہیں۔ نمونے کے طور پر چند حدیثیں ذکر کی جاتی ہیں۔ سخی خبر دینے والے کا ایک ارشاد بھی سمجھ دار کے لئے کافی تھا۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت کے قربان کہ آپ نے کسی کسی طرح سے اور بار بار اس چیز کی طرف متوجہ فرمایا کہ ان کے نام لیوا ان کی اُمت کہیں اس میں کوتاہی نہ کرنے لگے، پھر افسوس ہے ہمارے حال پر کہ ہم حضور کے اس اہتمام کے باوجود نماز کا اہتمام نہیں کرتے اور بے غیرتی اور بے حیائی سے اپنے کو اُمتی اور مشیع رسول اور اسلام کا دھنی بھی سمجھتے ہیں۔

① عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَمُسْلِمٌ وَقَالَ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ.

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نماز چھوڑنا آدمی کو کفر سے ملا دیتا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ بندہ کو اور کفر کو ملانے والی چیز صرف نماز چھوڑنا ہے ایک جگہ ارشاد ہے کہ ایمان اور کفر کے درمیان نماز چھوڑنے کا فرق ہے۔



(الْبُودُ أَوْ دَوَالِ النَّاسِ وَلَفْظُهُ لَيْسَ بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكَفَرِ إِلَّا تَرَكَ الصَّلَاةَ وَالتَّرْمِذِيُّ وَ  
 لَفْظُهُ قَالَ بَيْنَ الْكَفَرِ وَالْإِيمَانِ تَرَكَ الصَّلَاةَ وَابْنُ مَاجَةَ وَ لَفْظُهُ قَالَ بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ  
 الْكَفَرِ تَرَكَ الصَّلَاةَ كَذَا فِي التَّرْغِيبِ لِلْمُتَذَرِّعِ وَقَالَ السَّيُوطِيُّ فِي الدَّرَرِ الْحَدِيثُ جَابِسَ أَخْرَجَهُ  
 ابْنُ الْحُسَيْنِ وَاحْمَدٌ وَمُسْلِمٌ وَابُدُودٌ وَالتَّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ثُمَّ قَالَ  
 وَآخَرُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ وَاحْمَدٌ وَابُدُودٌ وَالتَّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَابْنُ حَبَانَ  
 وَالْحَاكِمُ وَصَحَّحَهُ عَنْ يُرَيْكِدَةَ مَرْفُوعًا الْعَهْدُ الَّذِي بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلَاةُ فَمَنْ تَرَكَهَا  
 فَقَدْ كَفَرَ)

**ف** : اس قسم کا مضمون اور بھی کئی حدیثوں میں آیا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اگر کے دن نماز  
 جلدی پڑھا کر دیکھو کہ نماز چھوڑنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے یعنی کہیں ایسا نہ ہو کہ اگر کی وجہ سے وقت کا  
 بیت نہ چلے اور نماز قضا ہو جائے اس کو بھی نماز کا چھوڑنا ارشاد فرمایا۔ کتنی سخت بات ہے کہ نبی اکرم  
 صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نماز کے چھوڑنے والے پر کفر کا حکم لگاتے ہیں۔ گو علماء نے اس حدیث کو انکار کے ساتھ  
 مُتَقَدِّم فرمایا ہے مگر حضور کے ارشاد کی فکر اتنی سخت چیز ہے کہ جس کے دل میں ذرا بھی حضور اقدس صَلَّی  
 اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی وقعت اور حضور کے ارشاد کی اہمیت ہوگی اُس کے لئے یہ ارشاد ات نہایت سخت  
 ہیں۔ اس کے علاوہ بڑے بڑے صحابہ جیسا کہ حضرت عمرؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ  
 وغیرہ حضرات کا یہی مذہب ہے کہ بلا عذر جان کر نماز چھوڑنے والا کافر ہے۔ ائمہ میں سے حضرت امام احمد بن  
 حنبلؒ، اسحاق بن راہویہؒ، ابن مبارکؒ کا بھی یہی مذہب نقل کیا جاتا ہے۔ اَللّٰہُمَّ اَحْفَظْنَا مَنَّةً لَّہٗ

حضرت عبادۃؒ کہتے ہیں کہ مجھے میرے محبوب حضور  
 اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سائنیتیں کی ہیں جن  
 میں چار ہیں اول یہ کہ اللہ کا شریک کسی کو نہ بناؤ  
 چاہے تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاویں یا تم جلائیے  
 جاؤ یا تم سولی پر چڑھا دیئے جاؤ۔ دوسری یہ کہ جان کر  
 نماز نہ چھوڑو۔ جو جان بوجھ کر نماز چھوڑے وہ مذہب  
 سے نکل جاتا ہے تیسری یہ کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی  
 نہ کرو کہ اس سے حق تعالیٰ ناراض ہو جائیں جو تمہاری  
 کہ شراب پینے کو کہ وہ ساری خطاؤں کی جڑ ہے۔

(۲) عَنْ عَبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ  
 اَوْصَانِي خَلِيلِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعِ خَصَالٍ فَقَالَ  
 لَا تَشْرِكُوا بِاللَّهِ شَيْئًا وَإِنْ قُطِعْتُمْ أَوْ  
 حُرِّقْتُمْ أَوْ صُلِبْتُمْ وَلَا تَتْرَكُوا الصَّلَاةَ  
 مُتَعَدِّينَ فَمَنْ تَرَكَهَا مُتَعَدِّدًا فَقَدْ  
 خَرَجَ مِنَ الْمِلَّةِ وَلَا تَرْكَبُوا النِّعَصِيَّةَ  
 فَإِنَّهَا سَخَطُ اللَّهِ وَلَا تَشْرَبُوا الْخَمْرَ  
 فَإِنَّهَا رَأْسُ الْخَطَايَا كُلِّهَا

الحديث رواه الطبرانی ومحمد بن نصر في كتاب الصلوة باسنادين لا باس بهما كذا في الترغيب وهكذا ذكره السيوطي في الدر المنثور وعزا اليهما في المشكوة برواية ابن حبة عن ابن ابي الدرداء نحوه

ف: ایک دوسری حدیث میں حضرت ابوالدرداءؓ بھی اسی قسم کا مضمون نقل فرماتے ہیں کہ مجھے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ اللہ کا شریک کسی کو نہ کرنا خواہ تیرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاویں یا آگ میں جلا دیا جائے۔ دوسری نماز جان بوجھ کر نہ چھوڑنا۔ جو شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑتا ہے اُس سے اللہ تعالیٰ شائد بُری الذمہ ہیں۔ تیسری شراب نہ پینا کہ ہر بُرائی کی کبھی ہے۔

(۳) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ

أَوْصَانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَشْرٍ كُلِّمَاتٍ قَالَ لَا تَشْرِكْ بِاللَّهِ شَيْئًا فَإِنْ قُتِلْتَ لَوْ حَرَقْتَ وَلَا تَقْتُلْ قَالِدِيكَ وَإِنْ أَمَرَكَ أَنْ تَخْرُجَ مِنْ أَمْلِكَ وَمَالِكَ وَلَا تُرَكِّنْ صَلَاةً مَكْتُوبَةً مُتَعَبِدًا فَإِنْ مَنَ تَرَكَ صَلَاةً مَكْتُوبَةً مُتَعَبِدًا فَقَدْ بَرِئْتَ مِنْهُ ذِمَّةُ اللَّهِ وَلَا تَشْرَبْ خمرًا فَإِنَّهُ رَأْسُ كُلِّ فَاحِشَةٍ وَإِيَّاكَ وَالْعَصِيَّةَ فَإِنَّ بِالْعَصِيَّةِ حَلَّ سَخَطِ اللَّهِ وَإِيَّاكَ وَالْفِرَارَ مِنَ الزَّحْفِ وَإِنْ هَلَكَ النَّاسُ وَإِنْ أَصَابَ النَّاسَ مَوْتُ فَأُثْبِتْ وَانْفِقْ عَلَى أَهْلِكَ مِنْ طَوْلِكَ وَلَا تَرْفَعْ عَنْهُمْ عَصَاكَ أَبَدًا وَاخْفُفْهُمْ فِي اللَّهِ

حضرت مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دس باتوں کی وصیت فرمائی۔ ۱۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا گو تو قتل کر دیا جائے یا جلا دیا جائے۔ ۲۔ والدین کی نافرمانی نہ کرنا گو وہ تجھے اس کا حکم کریں کہ بیوی کو چھوڑ دے یا سارا مال خرچ کر دے۔ ۳۔ فرض نماز جان کر نہ چھوڑنا جو شخص فرض نماز جان کر چھوڑ دیتا ہے اللہ کا ذمہ اس سے بُری ہے۔ ۴۔ شراب نہ پینا کہ یہ ہر بُرائی اور فحش کی جڑ ہے۔ ۵۔ اللہ کی نافرمانی نہ کرنا کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا غضب قہر نازل ہوتا ہے۔ ۶۔ لڑائی میں نہ بھاگنا چاہیے سبنا تھی مرجائیں۔ ۷۔ اگر کسی جگہ وبا پھیل جاوے (جیسے طاعون وغیرہ) تو وہاں سے نہ بھاگنا۔ ۸۔ اپنے گھر والوں پر اپنی طاقت کے مطابق خرچ کرنا۔ ۹۔ تنبیہ کے واسطے ان پر سے لکڑی نہ ہٹانا۔ ۱۰۔ اللہ تعالیٰ سے اُن کو ڈراتے رہنا۔

رواه احمد والطبرانی في الكبير واسناد احمد صحيح بوسلم من الانقطاع فان عبد الرحمن ابن جبير لم يسمع من معاذ كذا في الترغيب واليهما عزا السيوطي

فی الدرر لم یذکر الانقطاع ثعلقل واخرج الطبرانی عن امیمة مولاة رسول الله  
صلی الله علیه وسلم قالت کنت اصیب علی رسول الله صلی الله علیه وسلم  
وضوءه فدخل رجل فقال ادینی فقال لا تشرب بالله شیئا وان قطعت او حرقت  
ولا نقص والدیک وان امراک ان تخلی من اهلک ودنیاک فتخله ولا تشرب  
خمرا فانه مفتاح کل شر ولا تترک صلوۃ متعمدا فمن فعل ذلك فقد  
برأت منه ذمة الله (رسوله)

**ف** : لکڑی نہ ہٹانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس سے بے فکر نہ ہوں کہ باپ تنبیہ نہیں کرتا  
اور مارتا نہیں جو چاہے کرتے رہو بلکہ ان کو حد و شرعیہ کے تحت میں کبھی کبھی مارتے رہنا چاہیے  
کہ بغیر مار کے اکثر تنبیہ نہیں ہوتی۔ آج کل اولاد کو شروع میں تو محبت کے جوش میں تنبیہ نہیں کی جاتی۔  
جب وہ بُری عادتوں میں پختہ ہو جاتے ہیں تو پھر روتے پھرتے ہیں حالانکہ یہ اولاد کے ساتھ محبت نہیں  
سمت دشمنی ہے کہ اُس کو بُری باتوں سے روکا نہ جائے اور مار پیٹ کو محبت کے خلاف سمجھا جائے۔  
کون سمجھد اس کو گوارا کر سکتا ہے کہ اولاد کے پھوڑے پھنسی کو بڑھایا جائے اور اس وجہ سے کہ نشتر  
لگانے سے زخم اور تکلیف ہوگی عملِ جراحی نہ کرایا جائے بلکہ لاکھ بچہ روئے مُنہ بنائے بھاگے بہر حال  
نشتر لگانا ہی پڑتا ہے بہت سی حدیثوں میں حضور کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ بچہ کو سات برس کی  
عمر میں نماز کا حکم کرو اور دس برس کی عمر میں نماز نہ پڑھنے پر مارو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ  
بچوں کی نماز کی نگرانی کیا کرو اور اچھی باتوں کی ان کو عادت ڈالو۔ حضرت لقمان حکیم کا ارشاد ہے کہ باپ  
کی مار اولاد کے لئے ایسی ہے جیسا کہ کھیتی کے لئے پانی حضور کا ارشاد ہے کہ کوئی شخص اپنی اولاد کو تنبیہ کرے  
یہ ایک صاع صدقہ سے بہتر ہے۔ ایک صاع تقریباً ساڑھے تین سیر غلہ کا ہوتا ہے۔ ایک حدیث  
میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمت کرے جو گھر والوں کو تنبیہ کے واسطے گھر میں کوڑا لٹکائے  
رکھے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ کوئی باپ اپنی اولاد کو اس سے افضل عطیہ نہیں دے سکتا  
کہ اس کو اچھا طریقہ تعلیم کرے۔

(۴) عَنْ نَوْفَلِ بْنِ مُعَوِيَّةَ أَنَّ  
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ  
مَنْ فَاتَتْهُ صَلَوةٌ فَكَأَنَّمَا وَتَرَ  
أَهْلَهُ وَمَالَهُ.

حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے  
کہ جس شخص کی ایک نماز بھی فوت ہوگئی وہ  
ایسا ہے کہ گویا اس کے گھر کے لوگ اور مال و  
دولت سب چھین لیا گیا ہو۔



رواه ابن حبان فی صحیحہ کذا فی الترغیب زاد السیوطی فی الدر والنسائی ایضا قلت  
رواه احمد فی مسندہ

**ف** نماز کا ضائع کرنا اکثر یا بال بچوں کی وجہ سے ہوتا ہے کہ ان کی خیر خبر میں مشغول رہے یا مال و دولت  
کمانے کے لالچ میں ضائع کی جاتی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نماز کا ضائع کرنا انجام  
کے اعتبار سے ایسا ہی ہے گویا بال بچے اور مال و دولت سب ہی چھین لیا گیا اور اکیلا کھڑا رہ گیا یعنی جہنم  
خسارہ اور نقصان اس حالت میں ہے اتنا ہی نماز کے چھوڑنے میں ہے یا جب قدر رنج و صدمہ اس حالت  
میں ہو اتنا ہی نماز کے چھوٹنے میں ہونا چاہیے۔ اگر کسی شخص سے کوئی معتبر آدمی یہ کہہ دے اور اُسے یقین  
آجائے کہ فلاں راستہ ٹھٹھا ہے اور جو رات کو اس راستہ سے جاتا ہے تو ڈاکو اس کو قتل کر دیتے ہیں اور مال  
چھین لیتے ہیں تو کون بہادر ہے کہ اس راستہ سے رات کو چلے۔ رات کو تو درکنار دن کو بھی مشکل سے  
اس راستہ کو چلے گا۔ مگر اللہ کے سچے رسول کا یہ پاک ارشاد ایک دو نہیں کہ کئی حدیثوں میں وارد  
ہوا ہے اور ہم مسلمان حضور کے سچے ہونے کا دعویٰ ابھی بھوٹی زبانوں سے کرتے ہیں مگر اس پاک ارشاد  
کا ہم پر اثر کیا ہے ہر شخص کو معلوم ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو  
شخص دو نمازوں کو بلا کسی عذر کے ایک وقت  
میں پڑھے وہ کبیرہ گناہوں کے دروازوں میں  
بے ایک دروازہ پر پہنچ گیا۔

۵ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَمَعَ  
بَيْنَ الصَّلَاةَيْنِ مِنْ غَيْرِ عَذْرٍ  
فَقَدْ آخَى بِأَبَا مِنْ أَبْوَابِ الْكِبَايَرِ۔

رواہ الحاکم وقال حش مؤ ابن قیس ثقة وقال الحفاظ بل واه بمرقہ لا نعلموا احد  
او ثقہ غیر حصین بن نمیر کذا فی الترغیب زاد السیوطی فی الدر الترمذی ایضا و  
ذکر فی اللؤلؤ له شواہد و کذا فی التتبعات وقال الحدیث اخرجہ الترمذی وقال  
حش ضعیف ضعفہ احمد وغیرہ والعمل علی هذا عند اهل العلم فاشار بذلك  
الی ان الحدیث اعتضد بقول اهل العلم وقد صرح غیر واحد بان من دلیل صحۃ  
الحدیث قول اهل العلم به دان لم یکن له اسناد یعتمد علی مثله ۵۱

**ف** حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں تاخیر نہ کر۔  
ایک نماز جب اس کا وقت ہو جاتے۔ دوسری جنازہ جب تیار ہو جاتے۔ تیسری بے نکاحی عورت  
جب اس کے جوڑ کا خاوند مل جاتے (یعنی فوراً نکاح کر دینا) بہت سے لوگ جو اپنے کو دیندار بھی

سمجھتے ہیں اور گویا نماز کے پابند بھی سمجھے جاتے ہیں۔ وہ کئی کئی نمازیں معمولی بہانہ سے، سفر کا ہو، دکان کا ہو، ملازمت کا ہو، گھر آکر اکٹھی ہی پڑھ لیتے ہیں۔ یہ گناہ کبیرہ ہے کہ بلا کسی عذر بیماری وغیرہ کے نماز کو اپنے وقت پر نہ پڑھا جائے۔ گویا کل نماز نہ پڑھنے کے برابر گناہ نہ ہو لیکن بے وقت پڑھنے کا بھی سخت گناہ ہے اس سے خلاصی نہ ہوئی۔

(۶) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّادٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ذَكَرَ الصَّلَاةَ يَوْمًا فَقَالَ مَنْ حَافِظٌ عَلَيْهَا كَانَتْ لَهُ نُورًا وَبُرْهَانًا وَنَجَاةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ لَمْ يَحْفَظْ عَلَيْهَا لَمْ يَكُنْ لَهُ نُورٌ وَلَا بُرْهَانٌ وَلَا نَجَاةٌ وَكَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَأَبِي بَنْي خَلْفٍ

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا ذکر فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص نماز کا اہتمام کرے تو نماز اُس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگی اور حساب پیش ہونے کے وقت محبت ہوگی اور نجات کا سبب ہوگی اور جو شخص نماز کا اہتمام نہ کرے اُس کیلئے قیامت کے دن نہ نور ہوگا اور ناس کے پاس کوئی محبت ہوگی اور نہ نجات کا کوئی ذریعہ اس کا حشر فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔

اخرجه احمد وابن حبان والطبرانی كذا في الدر المنثور للسيوطي وقال الهيثمي رواه احمد والطبرانی في الكبير والوسط ورجال احمد ثقات وقال ابن حجر في الزواج اخرج احمد بسند جيد وزاد فيه قارون ايضا مع فرعون وغيره وكذا زاده في منتخب الكنز برواية ابن نصر والمشكوة ايضا برواية احمد والدارمي والبيهقي في الشعب وابن قيعم في كتاب الصلوة

**ف** فرعون کو تو ہر شخص جانتا ہے کہ کس درجہ کا کافر تھا حتیٰ کہ خدائی کا دعویٰ کیا تھا اور ہامان اُس کے وزیر کا نام ہے اور ابی بن خلف مکہ کے مشرکین میں سے بڑا سخت دشمن اسلام تھا۔ ہجرت سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کرتا تھا کہ میں نے ایک گھوڑا پالا ہے اُس کو بہت کچھ کھلاتا ہوں اس پر سوار ہو کر نعوذ باللہ تم کو قتل کروں گا۔ حضور نے ایک مرتبہ اس سے فرمایا تھا کہ انشاء اللہ میں ہی تجھ کو قتل کروں گا۔ اُحد کی لڑائی میں وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرتا پھرتا تھا اور کہا تھا کہ اگر وہ آج بچ گئے تو میری خیر نہیں۔ چنانچہ حملہ کے ارادہ سے وہ حضور کے قریب پہنچ گیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ بھی فرمایا کہ دور ہی سے اس کو نشانہ دیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ آنے دو جب وہ قریب ہوا تو حضور نے

ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں سے برچھائے کر اُس کے مارا جو اُس کی گردن پر لگا اور ہلکا سا خراش اُس کی گردن پر آگیا مگر اُس کی وجہ سے گھوڑے سے لڑھکتا ہوا اگر اور کتنی مرتبہ گرا اور بھاگتا ہوا اپنے لشکر میں پہنچ گیا اور چلتا تھا کہ خدا کی قسم مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قتل کر دیا۔ کفار نے اُس کو اطمینان دلایا کہ معمولی خراش ہے کوئی فکر کی بات نہیں مگر وہ کہتا تھا کہ محمدؐ نے مکہ میں کہا تھا کہ میں تجھ کو قتل کروں گا۔ خدا کی قسم اگر وہ مجھ پر تھوک بھی دیتے تو میں مرجاتا۔ لکھتے ہیں کہ اُس کے چلانے کی آواز ایسی ہوتی تھی جیسکہ بیل کی ہوتی ہے۔ ابو سفيان نے جو اس لڑائی میں بڑے زوروں پر تھا اس کو شرم دلاتی کہ اس ذرا سی خراش سے اتنا چلتا ہے۔ اُس نے کہا تجھے خبر بھی ہے کہ یہ کس نے ماری ہے۔ یہ محمدؐ کی ماری ہے مجھے اس سے جس قدر تکلیف ہو رہی ہے لات اور عزری (دو مشہور بتوں کے نام ہیں) کی قسم اگر یہ تکلیف سارے مجاز والوں کو تقسیم کر دی جائے تو سب ہلاک ہو جائیں۔ محمدؐ نے مجھ سے مکہ میں کہا تھا کہ میں تجھ کو قتل کروں گا۔ میں نے اُسی وقت سمجھ لیا تھا کہ میں ان کے ہاتھ سے ضرور مارا جاؤں گا۔ میں ان سے چھوٹ نہیں سکتا۔ اگر وہ اس کہنے کے بعد مجھ پر تھوک بھی دیتے تو میں اس سے بھی مرجاتا۔ چنانچہ اُن کے ہاتھ سے پہلے وہ راستہ ہی میں مر گیا۔ ہم مسلمانوں کے لئے نہایت غیرت اور عبرت کا مقام ہے کہ ایک کافر بچے کا فر اور سخت دشمن کو تو حضورؐ کے ارشاد کے سچا ہونے کا اس قدر یقین ہو کہ اس کو اپنے مارے جانے میں ذرا بھی تردد یا شک نہ تھا لیکن ہم لوگ حضورؐ کو نبی ہونے کے باوجود، حضورؐ کو سچا ماننے کے باوجود، حضورؐ کے ارشادات کو یقینی کہنے کے باوجود، حضورؐ کے ساتھ محبت کے دعوے کے باوجود، حضورؐ کی اُمت میں ہونے پر فخر کے باوجود کتنے ارشادات پر عمل کرتے ہیں اور جن چیزوں میں حضورؐ نے عذاب بتائے ہیں اُن سے کتنا ڈرتے ہیں۔ کتنا کانپتے ہیں یہ ہر شخص کے اپنے ہی گریبان میں مُنہ ڈال کر دیکھنے کی بات ہے۔ کوئی دوسرا کسی کے متعلق کیا کہہ سکتا ہے۔ ابن حجرؒ نے کتاب الزواجر میں قارون کا بھی فرعون وغیرہ کے ساتھ ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اُن کے ساتھ حشر ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اکثر اُنہی وجوہ سے نماز میں سستی ہوتی ہے، جو اُن لوگوں میں پائی جاتی تھیں پس اگر اس کی وجہ مال و دولت کی کثرت ہے تو قارون کے ساتھ حشر ہو گا اور اگر حکومت و سلطنت ہے تو فرعون کے ساتھ، اور وزارت (یعنی ملازمت یا مصاحبت) ہے تو ہامان کے ساتھ، اور تجارت ہے تو ابی بن خلف کے ساتھ، اور جب ان لوگوں کے ساتھ اس کا حشر ہو گیا تو پھر جس قسم کے بھی عذاب عادیث میں وارد ہوئے خواہ وہ حدیثیں متکلم فیہ ہوں ان میں کوئی اشکال نہیں رہا کہ جہنم کے عذاب سخت سے سخت ہیں البتہ یہ ضرور ہے کہ اس کو اپنے ایمان کی وجہ سے ایک نہ ایک دن ان سے خلاصی



بنو جائے گی اور وہ لوگ ہمیشہ کے لئے اس میں رہیں گے لیکن خلاصی ہونے تک کا زمانہ کیا کچھ منہ کی ٹھیل ہے نہ معلوم کتنے ہزار برس ہوں گے۔

④ قَالَ بَعْضُهُمْ ذَرُّهُ فِي الْحَدِيثِ  
 أَنَّ مَنْ حَافِظَ عَلَى الصَّلَاةِ أَكْرَمَهُ  
 اللَّهُ تَعَالَى بِخَمْسٍ خِصَالٍ يَرْفَعُ عَنْهُ  
 ضِيقَ الْعَيْشِ وَعَذَابَ الْقَبْرِ وَ  
 يُعْطِيهِ اللَّهُ كِتَابَهُ بِمِثْنَيْنِ وَ  
 يَسِّرُ عَلَيْهِ الصِّرَاطَ كَالْبُرْقِ وَ  
 يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَ مَنْ  
 تَهَاوَنَ عَنِ الصَّلَاةِ عَاقَبَهُ اللَّهُ  
 بِخَمْسٍ عَشْرَةَ عُقُوبَةً خَمْسَةٌ  
 فِي الدُّنْيَا وَ ثَلَاثَةٌ عِنْدَ الْمَوْتِ وَ  
 ثَلَاثٌ فِي قَبْرِهِ وَ ثَلَاثٌ عِنْدَ  
 خُرُوجِهِ مِنَ الْقَبْرِ فَأَمَّا الْكُلُوبِيُّ  
 فِي الدُّنْيَا فَالْأُولَى تَنْزِعُ الْبَرَكَةَ  
 مِنْ عَمَلِهِ وَ الثَّانِيَةُ تَمْلِكُ سَيْمَاءَ  
 الصَّالِحِينَ مِنْ وَجْهِهِ وَ الثَّالِثَةُ  
 كُفَّ عَمَلٍ يَعْمَلُهُ لَا يَأْجُرُهُ اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَ الرَّابِعَةُ لَا يُرْفَعُ لَهُ دُعَاءُ  
 إِلَى السَّمَاءِ وَ الْخَامِسَةُ لَيْسَ لَهُ  
 حَقٌّ فِي دُعَاءِ الصَّالِحِينَ وَ أَمَّا الَّتِي  
 تُصِيبُهُ عِنْدَ الْمَوْتِ فَإِنَّهُ يَمُوتُ  
 ذَلِيلًا وَ الثَّانِيَةُ يَمُوتُ جُوعًا وَ  
 الثَّالِثَةُ يَمُوتُ عَطْشَانًا وَ كَوَسْفَى  
 بَحَارُ الدُّنْيَا مَا رَوَى مِنْ عَطْشَةٍ

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص نماز کا اہتمام کرتا ہے حق تعالیٰ شانہ پانچ طرح سے اس کا اکرام و اعزاز فرماتے ہیں ایک یہ کہ اس پر رزق کی تنگی ہٹا دی جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس سے عذاب قبر ہٹا دیا جاتا ہے۔ تیسرے یہ کہ قیامت کو اس کے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے (جن کا حال سورۃ الحاقة میں مفصل مذکور ہے کہ جن لوگوں کے نام لکھ لکھ داہنے ہاتھ میں دیے جائیں گے وہ نہایت خوش و خرم شخص کو دکھاتے پھر رہیں گے) اور چوتھے یہ کہ پل صراط پر سے بھلی کی طرح گزر جائیں گے پانچویں بغیر حساب ثمت میں داخل ہونگے اور جو شخص نماز میں سستی کرتا ہے اُس کو پندرہ طریقہ سے عذاب ہوتا ہے پانچ طرح دنیا میں اور تین طرح سے موت کے وقت اور تین طرح قبر میں اور تین طرح قبر سے نکلنے کے بعد۔ دنیا کے پانچ تو یہ ہیں اول یہ کہ اس کی زندگی میں برکت نہیں رہتی دوسرے یہ کہ صلحاء کا نوبت اس کے چہرے سے ہٹا دیا جاتا ہے تیسرے یہ کہ اس کے نیک کاموں کا اجر ہٹا دیا جاتا ہے چوتھے اس کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں پانچویں یہ کہ نیک بندوں کی دعاؤں میں اس کا استحقاق نہیں رہتا اور موت

وَأَمَّا الَّتِي تُصِيبُ فِي قَبْرِه  
فَالأُولَى يَضِيقُ عَلَيْهِ الْقَبْرُ  
حَتَّى تَخْتَلِفَ أَضْلَاعُهُ وَ  
وَالثَّانِيَةُ يُوقَدُ عَلَيْهِ الْقَبْرُ  
نَارًا فَتَقْلَبُ عَلَى الْجَمْرِ  
لَيْلًا وَنَهَارًا وَالثَّالِثَةُ  
يُسَلَطُ عَلَيْهِ فِي قَبْرِهِ  
نَعَبَانُ اسْمُهُ الشُّجَاعُ  
الْأَقْرَعُ عَيْنَاهُ مِنْ نَارِ  
وَأَظْفَارُهُ مِنْ حَدِيدٍ طُولُ  
كُلِّ ظِفْرِ مَسِيرَةُ يَوْمٍ  
يُكَلِّمُ النَّبِيَّ فَيَقُولُ أَنَا  
الشُّجَاعُ الْأَقْرَعُ وَصَوْتُهُ  
مِثْلُ الرَّمَدِ الْفَاصِفِ يَقُولُ  
أَمَرَنِي رَبِّي أَنْ أَضْرِبَكَ عَلَى  
تَضْيِيعِ صَلَاةِ الصُّبْحِ إِلَى بَعْدِ  
طُلُوعِ الشَّمْسِ وَأَضْرِبَكَ عَلَى  
تَضْيِيعِ صَلَاةِ الظُّهْرِ إِلَى الْعَصْرِ  
وَأَضْرِبَكَ عَلَى تَضْيِيعِ صَلَاةِ  
الْعَصْرِ إِلَى الْمَغْرِبِ وَأَضْرِبَكَ  
عَلَى تَضْيِيعِ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ إِلَى  
الْعِشَاءِ وَأَضْرِبَكَ عَلَى تَضْيِيعِ  
صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى الْفَجْرِ  
فَكُلَّمَا ضَرَبَتْهُ ضَرْبَةٌ يَغْوُصُ  
فِي الْأَرْضِ سَبْعِينَ ذِرَاعًا

وقت کے تین عذاب یہ ہیں کہ اول ذلت  
سے مڑتا ہے دوسرے بھوکا مڑتا ہے تیسرے  
پیاس کی شدت میں موت آتی ہے، اگر  
سمند بھی پی لے تو پیاس نہیں بجھتی۔ قبر کے  
تین عذاب یہ ہیں اول اس پر قبر اتنی تنگ  
ہو جاتی ہے کہ پسلیاں ایک دوسری میں  
گھس جاتی ہیں، دوسرے قبر میں آگ  
جلادی جاتی ہے تیسرے قبر میں ایک  
سانپ اس پر ایسی شکل کا مسلط ہوتا ہے  
جس کی آنکھیں اُن کی ہوتی ہیں اور ناخن  
لوہے کے اتنے لانے کہ ایک دن پورا  
چل کھائے اس کے ختم تک پہنچا جائے  
اُس کی آواز بجلی کی کڑک کی طرح  
ہوتی ہے وہ یہ کہتا ہے کہ مجھے میرے  
رَب نے تجھ پر مسلط کیا ہے کہ تجھے  
صبح کی نماز ضائع کرنے کی وجہ سے  
آفتاب کے نکلنے تک مارے جاؤں  
اور ظہر کی نماز ضائع کرنے کی وجہ سے  
عصر تک مارے جاؤں اور پھر عصر کی  
نماز ضائع کرنے کی وجہ سے غروب تک  
اور مغرب کی نماز کی وجہ سے عشاء تک  
اور عشاء کی نماز کی وجہ سے صبح تک  
مارے جاؤں جب وہ ایک دفعہ  
اس کو مارتا ہے تو اُس کی وجہ سے  
وہ مردہ ستر ہاتھ زمین میں دھنس

جاتا ہے اسی طرح قیامت تک اُس کو عذاب  
ہوتا رہے گا اور قبر سے نکلنے کے بعد کے تین  
عذاب یہ ہیں ایک حساب سختی سے کیا جائے  
گا دوسرے حق تعالیٰ شانہ کا اس پر غم  
ہوگا تیسرے جہنم میں داخل کر دیا جائیگا  
یہ کل میزان چودہ ہوتی ممکن ہے کہ پندرہ ہوں  
بھول سے رو گیا ہو اور ایک وایت میں یہ  
بھی ہے کہ اُس کے چہرہ پر تین سطریں بھی  
ہوتی ہوتی ہیں پہلی سطر اللہ کے حق کو ضائع  
کرنے والے دوسری سطر اللہ کے حق سے  
ساتھ مخصوص تیسری سطر جیسا کہ تو نے دنیا  
میں اللہ کے حق کو ضائع کیا آج تو اللہ کی رحمت  
سے مایوس ہے۔

فَلَا يَزَالُ فِي الْقَبْرِ مُعَذَّبًا  
إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَأَمَّا الَّذِي  
تُصِيبُهُ عِنْدَ خُرُوجِهِ مِنَ الْقَبْرِ  
فِي مَوْقِفِ الْقِيَامَةِ فِشْدَةُ الْحَبَابِ  
وَسَخَطُ الرَّبِّ وَدُخُولُ النَّارِ فِيهِ  
رَوَايَةٌ فَإِنَّهُ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ  
وَعَلَى وَجْهِهِ ثَلَاثَةُ أَسْطُرٍ  
مَكْتُوبَاتٍ الْأَوَّلُ يَا مُضِيعُ  
حَقَّ اللَّهِ الْتَطَرُ الثَّانِي يَا مَخْصُومًا  
بِغَضَبِ اللَّهِ الثَّالِثُ كَمَا ضَيَّعْتَ  
فِي الدُّنْيَا حَقَّ اللَّهِ فَأَيُّسَ الْيَوْمَ  
أَنْتَ مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ

اور ما ذکر فی هذا الحدیث من تفصیل العدد لا یطابق جملة الخمس عشرة لان المفضل  
اربع عشرة فقط فعمل الراوی نسی الخامن عشر کذا فی الزواجر لابن حجر المکی قلت وهو  
کذلك فان ابا اللیث السرقندی ذکر الحدیث فی قرۃ العیون فجعل ستة فی الدنیا  
فقال الخامسة تمقته الخلائق فی الدار الدنیا والسادس لیس له حظ فی دعاء الصالحین  
ثم ذکر الحدیث بتمامه ولم یعززه الی احد وفی تنبیہ الغافلین للشیخ نصر بن محمد  
بن ابراهیم السرقندی یقال من داوم علی الصلوة الخمس فی الجماعة اعطاه  
الله خمس خصال ومن تهاون بها فی الجماعة عاقبه الله باثنی عشر خصلة ثلثة  
فی الدنیا وثلثة عند الموت وثلثة فی القبر وثلثة یوم القیامة ثم ذکر نحوها  
ثم قال وروی عن ابی ذر عن النبی صلی الله علیه وسلم نحو هذا وذكر البیوطی  
فی ذیل الدلی بعد ما اخرج بمعناه من تغریج ابن النجار فی تاریخ بغداد بصدقه  
الوابی هـ ریرة قال فی المیزان هذا حدیث باطل رکب محمد بن علی بن عباس علی  
ابن بکر بن زیاد النیسابوری قلت لکن ذکر الحافظ فی المنبهات عن ابی هـ ریرة



مرفوعاً الصلوة عماد الدين وفيها عشر خصال الحديث ذكركه في المتدبيرة وفصل  
الغزالي في دقائق الاخبار بنحو هذا اتر منه وقال من حافظ عليهما اكرمهما الله  
بخمس عشرة الخ مفصل

**ف** یہ حدیث پوری اگرچہ عام کتب حدیث میں مجھے نہیں ملی لیکن اس میں جتنی قسم کے  
ثواب اور عذاب ذکر کئے گئے ہیں ان کی اکثر کی تائید بہت سی روایات سے ہوتی ہے جن میں  
سے بعض پہلے گزر چکی ہیں اور بعض آگے آ رہی ہیں اور پہلی روایت میں بے نمازی کا اسلام سے نکل  
جانا بھی مذکور ہے تو پھر جس قدر عذاب ہو تھوڑا ہے البتہ یہ ضرور ہے کہ یہ جو کچھ مذکور ہے اور آئندہ آ رہا ہے  
وہ سب اس فعل کی سزا ہے اس کے مستحق سزا ہونے کے بعد اور اس دفعہ کی فرد جرم کے ساتھ ہی ارشاد  
خداوندی ہے إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ کہ اللہ تعالیٰ شرک  
کی تو معافی نہیں فرمائیں گے اس کے علاوہ جس کی دل چاہے معافی فرمادیں گے۔ اس آیت شریفہ  
اور اس جسی آیات اور احادیث کی بناء پر اگر معاف فرمادیں تو زہے قسمت۔ احادیث میں آیا ہے  
کہ قیامت میں تین عدالتیں ہیں، ایک کفر و اسلام کی، اس میں بالکل بخشش نہیں۔ دوسری حقوق العباد  
کی، اس میں حق والے کا حق ضرور دلایا جائے گا چاہے اس سے لیا جائے جس کے ذمہ ہے یا اس کو مؤمنان  
فرمانے کی مرضی ہو تو اپنے پاس سے دیا جائے گا۔ تیسری عدالت اللہ تعالیٰ کے اپنے حقوق کی ہے اس  
میں بخشش کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ اس بناء پر یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اپنے افعال کی سزائیں  
تو یہی ہیں جو احادیث میں وارد ہوئیں لیکن مراحم خسروانہ اس سے بالاتر ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بعض  
قسم کے عذاب اور ثواب احادیث میں آئے ہیں۔ بخدی شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ حضور  
اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ صبح کی نماز کے بعد صحابہؓ سے دریافت فرماتے کہ کسی نے کوئی نوا  
دیکھا ہے۔ اگر کوئی دیکھتا تو بیان کر دیتا۔ حضورؐ اس کی تعبیر ارشاد فرمادیتے۔ ایک مرتبہ حضورؐ نے  
حسب معمول دریافت فرمایا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ دو شخص آئے  
اور مجھے اپنے ساتھ لے گئے۔ اس کے بعد بہت لمبا خواب ذکر فرمایا جس میں جنت، دوزخ اور  
اس میں مختلف قسم کے عذاب لوگوں کو ہوتے ہوئے دیکھے۔ منجملہ ان کے ایک شخص کو دیکھا کہ اس  
کا سر پتھر سے گچلا جا رہا ہے اور اس زور سے پتھر مارا جاتا ہے کہ وہ پتھر ٹڑ سکتا ہو اور جا پڑتا ہے۔  
اتنے اس کو اٹھایا جاتا ہے وہ سر پھر لیا ہی ہو جاتا ہے تو دوبارہ اس کو زور سے مارا جاتا ہے اسی طرح  
اس کے ساتھ برتاؤ کیا جا رہا ہے۔ حضورؐ نے اپنے دونوں ساتھیوں سے دریافت فرمایا کہ یہ کون شخص

سے تو انہوں نے بتایا کہ اس شخص نے قرآن شریف پڑھا تھا اور اُس کو چھوڑ دیا تھا اور فرض نماز چھوڑ کر سو جاتا تھا۔ ایک دوسری حدیث میں اسی قسم کا ایک اور قصہ ہے جس میں ہے کہ حضورؐ نے ایک جماعت کے ساتھ یہ برتاؤ دیکھا تو حضرت جبریلؑ سے دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو نماز میں سُستی کرتے تھے مجاہدؒ کہتے ہیں کہ جو لوگ نماز کے اوقات معلوم کرنے کا اہتمام رکھتے ہیں ان میں ایسی برکت ہوتی ہے جیسی حضرت ابراہیمؑ اور اُن کی اولاد میں ہوتی تھی حضرت انسؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ جو شخص دُنیا سے ایسے حال میں رخصت ہو کہ اخلاص کے ساتھ ایمان رکھتا ہو، اس کی عبادت کرتا ہو نماز پڑھتا ہو، زکوٰۃ ادا کرتا ہو تو وہ ایسی حالت میں دُنیا سے رخصت ہوگا کہ حق تعالیٰ شانہ اُس سے راضی ہوں گے۔ حضرت انسؓ حضورؐ سے حق تعالیٰ شانہ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میں کسی جگہ عذاب بھیجے گا ارادہ کرتا ہوں مگر وہاں ایسے لوگوں کو دیکھتا ہوں جو مسجدوں کو آباد کرتے ہیں، اللہ کے واسطے آپس میں محبت رکھتے ہیں، اخیراتوں میں استغفار کرتے ہیں تو عذاب کو موقوف کر دیتا ہوں۔ حضرت ابوذرؓ نے حضرت سلمانؓ کو ایک خط لکھا جس میں یہ لکھا کہ مسجد میں اکثر اوقات گزرا کرو۔ میں نے حضورؐ سے سنا ہے کہ مسجد متقی کا گھر ہے اور اللہ جلّ شانہ نے اس بات کا عہد فرمایا ہے کہ جو شخص مسجد میں اکثر رہتا ہے اس پر رحمت کر دیں گا۔ اس کو راحت دے گا اور قیامت میں پُلِ صراط کا راستہ آسان کر دیں گا اور اپنی رضا نصیب کر دیں گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ مسجدیں اللہ کے گھر ہیں اور گھر آنے والے کا اکرام ہوتا ہی ہے اس لئے اللہ پران کا اکرام ضروری ہے جو مسجدوں میں حاضر ہونے والے ہیں۔ ابوسعید خدریؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ جو شخص مسجد سے اُلفت رکھے حق تعالیٰ شانہ اُس سے اُلفت رکھتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ جب مُردہ قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو جو لوگ قبر تک ساتھ گئے تھے وہ ابھی تک واپس بھی نہیں ہوتے کہ فرشتے اس کے امتحان کے لئے آتے ہیں۔ اس وقت اگر وہ مومن ہے تو نماز اُس کے سر کے قریب ہوتی ہے۔ اور زکوٰۃ دینے کا باب اور روزہ بائیں جانب اور باقی جتنے بھلائی کے کام کئے تھے وہ پاؤں کی جانب ہو جاتے ہیں اور ہر طرف سے اس کا احاطہ کر لیتے ہیں کہ اس کے قریب تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ فرشتے دُور ہی سے کھڑے ہو کر سوال کرتے ہیں۔ ایک صحابیؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب حضورؐ کے گھر والوں پر خرچ کی کچھنی ہوتی تو آپؐ اُن کو نماز کا حکم فرماتے اور یہ آیت تلاوت فرماتے۔ دَامُرْ اَهْلُکَ بِالصَّلٰوةِ وَاضْطَبِّرْ عَلَیْکَ لَا تَسْئَلُکَ رِزْقًا نَحْنُ نَزِدُّکَ مِنَ الْعَاقِبَةِ لِلتَّقْوٰی ؕ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم سمجھتیے اور خود بھی اس کا اہتمام کرتے رہیے ہم آپؐ سے روزی (کمونا) نہیں چاہتے روزی تو ہم دیں گے اور بہترین انجام



تو پرہیزگاری ہی کا ہے۔ حضرت اسماء کہتی ہیں میں نے حضورؐ سے سنا کہ قیامت کے دن سارے آدمی ایک جگہ جمع ہوں گے اور فرشتہ جو بھی آواز دے گا سب کو سنائی دے گی۔ اُس وقت اعلان ہوگا کہاں ہیں وہ لوگ جو راحت اور تکلیف میں ہر حال میں اللہ کی حمد کرتے تھے۔ یہ سنکر ایک جماعت اٹھے گی اور بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہو جائے گی۔ پھر اعلان ہوگا کہاں ہیں وہ لوگ جو راتوں کو عبادت میں مشغول رہتے تھے اور ان کے پہلو بستروں سے دور رہتے تھے۔ پھر ایک جماعت اٹھے گی اور بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہو جائے گی۔ پھر اعلان ہوگا کہاں ہیں وہ لوگ جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی تھی۔ پھر ایک جماعت اٹھے گی اور بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہو جائے گی۔ ایک اور حدیث میں بھی یہی قصہ آیا ہے اُس میں یہ بھی ہے کہ اعلان ہوگا آج محشر والے دیکھیں گے کہ کرم لوگ کون ہیں اور اعلان ہوگا کہاں ہیں وہ لوگ جن کو تجارتی مشاغل اللہ کے ذکر اور نماز سے نہیں روکتے تھے۔ شیخ نصر سمرقندی نے تہذیب الغافلین میں بھی یہ حدیث لکھی ہے اس کے بعد لکھا ہے کہ جب یہ حضرات بغیر حساب کتاب چھوٹ چکیں گے تو جہنم سے ایک (عشق) لمبی گردن ظاہر ہوگی جو لوگوں کو بھانڈتی ہوئی چلی آئے گی۔ اس میں دو چمکدار آنکھیں ہوں گی اور نہایت فصیح زبان ہوگی۔ وہ کہے گی کہ میں ہر اس شخص پر مسلط ہوں جو منجانب مزاج ہو اور مجمع میں سے ایسے لوگوں کو اس طرح چن لے گی جیسا کہ جانور دانہ چمکتا ہے اُن سب کو چن کر جہنم میں پھینک دے گی۔ اس کے بعد پھر اسی طرح دوبارہ نکلے گی۔ اور کہے گی کہ اب میں ہر اس شخص پر مسلط ہوں جس نے اللہ کو اور اُس کے رسولؐ کو ایذا دی۔ اُن لوگوں کو بھی جماعت سے چن کر لے جائے گی۔ اس کے بعد سہ بارہ پھر نکلے گی اور اس مرتبہ تصویر والوں کو چن کر لے جائے گی۔ اس کے بعد جب تینوں قسم کے آدمی مجمع سے چھٹ جائیں گے تو حساب کتاب شروع ہوگا۔ کہتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں شیطان آدمیوں کو نظر آجاتا تھا۔ ایک صاحب نے اس سے کہا کہ کوئی ترکیب ایسی بتا کہ میں تجھ جیسا ہو جاؤں۔ شیطان نے کہا کہ ایسی فرمائش تو آج تک مجھ سے کسی نے بھی نہیں کی تھی۔ اس کی کیا ضرورت پیش آئی۔ انہوں نے کہا کہ میرا دل چاہتا ہے۔ شیطان نے کہا اس کی ترکیب یہ ہے کہ نماز میں سستی کر اور رقم کھانے میں ذرا پرواہ نہ کر۔ جھوٹی سچی ہر طرح کی قسمیں کھایا کر۔ اُن صاحب نے کہا کہ میں اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ کبھی نماز نہ چھوڑوں گا اور کبھی قسم نہ کھاؤں گا۔ شیطان نے کہا کہ تیرے سوا مجھ سے چال کے ساتھ کسی نے کچھ نہیں لیا۔ میں نے بھی عہد کر لیا کہ آدمی کو کبھی نصیحت نہیں کروں گا۔

حضرت ابی ذرؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ اس امت کو رفعت و عزت اور دین کے فروغ



کی بشارت دو لیکن دین کے کسی کام کو جو شخص دنیا کے واسطے کرے آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ملے گا۔  
 حدیث میں آیا ہے حضور اقدس ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے حق تعالیٰ شانہ کی بہترین صورت میں زیارت  
 کی مجھ سے ارشاد ہوا کہ محمد ﷺ اعلیٰ والے یعنی فرشتے کس چیز میں جھگڑ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا مجھے تو مسلم  
 نہیں تو حق تعالیٰ شانہ نے اپنا دست مبارک میرے سینہ پر رکھ دیا جس کی ٹھنڈک سینہ کے اندر تک  
 محسوس ہوئی اور اُس کی برکت سے تمام عالم مجھ پر منکشف ہو گیا۔ پھر مجھ سے ارشاد فرمایا: اب بتاؤ  
 فرشتے کس چیز میں جھگڑ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ درجہ بلند کرنے والی چیزوں میں اور ان چیزوں میں  
 جو گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہیں اور جماعت کی نماز کی طرف جو قدم اٹھتے ہیں ان کے ثواب میں اور سردی  
 کے وقت وضو کو اچھی طسج سے کرنے کے فضائل میں اور ایک نماز کے بعد سے دوسری نماز تک انتظار  
 میں بیٹھ رہنے کی فضیلت میں۔ جو شخص ان کا اہتمام کرے گا بہترین حالت میں زندگی گزارے گا اور  
 بہترین حالت میں مرے گا۔ متعدد احادیث میں آیا ہے حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں اے ابن  
 آدم تودن کے شروع میں میرے لئے چار رکعت پڑھ لیا کر میں تمام دن کے تیرے کام بنایا کروں گا۔  
 تَبَيُّرُ الْعَالَمِينَ میں ایک حدیث لکھی ہے کہ نماز اللہ کی رضا کا سبب ہے، فرشتوں کی محبوب چیز  
 ہے انبیاء کی سنت ہے اس سے معرفت کا نور پیدا ہوتا ہے۔ دُعا قبول ہوتی ہے، رزق میں برکت  
 ہوتی ہے، ایمان کی جڑ ہے، بدن کی راحت ہے، دشمن کے لئے ہتھیار ہے، نمازی کے لئے سفارشی  
 ہے۔ قبر میں چراغ ہے اور اس کی وحشت میں دل بہلانے والی ہے۔ مُنْكَر نکیمر کے سوال کا جواب سناؤ  
 قیامت کی دھوپ میں سایہ ہے اور اندھیرے میں روشنی ہے۔ جہنم کی آگ کے لئے آڑ ہے۔ اعمال کی  
 ترازو کا بوجھ ہے۔ پُل صراط پر جلدی سے گزارنے والی ہے۔ جنت کی کنجی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے منہیات  
 میں حضرت عثمان غنیؓ سے نقل کیا ہے کہ جو شخص نماز کی محافظت کرے، اوقات کی پابندی کے ساتھ  
 اس کا اہتمام کرے۔ حق تعالیٰ شانہ نو چیزوں کے ساتھ اس کا اکرام فرماتے ہیں۔ اول یہ کہ اس کو خود محبوب  
 رکھتے ہیں، دوسرے تندرستی عطا فرماتے ہیں، تیسرے فرشتے اس کی حفاظت فرماتے ہیں  
 چوتھے اس کے گھر میں برکت عطا فرماتے ہیں۔ پانچویں اس کے چہرہ پر صلحہ کے انوار ظاہر ہوتے ہیں  
 چھٹے اس کا دل نرم فرماتے ہیں، ساتویں وہ پُل صراط پر بجلی کی طسج سے گزر جائے گا، آٹھویں جہنم سے  
 نجات فرمادیتے ہیں، نویں جنت میں ایسے لوگوں کا پڑوس نصیب ہوگا جن کے بارے میں لاکھوں  
 عَمَلُكُمْ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ وارد ہے یعنی قیامت میں نہ ان کو کوئی خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں  
 گے حضور کا ارشاد ہے کہ نماز دین کا ستون ہے اور اس میں دس خوبیاں ہیں۔ چہرہ کی رونق ہے، دل کا

نور ہے، بدن کی راحت اور تندرستی کا سبب ہے، قبر کا انس ہے، اللہ کی رحمت اترنے کا ذریعہ ہے آسمان کی کنجی ہے، اعمال ناموں کی ترازو کا وزن ہے (کہ اس سے نیک اعمال کا پلڑا بھاری ہو جاتا ہے) اللہ کی رضا کا سبب ہے، جنت کی قیمت ہے اور دوزخ کی آڑ ہے۔ جس شخص نے اس کو قائم کیا اس نے دین کو قائم رکھا اور جس نے اس کو چھوڑا، اپنے دین کو گرا دیا۔ ایک حدیث میں وارد ہوا کہ گھر میں نماز پڑھنا نور ہے، نماز سے اپنے گھروں کو منور کیا کرو اور یہ تو مشہور حدیث ہے کہ میری امت قیامت کے دن وضو اور سجدہ کی وجہ سے روشن ہاتھ پاؤں والی روشن چہرہ والی ہوگی، اسی علامت سے دوسری امتوں سے پہچانی جائے گی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب آسمان سے کوئی بلا آفت نازل ہوتی ہے تو مسجد کے آباد کرنے والوں سے ہٹالی جاتی ہے، متعذر احادیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم پر حرام کر دیا ہے کہ سجدہ کے نشان کو جلاتے (یعنی اگر اپنے اعمال بد کی وجہ سے وہ جہنم میں داخل بھی ہوگا تو سجدہ کا نشان جس جگہ ہوگا اس پر آگ کا اثر نہ ہو سکے گا) ایک حدیث میں ہے کہ نماز شیطان کا منہ کالا کرتی ہے اور صدقہ اس کی کمر توڑ دیتا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ نماز شفاء ہے۔ دوسری جگہ اس کے متعلق ایک قصہ نقل کیا کہ حضرت ابوہریرہؓ ایک مرتبہ پیٹ کے بل لیٹے ہوئے تھے، حضورؐ نے دریافت فرمایا کیا پیٹ میں درد ہے، عرض کیا جی ہاں، فرمایا اٹھ نماز پڑھ، نماز میں شفاء ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ جنت کو خواب میں دیکھا تو حضرت بلالؓ کے جوتوں کے گھسیٹنے کی آواز بھی سنائی دی، صبح کو حضورؐ نے پوچھا کہ تیرا وہ خصوصی عمل کیا ہے جس کی وجہ سے جنت میں بھی تو (دنیا کی طرح سے) میرے ساتھ ساتھ چلتا رہا، عرض کیا کہ رات دن میں جس وقت بھی میرا وضو ٹوٹ جاتا ہے تو وضو کرتا ہوں اس کے بعد (تختہ الوضو کی) نماز جتنی مقدر ہو پڑھتا ہوں، سفیریؓ نے کہا ہے کہ صبح کی نماز چھوڑنے والے کو ملائکہ اوفاجر سے پکارتے ہیں اور ظہر کی نماز چھوڑنے والے کو اوفاسر (خسارہ والے) سے اور عصر کی نماز چھوڑنے والے کو عاصی سے اور مغرب کی نماز چھوڑنے والے کو کافر سے اور عشاء کی نماز چھوڑنے والے کو اومضیع (اللہ کا حق ضائع کرنے والے) سے پکارتے ہیں۔ علامہ شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ بات سمجھ لینا چاہیے کہ مصیبت ہر اس آبادی سے ہٹا دی جاتی ہے کہ جہاں کے لوگ نمازی ہوں جیسا کہ ہر اس آبادی پر نازل ہوتی ہے جہاں کے لوگ نمازی نہ ہوں۔ ایسی جگہوں میں زلزلوں کا آنا، بجلیوں کا گرنا، مکانوں کا دھنس جانا کچھ بھی مستبعد نہیں۔ اور کوئی یہ خیال نہ کرے کہ میں تو نمازی ہوں مجھے دوسروں سے کیا غرض، اس لئے کہ جب بلا نازل ہوتی ہے تو عام ہوا کرتی ہے (خود حدیث شریف میں مذکور ہے کسی نے سوال کیا کہ ہم لوگ ایسی صورت میں

ہلاک ہو سکتے ہیں کہ ہم میں صلحا موجود ہوں۔ مٹھنوں نے ارشاد فرمایا ہاں جب خباثت کا غلبہ ہو جائے اسلئے کہ ان کے ذمہ یہ بھی ضروری ہے کہ اپنی وسعت کے موافق دوسروں کو بُری باتوں سے روکیں اور اچھی باتوں کا حکم کریں۔

(۸) رَوَى أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَالَ مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ حَتَّى مَضَى وَقْتُهَا ثُمَّ قَضَى عَذَابَ فِي النَّارِ حَقْبًا وَالْحَقْبُ تَمَانُونَ مَسْنَةً وَالسَّنَةُ ثَلَاثُمِائَةٍ وَسِتُّونَ يَوْمًا كَذَلِكَ يَوْمَ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ.

مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص نماز کو قضا کر دے گو وہ بعد میں پڑھ بھی لے پھر بھی اپنے وقت پر نہ پڑھنے کی وجہ سے ایک حُقْب جہنم میں جلے گا اور حُقْب کی مقدار اسی برس کی ہوتی ہے اور ایک برس تین سو ساٹھ دن کا اور قیامت کا ایک دن ایک ہزار برس کے برابر ہوگا (اس حساب سے)

ایک حُقْب کی مقدار دو کروڑ اٹھاسی لاکھ برس ہوتی ..... (۲۸۸)

رِكَذَا فِي مَجَالِسِ الْأَبْرَارِ قُلْتُ لِمَ اجِدُهُ فِيمَا عِنْدِي مِنْ كُتُبِ الْحَدِيثِ إِلَّا أَنَّ مَجَالِسَ الْأَبْرَارِ مَدْحُهُ شَيْخٌ مَثَانُخَا الشَّاهِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الدَّهْلَوِيُّ ثُمَّ قَالَ الرَّابِعُ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى لَا بَشِينَ فِيهَا أَحْقَابًا قِيلَ جَمَعَ الْحَقْبُ أَيْ الدَّهْرَ قِيلَ وَالْحَقْبَةُ ثَمَانُونَ عَامًا وَالصَّحِیحُ أَنَّ الْحَقْبَةَ مَدَّةٌ مِنَ الزَّمَانِ مَبْهُمَةٌ وَخَرَجَ ابْنُ كَثِيرٍ فِي تَفْسِيرِ قَوْلِهِ تَعَالَى فَوَيْلٌ لِلصَّالِحِينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ فِي جَهَنَّمَ لَوَادِيًا تَتَعَيَّدُ جَهَنَّمَ مِنْ ذَلِكَ الْوَادِي فِي كُلِّ يَوْمٍ أَرْبَعُمِائَةٍ مَرَّةً أَعَدَّ ذَلِكَ الْوَادِي لِلرَّائِسِينَ مِنْ أُمَّةٍ مُحَمَّدٌ الْحَدِيثُ وَذَكَرَ ابْنُ الْوَالِثِ السَّرْقَنْدِيُّ فِي قِرْقَةِ الْعَيُونِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَهُوَ مَكْنٌ مِنْ يُؤَخِّرُ الصَّلَاةَ عَنْ وَقْتِهَا وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَاصٍ مَرْفُوعًا الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ قَالَ هُمُ الَّذِينَ يُؤَخِّرُونَ الصَّلَاةَ عَنْ وَقْتِهَا وَصَحَّحَ الْحَاكِمُ وَابْنُ بَرَكِيَّةٍ وَقَفَهُ وَخَرَجَ الْحَاكِمُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غِيَا قَالَ دَادٌ فِي جَهَنَّمَ لَعِيدٌ لِقَرْنِ حَبِثِ الطَّعْمِ وَقَالَ صَحِیحُ الْأَسْنَادِ (۱)

**ف:** حُقْب کے معنی لغت میں بہت زیادہ زمانہ کے ہیں۔ اکثر حدیثوں میں اس کی مقدار یہی آئی ہے جو اوپر گزری یعنی اسی سال۔ دُرِّ مَثُور میں متعدد روایات سے یہی مقدار منقول ہے۔ حضرت علیؑ نے بلالؓ سے دریافت فرمایا کہ حُقْب کی کیا مقدار ہے انہوں نے کہا کہ حُقْب اسی برس کا ہوتا ہے اور



ہوئے ایک پھیلی قبر میں گر گئی۔ اُس وقت خیال نہیں آیا بعد میں یاد آئی تو بہت رنج ہوا۔ چپکے سے قبر کھول کر نکالنے کا ارادہ کیا۔ قبر کو کھولا تو وہ آگ کے شعلوں سے بھر رہی تھی۔ روتا ہوا ماں کے پاس آیا اور حال بیان کیا اور پوچھا کہ یہ بات کیا ہے۔ ماں نے بتایا کہ وہ نماز میں سُستی کرتی تھی اور قضا کر دیتی تھی۔ اَعَاذَنَا اللَّهُ مِنْهَا۔

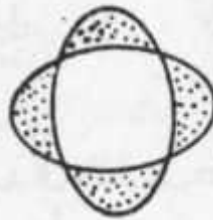
(۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا سَلَامَ فِي الْإِسْلَامِ لِمَنْ لَا صَلَوةَ لَهُ وَلَا صَلَوةَ لِمَنْ لَا وُضُوءَ لَهُ۔

حضور اقدس کا ارشاد ہے کہ اسلام میں کوئی بھی حصہ نہیں اُس شخص کا جو نماز نہ پڑھتا ہو اور بے وضو کی نماز نہیں ہوتی دوسری حدیث میں ہے کہ دین بغیر نماز کے نہیں ہے نماز دین کے لئے ایسی ہے جیسا آدمی کے بدن کیلئے سر ہوتا ہے۔

(اخرجه البزار واخرج الحاكم عن عائشة مرفوعاً وصححه ثلث احلف عليهن لا يجعل الله من له سهم في الاسلام كمن لا سهم له وسهام الاسلام الصوم والصلوة والصدقة الحديث واخرج الطبرانی في الاوسط عن ابن عمر مرفوعاً لا دين لمن لا صلوة له انما موضع الصلوة من الدين كموضع الرأس من الجسد كذا في الدر المنثور) **ف** : جو لوگ نماز نہ پڑھ کر اپنے کو مسلمان کہتے ہیں یا حتمیتِ اسلامی کے لمبے چوڑے دعوے کرتے ہیں وہ حضور اقدس ﷺ کے ان ارشادات پر ذرا غور کر لیں اور جن اسلاف کی کامیابیوں تک پہنچنے کے خواب دیکھتے ہیں ان کے حالات کی بھی تحقیق کریں کہ وہ دین کو کس مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھے۔ پھر دنیا ان کے قدم کیوں نہ چومتی۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی آنکھ میں پانی اُتر آیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اس کا علاج تو ہو سکتا ہے مگر چند روز آپ نماز نہ پڑھ سکیں گے۔ انہوں نے فرمایا یہ نہیں ہو سکتا۔ میں نے حضورؐ سے سنا ہے کہ جو شخص نماز نہ پڑھے وہ اللہ جل شانہ کے یہاں ایسی حالت میں حاضر ہوگا کہ حق تعالیٰ شانہ اس پر ناراض ہوں گے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ لوگوں نے کہا۔ پانچ دن لکڑی پر سجدہ کرنا پڑے گا۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک رکعت بھی اس طرح نہیں پڑھوں گا۔ عمر بھر بینائی کو صبر کر لینا ان حضرات کے یہاں اس سے سہل تھا کہ نماز چھوڑیں۔ حالانکہ اس عذر کی وجہ سے نماز کا چھوڑنا جائز بھی تھا۔ حضرت عمرؓ کے اخیر زمانہ میں جب برچھا مارا گیا تو ہر وقت خون جاری رہتا تھا اور اکثر اوقات غفلت رہتی تھی حتیٰ کہ اسی غفلت میں وصال بھی ہو گیا۔ مگر بیماری کے ان دنوں

میں جب نماز کا وقت ہوتا تو ان کو ہوشیار کیا جاتا اور نماز کی درخواست کی جاتی۔ وہ اسی حالت میں نماز ادا کرتے اور یہ فرماتے کہ ہاں ہاں ضرور جو شخص نماز نہ پڑھے اسلام میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔ ہمارے یہاں بیمار کی خیر خواہی، راحت، رسانی اس میں سمجھی جاتی ہے کہ اس کو نماز کی تکلیف نہ دی جائے بعد میں فدیہ دے دیا جائے گا۔ ان حضرات کے یہاں خیر خواہی یہ تھی جو عبادت بھی چلتے چلا تے کر کے یلغ نہ کیا جاتے۔ ہمیں تفاؤت رہ از کجا است تا بہ کجا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضور سے ایک خادم مانگا کہ کاروبار میں مدد کرے۔ حضور نے فرمایا کہ یہ تین غلام ہیں جو پسند ہو لے لو۔ انہوں نے عرض کیا آپ ہی پسند فرمادیں۔ حضور نے ایک شخص کے متعلق فرمایا کہ اس کو لے لو۔ یہ نمازی ہے مگر اس کو مارنا نہیں۔ ہمیں نمازیوں کے مارنے کی ممانعت ہے۔ اس قسم کا واقعہ ایک اور صحابی ابوالبیثم رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی ہوا۔ انہوں نے بھی حضور سے غلام مانگا تھا۔ اس کے بالمقابل ہمارا ملازم نمازی بن جاتے تو ہم اس کو طعن کرتے ہیں اور حماقت سے اس کی نماز میں اپنا حرج سمجھتے ہیں۔ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ پر ایک مرتبہ غلبہ حال ہوا تو سات روز تک گھر میں رہے نہ کھاتے تھے نہ پیتے تھے نہ سوتے تھے۔ شیخ کو اس کی اطلاع کی گئی۔ دریافت کیا کہ نماز کے اوقات تو محفوظ رہتے ہیں (یعنی نماز کے اوقات کا تو اہتمام رہتا ہے) لوگوں نے عرض کیا کہ نماز کے اوقات بیشک محفوظ ہیں۔ فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَعَنَ یَجْعَلُ لِلشَّیْطَانِ عَلَیْہِ سَبِیْلًا تَمَامَ تَعْرِیْفِ اللّٰہِ ہِی کے لئے ہے جس نے شیطان کو اس پر مُسَلِّط نہ ہونے دیا۔ (بہجۃ النفوس)





# باب دوم

## جماعت کے بیان میں



جیسا کہ شروع رسالہ میں لکھا جا چکا ہے بہت سے حضرات نماز پڑھتے ہیں لیکن جماعت کا اہتمام نہیں کرتے حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جس طرح نماز کے بارہ میں بہت سخت تاکید آئی ہے اسی طرح جماعت کے بارہ میں بھی بہت سی تاکیدیں وارد ہوئی ہیں۔ اس باب میں بھی دو فصلیں ہیں پہلی فصل جماعت کے فضائل میں۔ دوسری فصل جماعت کے چھوڑنے پر عتاب میں۔

### فصل اول

## جماعت کے فضائل میں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جماعت کی نماز اکیلے کی نماز سے ستائیس درجہ زیادہ ہوتی ہے۔

① عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاةِ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَعِشْرِينَ دَرَجَةً.

درود مالک والبخاری ومسلم والترمذی والنسائی كذا في الترغيب،

**ف** جب آدمی نماز پڑھتا ہے اور ثواب ہی کی نیت سے پڑھتا ہے تو معمولی سی بات ہے کہ گھر میں نہ پڑھے مسجد میں جا کر جماعت سے پڑھ لے کہ نہ اس میں کچھ مشقت ہے نہ دقت اور اتنا بڑا ثواب حاصل ہوتا ہے کون شخص ایسا ہوگا جس کو ایک روپے کے ستائیس یا اٹھائیس روپے ملے ہوں اور وہ ان کو چھوڑ دے مگر دین کی چیزوں میں اتنے بڑے نفع سے بھی بے توجہی کی جاتی ہے۔ اس کی وجہ اس کے سوا کیا ہو سکتی ہے کہ ہم لوگوں کو دین کی پرواہ نہیں۔ اس کا نفع ہم لوگوں کی نگاہ میں نفع نہیں



دنیا کی تجارت جس میں ایک آنہ دو آنہ فی روپیہ نفع ملتا ہے اس کے پیچھے دن بھر خاک چھانتے ہیں۔ آخرت کی تجارت جس میں ستائیس گنا نفع ہے وہ ہمارے لئے مصیبت ہے۔ جماعت کی نماز کے لئے جانے میں دکان کا نقصان سمجھا جاتا ہے، بھری کا بھی نقصان بتایا جاتا ہے، دکان کے بند کرنے کی بھی دقت کہی جاتی ہے لیکن جن لوگوں کے یہاں اللہ جل شانہ کی عظمت ہے اللہ کے وعدوں پر ان کو اطمینان ہے، اس کے اجر و ثواب کی کوئی قیمت ہے، ان کے یہاں یہ پھر عذر کچھ بھی دقت نہیں رکھتے۔ ایسے ہی لوگوں کی اللہ جل شانہ نے کلام پاک میں تعریف فرمائی ہے

رَجَالٌ لَا تُلْمِلُهُمْ تجارةٌ الاّية تیسرے باب کے شروع میں پوری آیت مع ترجمہ موجود ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا جو معمول اذان کے بعد اپنی تجارت کے ساتھ ساتھ وہ حکایات صحابہ کے پانچویں باب میں مختصر طور پر گزر چکا۔ سالم حداد ایک بزرگ تھے تجارت کرتے تھے جب اذان کی آواز سنئے تو دنگ متغیر ہو جاتا اور زرد پڑ جاتا۔ بے قرار ہو جاتے، دکان کھلی چھوڑ کر کھڑے ہو جاتے اور یہ اشعار پڑھتے۔

اِذَا مَا دَعَا دُعَايَكُمْ قُمْتُ مُرْعًا  
مُجِيبًا لِنَوَالِ جَلٍّ لَيْسَ لَهُ مِثْلُ  
جب متھارا منادی (مؤذن) پکارنے کے واسطے کھڑا ہو جاتا ہے تو میں جلدی سے کھڑا ہو جاتا ہوں ایسے ایک کی پکار کو قبول کرتے ہوئے جس کی بڑی شان ہے اس کا کوئی مثل نہیں۔

اُجِيبُ اِذَا نَادَى بِسَبْعٍ وَطَاعَةٍ  
وَبِیْ نَشْوَةِ لَبَّتِكَ يَا مَنْ لَهُ الْفَضْلُ  
جب وہ منادی (مؤذن) پکارتا ہے تو میں بحالت نشاط اطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ جواب میں کہتا ہوں کہ اے فضل و بزرگی والے البیک یعنی حاضر ہوں۔

وَلَفْظُ نَوَالٍ خِيفَةٌ وَمَلَابَةٌ  
وَيُجْعَلُ لِي عَنْ كُلِّ شُغْلٍ بِه شُغْلٌ  
اور میرا دنگ خوف اور ہیبت سے زرد پڑ جاتا ہے اور اس پاک ذات کی مشغولی مجھے ہر کام سے بے خبر کر دیتی ہے۔

وَحَقِّقْكُمْ مَا لَدُنِّي غَيْرُ ذِكْرِكُمْ  
وَذَكْرُكُمْ سِوَاكُمْ فِي فَنِي قَطُّ لَا يَحِلُّ  
تمہارے حق کی قسم تمہارے ذکر کے سوا مجھے کوئی چیز بھی لذیذ نہیں معلوم ہوتی اور تمہارے سوا کسی کے ذکر میں بھی مجھے مزہ نہیں آتا۔

مَنْ يَجْمَعُ الْاَيَّامَ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ  
وَلَفْظُ مُشْتَاقٌ اِذَا جَمَعَ الشُّبْلُ  
یعنی زمانہ مجھ کو اور تم کو کب جمع کرے گا اور مشتاق تو جب ہی خوش ہوتا ہے جب اجتماع نصیب ہوتا ہے

فَمَنْ شَهِدَتْ عَيْنَاهُ نَوْرًا جَبَّالًا لَكُمْ  
يَبُوتُ اِسْتِيقًا فَانْخَوَكُمْ قَطُّ لَا يَسْلُو  
جس کی آنکھوں نے تمہارے جمال کا نور دیکھ لیا ہے تمہارے اِستِیق میں مرجاتے گا کبھی بھی  
تسلی نہیں پاسکتا ہے

حدیث میں آیا ہے کہ جو لوگ کثرت سے مسجد میں جمع رہتے ہوں وہ مسجد کے کھونٹے ہیں فرشتے  
اُن کے ہمنشین ہوتے ہیں۔ اگر وہ بیمار ہو جائیں تو فرشتے اُن کی عیادت کرتے ہیں اور وہ کسی کام  
کو جائیں تو فرشتے اُن کی اعانت کرتے ہیں۔

(۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَوةُ  
الرَّجُلِ فِي جُمَاعَةٍ تَضَعُ عَلَى صَلَواتِهِ  
فِي بَيْتِهِ وَفِي سُوقِهِ خَمْسًا وَعِشْرِينَ  
ضِعْفًا وَذَلِكَ أَنَّهُ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَخَذَ  
الْوُضُوءَ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ  
لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا الصَّلَوةُ لَعْنُ خُطَا  
خُطْوَةٍ إِلَّا رَفَعَتْ لَهُ بِهَا دَرَجَةً  
وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ فَإِذَا صَلَّى  
لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلَيْهِ  
مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ مَا لَوْ يُحْدِثُ  
اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ وَ  
لَا يَزَالُ فِي صَلَوةٍ مَا أَنْتَظِرُ الصَّلَوةَ  
رواه البخاری واللفظ له ومسلم  
وابوداؤد والترمذی وابن ماجه

محضور اقدس صَلَّی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد  
ہے کہ آدمی کی وہ نماز جو جماعت سے پڑھی گئی  
ہو اس نماز سے جو گھر میں پڑھ لی ہو یا بازار میں  
پڑھ لی ہو پچیس درجہ المضاف ہوتی ہے اور  
بات یہ ہے کہ جب آدمی وضو کرتا ہے اور وضو کو  
کمال درجہ تک پہنچا دیتا ہے پھر مسجد کی طرف  
صرف نماز کے ارادہ سے چلتا ہے کوئی اور ارادہ  
اس کے ساتھ شامل نہیں ہوتا تو جو قدم بھی  
رکھتا ہے اُسکی وجہ سے ایک نیکی بڑھ جاتی ہے  
اور ایک خطا معاف ہو جاتی ہے اور پھر جب  
نماز پڑھ کر اسی جگہ بیٹھا رہتا ہے تو جب تک وہ  
با وضو بیٹھا ہے گا فرشتے اس کے لئے مغفرت  
اور رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں اور جب تک  
آدمی نماز کے انتظار میں رہتا ہے وہ نماز کا  
ثواب پاتا رہتا ہے۔

كَذَا فِي التَّوَعُّبِ

ف پہلی حدیث میں ستائیس درجہ کی زیادتی بتلائی گئی تھی اور اس حدیث میں پچیس درجہ  
کی۔ ان دونوں حدیثوں میں جو اختلاف ہوا ہے، علماء نے اس کے بہت سے جوابات تحریر فرماتے  
ہیں جو شروع حدیث میں مذکور ہیں، مجملہ ان کے یہ ہے کہ نمازیوں کے حال کے اختلاف کی وجہ سے

ہے کہ بعضوں کو پچیس درجہ کی زیادتی ہوتی ہے اور بعضوں کو اخلاص کی وجہ سے ستائیس کی ہوتی ہے بعض علماء نے نماز کے اختلاف پر محمول فرمایا ہے کہ ستر نمازوں میں پچیس ہے اور جبری میں ستائیس ہے بعض نے ستائیس عشاء اور صبح کے لئے بتایا ہے کہ ان دونوں نمازوں میں جانا مشکل معلوم ہوتا ہے اور پچیس باقی نمازوں میں بعض شراح نے لکھا ہے کہ اس اُمت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات کی بارش بڑھتی ہی چلی گئی جیسا کہ اور بھی بہت سی جگہ اس کا ظہور ہے۔ اس لئے اول پچیس درجہ تھا بعد میں ستائیس ہو گیا۔ بعض شراح نے ایک عجیب بات سمجھی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کا ثواب پہلی حدیث سے بہت زیادہ ہے اس لئے کہ اس حدیث میں یہ ارشاد نہیں کہ وہ پچیس درجہ کی زیادتی ہے بلکہ یہ ارشاد ہے کہ پچیس درجہ المضاف ہوتی ہے جس کا ترجمہ دو چند اور دو گنا ہوتا ہے یعنی یہ کہ پچیس مرتبہ تک دو گنا اجر ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس صورت میں جماعت کی ایک نماز کا ثواب تین کروڑ پینتیس لاکھ چوں ہزار چار سو تیس (۳۲۵۵۴۲۲۲) درجہ ہوا۔ حق تعالیٰ شاء کی رحمت سے یہ ثواب کچھ بعید نہیں اور جب نماز کے چھوڑنے کا گناہ ایک حصہ ہے جو پہلے باب میں گذرا تو اس کے پڑھنے کا ثواب یہ ہونا قرین قیاس بھی ہے۔ اُس کے بعد حضورؐ نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ یہ تو خود ہی غور کر لینے کی چیز ہے کہ جماعت کی نماز میں کس قدر اجر و ثواب اور کس کس طرح خُشات کا اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے کہ جو شخص گھر سے وضو کر کے محض نماز کی نیت سے مسجد میں جائے تو اس کے ہر ہر قدم پر ایک نیکی کا اضافہ اور ایک خطا کی مُعافی ہوتی چلی جاتی ہے۔ بنو سُلَیْمَہ مدینہ طیبہ میں ایک قبیلہ تھا ان کے مکانات مسجد سے دُور تھے۔ انہوں نے ارادہ کیا کہ مسجد کے قریب ہی کہیں مُشَقَّل ہو جائیں جُھُور نے ارشاد فرمایا وہیں رہو تمہارے مسجد تک آنے کا ہر ہر قدم لکھا جاتا ہے۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص گھر سے وضو کر کے نماز کو جاتے وہ ایسا ہے جیسا کہ گھر سے احرام باندھ کر حج کو جاتے۔ اس کے بعد حضور ﷺ اور فضیلت کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ جب نماز پڑھ چکا تو اُس کے بعد جب تک مُصَلَّیٰ پر رہے فرشتے مغفرت اور رحمت کی دُعا کرتے رہتے ہیں۔ فرشتے اللہ کے مقبول اور محسوم بندے ہیں اُن کی دُعا کی برکات خود ظاہر ہیں۔ مُحَمَّد بن سَکَّانہ ایک بزرگ عالم ہیں جو امام ابویوسفؒ اور امام مُشَدِّد کے شاگرد ہیں۔ ایک سو تین برس کی عمر میں انتقال ہوا۔ اس وقت دو سو رکعت نفل روزانہ پڑھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ مُسْتَلِّ چالیس برس تک سیری ایک مرتبہ کے علاوہ تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوتی صرف ایک مرتبہ جس دن میری والدہ کا انتقال ہوا ہے اس کی مشغولی کی وجہ سے تکبیر اولیٰ فوت ہو گئی تھی۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میری جماعت کی نماز فوت ہو گئی تھی تو میں نے اس وجہ سے کہ جماعت



کی نماز کا ثواب کچھیں درجہ زیادہ ہے اس نماز کو کچھیں دفعہ پڑھتا کہ وہ عدد پورا ہو جاتے۔ تو خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ محمد! کچھیں دفعہ نماز تو پڑھ لی مگر ملائکہ کی آئین کا کیا ہو گا نہ ملائکہ کی آئین کا مطلب یہ ہے کہ بہت سی احادیث میں یہ ارشاد نبوی آیا ہے کہ جب اہم سورۃ فاتحہ کے بعد آئین کہتا ہے تو ملائکہ بھی آئین کہتے ہیں جس شخص کی آئین ملائکہ کی آئین کے ساتھ ہو جاتی ہے اس کے پچھلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ تو خواب میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے۔ مولانا عبدالحی صاحب فرماتے ہیں کہ اس قصے میں اس طرف اشارہ ہے کہ جماعت کا ثواب مجموعی طور سے جو حاصل ہوتا ہے وہ ایکلے میں حاصل ہو ہی نہیں سکتا چاہے ایک ہزار مرتبہ اس نماز کو پڑھ لے اور یہ ظاہر بات ہے کہ ایک آئین کی موافقت ہی صرف نہیں بلکہ جمع کی شرکت، نماز سے فراغت کے بعد ملائکہ کی دعاؤں کا اس حدیث میں ذکر ہے۔ ان کے علاوہ اور بہت سی خصوصیات ہیں جو جماعت ہی میں پائی جاتی ہیں۔ ایک ضروری امر یہ بھی قابل لحاظ ہے علماء نے لکھا ہے کہ فرشتوں کی اس دعا کا مستحق جب ہی ہو گا جب نماز نماز بھی ہو اور اگر ایسے ہی پڑھی کہ پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر منہ پر مار دی گئی تو پھر فرشتوں کی دعا کا مستحق نہیں ہوتا بلکہ

(۳) عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ مَسَّنَ سَرَفٌ  
أَنَّ يَلْقَى اللَّهَ عِندَ امْتِلَامٍ فَلْيَحَافِظْ  
عَلَى هَؤُلَاءِ الصَّلَوَاتِ حَيْثُ يُنَادَى  
بِهِنَّ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُنَنَ الْهُدَى  
وَالْهَنَ مِنْ سُنَنِ الْهُدَى دَوَائِكُمْ  
صَلَّيْتُمْ فِي بَيْتِكُمْ كَمَا يُصَلِّي هَذَا  
الْمُخْلِفُ فِي بَيْتِهِ لَتَرْكُمُ سُنَّةَ  
نَبِيِّكُمْ وَكَوْتَرْكُمُ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ  
لَضَلَلْتُمْ وَمَا مِنْ رَجُلٍ يَتَطَهَّرُ  
فِي حَيْثُ الظُّهُورِ ثُمَّ يَعْبُدُ إِلَى  
مَسْجِدٍ مِنْ هَذِهِ الْمَسَاجِدِ إِلَّا كَتَبَ  
اللَّهُ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ يُحْطُوها حَسَنَةً

حضرت عبداللہ بن مسعود ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ کل قیامت کے دن اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں مسلمان بن کر حاضر ہو وہ ان نمازوں کو ایسی جگہ ادا کرے جہاں اذان ہوتی ہے (یعنی مسجد میں) اسلئے کہ حق تعالیٰ شانہ نے تمہارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے ایسی سنتیں جاری فرمائی ہیں جو سراسر ہدایت ہیں انہیں میں سے یہ جماعت کی نمازیں بھی ہیں۔ اگر تم لوگ اپنے گھروں میں نماز پڑھنے لگو گے جیسا کہ فلاں شخص پڑھتا ہے تو تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے چھوڑنے والے ہو گے اور یہ سمجھ لو کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے اور جو شخص

کی نماز کا ثواب کچھیں درجہ زیادہ ہے اس نماز کو کچھیں دفعہ پڑھتا کہ وہ عدد پورا ہو جاتے۔ تو خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ محمد! کچھیں دفعہ نماز تو پڑھ لی مگر ملائکہ کی آئین کا کیا ہو گا نہ ملائکہ کی آئین کا مطلب یہ ہے کہ بہت سی احادیث میں یہ ارشاد نبوی آیا ہے کہ جب اہم سورۃ فاتحہ کے بعد آئین کہتا ہے تو ملائکہ بھی آئین کہتے ہیں جس شخص کی آئین ملائکہ کی آئین کے ساتھ ہو جاتی ہے اس کے پچھلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ تو خواب میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے۔ مولانا عبدالحی صاحب فرماتے ہیں کہ اس قصے میں اس طرف اشارہ ہے کہ جماعت کا ثواب مجموعی طور سے جو حاصل ہوتا ہے وہ ایکلے میں حاصل ہو ہی نہیں سکتا چاہے ایک ہزار مرتبہ اس نماز کو پڑھ لے اور یہ ظاہر بات ہے کہ ایک آئین کی موافقت ہی صرف نہیں بلکہ جمع کی شرکت، نماز سے فراغت کے بعد ملائکہ کی دعاؤں کا اس حدیث میں ذکر ہے۔ ان کے علاوہ اور بہت سی خصوصیات ہیں جو جماعت ہی میں پائی جاتی ہیں۔ ایک ضروری امر یہ بھی قابل لحاظ ہے علماء نے لکھا ہے کہ فرشتوں کی اس دعا کا مستحق جب ہی ہو گا جب نماز نماز بھی ہو اور اگر ایسے ہی پڑھی کہ پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر منہ پر مار دی گئی تو پھر فرشتوں کی دعا کا مستحق نہیں ہوتا بلکہ

(۳) عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ مَسَّنَ سَرَفٌ  
أَنَّ يَلْقَى اللَّهَ عِندَ امْتِلَامٍ فَلْيَحَافِظْ  
عَلَى هَؤُلَاءِ الصَّلَوَاتِ حَيْثُ يُنَادَى  
بِهِنَّ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُنَنَ الْهُدَى  
وَالْهَنَ مِنْ سُنَنِ الْهُدَى دَوَائِكُمْ  
صَلَّيْتُمْ فِي بَيْتِكُمْ كَمَا يُصَلِّي هَذَا  
الْمُخْلِفُ فِي بَيْتِهِ لَتَرْكُمُ سُنَّةَ  
نَبِيِّكُمْ وَكَوْتَرْكُمُ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ  
لَضَلَلْتُمْ وَمَا مِنْ رَجُلٍ يَتَطَهَّرُ  
فِي حَيْثُ الظُّهُورِ ثُمَّ يَعْبُدُ إِلَى  
مَسْجِدٍ مِنْ هَذِهِ الْمَسَاجِدِ إِلَّا كَتَبَ  
اللَّهُ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ يُخْطُوهَا حَنَّةً

حضرت عبداللہ بن مسعود ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ کل قیامت کے دن اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں مسلمان بن کر حاضر ہو وہ ان نمازوں کو ایسی جگہ ادا کرے جہاں اذان ہوتی ہے (یعنی مسجد میں) اسلئے کہ حق تعالیٰ شانہ نے تمہارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے ایسی سنتیں جاری فرمائی ہیں جو سراسر ہدایت ہیں انہیں میں سے یہ جماعت کی نمازیں بھی ہیں۔ اگر تم لوگ اپنے گھروں میں نماز پڑھنے لگو گے جیسا کہ فلاں شخص پڑھتا ہے تو تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے چھوڑنے والے ہو گے اور یہ سمجھ لو کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے اور جو شخص

وَيَرْفَعُهُ بِهَا دَرَجَةً وَيَحِطُّ عَنْهُ  
بِمَا سَبَّحَتْهُ وَلَقَدْ رَأَيْتَنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ  
عَنْهَا إِلَّا مُنَافِقٌ مَعْلُومٌ النِّفَاقِ  
وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يُؤْتَى بِهَا يُهَادَى  
بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتَّى يُقَامَ فِي الصَّفِّ  
وَفِي رِوَايَةٍ لَقَدْ رَأَيْتَنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ  
عَنِ الصَّلَاةِ إِلَّا مُنَافِقٌ قَدْ عَلِمَ نِفَاقَهُ  
أَوْ مَرِيضٌ إِنْ كَانَ الرَّجُلُ كَيْشِي  
بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتَّى يَأْتِيَ الصَّلَاةَ.

اچھی طرح وضو کرے اس کے بعد مسجد کی طرف  
جاتے تو ہر قدم پر ایک ایک نیکی لکھی جاتے  
گی اور ایک ایک خطا معاف ہوگی اور ہم تو اپنا  
یہ حال دیکھتے تھے کہ جو شخص حکم کلام منافق ہو وہ تو  
جھٹلتے رہ جاتا تھا اور حضور کے زمانہ میں عام منافقوں  
کی بھی جماعت چھوڑنے کی ہمت نہ ہوتی تھی یا کوئی  
سخت بیمار ورنہ جو شخص دوا دمیوں کے سہارے  
گھٹتا ہوا جاسکتا تھا وہ بھی صف میں کھڑا کر دیا  
جاتا تھا۔

وَقَالَ إِنْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِمْنَا سُنَنَ الْهُدَى وَرَأَى مِنْ سُنَنِ  
الْهُدَى الصَّلَاةُ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي يُؤَذَّنُ فِيهِ (رواه مسلم والبوداؤد والنسائی وابن ماجه)  
کذا فی الترغیب و الدر المنثور والسنه نوعان سنة الهدى وتاركها يستوجب  
اساءة كالجماعة والاذان والزوائد وتاركها لا يستوجب اساءة كيد النبي  
صلى الله عليه وسلم في لباسه وقعوده كذا في نوذالانوار والاضافة في  
سنة الهدى بيانية اى سنة هي هدى والحمل مبالغة كذا في  
فسر الاقنار

**ف** اصحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے یہاں جماعت کا اس قدر اہتمام تھا اگر بیمار بھی کسی  
طرح جماعت میں جاسکتا تھا تو وہ بھی جاکر شریک ہو جاتا تھا چاہے دوا دمیوں کو کچھ کر لے جانے کی  
نوبت آتی اور یہ اہتمام کیوں نہ ہوتا جب کہ ان کے اور ہمارے آقا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح  
کا اہتمام تھا چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الوفات میں یہی صورت پیش آتی کہ مرض  
کی شدت کی وجہ سے بار بار غشی ہوتی تھی اور کئی کئی دفعہ وضو کا پانی طلب فرماتے تھے۔ آخر ایک مرتبہ وضو  
فرمایا اور حضرت عباسؓ اور ایک دوسرے صحابی کے سہارے سے مسجد میں تشریف لے گئے کہ زمین پر  
پاؤں مبارک اچھی طرح جمتا بھی نہ تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے تعمیل ارشاد میں نماز پڑھنا شروع کر دی تھی۔  
حضور جاکر نماز میں شریک ہوئے یہ حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم  
کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ اللہ کی عبادت اس طرح کر گویا وہ بالکل سامنے ہے اور تو اس کو دیکھ رہا ہے اور



اپنے آپ کو مردوں کی فہرست میں شمار کیا کر (زندوں میں اپنے کو سمجھ ہی نہیں کہ پھر نہ کسی بات کی خوشی کسی بات سے رنج) اور مظلوم کی بددعا سے اپنے کو بچا اور جو تو اتنی بھی طاقت رکھتا ہو کہ زمین پر گھسٹ کر عشاء اور صبح کی جماعت میں شریک ہو سکے تو دریغ نہ کر۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ منافقوں پر عشاء اور صبح کی نماز بہت بھاری ہے۔ اگر ان کو یہ معلوم ہو جانا کہ جماعت میں کتنا ثواب ہے تو زمین پر گھسٹ کر جاتے اور جماعت سے ان کو پڑھتے بلے

(۴) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى اللَّهُ أَرْبَعِينَ يَوْمًا فِي جَمَاعَةٍ يُدْرِكُ الشَّكِيرَةَ الْأُولَى كُتِبَ لَهُ بَرَأَتَانِ بَرَاءَةٌ لِمَنْ النَّارِ وَبَرَاءَةٌ لِمَنْ النَّفَاقِ -

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص چالیس دن اخلاص کے ساتھ ایسی طرح نماز پڑھے کہ تکبیر اولی فوت نہ ہو تو اس کو دو پُرانے ملتے ہیں۔ ایک پروانہ جہنم سے پھٹکار کے کا۔ دوسرا نفاق سے بری ہونے کا۔

(رواہ الترمذی وقال لا اعلم احدا رفعه الاماروی مسلم بن قتيبة عن طعمة بن عمر وقال المصلي ومسلم وطعمة وبقيته رواه ثقة كذا في الترغيب قلت له شواهد من حديث عمر رفعه من صلى في مسجد جماعة اربعين ليلة لا تقوته الركعة الاولى من صلوة العشاء كتب الله له بها عتقا من النار رواه ابن ماجه واللفظ له والترمذی وقال نحو حديث انس يعني المتقدم ولم يذكر لفظه وقال مرسل يعني ان عمارة الراوى عن انس لم يدرك انسا وعزاه في منتخب الكنز الى البيهقي في الشعب وابن عسكروا ابن النجار

ف یعنی جو اس طرح چالیس دن اخلاص سے نماز پڑھے کہ شروع سے امام کے ساتھ شریک ہو اور نماز شروع کرنے کی تکبیر جب امام کہے تو اسی وقت یہ بھی نماز میں شریک ہو جائے تو وہ شخص نہ جہنم میں داخل ہوگا نہ منافقوں میں داخل ہوگا۔ منافق وہ لوگ کہلاتے ہیں جو اپنے کو مسلمان ظاہر کریں لیکن دل میں کفر رکھتے ہوں اور چالیس دن کی خصوصیت بظاہر اس وجہ سے ہے کہ حالات کے تغیر میں چالیس دن کو خاص دخل ہے چنانچہ آدمی کی پیدائش کی ترتیب جس حدیث میں آئی ہے اس میں بھی چالیس دن تک نطفہ رہنا پھر گوشت کا ٹکڑا چالیس دن تک، اسی طرح چالیس دن میں اس کا تغیر ذکر فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے صوفیاء کے یہاں چلہ بھی خاص اہمیت رکھتا ہے۔ کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ

جن کی برسوں بھی تکبیرِ اولی فوت نہیں ہوتی۔  
 (۵) عَنْ أَبِي مُرَّةٍ قَالَ قَالَ  
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 مَنْ تَوَضَّأَ فَأَخْبَنَ وَضُوءَهُ ثُمَّ  
 رَاحَ فَوَجَدَ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا أَعْطَاهُ  
 اللَّهُ مِثْلَ أَجْرِ مَنْ صَلَّاهَا وَحَضَرَهَا  
 لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أَجُورِهِمْ شَيْئًا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اچھی طرح وضو کرے پھر مسجد میں نماز کیلئے جاتے اور وہاں پہنچ کر معلوم ہو کہ جماعت ہو چکی تو کبھی اس کو جماعت کی نماز کا ثواب ہوگا اور اس ثواب کی وجہ سے ان لوگوں کے ثواب میں کچھ کمی نہیں ہوگی جنہوں نے جماعت سے نماز پڑھی ہے۔

(رواہ ابوداؤد والنسائی والمحاکمہ وقال صحیح علی شرط مسلم کذا فی الترغیب و  
 نہ فیہ ایضاً عن سعید بن المسیب قال حضر رجلاً من الانصار الموت فقال انی محدثکم  
 حدیثاً ما احدثکموه الا احتساباً انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول  
 اذا قوضاء احدکم فاحسن الوضوء الحدیث وفیہ فان اتی المسجد فصلی فی جماعة  
 غفرلہ فان اتی المسجد وقد صلوا بعضاً ولقی بعض صلی ما ادرک واتم ما بقی کان  
 کذا لک فان اتی المسجد وقد صلوا فاتم الصلوۃ کان کذا لک (رواہ ابوداؤد)  
**ف** : یہ اللہ کا کس قدر انعام و احسان ہے کہ محض گوشش اور سعی پر جماعت کا ثواب مل  
 جائے تو جماعت نہ مل سکے۔ اللہ کی اس دین پر بھی ہم لوگ خود ہی نہ لیں تو کسی کا کیا نقصان ہے  
 اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ محض اس کھٹکا سے کہ جماعت ہو چکی ہوگی مسجد میں جانا ملتوی نہ  
 کرنا چاہیے۔ اگر جا کر معلوم ہو کہ ہو چکی ہے تب بھی ثواب تو مل ہی جائے گا البتہ اگر پہلے سے یقیناً  
 معلوم ہو جائے کہ جماعت ہو چکی ہے تو مضائقہ نہیں۔

٦ عَنْ قُبَابِ بْنِ أَشْيَمَ الْكِنَازِيِّ  
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ صَلَاةُ الرَّجُلَيْنِ يَوْمَ أَحَدَهُمَا  
صَاحِبُهُ أَزْكَى عِنْدَ اللَّهِ مِنْ صَلَاةِ  
الْبَقْعَةِ تَتْرَى وَصَلَاةُ لِرَبْعَةٍ أَزْكَى عِنْدَ اللَّهِ  
مِنْ مَكْلُوفَةٍ ثَنَانِيَةٍ تَتْرَى وَصَلَاةُ ثَنَانِيَةٍ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے  
کہ دو آدمیوں کی جماعت کی نماز کہ ایک امام ہو  
ایک مقتدی اللہ کے نزدیک چار آدمیوں کی  
علیحدہ علیحدہ نماز سے زیادہ پسندیدہ ہے  
اسی طرح چار آدمیوں کی جماعت کی نماز آٹھ آدمیوں  
کی متفرق نماز سے زیادہ محبوب ہے اور آٹھ آدمیوں

يَوْمَهُمْ اَخَذَهُمْ اَزْكَا عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ صَلَوةٍ مِائَةٍ تَتْرُكِي۔

کی جماعت کی نماز سو آدمیوں کی متفرق نمازوں سے بڑھی ہوتی ہے ایک دوسری حدیث میں ہے اسی طرح جتنی بڑی جماعت میں نماز پڑھی جائے گی وہ اللہ کو زیادہ محبوب ہے مختصر جماعت سے۔

~XXXXXXXXXXXXXXXXXXXX~

رواہ البزار والطبرانی باسناد لا باس به كذا في الترغيب وفي مجمع الزوائد  
رواہ البزار والطبرانی في الكبير رجال الطبرانی موثقون وعزاه في الجامع الصغير  
الى الطبرانی والبيهقي ورقم له بالصحة وعن ابی بن كعب رفعه بمعنى حديث ابی  
وفيه قصة وفي آخره وكلما كثر فهو احب الى الله عز وجل رواه احمد والبوداوي و  
النسائي وابن خزيمة وابن حبان في صحيحهما والحاكم وقد جزم يحيى بن معين و  
الذهلي بصحة هذا الحديث كذا في الترغيب،

**ف** : جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دو چار آدمی مل کر گھر دوکان وغیرہ پر جماعت کر لیں وہ کافی ہے اول  
تو اس میں مسجد کا ثواب شروع ہی سے نہیں ہوتا دوسرے کثرت جماعت کے ثواب سے بھی محرومی ہوتی  
ہے مجمع جتنا زیادہ ہوگا اتنا ہی اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے واسطے  
ایک کام کرنا ہے تو پھر جس طریقہ میں اس کی خوشنودی زیادہ ہو اسی طریقہ سے کرنا چاہیے۔ ایک حدیث  
میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ تین چیزوں کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں ایک جماعت کی صف کو ایک اس  
شخص کو جو آدھی رات (تہجد) کی نماز پڑھ رہا ہو، دوسرے اس شخص کو جو کسی لشکر کے ساتھ لڑ رہا ہو، تیسرے  
حضرت سہلؓ فرماتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم  
نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ اندھیرے میں مسجدوں میں  
بکثرت جاتے رہتے ہیں، ان کو قیامت کے  
دن کے پورے پورے نور کی خوشخبری سنائے۔

(۴) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ  
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
بَشِّرِ الثَّابِتِينَ فِي الظُّلُمِ إِلَى الْمَسَاجِدِ  
بِالنُّورِ النَّامِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

رواہ ابن ماجہ وابن خزيمة في صحيحه والحاكم واللفظ له وقال صحيح على شرط الشيخين  
كذا في الترغيب وفي المشكوة برواية الترمذي والبی داؤد عن بریدة ثم قال رواه  
ابن ماجة عن سهل ابن سعد وانس اه قلت وله شاهد في منتخب كنز العمال  
برواية الطبرانی عن ابی امامة بلفظ بشر المدلجين الى المساجد في الظلم بمنابر  
من نور يوم القيامة يفرح الناس ولا يفرعون ذكر السيوطي في الدر المنثور في تفسير



قوله تعالى انما يعمر مساجد الله عدة روايات في هذا المعنى،

**ف** یعنی آج دنیا میں اندھیری رات میں مسجد میں جانے کی قدر اس وقت معلوم ہوگی جب قیامت کا ہولناک منظر سامنے ہوگا اور ہر شخص مصیبت میں گرفتار ہوگا۔ آج کے اندھیروں کی مشقت کا بدلہ اور اس کی قدر اس وقت ہوگی جب ایک چمکتا ہوا نور اور آفتاب سے کہیں زیادہ روشنی ان کے ساتھ ساتھ ہوگی۔ ایک حدیث میں ہے کہ وہ قیامت کے دن نور کے منبروں پر ہوں گے اور بے فکر اور لوگ گہرا ہٹ میں ہونگے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہ قیامت کے دن ارشاد فرمائیں گے کہ میرے پڑوسی کہاں ہیں۔ فرشتے عرض کریں گے کہ آپ کے پڑوسی کون ہیں؟ ارشاد ہوگا کہ مسجدوں کو آباد کرنے والے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سب جگہوں سے زیادہ محبوب مسجد میں ہیں اور سب میں زیادہ ناپسند بازار ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ مسجدیں جنت کے باغ ہیں۔ ایک صحیح حدیث میں وارد ہے حضرت ابوسعید خدریؓ سے نقل کرتے ہیں جس شخص کو دیکھو کہ مسجد کا عادی ہے تو اس کے ایمان دار ہونے کی گواہی دو۔ اس کے بعد انشاء یعمر مساجد اللہ یہ آیت تلاوت فرمائی یعنی مسجدوں کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ مشقت کے وقت وضو کرنا اور مسجد کی طرف قدم اٹھانا اور نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظام میں بیٹھے رہنا گناہوں کو دھو دیتا ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص جتنا مسجد سے دور ہوگا اتنا ہی زیادہ ثواب ہوگا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ہر قدم پر اجر و ثواب ہے اور جتنی دور مسجد ہوگی اتنے ہی قدم زیادہ ہوں گے اسی وجہ سے بعض صحابہؓ چھوٹے چھوٹے قدم رکھتے تھے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر لوگوں کو ان کا ثواب معلوم ہو جائے تو لڑائیوں سے ان کو حائل کیا جائے۔ ایک اذان کہنا، دوسری جماعت کی نمازوں کے لئے دوپہر کے وقت جانا، تیسری پہلی صف میں نماز پڑھنا۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ قیامت کے دن جب ہر شخص پریشان حال ہوگا اور آفتاب نہایت تیزی پر ہوگا۔ سات آدمی ایسے ہوں گے جو اللہ کی رحمت کے سایہ میں ہوں گے ان میں ایک شخص وہ بھی ہوگا جس کا دل مسجد میں اٹکا ہے کہ جب کسی ضرورت سے باہر آئے تو پھر مسجد ہی میں واپس جانے کی خواہش ہو۔ ایک حدیث میں وارد ہے جو شخص مسجد سے الفت رکھتا ہے اللہ جل شانہ اس سے الفت فرماتے ہیں کہ

شریعت مطہرہ کے ہر حکم میں خیر و برکت، اجر و ثواب تو بے پایاں ہے ہی، اس کے ساتھ ہی

لے جامع الصغیرۃ فیما ملہ دُرۃ جامع الصغیرۃ فیما ملہ ایضاً لے ایضاً۔

الْبَدَاءُ فَكَمْ يَنْتَعَهُ مِنْ اتِّبَاعِهِ  
عُذْرٌ قَالُوا مَا الْعُذْرُ قَالَ خَوْفٌ أَوْ  
مَرَضٌ لَمْ تَقْبَلْ مِنْهُ الصَّلَاةُ الَّتِي  
صَلَّيْتَ

نماز کو نہ جاتے (وہیں پڑھ لے تو وہ نماز  
قبول نہیں ہوتی۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ  
عذر سے کیا مراد ہے۔ ارشاد ہوا کہ مرض  
ہو یا کوئی خوف ہو۔

(رواہ ابوداؤد وابن حبان فی صحیحہ وابن ماجہ بنحوہ کذا فی الترغیب و فی مشکوٰۃ  
رواہ ابوداؤد والدارقطنی)

**ف** : قبول نہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اس نماز پر جو ثواب اور انعام حق تعالیٰ شائستہ  
کی طرف سے ہوتا وہ نہ ہو گا۔ گو فرضِ ذمہ سے اتر جائے گا اور یہی مراد ہے ان حدیثوں سے  
جن میں آیا ہے کہ اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ ایسا ہونا بھی کچھ ہونا ہوا جس پر انعام  
و اکرام نہ ہوا۔ یہ ہمارے امام کے نزدیک ہے ورنہ صحابہؓ اور تابعینؓ کی ایک جماعت کے نزدیک  
ان احادیث کی بناء پر بلا عذر جماعت کا چھوڑنا حرام ہے اور جماعت سے پڑھنا فرض ہے حتیٰ کہ  
بہت سے علماء کے نزدیک نماز ہوتی ہی نہیں۔ حنفیہ کے نزدیک اگرچہ نماز ہو جاتی ہے مگر جماعت  
کے چھوڑنے کا مجرم تو ہو ہی جاتے گا۔ حضرت ابن عباسؓ سے ایک حدیث میں یہ بھی نقل  
کیا گیا کہ اس شخص نے اللہ کی نافرمانی کی اور رسولؐ کی نافرمانی کی۔ حضرت ابن عباسؓ کا یہ بھی ارشاد  
ہے کہ جو شخص اذان کی آواز سنے اور جماعت سے نماز نہ پڑھے نہ اس نے بھلائی کا ارادہ کیا نہ  
اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا گیا۔ حضرت ابوہریرہؓ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اذان  
کی آواز سنے اور جماعت میں حاضر نہ ہو اس کے کان گھلے ہوئے سیسے سے بھر دیئے جاویں یہ  
بہتر ہے۔

(۲) عَنْ مَعَاذِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ رَسُولِ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ  
الْجَفَاءُ كُلُّ الْجَفَاءِ وَالْكُفْرُ وَالنِّفَاقُ  
مَنْ سَمِعَ مُنَادِيًا يَدْعُو إِلَى الصَّلَاةِ  
فَلَا يُجِيبُهُ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کفر  
ظلم ہے اور کفر ہے اور نفاق ہے اس شخص  
کا فعل جو اللہ کے منادی (یعنی مؤذن) کی آواز  
سنے اور نماز کو نہ جائے۔

(رواہ احمد والطبرانی من روایۃ زبان بن فائد کذا فی الترغیب و فی مجمع الزوائد  
رواہ الطبرانی فی الکبیر و زبان ضعفہ ابن معین و وثقہ ابو حاتم و عزہ فی

الجامع الصغير الى الطبراني ورقعه له بالضعف

**ف** بکتی سخت وعید اور ڈانٹ ہے اس حدیث پاک میں کہ اُسکی اس حرکت کو کافروں کا فعل اور منافقوں کی حرکت بتایا ہے کہ گویا مسلمان سے یہ بات ہو ہی نہیں سکتی ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ آدمی کی بد بختی اور بد نصیبی کے لئے یہ کافی ہے کہ مؤذن کی آواز سُنے اور نماز کو نہ جائے۔ سَلَمَانَ بْنِ ابْنِ حَمْزَةَ جلیل القدر لوگوں میں تھے جُھنور کے زمانہ میں پیدا ہوئے مگر جُھنور سے روایت سُننے کی نوبت کم عمری کی وجہ سے نہیں آئی حضرت عمرؓ نے اُن کو بازار کا نگران بنا رکھا تھا۔ ایک دن اتفاق سے صبح کی نماز میں موجود نہ تھے۔ حضرت عمرؓ اس طرف تشریف لے گئے تو ان کی والدہ سے پوچھا کہ سلیمان آج صبح کی نماز میں نہیں تھے۔ والدہ نے کہا کہ رات بھر نفلوں میں مشغول رہا، نیند کے غلبہ سے آنکھ لگ گئی۔ آپ نے فرمایا میں صبح کی جماعت میں شریک ہوں یہ مجھے اس سے پسندیدہ ہے کہ رات بھر نفلیں پڑھوں۔

(۳) عَنْ ابْنِ مَرْيَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أُمَرَ فَنِيَّتِي فَيَجْمَعُوا لِي حُزْمًا مِنْ حَطَبٍ ثُمَّ آتِي قَوْمًا يُصَلُّونَ فِي بُيُوتِهِمْ لَيْتَ بِهِمْ عِلَّةٌ فَأَحْرَقْتُهَا عَلَيْهِمْ۔

جُھنور قدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میرا دل چاہتا ہے کہ چند جوانوں سے کہوں کہ بہت سا ایندھن اکٹھا کر کے لائیں پھر میں ان لوگوں کے پاس جاؤں جو بلا عذر گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں اور جا کر ان کے گھروں کو جلادوں۔

(رواد مسلم و ابوداؤد وابن ماجہ والترمذی کذا فی الترغیب قال السيوطی فی الدر الخرج ابن ابی شیبہ والبخاری ومسلم وابن ماجہ عن ابی هريرة رفعه اقل الصلاة على المنافقين صلاة العشاء وصلاة الفجر ولو يعلمون ما فيها لا توجها ولو جواً ولقد همت امر بالصلاة فتقام الحديث بنحوه)

**ف** بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود اس شفقت اور رحمت کے جو اُمت کے حال پر تھی اور کسی شخص کی ادنیٰ سی تکلیف بھی گوارا نہ تھی اُن لوگوں پر جو گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں اس قدر غصہ ہے کہ اُن کے گھروں میں آگ لگا دینے کو بھی آمادہ ہیں۔

(۴) عَنْ ابْنِ الدُّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جُھنور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس گاؤں یا جگہ میں تین آدمی ہوں اور وہاں



يَقُولُ مَا مِنْ شَيْءٍ فِي قُرْبَةٍ وَلَا بَدْوٍ  
لَا تَقَامُ فِيهِمُ الْقُلُوبُ إِلَّا اسْتَعُوذَ  
عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ  
فَإِنَّمَا يَأْكُلُ الذُّبُّ مِنَ الْفَنَمِ  
الْقَاصِيَةِ.

اجاعت نماز نہ ہوتی ہو تو ان پر شیطان  
مسلط ہو جاتا ہے اسلئے جماعت کو ضروری  
سمجھو، بھیڑ یا کیلی بکری کو کھا جاتا ہے اور  
آدمیوں کا بھیڑ یا شیطان ہے۔

رواہ احمد و ابو داؤد و النسائی و ابن خزيمة و ابن حبان فی صحیحہما و الحاكم و زاد ریزین فی جامعہ و ان ذئب الانسان الشيطان اذا خلا به اكله كذا فی  
الترغيب و رقم له فی الجامع الصغیر بالصحة و صححه الحاكم و اقرع عليه الذی  
ف: اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ کھیتی باڑی میں مشغول رہتے ہیں اگر تین آدمی ہوں تو  
اُن کو جماعت سے نماز پڑھنا چاہیے بلکہ دو کو بھی جماعت سے پڑھنا اولیٰ ہے۔ کسان عام طور  
سے اول تو نماز پڑھتے ہی نہیں کہ ان کے لئے کھیتی کی مشغولی اپنے نزدیک کافی عذر ہے اور جو  
بہت دیندار سمجھے جاتے ہیں وہ بھی اکیلے ہی پڑھ لیتے ہیں حالانکہ اگر چند کھیت والے بھی ایک  
جگہ جمع ہو کر پڑھیں تو کتنی بڑی جماعت ہو جائے اور کتنا بڑا ثواب حاصل کریں۔ چار پیسے کے  
واسطے سردی گرمی دھوپ بارش سب سے بے نیاز ہو کر دن بھر مشغول رہتے ہیں لیکن اتنا  
بڑا ثواب ضائع کرتے ہیں اور اس کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتے۔ حالانکہ یہ لوگ اگر جنگل میں  
جماعت سے نماز پڑھیں تو اور بھی زیادہ ثواب کا سبب ہوتا ہے حتیٰ کہ ایک حدیث میں آیا  
ہے کہ پچاس نمازوں کا ثواب ہو جاتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی بکریاں چرانے  
والا کسی پہاڑ کی جڑ میں (یا جنگل میں) اذان کہتا ہے اور نماز پڑھنے لگتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ اس  
سے بے حد خوش ہوتے ہیں اور تعجب و تفاخر سے فرشتوں سے فرماتے ہیں۔ دیکھو جو میرا بندہ  
اذان کہہ کر نماز پڑھنے لگا۔ یہ سب میرے ڈر کی وجہ سے کر رہا ہے میں نے اس کی مغفرت کر دی  
اور جنت کا داخلہ طے کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کسی نے پوچھا  
کہ ایک شخص دن بھر روزہ رکھتا ہے اور رات  
بھر نفلیں پڑھتا ہے مگر جمعہ اور جماعت میں  
شریک نہیں ہوتا (اس کے متعلق کیا حکم ہے)

⑤ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ  
رَجُلٍ يَصُومُ النَّهَارَ وَيَقُومُ اللَّيْلَ وَ  
لَا يَشْهَدُ الْجَمَاعَةَ وَلَا الْجُمُعَةَ فَقَالَ  
هَذَا فِي النَّارِ.

اپنے فرمایا کہ یہ شخص جہنمی ہے۔

(رداۃ الترمذی موقوفاً کذا فی الترغیب و فی تنبیہ الغافلین روی عن مجاہد ان رجلاً جاء الى ابن عباس فقال يا ابن عباس ما تقول في رجل فذكره بلفظه زاد في اخره فاختلف اليه شهراً يسأل عن ذلك وهو يقول هو في النار)۔

ف: گو ایک خاص زمانہ تک سزا بھگتے کے بعد جہنم سے نکل آئے کہ بہر حال مسلمان ہے مگر یہ معلوم کتنے عرصہ تک پڑا رہنا پڑے گا۔ جاہل صوفیوں میں وظیفوں اور نفلوں کا توزور ہوتا ہے مگر جماعت کی پرواہ نہیں ہوتی، اس کو وہ بزرگی سمجھتے ہیں حالانکہ کمال بزرگی اللہ کے محبوب کا اتباع ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ تین شخصوں پر حق تعالیٰ شائد لعنت بھیجتے ہیں ایک اس شخص پر جس سے نمازی (کسی معقول وجہ سے) ناراض ہوں اور وہ امامت کرے۔ دوسرے اس عورت پر جس کا خاوند اس سے ناراض ہو۔ تیسرے اس شخص پر جو اذان کی آواز مٹنے اور جماعت میں شریک نہ ہو۔

حضرت کعب احبار فرماتے ہیں کہ قسم ہے اُس پاک ذات کی جس نے تورات حضرت موسیٰ پر اور انجیل حضرت عیسیٰ پر اور زبور حضرت داؤد پر (علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام) نازل فرمائی اور قرآن شریف سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا کہ یہ آیتیں فرض نماز کو جماعت سے ایسی جگہ پڑھنے کے باوجود جہاں اذان ہوتی ہو نازل ہوئی ہیں تدرجاً جب دن حق تعالیٰ شائد ساق کی تجلی فرماتیں گے (جو ایک خاص قسم کی تجلی ہوگی) اور لوگ اس دن سجدہ کے لئے بلا تے جا دیں گے، تو یہ لوگ سجدہ نہیں کر سکیں گے۔ اُن کی آنکھیں شرم کے مارے جھکی ہوئی ہوں گی اور ان پر ذلت چھاتی ہوئی ہوگی اسلئے

۶) أَخْرَجَ ابْنُ مَرْدَوَيْهِ عَنْ كَعْبٍ فِي الْحَبَرِ قَالَ وَالَّذِي أَنْزَلَ التَّوْرَةَ عَلَى مُوسَىٰ وَالْإِنْجِيلَ عَلَى عِيسَىٰ وَالزَّبُورَ عَلَى دَاوُدَ وَالْفُرْقَانَ عَلَى مُحَمَّدٍ أَنْزَلَتْ هَذِهِ الْآيَاتُ فِي الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ حَيْثُ يُنَادَى بِهِنَّ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ إِلَى قَوْلِهِ وَهُمْ سَائِلُونَ الصَّلَاةِ الْغُتْسَ إِذَا دُفِعَ بِهَا وَ أَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ فِي الشَّعْبِ عَنْ سَمِيدِ بْنِ جَبْرِ قَالَ الصَّلَاةُ فِي الْجَمَاعَاتِ وَ أَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ مِنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ الرَّجُلُ يَسْمَعُ الْإِذَانَ فَلَا يَجِيبُ الصَّلَاةَ كَذَا فِي الدَّلَالِ الْمَشْهُورِ قُلْتُ وَتَمَامُ الْآيَةِ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَيُذْعَنُ إِلَى السُّجُودِ فَلَا يَتَيَسَّلُونَ

کہ یہ لوگ دنیا میں سجدہ کی طرف بلائے  
جاتے تھے اور صبح سالم تندرست تھے  
(پھر بھی سجدہ نہیں کرتے تھے)

خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْفَعُهُمْ ذِلَّةً  
وَقَدْ كَانُوا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ  
هُمْ سَاءَ الْبُؤْسَ ۝ (۵-۲)

**ف** : ساق کی تجلی ایک خاص قسم کی تجلی ہے جو میدانِ حشر میں ہوگی اس تجلی کو دیکھ کر سارے  
مسلمان سجدہ میں گر جائیں گے مگر بعض لوگ ایسے ہوں گے جن کی کمر تختہ ہو جائے گی اور سجدہ  
پر قدرت نہ ہوگی۔ یہ کون لوگ ہوں گے اس کے بارے میں تفسیریں مختلف وارد ہوئی ہیں، ایک  
تفسیر یہ ہے جو کعب احبارؓ سے منقول ہے اور اسی کے موافق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ  
سے بھی منقول ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں جماعت کی نماز کے واسطے بلائے جاتے تھے اور  
جماعت کی نماز نہیں پڑھتے تھے۔ دوسری تفسیر بخاری شریف میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے منقول  
ہے کہ میں نے حضورؐ سے سنا کہ یہ لوگ وہ ہوں گے جو دنیا میں ریا اور دکھلاوے کے واسطے نماز  
پڑھتے تھے، تیسری تفسیر یہ ہے کہ یہ کافر لوگ ہیں جو دنیا میں سرے سے نماز ہی نہیں پڑھتے تھے  
چوتھی تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد منافق ہیں۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَعِلْمُهُ اَكْبَرُ۔

بہر حال اس تفسیر کے موافق جس کو حضرت کعب احبارؓ قسم کھا کر ارشاد فرما رہے ہیں اور  
حضرت ابن عباسؓ جیسے جلیل القدر صحابی امام تفسیر سے اس کی تائید ہوتی ہے، کتنا سخت معاملہ  
ہے کہ میدانِ حشر میں ذلت و کجبت ہو اور جہاں سارے مسلمان سجدہ میں مشغول ہوں اس سے  
سجدہ ادا نہ ہو سکے۔ ان کے علاوہ اور کبھی بہت سی وعیدیں جماعت کے چھوڑنے پر آئی ہیں مسلمان  
کے لئے تو ایک بھی وعید کی ضرورت نہیں کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کا حکم و ارشاد ہی سب کچھ  
ہے اور جس کو اس کی قدر نہیں اس کے لئے ہزار طرح کی وعیدیں بھی بیکار ہیں جب سزا کا وقت  
آئے گا تو یثیمانی ہوگی جو بیکار ہوگی۔





# تیسرا باب

## مُشَوَّعِ خُضُّوعِ کے بیان میں

بہت سے لوگ ایسے ہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور ان میں سے بہت سے ایسے بھی ہیں جو جہاں کا بھی اہتمام فرماتے ہیں لیکن اس کے باوجود ایسی بُری طرح پڑھتے ہیں کہ وہ نماز بجائے اس کے ثواب و اجر کا سبب ہو، ناقص ہونے کی وجہ سے مُنہ پر مار دی جاتی ہے، گو نہ پڑھنے سے یہ بھی بہتر ہے کیونکہ نہ پڑھنے کی صورت میں جو عذاب ہے وہ بہت زیادہ سخت ہے اور اس صورت میں یہ ہوا کہ وہ قابل قبول نہ ہوئی اور مُنہ پر پھینک کر مار دی گئی اس پر کوئی ثواب نہیں ہوا، لیکن نہ پڑھنے میں جس درجہ کی نافرمانی اور نخوت ہوتی وہ تو اس صورت میں نہ ہوگی البتہ یہ مناسب ہے کہ جب آدمی وقت خرچ کرے، کارد و بار چھوڑے، مشقت اٹھائے تو اس کی کوشش کرنا چاہیے کہ جتنی زیادہ سے زیادہ وزنی اور قیمتی پڑھ لے اُس میں کوتاہی نہ کرے۔ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے گو وہ قربانی کے بارے میں ہے مگر احکام تو سارے ایک ہی ہیں، فرماتے ہیں لَنْ يَنْتَظِرَ اللَّهُ لَكُمْ مَوْتَكُمْ وَلَا مَوْتَهُمْ وَلَا مَوْتَهُمْ وَلَكِنْ يَنْتَظِرُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ، نہ تو حق تعالیٰ شانہ کے پاس اُن کا گوشت پہنچتا ہے نہ اُن کا خون بلکہ اس کے پاس تو تمہارا تقویٰ اور اخلاص پہنچتا ہے پس جس درجہ کا اخلاص ہوگا اسی درجہ کی مقبولیت ہوگی، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جب مجھے یمن کو بھیجا تو میں نے آخری وصیت کی درخواست کی، حضور نے ارشاد فرمایا کہ دین کے ہر کام میں اخلاص کا اہتمام کرنا کہ اخلاص سے حضور اعمل بھی بہت کچھ ہے، حضرت ثوبانؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور کو یہ فرماتے ہوئے سنا، اخلاص والوں کے لئے خوش حالی ہو کہ وہ ہدایت کے چراغ ہیں ان کی وجہ سے سخت سے سخت فتنے دور ہو جاتے ہیں، ایک حدیث میں حضور کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ضعیف لوگوں کی برکت سے اس اُمت کی مدد فرماتے

ہیں نیز ان کی دعا سے اُن کی نماز سے ان کے اخلاص ملے۔ نماز کے بارے میں اللہ جلّ شانہ کا ارشاد ہے فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ الَّذِينَ هُمْ يُرَآؤْنَ هُمْ كَرَاهُونَ بڑی خرابی ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں۔ جو ایسے ہیں کہ دکھلا داکرتے ہیں بے خبر ہونے کی بھی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ وقت کی خبر نہ ہو قضا کر دے۔ دوسرے یہ کہ متوجہ نہ ہو، ادھر ادھر مشغول ہو۔ تیسرے یہ کہ یہی خبر نہ ہو کتنی رکعتیں ہوئیں۔ دوسری جگہ منافقین کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كَسَالَى يُرَآؤْنَ النَّاسَ وَلَا يُذَكِّرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بہت کاہلی سے کھڑے ہوتے ہیں صرف لوگوں کو دکھاتے ہیں (کہ ہم بھی نمازی ہیں)، اور اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے مگر بہت تقوٰی سا۔ ایک جگہ چند اہل نبی علیہم السلام کا ذکر فرما کر ارشاد ہے فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهْوَاتِ فَسُوفَ يَكُونُ عُقَابُهُمْ لِسِ انْ نَّبِیْیْنَ کے بعد بعض ایسے ناخلف پیدا ہوتے جنہوں نے نماز کو برباد کر دیا اور خواہشات نفسانیہ کے پیچھے پڑ گئے سو عنقریب آخرت میں خرابی دیکھیں گے۔ جی کا ترجمہ لغت میں گمراہی ہے جس سے مراد آخرت کی خرابی اور ہلاکت ہے اور بہت سے مفسرین نے لکھا ہے کہ جی جہنم کا ایک طبقہ ہے جس میں لہو پیپ وغیرہ جمع ہوگا۔ اس میں یہ لوگ ڈال دیئے جائیں گے۔ ایک جگہ ارشاد ہے وَمَا مَنَعَهُمْ أَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَتُهُمْ إِلَّا أَنْهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالَى وَلَا يُنْفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ كَارِهُونَ (ترجمہ) اور اُن کی خیر خیرات مقبول ہونے سے اور کوئی چیز بجز اس کے مانع نہیں ہے کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور نماز نہیں پڑھتے مگر کاہلی سے اور نیک کام میں خرچ نہیں کرتے مگر گرانی سے اس کے بالقابل اچھی طرح سے نماز پڑھنے والوں کے بارے میں ارشاد ہے۔ قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ فَمَنْ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَلِكَ فَاولئك هم المفلحون وَالَّذِينَ هُمْ عَمَّا لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ حَافِظُونَ أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (ترجمہ) بے شک کامیابی اور فلاح کو پہنچ

گئے وہ مومن جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں اور وہ لوگ جو لغویات سے اعراض کرنے والے ہیں اور جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں (یا اپنے اخلاق کو درست کرنے والے ہیں) اور جو اپنی مشرک گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں بجز اپنی بیبیوں اور باندیوں کے کہ ان میں کوئی حرج نہیں البتہ جو ان کے علاوہ اور جگہ شہوت پوری کرنا چاہیں وہ لوگ حد سے گزرنے والے ہیں اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد و پیمان کی رعایت کرنے والے ہیں اور جو اپنی نمازوں کا اہتمام کرنے والے ہیں یہی لوگ جنت کے وارث ہیں جو فردوس کے وارث بنیں گے اور ہمیشہ ہمیشہ کو اس میں رہیں گے یہ حدیث میں آیا ہے کہ فردوس جنت کا اعلیٰ اور افضل ترین حصہ ہے وہاں سے جنت کی نہریں جاری ہوتی ہیں اسی پر عرش الہی ہوگا۔ جب تم جنت کی دعا کیا کرو تو جنت الفردوس مانگا کرو۔ دوسری جگہ نماز کے بارے میں ارشاد الہی ہے۔ **وَلَا تَمَنَّاهُ لِكَبِيرَةٍ إِلَّا عَلَى الْخَشِيعِينَ الَّذِينَ يَنْظُرُونَ أَنْفُسَهُمْ مَلْفَقًا رِيقَهُمْ وَأَنْفُسُهُمْ إِلَيْهِ رَا جِعُونَ** ترجمہ: بے شک نماز دشوار ہے مگر جن کے دلوں میں خشوع ہے ان پر کچھ بھی دشوار نہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اس کا خیال رکھتے ہیں کہ بلاشبہ وہ اپنے رب سے قیامت میں ملنے والے ہیں اور مرنے کے بعد اسی کی طرف لوٹ کے جانے والے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کی تعریف میں ایک جگہ ارشاد خداوندی ہے **فِي بُيُوتٍ إِذْنُ اللَّهِ أَنْ تَرْفَعَ وَيَذْكُرَ فِيهَا اسْمَهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْعُدْوَةِ الْوُحْدَةِ رِجَالًا لَا يُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ يُخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ لِيُجْزِيَ اللَّهُ أَتَمَّ مَاعَمِلُوا وَيَزِيدَهُمْ مِنْ فَضْلِهِ وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ** (نہج ۱۱) ایسے گھروں میں جن کے تعلق اللہ جل شانہ نے حکم فرما دیا ہے کہ ان کا ادب کیا جائے ان کو بلند کیا جائے۔ ان میں صبح شام اللہ کی تسبیح کرتے ہیں۔ ایسے لوگ جن کو اللہ کی یاد سے اور نماز کے قائم کرنے سے اور زکوٰۃ کے دینے سے نہ تو تجارت غافل کرتی ہے نہ خرید و فروخت غفلت میں ڈالتی ہے وہ لوگ ایسے دن کی سختی سے ڈرتے ہیں جس دن دل اور آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی (یعنی قیامت کا دن) اور وہ لوگ یہ سب کچھ اس لئے کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہ ان کے نیک اعمال کا بدلہ ان کو عطا فرمادیں اور بدلہ سے بھی بہت زیادہ انعامات اپنے فضل سے عطا فرمادیں اور اللہ جل شانہ تو جس کو چاہتے ہیں بے شمار عطا فرمادیتے ہیں۔

ذرتری رحمت کے ہیں ہر دم کھلے

تو وہ داتا ہے کہ دینے کے لئے



حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نماز قائم کرنے سے یہ مراد ہے کہ اس کے رکوع سجدہ کو اچھی طرح ادا کرے۔ ہمہ تن متوجہ رہے اور خشوع کے ساتھ پڑھے۔ قنَادَہ سے بھی یہی نقل کیا گیا کہ نماز کا قائم کرنا اس کے اوقات کی حفاظت رکھنا اور وضو کا اور رکوع سجدے کا اچھی طرح ادا کرنا ہے یعنی جہاں جہاں قرآن شریف میں اَقَامَ الصَّلَاةَ اور يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ آیا ہے یہی مراد ہے۔ یہی لوگ ہیں جن کی تعریف دوسری جگہ ان الفاظ سے ارشاد فرمائی گئی فَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَسْتَوُونَ عَلَى الْأَرْضِ مُؤْنًا وَلَا إِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا اور رحمن کے خاص بندے وہ ہیں جو چلتے ہیں زمین پر چربی سے (اگر کوئی نہیں چلتے) اور جب اُن سے جاہل لوگ (جہالت کی) بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ سلام (یعنی سلامتی کی بات کرتے ہیں جو رفع شرکی ہو یا بس دُور ہی سے سلام) اور یہ وہ لوگ ہیں جو رات بھر گزار دیتے ہیں اپنے رب کے لئے سجدے کرنے میں اور نماز میں کھڑے رہنے میں۔ آگے ان کے اور چند اوصاف ذکر فرمانے کے بعد ارشاد ہے أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلْقَوْنَ فِيهَا رِجًّا تَحِيَّةً وَسَلَامًا خَالِدِينَ فِيهَا حُنْتُ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ○ یہی لوگ ہیں جن کو جنت کے بالا خانے بدلہ میں دیئے جائیں گے اس لئے کہ انہوں نے صبر کیا یا دین پر ثابت قدم رہے) اور جنت میں فرشتوں کی طرف سے دُعا و سلام سے اِستقبال کیا جاوے گا اور اس جنت میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے کیا ہی اچھا ٹھکانہ اور رہنے کی جگہ ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ سلام عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ پک ۹۷ اور اور فرشتے ہر دروازہ سے داخل ہوں گے اور کہیں گے کہ تم پر سلام (اور سلامتی) ہو اس وجہ سے کہ تم نے صبر کیا (یا دین پر مضبوط اور ثابت قدم رہے) پس کیا ہی اچھا انجام کار ٹھکانہ ہے! انہیں لوگوں کی تعریف دوسری جگہ ان الفاظ سے فرمائی گئی ہے تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ○ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ○ وہ لوگ ایسے ہیں کہ رات کو ان کے پہلو اُن کی خواب گاہوں اور لیٹوں سے علیحدہ رہتے ہیں (کہ نماز پڑھتے رہتے ہیں اور) اپنے رب کو عذاب کے ڈر سے اور ثواب کی امید میں پکارتے رہتے ہیں اور ہماری عطا کی ہوئی چیزوں سے خرچ کرتے ہیں سو کوئی بھی نہیں جانتا کہ ایسے لوگوں کے لئے کیا کچھ آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان پر وہ غیب میں موجود ہے جو بدلہ ہے ان

کے نیک اعمال کا یہ انہیں لوگوں کی شان میں ہے إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ اخذْنِ  
 مَا آتَاهُمْ رَبُّهُمْ إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَلِكَ مُحْسِنِينَ كَانُوا قَبْلَ ذَلِكَ مِنَ الْكَاثِبِينَ  
 يَلْبَعُونَ بِالْأَشْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ۝ ۱۸۷ بے شک متقی لوگ جنتوں اور پانی کے  
 چشموں کے درمیان میں ہوں گے اور اُن کو اُن کے رَب اور مالک نے جو کچھ ثواب عطا فرمایا اس  
 کو خوشی خوشی لے رہے ہوں گے اور کیوں نہ ہو کہ وہ لوگ اس سے پہلے (دنیا میں) اچھے کام کرنے  
 والے تھے وہ لوگ رات کو بہت کم سوتے تھے اور اخیر شب میں استغفار کرنے والے تھے ایک  
 جگہ ارشاد خداوندی ہے۔ اَمَنْ هُوَ قَانِتٌ اِنَاءَ الْيَلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ  
 وَيَرْجُو رَحْمَةَ رَبِّهِ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ  
 اُولُو الْاَلْبَابِ ۝ ۱۸۸ (کیا برابر ہو سکتا ہے بے دین، اور وہ شخص جو عبادت کرنے والا  
 ہو رات کے اوقات میں کبھی سجدہ کرنے والا ہو اور کبھی نیت باندھ کر کھڑا ہونے والا ہو آخرت  
 سے ڈرتا ہو اور اپنے رَب کی رحمت کا اُمیدوار ہو) اچھا آپ اُن سے یہ پوچھیں کہیں عالم و جاہل  
 برابر ہو سکتا ہے (اور یہ ظاہر ہے کہ عالم اپنے رَب کی عبادت کرے ہی گا اور جو ایسے کریم مولا  
 کی عبادت نہ کرے وہ جاہل بلکہ اُجھل ہے ہی، نصیحت وہی لوگ مانتے ہیں جو اہل عقل ہیں) ایک  
 جگہ ارشاد ہے إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا اِذَا مَنَّ الشَّرُّ جَزُوعًا اِذَا مَنَّ الْخَيْرُ  
 مَنُوعًا اَلَا الْمَصْلُوبِينَ الَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ۝ اس میں شک نہیں کہ  
 انسان غیر مستقیل مزاج پیدا ہوا ہے کہ جب کوئی تکلیف اس کو پہنچتی ہے تو بہت زیادہ گھبرا  
 جاتا ہے اور جب کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے کہ دوسرے کو یہ بھلائی نہ پہنچے مگر وہاں،  
 وہ نمازی جو اپنی نماز کے ہمیشہ پابند رہتے ہیں اور کون و وقار سے پڑھنے والے ہیں۔ آگے اُن کی اور  
 چند صفاتیں ذکر فرمانے کے بعد ارشاد ہے کہ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ۝ اُولَئِكَ  
 فِي جَنَّاتٍ مُّكْرَمُونَ ۝ ۱۸۹ اور وہ لوگ نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کا جنتوں  
 میں اکرام کیا جائے گا: ان کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات ہیں جن میں نماز کا حکم اور نمازیوں کے  
 فضائل ان کے اعزاز و اکرام ذکر فرمائے گئے ہیں اور حقیقت میں نماز ایسی ہی دولت ہے۔ اسی وجہ  
 سے دو جہان کے سردار فخرِ رسل حضور صَلَّی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک  
 نماز میں ہے اسی وجہ سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ عافرتے ہیں رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ  
 وَمِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءَنَا ۝ ۱۹۰ اے رَب مجھ کو نماز کا خاص اہتمام کرنے والا بنا دے اور



میری اولاد میں سے بھی ایسے لوگ پیدا فرما، جو اہتمام کرنے والے ہوں۔ اے ہمارے رب میری رخصت قبول فرما لے: اللہ کا ایک پیارا نبی جس کو خلیل ہونے کا بھی فخر ہے وہ نماز کی پابندی اور اہتمام کو ملے ہی سے مانگتا ہے۔ خود حق سبحانہ و تقدس اپنے محبوب سید المرسلین کو حکم فرماتے ہیں: **وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا تَسْأَلُكَ رِزْقًا مِّنْهُ نَزَقْنَاكَ مِنَ السَّمَاءِ وَهِيَ تَارِقَةٌ لِّلشُّقْرِ** (پلا ع، ۱۷) اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کرتے رہتے اور خود بھی اس کا اہتمام کیجئے: ہم آپ سے روزی (کمونا) نہیں چاہتے روزی تو آپ کو ہم دیں گے اور بہترین انجام تو پرہیزگاری کا ہے: حدیث میں آیا ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ تنگی وغیرہ پیش آتی، تو گھر والوں کو نماز کا حکم فرماتے اور یہ آیت تلاوت فرماتے: **وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا** کا بھی معمول نقل کیا گیا کہ جب بھی ان حضرات کو کوئی دقت پیش آتی تو نماز میں مشغول ہو جاتے مگر ہم لوگ اس ہم چیز سے ایسے غافل اور بے نیاز ہیں کہ اسلام اور مسلمانی کے لیے بے دعووں کے باوجود بھی ادھر متوجہ نہیں ہوتے بلکہ اگر کوئی بلانے والا کہنے والا کھڑا ہوتا ہے تو اس پر فقرے کہتے ہیں، اس کی مخالفت کرتے ہیں مگر کسی کا کیا نقصان ہے اپنا ہی کچھ کھوتے ہیں اور جو لوگ نماز پڑھتے بھی ہیں ان میں سے بھی اکثر ایسی پڑھتے ہیں جس کو نماز کے ساتھ مذاق سے اگر تعبیر کیا جائے تو بجا نہیں کہ اکثر ان کا بھی پورے طور سے ادا نہیں کرتے خشوع و خضوع کا تو کیا ذکر ہے حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ سامنے ہے وہ ہر کام خود کر کے دکھلا گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے کارنامے بھی سامنے ہیں ان کا اتباع کرنا چاہیے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے چند قصے نمونہ کے طور پر اپنے رسالہ حکایات صحابہ میں لکھ چکا ہوں یہاں ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ البتہ اس رسالہ میں چند حکایات صوفیاء کی نقل کرنے کے بعد چند ارشادات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقل کرتا ہوں۔

شیخ عبدالواحد مشہور صوفیاء میں ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ایک روز منیند کا اتنا غلبہ ہوا کہ رات کو اورواد و وظائف بھی چھوٹ گئے۔ خواب میں دیکھا کہ ایک نہایت حسین خوبصورت لڑکی سبز ریشمی لباس پہنے ہوئے ہے جس کے پاؤں کی جوتیاں تک سبج میں مشغول ہیں۔ کہتی ہے کہ میری طلب میں کوشش کر میں تیری طلب میں ہوں۔ اس کے بعد اس نے چند شوقیہ شعر پڑھے۔ یہ خواب سے اٹھے اور قسم کھائی کہ رات کو نہیں سوؤں گا کہتے ہیں کہ چالیس برس تک صبح کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھی۔

شیخ منظر سعدی ایک بزرگ ہیں جو اللہ جل شانہ کے عشق و شوق میں ساٹھ برس تک بڑے ہے ایک شب خواب میں دیکھا گویا ایک نہر ہے جس میں خالص مشک بھرا ہوا ہے۔ اس کے



خندوں پر موتوں کے درخت سونے کی شاخوں والے لہلہا رہے ہیں۔ وہاں چند نو عمر لڑکیاں پکار پکار کر اللہ کی تسبیح میں مشغول ہیں انہوں نے پوچھا تم کون ہو۔ تو انہوں نے دو شعر پڑھے جن کا مطلب یہ تھا کہ ہم کو لوگوں کے معبود اور محمد ﷺ علیہ وسلم کے پروردگار نے ان لوگوں کے واسطے پیدا فرمایا ہے جو رات کو اپنے پروردگار کے سامنے اپنے قدموں پر کھڑے رہتے ہیں۔ اور اپنے اللہ سے مناجات کرتے رہتے ہیں۔

ابو بکر صریح کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک نوجوان غلام رہتا تھا۔ دن بھر روزہ رکھتا تھا اور رات بھر تہجد پڑھتا۔ ایک دن وہ میرے پاس آیا اور بیان کیا کہ میں اتفاق سے آج رات سو گیا تھا۔ خواب میں دیکھا کہ محراب کی دیوار پھٹی۔ اس میں سے چند لڑکیاں نہایت ہی حسین اور خوبصورت ظاہر ہوئیں مگر ایک اُن میں نہایت بد صورت بھی ہے۔ میں نے اُن سے پوچھا تم کون ہو اور یہ بد صورت کون ہے۔ وہ کہنے لگیں کہ ہم تیری گذشتہ راتیں ہیں اور یہ تیری آج کی رات ہے۔ ایک بزرگ کہتے ہیں کہ مجھے ایک رات ایسی گہری نیند آئی کہ آنکھ نہ کھلی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک ایسی نہایت حسین لڑکی ہے کہ اس جیسی میں نے عمر بھر نہیں دیکھی۔ اس میں سے ایسی تیز خوشبو مہک رہی تھی کہ میں نے ویسی خوشبو بھی کبھی نہیں سونگھی۔ اس نے مجھے ایک کانڈ کا پرچہ دیا جس میں تین شعر لکھے ہوئے تھے۔ ان کا مطلب یہ تھا کہ تو نیند کی لذت میں مشغول ہو کر جنت کے بالا خانوں سے غافل ہو گیا جہاں ہمیشہ تجھے رہنا ہے اور موت بھی وہاں نہ آئے گی۔ اپنی نیند سے اٹھ۔ سونے سے تہجد میں قرآن پڑھنا بہت بہتر ہے۔ کہتے ہیں اس کے بعد سے جب مجھے نیند آتی ہے اور یہ اشعار یاد آتے ہیں تو نیند بالکل اڑ جاتی ہے۔

حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ میں ایک بازار میں گیا وہاں ایک باندی فروخت ہو رہی تھی جو دیوانی بتائی جاتی تھی۔ میں نے سات دینار میں خرید لی اور اپنے گھر لے آیا۔ جب رات کا کچھ حصہ گزرا تو میں نے دیکھا کہ وہ اٹھی، وضو کیا، نماز شروع کر دی اور نماز میں اس کی یہ حالت تھی کہ روتے روتے اس کا دم نکلا جاتا تھا۔ نماز کے بعد اُس نے مناجات شروع کی اور یہ کہنے لگی۔ اے میرے معبود آپ کو مجھ سے محبت رکھنے کی قسم مجھ پر رحم فرما۔ میں نے اُس سے کہا کہ اس طبع نہ کہو۔ بلکہ یوں کہو کہ مجھے تجھ سے محبت رکھنے کی قسم۔ یہ شکر اس کو غصہ آگیا اور کہنے لگی۔ قسم ہے اُس ذات کی اگر اس کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو تجھے میٹھی نیند نہ ملتا اور مجھے یوں نہ کھڑا رکھتا۔ پھر اوندھے منہ گر گئی اور چند شعر پڑھے۔ جن کا مطلب یہ ہے کہ بے چینی بڑھتی جا رہی ہے اور دل جلا جا رہا ہے اور صبر جاتا رہا

اور آنسو بہہ رہے ہیں اس شخص کو کس طرح قرار آسکتا ہے جس کو عشق و شوق اور اضطراب سے چین ہی نہیں۔ اے اللہ اگر کوئی خوشی کی چیز ہو تو اس کو عطا فرما کر مجھ پر احسان فرما۔ اس کے بعد بلند آواز سے یہ دعا کی کہ یا اللہ میرا اور آپ کا معاملہ اب تک پوشیدہ تھا۔ اب مخلوق کو خبر ہو چلی اب مجھے اٹھا لیجئے۔ یہ کہہ کر زور سے ایک چیخ ماری اور مری گئی۔

اسی قسم کا ایک واقعہ حضرت سُرَیّہؓ کے ساتھ بھی پیش آیا۔ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی خدمت کے لئے ایک باندی خریدی۔ ایک مدت تک وہ میری خدمت کرتی رہی اور اپنی حالت کا مجھ سے اُخفا کر کرتی۔ اُسکی نماز کی ایک جگہ متعین تھی۔ جب کام سے فارغ ہو جاتی وہاں جا کر نماز میں مشغول ہو جاتی۔ ایک رات میں نے دیکھا کہ وہ کبھی نماز پڑھتی ہے اور کبھی مناجات میں مشغول ہو جاتی ہے اور کہتی ہے کہ آپ اس محبت کے وسیلہ سے جو مجھ سے ہے فلاں فلاں کام کر دیں۔ میں نے آواز سے کہا کہ اے عورت یوں کہہ کر میری محبت کے وسیلہ سے جو مجھ سے ہے۔ کہنے لگی میرے آقا اگر اس کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو تمہیں نماز سے بٹھلا کر مجھے کھڑا نہ کرتا۔ سُرَیّہؓ کہتے ہیں۔ جب صبح ہوتی تو میں نے اُس کو بلا کر کہا کہ تو میری خدمت کے قابل نہیں۔ اللہ ہی کی عبادت کے لائق ہے۔ اس کو کچھ سامان دیکر آزاد کر دیا۔

حضرت سُرَیّہؓ سقَطیؓ ایک عورت کا حال فرماتے ہیں کہ جب وہ تہجد کی نماز کو کھڑی ہوتی تو کہتی۔ اے اللہ ابلیس بھی تیرا ایک بندہ ہے اس کی پیشانی بھی تیرے قبضہ میں ہے۔ وہ مجھے دیکھتا ہے اور میں اُسے نہیں دیکھ سکتی۔ تو اُسے دیکھتا ہے اور اس کے سارے کاموں پر قادر ہے اور وہ تیرے کسی کام پر بھی قدرت نہیں رکھتا۔ اے اللہ اگر وہ میری بُرائی چاہے تو تو اس کو دفع کر اور وہ میرے ساتھ مکر کرے تو تو اس کے مکر کا انتقام لے۔ میں اس کے شر سے تیری پناہ مانگتی ہوں اور تیری مدد سے اُس کو دھکیلتی ہوں۔ اس کے بعد وہ روتی رہتی تھی۔ حتیٰ کہ روتے روتے اس کی ایک آنکھ جاتی رہی۔ لوگوں نے اُس سے کہا۔ خدائے ڈر کہیں دوسری آنکھ بھی نہ جاتی رہے۔ اُس نے کہا۔ اگر یہ آنکھ جنت کی آنکھ ہے تو اللہ جلّ شانہ اس سے بہتر عطا فرمائیں گے اور اگر دوزخ کی آنکھ ہے تو اُس کا دوزخ ہی ہونا چاہیے۔

شیخ ابو عبد اللہ جلالہؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن میری والدہ نے میرے والد سے مچھلی کی فرمائش کی۔ والد صاحب بازار تشریف لے گئے میں بھی ساتھ تھا۔ مچھلی خریدی۔ گھر تک لانے کے واسطے مزدور کی تلاش تھی کہ ایک نو عمر لڑکا جو پاس ہی کھڑا تھا کہنے لگا چچا جان اسے اٹھانے کے واسطے مزدور دے دیجئے۔ کہا ہاں۔ اس لڑکے نے اپنے سر پر اٹھائی اور ہمارے ساتھ چل دیا۔ راستہ میں اُس نے اذان کی آواز

سن لی کہنے لگا اللہ کے مُنادی نے بُلایا ہے مجھے وضو بھی کرنا ہے۔ نماز کے بعد لے جا سکوں گا۔ آپ کا دل چاہے انتظار کر لیجئے ورنہ اپنی مچلی لے لیجئے۔ یہ کہہ کر مچلی رکھ کر چلا گیا۔ میرے والد صاحب کو خیال آیا کہ یہ مزدور لڑکا تو ایسا کرے، ہمیں بطریقِ اولیٰ اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ یہ سوچ کر وہ بھی مچلی رکھ کر مسجد میں چلے گئے۔ نماز سے فارغ ہو کر ہم سب آئے تو مچلی اسی طرح رکھی ہوئی تھی۔ اُس لڑکے نے اُٹھا کر ہمارے گھر پہنچا دی۔ گھر جا کر والد نے یہ عجیب قصہ والدہ کو سُنا دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اس کو روک لو وہ بھی مچلی کھا کر جاتے۔ اُس سے کہا گیا۔ اس نے جواب دیا کہ میرا تو روزہ ہے۔ والد نے اصرار کیا کہ شام کے وقت یہیں آکر افطار کرے۔ لڑکے نے کہا میں ایک دفعہ جا کر دوبارہ نہیں آتا۔ یہ ممکن ہے کہ میں پاس ہی مسجد میں ہوں شام کو آپ کی دعوت کھا کر چلا جاؤں گا۔ یہ کہہ کر وہ قریب ہی مسجد میں چلا گیا۔ شام کو بعد مغرب آیا۔ کھانا کھایا اور کھانے سے فراغت پر اس کو تخلیہ کی جگہ بتا دی۔ ہمارے قریب ہی ایک پانچ عورت رہا کرتی تھی۔ ہم نے دیکھا کہ وہ بالکل اچھی تندرست آرہی ہے۔ ہم نے اس سے پوچھا کہ تو کس طرح اچھی ہو گئی۔ کہا میں نے اس مہمان کے طفیل سے دُعا کی تھی کہ یا اللہ اس کی برکت سے مجھے اچھا کر دے۔ میں فوراً اچھی ہو گئی۔ اس کے بعد جب ہم اس کے تخلیہ کی جگہ اس کو دیکھنے گئے تو دیکھا دروازے بند ہیں اور اُس مزدور کا کہیں پتہ نہیں۔

ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ اُن کے پاؤں میں پھوڑا نکل آیا۔ طبیبوں نے کہا۔ اگر اُن کا پاؤں نہ کاٹا گیا تو ہلاکت کا اندیشہ ہے۔ اُن کی والدہ نے کہا ابھی ٹھہر جاؤ، جب یہ نماز کی نیت باندھ لیں تو کاٹ لینا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا ان کو خبر بھی نہ ہوئی۔

ابو عامر کہتے ہیں کہ میں نے ایک باندی دیکھی جو بہت کم داموں میں فروخت ہو رہی تھی جو نہایت دُبی پتلی تھی اس کا پیٹ کمر سے لگ رہا تھا۔ بال بھرے ہوئے تھے۔ میں نے اُس پر رحم کھا کر اس کو خرید لیا اس سے کہا کہ ہمارے ساتھ بازار چل۔ رَمَضَانُ المبارک کے واسطے کچھ ضروری سامان خرید لیں۔ کہنے لگی اللہ کا شکر ہے جس نے میرے واسطے سارے مہینے یکساں کر دیئے وہ ہمیشہ دن کو روزہ رکھتی، رات بھر نماز پڑھتی۔ جب عید قریب آتی تو میں نے اُس سے کہا کہ کل صبح بازار چلیں گے تو بھی ساتھ چلنا، عید کے واسطے کچھ ضروری سامان خرید لائیں گے کہنے لگی میرے آقا تم تو دنیا میں بہت ہی مشغول ہو۔ پھر اندر گھتی اور نماز میں مشغول ہو گئی اور اطمینان سے ایک ایک آیت مزے لے لے کر پڑھتی رہی۔ حتیٰ کہ اس آیت پر پہنچی وَ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى عَبْدِهِ الْآيَةُ (سورۃ ابراہیم ص ۱۲) اس آیت کو بار بار پڑھتی رہی اسی ایک صبح ملکہ اس دنیا سے رخصت ہو گئی۔



ایک سید صاحب کا قصہ لکھا ہے کہ بارہ دن تک ایک ہی وضو سے ساری نمازیں پڑھیں اور پندرہ برس مسلسل لیٹنے کی نوبت نہیں آئی کئی کئی دن ایسے گزر جاتے کہ کوئی چیز بچنے کی نوبت نہ آتی تھی۔

اہل مجاہدہ لوگوں میں اس قسم کے واقعات بہت کثرت سے ملتے ہیں۔ ان حضرات کی حرص تو بہت ہی مشکل ہے کہ اللہ جل شانہ نے ان کو پیدا ہی اس لئے فرمایا تھا لیکن جو حضرات اکابر کے دوسرے دینی اور دنیوی مشاغل میں مشغول تھے ان کی حرص بھی ہم جیسوں کو دشوار ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ سے سب ہی واقف ہیں۔ خلفاء راشدین کے بعد انہیں کا شمار ہے۔ انکی بیوی فرماتی ہیں کہ عمر بن عبد العزیزؓ سے زیادہ وضو اور نماز میں مشغول ہونے والے تو اور بھی ہوں گے مگر ان سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا میں نے نہیں دیکھا۔ عشاء کی نماز کے بعد مٹھلے پر بیٹھ جاتے اور دُعا کے واسطے ہاتھ اٹھاتے اور روتے رہتے حتیٰ کہ اسی میں نیند کا غلبہ ہوتا تو آنکھ لگ جاتی۔ پھر جب کھل جاتی تو اسی طرح روتے رہتے اور دُعا میں مشغول رہتے کہتے ہیں کہ خلافت کے بعد سے جنابت کے غسل کی نوبت نہیں آئی۔ ان کی بیوی عبد الملک بادشاہ کی بیٹی تھیں۔ باپ نے بہت سے زیورات جو اہر دیئے تھے اور ایک ایسا ہیرا دیا تھا جس کی نظیر نہیں تھی۔ آپ نے بیوی سے فرمایا کہ دو باتوں میں سے ایک اختیار کر۔ یا تو وہ زیور سارا اللہ کے واسطے دے کہ میں اس کو بیٹ المال میں داخل کر دوں، یا مجھ سے جدائی اختیار کر لے مجھے یہ چیز ناگوار ہے کہ میں اور وہ مال ایک گھر میں جمع رہیں۔ بیوی نے عرض کیا کہ وہ مال کیا چیز ہے میں اس سے کتنی چند زیادہ پر بھی آپ کو نہیں چھوڑ سکتی۔ یہ کہہ کر سب بیت المال میں داخل کر دیا۔ آپ کے انتقال کے بعد جب عبد الملک کا بیٹا زید بادشاہ بنا تو اس نے بہن سے دریافت کیا۔ اگر تم چاہو تو تمہارا زیور تم کو واپس دے دیا جائے۔ فرمانے لگیں کہ جب میں اُن کی زندگی میں اس سے خوش نہ ہوتی تو اُن کے مرنے کے بعد اس سے کیا خوش ہوں گی۔ مرنے کی موت میں آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ اس مرض کے متعلق کیا خیال کیا جاتا ہے۔ کسی نے عرض کیا کہ لوگ جادو سمجھ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ نہیں۔ پھر ایک غلام کو بلایا۔ اُس سے پوچھا کہ مجھے زہر دینے پر کس چیز نے تجھ کو آمادہ کیا۔ اُس نے کہا۔ تُو دینار دیتے گئے اور آزادی کا وعدہ کیا گیا۔ آپ نے فرمایا وہ دینار لے آ۔ اُس نے حاضر کئے۔ آپ نے ان کو بیٹ المال میں داخل فرما دیا۔ اور اس غلام سے فرمایا تو کسی ایسی جگہ چلا جا جہاں تجھے کوئی نہ دیکھے۔ انتقال کے وقت مُسکراہ اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ نے اولاد کے ساتھ ایسا کیا جو کسی نے بھی نہیں کیا ہوگا۔ آپ کے تیرہ بیٹے ہیں اور اُن کے لئے

نہ کوئی روپیہ آپ نے چھوڑا نہ پیسہ۔ آپ نے فرمایا۔ ذرا مجھے بٹھا دو۔ بیٹھ کر فرمایا کہ میں نے ان کا کوئی حق نہیں دیا اور جو دوسروں کا حق تھا وہ ان کو دیا نہیں پس اگر وہ صالح ہیں تو اللہ جل شانہ خود ان کا کفیل ہے قرآن پاک میں ارشاد ہے **وَهُوَ يَكْفِي الصَّالِحِينَ** وہی مٹواتی ہے صلحاء کا اور اگر وہ گناہ گار ہیں تو ان کی مجھے بھی کچھ پرواہ نہیں۔

حضرت امام احمد بن حنبل جو فقہ کے مشہور امام ہیں۔ دن بھر مسائل میں مشغول رہنے کے باوجود رات دن میں تین سو رکعات نفل پڑھتے تھے۔ حضرت سعید بن جبیر ایک رکعت میں پورا قرآن شریف پڑھ لیتے تھے۔ حضرت محمد بن منکدر حفاظ حدیث میں ہیں۔ ایک رات تہجد میں اتنی کثرت سے رونے کہ حد نہ رہی کسی نے دریافت کیا تو فرمایا تلاوت میں یہ آیت آگئی تھی **وَبَدَّ اللَّهُ مَنْ لَّهُ مَا كُوْنُوا يَحْتَسِبُوْنَ** خیر تک (سورہ زمر - ع ۵) اور پر کی آیت میں اس کا ذکر ہے کہ اگر ظلم کرنے والوں کے پاس دنیا کی ساری چیزیں ہوں اور اتنی ہی ان کے ساتھ اور بھی ہوں تو وہ قیامت کے دن سخت عذاب سے چھوٹنے کے لئے فدیہ کے طور پر دینے لگیں اس کے بعد ارشاد ہے **وَبَدَّ اللَّهُ الْآيَةَ** اور اللہ کی طرف سے ان کے لئے عذاب کا وہ معاملہ پیش آئے گا جس کا ان کو گمان بھی نہ تھا اور اس وقت ان کو اپنی تمام بد اعمالیاں ظاہر ہو جائیں گی حضرت محمد بن منکدر وفات کے وقت بھی بہت گھبراہٹ تھے اور فرماتے تھے کہ اسی آیت سے ڈر رہا ہوں۔

حضرت ثابت بنانی حفاظ حدیث میں ہیں اس قدر کثرت سے اللہ کے سامنے روتے تھے کہ حد نہیں کسی نے عرض کیا کہ آنکھیں جاتی رہیں گی۔ فرمایا کہ ان آنکھوں سے اگر روئیں نہیں تو فائدہ ہی کیا ہے۔ اس کی دُعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ اگر کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت ہو سکتی ہو تو مجھے بھی ہو جائے۔ ابو سنان کہتے ہیں خدا کی قسم میں ان لوگوں میں تھا جنہوں نے ثابت کو دفن کیا دفن کرتے ہوئے لحد کی ایک اینٹ گر گئی تو میں نے دیکھا کہ وہ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا دیکھو یہ کیا ہو رہا ہے اُس نے مجھے کہا چپ ہو جاؤ۔ جب دفن کر چکے تو ان کے گھر جا کر ان کی بیٹی سے دریافت کیا کہ ثابت کا عمل کیا تھا اس نے کہا کیوں پوچھتے ہو ہم نے قصہ بیان کیا۔ اس نے کہا کہ پچاس برس شب بیداری کی اور صبح کو ہمیشہ یہ دُعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ اگر تو کسی کو یہ دولت عطا کرے کہ وہ قبر میں نماز پڑھے تو مجھے بھی عطا فرما بلکہ حضرت امام ابو یوسف اور ابو جود علمی مشاغل کے جو سب کو معلوم ہیں اور ان کے علاوہ قاضی القضاۃ ہونے کی وجہ سے

قصا کے مشاغل علیحدہ تھے لیکن پھر بھی دوسو رکعات نوافل روزانہ پڑھتے تھے۔ حضرت محمد بن نصر مشہور محدث ہیں۔ اس انہماک سے نماز پڑھتے تھے جس کی نظیر مشکل ہے۔ ایک مرتبہ پیشانی پر ایک پھرنے نماز میں کاٹا جس کی وجہ سے خون بھی نکل آیا مگر نہ حرکت ہوئی نہ خشوع خضوع میں کوئی فرق آیا۔ کہتے ہیں کہ نماز میں لکڑی کی طرح سے بے حرکت کھڑے رہتے تھے۔ حضرت یحییٰ بن محمد روزانہ تہجد اور وتر کی تیرہ رکعت میں ایک قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔ حضرت ہشاد ایک محدث ہیں۔ ان کے شاگرد کہتے ہیں کہ وہ بہت ہی زیادہ روتے تھے۔ ایک مرتبہ صبح کو ہمیں سبق پڑھاتے رہے اس کے بعد وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر زوال تک نفلیں پڑھتے رہے دوپہر کو گھر تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر میں اگر ظہر کی نماز پڑھائی اور عصر تک نفلوں میں مشغول رہے پھر عصر کی نماز پڑھائی اور قرآن پاک کی تلاوت مغرب تک فرماتے رہے۔ مغرب کے بعد میں واپس چلا آیا۔ میں نے ان کے ایک پڑوسی سے تعجب سے کہا کہ یہ شخص کس قدر عبادت کرنے والے ہیں۔ اس نے کہا کہ ستر برس سے ان کا یہی عمل ہے اور اگر تم ان کی رات کی عبادت دیکھو گے تو اور بھی تعجب کرو گے۔

مُسْنَدُوق ایک محدث ہیں ان کی بیوی کہتی ہیں کہ وہ نمازیں اتنی لمبی لمبی پڑھا کرتے تھے کہ ان کی پٹلیوں پر ہمیشہ اس کی وجہ سے درم رہتا تھا اور میں ان کے پیچھے بیٹھی ہوتی ان کے حال پر اس کا ہر دیا کرتی تھی۔ سید بن المسیب کے متعلق لکھا ہے کہ پچاس برس تک عشاء اور صبح ایک ہی وضو سے پڑھی۔ اور ابوالمعتز کے متعلق لکھا ہے کہ چالیس برس تک ایسا ہی کیا۔ امام غزالی نے ابوطالب مکی سے نقل کیا کہ چالیس تابعیوں سے تو اثر کے طریق سے یہ بات ثابت ہے کہ وہ مشائخ کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے تھے ان میں سے بعض کا چالیس برس تک یہی عمل رہا۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق تو بہت کثرت سے یہ چیز نقل کی گئی کہ تیس یا چالیس یا پچاس برس عشاء اور صبح ایک وضو سے پڑھی اور یہ اختلاف نقل کرنے والوں کے اختلاف کی وجہ سے ہے کہ جس شخص کو جتنے سال کا علم ہوا، اتنا ہی نقل کیا۔ لکھا ہے کہ آپ کا معمول صرف دوپہر کو تھوڑی دیر سونے کا تھا اور یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ دوپہر کے سونے کا حدیث میں حکم ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہما صاحب کا معمول تھا کہ رمضان میں ساٹھ قرآن شریف نماز میں پڑھتے تھے۔ ایک شخص کہتے ہیں کہ میں کئی روز تک امام شافعی کے یہاں رہا صرف رات کو تھوڑی دیر سوتے تھے۔ حضرت امام احمد ابن حنبل رحمہما سو دو رکعتیں روزانہ پڑھتے تھے اور جب بادشاہ وقت نے آپ کے کوڑے لگوائے اور اس کی وجہ سے



ضعف بہت ہو گیا تو ڈیڑھ سورہ گنتی تھیں اور تقریباً ستر برس کی عمر تھی۔ ابو عتاب کئی چالیس برس تک رات بھر روتے تھے اور دن کو ہمیشہ روزہ رکھتے۔ ان کے علاوہ ہزاروں لاکھوں واقعات توفیق والوں کے کتب تواریخ میں مذکور ہیں جن کا احاطہ بھی دشوار ہے۔ نمونہ اور مثال کے لئے یہی واقعات کافی ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ مجھے بھی اور ناظرین کو بھی ان حضرات کے اتباع کا کچھ اپنے لطف و فضل سے نصیب فرمائیں۔ آمین۔

(۱) عَنْ عَمْرِو بْنِ يَاسِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنْ الرَّجُلُ لَيَنْصَرِفُ وَمَا كُتِبَ لَهُ إِلَّا عَشْرُ صَلَوَاتٍ تَتَّبِعُهَا ثَمَنًا سَبْعُهَا مَسَدُهَا خَمْسُهَا رُبْعُهَا ثَلَاثُهَا نِصْفُهَا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی نماز سے فارغ ہوتا ہے اور اس کیلئے ثواب کا دسواں حصہ لکھا جاتا ہے اسی طرح بعض کیلئے نواں حصہ بعض کیلئے آٹھواں ساتواں چھٹا پانچواں چوتھائی تہائی آدھا حصہ لکھا جاتا ہے۔

رواہ ابوداؤد وقال المنذرى فى الترغيب رواه ابوداؤد والنسائى وابن حبان فى صحيحه بنحوه اه وعزاه فى الجامع الصغير الى احمد وابى داؤد وابن حبان ورقع له بالصحيح وفى المنتخب عزاه الى احمد ايضا وفى الدر المنثور اخرج احمد عن ابى اليسر مرفوعا منكم من يصلى الصلوة كاملة ومنكم من يصلى النصف والثلث والرابع حتى بلغ العشر قال المنذرى فى الترغيب رواه النسائى باسناد حسن واسمر ابى اليسر كعب بن عمرو السلى شهد بدرًا اه

**ف** یعنی جس درجہ کا خشوع اور اخلاص نماز میں ہوتا ہے وہی ہی مقدار اجر و ثواب کی ملتی ہے حتیٰ کہ بعض کو پورے اجر کا دسواں حصہ ملتا ہے، اگر اس کے موافق خشوع و خضوع ہو اور بعض کو آدھا مل جاتا ہے اور اسی طرح دسویں سے کم اور آدھے سے زیادہ بھی مل جاتا ہے حتیٰ کہ بعض کو پورا پورا اجر مل جاتا ہے اور بعض کو بالکل بھی نہیں ملتا کہ وہ اس قابل ہی نہیں ہوتی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ فرض نماز کے لئے اللہ کے یہاں ایک خاص وزن ہے جتنی اس میں کمی رہ جاتی ہے اس کا حساب کیا جاتا ہے۔ احادیث میں آیا ہے کہ لوگوں میں سے سب سے پہلے خشوع اٹھایا جائے گا کہ پوری جماعت میں ایک شخص بھی خشوع سے پڑھنے والا نہ ملے گا بلکہ

(۲)

رَوَى عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى  
 الصَّلَاةَ بِرُكُوتِهَا وَأَسْبَغَ لَهَا  
 وَضُوءَهَا وَأَتَمَّ لَهَا قِيَامَهَا وَ  
 خُشُوعَهَا وَرُكُوعَهَا وَسُجُودَهَا  
 خَرَجَتْ وَهِيَ بَيْضَاءُ مُسْفِرَةٌ تَقُولُ  
 حَفِظْتُكَ اللَّهُ كَمَا حَفِظْتُنِي وَمَنْ  
 صَلَّاهَا لِغَيْرِ رُكُوتِهَا وَلَمْ يُسَبِّحْ لَهَا  
 وَضُوءَهَا وَلَمْ يُتِمَّ لَهَا خُشُوعَهَا  
 وَلَا رُكُوعَهَا وَلَا سُجُودَهَا خَرَجَتْ  
 وَهِيَ سَوْدَاءُ مُظْلِمَةٌ تَقُولُ ضَيَّعْتُكَ  
 اللَّهُ كَمَا ضَيَّعْتُنِي حَتَّى إِذَا كَانَتْ حَيْثُ  
 شَاءَ اللَّهُ لَفَّتْ كَمَا يُلَفُّ الثَّوْبُ  
 الْخَلِيقُ ثُمَّ صُرِبَ بِهَا وَجْهَةٌ.

محضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد  
 ہے کہ جو شخص نمازوں کو اپنے وقت پر پڑھے  
 وضو بھی اچھی طرح کرے خشوع و خضوع سے  
 بھی پڑھے کھڑا بھی پورے وقار سے ہو۔  
 پھر اسی طرح رکوع سجدہ بھی اچھی طرح سے  
 اطمینان سے کرے غرض ہر چیز کو اچھی طرح  
 ادا کرے تو وہ نماز نہایت روشن چمکدار  
 بن کر جاتی ہے اور نمازی کو دُعا دیتی ہے کہ  
 اللہ تعالیٰ شانہ تیری بھی ایسی ہی حفاظت  
 کرے جیسی تو نے میری حفاظت کی۔ اور جو  
 شخص نماز کو بُری طرح پڑھے، وقت کو بھی  
 ٹال دے، وضو بھی اچھی طرح نہ کرے رکوع  
 سجدہ بھی اچھی طرح نہ کرے تو وہ نماز بُری  
 صورت سے سیاہ رنگ میں بددعا دیتی

ہوتی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے بھی ایسا ہی برباد کرے جیسا تو نے مجھے ضائع کیا۔ اس کے  
 بعد وہ نماز پُرانے کپڑے کی طرح سے پسٹ کر نمازی کے منہ پر مار دی جاتی ہے۔

رواہ الطبرانی فی الأوسط کذا فی الترغیب والدر المنثور وعزاه فی المنتخب  
 الی البیهقی فی الشعب وفیہ ایضاً بروایة عبادة بن سنان وزاد فی الاولی بعد  
 قوله کما حفظتنی ثم اصعد بها الی السماء ولها ضوء ونور ففتحت له ابواب  
 السماء حتی ینتہی بها الی اللہ فتشفع لصاحبها وقال فی الثانیة وغلقت دونها  
 ابواب السماء وعزاه فی الدر الی البزار والطبرانی فی الجامع الصغیر حدیث عبادة  
 الی الطیالسی وقال صحیح

**ف** : خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو نماز کو اچھی طرح پڑھیں کہ اللہ کی اہم ترین عبادت  
 ان کے لئے دعا کرتی ہے لیکن عام طور سے جیسی نماز پڑھی جاتی ہے کہ رکوع کیا تو وہیں سے سجدے  
 میں چلے گئے۔ سجدے سے اٹھے تو سر اٹھانے بھی نہ پاتے تھے کہ فوراً اکوٹے کی سی ٹھونگ دوسری

دفعہ ماردی۔ ایسی نماز کا جو حشر ہے وہ اس حدیث شریف میں ذکر فرمایا دیا اور پھر جب بربادی کی بددعا کرے تو اپنی بربادی کا گلا کیوں کیا جاتے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل مسلمان گرتے جا رہے ہیں اور ہر طرف تباہی ہی تباہی کی صدائیں گونج رہی ہیں۔ ایک دوسری حدیث میں بھی یہی مضمون وارد ہوا ہے اس میں یہ بھی اضافہ ہے کہ جو نماز خشوع خضوع سے پڑھی جاتی ہے آسمان کے دروازے اس کے لئے کھل جاتے ہیں وہ نہایت نورانی ہوتی ہے اور نمازی کیلئے حق تعالیٰ شانہ کی بارگاہ میں سفارشی بنتی ہے حضور کا ارشاد ہے کہ جس نماز میں رکوع اچھی طرح نہ کیا جائے کمر پوری جھک جائے اس کی مثال اس عورت کی سی ہے جو حاملہ ہو اور جب بچہ ہونے کا وقت قریب آجائے تو اسقاط کر دے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ بہت سے روزے دار ایسے ہیں جن کو روزے سے بجز بھوکا اور پیاسا رہنے کے کوئی حاصل نہیں اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں جن کو جاگنے کے علاوہ کوئی چیز نہیں ملتی۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے حضور اقدس ﷺ سے سنا کہ جو قیامت کے دن پانچوں نمازیں ایسی لے کر حاضر ہو کہ ان کے اوقات کی بھی حفاظت کرتا رہا ہو اور وضو کا بھی اہتمام کرتا رہا ہو اور ان نمازوں کو خشوع خضوع سے پڑھتا رہا ہو تو حق تعالیٰ شانہ نے عہد فرمایا ہے کہ اس کو عذاب نہیں کیا جائے گا اور جو ایسی نمازیں نہ لے کر حاضر ہو اس کے لئے کوئی وعدہ نہیں ہے چاہے اپنی رحمت سے معاف فرمادیں چاہے عذاب دیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ صحابہؓ کے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا تمہیں معلوم بھی ہے اللہ جل شانہ نے کیا فرمادیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ ہی جانتے ہیں حضور نے اہتمام کی وجہ سے تین مرتبہ یہی دریافت فرمایا اور صحابہؓ کرام یہی جواب دیتے رہے اس کے بعد ارشاد ہوا کہ حق تعالیٰ شانہ اپنی عزت اور اپنی بڑائی کی قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ جو شخص ان نمازوں کو اوقات کی پابندی کے ساتھ پڑھتا رہے گا میں اس کو جنت میں داخل کروں گا اور جو پابندی نہ کرے گا تو میرا دل چاہے گا رحمت سے بخش دوں گا ورنہ عذاب دوں گا۔

(۳) عَنْ ابْنِ مَرْجُوٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ

اللَّهِ ﷺ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ

إِنَّ أَكْوَلَ مَا يُحَسَّبُ بِهِ الْعَبْدُ

يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ عَمِلَهُ صَلَواتُ

نبی اکرم ﷺ اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

کہ قیامت میں آدمی کے اعمال میں سب سے

پہلے فرض نماز کا حساب کیا جائیگا اگر نماز

اچھی نکل آئی تو وہ شخص کامیاب ہوگا اور



فَإِنْ صَلَّيْتَ فَقَدْ أَفْلَحَ وَأَنْجَحَ  
وَأَنْ فَسَدَتْ خَابَ وَخَسِرَ وَأَنْ  
اسْتَقْصَ مِنْ فَرِيضَةِ قَالَ الرَّبُّ  
أَنْظُرُوا هَلْ لِعَبْدِي مِنْ تَطَوُّعٍ  
فِيْكُمْ بِهَا مَا اسْتَقْصَ مِنْ  
الْفَرِيضَةِ ثُمَّ يَكُونُ سَكَاوُ  
عَمَلِهِ عَلَى ذَلِكَ.

بامراد، اور اگر نماز بیکار ثابت ہوتی تو وہ  
نامراد، خسارہ میں ہوگا اور اگر کچھ نماز میں کمی  
پائی گئی تو ارشاد خداوندی ہوگا کہ دیکھو اس  
بندہ کے پاس کچھ نفلیں بھی ہیں جن سے  
فرضوں کو پورا کر دیا جائے۔ اگر نکل آئیں تو ان  
سے فرضوں کی تکمیل کر دیجائیگی اس کے بعد  
پھر اسی طرح باقی اعمال روزہ زکوٰۃ وغیرہ کا  
حساب ہوگا۔

ارواه الترمذی وحسنہ النسائی وابن ماجہ والحاکم وصححه کذا فی الدرر فی  
المنتخب بروایة الحاکم فی الکفی عن ابن عمر اَوَّلُ مَا افْتَرَضَ اللَّهُ عَلَى امْتِنِ الصَّلَاةِ  
الْخَمْسَ وَآوَّلُ مَا يَرْفَعُ مَنْ أَعْمَلَ لَهُمُ الصَّلَاةِ الْخَمْسَ الْحَدِيثُ بِعُولِهِ بِمَعْنَى حَدِيثِ  
الْبَابِ وَفِيهِ ذِكْرُ الصَّيَامِ وَالزَّكَاةِ نَحْوُ الصَّلَاةِ وَفِي الدَّرَجَةِ أَخْرَجَ أَبُو يَعْلَى عَنْ  
أَنَسٍ رَفَعَهُ أَوَّلُ مَا افْتَرَضَ اللَّهُ عَلَى النَّاسِ مِنْ دِينِهِمُ الصَّلَاةُ وَآخِرُ مَا يَبْقَى  
الصَّلَاةُ وَأَوَّلُ مَا يَحْسَبُ بِهِ الصَّلَاةُ يَقُولُ اللَّهُ أَنْظُرُوا فِي صَلَاةِ عَبْدِي فَإِنْ  
كَانَتْ تَامَةً كُتِبَتْ تَامَةً وَإِنْ كَانَتْ نَاقِصَةً قَالَ أَنْظُرُوا هَلْ لَهُ مِنْ تَطَوُّعٍ  
الْحَدِيثُ فِيهِ ذِكْرُ الزَّكَاةِ وَالصَّدَقَةِ وَفِيهِ أَيْضًا أَخْرَجَ ابْنُ مَاجَةَ وَالْحَاكِمُ  
عَنْ تَيْمِ الدَّارِيِّ مَرْفُوعًا أَوَّلُ مَا يَحْسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَلَاتُهُ الْحَدِيثُ  
وَفِي آخِرِهِ ثُمَّ الزَّكَاةُ مِثْلُ ذَلِكَ ثُمَّ تَوَخَّذَ الْأَعْمَالُ حَبْ ذَلِكْ وَعِزَّةُ الْيَوْمِ  
فِي الْجَامِعِ إِلَى أَحْمَدَ وَابْنِ دَاوُدَ وَالْحَاكِمِ وَابْنِ مَاجَةَ وَرَفَعَهُ لَهُ بِالصَّحِيحِ

**ف**: اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ آدمی کو نفلوں کا ذخیرہ بھی اپنے پاس کافی  
رکھنا چاہیے کہ اگر فرضوں میں کچھ کوتاہی نکلے تو میزان پوری ہو جاتے بہت سے لوگ کہہ دیا  
کرتے ہیں اچھی ہم سے فرض ہی پورے ہو جاتیں تو بہت غنیمت ہے نفلیں پڑھنا تو بڑے  
آدمیوں کا کام ہے۔ اس میں شک نہیں کہ فرض ہی اگر پورے پورے ہو جاتیں تو بہت کافی  
ہیں لیکن ان کا بالکل پورا پورا ادا ہو جانا کونسا سہل کام ہے کہ ہر چیز بالکل پوری ادا ہو جائے  
اور جب تھوڑی بہت کوتاہی ہوتی ہی ہے تو اس کے پورا کرنے کے لئے نفلوں بغیر چارہ کار نہیں

ایک دوسری حدیث میں یہ مضمون زیادہ وضاحت سے آیا ہے ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عبادت میں سب سے پہلے نماز کو فرض فرمایا ہے اور سب سے پہلے اعمال میں سے نماز ہی پیش کی جاتی ہے اور سب سے پہلے قیامت میں نماز ہی کا حساب ہوگا۔ اگر فرض نمازوں میں کچھ کمی رہ گئی تو نفلوں سے اُس کو پورا کیا جائے گا اور پھر اُس کے بعد اسی طرح روزوں کا حساب کیا جائے گا اور فرض روزوں میں جو کمی ہوگی وہ نفل روزوں سے پوری کر دی جائے گی اور پھر زکوٰۃ کا حساب اسی طریقہ سے ہوگا۔ ان سب چیزوں میں نوافل کو بلا کر بھی اگر نیکیوں کا پلہ بھاری ہو گیا تو وہ شخص خوشی خوشی جنت میں داخل ہو جائے گا ورنہ جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہی تھا کہ جو شخص مسلمان ہو تو سب سے اول اس کو نماز سکھائی جاتی۔

(۴) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قُرْظٍ قَالَ  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ  
سَلَّمَ أَوَّلُ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ  
يَوْمَ الْقِيَامَةِ الصَّلَاةُ فَإِنْ صَلَحَتْ  
صَلَحَ سَائِرُ عَمَلِهِ وَإِنْ فَسَدَتْ  
فَسَدَ سَائِرُ عَمَلِهِ -

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت میں سب سے پہلے نماز کا حساب کیا جائے گا اگر وہ اچھی اور پوری نکل آئی تو باقی اعمال بھی پورے اتریں گے، اور اگر وہ خراب ہو گئی تو باقی اعمال بھی خراب نکلیں گے۔

حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں ایک اعلان سب جگہ کے حکام کے پاس بھیجا تھا کہ سب سے زیادہ مہتمم بالشان چیز میرے نزدیک نماز ہے جو شخص اُس کی حفاظت اور اس کا اہتمام کرے گا وہ دین کے اور اجزاء کا بھی اہتمام کر سکتا ہے اور جو اس کو ضائع کر دے گا وہ دین کے اور اجزاء کو زیادہ برباد کر دے گا۔

(۱) رواه الطبرانی في الأوسط ولا بأس باسناده انشاء الله كذا في الترغيب وفي المنتخب برواية الطبرانی في الأوسط واليضاع عن انس بلفظه وفي الترغيب عن المهريرة رفعه الصلوة ثلثة اشلاث الطهور ثلث والركوع ثلث والسجود ثلث فمن اداها بحقها قبلت منه وقبل منه سائر عمله ومن ردت عليه صلواته رد عليه سائر عمله رواه البزار وقال لا نعلمه مرفوعاً الا من حديث المغيرة بن مسلم قال الحافظ واسناده حسن اه وخرج مالك في الموطأ ان عمر بن الخطاب كتب الى عماله ان اهم اموركم عندى الصلوة من حفظها او حافظ عليها حفظ دينه ومن ضيعها

فہو لما سواها اضع كذا في الدر

**ف** : نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پاک ارشاد اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کا منشاء بظاہر یہ ہے جو دوسری حدیث میں آیا ہے کہ شیطان مسلمان سے اس وقت تک فرما رہتا ہے جب تک وہ نماز کا پابند اور اس کو اچھی طرح ادا کرتا رہتا ہے کیونکہ خوف کی وجہ سے اس کو زیادہ جرات نہیں ہوتی لیکن جب وہ نماز کو ضائع کر دیتا ہے تو اس کی جرات بہت بڑھ جاتی ہے اور اس آدمی کے گمراہ کرنے کی اُمنگ پیدا ہو جاتی ہے، اور پھر بہت سے مہلکات اور بڑے بڑے گناہوں میں اس کو مبتلا کر دیتا ہے اور یہی مطلب ہے حق سبحانہ و تعالیٰ کے ارشاد اِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ کا جس کا بیان قریب ہی آ رہا ہے۔

(۵) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ

عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْوَأُ النَّاسِ سَرِقَةً

الَّذِي يَسْرِقُ صَلَاتَهُ قَالُوا يَا رَسُولَ

اللَّهِ وَكَيْفَ يَسْرِقُ صَلَاتَهُ قَالَ

لَا يَتَّقِي رُكُوعَهَا وَلَا سُجُودَهَا.

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

کہ بدترین چوری کرنے والا شخص وہ ہے جو

نماز میں سے بھی چوری کر لے صحابہ نے

عرض کیا یا رسول اللہ نماز میں سے کس طرح

چوری کرے گا۔ ارشاد فرمایا کہ اس کا رکوع

اور سجدہ اچھی طرح سے نہ کرے۔

(رواہ الدارمی وفي الترغیب رواہ احمد والظہری وابن خزيمة في صحيحه وقال

صحيح الاسناد اه وفي المقاصد الحنة حديث ان اسوء الناس سرقة رواه

احمد والدارمی فی مسندیہما من حدیث الولید بن مسلم عن الاوزاعی عن

یحییٰ بن ابی کثیر عن عبد اللہ بن ابی قتادة عن ابیہ مرفوعاً وفي لفظ بعد

ان وصححه ابن خزيمة والحاكم وقال انه على شرطهما ولم يخرجاه لرواية كاتب

الاوزاعی له عنه عن یحییٰ عن ابی سلمة عن ابی هريرة ورواه احمد اليضا و

الطیالسی فی مسندیہما من حدیث علی بن زید عن سید بن المسیب عن ابی سید

الخدري به مرفوعاً ورواية ابی هريرة عند ابن منيع وفي الباب عن عبد الله بن

مغفل وعن النعمان بن مرة عند مالك مرسل في اخرين اه وقال المنذري في

الترغيب لحديث ابن مغفل رواه الطبرانی في معاجمه الثلاثة باسناد جيد وقال

لحديث ابی هريرة رواه الطبرانی في الأوسط وابن حبان في صحيحه والحاكم وقال



صحيح الاسناد قلت وحديث ابى قتادة وابى سعيد ذكرهما السيوطى فى الجامع

الصغير ورقم بالصحيح

**ف** یہ مضمون کئی حدیثوں میں وارد ہوا ہے اول تو چوری خود ہی کس قدر ذلت کی چیز ہے اور چور کو کسی حقارت سے دیکھا جاتا ہے پھر چوری میں بھی اس حرکت کو بدترین چوری ارشاد فرمایا ہے کہ رکوع سجدہ کو اچھی طرح نہ کرے۔ حضرت ابو الدرداء فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور یہ ارشاد فرمایا کہ اس وقت علم دنیا سے اٹھ جانے کا وقت (منکشف ہوا) ہے۔ حضرت زید مصعبی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ علم ہم سے کس طرح اٹھ جائے گا ہم لوگ قرآن شریف پڑھتے ہیں اور اپنی اولاد کو پڑھاتے ہیں (اور وہ اسی طرح اپنی اولاد کو پڑھائیں گے اور سلسلہ چلتا رہے گا) حضور نے فرمایا میں تو تجھے بڑا سمجھ دار خیال کرتا تھا یہ یہود و نصاریٰ بھی تو توراۃ انجیل پڑھتے پڑھاتے ہیں پھر کیا کار آمد ہوا۔ ابو الدرداء کے شاگرد کہتے ہیں کہ میں نے دوسرے صحابی حضرت عبادہ سے جا کر یہ قصہ سنا۔ انہوں نے فرمایا کہ ابو الدرداء پر سچ کہتے ہیں، اور میں بتاؤں کہ سب سے پہلے کیا چیز دنیا سے اٹھے گی سب سے پہلے نماز کا خشوع اٹھ جائے گا تو دیکھو گا کہ بھری مسجد میں ایک شخص بھی خشوع سے نماز پڑھنے والا نہ ہوگا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ جو حضور کے راز دار کہلاتے ہیں وہ بھی فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے نماز کا خشوع اٹھایا جائے گا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ اس نماز کی طرف توجہ ہی نہیں فرماتے جس میں رکوع سجدہ اچھی طرح نہ کیا جائے۔ ایک حدیث میں ارشاد نبوی ہے کہ آدمی ساٹھ برس تک نماز پڑھتا ہے مگر ایک نماز بھی قبول نہیں ہوتی کہ کبھی رکوع اچھی طرح کرتا ہے تو سجدہ پورا نہیں کرتا۔ سجدہ کرتا ہے تو رکوع پورا نہیں کرتا۔ حضرت مجد الف ثانی نور اللہ مرقدہ نے اپنے مکتبہ تیب (مخطوط) میں نماز کے اہتمام پر بہت زور دیا ہے اور بہت سے گرامی ناموں میں مختلف مضامین پر بحث فرمائی ہے۔ ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ سجدہ میں ہاتھوں کی انگلیوں کو ملانے کا اور رکوع میں انگلیوں کو علیحدہ علیحدہ کرنے کا اہتمام بھی ضروری ہے شریعت نے انگلیوں کو ملانے کا، کھولنے کا حکم بے فائدہ نہیں فرمایا ہے یعنی ایسے معمولی آداب کی رعایت بھی ضروری ہے اسی سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ نماز میں کھڑے ہونے کی حالت میں سجدہ کی جگہ نگاہ کا جمائے رکھنا اور رکوع کی حالت میں پاؤں پر نگاہ رکھنا اور سجدہ میں جاکر ناک پر رکھنا اور بیٹھنے کی حالت میں ہاتھوں پر نگاہ رکھنا نماز میں خشوع کو پیدا کرتا ہے اور اس سے نماز میں دلجمعی نصیب ہوتی ہے جب ایسے معمولی آداب بھی اہتمام فائدہ رکھتے ہیں تو بڑے آداب اور سنتوں کی رعایت تم سمجھ لو کہ کس قدر فائدہ بخشنے گی۔

(۶) عَنْ أُمِّ رُوْمَانَ وَالِدَةِ عَائِشَةَ  
قَالَتْ رَأَيْتُ أَبَا بَكْرٍ فِي الصَّلَاةِ أَسْبَدُ  
فِي صَلَاتِهِ فَرَجَرَنِي زَجْرَةٌ كَذَتْ  
أَنْصُوفَ مَنْ صَلَاتِهِ قَالَ سَمِعْتُ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَقُولُ إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَكُنْ  
أَطْرَافُهُ لَا يَتَسَيَّدُ تَسَيُّدَ الْيَهُودِ فَإِنَّ  
سُكُونَ الْأَطْرَافِ فِي الصَّلَاةِ مِنْ  
تَكَامُرِ الصَّلَاةِ.

حضرت عائشہؓ کی والدہ اُمّ رومانؓ فرماتی ہیں کہ  
میں ایک مرتبہ نماز پڑھ رہی تھی نماز میں ادھر ادھر  
جھکنے لگی حضرت ابو بکر صدیقؓ نے دیکھ لیا تو مجھے  
اس زور سے ڈانٹا کہ میں (ڈر کر) وجہ سے نماز توڑنے  
کے قریب ہو گئی پھر ارشاد فرمایا کہ میں نے حضورؐ  
سے سنا ہے کہ جب کوئی شخص نماز میں کھڑا ہو  
تو اپنے تمام بدن کو بالکل سکون سے رکھے، یہود کی  
طرح ہلے نہیں، بدن کے تمام اعضاء کا نماز میں  
بالکل سکون سے رہنا نماز کے پورا ہونیکا جزو ہے۔

راخرجه الحکیم الترمذی من طریق القاسم بن محمد عن اسماء بنت ابی بکر عن اُمّ  
رومان کذا فی الدر وعزاه السيوطی فی الجامع الصغير الى ابی نعیم فی الحلیة  
وابن عدی فی الكامل ورقعه بالضعف وذكره ايضا برواية ابن عساکر عن  
ابی بکر من تمام الصلوة سکون الاطراف)

**ف** نماز کے درمیان میں سکون سے رہنے کی تاکید بہت سی حدیثوں میں آئی ہے نبی  
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ اکثر آسمان کی طرف دیکھنے کی تھی کہ وحی کے فرشتے کا  
انتظار رہتا تھا اور جب کسی چیز کا انتظار ہوتا ہے تو اس طرف نگاہ بھی لگ جاتی ہے اسی وجہ  
سے کبھی نماز میں بھی نگاہ اُپر اٹھ جاتی تھی جب قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي  
صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ نازل ہوتی تو پھر نگاہ نیچے رہتی تھی صحابہ کے متعلق بھی حدیث میں آیا ہے  
کہ اول اول ادھر ادھر توجہ فرمایا کرتے تھے مگر اس آیت شریفہ کے نازل ہونے کے بعد سے کسی  
طرف توجہ نہیں کرتے تھے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اسی آیت شریفہ کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ  
صحابہ کرام جب نماز کو کھڑے ہوتے تھے تو کسی طرف توجہ نہیں کرتے تھے ہم تن نماز کی طرف توجہ  
رہتے تھے اپنی نگاہوں کو سجدہ کی جگہ رکھتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ حق تعالیٰ شأنہ اُن کی طرف متوجہ  
ہیں حضرت علیؓ سے کسی نے دریافت کیا کہ خشوع کیا چیز ہے فرمایا کہ خشوع دل میں ہوتا ہے یعنی  
دل سے نماز میں متوجہ رہنا اور یہ بھی اس میں داخل ہے کہ کسی طرف توجہ نہ کرے حضرت ابن عباسؓ  
فرماتے ہیں کہ خشوع کرنے والے وہ ہیں جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں اور نماز میں سکون سے رہنے والے

ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ نفاق کے خشوع سے اللہ ہی سے پناہ مانگو۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضور نفاق کا خشوع کیا چیز ہے۔ ارشاد فرمایا کہ ظاہر میں تو سکون ہو اور دل میں نفاق ہو۔ حضرت ابوذرؓ ذابھی اس قسم کا ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں جس میں حضور کا یہ ارشاد نقل کیا کہ نفاق کا خشوع یہ ہے کہ ظاہر بدن تو خشوع والا معلوم ہو اور دل میں خشوع نہ ہو۔ حضرت قتادہؓ کہتے ہیں کہ دل کا خشوع اللہ کا خوف ہے اور نگاہ کو نیچی رکھنا۔ حضور نے ایک مرتبہ ایک شخص کو دیکھا کہ نماز میں ڈارھی پر ہاتھ پھیر رہا ہے ارشاد فرمایا کہ اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو بدن کے سارے اعضاء میں سکون ہوتا۔ حضرت عائشہؓ نے حضور سے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ نماز میں ادھر ادھر دیکھنا کیسا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ یہ شیطان کا نماز میں سے اچک لینا ہے۔ ایک مرتبہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ نماز میں اُپر دیکھتے ہیں وہ اپنی اس حرکت سے باز آجائیں ورنہ نگاہیں اُپر کی اُپر ہی رہ جائیں گی۔ بہت سے صحابہؓ اور تابعینؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ خشوع سکون کا نام ہے یعنی نماز نہایت سکون سے پڑھی جائے متعذر احادیث میں حضور کا ارشاد ہے کہ نماز ایسی طسج پڑھا کرو گویا آخری نماز ہے۔ ایسی طرح پڑھا کرو جیسا کہ وہ شخص پڑھتا ہے جس کو یہ گمان ہو کہ اس وقت کے بعد مجھے دوسری نماز کی نوبت ہی نہ آئے گی۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ حَصْنٍ قَالَ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى إِنَّ الصَّلَاةَ تَنفِي عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ فَقَالَ مَنْ لَمْ تَنْفِهِ صَلَاتُهُ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ فَلَا صَلَاةَ لَهُ۔  
 (۷) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی نے حق تعالیٰ شانہ کے ارشاد اِنَّ الصَّلَاةَ تَنفِي عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ سے اُو (بے شک نماز روکتی ہے بے حیائی سے اور ناشائستہ حرکتوں سے) کے متعلق دریافت کیا تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کی نماز ایسی نہ ہو اور اس کو بے حیائی اور ناشائستہ حرکتوں سے نہ روکے وہ نماز ہی نہیں۔

لاخر محمد ابن ابی حاتم و ابن مردويه کذا

فی الدر المنثور،

**ف** بے شک نماز ایسی ہی بڑی دولت ہے اور اس کو اپنی اصلی حالت پر پڑھنے کا ثمرہ یہی ہے کہ وہ ایسی نامناسب باتوں سے روک دے۔ اگر یہ بات پیدا نہیں ہوتی تو نماز کے کمال میں کمی ہے۔ بہت سی حدیثوں میں یہ مضمون وارد ہوا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نماز میں گناہوں سے روک ہے اور گناہوں سے ہٹانا ہے۔ حضرت ابو العالیہؓ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ کے ارشاد



اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی کَا مَطْلَبِیْہِ ہے کہ نماز میں تین چیزیں ہوتی ہیں۔ اخلاص، اللہ کا خوف، اللہ کا ذکر۔ جس نماز میں یہ چیزیں نہیں وہ نماز ہی نہیں۔ اخلاص نیک کاموں کا حکم کرتا ہے اور اللہ کا خوف بُری باتوں سے روکتا ہے اور اللہ کا ذکر قرآن پاک ہے جو مستقل طور پر اچھی باتوں کا حکم کرتا ہے اور بُری باتوں سے روکتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جو نماز بُری باتوں اور نامناسب حرکتوں سے نہ روکے وہ نماز بجائے اللہ کے قرب کے اللہ سے دوری پیدا کرتی ہے۔ حضرت حسنؓ بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی مضمون نقل فرمایا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو نماز کی اطاعت نہ کرے اس کی نماز ہی کیا، اور نماز کی اطاعت یہ ہے کہ بے حیاتی اور بُری باتوں سے روکے۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے اور عرض کیا کہ فلاں شخص رات کو نماز پڑھتا رہتا ہے اور صبح ہوتے چوری کرتا ہے حضور نے فرمایا کہ اس کی نماز اس کو اس فعل سے عنقریب ہی روک دے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص بُری باتوں میں مشغول ہو تو اس کو اہتمام سے نماز میں مشغول ہونا چاہیے، بُری باتیں اس سے خود ہی چھوٹ جائیں گی۔ ہر بُری بات کے چھوڑنے کا اہتمام دشوار بھی ہے اور دیر طلب بھی اور اہتمام سے نماز میں مشغول ہو جانا آسان بھی ہے اور دیر طلب بھی نہیں۔ اس کی برکت سے بُری باتیں اس سے اپنے آپ ہی چھوٹی چلی جاویں گی۔ حق تعالیٰ شانہ مجھے بھی اچھی طرح نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

(۸) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ الصَّلَاةِ طَوْلُ الْقُتُوبِ - أَخْرَجَهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُسْلِمٌ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ كَذَا فِي الدَّرَالْمَنْشُورِ وَفِيهِ الْيُضَاءُ عَنْ مُجَاهِدٍ فِي قَوْلِهِ لَعَالَى دَقُّوْهُمُورِ اللَّهِ قَانِتِينَ قَالَ مِنَ الْقُتُوبِ الرُّكُوعُ وَالْخُشُوعُ وَطَوْلُ الرُّكُوعِ يَعْنِي طَوْلَ الْقِيَامِ وَ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ افضل نماز وہ ہے جس میں لمبی لمبی رکعتیں ہوں۔ مجاہد کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ کے ارشاد قوموا للہ قانتین (اور نماز میں) کھڑے رہو اللہ کے سامنے مؤدب، اس آیت میں رکوع بھی داخل ہے اور خشوع بھی اور لمبی رکعت ہونا بھی اور آنکھوں کو پست کرنا، بازوؤں کو جھکانا (یعنی اگر کے کھڑا نہ ہونا)، اور اللہ سے ڈرنا

بھی شامل ہے کہ لفظ قنوت میں جس کا اس  
آیت میں حکم دیا گیا ہے سب چیزیں داخل ہیں  
مخصوصاً اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے  
جب کوئی شخص نماز کو کھڑا ہوتا تھا تو اللہ تعالیٰ سے  
ڈرتا تھا اس بات سے کہ ادھر ادھر دیکھے یا سجدہ میں  
جانچوئے کنکریوں کو الٹ پلٹ کرے (عرب  
میں صفوں کی جگہ کنکریاں بچھائی جاتی ہیں) یا کسی  
لغو چیز میں مشغول ہو یا دل میں کسی دنیاوی چیز کا

عَضُّ الْبَصَرِ وَخَفْضُ الْجَنَاحِ وَالرَّهْبَةُ  
لِلَّهِ وَكَانَ الْفَقَهَاءُ مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ أَحَدُهُمْ  
فِي الصَّلَاةِ يَمَامُ الرَّحْلَيْنِ سُبْحَانَهُ وَ  
تَعَالَى أَنْ يَكْتَفِتَ أَوْ يَغْلِبَ الْحَصَى  
أَوْ يَشُدَّ بَصَرَهُ أَوْ يَعْبَثَ بِشَيْءٍ أَوْ  
يُحَدِّثَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ مِنْ أَمْرِ الدُّنْيَا  
إِلَّا نَاسِيًا حَتَّى يَنْصَرِفَ .

خیال لائے۔ ہاں بھول کے خیال آگیا ہو تو دوسری بات ہے۔

راخرجه سعيد بن منصور وعبد بن حميد وابن جرير وابن المنذر وابن حاتم  
والاصهباني في الترغيب واللبهقي في شعب الایمان اه وهذا اخر ما اردت ابراده في  
هذه العجالة رعاية لعدد الاربعين والله ولي التوفيق وقد وقع الفراغ منه  
ليلة التردية من سنة سبع وخمسين بعد الف وثلاث مائة والحمد لله  
اولاد اخرام

**ف** : قَوْمُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ کی تفسیر میں مختلف ارشادات وارد ہوئے ہیں۔ ایک یہ بھی ہے  
کہ قَانِتِينَ کے معنی چپ چاپ کے ہیں۔ ابتداء زمانہ میں نماز میں بات کرنا، سلام کا جواب دینا وغیرہ  
وغیرہ امور جائز تھے۔ مگر جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی تو نماز میں بات کرنا ناجائز ہو گیا جعفر  
عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور نے اس بات کا عادی بنا رکھا تھا کہ جب  
میں حاضر ہوں تو گو حضور نماز میں مشغول ہوں میں سلام کرتا، حضور جواب دیتے۔ ایک مرتبہ میں حاضر  
ہوا حضور نماز میں مشغول تھے۔ میں نے حسب عادت سلام کیا، حضور نے جواب نہیں دیا۔ مجھے سخت  
فکر ہوا کہ شاید میرے بارے میں اللہ جلّ شانہ کے یہاں سے کوئی عتاب نازل ہوا ہو۔ نئے اور پرانے  
خیالات نے مجھے گھیر لیا۔ پرانی پرانی باتیں سوچتا تھا کہ شاید فلاں بات پر حضور ناراض ہو گئے ہوں  
شاید فلاں بات ہو گئی ہو۔ جب حضور نے سلام پھیر لیا تو ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ اپنے احکام میں  
جو عادتیں ہیں تبدیلی فرماتے ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ نے نماز میں بولنے کی ممانعت فرمادی اور یہ آیت  
ملکوت فرمائی اور پھر ارشاد فرمایا کہ نماز میں اللہ کے ذکر، اس کی تسبیح، اس کی حمد و ثناء کے سوا بات

کرنا جائز نہیں۔

معاویہ بن حکم مسلمی کہتے ہیں کہ جب میں مدینہ طیبہ مسلمان ہونے کے لئے حاضر ہوا تو مجھے بہت سی چیزیں سکھائی گئیں، مثلاً ان کے یہ بھی تھا کہ جب کوئی چھینکے اور الحمد للہ کہے تو اس کے جواب میں یہ تھمک اللہ کہنا چاہیے۔ چونکہ نئی تعلیم تھی اس وقت تک یہ بھی معلوم نہ تھا کہ نماز میں نہ کہنا چاہیے ایک صاحب کو نماز میں چھینک آتی میں نے جواب میں یہ تھمک اللہ کہا، اس پاس کے لوگوں نے مجھے تنبیہ کے طور پر گھورا مجھے اُس وقت تک یہ بھی معلوم نہ تھا کہ نماز میں بولنا جائز نہیں۔ اس لئے میں نے کہا کہ ہائے افسوس تمہیں کیا ہوا کہ مجھے کڑوی کڑوی نگاہوں سے گھورتے ہو مجھے اشارہ سے اُن لوگوں نے چپ کرا دیا۔ میری سمجھ میں تو آیا نہیں مگر میں چپ ہو گیا۔ جب نماز ختم ہو چکی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے (میرے مال باپ آپ پر قربان) نہ مجھے مارا، نہ ڈانسا، نہ برا بھلا کہا بلکہ یہ ارشاد فرمایا کہ نماز میں بات کرنا جائز نہیں، نماز تسبیح و تکبیر اور قراءۃ قرآن ہی کا موقع ہے۔ خدا کی قسم حضور حبیب شفیق اُستاذ میں نے پہلے دیکھا نہ بعد میں۔

دوسری تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ قَائِلَتَيْنِ کے معنی خاتمیہ کے ہیں یعنی خشوع سے نماز پڑھنے والے۔ اُسی کے موافق مجاہد یہ نقل کرتے ہیں جو اوپر ذکر کیا گیا کہ یہ سب چیزیں خشوع میں داخل ہیں یعنی لمبی لمبی رکعات کا ہونا اور خشوع خشوع سے پڑھنا، نگاہ کو نیچی رکھنا، اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ابتداء میں حضور اقدسؐ رات کو جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے آپ کو رسی سے باندھ لیا کرتے کہ نیند کے غلبہ سے گرنہ جائیں۔ اس پر خطبہ مَا أَنْكَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْكُرَ نازل ہوئی اور یہ تو مضمون کئی حدیثوں میں آیا ہے کہ حضور اتنی طویل رکعت کیا کرتے تھے کہ کھڑے کھڑے پاؤں پر درم آجاتا تھا۔ اگرچہ ہم لوگوں پر شفقت کی وجہ سے حضورؐ نے یہ ارشاد فرمادیا کہ جس قدر تحمل اور نباہ ہو سکے اتنی محنت کرنا چاہیے ایسا نہ ہو کہ تحمل سے زیادہ بار اٹھانے کی وجہ سے بالکل ہی جاتا رہے۔ چنانچہ ایک صحابی عنایت نے بھی اسی طرح رسی میں اپنے کو باندھنا شروع کیا تو حضورؐ نے منع فرمادیا۔ مگر اتنی بات ضرور ہے کہ تحمل کے بعد عینی لمبی نماز ہوگی اتنی ہی بہتر اور افضل ہوگی۔ آخر حضورؐ کا اتنی لمبی نماز پڑھنا کہ پاؤں مبارک پر درم آجاتا تھا کوئی بات تو رکھتا ہے۔ صحابہ کرامؓ ہم عرض بھی کرتے کہ سورۃ فتح میں آپؐ کی مغفرت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تو حضورؐ ارشاد فرماتے کہ پھر میں شکر گزار بندہ کیوں نہ بنوں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے تو آپ کے سینہ مبارک سے رونے



کی آواز (سانس رکنے کی وجہ سے) ایسی مسلسل آتی تھی جیسا چکی کی آواز ہوتی ہے۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ ایسی آواز ہوتی تھی جیسا کہ ہنڈیا کے پکنے کی آواز ہوتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کی لڑائی میں میں نے حضور کو دیکھا کہ ایک درخت کے نیچے کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اور رو رہے تھے کہ اسی حالت میں صبح فرمادی۔ متعدد احادیث میں ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہ چند آدمیوں سے بے حد خوش ہوتے ہیں: بمجملہ ان کے وہ شخص ہے جو سردی کی رات میں نرم بستر پر لحاف میں لپٹا ہوا لیٹا ہو اور خوبصورت دل میں جگہ کرنے والی بیوی پاس لیٹی ہو اور پھر تہجد کے لئے اٹھے اور نماز میں مشغول ہو جاتے۔ حق تعالیٰ شانہ اس شخص سے بہت ہی خوش ہوتے ہیں تعجب فرماتے ہیں، باوجود عالم الغیب ہونے کے فرشتوں سے فخر کے طور پر دریافت فرماتے ہیں کہ اس بندہ کو کس بات نے مجبور کیا کہ اس طرح کھڑا ہو گیا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ آپ کے لطف و عطایا کی اُمید نے اور آپ کے عتاب کے خوف نے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اچھا جس چیز کی اس نے مجھ سے اُمید رکھی وہ میں نے عطا کی اور جس چیز کا اس کو خوف ہے اس سے امن بخشا۔ حضور کا ارشاد ہے کہ کسی بندہ کو کوئی عطا اللہ کی طرف سے اس سے بہتر نہیں دی گئی کہ اس کو دو رکعت نماز کی توفیق عطا ہو جاتے۔

قرآن و حدیث میں کثرت سے وارد ہوا ہے کہ فرشتے ہر وقت عبادت میں مشغول رہتے ہیں احادیث میں آیا ہے کہ ایک جماعت اُن کی ایسی ہے جو قیامت تک رکوع ہی میں رہے گی اور ایک جماعت اسی طرح ہر وقت سجدہ میں مشغول رہتی ہے اور ایک جماعت اسی طرح کھڑی رہتی ہے۔ حق تعالیٰ شانہ نے مومن کے لئے یہ اکرام و اعزاز فرمایا کہ ان سب چیزوں کا مجموعہ اس کو دو رکعت نماز میں عطا فرمادیا تاکہ فرشتوں کی ہر عبادت سے اس کو حصہ مل جاتے اور نماز میں قرآن شریف کی تلاوت ان کی عبادتوں پر اضافہ ہے اور جب یہ فرشتوں کی عبادتوں کا مجموعہ ہے تو انہیں کی سی صفات سے اس میں لطف میسر ہو سکتا ہے۔ اسی لئے حضور کا ارشاد ہے کہ نماز کے لئے اپنی کمر اور پیٹ کو ہلکا کر دے۔ کمر کو ہلکا رکھنے کا یہ مطلب ہے کہ بہت سے جھگڑے اپنے پیچھے نہ لگاؤ، اور پیٹ کو ہلکا رکھنا ظاہر ہے کہ زیادہ سیر نہ کرنا کھاؤ اس سے کاہلی، سستی پیدا ہوتی ہے۔

صوفیہ کہتے ہیں کہ نماز میں بارہ ہزار چیزیں ہیں جن کو حق تعالیٰ شانہ نے بارہ چیزوں میں منقسم فرمایا ہے ان بارہ کی رعایت ضروری ہے تاکہ نماز مکمل ہو جائے اور اس کا پورا فائدہ حاصل ہو۔ یہ بارہ حسب ذیل ہیں: اول علم، حضور کا ارشاد ہے کہ علم کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی جہل کی حالت کے بہت سے عمل سے افضل

ہے، دوسرے وضو، تیسرے لباس، چوتھے وقت، پانچویں قبلہ کی طرف رخ کرنا، چھٹے نیت۔ ساتویں تکبیر تحریمہ یا ٹھویں نماز میں کھڑا ہونا، نویں قرآن شریف پڑھنا، دسویں رکوع، گیارہویں سجدہ، بارہویں التیحات میں بیٹھنا، اور ان سب کی مکمل باخلاص کے ساتھ ہے پھر ان بارہ کے تین تین جزو ہیں اول علم کے تین جزو یہ ہیں کہ فرضوں اور سنتوں کو علیحدہ علیحدہ معلوم کرے، دوسرے یہ معلوم کرے کہ وضو اور نماز میں کتنی چیزیں فرض ہیں کتنی سنت ہیں تیسرے یہ معلوم کرے کہ شیطان کس کس ٹکڑے نماز میں رخنہ ڈالتا ہے۔ اس کے بعد وضو کے بھی تین جزو ہیں۔ اول یہ کہ دل کو کینہ اور حسد سے پاک کرے جیسا کہ ظاہری اعضاء کو پاک کر رہا ہے، دوسرے ظاہری اعضاء کو گناہوں سے پاک رکھے، تیسرے وضو کرنے میں نہ اسراف کرے نہ کوتاہی کرے۔ پھر لباس کے بھی تین جزو ہیں: اول یہ کہ حلال کمائی سے ہو دوسرے یہ کہ پاک ہو تیسرے سنت کے موافق ہو کہ ٹخنے وغیرہ ڈھکے ہوئے نہ ہوں تکبیر اور بڑائی کے طور پر نہ پہنا ہو۔ پھر وقت میں بھی تین چیزوں کی رعایت ضروری ہے اول یہ کہ دھوپ ستاروں وغیرہ کی خبر گیری رکھے تاکہ اوقات صحیح معلوم ہو سکیں (اور ہمارے زمانہ میں اس کے قائم مقام گھڑی گھنٹے ہو گئے ہیں) دوسرے اذان کی طہر رکھے، تیسرے دل سے ہر وقت نماز کے وقت کا خیال رکھے کبھی ایسا نہ ہو کہ وقت گزر جائے پتہ نہ چلے۔ پھر قبلہ کی طرف منہ کرنے میں بھی تین چیزوں کی رعایت رکھے اول یہ کہ ظاہری بدن سے ادھر متوجہ ہو دوسرے یہ کہ دل سے اللہ کی طرف متوجہ رکھے کہ دل کا کعبہ وہی ہے، تیسرے مالک کے سامنے جس طرح ہمہ تن متوجہ ہونا چاہیے اس طرح متوجہ ہو۔ پھر نیت بھی تین چیزوں کی محتاج ہے۔ اول یہ کہ کونسی نماز پڑھ رہا ہے، دوسرے یہ کہ اللہ کے سامنے کھڑا ہے اور وہ دیکھتا ہے، تیسرے یہ کہ وہ دل کی حالت کو بھی دیکھتا ہے۔ پھر تکبیر تحریم کے وقت بھی تین چیزوں کی رعایت کرنا ہے۔ اول یہ کہ لفظ صحیح ہو، دوسرے ہاتھوں کو کانوں تک اٹھائے (گویا اشارہ ہے کہ اللہ کے ماسوا سب چیزوں کو پیچھے پھینک دیا)، تیسرے یہ کہ اللہ اکبر کہتے ہوئے اللہ کی بڑائی اور عظمت دل میں بھی موجود ہو۔ پھر قیام یعنی کھڑے ہونے میں بھی تین چیزیں ہیں۔ اول یہ کہ نگاہ سجدہ کی جگہ رہے، دوسرے دل سے اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کا خیال کرے، تیسرے کسی دوسری طرف متوجہ نہ ہو۔ کہتے ہیں کہ جو شخص نماز میں ادھر ادھر متوجہ ہو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص بڑی مشکل سے دربانوں کی منت سماجت کر کے بادشاہ کے حضور میں پہنچے اور جب رسائی ہو اور بادشاہ اس کی طرف متوجہ ہو تو وہ ادھر ادھر دیکھنے لگے ایسی صورت میں بادشاہ اس کی طرف کیا توجہ کرے گا۔ پھر قراءت میں بھی تین چیزوں کی رعایت کرے۔ اول



مسیح ترتیل سے پڑھے، دوسرے اُس کے معنی پر غور کرے، تیسرے جو پڑھے اس پر عمل کرے پھر رکوع میں بھی تین چیزیں ہیں اول یہ کہ کمر کو رکوع میں بالکل سیدھا رکھے نہ نیچا کرے نہ اونچا (علامہ نے لکھا ہے کہ سر اور کمر اور سرین تینوں چیزیں برابر ہیں) دوسرے ہاتھوں کی انگلیاں کھول کر چوڑی کر کے گھٹنوں پر رکھے، تیسرے تسبیحات کو عظمت اور وقار سے پڑھے۔ پھر سجدہ میں بھی تین چیزوں کی رعایت کرے۔ اول یہ کہ دونوں ہاتھ سجدہ میں کانوں کے برابر رہیں، دوسرے ہاتھوں کی کہنیاں کھڑی رہیں، تیسرے تسبیحات کو عظمت سے پڑھے۔ پھر بیٹھنے میں بھی تین چیزوں کی رعایت کرے۔ اول یہ کہ دایاں پاؤں کھڑا کرے اور بائیں پر بیٹھے، دوسرے یہ کہ عظمت کے ساتھ معنی کی رعایت کر کے تَشَهُّد پڑھے کہ اس میں حضور پر سلام ہے، مومنین کے لئے دُعا ہے پھر فرشتوں پر اور دائیں بائیں جانب جو لوگ ہیں ان پر سلام کی نیت کرے۔ پھر اخلاص کے بھی تین جُز ہیں۔ اول یہ کہ اس نماز سے صرف اللہ کی خوشنودی مقصود ہو، دوسرے یہ سمجھے کہ اللہ ہی کی توفیق سے یہ نماز ادا ہوئی، تیسرے اس پر ثواب کی اُمید رکھے۔

حقیقت میں نماز میں بڑی خیر اور بڑی برکت ہے۔ اس کا ہر ذکر بہت سی خوبیوں کو اور اللہ کی بڑائیوں کو لئے ہوتے ہے ایک **سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ** ہی کو دیکھ لیجئے جو سب سے پہلی دُعا ہے کہ کتنے فضائل پر حاوی ہے۔ **سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ يَا اللَّهُ** تیری پاکی کا بیان کرتا ہوں کہ تو ہر عیب سے پاک ہے۔ ہر بڑائی سے دُور ہے۔ **وَبِحَمْدِكَ** جتنی تعریف کی باتیں ہیں اور جتنے بھی قلیل ملح امور ہیں وہ سب تیرے لئے ثابت ہیں اور تجھے زیبا۔ **وَتَبَارَكَ اسْمُكَ** تیرا نام بابرکت ہے اور ایسا بابرکت ہے کہ جس چیز پر تیرا نام لیا جاتے وہ بھی بابرکت ہو جاتی ہے۔ **وَتَعَالَى حَبْدُكَ** تیری شان بہت بلند ہے تیری عظمت سب سے بالاتر ہے۔ **وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ** تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں نہ کوئی ذات پرستش کے لائق کبھی ہوئی، نہ ہے۔ اسی طرح رکوع میں **سُبْحَانَكَ رَبِّيَ الْعَظِيمُ** میرا عظمت اور بڑائی والا رب ہر عیب سے بالکل پاک ہے۔ اس کی بڑائی کے سامنے اپنی عاجزی اور بیچارگی کا اظہار ہے کہ گردن کا بلند کرنا غرور اور تکبر کی علامت ہے اور اس کا ٹھکنا دینا نیاز مندی اور فرماں برداری کا اقرار ہے تو رکوع میں گویا اس کا اقرار ہے کہ تیرے احکام کے سامنے اپنے کو ٹھکاتا ہوں اور تیری اطاعت اور بندگی کو اپنے سر پر رکھتا ہوں، میرا یہ گنہگار جسم تیرے سامنے حاضر ہے اور تیری بارگاہ میں ٹھکاتا ہوا ہے، تو بیشک بڑائی والا ہے اور تیری بڑائی کے سامنے میں سرنگوں ہوں۔ اسی طرح سجدہ میں **سُبْحَانَكَ رَبِّيَ الْعَظِيمُ** میں بھی اللہ کی بے حد رفعت اور



بلندی کا اقرار ہے اور اس بلندی کے ساتھ ہر بُرائی اور عیب سے پاکی کا اقرار ہے۔ اپنے سر کو اُس کے سامنے ڈال دینا ہے جو سارے اعضاء میں اشرف شمار کیا جاتا ہے اور اس میں محبوب ترین چیزیں آئینہ، کان، ناک، زبان ہیں۔ گویا اس کا اقرار ہے کہ میری یہ سب اشرف اور محبوب چیزیں تیرے حضور میں حاضر اور تیرے سامنے زمین پر پڑی ہوئی ہیں اس اُمید پر کہ تو مجھ پر فضل فرمائے اور رحم کرے اور اس عاجزی کا پہلا ظہور اس کے سامنے ہاتھ باندھ کر مُوقِب کھڑے ہونے میں تھا اس پر ترقی اس کے سامنے سر جھکا دینے میں تھی اور اس پر بھی ترقی اس کے سامنے زمین پر ناک رگڑنے اور سر رکھ دینے میں ہے۔ اسی طسج پوری نماز کی حالت ہے اور حق یہ ہے کہ یہی اصلی ہیئت نماز کی ہے اور یہی ہے وہ نماز جو دین و دنیا کی فلاح و بہبود کا زینہ ہے۔ حق تعالیٰ شانہ اپنے لطف سے مجھے اور سب مسلمانوں کو اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اور جیسا کہ مُجاہد نے بیان کیا ہے فقہائے صحابہؓ کی یہی نماز تھی۔ وہ جب نماز میں کھڑے ہوتے تھے اللہ سے ڈرتے تھے۔ حضرت حسنؓ جب وضو فرماتے تو چہرہ کا رنگ مُتَغَيِّر ہو جاتا تھا۔ کسی نے پوچھا۔ یہ کیا بات ہے تو ارشاد فرمایا کہ ایک بڑے جبار بادشاہ کے حضور میں کھڑے ہونے کا وقت آگیا ہے۔ پھر وضو کر کے جب مسجد میں تشریف لے جاتے تو مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہو کر یہ فرماتے اَللّٰهُمَّ عَبْدُكَ يَا مُعْنٍ قَدْ اَنَاكَ الْمُسِيءُ وَقَدْ اَمَرْتَ الْمُعْنِ مَنَا اَنْ يَتَجَاوَزَ عَنِ الْمُسِيءِ فَكُنْتَ الْمُعْنِ وَاَنَا الْمُسِيءُ فَتَجَاوَزَ عَنِ قَبِيحِ مَا عِنْدِي بِجَمِيْلٍ مَا عِنْدَكَ يَا كَرِيْمُ (ترجمہ) "یا اللہ تیرا بندہ تیرے دروازہ پر حاضر ہے۔ اے احسان کرنے والے اور بھلائی کا برتاؤ کرنے والے، بد اعمال تیرے پاس حاضر ہے تو نے ہم لوگوں کو یہ حکم فرمایا ہے کہ اچھے لوگ بُروں سے درگزر کریں۔ تو اچھائی والا ہے اور میں بدکار ہوں۔ اے کریم میری بُرائیوں سے اُن خوبیوں کی بدولت جن کا تو مالک ہے درگزر فرما" اس کے بعد مسجد میں داخل ہوتے۔

حضرت زُیْنُ الْعَابِدِیْنِ روزانہ ایک ہزار رکعت پڑھتے تھے۔ تہجد کبھی سفر یا حضر میں ناسم نہیں ہوا جب وضو کرتے تو چہرہ زرد ہو جاتا تھا اور جب نماز کو کھڑے ہوتے تو بدن پر لرزہ آجاتا کسی نے دریافت کیا تو فرمایا کیا تمہیں خبر نہیں کہ کس کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں۔ ایک مرتبہ نماز پڑھ رہے تھے کہ گھر میں آگ لگ گئی یہ نماز میں مشغول رہے۔ لوگوں نے عرض کیا تو فرمایا کہ دنیا کی آگ سے آخرت کی آگ نے غافل رکھا۔ آپ کا ارشاد ہے کہ مجھے تکبر کرنے والے پر تعجب ہے کہ کل تک

نایک نطفہ تھا اور کل کو مُردار ہو جائے گا پھر تکبر کرتا ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ تعجب ہے کہ لوگ فنا ہونے والے گھر کے لئے تو فکر کرتے ہیں۔ ہمیشہ رہنے والے گھر کی فکر نہیں کرتے۔ آپ کا معمول تھا کہ رات کو چھپ کر صدقہ کیا کرتے، لوگوں کو یہ خبر بھی نہ ہوتی کہ کس نے دیا۔ جب آپ کا انتقال ہوا تو تو گھرا لیے نکلے جن کا گذارہ آپ کی اعانت پر تھا۔

حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کے متعلق نقل کیا گیا ہے کہ جب نماز کا وقت آتا تو چہرہ کا رنگ بدل جاتا۔ بدن پر کیسی آجاتی۔ کسی نے پوچھا تو ارشاد فرمایا کہ اس امانت کے ادا کرنے کا وقت ہے جس کو آسمان وزمین نہ اٹھا سکے۔ پہاڑ اس کے اٹھانے سے عاجز ہو گئے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس کو پورا کر سکوں گا یا نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ جب اذان کی آواز سُنتے تو اس قدر روتے کہ چادر تر ہو جاتی۔ گریں پھول جاتیں، آنکھیں سُرخ ہو جاتیں۔ کسی نے عرض کیا کہ ہم تو اذان سُنتے ہیں مگر کچھ بھی اثر نہیں ہوتا آپ اس قدر گھبراتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ مؤذن کیا کہتا ہے تو راحت و آرام سے محروم ہو جاتیں اور نیند اڑ جاتے۔ اس کے بعد اذان کے ہر ہر جملہ کی تنبیہ کو مفصل ذکر فرمایا۔

ایک شخص نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ذوالنون مصریؒ کے پیچھے عصر کی نماز پڑھی جب انہوں نے اللہ اکبر کہا تو لفظ اللہ کے وقت اُن پر جلال الہی کا ایسا غلبہ تھا گویا ان کے بدن میں رُوح نہیں رہی، بالکل مَبْهُوت سے ہو گئے اور جب اکبر زبان سے کہا تو میرا دل اُن کی اس تکبیر کے سبب سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

حضرت اُولیٰ قُرنی مشہور بزرگ اور افضل ترین تابعی ہیں۔ بعض مرتبہ رکوع کرتے اور تمام رات اُسی حالت میں گزار دیتے۔ کبھی سجدہ میں یہی حالت ہوتی کہ تمام رات ایک ہی سجدہ میں گزار دیتے۔ عصامؒ نے حضرت حاکم راہد بخنی سے پوچھا کہ آپ نماز کس طرح پڑھتے ہیں۔ فرمایا کہ جب نماز کا وقت آتا ہے اول نہایت اطمینان سے اچھی طرح وضو کرتا ہوں پھر اس جگہ پہنچتا ہوں جہاں نماز پڑھنا ہے اور اول نہایت اطمینان سے کھڑا ہوتا ہوں کہ گویا کعبہ میرے مُنہ کے سامنے ہے اور میرا پاؤں پل صراط پر ہے داہنی طرف جنت ہے بائیں طرف دوزخ ہے۔ موت کا فرشتہ میرے سر پر ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ میری آخری نماز ہے۔ پھر کوئی اور نماز شاید میسر نہ ہو اور میرے دل کی حالت کو اللہ ہی جانتا ہے اس کے بعد نہایت عاجزی کے ساتھ اللہ اکبر کہتا ہوں

پھر معنی کو سوچ کر قرآن پڑھتا ہوں، تواضع کے ساتھ رکوع کرتا ہوں، عاجزی کے ساتھ سجدہ کرتا ہوں اور اطمینان سے نماز پوری کرتا ہوں، اس طرح کہ اللہ کی رحمت سے اُس کے قبول ہونے کی امید رکھتا ہوں اور اپنے اعمال سے مردود ہو جانے کا خوف کرتا ہوں۔ عَصَام نے پوچھا کہ کتنی مدت سے آپ ایسی نماز پڑھتے ہیں؟ حاتمؓ نے کہا تیس برس سے۔ عَصَامؓ رُونے لگے کہ مجھے ایک بھی نماز ایسی نصیب نہ ہوئی۔ کہتے ہیں کہ حاتمؓ کی ایک مرتبہ جماعت فوت ہو گئی جس کا بے حد اثر تھا۔ ایک دو ملنے والوں نے تعزیت کی۔ اس پر رونے لگے اور یہ فرمایا کہ اگر میرا ایک بیٹا مر جاتا تو ادھا بلخ تعزیت کرتا ایک روایت میں آیا ہے کہ دس ہزار آدمیوں سے زیادہ تعزیت کرتے، جماعت کے فوت ہونے پر ایک دو آدمیوں نے تعزیت کی۔ یہ صرف اس وجہ سے کہ دین کی مصیبت لوگوں کی نگاہ میں دُنیا کی مصیبت سے بڑی ہے۔

حضرت سعید بن المسیبؓ کہتے ہیں کہ تیس برس کے عرصہ میں کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ اذان ہوتی ہو اور میں مسجد میں پہلے سے موجود نہ ہوں۔ مُسَدِّد بن وَاسِعؓ کہتے ہیں کہ مجھے دنیا میں صرف تین چیزیں چاہئیں۔ ایک ایسا دوست ہو جو میری لغزشوں پر مُسْتَنَبِہ کرتا رہے۔ ایک بقدر زندگی روزی جس میں کوئی جھگڑا نہ ہو۔ ایک جماعت کی نماز ایسی کہ اس میں جو کوتاہی ہو جاتے وہ تو مُعَاف ہو اور جو ثواب ہو وہ مجھے مل جاتے۔ حضرت أَبُو عُبَیْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحؓ نے ایک مرتبہ نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد فرمانے لگے کہ شیطان نے اس وقت مجھ پر ایک حملہ کیا۔ میرے دل میں یہ خیال ڈالا کہ میں افضل ہوں (اس لئے کہ افضل کو امام بنایا جاتا ہے) آئندہ کبھی بھی نماز نہیں پڑھاؤں گا۔ مُمِیْنُونُ بنِ مِہْرَانَؓ ایک مرتبہ مسجد میں تشریف لے گئے تو جماعت ہو چکی تھی اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ پڑھا اور فرمایا کہ نماز کی فضیلت مجھے عراق کی سلطنت سے بھی زیادہ محبوب تھی۔

کہتے ہیں کہ ان حضرات کرام میں سے جس کی تکبیر اُٹھنے سے فوت ہو جاتی تین دن تک اُس کا رنج کرتے تھے اور جس کی جماعت جاتی رہتی سات دن تک اُس کا افسوس کرتے تھے بلکہ

بکر بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ اگر تو اپنے مالکؓ اپنے مولا سے بلا واسطہ بات کرنا چاہے تو جب چاہا کر سکتا ہے۔ کسی نے پوچھا کہ اس کی کیا صورت ہے۔ فرمایا کہ اچھی طرح وضو کر اور نماز کی نیت باندھ لے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ ہم سے باتیں کرتے تھے اور ہم حضورؐ سے باتیں کرتے تھے لیکن جب نماز کا وقت آ جاتا تو ایسے ہو جاتے گویا ہم کو پہچانتے ہی نہیں اور ہم تنہا اللہ کی طرف مشغول ہو جاتے تھے۔ سعید بن مسیبؓ نے جب تک نماز پڑھتے رہے مسلسل آنسوؤں کی لڑی رخساروں پر جاری رہتی خُفَّتْ



بن ایوب سے کسی نے پوچھا کہ یہ مکھیاں تم کو نماز میں دق نہیں کرتیں۔ کہنے لگے کہ میں اپنے کو کسی ایسی چیز کا عادی نہیں بناتا جس سے نماز میں نقصان آئے۔ یہ بدکار لوگ حکومت کے کوزلوں کو برداشت کرتے رہتے ہیں محض اتنی سی بات کے لئے کہ لوگ کہیں گے کہ بڑا متمثل مزاج ہے اور پھر اس کو فخر یہ بیان کرتے ہیں۔ میں اپنے مالک کے سامنے کھڑا ہوں اور ایک مکھی کی وجہ سے حرکت کرنے لگوں۔  
 بَہْجَةُ النَّفْسِ میں نکھا ہے کہ ایک صبحانی رات کو نماز پڑھ رہے تھے ایک چور آیا اور گھوڑا کھول کر لے گیا لے جاتے ہوئے اس پر نظر بھی پڑ گئی مگر نماز توڑی بعد میں کسی نے کہا بھی کہ آپ نے پکڑ نہ لیا۔  
 فرمایا جس چیز میں میں مشغول تھا وہ اس سے بہت اوجھنی تھی۔

حضرت علیؓ کا توفیق مشہور ہے کہ جب لڑائی میں اُن کے تیر لگ جاتے، تو وہ نماز ہی میں نکالے جاتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ران میں ایک تیر گھس گیا۔ لوگوں نے نکالنے کی کوشش کی نہ نکل سکا۔ آپؓ میں مشورہ کیا کہ جب یہ نماز میں مشغول ہوں اس وقت نکالا جائے۔ آپؓ نے جب نفلیں شروع کیں اور سجدہ میں گئے تو اُن لوگوں نے اس کو زور سے کھینچ لیا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو اس پاس جمع دیکھا۔ فرمایا کیا تم تیر نکالنے کے واسطے آئے ہو؟ لوگوں نے عرض کیا کہ وہ تو ہم نے نکال بھی لیا آپؓ نے فرمایا مجھے خبر ہی نہیں ہوتی۔

مسلم بن یسار جب نماز پڑھتے تو گھروالوں سے کہہ دیتے کہ تم باتیں کرتے رہو مجھے تمہاری باتوں کا پتہ نہیں چلے گا۔ رَیْحُ سَمْتِہ میں کہ میں جب نماز میں کھڑا ہوتا ہوں، مجھ پر اس کا فکر سوار ہو جاتا ہے کہ مجھے کیا کیا سوال و جواب ہو گا۔ عامر بن عبد اللہ جب نماز پڑھتے تو گھروالوں کی باتوں کی تو کیا خبر ہوتی، ڈھول کی آواز کا بھی پتہ نہ چلتا تھا۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ تمہیں نماز میں کسی چیز کی بھی خبر ہوتی ہے؟ فرمایا۔ ہاں مجھے اس کی خبر ہوتی ہے کہ ایک دن اللہ کی بارگاہ میں کھڑا ہونا ہو گا اور دونوں گھروں جنت یا دوزخ میں سے ایک میں جانا ہو گا۔ انہوں نے عرض کیا۔ یہ نہیں پوچھتا، ہماری باتوں میں سے کبھی کسی کی خبر ہوتی ہے؟ فرمایا کہ مجھ میں نیزوں کی بھالیں گھس جاتیں یہ زیادہ اچھا ہے اس سے کہ مجھے نماز میں تمہاری باتوں کا پتہ چلے۔ ان کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اگر آخرت کا منظر اس وقت میرے سامنے ہو جائے تو میرے یقین اور ایمان میں اضافہ نہ ہو (کہ غیب پر ایمان اتنا ہی پختہ ہے جتنا مشاہدہ پر ہوتا ہے) ایک صاحب کا کوئی عضو خراب ہو گیا تھا جس کے لئے اس کے کانٹے کی ضرورت تھی۔ لوگوں نے تجویز کیا کہ جب یہ نماز کی نیت باندھیں اس وقت کانٹا چاہیے ان کو پتہ بھی نہ چلے گا۔ چنانچہ نماز پڑھتے ہوئے اس عضو کو کاٹ دیا گیا۔ ایک صاحب سے پوچھا گیا کہ کیا تمہیں نماز میں دنیا کا بھی خیال آ جاتا ہے؟

انہوں نے فرمایا کہ نہ نماز میں آتا ہے نہ بجز نماز کے۔ ایک اور صاحب کا قصہ لکھا ہے کہ اُن سے کسی نے دریافت کیا کہ تمہیں نماز میں کوئی چیز یاد آجاتی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ نماز سے بھی زیادہ کوئی محبوب چیز ہے جو نماز میں یاد آئے۔

بہجۃ النفوس میں لکھا ہے کہ ایک بزرگ کی خدمت میں ایک شخص ملنے کے لئے آیا۔ وہ ظہر کی نماز میں مشغول تھے۔ وہ انتظار میں بیٹھ گیا۔ جب نماز سے فارغ ہو چکے تو نفلوں میں مشغول ہو گئے اور عصر تک نفلیں پڑھتے رہے۔ یہ انتظار میں بیٹھا رہا۔ نفلوں سے فارغ ہوتے تو عصر کی نماز شروع کر دی اور اُس سے فارغ ہو کر دُعا میں مشغول ہو گئے اور مغرب تک مشغول رہے پھر مغرب کی نماز پڑھی اور نفلیں شروع کر دیں۔ عشاء تک اس میں مشغول رہے۔ یہ بیچارہ انتظار میں بیٹھا رہا۔ عشاء کی نماز پڑھ کر پھر نفلوں کی نیت باندھ لی اور صبح تک اس میں مشغول رہے۔ پھر صبح کی نماز پڑھی اور ذکر شروع کر دیا اور اُردو وظائف پڑھتے رہے۔ اسی میں مصلے پر بیٹھے بیٹھے آنکھ جھپک گئی تو فوراً آنکھوں کو ملے ہوئے اُٹھے۔ استغفار و توبہ کرنے لگے اور یہ دُعا پڑھی۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ عَيْنٍ لَا تَبْعُ صَیِّئِ النَّوْمِ۔ (اللہ ہی سے پناہ مانگتا ہوں ایسی آنکھ سے جو نیند سے بھرتی ہی نہیں)

ایک صاحب کا قصہ لکھا ہے کہ وہ رات کو سونے لیٹے تو گوشش کرتے کہ آنکھ لگ جائے مگر جب نیند آتی تو اُنھ کی نماز میں مشغول ہو جاتے اور عرض کرتے یا اللہ تجھ کو معلوم ہے کہ جہنم کی آگ کے خوف نے میری نیند اڑادی اور یہ کہہ کر صبح تک نماز میں مشغول رہتے۔

ساری رات بے چینی اور اضطراب یا شوق و اشتیاق میں جاگ کر گزار دینے کے واقعات اس کثرت سے ہیں کہ اُن کا احاطہ ممکن نہیں۔ ہم لوگ اس لذت سے اتنے دُور ہو گئے ہیں کہ ہم کو ان واقعات کی صحت میں بھی تَرَدُّد ہونے لگا۔ لیکن اول تو جس کثرت اور تَوَاتُر سے یہ واقعات نقل کئے گئے ہیں ان کی تردید میں ساری ہی تواریخ سے اعتماد اٹھتا ہے کہ واقعہ کی صحت کثرت نقل ہی سے ثابت ہوتی ہے۔ دوسرے ہم لوگ اپنی آنکھوں سے ایسے لوگوں کو آئے دن دیکھتے ہیں جو سینما اور تھیٹر میں ساری رات کھڑے کھڑے گزار دیتے ہیں کہ نہ اُن کو تعب ہوتا ہے نہ نیند سستاتی ہے۔ پھر کیا وجہ کہ ہم ایسے معاصی کی لذتوں کا یقین کرنے کے باوجود ان طاعات کی لذتوں کا انکار کریں حالانکہ طاعات میں اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف سے قوت بھی عطا ہوتی ہے۔ ہمارے اس تَرَدُّد کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ ہم ان لذتوں سے نا آشنا ہیں اور نابالغ بلوغ کی لذتوں سے ناواقف ہوتا ہی ہے۔ حق تعالیٰ شانہ اس لذت تک پہنچا دیں تو زہے نصیب۔

# آخری گذارش

صوفیہ نے لکھا ہے کہ نماز حقیقت میں الشرحل شئ نہ کے ساتھ مناجات کرنا اور ہم کلام ہونا ہے جو غفلت کے ساتھ ہو ہی نہیں سکتا۔ نماز کے علاوہ اور عبادتیں غفلت سے بھی ہو سکتی ہیں مثلاً زکوٰۃ ہے کہ اس کی حقیقت مال کا خرچ کرنا ہے۔ یہ خود ہی نفس کو اتنا شاق ہے کہ اگر غفلت کے ساتھ ہو تب بھی نفس کو شاق گزرے گا۔ اسی طرح روزہ دن بھر کا بھوکا پیاسا رہنا، صعبت کی لذت سے رُکنا کہ یہ سب چیزیں نفس کو مغلوب کرنے والی ہیں غفلت سے بھی اگر متحقق ہوں تو نفس کی شدت اور تیزی پر اثر پڑے گا۔ لیکن نماز کا معظم حصہ ذکر ہے، قرأت قرآن ہے۔ یہ چیزیں اگر غفلت کی حالت میں ہوں تو مناجات یا کلام نہیں ہیں ایسی ہی ہیں جیسے کہ بخار کی حالت میں ہڈیاں ہوتی ہیں کہ جو چیز دل میں ہوتی ہے وہ زبان پر ایسے اوقات میں جاری ہو جاتی ہے نہ اس میں کوئی مشقت ہوتی ہے نہ کوئی نفع۔ اسی طرح چونکہ نماز کی عادت پڑ گئی ہے اس لئے اگر توجہ نہ ہو تو عادت کے موافق بلا سوچے سمجھے زبان سے الفاظ نکلتے رہیں گے جیسا کہ سونے کی حالت میں اکثر باتیں زبان سے نکلتی ہیں کہ نہ سننے والا اس کو اپنے سے کلام سمجھتا ہے نہ اس کا کوئی فائدہ ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ شانہ بھی ایسی نماز کی طرف التفات اور توجہ نہیں فرماتے جو بلا ارادہ کے ہو۔ اس لئے نہایت اہم ہے کہ نماز اپنی وسعت و بہت کے موافق پوری توجہ سے پڑھی جائے۔ لیکن یہ امر نہایت ضروری ہے کہ اگر یہ حالات اور کیفیات جو پھلوں کی معلوم ہوتی ہیں حاصل نہ بھی ہوں تب بھی نماز جس حال سے بھی ممکن ہو ضرور پڑھی جاتی ہے۔ یہ بھی شیطان کا ایک سخت ترین مکر ہوتا ہے وہ یہ سمجھائے کہ بُری طرح پڑھنے سے تو نہ پڑھنا ہی اچھا ہے۔ یہ غلط ہے۔ نہ پڑھنے سے بُری طرح کا پڑھنا ہی بہتر ہے اس لئے کہ نہ پڑھنے کا جو عذاب ہے وہ نہایت ہی سخت ہے۔ حتیٰ کہ علماء کی ایک جماعت نے اس شخص کے کفر کا فتویٰ دیا ہے جو جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے جیسا کہ پہلے باب میں مفصل گزر چکا ہے



البتہ اس کی کوشش ضرور ہونا چاہیے کہ نماز کا جو حق ہے اور اپنے اکابر اس کے مطابق پڑھ کر گئے ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ اپنے لطف سے اس کی توفیق عطا فرمائیں اور عمر بھر میں کم از کم ایک ہی نماز ایسی ہو جائے جو پیش کرنے کے قابل ہو۔ اخیر میں اس امر پر تنبیہ بھی ضروری ہے حضرات محمدؐ میں رضی اللہ عنہم اجمعین کے نزدیک فضائل کی روایات میں توسع ہے اور معمولی فضائل قابل تسلیم۔ باقی صوفیہ کرام رحمہم اللہ کے واقعات تو تاریخی حیثیت رکھتے ہی ہیں اور ظاہر کہ تاریخ کا درجہ حدیث کے درجہ سے کہیں کم ہے۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ رَبَّنَا لَا تَأْخُذْنَا إِنْ نُسِئْنَا أَوْ نَظُنُّنَا أَوْ آخُضْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إَصْرًا كَمَا حَمَلْتَنَا عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا، رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ، وَاعْفُ عَنَّا وَاعْفُ عَنَّا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا فَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ۔ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى خَلْقِهِ سَيِّدِ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ وَعَلَى إِلَهِ وَأَصْحَابِهِ وَأَسْبَاحِهِمْ وَحَمَلَةِ الدُّنْيَا وَالْآخِرِينَ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ۔

محمد زکریا عفی عنہ کا ندھلوی

شب دوشنبہ، محرم ۱۳۵۸ھ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِكَ الْكَرِيمِ مُحَمَّدًا وَأَوْصِيَاءِ وَمُسْلِمًا

حمد و صلوٰۃ کے بعد یہ چند احادیث کا ترجمہ ہے جو رمضان المبارک کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی رحمت تِلْكَ لَيِّنُ ذَاتِ الْمُسْلِمِينَ کے لئے ہر باب میں جس قدر فضائل اور ترغیبات ارشاد فرمائی ہیں اُن کا اصل شکر یہ اور قدر دانی تو یہ تھی کہ ہم ان پر مرنے مگر ہماری کوتاہیاں اور دینی بے رغبتیاں اس قدر روز افزوں ہیں کہ ان پر عمل تو درکنار ان کی طرف التفات اور توجہ بھی نہیں رہی۔ حتیٰ کہ اب لوگوں کو ان کا علم بھی بہت کم ہو گیا ہے۔

ان اوراق کا مقصد یہ ہے کہ اگر مساجد کے ائمہ تراویح کے حفاظ اور وہ پڑھے لکھے حضرات جن کو دین کی کسی درجہ میں بھی رغبت ہے اوائل رمضان میں اس رسالہ کو مساجد اور مجالس میں سُنا دیا کریں۔ تو اللہ کی رحمت سے کیا بعید ہے کہ اپنے محبوب کے کلام کی برکت سے ہم لوگوں کو مبارک مہینے کی کچھ قدر اور اس کی برکات کی طرف کچھ توجہ ہو جایا کرے اور نیک اعمال کی زیادتی اور بد اعمالیوں کی کمی کا ذریعہ بن جایا کرے۔ حضور کا ارشاد ہے کہ اگر حق تعالیٰ شانہ تیری وجہ سے ایک شخص کو بھی ہدایت فرمادیں تو تیرے لئے سُرخ اونٹوں سے (جو عمدہ مال شمار ہوتا ہے) بہتر اور افضل ہے۔ رمضان المبارک کا مہینہ مسلمانوں کے لئے حق تعالیٰ شانہ کا بہت ہی بڑا انعام ہے مگر جب ہی کہ اس انعام کی قدر بھی کی جائے۔ ورنہ ہم سے محروموں کے لئے ایک مہینہ تک رمضان رمضان چلائے جانے کے سوا کچھ بھی نہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ رمضان کیا چیز ہے تو میری اُمت یہ تمنا کرے کہ سارا سال رمضان ہی ہو جائے۔ ہر شخص سمجھتا ہے کہ سال بھر کے روزے رکھنے کا رے وارد، مگر رمضان المبارک کے ثواب کے مقابلہ میں حضور کا ارشاد ہے کہ لوگ اس کی تمنا کرنے لگیں۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ رمضان المبارک کے روزے اور ہر مہینے میں تین روزے رکھنے والوں کے کھوٹ اور سادس کو دُور کرتا ہے۔ آخر کوئی بات تو ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مہینے میں جہاد کے سفر میں باوجود نبی کریم ﷺ کے بار بار افطار کی اجازت فرمادینے کے روزہ کا

ایہ تمام فرماتے حتیٰ کہ حضور کو حکماً منع فرمایا پڑا۔

مسلم شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سفر میں ایک سنرل پر اترے گرمی نہایت سخت تھی اور غربت کی وجہ سے اس قدر کپڑا بھی سب کے پاس نہ تھا کہ دھوپ کی گرمی سے بچاؤ کر لیں۔ بہت سے لوگ اپنے ہاتھ سے آفتاب کی شعاع سے بچتے تھے۔ اس حالت میں بھی بہت سے روزے دار تھے، جن سے کھڑے ہو سکنے کا تحمل نہ ہوا اور گر گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت گویا ہمیشہ تمام سال روزے دار ہی رہتی تھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سینکڑوں روایات میں مختلف انواع کے فضائلِ نقل کئے گئے ہیں جن کا احاطہ تو مجھ جیسے ناکارہ کے امکان سے خارج ہے ہی، لیکن میرا یہ بھی خیال ہے کہ اگر ان کو کچھ تفصیل سے لکھوں تو دیکھنے والے اکتا جائیں گے کہ اس زمانہ میں دینی امور میں جس قدر بے التفاتی کی جا رہی ہے وہ محتاجِ بیان نہیں۔ علم و عمل دونوں میں جس قدر بے پرواہی دین کے بارے میں بڑھتی جا رہی ہے وہ ہر شخص اپنی ہی حالت میں غور کرنے سے معلوم کر سکتا ہے۔ اس لئے اکیس احادیث پر اکتفا کرتا ہوں، اور ان کو تین فصلوں پر منقسم کرتا ہوں۔

فصل اول: رمضان المبارک کے فضائل میں جن میں دنوں احادیث مذکور ہیں۔  
دوسری فصل: شب قدر کے بیان میں جس میں سات حدیثیں ہیں۔

تیسری فصل: میں اعیان کاف کا ذکر ہے جس میں تین حدیثیں ہیں۔ اس کے بعد خاتمہ میں ایک طویل حدیث پر اس رسالہ کو ختم کر دیا۔ حق تعالیٰ شانہ اپنی کریم ذات اور اپنے محبوب کے طفیل اس کو قبول فرما دیں اور مجھ سب کا کو بھی اس کی برکات سے انتفاع کی توفیق عطا فرما دیں۔

فَإِنَّهُ بَرٌّ جَوَادٌ كَرِيمٌ





## فصلِ اول

## فضائلِ رمضانِ مبارک

① عَنْ سَلَمَانَ قَالَ خَطَبَنَا رَسُولُ  
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي آخِرِ  
 يَوْمٍ مِّنْ شَعْبَانَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ  
 قَدْ أَظْلَكَكُمْ شَهْرُ عَظِيمٍ مُّبَارَكٌ  
 شَهْرٌ فِيهِ لَيْلَةُ خَيْرٍ مِّنْ أَلْفِ  
 شَهْرٍ شَهْرٌ جَعَلَ اللَّهُ صِيَامَهُ  
 فَرِيضَةً وَقِيَامَ لَيْلِهِ تَطَوُّعًا مَّنْ  
 تَقَرَّبَ فِيهِ بِخُصْلَةٍ كَانَ كَمَنْ  
 آذَى فَرِيضَةً فِي مَا سِوَاهُ وَمَنْ آذَى  
 فَرِيضَةً فِيهِ كَانَ كَمَنْ آذَى سَبْعِينَ فَرِيضَةً  
 فِيمَا سِوَاهُ وَهُوَ شَهْرُ الصَّابِرِ وَالصَّابِرِ  
 ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ وَشَهْرُ الْمَوَاسَاةِ  
 وَشَهْرٌ يُزَادُ فِي رِزْقِ الْمُؤْمِنِ فِيهِ  
 مَنْ فَطَّرَ فِيهِ صَائِمًا كَانَ مَغْفِرَةً  
 لِّذُنُوبِهِ وَعَشَقَ رَقَبَتَهُ مِنَ النَّارِ  
 وَكَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ مِمَّنْ غَيْرُ  
 أَنْ يُنْقَصَ مِنْ أَجْرِهِ شَيْءٌ قَالُوا  
 يَا رَسُولَ اللَّهِ لَيْسَ كُلُّنَا يَجِدُ  
 مَا يَفْطِرُ الصَّائِمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطَى اللَّهُ

حضرت سلمانؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ  
 وسلم نے شعبان کی آخر تاریخ میں ہم لوگوں کو  
 وعظ فرمایا کہ تمہارے اوپر ایک مہینہ آرہا  
 ہے جو بہت بڑا مہینہ ہے بہت مبارک  
 مہینہ ہے۔ اس میں ایک رات ہے،  
 (شبِ قیام) جو ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے اللہ  
 تعالیٰ نے اس کے روزہ کو فرض فرمایا اور اس  
 کے رات کے قیام (یعنی تراویح) کو ثواب کی  
 چیز بنایا ہے جو شخص اس مہینہ میں کسی نیکی  
 کے ساتھ اللہ کا قرب حاصل کرے، ایسا ہے  
 جیسا کہ غیر رمضان میں فرض کو ادا کیا اور جو  
 شخص اس مہینہ میں کسی فرض کو ادا کرے  
 وہ ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں ستر فرض  
 ادا کرے۔ یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ  
 جنت ہے اور یہ مہینہ لوگوں کے ساتھ  
 غم خواری کرنے کا ہے اس مہینہ میں مومن  
 کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے جو شخص کسی روزہ دار  
 کا روزہ افطار کرائے اس کے لئے گناہوں  
 کے مُعاف ہونے اور آگ سے خلاصی کا سبب  
 ہوگا، اور روزہ دار کے ثواب کی مانند اس کو

هَذَا الثَّوَابُ مَنْ فَطَرَ صَائِماً عَلَى  
تَسَرُّعٍ أَوْ شَرْبَةٍ مَاءٍ أَوْ مَذْقَةٍ  
لَبَنٍ وَهُوَ شَهْرٌ أَوْلَى رَحْمَةً وَ  
أَوْسَطُهُ مَغْفِرَةٌ وَأَخْرَجَهُ عَثَقُ  
مِنَ النَّارِ مَنْ خَفَفَ عَنْ مَمْلُوكِهِ  
فِيهِ غُفْرَانٌ لَهُ وَأَعْتَقَهُ مِنَ النَّارِ  
وَأَسْتَكْتَرُوا فِيهِ مِنْ أَرْبَعِ  
خِصَالٍ خَصَلَتْ يَنْ تَرْضُونَ بِهِمَا  
رَبَّكُمْ وَخَصَلَتْ يَنْ لَا غِنَاءَ بِكُمْ  
عَنْهُمَا فَأَمَّا الْخَصْلَتَانِ اللَّتَانِ  
تَرْضَوْنَ بِهِمَا رَبَّكُمْ فَشَهَادَةُ أَنْ  
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَتَسْتَغْفِرُونَ ذَا وَمَا  
الْخَصْلَتَانِ اللَّتَانِ لَا غِنَاءَ بِكُمْ  
عَنْهُمَا فَتَسْأَلُونَ اللَّهَ الْجَنَّةَ وَ  
تَعُوذُونَ بِهِ مِنَ النَّارِ وَمَنْ سَقَى  
صَائِماً سَقَاةُ اللَّهِ مِنْ حَوْضِي  
شَرِبَهُ لَا يَظْمَأُ حَتَّى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ  
رواه ابن خزيمة في صحيحه و  
قال ان صح الخبر ورواه البيهقي و  
رواه ابو الشيخ ابن حبان في الثواب  
باختصار عنهما وفي اسانيدهم  
على بن زيد بن جدهان ورواه ابن  
خزيمة أيضاً والبيهقي باختصار عنه  
من حديث ابى هريرة وفي اسناده  
كثير بن زيد كذا في الترغيب قلت

ثواب ہوگا مگر اس روزہ دار کے ثواب  
سے کچھ کم نہیں کیا جائے گا صحابہؓ نے  
عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم میں سے ہر  
شخص تو اتنی وسعت نہیں رکھتا کہ روزہ  
دار کو افطار کرائے تو آپؐ نے فرمایا کہ  
(سپٹ بھر کھلانے پر موقوف نہیں) یہ  
ثواب تو اللہ جل شانہ ایک کھجور سے  
کوئی افطار کرادے یا ایک گھونٹ پانی  
پلا دے یا ایک گھونٹ تسی پلا دے اس  
پر بھی مرحمت فرمادیتے ہیں یہ ایسا مہینہ  
ہے کہ اس کا اول حصہ اللہ کی رحمت سے  
اور درمیانی حصہ مغفرت سے اور آخری حصہ  
آگ سے آزادی ہے جو شخص اس مہینہ میں  
ہلکا کر دے اپنے غلام (و خادم) کے بوجھ کو  
حق تعالیٰ شانہ اس کی مغفرت فرماتے ہیں  
اور آگ سے آزادی فرماتے ہیں اور چار چیزوں  
کی اس میں کثرت رکھا کرو جن میں سے دو  
چیزیں اللہ کی رضا کے واسطے اور دو چیزیں  
ایسی ہیں کہ جن سے تمہیں چارہ کار نہیں پہلی  
دو چیزیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کرو  
وہ کلمہ طیبہ اور استغفار کی کثرت ہے اور دوسری  
دو چیزیں یہ ہیں کہ جنت کی طلب کرو اور  
آگ سے پناہ مانگو جو شخص کسی روزہ دار کو  
پانی پلائے حق تعالیٰ (قیامت کے دن)  
میرے حوض سے اس کو ایسا پانی پلائیں

علی بن زید ضعفہ جماعة وقال  
التومذی صدوق وصحح له حدیثا  
گے جس کے بعد جنت میں داخل  
ہونے تک پیاس نہیں لگے گی۔

فی الاسلام و حسن له غیر ما حدیث و کذا کثیر ضعفہ النسائی و غیرہ قال  
ابن معین ثقة و قال ابن عدی لم ارب حدیثہ باسا و اخرج بحدیثہ  
ابن خزیمة فی صحیحہ کذا فی رجال المنذری ص ۷۷ لکن قال العینی

الخبیر منکر فتاامل

**ف:** محدثین کو اس کے بعض رواۃ میں کلام ہے، لیکن اول تو فضائل میں اس قدر کلام  
قابلِ تحمل ہے دوسرے اس کے اکثر مضامین کی دوسری روایات مؤید ہیں۔ اس حدیث سے  
چند امور معلوم ہوتے ہیں۔ اول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اہتمام کہ شعبان کی اخیر تاریخ  
میں خاص طور سے اس کا وعظ فرمایا اور لوگوں کو تنبیہ فرمائی تاکہ رمضان المبارک کا ایک سیکند بھی  
غفلت سے نہ گزر جائے۔ پھر اس وعظ میں تمام مہینہ کی فضیلت بیان فرمانے کے بعد چند اہم  
امور کی طرف خاص طور سے متوجہ فرمایا۔ سب سے اول شب قدر کہ وہ حقیقت میں بہت ہی اہم  
رات ہے ان اوراق میں اس کا بیان دوسری فصل میں مستقیلاً آئے گا۔ اس کے بعد ارشاد ہے کہ  
اللہ نے اس کے روزہ کو فرض کیا اور اس کے قیام یعنی تراویح کو سنت کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ  
تراویح کا ارشاد بھی خود حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ پھر جن روایات میں نبی کریم  
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنی طرف منسوب فرمایا کہ میں نے سنت کیا۔ ان سے مراد تاکید ہے  
کہ حضور اس کی تاکید بہت فرماتے تھے۔ اسی وجہ سے سب ائمہ اس کے سنت ہونے پر متفق ہیں۔  
برہان میں لکھا ہے کہ مسلمانوں میں سے روافض کے سوا کوئی شخص اس کا منکر نہیں۔

حضرت مولانا الشاہ عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ ماثبت باسنتہ میں بعض کتب فقہ  
سے نقل کیا ہے کہ کسی شہر کے لوگ اگر تراویح چھوڑ دیں تو اس کے چھوڑنے پر امام ان سے مقاتلہ  
کرے۔ اس جگہ خصوصیت سے ایک بات کا لحاظ رکھنے کی ضرورت ہے وہ یہ کہ بہت سے لوگوں  
کا خیال ہوتا ہے کہ جلدی سے کسی مسجد میں آٹھ دس دن میں کلام مجید سن لیں پھر چھٹی یہ خیال رکھنے  
کی بات ہے کہ یہ دو سنتیں الگ الگ ہیں تمام کلام اللہ شریف کا تراویح میں پڑھنا یا سننا یہ  
مستقل سنت ہے اور پورے رمضان شریف کی تراویح مستقل سنت ہے پس اس صورت میں  
ایک سنت پر عمل ہوا اور دوسری رہ گئی۔ البتہ جن لوگوں کو رمضان المبارک میں سفر وغیرہ یا کسی اور



وجہ سے ایک جگہ تراویح پڑھنی مشکل ہو، ان کے لئے مناسب ہے کہ اول قرآن شریف چند روز میں سن لیں تاکہ قرآن شریف ناقص نہ رہے، پھر جہاں وقت ملا اور موقع ہو وہاں تراویح پڑھ لی کہ قرآن شریف بھی اس صورت میں ناقص نہیں ہوگا اور اپنے کام کا بھی حرج نہ ہوگا۔ حضورؐ نے روزہ اور تراویح کا ذکر فرمانے کے بعد عام فرض اور نفل عبادات کے اہتمام کی طرف متوجہ فرمایا کہ اس میں ایک نفل کا ثواب دوسرے مہینوں کے فرائض کے برابر ہے اور اس کے ایک فرض کا ثواب دوسرے مہینوں کے ستر فرائض کے برابر ہے اس جگہ ہم لوگوں کو اپنی اپنی عبادات کی طرف بھی ذرا غور کرنے کی ضرورت ہے کہ اس مبارک مہینہ میں فرائض کا ہم سے کس قدر اہتمام ہوتا ہے اور نوافل میں کتنا اضافہ ہوتا ہے۔ فرائض میں تو ہمارے اہتمام کی یہ حالت ہے کہ سحر کھانے کے بعد جو سوتے ہیں تو اکثر صبح کی نماز قضا ہو گئی، اور کم از کم جماعت تو اکثروں کی فوت ہو ہی جاتی ہے گویا سحر کھانے کا فکریہ ادا کیا کہ اللہ کے سب سے زیادہ مہتمم بالشان فرض کو یا بالکل قضا کر دیا یا کم از کم ناقص کر دیا کہ بغیر جماعت کے نماز پڑھنے کو اہل اصول نے ادا ناقص فرمایا ہے اور حضور اکرم ﷺ کی اللہ علیہ وسلم کا تو ایک جگہ ارشاد ہے کہ مسجد کے قریب رہنے والوں کی تو (گویا) نماز بغیر مسجد کے ہوتی ہی نہیں۔ مظاہر حق میں لکھا ہے کہ جو شخص بغیر عذر کے بدون جماعت نماز پڑھتا ہے اس کے ذمہ فرض تو قسط ہو جاتا ہے مگر اس کو نماز کا ثواب نہیں ملتا۔ اسی طرح دوسری نماز مغرب کی بھی جماعت اکثروں کی لفظاً کی نذر ہو جاتی ہے اور رکعت اولیٰ یا تکبیر اولیٰ کا تو ذکر ہی کیا ہے، اور بہت سے لوگ تو عشاء کی نماز بھی تراویح کے احسان کے بدلے میں وقت سے پہلے ہی پڑھ لیتے ہیں۔ یہ تو رمضان المبارک میں ہماری نماز کا حال ہے جو اہم ترین فرائض میں ہے کہ ایک فرض کے بدلے میں تین کو ضائع کیا۔ یہ تین تو اکثر ہیں، ورنہ ظہر کی نماز قیلولہ کی نذر اور عصر کی جماعت افطاری کا سامان خریدنے کی نذر ہوتے ہوتے آنکھوں سے دیکھا گیا ہے۔ اسی طرح اور فرائض پر آپ خود غور فرمائیں کہ کتنا اہتمام رمضان المبارک میں ان کا کیا جاتا ہے اور جب فرائض کا یہ حال ہے تو نوافل کا کیا پوچھنا۔ اشراق اور چاشت تو رمضان المبارک میں سونے کی نذر ہو ہی جاتے ہیں اور آؤ! بین کا کیسے اہتمام ہو سکتا ہے جب کہ ابھی روزہ کھولا ہے اور آئندہ تراویح کا سہم ہے اور تہجد کا وقت تو ہے ہی عین سحر کھانے کا وقت، پھر نوافل کی گنجائش کہاں۔ لیکن یہ سب باتیں بے توجہی اور نہ کرنے کی ہیں کہ ”تو ہی اگر نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں“

کتنے اللہ کے بندے ہیں کہ جن کے لئے انہی اوقات میں سب چیزوں کی گنجائش نکل آتی ہے۔ میں نے اپنے آقا حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقہ کو متعدد رمضانوں میں دیکھا ہے کہ

باوجود ضعف اور پیرانہ سالی کے مغرب کے بعد نوافل میں سوا پارہ پڑھنا یا سُننا اور اس کے بعد آدھ گھنٹہ کھانا وغیرہ ضروریات کے بعد ہندوستان کے قیام میں تقریباً دو سوا دو گھنٹے تراویح میں خرچ ہوتے تھے اور مدینہ پاک کے قیام میں تقریباً تین گھنٹے میں عشر اور تراویح سے فراغت ہوتی اس کے بعد آپ حسب اختلافِ موسم دو تین گھنٹے آرام فرمانے کے بعد تہجد میں تلاوت فرماتے اور صبح سے نصف گھنٹہ قبل سحر تناول فرماتے۔ اس کے بعد سے صبح کی نماز تک کبھی حفظ تلاوت فرماتے اور کبھی اور آدھ وظائف میں مشغول رہتے۔ اسفار یعنی چاندنی میں صبح کی نماز پڑھ کر اشراق تک مراقبہ رہتے اور اشراق کے بعد تقریباً ایک گھنٹہ آرام فرماتے۔ اس کے بعد سے تقریباً بارہ بجے تک اور گرمیوں میں ایک بجے تک "بذلُ الجہود" تحریر فرماتے اور ڈاک وغیرہ ملاحظہ فرما کر جواب لکھاتے۔ اس کے بعد ظہر کی نماز تک آرام فرماتے اور ظہر سے عصر تک تلاوت فرماتے عصر سے مغرب تک تسبیح میں مشغول رہتے اور حاضرین سے بات چیت بھی فرماتے "بذلُ الجہود" ختم ہو جانے کے بعد صبح کا کچھ حصہ تلاوت اور کچھ کتب بینی میں، "بذلُ الجہود" اور وفار الوفار زیادہ تر اس وقت زیر نظر رہتی تھی یہ اس پر تھا کہ رمضان المبارک میں معمولات میں کوئی خاص تغیر نہ تھا کہ نوافل کا یہ معمول دائمی تھا، اور نوافل مذکورہ کا تمام سال بھی اہتمام رہتا تھا، البتہ رکعات کے طول میں رمضان المبارک میں اضافہ ہو جاتا تھا، ورنہ جن اکابر کے یہاں رمضان المبارک کے خاص معمولات مستعمل تھے ان کا اتباع تو ہر شخص سے نبھنا بھی مشکل ہے۔

حضرت اقدس مولانا شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ تراویح کے بعد سے صبح کی نماز تک نوافل میں مشغول رہتے تھے۔ اور یکے بعد دیگرے مُتفرق حفاظ سے کلام مجید ہی سُنتے رہتے تھے، اور حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رانی پوری قدس سرہ کے یہاں تو رمضان المبارک کا مہینہ دن و رات تلاوت ہی کا ہوتا تھا کہ اس میں ڈاک بھی بند اور ملاقات بھی ذرا گوارا نہ تھی۔ بعض مخصوص خدام کو صرف اتنی اجازت ہوتی تھی، کہ تراویح کے بعد جتنی دیر حضرت سادی چار کے ایک دو فوجان نوش فرمائیں اتنی دیر حاضر خدمت ہو جایا کریں۔ بزرگوں کے یہ معمولات اس وجہ سے نہیں رکھے جاتے کہ سرسری نگاہ سے ان کو ٹرہ لیا جائے، یا کوئی تفریحی فقرہ ان پر کہہ دیا جائے بلکہ اس لئے ہیں کہ اپنی ہمت کے موافق ان کا اتباع کیا جائے اور حتیٰ التوشع پورا کرنے کا اہتمام کیا جائے کہ ہر لائق اپنے مخصوص امتیازات میں دوسرے پر فائق ہے۔ جو لوگ دنیوی مشاغل سے مجبور نہیں ہیں، کیا ہی اچھا ہو کہ گیارہ مہینے صنائع کر دینے کے بعد ایک

لہ "بذلُ الجہود" عربی زبان میں ابوداؤد کی مکمل شرح ہے اور پانچ جلدوں میں ہے۔



مہینہ مرتنے کی کوشش کر لیں۔ ملازم پیشہ حضرات جو دس بجے سے چار بجے تک دفتر میں رہنے کے پابند ہیں اگر صبح سے دس بجے تک کم از کم رمضان المبارک کا مبارک مہینہ تلاوت میں خرچ کر دیں تو کیا وقت ہے آخر دنیوی ضروریات کے لئے دفتر کے علاوہ اوقات میں سے وقت نکالا ہی جاتا ہے اور کھیتی کرنے والے تو نہ کسی کے نوکر نہ اوقات کے تغیر میں ان کو ایسی پابندی کہ اس کو بدل نہ سکیں یا کھیتی پر بیٹھے بیٹھے تلاوت نہ کر سکیں اور تاجروں کیلئے تو اس میں کوئی وقت ہی نہیں کہ اس مبارک مہینہ میں دوکان کا وقت تھوڑا سا کم کر دیں یا کم از کم دوکان ہی پر تجارت کے ساتھ تلاوت بھی کرتے رہا کریں کہ اس مبارک مہینہ کو کلامِ الہی کے ساتھ بہت ہی خاص مناسبت ہے اسی وجہ سے عموماً اللہ جل شانہ کی تمام کتابیں اسی ماہ میں نازل ہوتی ہیں۔ چنانچہ قرآن پاک لوحِ محفوظ سے آسمان دنیا پر تمام کا تمام اسی ماہ میں نازل ہوا۔ اور وہاں سے حسبِ موقع تھوڑا تھوڑا تیس سال کے عرصہ میں نازل ہوا۔ اس کے علاوہ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحیفے اسی ماہ کی یکم یا ۳ تاریخ کو عطا ہوئے۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور ۱۸ یا ۱۲ رمضان کو ملی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توریت ۶ رمضان المبارک کو عطا ہوئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل ۱۲ یا ۱۳ رمضان المبارک کو ملی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ماہ کو کلامِ الہی کے ساتھ خاص مناسبت ہے اسی وجہ سے تلاوت کی کثرت اس مہینہ میں منقول ہے اور مشائخ کا معمول۔ حضرت جبریل علیہ السلام ہر سال رمضان میں تمام قرآن شریف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سناتے تھے اور بعض روایات میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے تھے۔ علماء نے ان دونوں حدیثوں کے ملانے سے قرآن پاک کے دور کرنے کا جو عام طور سے رائج ہے استنباب نکالا ہے۔ بالجملة تلاوت کا خاص اہتمام جتنا بھی ممکن ہو سکے کرے اور جو وقت تلاوت سے بچے اس کو بھی ضائع کرنا مناسب نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حدیث کے آخر میں چار چیزوں کی طرف خاص طور سے متوجہ فرمایا اور اس مہینہ میں ان کی کثرت کا حکم فرمایا۔ کلمہ طیبہ اور استغفار اور جنت کے حصول اور دوزخ سے بچنے کی دعا۔ اس لئے جتنا وقت بھی مل سکے ان چیزوں میں صرف کرنا سعادت سمجھے اور یہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کی قدر ہے۔ کیا وقت ہے کہ اپنے دنیوی کاروبار میں مشغول رہتے ہوئے زبان سے درود شریف یا کلمہ طیبہ کا بھی ورد رہے اور کل کو یہ کہنے کا منہ باقی رہے۔

میں گور ہار بین ستم ہائے روزگار لیکن تمھاری یاد سے غافل نہیں رہا  
اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہینہ کی کچھ خصوصیتیں اور آداب ارشاد فرمائے۔ اولاً یہ کہ



یہ صبر کا مہینہ ہے یعنی اگر روزہ وغیرہ میں کچھ تکلیف ہو تو اُسے ذوقِ شوق سے برداشت کرنا چاہیے نہیں کہ ماردھاڑ، بول پکار جیسا کہ اکثر لوگوں کی گرمی کے رمضان میں عادت ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر اتفاق سے سُحر نہ کھائی گئی تو صبح ہی سے روزہ کا سوگ شروع ہو گیا۔ اسی طرح رات کی تراویح میں اگر دقت ہو تو اس کو بڑی بشاشت سے برداشت کرنا چاہیے۔ اس کو مصیبت اور آفت نہ سمجھیں کہ یہ بڑی سخت محرومی کی بات ہے۔ ہم لوگ دنیوی معمولی اغراض کی بدولت کھانا پینا، راحت و آرام سب بھٹو دیتے ہیں تو کیا رمضان الہی کے مقابلہ میں ان چیزوں کی کوئی وقعت ہو سکتی ہے۔

پھر ارشاد ہے کہ یہ غمِ خواری کا مہینہ ہے یعنی غرباءِ مساکین کے ساتھ مدارات کا بڑا ذکر کرنا۔ اگر دس چیزیں اپنی افطاری کے لئے تیار کی ہیں تو دو چار غرباء کے لئے بھی کم از کم ہونی چاہئیں۔ روزِ اصل تو یہ تھا کہ ان کے لئے اپنے سے افضل نہ ہوتا تو مساوات ہی ہوتی۔ غرض جس قدر بھی ہمت ہو سکے اپنے افطار و سُحر کے کھانے میں غرباء کا حصہ بھی ضرور لگانا چاہیے۔ صحابہ کرام رضہ اُمت کے لئے عملی نمونہ اور دین کے سرِ جُز و کو اس قدر واضح طور پر عمل فرما کر دکھلائے کہ اب ہر نیک کام کے لئے ان کی شاہد و عمل کھلی ہوئی ہے۔ ایثار و غمِ خواری کے باب میں ان حضرات کا اتباع بھی دل گردہ والے کا کام ہے۔ سینکڑوں ہزاروں واقعات ہیں جن کو دیکھ کر بجز حیرت کے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

ایک واقعہ مثلاً لکھتا ہوں۔ ابو جہم رضہ کہتے ہیں کہ یزیدؓ کی لڑائی میں میں اپنے چچا زاد بھائی کو تلاش کرنے چلا اور اس خیال سے پانی کا مشیکزہ بھی لے لیا کہ اگر اس میں کچھ رُمق باقی ہوئی تو پانی پلا دوں گا اور ہاتھ منہ دھو دوں گا۔ وہ اتفاق سے پڑے ہوئے ملے۔ میں نے اُن سے پانی کو پوچھا۔ انہوں نے اشارہ سے مانگا کہ اتنے میں برابر سے دوسرے زخمی نے آہ کی۔ چچا زاد بھائی نے پانی پینے سے پہلے اس کے پاس جانے کا اشارہ کیا۔ اس کے پاس گیا اور پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ بھی پیاسے ہیں اور پانی مانگتے ہیں کہ اتنے میں ان کے پاس والے نے اشارہ کر دیا۔ انہوں نے بھی خود پانی پینے سے قبل اس کے پاس جانے کا اشارہ کیا۔ اتنے میں وہاں تک پہنچا تو اُن کی روح پرواز کر چکی تھی۔ واپس دوسرے صاحب کے پاس پہنچا تو وہ بھی ختم ہو چکے تھے تو لوٹ کر چچا زاد بھائی کے پاس آیا تو دیکھا کہ اُن کا بھی وصال ہو گیا۔ یہ ہیں تمہارے اُسلاف کے ایثار کہ خود پیاسے جان دے دی اور اجنبی بھائی سے پہلے پانی پینا گوارا نہ کیا۔ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ وَاَرْضَاهُمْ وَرَزَقْنَا اِتْبَاعَهُمْ۔ امین۔

روحِ البیان میں سیوطیؒ کی جامع الصغیر اور سخاویؒ کی مقاصد سے بروایت حضرت ابن عمرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ میری اُمت میں ہر وقت پانسو برگزیدہ بندے اور

چالیس ابدال رہتے ہیں۔ جب کوئی شخص ان میں سے مرجاتا ہے فوراً دوسرا اس کی جگہ لے لیتا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ان لوگوں کے خصوصی اعمال کیا ہیں؟ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ غلسم کرنے والوں سے درگزر کرتے ہیں اور بُرائی کا معاملہ کرنے والوں سے (بھی) احسان کا برتاؤ کرتے ہیں اور اللہ کے عطا فرماتے ہوئے رزق میں لوگوں کے ساتھ ہمدردی اور غم خواری کا برتاؤ کرتے ہیں۔ ایک دوسری حدیث سے نقل کیا ہے کہ جو شخص بھوکے کو روٹی کھلائے یا ننگے کو کپڑا پہنائے یا مسافر کو شب بھبی کی جگہ دے حق تعالیٰ شانہ قیامت کے ہولوں سے اس کو پناہ دیتے ہیں۔ یحییٰؑ بزرگی رحمہ اللہ حضرت سفیان ثوریؒ پر ہر ماہ ایک ہزار درہم خرچ کرتے تھے تو حضرت سفیانؒ مسجد سے میں اُن کے لئے دعا کرتے تھے کہ یا اللہ یحییٰ نے میری دنیا کی کفایت کی، تو اپنے لطف سے اس کی آخرت کی کفایت فرما۔ جب یحییٰ کا انتقال ہوا تو لوگوں نے خواب میں اُن سے پوچھا کہ کیا گذری، انہوں نے کہا کہ سفیانؒ کی دعا کی بدولت مغفرت ہوئی۔ اس کے بعد حضورؐ نے روزہ افطار کرانے کی فضیلت ارشاد فرمائی۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ جو شخص حلال کمائی سے رمضان میں روزہ افطار کراتے اس پر رمضان کی راتوں میں فرشتے رحمت بھیجتے ہیں، اور شقیہ میں جبریل علیہ السلام اس سے مصافحہ کرتے ہیں اور جس سے جبریل مصافحہ کرتے ہیں (اس کی علامت یہ ہے کہ) اس کے دل میں رقت پیدا ہوتی ہے اور آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں۔ حماد بن سلمہؒ ایک مشہور محدث ہیں روزانہ پچاس آدمیوں کے روزہ افطار کرانے کا اہتمام کرتے تھے بلکہ

افطار کی فضیلت ارشاد فرمانے کے بعد فرمایا ہے کہ اس مہینہ کا اول حصہ رحمت ہے یعنی حق تعالیٰ شانہ کا انعام متوجہ ہوتا ہے اور یہ رحمت عاتب مسلمانوں کے لئے ہوتی ہے، اس کے بعد جو لوگ اس کا شکر ادا کرتے ہیں اُن کے لئے اس رحمت میں اضافہ ہوتا ہے لکن شکر تَعَزُّوْا لَا يَزِيْدُ تَكْفُرًا۔ اور اس کے درمیانی حصہ سے مغفرت شروع ہو جاتی ہے، اس لئے کہ روزوں کا کچھ حصہ گزر چکا ہے اس کا معاوضہ اور اکرام مغفرت کے ساتھ شروع ہو جاتا ہے، اور آخری حصہ تو بالکل آگ سے خلاصی ہے ہی۔

اور بھی بہت سی روایات میں ختم رمضان پر آگ سے خلاصی کی بشارتیں وارد ہوئی ہیں۔ رمضان کے تین حصے کئے گئے، جیسا کہ مضمون بالا سے معلوم ہوا۔ بندہ ناچیز کے خیال میں تین حصے رحمت اور مغفرت اور آگ سے خلاصی کے درمیان میں فرق یہ ہے کہ آدمی تین طرح کے ہیں۔ ایک وہ لوگ جن کے اوپر گناہوں کا بوجھ نہیں، اُن کے لئے شروع ہی سے رحمت اور انعام کی بارش شروع ہو جاتی ہے۔ دوسرے وہ لوگ جو معمولی گناہ گار ہیں، اُن کے لئے کچھ حصہ روزہ رکھنے کے بعد اُن روزوں کی برکت اور بدلہ میں مغفرت

اور گناہوں کی معافی ہوتی ہے۔ تیسرے وہ جو زیادہ گناہ گار ہیں، اُن کے لئے زیادہ حصہ روزہ رکھنے کے بعد آگ سے خلاصی ہوتی ہے اور جن لوگوں کے لئے ابتداء ہی سے ہمت تھی اور اُن کے گناہ بخشے بخٹائے تھے اُن کا تو پوچھنا ہی کیا کہ ان کے لئے رحمتوں کے کس قدر انبار ہوں گے (وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تُكْسِرُونَ)۔

اس کے بعد حضور نے ایک اور چیز کی طرف رغبت دلائی ہے کہ آقا لوگ اپنے ملازموں پر اس سہولت میں تخفیف رکھیں ایسے کہ آخر وہ بھی روزہ دار ہیں، کام کی زیادتی سے ان کو روزہ میں دقت ہوگی البتہ اگر کام زیادہ ہو تو اس میں مضائقہ نہیں کہ رمضان کے لئے ہنگامی ملازم ایک آدھ بڑھالے مگر جب ہی کہ ملازم روزہ دار بھی ہو ورنہ اس کے لئے رمضان بے رمضان برابرہ اور اس ظلم و بے غیرتی کا تو ذکر ہی کیا کہ خود روزہ خور ہو کر بے حیا منہ سے روزہ دار ملازموں سے کام لے اور نماز روزہ کی وجہ سے اگر قیام میں کچھ تاہل ہو تو برسنے لگے وَكَسَيْطُهُمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا آتَى مُثْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ترجمہ: اور عنقریب ظالم لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیسی مصیبت کی جگہ ٹوٹ کر جائیں گے (مراد جہنم ہے)۔

اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک میں چار چیزوں کی کثرت کا حکم فرمایا۔

اول کلمہ شہادت، احادیث میں اس کو افضل الذکر ارشاد فرمایا ہے مشکوٰۃ میں بروایت ابویسعید خدری نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ اللہ جلّ جلالہ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ یا اللہ تو مجھے کوئی ایسی دعا بتلا دے کہ اس کے ساتھ میں تجھے یاد کیا کروں اور دُعا کیا کروں وہاں سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ارشاد ہوا۔ حضرت موسیٰ نے عرض کیا کہ یہ کلمہ تو تیرے سارے ہی بندے کہتے ہیں میں تو کوئی دعا یاد کر مخصوص چاہتا ہوں۔ وہاں سے ارشاد ہوا کہ موسیٰ اگر ساتوں آسمان اور ان کے آباد کرنے والے میرے سوا یعنی ملائکہ اور ساتوں زمین ایک پلڑہ میں رکھ دیئے جاویں اور دوسرے میں کلمہ طیبہ رکھ دیا جاوے تو وہی جھک جائے گا۔

ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص اخلاص سے اس کلمہ کو کہے، آسمان کے دروازے اُس کے لئے فوراً کھل جاتے ہیں اور عرش تک پہنچنے میں کسی قسم کی روک نہیں ہوتی بشرطیکہ کہنے والا کبارے بچے عادت اللہ اسی طرح جاری ہے کہ ضرورتِ عامہ کی چیز کو کثرت سے مَرْتَمَت فرماتے ہیں۔ دنیا میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز جس قدر ضرورت کی ہوتی ہے اتنی ہی عام ہوتی ہے۔ مثلاً پانی ہے کہ عام ضرورت کی چیز ہے حق تعالیٰ شانہ کی بے پایاں رحمت نے اس کو کس قدر عام کر رکھا ہے اور کیسیا جیسی لغو اور بیکار چیز کو عفا کر دیا۔ اسی طرح کلمہ طیبہ افضل الذکر ہے۔ متعدّد احادیث سے اس کی تمام اذکار پر افضلیت معلوم

۱۲



ہوتی ہے اس کو سب سے عام کر رکھا ہے کہ کوئی محروم نہ رہے۔ پھر بھی اگر کوئی محروم رہے تو اس کی بدبختی ہے بالجملہ بہت سی احادیث اس کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں جن کو اختصاراً ترک کیا جاتا ہے دوسری چیز جس کی کثرت کرنے کو حدیث بالا میں ارشاد فرمایا گیا وہ استغفار ہے۔ احادیث میں استغفار کی بھی بہت سی فضیلت وارد ہوئی ہے ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص استغفار کی کثرت کرتا ہے حق تعالیٰ شانہ ہر تنگی میں اس کے لئے راستہ نکال دیتے ہیں اور ہر غم سے خلاصی نصیب فرماتے ہیں اور ایسی طرح روزی پہنچاتے ہیں کہ اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ آدمی گنہگار تو ہوتا ہی ہے۔ بہترین گنہگار وہ ہے جو توبہ کرتا ہے۔ ایک حدیث قریب آنے والی ہے کہ جب آدمی گناہ کرتا ہے تو ایک کالافظہ اس کے دل پر لگ جاتا ہے اگر توبہ کرتا ہے تو وہ دھل جاتا ہے ورنہ باقی رہتا ہے اس کے بعد حضورؐ نے دو چیز کے مانگنے کا امر فرمایا ہے جن کے بغیر چارہ ہی نہیں جنت کا حصول اور دوزخ سے امن۔ اللہ اپنے فضل سے مجھے بھی مرحمت فرمائے اور تمہیں بھی۔

(۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُعْطِيَتْ أُمَّتِي خَمْسَ خَصَالٍ فِي رَمَضَانَ لَمْ تُعْطُهَا أُمَّةٌ قَبْلَهُمْ خُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ رِيحِ الْبُسْكِ وَتُسْتَغْفَرُ لَهُمُ الْجَنَّةُ حَتَّى يُفْطَرُوا وَوَيَزِيْنُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ كُلَّ يَوْمٍ جَنَّتَهُ ثُمَّ يَقُولُ يُوشِكُ عِبَادِي الصَّالِحُونَ أَنْ يُلْقُوا عَنْهُمْ السُّوءَ وَيَصِيرُوا إِلَيْكَ وَتُصَفَّدَ فِيهِمْ مَرَدَّةُ الشَّيَاطِينِ فَلَا يَخْلُصُوا فِيهِ إِلَى مَا كَانُوا يَخْلُصُونَ إِلَيْهِ فِي غَيْرِهِ وَيُغْفَرُ لَهُمْ فِي آخِرِ لَيْلِهِ قُلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَهِيَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ قَالَ

ابو ہریرہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ میری امت کو رمضان شریف کے بارے میں پانچ چیزیں مخصوص طور پر دی گئی ہیں جو پہلی امتوں کو نہیں ملی ہیں (۱) یہ کہ ان کے منہ کی بدبو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے (۲) یہ کہ ان کے لئے دریا کی مچھلیاں تک دعا کرتی ہیں اور افطار کے وقت تک کرتی رہتی ہیں۔ (۳) جنت ہر روز ان کے لئے آراستہ کی جاتی ہے پھر حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ قریب ہے کہ میرے نیک بندے (دنیا کی) مشقتیں اپنے اوپر سے پھینک کر تیری طرف آویں (۴) اس میں سرکش شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں کہ وہ رمضان میں ان برائیوں

لَا وَلَیَحِقَّ الْعَامِلُ إِشْكَائُكَ  
أَجْرُهُ إِذَا قَضَىٰ عَمَلَهُ - رواه احمد  
والبزاد والبيهقي ورواه ابو الشيخ  
ابن حبان فی كتاب الثواب الا  
ان عنده وتستغفر لهم الملائكة  
بدل الحیتان - كذا فی الترغیب

کی طرف نہیں پہنچ سکتے جن کی طرف  
غیر رمضان میں پہنچ سکتے ہیں (۵) رمضان  
کی آخری رات میں روزہ داروں کے لئے  
مغفرت کی جاتی ہے صحابہؓ نے عرض کیا  
کہ یہ شب مغفرت شبِ قدر ہے۔ فرمایا  
نہیں بلکہ دستور یہ ہے کہ مزدور کو کام

ختم ہونے کے وقت مزدوری دے دی جاتی ہے۔

انبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث پاک میں پانچ خصوصیتیں ارشاد فرمائی ہیں جو اس  
اُمت کے لئے حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے مخصوص انعام ہوتیں اور پہلی اُمت کے روزہ داروں  
کو مَرَحْمَت نہیں ہوتیں کاش ہمیں اس نعمت کی قدر ہوتی اور ان خصوصی عطایا کے حصول کی کوشش کرتے  
اول یہ کہ روزہ دار کے منہ کی بدبو جو بھوک کی حالت میں ہو جاتی ہے حق تعالیٰ شانہ کے نزدیک مُشْک  
سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔ شرح حدیث کے اس لفظ کے مطلب میں آٹھ قول ہیں جن کو مؤلفا کی  
شرح میں بندہ مفصل نقل کر چکا ہے۔ مگر بندہ کے نزدیک ان میں سے تین قول راجح ہیں۔ اول یہ  
کہ حق تعالیٰ شانہ آخرت میں اس بدبو کا بدلہ اور ثواب خوشبو سے عطا فرمائیں گے جو مُشْک سے  
زیادہ عمدہ اور دماغ پرورد ہوگی۔ یہ مطلب تو ظاہر ہے اور اس میں کچھ بُعْد بھی نہیں۔ نیز دوسرا قول یہ ہے  
روایت میں اس کی تصریح بھی ہے اس لئے یہ بمنزلہ متغیث کے ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ قیامت میں جب  
قبروں سے اٹھیں گے تو یہ علامت ہوگی کہ روزہ دار کے منہ سے ایک خوشبو جو مُشْک سے بھی بہتر  
ہوگی وہ آئے گی۔ تیسرا مطلب جو بندہ کی ناقص رائے میں ان دونوں سے اچھا ہے وہ یہ کہ دنیا ہی میں  
اللہ کے نزدیک اس بُو کی قدر مُشْک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے اور یہ امر بابِ المحبت سے ہے  
جس کو کسی سے محبت و تعلق ہوتا ہے اس کی بدبو بھی فریقہ کے لئے ہزار خوشبوؤں سے بہتر ہو کر رہتی ہے  
اے حافظِ میکن چہ کنی مُشْکِ ختن را  
از گیسوئے احمد بستانِ عطر عدن را

مقصود روزہ دار کا کمالِ تقرب ہے کہ بمنزلہ محبوب کے بن جاتا ہے۔ روزہ حق تعالیٰ شانہ کی محبوب  
ترین عبادتوں میں سے ہے اسی وجہ سے ارشاد ہے کہ ہر نیک عمل کا بدلہ ملا سکے دیتے ہیں مگر روزہ  
کا بدلہ میں خود عطا کرتا ہوں اس لئے کہ وہ خالص میرے لئے ہے۔ بعض مشائخ سے منقول ہے کہ یہ لفظ  
أُجْزِیٰ یہ ہے۔ یعنی یہ کہ اس کے بدلے میں میں خود اپنے کو دیتا ہوں اور محبوب کے ملنے سے زیادہ اُن کا

بدلہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ساری عبادتوں کا دروازہ روزہ ہے یعنی روزہ کی وجہ سے قلب منور ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے ہر عبادت کی رغبت پیدا ہوتی ہے مگر جب ہی کہ روزہ بھی روزہ ہو، صرف بھوکا رہنا مراد نہیں بلکہ آداب کی رعایت رکھ کر جن کا بیان حدیث نمبر کے ذیل میں مفصل آئے گا۔

اس جگہ ایک ضروری مسئلہ قابلِ تنبیہ یہ ہے کہ اس منہ کی بدبو والی حدیثوں کی بناء پر بعض ائمہ روزہ دار کو شام کے وقت مسواک کرنے کو منع فرماتے ہیں۔ حنفیہ کے نزدیک مسواک ہر وقت مستحب ہے۔ اس لئے کہ مسواک سے دانتوں کی بو زائل ہوتی ہے اور حدیث میں جس بُو کا ذکر ہے وہ معدہ کے خالی ہونے کی ہے نہ کہ دانتوں کی۔ حنفیہ کے دلائل اپنے موقع پر کثرتِ فقہ و حدیث میں موجود ہیں۔

دوسری خصوصیت مچھلیوں کے استغفار کرنے کی ہے۔ اس سے مقصود کثرت سے دُعا کرنے والوں کا بیان ہے۔ متعدد روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ ملائکہ اس کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ میرے چچا جان کا ارشاد ہے کہ مچھلیوں کی خصوصیت بظاہر اس وجہ سے ہے کہ اللہ جلّ شانہ کا ارشاد ہے إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ اللَّهُ لَهُمُ الرَّحْمَنُ وُدًّا پانچ ۹ جو لوگ ایمان لاتے اور اچھے اعمال کئے حق تعالیٰ شانہ اُن کے لئے دنیا ہی میں محبوبیت فرمادیں گے؛ اور حدیث پاک میں ارشاد ہے جب حق تعالیٰ شانہ کسی بندے سے محبت فرماتے ہیں تو جبریل علیہ السلام سے ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے فلاں شخص پسند ہے تم بھی اس سے محبت کرو، وہ خود محبت کرنے لگتے ہیں اور آسمان پر آواز دیتے ہیں کہ فلاں بندہ اللہ کا پسندیدہ ہے تم سب اس سے محبت کرو۔ پس اس آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں اور پھر اس کے لئے زمین پر قبولیت رکھ دی جاتی ہے اور عام قاعدہ کی بات ہے کہ ہر شخص کی محبت اس کے پاس رہنے والوں کو ہوتی ہے لیکن اس کی محبت اتنی عام ہوتی ہے کہ اس پاس رہنے والوں ہی کو نہیں بلکہ دریا کے رہنے والے جانوروں کو بھی اس سے محبت ہوتی ہے کہ وہ بھی دعا کرتے ہیں اور گویا برے سے متجاوز ہو کر بکری تک پہنچنا مجنوبیت کی انتہا ہے۔ نیز جنگل کے جانوروں کا دُعا کرنا بطریقِ اولیٰ معلوم ہو گیا۔

تیسری خصوصیت جنت کا مُزین ہونا ہے۔ یہ بھی بہت سی روایات میں وارد ہوا ہے بعض روایات میں آیا ہے کہ سال کے شروع ہی سے رمضان کے لئے جنت کو آراستہ کرنا شروع ہو جاتا ہے اور قاعدہ کی بات ہے کہ جس شخص کے آنے کا جس قدر اہتمام ہوتا ہے اتنا ہی پہلے سے اس کا انتظام کیا



جاتا ہے۔ شادی کا اہتمام مہینوں پہلے سے کیا جاتا ہے۔

چوتھی خصوصیت سرکش شیاطین کا قید ہو جانا ہے کہ جس کی وجہ سے معاصی کا زور کم ہو جاتا ہے۔  
 رَمَضَانُ المبارک میں رحمت کے جوش اور عبادت کی کثرت کا مقتضی یہ تھا کہ شیاطین بہکانے میں  
 بہت ہی اُن تھک گوسش کرتے اور ایڑی پوٹی کا زور ختم کر دیتے اور اس وجہ سے معاصی کی  
 کثرت اس مہینہ میں اتنی ہو جاتی کہ حد سے زیادہ لیکن باوجود اس کے یہ مُشہدہ ہے اور محقق  
 کہ مجموعی طور سے گناہوں میں بہت کمی ہو جاتی ہے۔ کتنے شرابی کبابی ایسے ہیں کہ رَمَضَان میں سے  
 خصوصیت سے نہیں پیتے، اور اسی طرح اور گناہوں میں بھی کھلی کمی ہو جاتی ہے لیکن اس کے باوجود  
 گناہ ہوتے ضرور ہیں مگر ان کے سرزد ہونے سے حدیث پاک میں تو کوئی اشکال نہیں، اس لئے کہ  
 اس کا مضمون ہی یہ ہے کہ سرکش شیاطین قید کر دیتے جاتے ہیں۔ اس بنا پر اگر وہ گناہ غیر سرکشوں  
 کا اثر ہو تو کچھ خلجان نہیں۔ البتہ دوسری روایات میں سرکش کی قید بغیر مُطلقاً شیاطین کے مُقتضی  
 ہونے کا ارشاد بھی موجود ہے پس اگر ان روایات سے بھی سرکش شیاطین کا ہی قید ہونا مراد ہے  
 کہ بسا اوقات لفظ مطلق بولا جاتا ہے مگر دوسری جگہ سے اس کی قیودات معلوم ہو  
 جاتی ہیں تب بھی کوئی اشکال نہیں رہا۔ البتہ اگر ان روایات سے سب شیاطین کا محبوس ہونا مراد  
 ہو تب بھی ان معاصی کے صادر ہونے سے کچھ خلجان نہ ہونا چاہیے، ایسے کہ اگرچہ معاصی عموماً شیاطین کے  
 اثر سے ہوتے ہیں مگر سال بھر تک اُن کے تلبس اور اختلاط اور زہریلے اثر کے جماؤ کی وجہ سے  
 نفس ان کے ساتھ اس درجہ مانوس اور مُتاثّر ہو جاتا ہے کہ تھوڑی بہت غیبت محسوس نہیں ہوتی،  
 بلکہ وہی خیالات اپنی طبیعت بن جاتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ بغیر رمضان کے جن لوگوں سے گناہ  
 زیادہ سرزد ہوتے ہیں، رمضان میں بھی انہی سے زیادہ تر صُدر ہوتا ہے اور آدمی کا نفس چونکہ ساتھ  
 رہتا ہے اسی لئے اس کا اثر ہے دوسری بات ایک اور بھی ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد  
 ہے کہ جب آدمی کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے قلب میں ایک کالا نقطہ لگ جاتا ہے اگر وہ سچی توبہ  
 کر لیتا ہے تو وہ دھل جاتا ہے ورنہ لگا رہتا ہے، اور اگر دوسری مرتبہ گناہ کرتا ہے تو دوسرا نقطہ  
 لگ جاتا ہے حتیٰ کہ اس کا قلب بالکل سیاہ ہو جاتا ہے پھر خیر کی بات اس کے قلب تک نہیں  
 پہنچتی۔ اُسی کو حق تعالیٰ شانہ نے اپنے کلام پاک میں كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ سے ارشاد  
 فرمایا ہے کہ اُن کے قلوب زنگ آلود ہو گئے۔ ایسی صورت میں وہ قلوب ان گناہوں کی طرف خود  
 مُتوجّہ ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ ایک نوع کے گناہ کو بے تکلف کر لیتے ہیں۔ لیکن

اسی جیسا جب کوئی دوسرا گناہ سامنے ہوتا ہے تو قلب کو اس سے انکار ہوتا ہے۔ مثلاً جو لوگ شراب پیتے ہیں ان کو اگر سوڑ کھانے کو کہا جائے تو ان کی طبیعت کو نفرت ہوتی ہے حالانکہ معصیت میں دونوں برابر ہیں۔ تو اسی طرح جبکہ غیر رمضان میں وہ ان گناہوں کو کرتے رہتے ہیں تو دل اُن کے ساتھ رنگے جاتے ہیں جس کی وجہ سے رمضان المبارک میں بھی ان کے سرزد ہونے کے لئے شیاطین کی ضرورت نہیں رہتی۔ بالجمہ اگر حدیث پاک سے سب شیاطین کا مقید ہو جانا مراد ہے تب بھی رمضان المبارک میں گناہوں کے سرزد ہونے سے کچھ اشکال نہیں، اور اگر متمرد اور غیث شیاطین کا مقید ہونا مراد ہو تب تو کوئی اشکال ہے ہی نہیں، اور بندہ نامہز کے نزدیک یہی توجیہ اولیٰ ہے اور ہر شخص اس کو غور کر سکتا ہے اور تجربہ کر سکتا ہے کہ رمضان المبارک میں نیکی کرنے کے لئے یا کسی معصیت سے بچنے کے لئے اتنے زور لگانے نہیں پڑتے جتنے کہ غیر رمضان میں پڑتے ہیں۔ بھوڑی سی ہمت اور توجہ کافی ہو جاتی ہے۔

حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ یہ دونوں حدیثیں مختلف لوگوں کے اعتبار سے ہیں۔ یعنی فُتَّاق کے حق میں صرف مُتَّکِبَر شیاطین قید ہوتے ہیں اور صُلَاح کے حق میں مُطْلَق ہر قسم کے شیاطین مجبوس ہو جاتے ہیں۔

پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ رمضان المبارک کی آخری رات میں سب روزہ داروں کی منہز کردی جاتی ہے۔ یہ مضمون پہلی روایت میں بھی گزر چکا ہے۔ چونکہ رمضان المبارک کی راتوں میں شب قدر سب افضل رات ہے۔ اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خیال فرمایا کہ اتنی بڑی فضیلت اسی رات کے لئے ہو سکتی ہے مگر حضور نے ارشاد فرمایا کہ اس کے فضائل مستقل علیحدہ چیز ہے یہ العام تو ختم رمضان کا ہے۔

کعب بن عجرہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ منبر کے قریب ہو جاؤ۔ ہم لوگ حاضر ہو گئے جب حضور نے منبر کے پہلے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا آمین۔ جب دوسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین۔ جب تیسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین۔ جب آپ خطبہ سے فارغ ہو کر نیچے

③ عَنْ كَعْبِ بْنِ عَجْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْضَرُوا الْمُنْبَرَّ فَحَضَرْنَا فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ قَالَ آمِينَ فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّانِيَةَ قَالَ آمِينَ فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّالِثَةَ قَالَ آمِينَ فَلَمَّا نَزَلَ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ لَقَدْ سَمِعْنَا مِنْكَ الْيَوْمَ

شَيْئًا مَا كُنَّا نَسْمَعُهُ قَالَ إِنَّ  
جِبْرِئِيلَ عَرَضَ لِي فَقَالَ بَعْدَ مَن  
أَدْرَاكَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُفَكِّرْ لَهُ قُلْتُ  
أَمِينٌ فَلَمَّا رَقِيتُ الثَّانِيَةَ قَالَ  
بَعْدَ مَن ذُكِرْتَ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ  
عَلَيْكَ قُلْتُ أَمِينٌ فَلَمَّا رَقِيتُ الثَّالِثَةَ  
قَالَ بَعْدَ مَن أَدْرَاكَ أَبُوكَ الْكَبِيرَ  
عِنْدَهُ أَوْ أَحَدَهُمَا فَلَمْ يُدْخِلْهُ  
الْجَنَّةَ قُلْتُ أَمِينٌ - (رواه الحاكم و  
قال صحيح الاسناد كذا في الترمذي  
وقال البخاري رواه ابن حبان في  
ثقاته وصححه والطبراني في الكبير  
والبخاري في بر الوالدین له والبيهقي في  
الشعب وغيرهم ورجاله ثقات و  
بسط طريقه وروى الترمذي عن ابی  
هريرة بمعناه وقال ابن حجر طريقه  
كثيرة كما في المرقاة)

اُترے تو ہم نے عرض کیا کہ ہم نے آج آپ  
(ممبر پر چڑھتے ہوئے) ایسی بات سنی جو پہلے  
کبھی نہیں سنی تھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت  
جبریل علیہ السلام میرے سامنے آئے تھے جب  
پہلے درجہ پر میں نے قدم رکھا تو انہوں نے  
کہا کہ ہلاک ہو جو وہ شخص جس نے رمضان کا مبارک  
مہینہ پایا پھر بھی اسکی مغفرت نہ ہوئی۔ میں نے  
کہا آمین پھر جب میں دوسرے درجہ پر چڑھا  
تو انہوں نے کہا ہلاک ہو جو وہ شخص جس کے  
سامنے آپ کا ذکر مبارک ہو اور وہ درود نہ بھیجے  
میں نے کہا آمین جب میں تیسرے درجہ پر  
چڑھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس  
کے سامنے اس کے والدین یا ان میں سے کوئی  
ایک بڑھاپے کو پاویں اور وہ اس کو جنت میں  
داخل نہ کرائیں۔ میں نے کہا آمین۔

**ف** : اس حدیث میں حضرت جبریل علیہ السلام نے تین بددعائیں دی ہیں اور حضور اقدس صلی  
اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں پر آمین فرمائی۔ اول تو حضرت جبریل علیہ السلام جیسے مقرب فرشتے کی بددعا ہی  
کیا کم تھی اور پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی آمین نے تو جتنی سخت بددعا بنادی وہ ظاہر ہے۔ اللہ  
ہی اپنے فضل سے ہم لوگوں کو ان تینوں چیزوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمادیں اور ان برائیوں سے  
محفوظ رکھیں، ورنہ ہلاکت میں کیا تڑپ دے۔ درمستور کی بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خود حضرت  
جبریل علیہ السلام نے حضور سے کہا کہ آمین کہو۔ تو حضور نے فرمایا آمین، جس سے اور بھی زیادہ اہتمام  
معلوم ہوتا ہے۔

عہ بضم العین ای عن الخیر و بحسب ای ہلک قالہ البخاری ۱۲ منہ



اول وہ شخص کہ جس پر رمضان المبارک گزر جائے اور اس کی بخشش نہ ہو۔ یعنی رمضان المبارک جیسا خیر و برکت کا زمانہ بھی غفلت اور معاصی میں گزر جائے کہ رمضان المبارک میں مغفرت اور اللہ جلّ شانہ کی رحمت بکثرت کی طرح برستی ہے۔ پس جس شخص پر رمضان المبارک کا مہینہ بھی اسی طرح گزر جائے کہ اس کی بد اعمالیوں اور کوتاہیوں کی وجہ سے وہ مغفرت سے محروم رہے تو اس کی مغفرت کیلئے اور کون سا وقت ہوگا اور اس کی ہلاکت میں کیا تاثر ہے اور مغفرت کی صورت یہ ہے کہ رمضان المبارک کے جو کام ہیں، یعنی روزہ و تراویح، ان کو نہایت اہتمام سے ادا کرنے کے بعد ہر وقت کثرت کے ساتھ اپنے گناہوں سے توبہ و استغفار کرے۔

دوسرا شخص جس کے لئے بد دعا کی گئی وہ ہے جس کے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہو، اور وہ درود نہ پڑھے۔ اور بھی بہت سی روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے۔ اسی وجہ سے بعض علماء کے نزدیک جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہو تو سننے والوں پر درود شریف کا پڑھنا واجب ہے۔ حدیث بالا کے علاوہ اور بھی بہت سی وعیدیں اس شخص کے بارے میں وارد ہوئی ہیں جس کے سامنے حضور کا تذکرہ ہو اور وہ درود نہ بھیجے۔ بعض احادیث میں اس کو شقی اور بخیل تر لوگوں میں شمار کیا گیا ہے۔ نیز جفا کار اور جنت کار راستہ بھولنے والا، حتیٰ کہ جہنم میں داخل ہونیوالا اور دین تک فرمایا ہے۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک دیکھے گا۔ محققین علماء نے ایسی روایات کی تاویل فرمائی ہو مگر اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ درود شریف نہ پڑھنے والے کے لئے آپ کے ظاہر ارشادات اس قدر سخت ہیں کہ ان کا تحمل دشوار ہے اور کیوں نہ ہو کہ آپ کے احسانات اُمت پر اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ تحریر و تقریر ان کا احصاء کر سکے، اس کے علاوہ آپ کے حقوق اُمت پر اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کو دیکھتے ہوئے درود شریف نہ پڑھنے والوں کے حق میں ہر وعید اور تنبیہ سچا اور موزوں معلوم ہوتی ہے، خود درود شریف کے فضائل اس قدر ہیں کہ ان سے محرومی مستقل بد نصیبی ہے۔ اس سے بڑھ کر کیا فضیلت ہوگی کہ جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک مرتبہ درود بھیجے، حق تعالیٰ جلّ شانہ اُس پر دس مرتبہ رحمت بھیجتے ہیں۔ نیز ملائکہ کا اس کے لئے دعا کرنا، گناہوں کا مُعاف ہونا، درجات کا بلند ہونا، اُحد پہاڑ کے برابر ثواب کا ملنا، شفاعت کا اس کے لئے واجب ہونا وغیرہ وغیرہ امور مزید برآں۔ نیز اللہ جلّ جلالہ کی رضا، اُن کی رحمت، اس کے غصہ سے امان، قیامت کے ہول سے نجات، مرنے سے قبل جنت میں اپنے ٹھکانے کا دیکھ لینا وغیرہ بہت سے وعدے درود شریف کی خاص خاص مقداروں پر مقرر

فرمائے گئے ہیں۔ ان سب کے علاوہ درود شریف بے تنگی معیشت اور فقر دور ہوتا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کے دربار میں تقرب نصیب ہوتا ہے، دشمنوں پر مدد نصیب ہوتی ہے اور قلب کی خفاقی اور زنگ سے صفائی ہوتی ہے۔ لوگوں کو اس سے محبت ہوتی ہے۔ اور بہت سی بشارتیں ہیں جو درود شریف کی کثرت پر احادیث میں وارد ہوئی ہیں۔ فقہاء نے اسکی تصریح کی ہے کہ ایک مرتبہ عمر بھر میں درود شریف کا پڑھنا عملاً فرض ہے اور اس پر علماء مذہب کا اتفاق ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کا ذکر مبارک ہو، ہر مرتبہ درود شریف کا پڑھنا واجب ہے یا نہیں بعض علماء کے نزدیک ہر مرتبہ درود شریف کا پڑھنا واجب ہے اور دوسرے بعض کے نزدیک مستحب۔ تیسرے وہ شخص جس کے بوڑھے والدین میں سے دونوں یا ایک موجود ہوں اور وہ اُن کی اس قدر خدمت نہ کرے کہ جس کی وجہ سے جنت کا مستحق ہو جائے۔ والدین کے حقوق کی بھی بہت سی احادیث میں تاکید آئی ہے۔ علماء نے ان کے حقوق میں لکھا ہے کہ مباح امور میں ان کی اطاعت ضروری ہے نیز یہ بھی لکھا ہے کہ اُن کی بے ادبی نہ کرے، تکبر سے پیش نہ آئے اگرچہ وہ مشرک ہوں، اپنی آواز کو اُن کی آواز سے اونچی نہ کرے، ان کا نام لے کر نہ پکارے، کسی کام میں ان سے پیش قدمی نہ کرے اگرچہ اُن بڑے اور نہی عن النکاح میں نرمی کرے اگر قبول نہ کریں تو سلوک کرتا رہے اور ہدایت کی دعا کرتا رہے، غرض ہر بات میں اُن کا بہت احترام ملحوظ رکھے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ جنت کے دروازوں میں سے بہترین دروازہ باپ ہے، تیرا جی چاہے اُسکی حفاظت کر یا اس کو ضائع کر دے۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ والدین کا کیا حق ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ تیری جنت ہیں یا جہنم یعنی ان کی رضا جنت ہے اور ناراضگی جہنم ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ مطیع بیٹے کی محبت اور شفقت سے ایک نگاہ والد کی طرف ایک مقبول حج کا ثواب رکھتی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ شرک کے سوا تمام گناہوں کو جس قدر دل چاہے اللہ معاف فرما دیتے ہیں مگر والدین کی نافرمانی کامرنے سے قبل دنیا میں بھی وبال پہنچاتے ہیں۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں جہاد میں جانے کا ارادہ کرتا ہوں۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ تیری ماں بھی زندہ ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اُن کی خدمت کر کہ اُن کے قدموں کے نیچے تیرے لیے جنت ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کی رضا باپ کی رضا میں ہے اور اللہ کی ناراضگی میں ہے اور بھی بہت سی روایات میں اس کا اہتمام اور فضل وارد ہوا ہے۔ جو لوگ کسی غفلت سے اس میں کوتاہی کر چکے ہیں اور اب اُن کے والدین موجود نہیں، شریعتِ مطہرہ میں اس کی تلافی بھی موجود ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جس کے والدین

اس حالت میں مر گئے ہوں کہ وہ ان کی نافرمانی کرتا ہو تو ان کے لئے کثرت سے دعا اور استغفار کرنے سے مُطیع شمار ہو جاتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ بہترین بھلائی باپ کے بعد اس کے ملنے والوں سے حُسن سلوک ہے۔

(۴) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمًا وَحَضَرَ بَارِعَ مَضَانَ أَنَا كُمْ رَمَضَانَ شَهْرُ بَرَكَةٍ يُغْفَاكُمْ اللَّهُ فِيهِ فَيَنْزِلُ الرَّحْمَةُ وَيَحْطُ الْخَطَايَا وَيَسْتَجِيبُ فِيهِ الدُّعَاءُ يَنْظُرُ اللَّهُ تَعَالَى إِلَى تَنَافُسِكُمْ فِيهِ وَيَبَاهِي بِكُمْ مَلَائِكَتَهُ فَأَرَادَ اللَّهُ مِنْ أَنْفُسِكُمْ خَيْرًا فَإِنَّ الشَّقِيَّ مَنْ حُرِمَ فِيهِ رَحْمَةُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ (رواه الطبرانی ورواه ثقات الا ان

حضرت عبادہؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے رمضان المبارک کے قریب ارشاد فرمایا کہ رمضان کا مہینہ آگیا ہے جو بڑی برکت والا ہے، حق تعالیٰ شانہ اس میں تمہاری طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اپنی رحمت خاصہ نازل فرماتے ہیں، خطاؤں کو معاف فرماتے ہیں، دُعا کو قبول کرتے ہیں، تمہارے تنافس کو دیکھتے ہیں اور ملائکہ سے فخر کرتے ہیں پس اللہ کو اپنی نیکی دکھاؤ۔ بد نصیب ہے وہ شخص جو اس مہینہ میں بھی اللہ کی رحمت سے محروم رہ جاوے۔

محمد بن قیس لا یحضر فی فیہ جرح ولا تعدیل کذا فی الترغیب،

**ف** تنافس اس کو کہتے ہیں کہ دوسرے کی حرص میں کام کیا جاتے اور مقابلہ پر دوسرے سے بڑھ چڑھ کر کام کیا جاوے، تفاخر اور تقابل والے آدمی اور یہاں اپنے اپنے جوہر دکھا دیں۔ فخر کی بات نہیں تحدیث بالنعمة کے طور پر رکھتا ہوں، اپنی نااہلیت سے خود اگرچہ کچھ نہیں کر سکتا مگر اپنے گھرانہ کی عورتوں کو دیکھ کر خوش ہوتا ہوں کہ اکثر وہ اس کا اہتمام رہتا ہے کہ دوسری سے ملاوت میں بڑھ جاوے۔ خانگی کاروبار کے ساتھ پندرہ بیس پارے روزانہ بے تکلف پورے کر لیتی ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ اپنی رحمت سے قبول فرما دیں اور زیادتی کی توفیق عطا فرما دیں۔

(۵) عَنْ ابْنِ سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِلَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى عُمْقَاءَ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْكَلَةٌ يَعْنِي فِي رَمَضَانَ فَإِنَّ لِكُلِّ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ رمضان المبارک کی ہر شب دروز میں اللہ کے یہاں سے (جہنم کے) قیدی چھوئے جاتے ہیں اور ہر مسلمان کے لئے ہر شب دروز



میں ایک دُعا ضرور قبول ہوتی ہے۔

مُسْلِمٌ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ دَعْوَةٌ  
مُسْتَجَابَةٌ (رواہ البزار کذا فی  
الترغیب)

**ف** بہت سی روایات میں روزے دار کی دُعا کا قبول ہونا وارد ہوا ہے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ افطار کے وقت دُعا قبول ہوتی ہے مگر ہم لوگ اس وقت کھانے پر اس طرح گرتے ہیں کہ دُعا مانگنے کی تو کہاں فرصت، خود افطار کی دُعا بھی یاد نہیں رہتی۔ افطار کی مشہور دُعا یہ ہے۔  
اللَّهُمَّ لَكَ صُومْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَعَلَى رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ (ترجمہ) اے اللہ تیرے ہی لئے روزہ رکھا اور تجھی پر ایمان لایا ہوں اور تجھی پر بھروسہ ہے تیرے ہی رزق سے افطار کرتا ہوں۔

حدیث کی کتابوں میں یہ دُعا مختصر ملتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر بن عاصؓ افطار کے وقت یہ دُعا کرتے تھے۔ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِرَحْمَتِكَ الَّتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ أَنْ تَغْفِرَ لِي (ترجمہ) اے اللہ تیری اس رحمت کے صدقے جو ہر چیز کو شامل ہے یہ مانگتا ہوں کہ تو میری مغفرت فرما دے۔ بعض کُتُب میں خود حضورؐ سے یہ دُعا منقول ہے یا كَاسِعَ الْفَضْلِ اِغْفِرْ لِي (ترجمہ) اے وسیع عطا والے میری مغفرت فرما۔ اور بھی متعدد دُعائیں روایات میں وارد ہوتی ہیں مگر کسی دُعا کی تخصیص نہیں اجابت دُعا کا وقت ہے اپنی اپنی ضرورت کے لئے دُعا فرمادیں۔ یاد آجائے تو اس سیاہ کار کو بھی شامل فرمالیں کہ سائل ہوں اور سائل کا حق ہوتا ہے۔

چشمہ فیض سے گر ایک اشارہ ہو جاتے  
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا تُرَدُّ  
دَعْوَتُهُمُ الصَّائِمُ حَتَّى يُفْطِرَ وَالْإِمَامُ  
الْعَادِلُ وَالدَّعْوَةُ الْمَظْلُومِ يَرْفَعُهَا اللَّهُ  
فَوْقَ السَّامِ وَيُقَيِّمُ لَهَا الْبَابَ السَّمَاءِ  
وَيَقُولُ الرَّبُّ وَعِزَّتِي لَا تُصَرِّفُكَ وَ  
لَوْ بَعْدَ حِينٍ۔

رواہ احمد فی حدیث والترمذی و

لطف ہو آپ کا اور کام ہمارا ہو جاتے  
حضور صَلَّی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین آدمیوں  
کی دُعا رد نہیں ہوتی۔ ایک روزہ دار کی  
افطار کے وقت۔ دوسرے عادل بادشاہ  
کی دُعا، تیسرے مظلوم کی جس کو حق تعالیٰ  
شاہ بادلوں سے اوپر اٹھا لیتے ہیں اور  
آسمان کے دروازے اس کے لئے کھول  
دیئے جاتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ  
میں تیری ضرورت مدد کروں گا، گور کسی مظلوم کی

کچھ دیر ہو جائے۔

حنہ و ابن خزیمة و ابن حبان  
فی صحیحہما کذا فی الترغیب۔

**ف** : درِ منشور میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے، جب رمضان آتا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ بدل جاتا تھا اور نماز میں اضافہ ہو جاتا تھا اور دُعا میں بہت عاجزی فرماتے تھے اور خوف غالب ہو جاتا تھا۔ دوسری روایت میں فرماتی ہیں کہ رمضان کے ختم تک بستر پر تشریف نہیں لاتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہ رمضان میں عرش کے اٹھانے والے فرشتوں کو حکم فرمادیتے ہیں کہ اپنی اپنی عبادت چھوڑ دو اور روزہ داروں کی دُعا پر آمین کہا کرو۔ بہت سی روایات سے رمضان کی دُعا کا خصوصیت سے قبول ہونا معلوم ہوتا ہے اور یہ بے تردّد بات ہے کہ جب اللہ کا وعدہ ہے، اور سچے رسول کا نقل کیا ہوا ہے تو اُس کے پورا ہونے میں کچھ تردّد نہیں لیکن اس کے بعد بھی بعض لوگ کسی غرض کے لئے دُعا کرتے ہیں مگر وہ کام نہیں ہوتا، تو اس سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہیے کہ وہ دُعا قبول نہیں ہوئی بلکہ دُعا کے قبول ہونے کے معنی سمجھ لینا چاہیے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب سمان دُعا کرتا ہے بشرطیکہ قطع رحمی یا کسی گناہ کی دُعا نہ کرے تو حق تعالیٰ شانہ کے یہاں سے تین چیزوں میں اُسے ایک چیز ضرور ملتی ہے یا خود وہی چیز ملتی ہے جس کی دُعا کی، یا اس کے بدلے میں کوئی بُرائی یا مصیبت اُس سے ہٹا دی جاتی ہے، یا آخرت میں اُسی قدر ثواب اُس کے حصّہ میں لگا دیا جاتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہ بندہ کو بلا کر ارشاد فرمائیں گے کہ اے میرے بندے میں نے تجھے دُعا کرنے کا حکم دیا تھا اور اس کے قبول کرنے کا وعدہ کیا تھا تو نے مجھ سے دُعا مانگی تھی۔ وہ عرض کرے گا کہ مانگی تھی اس پر ارشاد ہو گا کہ تو نے کوئی دُعا ایسی نہیں کی جس کو میں نے قبول نہ کیا ہو۔ تو نے فلاں دُعا مانگی تھی کہ فلاں تکلیف ہٹا دی جائے میں نے اس کو دنیا میں پورا کر دیا تھا اور فلاں غم کے دفع ہونے کے لئے دُعا کی تھی مگر اس کا اثر کچھ تجھے معلوم نہیں ہوا۔ میں نے اس کے بدلے میں فلاں اجر و ثواب تیرے لئے مُستعین کیا۔ حضور ارشاد فرماتے ہیں کہ اُس کو ہر بر دُعا یاد کرائی جاوے گی اور اس کا دنیا میں پورا ہونا یا آخرت میں اس کا عَوْض بتلایا جاوے گا۔ اس اجر و ثواب کی کثرت کو دیکھ کر وہ بندہ اس کی تمنا کرے گا کہ کاش دنیا میں اس کی کوئی دُعا بھی پوری نہ ہوتی ہوتی کہ یہاں اس کا اس قدر

اجر ملتا۔ غرض دُعا نہایت ہی اہم چیز ہے۔ اس کی طرف سے غفلت بڑے سخت نقصان اور خسارہ کی بات ہے۔ اور ظاہر میں اگر قبول کے آثار نہ دیکھیں تو بد دل نہ ہونا چاہیے۔

اس رسالہ کے ختم پر جو لمبی حدیث آرہی ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بھی حق تعالیٰ شانہ بندہ ہی کے مصلح پر نظر فرماتے ہیں۔ اگر اس کے لئے اس چیز کا عطا فرمانا مُصلحت ہوتا ہے تو مرحمت فرماتے ہیں ورنہ نہیں۔ یہ بھی اللہ کا بڑا احسان ہے کہ ہم لوگ بسا اوقات اپنی نا فہمی سے ایسی چیز مانگتے ہیں جو ہمارے مناسب نہیں ہوتی۔ اس کے ساتھ دوسری ضروری اور اہم بات قابلِ لحاظ یہ ہے کہ بہت سے مرد اور عورتیں تو خاص طور سے اس مرض میں مُبتلا ہیں کہ بسا اوقات غصے اور رنج میں اولاد وغیرہ کو بددعا دیتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ اللہ جلّ شانہ کے عالی دربار میں بعض اوقات ایسے خاص قبولیت کے ہوتے ہیں کہ جو مانگو مل جاتا ہے۔ یہ احمق غصہ میں اول تو اولاد کو کوستی ہیں اور جب وہ مرجاتی ہے یا کسی مصیبت میں مُبتلا ہو جاتی ہے تو پھر روتی پھرتی ہیں اور اس کا خیال بھی نہیں آتا کہ یہ مصیبت خود ہی اپنی بددعا سے مانگی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اپنی جانوں اور اولاد کو نیز مال اور خادموں کو بددعا نہ دیکرو، مبادا اللہ کے کسی ایسے خاص وقت میں واقع ہو جائے جو قبولیت کا ہے بالخصوص رَمَضَانُ المبارک کا تمام مہینہ تو بہت ہی خاص وقت ہے اس میں اِہْتِمَام سے بچنے کی کوشش اشد ضروری ہے۔

حضرت عمرؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ رَمَضَانُ المبارک میں اللہ کو یاد کرنے والا شخص بخشنا بخشایا ہے اور اللہ سے مانگنے والا ناسرور نہیں رہتا۔

حضرت ابن مسعودؓ کی ایک روایت سے ترغیب میں نقل کیا ہے کہ رمضان کی ہر رات میں ایک مُنادی پکارتا ہے کہ اے خیر کی تلاش کرنے والے متوجہ ہو اور آگے بڑھو اور اے بُرائی کے طلبگاروں کو اور آنکھیں کھولو۔ اُس کے بعد وہ فرشتہ کہتا ہے کوئی مغفرت کا چاہنے والا ہے کہ اس کی مغفرت کی جائے، کوئی توبہ کرنے والا ہے کہ اس کی توبہ قبول کی جائے، کوئی دُعا کرنے والا ہے کہ اُس کی دُعا قبول کی جائے، کوئی مانگنے والا ہے کہ اس کا سوال پورا کیا جائے۔ اس سب کے بعد یہ امر بھی نہایت ضروری اور قابلِ لحاظ ہے کہ دُعا کے قبول ہونے کے لئے کچھ شرائط بھی وارد ہوتی ہیں کہ ان کے فوت ہونے سے بسا اوقات دُعا رد کر دی جاتی ہے۔ منجملہ ان کے حرام غذا ہے کہ اس کی وجہ سے بھی دُعا رد ہو جاتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہت سے پریشان حال آسمان



کی طرف ہاتھ کھینچ کر دعا مانگتے ہیں اور یارت یارت کرتے ہیں مگر کھانا حرام، پینا حرام، لباس حرام ایسی حالت میں کہاں دعا قبول ہو سکتی ہے۔  
 مموثر یغین نے لکھا ہے کہ کوفہ میں مستجاب الدعوات لوگوں کی ایک جماعت تھی جب کوئی حاکم ان پر مسلط ہوتا اس کے لئے بد دعا کرتے وہ ہلاک ہو جاتا۔ محتاج ظالم کا جب وہاں تسلط ہوا تو اس نے ایک دعوت کی جس میں ان حضرات کو خاص طور سے شریک کیا اور جب کھانے سے فارغ ہو چکے تو اس نے کہا کہ میں ان لوگوں کی بد دعا سے محفوظ ہو گیا کہ حرام کی روزی ان کے پیٹ میں داخل ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہمارے زمانہ کی حلال روزی پر بھی ایک نگاہ ڈالی جائے جہاں ہر وقت سود تک کے جواز کی کوششیں جاری ہوں، ملازمین رشوت کو اور تاجر دھوکہ دینے کو نہتر سمجھتے ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ  
 خود حق تعالیٰ شانہ اور اس کے فرشتے  
 سحری کھانے والوں پر رحمت نازل فرماتے  
 ہیں۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ  
 وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى الْمُتَسَحِّرِينَ.  
 رواه الطبرانی في الأوسط وابن

حبان في صحيحه كذا في الترغيب

**ف** : کس قدر اللہ جل جلالہ کا انعام و احسان ہے کہ روزہ کی برکت سے اس سے پہلے کھانے کو جس کو سحری کہتے ہیں اُمت کے لئے ثواب کی چیز بنادیا اور اس میں بھی مسلمانوں کو اجر دیا جاتا ہے۔ بہت سی احادیث میں سحری کھانے کی فضیلت اور اجر کا ذکر ہے۔ علامہ عینیؒ نے سترہ صحابہؓ سے اس کی فضیلت کی احادیث نقل کی ہیں اور اس کے مستحب ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔ بہت سے لوگ کاہلی کی وجہ سے اس فضیلت سے محروم رہ جاتے ہیں، اور بعض لوگ تراویح پڑھ کر کھانا کھا کر سو جاتے ہیں اور وہ اس کے ثواب سے محروم رہتے ہیں، اس لئے کہ لغت میں سحری اس کھانے کو کہتے ہیں جو صبح کے قریب کھایا جائے جیسا کہ قاموس نے لکھا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ آدھی رات سے اس کا وقت شروع ہو جاتا ہے صاحب کشف نے اخیر کے چھ حصے کو بتلایا ہے یعنی تمام رات کو چھ حصوں پر تقسیم کر کے اخیر کا حصہ مثلاً اگر غروب آفتاب سے طلوع صبح صادق تک بارہ گھنٹے ہوں تو اخیر کے دو گھنٹے سحری کا وقت ہے اور ان میں بھی تاخیر لوٹے ہے۔ بشرطیکہ اتنی تاخیر نہ ہو کہ روزہ میں شک ہونے لگے۔ سحری کی فضیلت بہت سی احادیث میں آئی ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہمارے اور اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کے روزہ میں سحری کھانے سے فرق ہوتا ہے کہ وہ سحری نہیں کھاتے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ سحری کھایا کرو گلاس میں برکت ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ تین چیزوں میں برکت ہے۔ جماعت میں، اور شریذ میں، اور سحری کھانے میں۔ اس حدیث میں جماعت سے عام مراد ہے، نماز کی جماعت اور ہر وہ کام جس کو مسلمانوں کی جماعت مل کر کرے کہ اللہ کی مدد اس کے ساتھ فرمائی گئی ہے، اور شریذ گوشت میں پکی ہوئی روٹی کہلاتی ہے جو نہایت لذیذ کھانا ہوتا ہے، تیسرے سحری۔ نبی کریم ﷺ جب کسی صحابی کو اپنے ساتھ سحر کھلانے کے لئے بلاتے تو ارشاد فرماتے کہ آؤ برکت کا کھانا کھاؤ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ سحری کھا کر روزہ پر قوت حاصل کرو، اور دو پہر کو سو کر اخیر شب کے اٹھنے پر مدد چاہا کرو۔

حضرت عبداللہ بن حارث ایک صحابی رض سے نقل کرتے ہیں کہ میں حضور کی خدمت میں ایسے وقت حاضر ہوا کہ ایک سحری نوش فرما رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ایک برکت کی چیز ہے جو اللہ نے تم کو عطا فرمائی ہے اس کو مت چھوڑنا۔ حضور نے متعدد روایات میں سحری کی ترغیب فرمائی ہے حتیٰ کہ ارشاد ہے کہ اور کچھ نہ ہو تو ایک چھوہارہ ہی کھالے یا ایک گھونٹ پانی ہی پی لے۔ اس لئے روزہ داروں کو اس ہم خرماد ہم ثواب کا خاص طور سے اہتمام کرنا چاہیے کہ اپنی راحت اپنا نفع اور مفت کا ثواب مگر اتنا ضروری ہے کہ افراط و تفریط ہر چیز میں مضرب ہے اس لئے نہ اتنا کم کھاوے کہ عبادات میں ضعیف محسوس ہونے لگے اور نہ اتنا زیادہ کھاوے کہ دن بھر کھٹی ڈکاریں آتی رہیں۔ خود ان احادیث میں بھی اس طرف اشارہ ہے کہ چاہے ایک چھوہارہ ہو یا ایک گھونٹ پانی۔ نیز مستقل احادیث میں بھی بہت کھانے کی ممانعت آئی ہے۔ حافظ ابن حجر بخاری کی شیح میں تحریر فرماتے ہیں کہ سحری کی برکات مختلف وجوہ سے ہیں، اتباع سنت، اہل کتاب کی مخالفت کہ وہ سحری نہیں کھاتے اور ہم لوگ حتیٰ الوسع ان کی مخالفت کے مامور ہیں۔

نیز عبادت پر قوت، عبادت میں دل بستگی کی زیادتی، نیز شدت محبوب سے اکثر بدخلقی پیدا ہو جاتی ہے اس کی مدافعت اس وقت کوئی ضرورت مند سائل آجائے تو اس کی اعانت، کوئی پڑوس میں غریب فقیر ہو اس کی مدد، یہ وقت خصوصیت سے قبولیت دعا کا ہے۔ سحری کی بدولت دعا کی توفیق ہو جاتی ہے اُس وقت میں ذکر کی توفیق ہو جاتی ہے وغیرہ وغیرہ۔

ابن دُقیقُ العَید کہتے ہیں کہ صوفیاء کو سُحور کے مسئلہ میں کلام ہے کہ وہ مقصدِ روزہ کے

خلاف ہے اسلئے کہ مقصد روزہ پیٹ اور شرمگاہ کی شہوت کا توڑنا ہے اور سحری کھانا اس مقصد کے خلاف ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ مقدار میں اتنا کھانا کہ یہ مصلحت بالکلیہ فوت ہو جائے یہ تو بہتر نہیں اس کے علاوہ حسب حیثیت و ضرورت مختلف ہوتا رہتا ہے و بندہ کے ناقص خیال میں اس بارے میں قول فیصل بھی یہی ہے کہ اصل سُحُور و افطار میں تقیل ہے مگر حسب ضرورت اس میں تغیر ہو جاتا ہے مثلاً طلباء کی جماعت کہ ان کے لئے تقیل طعام منافع صوم کے فحل ہونے کے ساتھ تحصیل علم کی مضرت کو شامل ہے اسلئے ان کے لئے بہتر یہ ہے کہ تقیل نہ کریں کہ علم دین کی اہمیت شریعت میں بہت زیادہ ہے اسی طرح ذاکرین کی جماعت علیٰ ہذا دوسری جماعتیں جو تقیل طعام کی وجہ سے کسی دینی کام میں اہمیت کے ساتھ مشغول نہ ہو سکیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تبرجہاد کو تشریف لیجاتے ہوئے اعلان فرمادیا کہ سفر میں روزہ نیکی نہیں حالانکہ رمضان المبارک کا روزہ تھا مگر اس جگہ جہاد کا تقابل آپڑا تھا۔ البتہ جس جگہ کسی ایسے دینی کام میں جو روزے سے زیادہ اہم ہو ضعف اور کسل پیدا نہ ہو وہاں تقیل طعام ہی مناسب ہے شرح اقبال میں علامہ شعرانیؒ سے نقل کیا ہے کہ ہم سے اس پر عہد لئے گئے کہ پیٹ بھر کر کھانا نہ کھائیں بالخصوص رمضان کی راتوں میں۔ بہتر یہ ہے کہ رمضان کے کھانے میں غیر رمضان سے کچھ تقیل کرے اسلئے کہ افطار و سحری میں جو شخص پیٹ بھر کر کھائے اُس کا روزہ ہی کیا ہے۔ مشائخ نے کہا ہے کہ جو شخص رمضان میں بھوکا رہے آئندہ رمضان تک تمام سال شیطان کے زور سے محفوظ رہتا ہے، اور بھی بہت سے مشائخ سے اس باب میں شدت منقول ہے۔

شرح احوال میں عوارف سے نقل کیا ہے کہ سہل بن عبد اللہ شہری پندرہ روز میں ایک تبرجہ کھانا تناول فرماتے تھے اور رمضان المبارک میں ایک نقرہ، البتہ روزانہ اتباع سنت کی وجہ سے محض پانی سے روزہ افطار فرماتے تھے۔ حضرت جنیدؒ ہمیشہ روزہ رکھتے لیکن (اللہ والے) دوستوں میں سے کوئی آتا تو اس کی وجہ سے روزہ افطار فرماتے اور فرمایا کرتے تھے کہ (ایسے) دوستوں کے ساتھ کھانے کی فضیلت کچھ روزہ کی فضیلت سے کم نہیں۔ اور بھی سلف کے ہزاروں واقعات اس کی شہادت دیتے ہیں کہ وہ کھانے کی کمی کے ساتھ نفس کی تادیب کرتے تھے مگر شرط وہی ہے کہ اس کی وجہ سے اور دینی اہم امور میں نقصان نہ ہو۔

محضور کا ارشاد ہے کہ بہت سے روزہ رکھنے

والے ایسے ہیں کہ ان کو روزہ کے ثمرات میں بجز بھوکا

(۸) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبِّ صَائِمٍ لَيْسَ



لَهُ مِنْ صِيَامِهِ إِلَّا الْجَوْزُ وَرَبِّ قَائِمٍ  
لَيْسَ لَهُ مِنْ قِيَامِهِ إِلَّا التَّهَدُّ  
(رواہ ابن ماجہ واللفظ لہ والنسائی  
وابن خزیمہ فی صحیحہ والمحاکم وعلی شرط البخاری ذکر لفظ لہما المنذری  
فی الترغیب بمعناہ)

**ف** : علماء کے اس حدیث کی شرح میں چند اقوال ہیں اول یہ کہ اس سے وہ شخص مراد ہے جو  
دن بھر روزہ رکھ کر مال حرام سے افطار کرتا ہے کہ جتنا ثواب روزہ کا ہوا تھا اس سے زیادہ گناہ حرام  
مال کھانے کا ہو گیا اور دن بھر بھوکا رہنے کے سوا اور کچھ نہ ملا۔

دوسرے یہ کہ وہ شخص مراد ہے جو روزہ رکھتا ہے لیکن غیبت میں بھی مبتلا رہتا ہے جس کا بیان  
آگے آ رہا ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ روزہ کے اندر گناہ وغیرہ سے احتراز نہیں کرتا۔ نبی اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم کے ارشادات جامع ہوتے ہیں یہ سب صورتیں اس میں داخل ہیں اور ان کے علاوہ بھی  
اسی طرح جاگنے کا حال ہے کہ رات بھر شب بیداری کی مگر تفریحی تھوڑی سی غیبت یا کوئی اور حماقت  
بھی کر لی تو وہ سارا جاگنا بیکار ہو گیا۔ مثلاً صبح کی نماز ہی قضا کر دی یا محض ریا اور شہرت کے لئے جاگنا  
تو وہ بیکار ہے۔

(۹) عَنْ ابْنِ عَبَّادَةَ قَالَ سَمِعْتُ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَقُولُ الصِّيَامُ جُنَّةٌ مَالٌ يُخْرِقُهَا  
حُضُورَ أَقْدَسَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَرْشَادِ  
ہے کہ روزہ آدمی کے لئے ڈھال ہے جب  
تک اُس کو پھاڑ نہ ڈالے۔

(رواہ النسائی وابن ماجہ وابن خزیمہ والمحاکم وصححہ علی شرط البخاری  
والفاظہم مختلفہ حکاھا المنذری فی الترغیب)

**ف** : ڈھال ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جیسے آدمی ڈھال سے اپنی حفاظت کرتا ہے اسی  
طرح روزہ سے بھی اپنے دشمن یعنی شیطان سے حفاظت ہوتی ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ روزہ  
حفاظت ہے اللہ کے عذاب سے۔ دوسری روایت میں ہے کہ روزہ جہنم سے حفاظت ہے۔  
ایک روایت میں وارد ہوا ہے کہ کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ روزہ کس چیز سے پھٹ جاتا  
ہے حضور نے فرمایا کہ جھوٹ اور غیبت سے۔ ان دونوں روایتوں میں اور اسی طرح اور بھی مستعد دروایا  
میں روزہ میں اس قسم کے اُمور سے بچنے کی تاکید آتی ہے اور روزہ کا گویا ضائع کر دینا اس کو قمار دینا

ہے۔ ہمارے اس زمانہ میں روزہ کے کاٹنے کے لئے مشغلہ اس کو قرار دیا جاتا ہے کہ وہی تباہی میری تیری باتیں شروع کر دی جائیں۔ بعض علماء کے نزدیک جھوٹ اور غیبت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ دونوں چیزیں ان حضرات کے نزدیک ایسی ہیں جیسے کہ کھانا پینا وغیرہ سب روزہ کو توڑنے والی اشیاء ہیں۔ جمہور کے نزدیک اگرچہ روزہ ٹوٹتا نہیں مگر روزہ کے برکات جاتے رہنے سے تو کسی کو بھی انکار نہیں۔

مُشَافَح نے روزہ کے آداب میں چھ امور تحریر فرمائے ہیں کہ روزہ دار کو ان کا اہتمام ضروری ہے اول نگاہ کی حفاظت کہ کسی بے محل جگہ پر نہ پڑے حتیٰ کہ کہتے ہیں کہ بیوی پر بھی شہوت کی نگاہ نہ پڑے پھر اجنبی کا کیا ذکر اور اسی طرح کسی لہو و لعب وغیرہ ناجائز جگہ نہ پڑے۔ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ نگاہ ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے جو شخص اس سے اللہ کے خوف کی وجہ سے بچ رہے حق تعالیٰ اَجَلٌ شَدِّدٌ اس کو ایسا نور ایمانی نصیب فرماتے ہیں جس کی صلاوت اور لذت قلب میں محسوس کرتا ہے۔ صوفیاء نے بے محل کی تفسیر یہ کی ہے کہ ہر ایسی چیز کا دیکھنا اس میں داخل ہے، جو دل کو حق تعالیٰ شانہ سے ہٹا کر کسی دوسری طرف متوجہ کر دے۔ دوسری چیز زبان کی حفاظت ہے۔ جھوٹ، چغل خوری، لغو بکواس، غیبت، بدگوئی، بدگمانی جھگڑا وغیرہ سب چیزیں اس میں داخل ہیں۔ بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ روزہ آدمی کے لئے ڈھال ہے اسلئے روزہ دار کو چاہیے کہ زبان سے کوئی فحش بات یا جہالت کی بات مثلاً تفسیر جھگڑا وغیرہ نہ کرے۔ اگر کوئی دوسرا جھگڑانے لگے تو کہہ دے کہ میرا روزہ ہے یعنی دوسرے کی ابتداء کرنے پر بھی اس سے نہ اُلجھے۔ اگر وہ سمجھنے والا ہو تو اس سے کہہ دے کہ میرا روزہ ہے اور اگر وہ بوقوف نا سمجھ ہو تو اپنے دل کو سمجھا دے کہ تیرا روزہ ہے تجھے ایسی لغویات کا جواب مناسب نہیں بالخصوص غیبت اور جھوٹ سے تو بہت ہی احتراز ضروری ہے کہ بعض علماء کے نزدیک اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زمانہ میں دو عورتوں نے روزہ رکھا۔ روزہ میں اس شدت سے بھوک لگی کہ ناقابل برداشت بن گئی، ہلاکت کے قریب پہنچ گئیں۔ صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ نے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے دریافت کیا تو حضور نے ایک پیالہ ان کے پاس بھیجا اور ان دونوں کو اس میں قے کرنے کا حکم فرمایا دونوں نے قے کی تو اس میں گوشت کے ٹکڑے اور تازہ کھایا ہوا خون نکلا۔ لوگوں کو حیرت ہوئی تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ انہوں نے حق تعالیٰ شانہ کی حلال روزی سے تو روزہ رکھا اور حرام چیزوں کو کھایا کہ دونوں عورتیں لوگوں کی غیبت کرتی

ریں۔ اس حدیث سے ایک مضمون اور بھی مُشرّح ہوتا ہے کہ غیبت کرنے کی وجہ سے روزہ بہت زبردیں معلوم ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ دونوں عورتیں روزہ کی وجہ سے مرنے کے قریب ہو گئیں۔ اسی طرح اور بھی کچھ کا حال ہے اور سبّہ اس کی تائید کرتا ہے، کہ روزہ میں اکثر مُتقی لوگوں پر ذرا بھی اثر نہیں ہوتا اور فاسق لوگوں کی اکثر بُری حالت ہوتی ہے اس لئے اگر یہ چاہیں کہ روزہ نہ لگے تب بھی اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ گناہوں سے اس حالت میں احتراز کریں بالخصوص غیبت سے جس کو لوگوں نے روزہ کاٹنے کا مشغلہ تجویز کر رکھا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ نے اپنے کلام پاک میں غیبت کو اپنے سبحانی کے مردار گوشت سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور احادیث میں بھی بکثرت اس قسم کے واقعات ارشاد فرماتے گئے ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کی غیبت کی گئی اس کا حقیقہ گوشت کھایا جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ چند لوگوں کو دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ دانتوں میں خلل کرو۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم نے تو آج گوشت چکھا بھی نہیں، حضور نے فرمایا کہ فلاں شخص کا گوشت تمہارے دانتوں کو لگ رہا ہے، معلوم ہوا کہ اُن کی غیبت کی تھی۔ اللہ تعالیٰ اپنے حفظ میں رکھے کہ ہم لوگ اس سے بہت ہی غافل ہیں، عوام کا ذکر نہیں خواص بہت ہیں۔ ان لوگوں کو چھوڑ کر جو دنیا دار کہلاتے ہیں دین داروں کی مجالس بھی بالعموم اس سے کم خالی ہوتی ہیں۔ اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ اکثر اس کو غیبت بھی نہیں سمجھا جاتا ہے۔ اگر اپنے یا کسی کے دل میں کچھ کہے بھی پیدا ہو تو اس پر اظہار واقعہ کا پردہ ڈال دیا جاتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے دریافت کیا کہ غیبت کیا چیز ہے حضور نے فرمایا کہ کسی کی پس پشت ایسی بات کرنی جو اُس سے ناگوار ہو۔ سائل نے پوچھا کہ اگر اس میں واقعہ وہ بات موجود ہو جو کبھی گئی، حضور نے فرمایا جب ہی تو غیبت ہے۔ اگر واقعہ موجود نہ ہو تب تو بہتان ہے ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں پر گزر ہوا تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب قبر ہو رہا ہے۔ ایک کو لوگوں کی غیبت کرنے کی وجہ سے، دوسرے کو پیشاب سے احتیاط نہ کرنے کی وجہ سے۔ حضور کا ارشاد ہے کہ سود کے ستر سے زیادہ باب ہیں، سب سے سہل اور ہلکا درجہ اپنی ماں سے زنا کرنے کے برابر ہے اور ایک درہم سود کا پینتیس زنا سے زیادہ سخت ہے اور بدترین سود اور سب سے زیادہ خبیث ترین سود مسلمان کی آبروریزی ہے۔ احادیث میں غیبت اور مسلمان کی آبروریزی پر سخت سے سخت وعیدیں آئی ہیں۔ میرا دل چاہتا تھا کہ ان میں سے کچھ معتد بہ روایات جمع کروں اسلئے کہ ہماری مجلسیں اس سے بہت ہی زیادہ پُر رہتی ہیں مگر مضمون



دوسرا ہے اس لئے اسی قدر پر اکتفا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو اس بلا سے محفوظ فرمائیں اور بزرگوں اور دوستوں کی دعا سے مجھ سیہ کار کو بھی محفوظ فرمائیں کہ باطنی امراض میں کثرت سے مبتلا ہوں۔

کذب و بد عہدی ریا و بغض و فیبت دشمنی  
کبر و نخوت جہل و غفلت جحد و کینہ بدظنی  
کون بیماری ہے یارب جو نہیں مجھ میں ہوتی  
عافنی بمن کل داء و اقض عني حاجتی  
اِنَّ لِيْ قَلْبًا سَقَمًا اَنْتَ شَافِیْ تَلْعَلِیْ

تیسری چیز جس کا روزہ دار کو اہتمام ضروری ہے وہ کان کی حفاظت ہے ہر مکروہ چیز سے جس کا کہنا اور زبان سے نکالنا ناجائز ہے اس کی طرف کان لگانا اور سُننا بھی ناجائز ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ غیبت کا کرنے والا اور سُننے والا دونوں گناہ میں شریک ہیں۔ جو سختی چیز باقی اعضاء بدن مثلاً ہاتھ کا ناجائز چیز کے پکڑنے سے، پاؤں کا ناجائز چیز کی طرف چلنے سے روکنا اور اسی طرح اور باقی اعضاء بدن کا۔ اسی طرح پیٹ کا افطار کے وقت مُشْتَبہ چیز سے محفوظ رکھنا۔ جو شخص روزہ رکھ کر حرام مال سے افطار کرتا ہے اُس کا حال اُس شخص کا سا ہے کہ کسی مرض کے لئے دوا کرتا ہے مگر اس میں کھوڑا سا سنکھیا بھی ملا لیتا ہے کہ اس مرض کے لئے تو وہ دوا مفید ہو جائے گی مگر یہ زہر ساتھ ہی ہلاک بھی کر دے گا۔

پانچویں چیز افطار کے وقت حلال مال سے بھی اتنا زیادہ نہ کھانا کہ شکم سیر ہو جائے اسلئے کہ روزہ کی غرض اس سے فوت ہو جاتی ہے۔ مقصود روزہ سے قوت شہوانیہ اور شہوانیہ کا کم کرنا ہے اور قوت ثورانیہ اور ملکیت کا بڑھانا ہے۔ گیارہ مہینہ تک بہت کچھ کھایا ہے اگر ایک مہینہ اس میں کچھ کمی ہو جائے گی تو کیا جان نکل جاتی ہے۔ مگر ہم لوگوں کا حال ہے کہ افطار کے وقت تلافی مافات میں اور سحر کے وقت حفظ ماتفہم میں اتنی زیادہ مقدار کھا لیتے ہیں کہ بغیر رمضان کے اور بغیر روزہ کی حالت کے اتنی مقدار کھانے کی نوبت بھی نہیں آتی۔ رمضان المبارک بھی ہم لوگوں کے لئے خود کا کام دیتا ہے۔ علامہ غزالی رح لکھتے ہیں کہ روزہ کی غرض یعنی قہر ابلیس اور شہوت نفسانہ کا توڑنا کیسے حاصل ہو سکتا ہے اگر آدمی افطار کے وقت اس مقدار کی تلافی کر لے جو فوت ہوئی۔ حقیقت ہم لوگ بجز اس کے کہ اپنے کھانے کے اوقات بدل دیتے ہیں اس کے سوا کچھ بھی کمی نہیں کرتے بلکہ اور زیادتی مختلف انواع کی کر جاتے ہیں جو بغیر رمضان کے میسر نہیں ہوتی۔ لوگوں کی کچھ ایسی عادت ہو گئی ہے کہ عمدہ عمدہ اشیاء رمضان کے لئے رکھتے ہیں اور نفس دن بھر کے فاقہ کے بعد جب ان پر

پڑتا ہے تو خوب زیادہ سیر ہو کر کھاتا ہے تو بجائے قوتِ شہوانیہ کے ضعیف ہونے کے اور بھر کر  
 اٹھتی ہے اور جوش میں آجاتی ہے اور مقصد کے خلاف ہو جاتا ہے۔ روزہ کے اندر مختلف اغراض  
 اور فوائد اور اس کے مشروع ہونے سے مختلف منافع مقصود ہیں وہ سب جب ہی حاصل ہو سکے  
 میں جب کچھ بھوکا بھی رہے۔ بڑا نفع تو یہی ہے جو معلوم ہو چکا یعنی شہوتوں کا توڑنا، یہ بھی اسی  
 پر موقوف ہے کہ کچھ وقت بھوک کی حالت میں گزرے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے  
 کہ شیطان آدمی کے بدن میں خون کی طرح چلتا ہے اس کے راستوں کو بھوک سے بند کر دو تمام اعضاء  
 کا سیر ہونا نفس کے بھوکا رہنے پر موقوف ہے جب نفس بھوکا رہتا ہے تو تمام اعضاء سیر رہتے  
 ہیں اور جب نفس سیر ہوتا ہے تو تمام اعضاء بھوکے رہتے ہیں۔ دوسری غرض روزہ سے فقرار کے  
 ساتھ تشبہ اور ان کے حال پر نظر ہے وہ بھی جب ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ جب سحر میں معدہ کو درد  
 جلیبی سے اتنا نہ بھر لے کہ شام تک بھوک ہی نہ لگے۔ فقرار کے ساتھ مشابہت جب ہی ہو سکتی ہے  
 جب کچھ وقت بھوک کی بے تابی کا بھی گزرے۔ بشرحانی رح کے پاس ایک شخص گئے وہ سردی میں کانپ  
 رہے تھے اور کپڑے پاس رکھے ہوئے تھے۔ انہوں نے پوچھا کہ یہ وقت کپڑے نکالنے کا ہے فرمایا  
 کہ فقرار بہت ہیں اور مجھ میں ان کی ہمدردی کی طاقت نہیں، اتنی ہمدردی کر لوں کہ میں بھی ان  
 جیسا ہو جاؤں۔ مشائخ صوفیاء نے عادت اس پر تنبیہ فرمائی ہے اور فقہاء نے بھی اس کی تصریح کی  
 ہے۔ صاحب مراقی الفلاح رح لکھتے ہیں کہ سُحور میں زیادتی نہ کرے جیسا کہ مُتَشَبِّہ لوگوں کی عادت ہے  
 کہ یہ غرض کو فوت کر دیتا ہے علامہ طحاوی رح اس کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ غرض کا مقصود یہ ہے  
 کہ بھوک کی تلخی کچھ محسوس ہو تاکہ زیادتی ثواب کا سبب ہو اور مساکین و فقرار پر ترس آ سکے۔ خود  
 نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہ کو کسی برتن کا بھرنا اس قدر ناپسند  
 نہیں ہے جتنا کہ پیٹ کا پُر ہونا ناپسند ہے۔ ایک جگہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ آدمی  
 کے لئے چند لقمے کافی ہیں جن سے کمر سیدھی رہے۔ اگر کوئی شخص بالکل کھانے پر نکل جائے تو اس  
 سے زیادہ نہیں کہ ایک تہائی پیٹ کھانے کے لئے رکھے اور ایک تہائی پینے کے لئے اور ایک  
 تہائی خالی۔ آخر کوئی تو بات تھی کہ نبی کریم ﷺ کتنی کتنی روز تک مسلسل لگا رہا روزہ رکھتے  
 تھے کہ درمیان میں کچھ بھی نوش نہیں فرماتے تھے۔ میں نے اپنے آقا حضرت مولانا خلیل احمد صاحب  
 نور اللہ مرقدہ کو پورے رمضان المبارک دیکھا ہے کہ افطار و سحر دونوں وقت کی مقدار تقریباً ڈیڑھ  
 چپاتی سے زیادہ نہیں ہوتی تھی کوئی خادم عرض بھی کرتا تو فرماتے کہ بھوک نہیں ہوتی، دوستوں کے



خیال سے ساتھ بیٹھ جاتا ہوں، اور اس سے بڑھ کر حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم صاحب راہپوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق سنا ہے کہ کئی کئی دن مسلسل ایسے گزر جاتے تھے کہ تمام شب کی مقدار سحر و افطار بے دودھ کی چائے کے چند فنجان کے سوا کچھ نہ ہوتی تھی۔ ایک تہہ حضرت کے مخلص خادم حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب (نور اللہ مرقدہ) نے لجاجت سے عرض کیا کہ صُغف بہت ہو جائے گا حضرت کچھ تناول ہی نہیں فرماتے تو حضرت نے فرمایا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ جَنَّتِ کَالطُّفِ حاصل ہو رہا ہے۔ حق تعالیٰ ہم سے کاروں کو بھی ان پاک ہستیوں کا اتباع نصیب فرما دیں تو زبے نصیب مولانا سعدیؒ فرماتے ہیں ۷

ندامد تن پرور راں آگہی کہ پرمعدہ باشد ز حکمت تہی

چھٹی چیز جس کا لحاظ روزہ دار کے لئے ضروری فرماتے ہیں یہ ہے کہ روزہ کے بعد اس سے ڈرتے رہنا بھی ضروری ہے کہ نامعلوم یہ روزہ قابل قبول ہے یا نہیں اور اسی طسج ہر عبادت کے ختم پر کہ نامعلوم کوئی لغزش جس کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا ایسی تو نہیں ہوگئی جس کی وجہ سے یہ منہ پر مار دیا جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہت سے قرآن پڑھنے والے ہیں کہ قرآن پاک ان کو لعنت کرتا رہتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت میں جن لوگوں کا اولین و ہلہ میں فیصلہ ہوگا (ان کے من جملہ) ایک شہید ہوگا جس کو بلیا جائے گا اور اللہ کے جو جو انعام دنیا میں اُس پر ہوتے تھے وہ اس کو جتائے جائیں گے۔ وہ اُن سب نعمتوں کا اقرار کرے گا اس کے بعد اس سے پوچھا جائے گا کہ ان نعمتوں میں کیا حق ادائیگی کی۔ وہ عرض کرے گا کہ تیرے رات میں قتال کیا حتیٰ کہ شہید ہو گیا۔ ارشاد ہوگا کہ جھوٹ ہے بلکہ قتال اس لئے کیا تھا کہ لوگ بہادر کہیں، سو کہا جا چکا۔ اس کے بعد حکم ہوگا اور منہ کے بل کھینچ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ ایسے ہی ایک عالم بلیا جائے گا اس کو بھی اسی طسج سے اللہ کے انعامات جتلا کر پوچھا جائے گا۔ کہ ان انعامات کے بدلے میں کیا کارگزاری ہے وہ عرض کرے گا کہ علم سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور تیری رضا کی خاطر تلاوت کی۔ ارشاد ہوگا کہ جھوٹ ہے یہ ایسے کیا گیا تھا کہ لوگ غلام کہیں، سو کہا جا چکا۔ اس کو بھی حکم ہوگا اور منہ کے بل کھینچ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا اسی طرح

۱۷ حضرت مولاناؒ حضرت راہپوری رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفاء میں ہیں۔ راہپوری ہی قیام رہتا ہے اپنے شیخ کے قدم بقدم شیخ ہیں جو لوگ راتے پوری دربار سے محروم رہ گئے مولانا کے وجود کو غنیمت سمجھیں کہ ہر جانے والا اپنی نظیر نہیں چھوڑتا۔

۱۸ حضرت اقدس شاہ عبدالقادر صاحبؒ کا بھی ۱۵ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ جمعرات کو وصال ہو گیا۔



ایک دولت مند بلایا جائے گا، اس نے انعاماتِ الہی شمار کرانے اور اقرار لینے کے بعد پوچھا جاتے گا کہ اللہ کی ان نعمتوں میں کیا عمل کیا وہ کہے گا کہ کوئی خیر کار راستہ ایسا نہیں چھوڑا جس میں میں نے کچھ خرچ نہ کیا ہو۔ ارشاد ہوگا کہ جھوٹ ہے یہ اسلئے کیا گیا تھا کہ لوگ سخی کہیں، سو کہا جا چکا۔ اس کو بھی حکم ہوگا اور منہ کے بل کھینچ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ اللہ محفوظ فرمائیں کہ یہ سب بدیہی کے ثمرات ہیں۔ اس قسم کے بہت سے واقعات احادیث میں مذکور ہیں اسلئے روزہ دار کو اپنی نیت کی حفاظت کے ساتھ اس سے خائف بھی رہنا چاہیے اور دعا بھی کرتے رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ شانہ اس کو اپنی رضا کا سبب بنالیں۔ مگر ساتھ ہی یہ امر بھی قابلِ لحاظ ہے کہ اپنے عمل کو قابلِ قبول نہ سمجھنا امرِ آخر اور کریمِ آقا کے لطف پر نگاہ امرِ آخر ہے اس کے لطف کے انداز بالکل نرالے ہیں۔ معصیت پر بھی کبھی ثواب دیدیتے ہیں تو پھر کوتاہی عمل کا کیا ذکر ہے خوبی ہیں کرشمہ و ناز و خرام نیست

بیارشیو ہا است بتاں راکہ نام نیست

یہ چھ چیزیں عام صلحاء کے لئے ضروری بتلائی جاتی ہیں: خواص اور مقربین کے لئے ان کے ساتھ ایک ساتویں چیز کا بھی اضافہ کرتے ہیں کہ دل کو اللہ کے سوا کسی چیز کی طرف بھی متوجہ نہ ہونے دے حتیٰ کہ روزہ کی حالت میں اس کا خیال اور تدبیر کہ افطار کے لئے کوئی چیز ہے یا نہیں یہ بھی خطا فرماتے ہیں۔ بعض مشائخ نے لکھا ہے کہ روزہ میں شام کو افطار کے لئے کسی چیز کے حاصل کرنے کا قصد بھی خطا ہے اسلئے کہ یہ اللہ کے وعدہ رزق پر اعتماد کی کمی ہے۔ شیخ اخیاء میں بعض مشائخ کا قصہ لکھا ہے کہ اگر افطار کے وقت سے پہلے کوئی چیز کہیں سے آجاتی تھی تو اس کو کسی دوسرے کو دیدیتے تھے مبادا دل کو اس کی طرف التفات ہو جائے اور توکل میں کسی قسم کی کمی ہو جائے۔ مگر یہ امور بڑے لوگوں کے لئے ہیں۔ ہم لوگوں کو ان امور کی ہوس کرنا بھی بے محل ہے اور اس حالت پر پہنچنے بغیر اس کو اختیار کرنا اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ کُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ مِمَّنْ آدَمِي کے ہر جزو پر روزہ فرض کیا گیا ہے، پس زبان کا روزہ جھوٹ وغیرہ سے بچنا ہے اور کان کا روزہ ناجائز چیزوں کے سننے سے احتراز، آنکھ کا روزہ لہو و لعب کی چیزوں سے احتراز ہے اور ایسے ہی باقی اعضاء حتیٰ کہ نفس کا روزہ حرص و شہوتوں سے بچنا، دل کا روزہ حُبِ دنیا سے خالی رکھنا، روح کا روزہ آخرت کی لذتوں سے بھی احتراز اور ہر خاص کا روزہ غیر اللہ کے وجود سے بھی احتراز ہے۔

(۱۰) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ

نَبِيِّ كَرِيمٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُرْشِدُ بَعْضَ

مَنْ لَمْ يَصُمْ يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ رُخْصَةٍ وَلَا مَرَضٍ لَمْ يَقْضِهِ صَوْمُ الذَّهْرِ كُلِّهِ وَإِنْ صَامَهُ

جو شخص (قصداً) بلا کسی شرعی مذر کے ایک دن بھی رمضان کے روزہ کو افطار کرے، غیر رمضان کا روزہ چاہے تمام عمر کے روزہ رکھے اس کا بدل نہیں ہو سکتا۔

(رواہ احمد والترمذی والوداؤد وابن مساجد والدارمی والبخاری فی ترجمۃ باب کذا فی مشکوٰۃ قلت ولبسط الکلام علی طرقہ العینی فی

شرح البخاری)

**ف** بعض علماء کا مذہب جن میں حضرت علیؓ گترم اللہ وجہہ وغیرہ حضرات بھی ہیں اس حدیث کی بناء پر یہ ہے کہ جس نے رمضان المبارک کے روزہ کو بلا وجہ کھو دیا اس کی قضا ہو ہی نہیں سکتی چاہے عمر بھر روزے رکھتا رہے مگر جمہور فقہاء کے نزدیک اگر رمضان کا روزہ رکھا ہی نہیں تو ایک روزے کے بدلے ایک روزہ سے قضا ہو جائے گی اور اگر روزہ رکھ کر توڑ دیا تو قضا کے ایک روزہ کے علاوہ دو مہینہ کے روزہ کفارہ کے ادا کرنے سے فرض ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے البتہ وہ برکت اور فضیلت جو رمضان المبارک کی ہے ہاتھ نہیں آسکتی اور اس حدیث پاک کا مطلب یہی ہے کہ وہ برکت ہاتھ نہیں آسکتی جو رمضان شریف میں روزہ رکھنے سے حاصل ہوتی۔ یہ سب کچھ اس حالت میں ہے کہ بعد میں قضا بھی کرے اور اگر سرے سے رکھے ہی نہیں جیسا کہ اس زمانہ کے بعض فساق کی حالت ہے تو اس کی گمراہی کا کیا پوچھنا۔ روزہ ارکان اسلام سے ایک رکن ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ارشاد فرمائی ہے۔ سب سے اول توحید و رسالت کا اقرار، اس کے بعد اسلام کے چاروں مشہور رکن نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج۔ کتنے مسلمان ہیں جو مرموم شماری میں مسلمان شمار ہوتے ہیں، لیکن ان پانچوں میں سے ایک کے بھی کرنے والے نہیں۔ سرکاری کاغذات میں وہ مسلمان لکھے جاتے ہیں مگر اللہ کی فہرست میں وہ مسلمان شمار نہیں ہو سکتے۔ حتیٰ کہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ اسلام کی بنیاد تین چیز پر ہے۔ کلمہ شہادت اور نماز روزہ۔ جو شخص ان میں سے ایک بھی چھوڑ دے وہ کافر ہے، اس کا خون کر دینا حلال ہے۔ علماء نے ان جیسی روایات کو انکار کے ساتھ متعین کیا ہو یا کوئی تاویل فرمائی ہو مگر اس سے انکار نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ایسے لوگوں کے بارے میں سخت سے سخت وارد ہوتے ہیں۔ فرائض کے ادا کرنے میں کوتاہی کرنے والوں کو اللہ کے قہر سے



بہت ہی زیادہ ڈرنے کی ضرورت ہے کہ موت سے کسی کو چارہ نہیں، دنیا کی غیش و عشرت بہت جلد چھوٹنے والی چیز ہے، کار آمد چیز صرف اللہ کی اطاعت ہے۔ بہت سے جاہل تو اتنے ہی پر کفایت کرتے ہیں کہ روزہ نہیں رکھتے لیکن بہت سے بد دین زبان سے بھی اس قسم کے الفاظ بک دیتے ہیں کہ جو کفر تک پہنچا دیتے ہیں۔ مثلاً روزہ وہ رکھے جس کے گھر کھانے کو نہ ہو یا ہمیں بھوکا مارنے سے اللہ کو کیا مل جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس قسم کے الفاظ سے بہت ہی زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے اور بہت غور و اہتمام سے ایک مسئلہ سمجھ لینا چاہئے کہ دین کی چھوٹی سے چھوٹی بات کا تمسخر اور مذاق اڑانا بھی کفر کا سبب ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص عمر بھر نماز نہ پڑھے، کبھی بھی روزہ نہ رکھے اسی طرح اور کوئی فرض ادا نہ کرے بشرطیکہ اس کا منکر نہ ہو وہ کافر نہیں، جس فرض کو ادا نہیں کرتا اس کا گناہ ہوتا ہے اور جو اعمال ادا کرتا ہے ان کا اجر ملتا ہے لیکن دین کی کسی ادنیٰ سے ادنیٰ بات کا تمسخر بھی کفر ہے جس سے اور بھی تمام ائمہ کے نماز روزہ نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں، بہت زیادہ قابل لحاظ امر ہے، اس لئے روزہ کے متعلق بھی کوئی ایسا لفظ سرگرم نہ کہے، اور اگر تمسخر وغیرہ نہ کرے تب بھی بغیر عذر افطار کر نیوالا فاسق ہے حتیٰ کہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ جو شخص رمضان میں عَلَى الْإِعْلَان بغیر عذر کے کھاوے اس کو قتل کیا جاوے لیکن قتل پر اگر اسلامی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے قدرت نہ ہو کہ یہ کام اہل التوہین کا ہے تو اس فرض سے کوئی بھی سبکدوش نہیں کہ اس کی اس ناپاک حرکت پر اظہار نفرت کرے اور اس سے کم تو ایمان کا کوئی درجہ ہی نہیں کہ اس کو دل سے بُرا سمجھے۔ حق تعالیٰ شانہ اپنے مُطیع بندوں کے طفیل مجھے بھی نیک اعمال کی توفیق نصیب فرماویں کہ سب سے زیادہ کوتاہی کرنے والوں میں ہوں۔ فصل اول میں دس حدیثیں کافی سمجھتا ہوں کہ ماننے والے کے لئے ایک بھی کافی ہے چہ جائیکہ تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ اور نہ ماننے والے کیلئے جتنا بھی لکھا جائے بیکار ہے حق تعالیٰ شانہ سب مسلمانوں کو عمل کی توفیق نصیب فرماویں۔





## فصل ثانی



### شبِ قدر کے بیانات میں

رمضان المبارک کی راتوں میں سے ایک رات شبِ قدر کہلاتی ہے جو بہت ہی برکت اور خیر کی رات ہے۔ قرآن پاک میں اس کو ہزار مہینوں سے افضل بتلایا ہے۔ ہزار مہینے کے تراسی برس چار ماہ ہوتے ہیں خوش نصیب ہے وہ شخص جس کو اس رات کی عبادت نصیب ہو جائے کہ جو شخص اس ایک رات کو عبادت میں گزارے اس نے گویا تراسی برس چار ماہ سے زیادہ زمانہ کو عبادت میں گزار دیا اور اس زیادتی کا بھی حال معلوم نہیں کہ ہزار مہینے سے کتنے ماہ زیادہ افضل ہے۔ اللہ جلّ شانہ کا حقیقہ بہت ہی بڑا انعام ہے کہ قدر دانوں کے لئے یہ ایک بے نہایت نعمت مرحمت فرمائی۔ دُرّ منثور میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حضور کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ شبِ قدر حق تعالیٰ جلّ شانہ نے میری امت کو مرحمت فرمائی ہے پہلی امتوں کو نہیں ملی۔ اس بارے میں مختلف روایات ہیں کہ اس انعام کا سبب کیا ہوا۔ بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی امتوں کی عمروں کو دیکھا کہ بہت بہت ہوتی ہیں اور آپ کی امت کی عمریں بہت کھوڑی ہیں اگر وہ نیک اعمال میں اُن کی برابری بھی کرنا چاہیں تو ناممکن۔ اس سے اللہ کے لاڈلے نبی کو رنج ہوا۔ اس کی تلافی میں یہ رات مرحمت ہوئی کہ اگر کسی خوش نصیب کو دس راتیں بھی نصیب ہو جاویں اور ان کو عبادت میں گزار دے تو گویا آٹھ سو تینتیس برس چار ماہ سے بھی زیادہ زمانہ کامل عبادت میں گزار دیا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ ایک ہزار مہینے تک اللہ کے راستہ میں جہاد کرتا رہا صحابہؓ کو اس پر رشک آیا تو اللہ جلّ شانہ نے اُن کو انعام فرمایا کہ اس کی تلافی کے لئے اس رات کا نزول فرمایا۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے چار حضرات کا ذکر فرمایا حضرت ایوبؑ، حضرت کریمؑ، حضرت حزقیلؑ، حضرت یوشعؑ کہ انہی انہی برس تک اللہ کی عبادت میں مشغول رہے اور ان کے جھکنے کے برابر بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی۔ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حیرت ہوئی تو حضرت

جبریل علیہ السلام حاضر خدمت ہوتے اور سورۃ الْقَدْر سنائی۔ اس کے علاوہ اور بھی روایات ہیں۔ اس قسم کے اختلافِ روایت کی اکثر وجہ یہ ہوتی ہے کہ ایک ہی زمانہ میں جب مختلف واقعات کے بعد کوئی آیت نازل ہوتی ہے تو ہر واقعہ کی طرف نسبت ہو سکتی ہے۔ بہر حال سبب نزول جو بھی کچھ ہوا ہو لیکن اُمتِ محمدیہ کے لئے یہ اللہ جلّ شانہ کا بہت ہی بڑا انعام ہے یہ رات بھی اللہ ہی کا عطیہ ہے اور اس میں عمل بھی اسی کی توفیق سے منتشر ہوتا ہے ورنہ ۔۔۔

تہیدستانِ قسمت را چہ سود از راہِ بیکر کامل  
کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

کس قدر قابلِ رشک ہیں وہ مشائخ جو فرماتے ہیں کہ بلوغ کے بعد سے مجھ سے شبِ قدر کی موت کبھی فوت نہیں ہوتی، البتہ اس رات کی تعیین میں علماء امت کے درمیان میں بہت ہی کچھ اختلاف ہے۔ تقریباً پچاس کے قریب اقوال ہیں سب کا احاطہ دشوار ہے البتہ مشہور اقوال کا ذکر غریب آنے والا ہے۔ مکتبِ احادیث میں اس رات کی فضیلت مختلف انواع اور متعدد روایات سے وارد ہوئی ہے جن میں سے بعض کا ذکر آتا ہے مگر چونکہ اس رات کی فضیلت خود قرآن پاک میں بھی مذکور ہے اور مستقل ایک سورت اس کے بارے میں نازل ہوئی ہے اسلئے مناسب ہے کہ اول اس سورۃ شریفہ کی تفسیر لکھ دی جائے۔ ترجمہ حضرت اقدس حکیم الامتہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ کی تفسیر بیان القرآن سے ماخوذ ہے اور فوائد دوسری کتب سے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۚ وَبِشَکِّہُمْ ہم نے قرآن پاک کو شبِ قدر میں اُتارا ہے۔

**ف** : یعنی قرآن پاک لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر اسی رات میں اُتر ہے۔ یہ ہی ایک بت اس رات کی فضیلت کے لئے کافی تھی کہ قرآن پاک جیسی عظمت والی چیز اس میں نازل ہوئی چہ جائیکہ اس میں اور بھی بہت سے برکات و فضائل شامل ہو گئے ہوں۔ آگے زیادتی شوق کے لئے ارشاد فرماتے ہیں وَمَا اَدْرَاکَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۚ کچھ معلوم بھی ہے کہ شبِ قدر کیسی بڑی چیز ہے یعنی اس رات کی بڑائی اور فضیلت کا آپ کو علم بھی ہے کہ کتنی خوبیاں اور کس قدر فضائل اس میں ہیں۔ اس کے بعد چند فضائل کا ذکر فرماتے ہیں۔ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَہِدٍ ۚ شبِ قدر ہزاروں مہینوں سے بہتر ہے یعنی ہزار مہینہ تک عبادت کرنے کا جس قدر ثواب ہے اُس سے زیادہ شبِ قدر میں عبادت کرنے کا ثواب ہے اور اس زیادتی کا علم بھی نہیں کہ کتنی زیادہ ہے تَنْزِیْلُ الْمَلٰٓئِکَۃِ ۚ اس رات میں فرشتے اُترتے ہیں۔ علامہ رازیؒ لکھتے ہیں کہ ملائکہ نے جب ابتداء میں تھے دیکھا تھا تو تجھ سے نفرت ظاہر کی تھی، اور بارگاہِ عالی میں عرض کیا تھا کہ ایسی چیز کو آپ پیدا



فرماتے ہیں جو دنیا میں فساد کرے اور غون بہاوے اس کے بعد والدین نے جب تجھے اول دیکھا  
 تھا جب کہ تو منی کا قطرہ تھا تو تجھ سے نفرت کی تھی۔ حتیٰ کہ کپڑے کو اگر لگ جاتا تو کپڑے کو دھونے  
 کی نوبت آتی۔ لیکن جب حق تعالیٰ شانہ نے اس قطرہ کو بہتر صورت مرحمت فرمادی تو والدین کو  
 بھی شفقت اور پیار کی نوبت آئی اور آج جب کہ توفیق الہی سے تو شب قدر میں معرفت الہی  
 اور طاعت ربانی میں مشغول ہے تو ملائکہ بھی اپنے اس فقرہ کی معذرت کرنے کیلئے اترتے ہیں  
 وَاللَّيْلِ فِيهَا اور اس رات میں رُوح القدس یعنی حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی نازل ہوتا  
 ہے رُوح کے معنی میں مُفسِّرین کے چند قول ہیں۔ مجہور کا یہی قول ہے جو اوپر لکھا گیا کہ اس سے حضرت  
 جبریل علیہ السلام مراد ہیں۔ علامہ رازی نے لکھا ہے کہ یہی قول زیادہ صحیح ہے اور حضرت جبریل  
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کی افضلیت کی وجہ سے ملائکہ کے ذکر کے بعد خاص طور سے ان کا ذکر فرمایا بعض  
 کا قول ہے کہ رُوح سے مراد ایک بہت بڑا فرشتہ ہے کہ تمام آسمان و زمین اس کے سامنے ایک  
 قدم کے بقدر ہیں۔ بعضوں کا قول ہے کہ اس سے مراد فرشتوں کی ایک مخصوص جماعت ہے جو اور  
 فرشتوں کو بھی صرف کُنُوتُ الْقَدْرِ ہی میں نظر آتے ہیں۔ چوتھا قول یہ ہے کہ یہ اللہ کی کوئی مخصوص مخلوق  
 ہے جو کھاتے پیتے ہیں مگر نہ فرشتے ہیں نہ انسان۔ پانچواں یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد ہیں جو  
 اُمّتِ محمدیہ کے کارنامے دیکھنے کے لئے ملائکہ کے ساتھ اترتے ہیں۔ چھٹا قول یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ  
 کی خاص رحمت ہے یعنی اس رات میں ملائکہ نازل ہوتے ہیں اور ان کے بعد میری رحمت خاص  
 نازل ہوتی ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی چند اقوال ہیں مگر مشہور قول پہلا ہی ہے۔ سُنُّنِ بَیْهَقِی میں  
 حضرت انس رضی اللہ عنہ کے واسطے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ شب قدر میں حضرت  
 جبریل علیہ السلام فرشتوں کے ایک گروہ کے ساتھ اترتے ہیں اور جس شخص کو ذکر وغیرہ میں  
 مشغول دیکھتے ہیں اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ أَمْرٍ پُورے روز گاہ  
 کے حکم سے ہر امر خیر کو لے کر زمین کی طرف اترتے ہیں۔ مظاہر حق میں لکھا ہے کہ اسی رات میں  
 ملائکہ کی پیدائش ہوتی اور اسی رات میں آدم کا مادہ جمع ہونا شروع ہوا۔ اسی رات میں جنت میں  
 درخت لگائے گئے اور دعا وغیرہ کا قبول ہونا تو بکثرت روایات میں وارد ہے۔ دُرِّ مُنْشُور کی ایک  
 روایت میں ہے کہ اسی رات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اُٹھائے گئے، اور اسی رات میں  
 یعنی اسرائیل کی توبہ قبول ہوئی مسلام وہ رات سراپا سلام ہے یعنی تمام رات ملائکہ کی طرف سے مَنِّین  
 پر سلام ہوتا رہتا ہے کہ ایک فوج آتی ہے دوسری جاتی ہے جیسا کہ بعض روایات میں اس کی تصریح ہے۔



کو یہ موقع بھی نہیں رہا کہ حضور کی حرص کون کر سکتا ہے اور کس سے ہو سکتی ہے۔ دل میں سما جانے کی بات ہے کہ چاہنے والے کے لئے دودھ کی نہر پہاڑ سے کھودنی بھی مشکل نہیں ہوتی، مگر یہ بات کسی کی جوتیاں رسیدھی کے بغیر مشکل سے حاصل ہوتی ہے۔

تمنا درِ دل کی ہے تو کر خدمتِ فقیر و نیاز  
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزانوں میں

آخر کیا بات تھی کہ حضرت عمرؓ عشرہ کی نماز کے بعد گھر میں تشریف لے جاتے اور صبح تک نماز میں گزار دیتے تھے۔ حضرت عثمانؓ دن بھر روزہ رکھتے اور رات بھر نماز میں گزار دیتے۔ صرف رات کے اول ہفتہ میں تھوڑا سا سوتے تھے، رات کی ایک ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھ لیتے تھے۔ شہرِ احیاء میں ابو طالبؓ مکتی سے نقل کیا ہے کہ چالیس تابعین سے بطریقِ تواتر یہ بات ثابت ہے کہ وہ عشرہ کے وضو سے نماز صبح پڑھتے تھے۔ حضرت شدادؓ رات کو لیٹتے اور تمام رات کروٹیں بدل کر صبح کر دیتے اور کہتے یا اللہ آگ کے ڈرنے میری نیند اڑادی۔ اسود بن یزیدؓ رمضان میں مغرب عشرہ کے درمیان تھوڑی دیر سوتے اور بس۔ یَعْنِدُ بْنُ السَّيِّبِ کے متعلق منقول ہے کہ پچاس برس تک عشرہ کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی۔ جلد بن اسیمؓ رات بھر نماز پڑھتے اور صبح کو یہ دعا کرتے کہ یا اللہ میں اس قابل تو نہیں ہوں کہ جنت مانگوں، صرف اتنی درخواست ہے کہ آگ سے بچا دیجو۔ حضرت قتادہؓ تمام رمضان تو ہر تین رات میں ایک قرآن ختم فرماتے مگر عشرہ اخیرہ میں ہر رات میں ایک قرآن شریف ختم کرتے۔ امام ابو حنیفہؒ کا چالیس سال تک عشرہ کے وضو سے صبح کی نماز پڑھنا آنا مشہور و معروف ہے کہ اس سے انکار تاریخ کے اعتماد کو ہٹاتا ہے۔ جب اُن سے پوچھا گیا کہ آپ کو یہ قوت کس طرح حاصل ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے اللہ کے ناموں کے طفیل ایک مخصوص طریق پر دعا کی تھی۔ صرف دو پہر کو تھوڑی دیر سوتے اور فرماتے کہ حدیث میں قیلُولہ کا ارشاد ہے گویا دو پہر کے سونے میں کبھی اتباعِ سنت کا ارادہ ہوتا۔ قرآن شریف پڑھتے ہوئے اتنا روتے کہ پڑوسیوں کو ترس آنے لگتا تھا۔ ایک مرتبہ ساری رات اس آیت کو پڑھتے اور روتے گزاردی بَلِّ السَّاعَةَ مَوْعِدُهُمْ (سودۃ قصص رکوع ۳) ابراہیم بن ابراہیمؓ رمضان المبارک میں نہ تو دن کو سوتے نہ رات کو۔ امام شافعیؒ رمضان المبارک میں دن رات کی نمازوں میں ساٹھ قرآن شریف ختم کرتے اور ان کے علاوہ سینکڑوں کے واقعات ہیں جنہوں نے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ پر عمل کر کے بتلادیا کرنے والے کے لئے کچھ مشکل نہیں۔ یہ سلف کے واقعات ہیں۔ اب بھی کرنے والے موجود ہیں اس درجہ کا مجاہدہ نہ ہی مگر اپنے زمانہ کے موافق اپنی طاقت و قدرت کے موافق نمونہ سلف اب بھی موجود ہیں

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا اقتدار کرنے والے اس دورِ فساد میں بھی موجود ہیں، نہ راحت و آرام انہماکِ عبادت سے مانع ہوتا ہے نہ دنیوی مشاغل سب راہ ہوتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ جلّ جلالہ کا ارشاد ہے۔ اے ابنِ آدم تو میری عبادت کے لئے فارغ ہو جا، میں تیرے سینے کو غنا سے بھر دوں گا اور تیرے فقر کو بند کر دوں گا اور نہ تیرے سینہ کو مشاغل سے بھر دوں گا اور فقر زائل نہیں ہو گا۔ روزِ مژدہ کے مشاہدات اس پتے ارشاد کے شاہدِ عدل ہیں۔

۳ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ نَزَلَ جِبْرِئِيلُ فِي كَبْكَبَةٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ يُصَلُّونَ عَلَى كُلِّ عَبْدٍ قَائِمٍ أَوْ قَائِدٍ يَذْكُرُ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ فَإِذَا كَانَ يَوْمُ عِيدِهِمْ لَعْنَى يَوْمٍ فَطَرَهُمْ بَاهِي بِهِمْ مَلَائِكَتُهُ فَقَالَ يَا مَلَائِكَتِي مَا جِئْتُنَّ أَجْبِرُ وَفِي عَمَلِكُمْ قَالُوا رَبَّنَا جَزَاؤُهُ أَنْ يُؤْتَى أَجْرُهُ قَالَ مَلَائِكَتِي عِيدِي وَإِمَائِي قَضُوا فَرِيضَتِي عَلَيْهِمْ ثُمَّ خَرَجُوا يَعْبُدُونَ إِلَى الدُّعَاءِ وَعِزَّتِي وَجَدَلِي وَكَرَمِي وَعُلُوَّتِي وَانْتِفَاعَ مَكَانِي لَا جِئْتُنَّهُمْ فَيَقُولُ ارْجِعُوا فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ وَبَدَلْتُ سَيِّئَاتِكُمْ حَسَنَاتٍ قَالَ فَيَرْجِعُونَ مَغْفُورًا لَهُمْ. (رواد البیهقی فی شعب الایمان کذا فی مشکوٰۃ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شبِ قبلے میں حضرت جبریلؑ ملائکہ کی ایک جماعت کے ساتھ آتے ہیں اور اس شخص کیلئے جو کھڑے یا بیٹھے اللہ کا ذکر کر رہا ہے (اور عبادت میں مشغول ہے) دعائے رحمت کرتے ہیں اور جب عید الفطر کا دن ہوتا ہے تو حق تعالیٰ جلّ شانہ اپنے فرشتوں کے سامنے بندوں کی عبادت پر فخر فرماتے ہیں (اسی لئے کہ انہوں نے آدمیوں پر طعن کیا تھا) اور ان سے دریافت فرماتے ہیں کہ اے فرشتو اس مزدور کا جو اپنی خدمت پوری پوری ادا کرے کیا بدلہ ہے وہ عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب اس کا بدلہ یہی ہے کہ اُس کی اُجرت پوری دیدی جائے تو ارشاد ہوتا ہے کہ فرشتو! میرے غلاموں نے اور باندیوں نے میرے فریضہ کو پورا کر دیا پھر دعا کے ساتھ چلا تے ہوئے (عید گاہ کی طرف) نکلتے ہیں میری عزت کی قسم میرے جلال کی قسم میری بخشش کی قسم میرے علو شان کی قسم میرے بلند مقام کی قسم میں ان لوگوں کی دُعا ضرور

عہ: انصب وقل بالرفع کذا فی الرقات ۱۲

قبول کروں گا پھر ان لوگوں کو خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ جاؤ تمہارے گناہ معاف کر دیئے ہیں اور تمہاری بُرائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا ہے پس یہ لوگ عید گاہ سے ایسے حال میں لوٹتے ہیں کہ ان کے گناہ معاف ہو چکے ہوتے ہیں۔

**ف :** حضرت جبریلؑ کا ملائکہ کے ساتھ آنا خود قرآن پاک میں بھی مذکور ہے جیسا کہ پہلے گزچکا اور بہت سی احادیث میں بھی اس کی تصریح ہے۔ رسالہ کی سب سے اخیر حدیث میں اس کا مفصل ذکر کیا ہے کہ حضرت جبریلؑ علیہ السلام تمام فرشتوں کو تقاضا فرماتے ہیں کہ ہر ذاکر و شاغل کے گھر جاویں اور اُن سے مُصافحہ کریں۔ غالیۃ المواعظ میں حضرت اقدس شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی غنیۃ سے نقل کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ فرشتے حضرت جبریلؑ کے کہنے سے مُتفرق ہو جاتے ہیں اور کوئی گھر چھوٹا بڑا جنگل یا کشتی ایسی نہیں ہوتی جس میں کوئی مومن ہو اور وہ فرشتے مُصافحہ کرنے کے لئے وہاں نہ جاتے ہوں لیکن اُس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کُتیا یا سُر ہو یا حرام کاری کی وجہ سے جنبی یا تصویر ہو۔ مسلمانوں کے کتے گھر ایسے ہیں جن میں خیالی زینت کی خاطر تصویریں لٹکائی جاتی ہیں اور اللہ کی اتنی بڑی نعمتِ رحمت سے اپنے ہاتھوں اپنے کو محروم کرتے ہیں۔ تصویر لٹکانے والا ایک گناہ ہوتا ہے مگر اس گھر میں رحمت کے فرشتوں کے داخل ہونے سے روکنے کا سبب بن کر سارے ہی گھر کو اپنے ساتھ محروم رکھتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتی ہیں کہ لَیْلَةُ الْقَدْرِ مَرَضَانِ کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کیا کرو۔

(۴۰) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوُثْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ (مشکوۃ)

عن البخاری،

**ف :** جمہور علماء کے نزدیک اخیر عشرہ اکیسویں رات سے شروع ہوتا ہے عام ہے کہ مہینہ ۲۹ کا ہو یا ۳۰ کا۔ اس حساب سے حدیث بالا کے مطابقی شقیہ کی تلاش ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹ راتوں میں کرنا چاہیے اگر مہینہ ۲۹ کا ہو تب بھی اخیر عشرہ یہی کہلاتا ہے مگر ابن حزمؒ کی رائے ہے کہ عشرہ کے معنی دس کے ہیں لہذا اگر تیس کا چاند رمضان المبارک کا ہو تب تو یہ ہے لیکن اگر ۲۹ کا چاند ہو تو اس صورت میں اخیر عشرہ بیسویں شب سے شروع ہوتا ہے اور اس صورت میں وتر راتیں یہ



ہونے ۲۰۲۰، ۲۰۲۱، ۲۰۲۲، ۲۰۲۳، ۲۰۲۴، ۲۰۲۵۔ لیکن نبی کریم ﷺ نیکۃ القدر ہی کی تلاش میں رمضان المبارک کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے اور وہ بالاتفاق اکیسویں شب سے شروع ہوتا تھا۔ اس لئے بھی جمہور کا قول اکیسویں رات سے طاق راتوں میں قوی احتمال ہے زیادہ رائج ہے۔ اگرچہ احتمال اور راتوں میں بھی ہے اور دونوں قولوں پر تلاش جب ممکن ہے کہ بیسویں شب سے لے کر عید کی رات تک ہر رات میں جاگتا رہے اور شب قدر کی فکر میں لگا رہے۔ دس گیارہ راتیں کوئی ایسی اہم یا مشکل چیز نہیں جن کو جاگ کر گزار دینا اس شخص کے لئے کچھ مشکل ہو جو ثواب کی امید رکھتا ہو۔

صد سال میتواں بہ تمنا گریستن  
حضرت عبادة کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اس لئے باہر تشریف لائے تاکہ  
بیس شب قدر کی اطلاع فرما دیں مگر دو  
مسلمانوں میں جھگڑا ہو رہا تھا۔ حضرت نے  
ارشاد فرمایا کہ میں اسلئے آیا تھا کہ تمہیں شب قدر  
کی خبر دوں مگر فلاں فلاں شخصوں میں جھگڑا  
ہو رہا تھا کہ جس کی وجہ سے اس کی تعیین  
اٹھالی گئی۔ کیا بعید ہے کہ یہ اٹھا لینا اللہ کے  
علم میں بہتر ہو لہذا اب اس رات کو نوں

عربی اگر بگریہ میسر شدے وصال  
(۵) عَنْ عَبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ  
خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
لَاخِبًا نَا بِلَيْكَةِ الْقَدْرِ فَتَلَا حَى  
رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَقَالَ  
خَرَجْتُ لِأَخْبِرْكُمْ بِلَيْكَةِ الْقَدْرِ  
فَتَلَا حَى فَلَاكَ وَفَلَاكَ فَرَفَعْتُ  
وَعَسَى أَنْ تَكُونَ خَيْرًا لَكُمْ  
فَاَلْتَسُوْهَا فِي التَّاسِعَةِ وَالسَّابِعَةِ  
وَالْخَامَةِ (مشکوٰۃ عن البخاری)

اور ساتویں اور پانچویں رات میں تلاش کرو۔

**ف**: اس حدیث میں تین مضمون قابل غور ہیں۔ امر اول جو سب سے اہم ہے وہ جھگڑا ہے جو اس  
قدر سخت بُری چیز ہے کہ اس کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے شب قدر کی تعیین اٹھالی گئی اور صرف یہی نہیں  
بلکہ جھگڑا ہمیشہ بُرکات سے محرومی کا سبب ہوا کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ  
تمہیں نماز روزہ صدقہ وغیرہ سب سے افضل چیز بتلاؤں۔ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور حضورؐ نے فرمایا  
کہ آپس کا سلوک سب سے افضل ہے اور آپس کی لڑائی دین کو مونڈنے والی ہے یعنی جیسے استرے کے  
سر کے بال ایک دم صاف ہو جاتے ہیں آپس کی لڑائی سے دین بھی اسی طرح صاف ہو جاتا ہے  
دنیا دار دین سے بے خبر لوگوں کا کیا ذکر جب کہ بہت سی لمبی لمبی تسبیحیں پڑھنے والے دین کے عویلا  
بھی ہر وقت آپس کی لڑائی میں مبتلا رہتے ہیں اول حضورؐ کے ارشاد کو غور سے دیکھیں اور پھر اپنے

اس دین کی فکر کریں جس کے گھمنڈ میں صلح کے لئے جھکنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ فصل اول میں روزہ کے آداب میں گذر چکا ہے، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی آبروریزی کو بدترین سود اور نجیشت ترین سود ارشاد فرمایا ہے لیکن ہم لوگ لڑائی کے زور میں نہ مسلمان کی آبرو کی پرواہ کرتے ہیں نہ اللہ اور اس کے پیچھے رسول کے ارشادات کا خیال۔ خود اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے وَلَا تَنَازَعُوا فَعَفَا غُفَاؤُكُمْ الْاٰیۃ اور نزاع مت کرو، ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمھاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ آج وہ لوگ جو ہر وقت دوسروں کا وقار گھٹانے کی فکر میں رہتے ہیں تنہائی میں بیٹھ کر غور کریں کہ خود وہ اپنے وقار کو کتنا مدرسہ پہنچا رہے ہیں اور اپنی ان ناپاک اور کینہہ حرکتوں سے اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں کتنے ذلیل ہو رہے ہیں اور پھر دنیا کی ذلت بدیہی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ چھوٹ چھٹا رکھے اگر اس حالت میں مر گیا تو سیدھا جہنم میں جاوے گا۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ہر پر جمعرات کے دن اللہ کی حضور میں بندوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں اور اللہ جل شانہ کی رحمت سے (نیک اعمال کی بدولت، مشرکوں کے علاوہ اوروں کی مغفرت ہوتی رہتی ہے مگر جن دو میں جھگڑا ہوتا ہے، ان کی مغفرت کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ ان کو چھوڑے رکھو جب تک صلح نہ ہو۔ ایک حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ ہر پر جمعرات کو اعمال کی پیشی ہوتی ہے، اس میں توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول ہوتی ہے اور استغفار کرنے والوں کی استغفار قبول کی جاتی ہے مگر آپس میں لڑنے والوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ شبِ برأت میں اللہ کی رحمت عامہ خلقت کی طرف متوجہ ہوتی ہے (اور ذرا ذرا سے پہلو سے) مخلوق کی مغفرت فرمائی جاتی ہے مگر وہ شخصوں کی مغفرت نہیں ہوتی، ایک کافر دوسرا وہ جو کسی سے کینہ رکھے، ایک جگہ ارشاد ہے کہ تین شخص میں جن کی نماز قبولیت کے لئے ان کے سر سے ایک بالشت بھی اوپر نہیں جاتی، جن میں آپس کے لڑنے والے بھی فرماتے ہیں۔ یہ جگہ ان روایات کے احاطہ کی نہیں مگر چند روایات اس لئے لکھی دی ہیں کہ ہم لوگوں میں عوام کا ذکر نہیں خواص میں اور ان لوگوں میں جو شرفاء کہلاتے ہیں دیندار سمجھے جاتے ہیں ان کی مجالس، ان کے مجامع، ان کی تقریبات، اس کینہہ حرکت سے لبریز ہیں، خالی اللہ المشتکی واللہ المستعان۔ لیکن ان سب کے بعد یہ بھی معلوم ہونا ضروری ہے کہ یہ سب نبوی دشمنی اور عداوت پر ہے۔ اگر کسی شخص کے فسق کی وجہ سے یا کسی دینی امر کی حمایت کی وجہ سے ترک تعلق کرے تو جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے ایک مرتبہ حضورؐ کا ارشاد نقل فرمایا تو ان کے بیٹے نے اس پر ایسا لفظ کہہ دیا جو صورتاً حدیث پر اعتراض تھا۔ حضرت ابن عمرؓ مرنے تک ان سے نہیں بولے، اور

بھی اس قسم کے واقعات صحابہ کرامؓ کے ثابت ہیں لیکن اللہ تعالیٰ شانہ دانا و بینا ہیں، قلوب کے حال کو اچھی طرح جاننے والے ہیں، اس سے خوب واقف ہیں کہ کون سا ترک تعلق دین کی خاطر ہے اور کون سا اپنی وجاہت اور کسرِ شان اور بڑائی کی وجہ سے ہے۔ ویسے تو ہر شخص اپنے کینہ اور بغض کو دین کی طرف منسوب کر ہی سکتا ہے۔ دوسرا امر جو حدیثِ بالا میں معلوم ہوتا ہے وہ حکمتِ الہی کے سامنے رضا اور قبول و تسلیم ہے کہ باوجود اس کے کہ شبِ قدر کی تعیین کا اٹھ جانا صورتاً بہت ہی بڑی خیر کا اٹھ جانا تھا لیکن چونکہ اللہ کی طرف سے ہے اس لئے حضورؐ کا ارشاد ہے کہ شاید ہمارے لئے یہی بہتر ہو۔ نہایت عبرت اور غور کا مقام ہے اللہ جلّ شانہ کی رحیم و کریم ذات بندہ پر ہر وقت مہربان ہے۔ اگر بندہ اپنی بد اعمالی سے کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے تب بھی اللہ جلّ شانہ کی طرف سے تھوڑی سی توجہ اور اقرارِ عجز کے بعد اللہ کا کرم شامل حال ہو جاتا ہے اور وہ مصیبت بھی کسی بڑی خیر کا سبب بنا دی جاتی ہے اور اللہ کے لئے کوئی چیز مشکل نہیں چنانچہ علماء نے اُس کے اخفا میں بھی چند مصارحِ ارشاد فرمائے ہیں۔ اول یہ کہ اگر تعیین باقی رہتی تو بہت سی کوتاہ طالع ایسی ہوتیں کہ اور راتوں کا اہتمام بالکل ترک کر دیتیں اور اس صورت موجودہ میں اس احتمال پر کہ آج ہی شاید ثقیب ہو، مُتَعَدِّ راتوں میں عبادت کی توفیق طلب والوں کو نصیب ہو جاتی ہے۔ دوسری یہ کہ بہت سے لوگ ہیں کہ معاصی کئے بغیر اُن سے رہا ہی نہیں جاتا، تعیین کی صورت میں اگر باوجود معلوم ہونے کے اس رات میں محصیت کی جرأت کی جاتی تو سخت اندیشہ ناک تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ مسجد میں تشریف لائے ایک صحابیؓ سٹورے تھے۔ آپؐ نے حضرت علیؓ کو جہنم سے ارشاد فرمایا کہ ان کو جگادو تاکہ وضو کر لیں۔ حضرت علیؓ کرّم اللہ وجہہ نے جگادو دیا مگر حضورؐ سے پوچھا کہ آپؐ تو خیر کی طرف بہت تیزی سے چلنے والے ہیں آپؐ نے خود کیوں نہ جگادو دیا۔ حضورؐ نے فرمایا مبادا انکا کرڑھٹا اور میرے کہنے پر انکا رکھڑ ہو جاتا، تیرے کہنے سے انکا پر کفر نہیں ہو گا۔ تو اسی طرح حق سبحانہ و تقدّس کی رحمت نے گوارا نہ فرمایا کہ اس عظمت والی رات کے معلوم ہونے کے بعد کوئی گناہ پر جرأت کرے۔ تیسری یہ کہ تعیین کی صورت میں اگر کسی شخص سے وہ رات اتفاقاً چھوٹ جاتی تو آئندہ راتوں میں افسردگی و غم کی وجہ سے پھر کسی رات کا بھی جاگنا نصیب نہ ہوتا اور اب رمضان کی ایک دورات تو کم از کم ہر شخص کو میسر ہو ہی جاتی ہیں چوتھی یہ کہ جتنی راتیں طلب میں خرچ ہوتی ہیں اُن سب کا مستقل ثواب علیحدہ ملے گا۔ پانچویں یہ کہ رمضان کی عبادت میں حق تعالیٰ جلّ شانہ ملائکہ پر تفاخر فرماتے ہیں جیسا کہ پہلی روایات میں معلوم ہو چکا۔ اس صورت میں تفاخر کا زیادہ موقع ہے کہ بندے باوجود معلوم نہ ہونے کے



محض احتمال اور خیال پر رات رات بھر جاتے ہیں اور عبادت میں مشغول رہتے ہیں کہ جب احتمال پر اس قدر کوشش کر رہے ہیں اگر بتلا دیا جاتا کہ یہی رات شب قدر ہے تو پھر ان کی کوششوں کا کیا حال ہوتا۔ ان کے علاوہ اور بھی مصالح ہو سکتی ہیں۔ ایسے ہی امور کی وجہ سے عَادَةُ اللہ یہ جاری ہے کہ اس نوع کی اہم چیزوں کو مخفی فرما دیتے ہیں۔ چنانچہ اسمِ عظیم کو مخفی فرما دیا۔ اسی طرح جمعہ کے دن ایک وقت خاص مقبولیت دعا کا ہے اس کو بھی مخفی فرما دیا۔ ایسے ہی اور بھی بہت سی چیزیں اس میں شامل ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جھگڑے کی وجہ سے اس خاص رَمَضَانُ المبارک میں تعین مجلادی گئی ہو اور اس کے بعد دیگر مصلح مذکورہ کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے تعین ہٹا دی گئی ہو۔ تیسری بات جو اس حدیث پاک میں وارد ہے وہ شب قدر کی تلاش کے لئے تین راتیں ارشاد فرمائی ہیں نویں، ساتویں، پانچویں۔ دوسری روایات کے ملانے سے اتنا تو محقق ہے کہ یہ تینوں راتیں اخیر عشرہ کی ہیں لیکن اس کے بعد پھر چند احتمال ہیں کہ اخیر عشرہ میں اگر اول سے شمار کیا جائے تو حدیث کا محل ۲۹، ۲۵، ۲۴ رات ہوتی ہے اور اگر اخیر سے شمار کیا جائے جیسا کہ بعض الفاظ سے مترشح ہے تو پھر ۲۹ کے چاند کی صورت میں ۲۱، ۲۳، ۲۵ اور ۳۰ کے چاند کی صورت میں ۲۲، ۲۴، ۲۶ ہے۔ اس کے علاوہ بھی تعین میں روایات بہت مختلف ہیں۔ اور اسی وجہ سے علماء کے درمیان میں اس کے بارے میں بہت کچھ اختلاف ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ پچاس کے قریب علماء کے اقوال ہیں۔ روایات کے بکثرت اختلاف کی وجہ محققین کے نزدیک یہ ہے کہ یہ رات کسی تاریخ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ مختلف سالوں میں مختلف راتوں میں ہوتی ہے جس کی وجہ سے روایات مختلف ہیں کہ ہر سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال کے متعلق مختلف راتوں میں تلاش کا حکم فرمایا اور بعض سالوں میں متعین طور سے بھی ارشاد فرمایا۔ چنانچہ ابوہریرہ کی ایک روایت میں ہے کہ حضورؐ کی مجلس میں ایک مرتبہ شب قدر کا ذکر آیا تو آپؐ نے فرمایا کہ آج کو نسی تاریخ ہے۔ عرض کیا گیا کہ ۲۲ ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ آج ہی کی رات میں تلاش کرو۔ حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضورؐ سے عرض کیا کہ شب قدر نبی کے زمانہ کے ساتھ خاص رہتی ہے یا بعد میں بھی ہوتی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ قیامت تک رہے گی۔ میں نے عرض کیا کہ رمضان کے کس حصہ میں ہوتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ عشرہ اول اور عشرہ آخر میں تلاش کرو۔ پھر حضورؐ اور باتوں میں مشغول ہو گئے۔ میں نے موقع پا کر عرض کیا۔ اُجی یہ تو بتلا ہی دیجئے کہ عشرہ کے کون سے حصہ میں ہوتی ہے۔ حضورؐ اتنے ناراض ہوئے کہ نہ اس سے قبل مجھ پر اتنے خفا ہوتے تھے نہ بعد میں۔ اور فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ شانہ کا یہ مقصود ہوتا تو بتلا نہ دیتے، آخر کی سات رات میں تلاش کرو بس اس کے بعد

اور کچھ نہ پوچھیو۔ ایک صحابیؓ کو حضورؐ نے ۲۳ شبِ مُشَعِّینؓ طور پر ارشاد فرمائی۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں سورہا سنا مجھے خواب میں کسی نے کہا کہ اُنھ آج شبِ قدر ہے میں جلدی سے اُنھ کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں گیا تو آپ کی نماز کی نیت بندھ رہی تھی اور یہ رات ۲۳ شب تھی بعض روایات میں مُشَعِّینؓ طور سے ۲۴ شب کا ہونا بھی معلوم ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ارشاد ہے کہ جو شخص تمام سال رات کو جاگے وہ شبِ قدر کو پاس کتا ہے (یعنی شبِ قدر تمام سال میں دائر رہتی ہے) کسی نے اُبی بن کعبؓ سے اس کو نقل کیا تو وہ فرمانے لگے کہ ابن مسعودؓ کی غرض یہ ہے کہ لوگ ایک رات پر قناعت کر کے نہ بیٹھ جائیں پھر قسم کھا کر یہ بتلایا کہ وہ ۲۴ رمضان کو ہوتی ہے، اور اسی طرح سے بہت سے صحابہؓ اور تابعینؓ کی رائے ہے کہ وہ ۲۴ شب میں ہوتی ہے۔ اُبی بن کعبؓ کی تحقیق یہی ہے ورنہ ابن مسعودؓ کی تحقیق وہی ہے کہ جو شخص تمام سال جاگے وہ اس کو معلوم کر سکتا ہے۔ اور دُرِّ مُشَوَّر کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ سے یہی نقل کرتے ہیں۔ ائمہ میں سے بھی امام ابو حنیفہؒ کا مشہور قول یہ ہے کہ یہ تمام سال میں دائر رہتی ہے۔ دوسرا قول امام صاحبؒ کا یہ ہے کہ تمام رمضان میں دائر رہتی ہے۔ صاحبینؒ کا قول ہے کہ تمام رمضان کی کسی ایک رات میں ہے جو مُشَعِّینؓ ہے، مگر معلوم نہیں۔ شافعیہ کا راجح قول یہ ہے کہ ۲۱ شب میں ہونا اقرب ہے۔ امام مالکؒ اور امام احمد ابن حنبلؒ کا قول یہ ہے کہ رمضان کے آخر عشرہ کی طاق راتوں میں دائر رہتی ہے، کسی سال کسی رات میں اور کسی سال کسی دوسری رات میں۔ جہنور علماء کی رائے یہ ہے کہ ستائیسویں رات میں زیادہ امید ہے۔ شیخ النعارینؒ محی الدین ابن عربیؒ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک ان لوگوں کا قول زیادہ صحیح ہے جو کہتے ہیں کہ تمام سال میں دائر رہتی ہے اس لئے کہ میں نے دو مرتبہ اس کو شعبان میں دیکھا ہے ایک مرتبہ ۱۵ کو اور ایک مرتبہ ۱۹ کو اور دو مرتبہ رمضان کے درمیانی عشرہ میں ۱۳ کو اور ۱۸ کو اور رمضان کے آخر عشرہ کی ہر طاق رات میں دیکھا ہے اس لئے مجھے اس کا یقین ہے کہ وہ سال کی راتوں میں پھرتی رہتی ہے لیکن رمضان المبارک میں بحشرت پائی جاتی ہے۔ ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ شبِ قدر سال میں دو مرتبہ ہوتی ہے ایک وہ رات ہے جس میں احکامِ خداوندی نازل ہوتے ہیں اور اسی رات میں قرآن شریف لوح محفوظ سے اُترا ہے، یہ رات رمضان کے ساتھ مخصوص نہیں تمام سال میں دائر رہتی ہے لیکن جس سال قرآن پاک نازل ہوا، اس سال رمضان المبارک میں تھی اور اکثر رمضان المبارک ہی میں ہوتی ہے۔ اور دوسری شبِ قدر وہ ہے جس میں روحانیت کا ایک خاص انتشار ہوتا ہے اور ملائکہ بحشرت زمین پر اترتے ہیں، اور

شیاطین دور رہتے ہیں۔ دعائیں اور عبادتیں قبول ہوتی ہیں۔ یہ سب رمضان میں ہوتی ہے اور اخیر عشرہ کی وتر راتوں میں ہوتی ہے اور بدلتی رستی ہے۔ میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ و برد مضجعہ اسی قول کو راجع فرماتے تھے۔

بہر حال شب قدر ایک ہو یا دو، ہر شخص کو اپنی ہمت و وسعت کے موافق تمام سال اس کی تلاش میں سعی کرنا چاہیے، نہ ہو سکے تو رمضان بھر جستجو چاہیے۔ اگر یہ بھی مشکل ہو تو عشرہ اخیرہ کو غنیمت سمجھنا چاہیے، اتنا بھی نہ ہو سکے تو عشرہ اخیرہ کی طاق راتوں کو ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہیے اور اگر خدا نخواستہ یہ بھی نہ ہو سکے تو ستائیسویں شب کو تو بہر حال غنیمت بار دہ سمجھنا ہی چاہیے کہ اگر تائید ایزدی شامل حال ہے اور کسی خوش نصیب کو میسر ہو جائے تو پھر تمام دنیا کی نعمتیں اور راحتیں اس کے مقابلہ میں پہنچ ہیں، لیکن اگر میسر نہ بھی ہو تب بھی اجر سے خالی نہیں، بالخصوص مغرب عشرہ کی نماز جماعت سے مسجد میں ادا کرنے کا اہتمام تو ہر شخص کو تمام سال بہت ہی ضروری ہونا چاہیے کہ اگر خوش قسمتی سے شب قدر کی رات میں یہ دو نمازیں جماعت سے میسر ہو جائیں تو کس قدر بجا جماعت نمازوں کا ثواب ملے، اللہ کا کس قدر بڑا انعام ہے کہ کسی دینی کام میں اگر کوشش کی جاوے تو کاسیالی نہ ہونے کی صورت میں بھی اس کوشش کا اجر ضرور ملتا ہے لیکن اس کے باوجود کتنے ہمت والے ہیں جو دین کے درپے ہیں، دین کے لئے مرتے ہیں کوششیں کرتے ہیں اور اس کے بالمقابل اعراض و دنیویہ میں کوشش کے بعد اگر نتیجہ مُرتب نہ ہو تو وہ کوشش بے کار اور ضائع۔ لیکن اس پر بھی کتنے لوگ ہیں کہ دنیوی اعراض اور بے کار و لغو امور کے حاصل کرنے کے لئے جان و مال دونوں کو برباد کرتے ہیں۔

بہیں تفاوت رہا از کجا است تا بجا

(۶) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ أَنَّهُ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ فَقَالَ فِي رَمَضَانَ فِي الْعَشْرِ الْآخِرِ فَإِنَّهَا فِي لَيْلَةٍ وَتُرَى فِي أَحَدِ عَشْرٍ أَوْ ثَلَاثٍ وَعَشْرٍ أَوْ خَمْسٍ وَعَشْرٍ أَوْ سَبْعٍ وَعَشْرٍ أَوْ تِسْعٍ وَعَشْرٍ

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شب قدر کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ رمضان کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں ہے ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹، یا رمضان کی آخرات میں، جو شخص ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے اس رات میں عبادت کرے



أَوْ آخِرَ لَيْلَةٍ مِّن رَّمَضَانَ مَن  
قَامَهَا إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ  
مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمِنْ أَمَلَاتِهَا  
أَنَّهَا لَيْلَةٌ بَلَاجَةٌ صَافِيَةٌ سَاكِتَةٌ  
سَاجِيَةٌ لَّحَارَةٍ وَلَا بَارِدَةٌ كَأَنَّ  
فِيهَا قَمَرًا سَاطِعًا لَا يَجِلُّ لِنَجْمٍ  
أَنْ يُرْمَى بِهِ تِلْكَ اللَّيْلَةُ حَتَّى الْقَبَاحِ  
وَمِنْ أَمَلَاتِهَا أَنَّ الشَّمْسَ تَطْلُعُ  
صَبِيحَتَهَا لَا شُعَاعَ لَهَا مُسْتَوِيَّةٌ  
كَأَنَّهَا الْقَمَرُ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَحَرَّمَ  
اللَّهُ عَلَى الشَّيْطَانِ أَنْ يُخْرِجَ مَعَهَا  
يَوْمَئِذٍ - (در منشور عن احمد و  
البیهقی و محمد بن نصر و غیرہ)

اس کے پچھلے سب گناہ مُعاف ہو  
جاتے ہیں۔ اس رات کی مہملہ اور علامتوں  
کے یہ ہے کہ وہ رات کھلی ہوئی چمکدار  
ہوتی ہے، صاف شفاف نہ زیادہ گرم  
نہ زیادہ ٹھنڈی، بلکہ معتدل گویا کہ اس  
میں انوار کی کثرت کی وجہ سے) چاند کھلا  
ہوا ہے اس رات میں صبح تک آسمان  
کے ستارے شیاطین کو نہیں مارے جاتے  
نیز اس کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس  
کے بعد کی صبح کو آفتاب بغیر شعاع کے  
طلوع ہوتا ہے ایسا بالکل ہموار نیکی کی  
طرح ہوتا ہے جیسا کہ چودھویں رات کا چاند  
اللہ جلّ شأنہ نے اس دن کے آفتاب  
کے طلوع کے وقت شیطان کو اس کے ساتھ نکلنے سے روک دیا (بخلاف اور دنوں کے کہ  
طلوع آفتاب کے وقت شیطان کا اس جگہ ظہور ہوتا ہے)۔

**ف** : اس حدیث کا اول مضمون تو سابقہ روایات میں ذکر ہو چکا ہے۔ آخر میں شب قدر کی چند  
علامات ذکر کی ہیں جن کا مطلب صاف ہے کسی توضیح کا محتاج نہیں، ان کے علاوہ اور بھی بعض علامات  
روایات میں اور ان لوگوں کے کلام میں ذکر کی گئی ہیں جن کو اس رات کی دولت نصیب ہوتی ہے، خصوصاً  
اس رات کے بعد جب صبح کو آفتاب نکلتا ہے تو بغیر شعاع کے نکلتا ہے۔ یہ علامت بہت کسی  
روایت حدیث میں وارد ہوتی ہے اور ہمیشہ پائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اور علامتیں لازمی اور لازمی  
نہیں ہیں۔ عبد بن ابی کبشہ کہتے ہیں کہ میں نے رمضان المبارک کی ستائیس شب کو سمندر کا پانی  
چکھا تو بالکل میٹھا تھا۔ ایوب بن خالد کہتے ہیں کہ مجھے نہانے کی ضرورت ہو گئی میں نے سمندر کے پانی  
سے غسل کیا تو بالکل میٹھا تھا اور یہ تیس شب کا قصہ ہے۔

منہا نے لکھا ہے کہ شب قدر میں ہر چیز سجدہ کرتی ہے۔ حتیٰ کہ درخت زمین پر گر جاتے ہیں  
اور پھر اپنی جگہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مگر ایسی چیزوں کا تعلق امور کشفیہ سے ہے جو ہر شخص کو محسوس نہیں ہوتے

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ  
 اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِنْ عَلِمْتُ أَمْرًا لَيْسَ لِي بِهِ  
 الْقَدَرُ مَا أَقُولُ فِيهَا قَالَ قُولِي  
 اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ مُجِيبُ الْعَفْوَ فَاعْفُ  
 عَنِّي (رواه احمد و ابن ماجه و الترمذی  
 و صححه كذا في المشكوة)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور سے پوچھا کہ  
 یا رسول اللہ اگر مجھے شب قدر کا پتہ چل  
 جاوے تو کیا دعائیں مانگوں حضور نے اللہ تعالیٰ  
 سے اخیر تک دعا بتلائی۔ جس کا ترجمہ یہ  
 ہے۔ اے اللہ تو بیشک مُعاف کر دے خواہ  
 اور پسند کرتا ہے مُعاف کرنے کو۔ پس  
 مُعاف فرمادے مجھ سے بھی۔

**ف** : نہایت جامع دُعا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے نطف و کرم سے آخرت کے مطالبہ سے مُعاف  
 فرمادیں تو اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیے  
 من نگویم کہ طاعت پذیر  
 قلم عفو بر گناہم کش

حضرت سُفیان ثوریؒ کہتے ہیں کہ اس رات میں دُعا کے ساتھ مشغول ہو نماز زیادہ بہتر ہے نسبت  
 دوسری عبادات کے۔ ابنِ رجبؒ کہتے ہیں کہ عرف دُعا نہیں بلکہ مختلف عبادات میں جمع کرنا افضل  
 ہے مثلاً تلاوت، نماز، دُعا اور مراقبہ وغیرہ۔ اسلئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سب امور  
 منقول ہیں۔ یہی قول زیادہ اقرب ہے کہ سابقہ احادیث میں نماز، ذکر وغیرہ کئی چیزوں کی تفصیلت  
 گزر چکی ہے۔





## فصل ثالث

### إِعْتِكَافُ كَيْفَ بَيَانِ مِلِّينِ

إِعْتِكَافُ کہتے ہیں مسجد میں اِعتِکاف کی نیت کر کے ٹھہرنے کو۔ حَفِیۃ کے نزدیک اس کی تین قسمیں ہیں۔ ایک واجب جو مَنّت اور نذر کی وجہ سے ہو جیسے یہ کہے کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو اتنے دنوں کا اِعتِکاف کروں گا یا بغیر کسی کام پر موقوف کرنے کے یونہی کہہ لے کہ میں نے اتنے دنوں کا اِعتِکاف اپنے اوپر لازم کر لیا، یہ واجب ہوتا ہے اور جتنے دنوں کی نیت کی ہے اس کا پورا کرنا ضروری ہے۔ دوسری قسم مَنّت ہے جو رمضان المبارک کے اخیر عشرہ کا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی عادت شریفہ ان ایام کے اِعتِکاف فرمانے کی تھی۔ تیسرا اِعتِکاف نفل ہے جس کے لئے نہ کوئی وقت نہ ایام کی مقدار جتنے دن کا بھی چاہے کر لے حتیٰ کہ اگر کوئی شخص تمام عمر کے اِعتِکاف کی نیت کر لے تب بھی جائز ہے البتہ کسی میں اختلاف ہے کہ امام صاحب کے نزدیک ایک دن سے کم کا جائز نہیں لیکن امام محمد کے نزدیک تھوڑی دیر کا بھی جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اسیلئے ہر شخص کے لئے مناسب ہے کہ جب مسجد میں داخل ہو اِعتِکاف کی نیت کر لیا کرے کہ اتنے نماز وغیرہ میں مشغول رہے اِعتِکاف کا ثواب بھی رہے۔ میں نے اپنے والد صاحب ثَوْرُ اللہ مَرَقَدُو دَبْرُو مَضْبُو کو ہمیشہ اس کا اہتمام کرتے دیکھا کہ جب مسجد میں تشریف لے جاتے تو دایاں پاؤں اندر داخل کرتے ہی اِعتِکاف کی نیت فرماتے تھے اور بسا اوقات خدام کی تعلیم کی غرض سے آواز سے بھی نیت فرماتے تھے۔ اِعتِکاف کا بہت زیادہ ثواب ہے اور اس کی فضیلت اس سے زیادہ کیا ہوگی کہ نبی کریم ﷺ ہمیشہ اس کا اہتمام فرماتے تھے مَعْتِکَف کی مثال اس شخص کی سی ہے کہ کسی کے در پر جا پڑے کہ اتنے میری درخواست قبول نہ ہونے کا نہیں ہے

نکل جاتے دم تیرے قدموں کے نیچے یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے  
اگر حقیقت یہی حال ہو تو سخت سے سخت دل والا بھی پسینا ہے اور اللہ جلّ شانہ کی کریم ذات تو بخشش کے لئے بہانہ ڈھونڈتی ہے۔ بلکہ بے بہانہ مَرَحْمَت فرماتے ہیں ۵  
تو وہ دانا ہے کہ دینے کے لئے در تری رحمت کے ہیں ہر دم کھلے



خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھے احوال  
 اس لئے جب کوئی شخص اللہ کے دروازے پر دنیا سے منقطع ہو کر جا پڑے تو اس کے نوازے جانے  
 میں کیا تاثر ہو سکتا ہے، اور اللہ جل شانہ جس کو اکرام فرمادیں اس کے بھرپور خزانوں کا بیان کون  
 کر سکتا ہے، اس کے آگے کہنے سے قاصر ہوں کہ نامزدِ بوع کی کیفیت کیا بیان کر سکتا ہے مگر ہاں  
 یہ ٹھکان لے کر ہے

جس گل کو دل دیا ہے جس پھول پر فدا ہوں یادِ بغل میں آئے یا جاںِ نفس سے چھوٹے  
 ابنِ قیمؒ کہتے ہیں کہ اعتکاف کا مقصود اور اس کی روح دل کو اللہ کی پاک ذات کے ساتھ وابستہ  
 کر لینا ہے کہ سب طرف سے ہٹ کر اسی کے ساتھ مجتمع ہو جائے اور ساری مشغولیوں کے بدلہ میں  
 اُسی کی پاک ذات سے مشغول ہو جائے اور اس کے غیر کی طرف سے منقطع ہو کر ایسی طرح اس میں لگ  
 جاوے کہ خیالاتِ تفکرات سب کی جگہ اس کا پاک ذکر، ان کی محبت سما جاوے حتیٰ کہ مخلوق کے ساتھ  
 اُنس کے بدلہ، اللہ کے ساتھ اُنس پیدا ہو جاوے کہ یہ اُنس قبر کی وحشت میں کام دے کہ اس دن اللہ  
 کی پاک ذات کے سوا نہ کوئی مونس نہ دل بہلانے والا، اگر دل اس کے ساتھ مانوس ہو چکا ہو گا تو کس  
 قدر لذت سے وقت گزرے گا

جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن بیٹھا رہوں تصورِ جاناں کئے ہوئے  
 صاحبِ مراقی الفلاحؒ کہتے ہیں کہ اعتکاف اگر اخلاص کے ساتھ ہو تو افضل ترین اعمال سے  
 ہے۔ اس کی خصوصیتیں حدِ انحصار سے خارج ہیں کہ اس میں قلب کو دنیا و مافیہا سے یکسو کر لینا ہے  
 اور نفس کو مولیٰ کے سپرد کر دینا اور آقا کی چوکھٹ پر پڑ جانا ہے

پھر جی میں ہے کہ در کسی کے پڑا رہوں سرزیرِ بارِ منتِ درباں کئے ہوئے  
 نیز اس میں ہر وقت عبادت میں مشغولی ہے کہ آدمی سوتے جاگتے ہر وقت عبادت میں شمار  
 ہوتا ہے اور اللہ کے ساتھ تقرب ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص میری طرف ایک ہاتھ قریب  
 ہوتا ہے میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جو میری طرف (آہستہ بھی) چلتا ہے میں اس کی طرف  
 دوڑ کر آتا ہوں۔ نیز اس میں اللہ کے گھر پڑ جانا ہے اور کریمِ میزبان ہمیشہ گھر آنے والے کا اکرام کرتا ہے۔  
 نیز اللہ کے قلعہ میں محفوظ ہوتا ہے کہ دشمن کی رسائی وہاں تک نہیں وغیرہ وغیرہ بہت سے فضائل  
 اور خواص اس اہم عبادت کے ہیں۔

مسئلہ: مرد کے لئے سب سے افضل جگہ مسجد مکہ ہے پھر مسجد مدینہ منورہ، پھر مسجد

بَيْتُ الْقُدْسِ اُن کے بعد مسجد جامع پھر اپنی مسجد امام صاحب کے نزدیک یہ بھی شرط ہے کہ جس مسجد میں اعتکاف کرے اس میں پانچوں وقت کی جماعت ہوتی ہو۔ صَاحِبِیْنَ کے نزدیک شرعی مسجد ہونا کافی ہے، اگرچہ جماعت نہ ہوتی ہو۔ عورت کے لئے اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کرنا چاہیے۔ اگر گھر میں کوئی جگہ مسجد کے نام سے مُتَعَيَّن نہ ہو تو کسی کونہ کو اس کے لئے مخصوص کر لے۔ عورتوں کے لئے اَعْتِکَافِ پُر نِیَّتِ مردوں کے زیادہ سہل ہے کہ گھر میں بیٹھے بیٹھے کاروبار بھی گھر کی لڑکیوں وغیرہ سے لیتی رہیں اور مُفْت کا ثواب بھی حاصل کرتی رہیں۔ مگر اس کے باوجود عورتیں اس سنت سے گویا بالکل ہی محروم رہتی ہیں۔

أَبُو سَعِيدٍ خُذْرِيٌّ رَضِيَ كَيْتَہٗ ہِیْنَ كَہٗ نَبِیِّ كَرِیْمٍ صَلَّی  
اَللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے رَمَضَانَ الْمُبَارَك کے  
پہلے عشرہ میں اعتکاف فرمایا اور پھر دوسرے  
عشرہ میں بھی پھر ترکی خیمہ سے جس میں اعتکاف  
فرما رہے تھے باہر ستر سال کرار شاہ فرمایا  
کہ میں نے پہلے عشرہ کا اعتکاف شقیہ  
کی تلاش اور اہتمام کی وجہ سے کیا تھا۔ پھر  
اسی کی وجہ سے دوسرے عشرہ میں کیا،  
پھر مجھے کسی بتلانے والے (یعنی فرشتہ)  
نے بتلایا کہ وہ رات اخیر عشرہ میں ہے لہذا  
جو لوگ میرے ساتھ اعتکاف کر رہے ہیں  
وہ اخیر عشرہ کا بھی اعتکاف کریں مجھے  
یہ رات دکھلا دی گئی تھی پھر بھلا دی گئی (اس  
کی علامت یہ ہے کہ میں نے اپنے آپ کو  
اس رات کے بعد کی صبح میں کچر میں سجدہ  
کرتے دیکھا۔ لہذا اب اس کو اخیر عشرہ  
کی طاق راتوں میں تلاش کرو راوی کہتے  
ہیں کہ اس رات میں بارش ہوئی، اور مسجد

① عَنْ أَبِي سَعِيدٍ خُذْرِيٍّ أَنَّهُ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
إِعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ مِنْ رَمَضَانَ  
ثُمَّ إِعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْاَوْسَطَ فِي  
قُبَّةِ تَرْكِيَّةٍ ثُمَّ أَطْلَعَ رَأْسَهُ  
فَقَالَ إِنِّي أَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ  
الَّتِي هَذِهِ اللَّيْلَةُ ثُمَّ أَعْتَكِفُ  
الْعَشْرَ الْاَوْسَطَ ثُمَّ أُتَيْتُ فَقِيلَ  
لِي إِنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ فَمَنْ كَانَ  
إِعْتَكَفَ مَعِيَ فَلْيَعْتَكِفِ الْعَشْرَ  
الْاَوَاخِرَ فَقَدْ أُتَيْتُ هَذِهِ اللَّيْلَةَ  
ثُمَّ أُتَيْتُهَا وَقَدْ رَأَيْتُنِي أَسْجُدُ  
فِي مَاءٍ وَطِينٍ مِنْ صَبْنِيحَتِيهَا  
فَالْتَسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ وَ  
الْتَسُوْا فِي كُلِّ دُثْرٍ قَالَ فَتَطَرَّتِ  
النِّسَاءُ بِتِلْكَ اللَّيْلَةِ وَكَانَ الْمَسْجِدُ  
عَلَى عَرْنِثٍ فَوُكِّفَ الْمَسْجِدُ فَبَعْرَتْ  
عَيْنَايَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

چھپر کی تھی وہ چکی اور میں نے اپنی آنکھوں  
سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی  
مبارک پر کچھ کا اثر اکیس کی صبح کو دیکھا۔

وَسَلَّمَ وَعَلَى جَبْهَتِهِ أَثَرُ الْمَسَاوِدِ  
الطَّيْنِ مِنْ صَبِيحَةِ إِحْدَى وَعِشْرِينَ  
(مشکوۃ عن المتفق عليه باختلاف

اللفظ)

**ف** : نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ اعتکاف کی ہمیشہ رہی ہے اس مہینہ میں تمام  
مہینہ کا اعتکاف فرمایا اور جس سال وصال ہوا ہے اس سال بیس روز کا اعتکاف فرمایا تھا لیکن اگر  
عادتِ شریفہ چونکہ اخیر عشرہ نبی کے اعتکاف کی رہی ہے اس لئے علماء کے نزدیک سنتِ مؤکدہ  
وہی ہے۔ حدیث بالا سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس اعتکاف کی بڑی غرض شبِ قدر کی تلاش ہے اور  
حقیقت میں اعتکاف اس کے لئے بہت ہی مناسب ہے کہ اعتکاف کی حالت میں اگر آدمی سوتا  
ہو ابھی ہو تب بھی عبادت میں شمار ہوتا ہے۔

نیز اعتکاف میں چونکہ آنا جانا اور ادھر ادھر کے کام بھی کچھ نہیں رہتے اس لئے عبادت اور  
کریم آقا کی یاد کے علاوہ اور کوئی مشغلہ بھی نہ رہے گا۔ لہذا شبِ قدر کے قدردانوں کے لئے اعتکاف  
سے بہتر صورت نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اول تو سارے ہی رمضان میں عبادت کا بہت  
زیادہ اہتمام اور کثرت فرماتے تھے لیکن اخیر عشرہ میں کچھ حدی نہیں رہتی تھی۔ رات کو خود بھی  
جاگتے اور گھر کے لوگوں کو بھی جگانے کا اہتمام فرماتے تھے جیسا کہ صحیحین کی متعدد روایات سے معلوم  
ہوتا ہے۔ بخاری و مسلم کی ایک روایت میں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اخیر عشرہ میں حضور ﷺ  
کو مضبوط باندھ لیتے اور راتوں کا اجیار فرماتے اور اپنے گھر کے لوگوں کو بھی جگاتے۔ لنگی مضبوط باندھنے  
سے کوشش میں اہتمام کی زیادتی بھی مراد ہو سکتی ہے۔ اور بیویوں سے بالکلیہ احتراز بھی مراد  
ہو سکتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے  
کہ مُتَعَكِفُ گناہوں سے محفوظ رہتا ہے  
اور اُس کے لئے نیکیاں اتنی ہی لکھی جاتی  
ہیں جتنی کہ کرنے والے کے لئے۔

(۲) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي  
الْمُتَعَكِفِ هُوَ يَفْتَكِفُ الذُّنُوبَ وَ  
يُجْزِي لَهُ مِنَ الْحَسَنَاتِ كَعَامِلِ  
الْحَنَانِ كُلِّهَا (مشکوۃ عن

ابن ماجہ)



**ف** : دو مخصوص منافع اعتکاف کے اس حدیث میں ارشاد فرمائے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ اعتکاف کی وجہ سے گناہوں سے حفاظت ہو جاتی ہے ورنہ بسا اوقات کوتاہی اور لغزش سے کچھ اسباب ایسے پیدا ہو جاتے ہیں کہ اس میں آدمی گناہ میں مبتلا ہو ہی جاتا ہے اور ایسے مُتَبَرِّک وقت میں معصیت کا ہو جانا کس قدر ظلمِ عظیم ہے۔ اعتکاف کی وجہ سے ان سے امن اور حفاظت رہتی ہے دوسرے یہ کہ بہت سے نیک اعمال جیسا کہ جنازہ کی شرکت، سرین کی عیادت وغیرہ ایسے اُمور ہیں کہ اعتکاف میں بیٹھ جانے کی وجہ سے مُتَعَفِّف ان کو نہیں کر سکتا، اس لئے اعتکاف کی وجہ سے جن عبادتوں سے رُکار ہا ان کا اجر بغیر کئے بھی ملتا رہے گا۔ اللہ اکبر کس قدر رحمت اور فیاضی ہے کہ ایک عبادت آدمی کرے اور دس عبادتوں کا ثواب مل جائے۔ درحقیقت اللہ کی رحمت بہانہ ڈھونڈھتی ہے اور تھوڑی سی توجہ اور مانگ سے دھواں دار برستی ہے۔ ع

بہانے دہد بہانے دہد

مگر ہم لوگوں کو سرے سے اس کی قدر ہی نہیں، ضرورت ہی نہیں توجہ کون کون کرے اور کیوں کرے، کر دین کی وقعت ہی ہمارے قلوب میں نہیں ہے

تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

اس کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر

حضرت ابن عباس رضی ایک مرتبہ مسجد نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں مُتَعَفِّف تھے آپ کے پاس ایک شخص آیا اور سلام کر کے رُچپ چاپ بیٹھ گیا۔ حضرت ابن عباس رضی نے اُس سے فرمایا کہ میں تمہیں غمزدہ اور پریشان دیکھ رہا ہوں کیا بات ہے اُس نے کہا اے رسول اللہ کے چچا کے بیٹے میں بیشک پریشان ہوں کہ فلاں کا مجھ پر حق ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کی طرف

(۳) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّكَ كَانَ مُتَعَفِّفًا فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَلَمَّ عَلَيْهِ ثُمَّ جَلَسَ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ يَا فُلَانُ أَرَأَاكَ مُكْتَبًا حَزِينًا قَالَ نَعَمْ يَا ابْنَ عَمِّ رَسُولِ اللَّهِ لِفُلَانٍ عَلَيَّ حَقٌّ وَلَا وَحْزَمَةً صَاحِبِ هَذَا الْقَبْرِ مَا أَقْدِرُ عَلَيْهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَفَلَا أَكَلِمَةً فِينَا قَالَ

عہ مکتذافی النسخۃ التي بایدینا بلفظ حرف النہی وهو الصواب عندی لوجودہ وقع فی بعض النسخ بلفظ ولأء بالهمزة فی الخرد وهو تصحیف عندی من الکاتب علیہ قرآن ظاہرۃ ۱۲

إِنْ أَحْبَبْتَ قَالَ فَانْتَعَلْ ابْنُ  
عَبَّاسٍ تَخْرُجُ مِنَ الْمَسْجِدِ  
قَالَ لَهُ الرَّجُلُ أَلَيْسَتْ مَا كُنْتَ  
فِيهِ قَالَ لَا وَلَكِنِّي سَمِعْتُ حَبِ  
هَذَا الْقَبْرِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَالْمُهْدِي بِهِ قَرِيبٌ فَدَمَعَتْ عَيْنَاهُ  
وَهُوَ يَقُولُ مَنْ مَشَى فِي حَاجَةِ أَخِيهِ  
وَبَلَغَ فِيهَا كَانَ خَيْرًا لَهُ مِنْ  
إِعْتِكَافٍ عَشْرٍ سِنِينَ وَمَنْ اعْتَكَفَ  
يَوْمًا ابْتِغَاءً وَجْهَ اللَّهِ جَعَلَ اللَّهُ  
بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّارِ ثَلَاثَ خَنَاقٍ  
أَبْعَدَ مَتَابَعِينَ الْخَافِقِينَ.

(رواہ الطبرانی فی الاوسط والبیہقی  
واللفظ لہ والحاکم مختصراً وقال  
صحيح الاسناد وكذا فی الترغیب  
وقال السيوطی فی الدرر صرحہ  
الحاكم وضعفه البيهقي)



اشارہ کر کے کہا کہ اس قبر والے کی عزت  
کی قسم میں اس حق کے ادا کرنے پر قادر  
نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ  
اچھا کیا میں اس سے تیری سفارش کروں  
اُس نے عرض کیا کہ جیسے آپ مناسب  
سمجھیں۔ ابن عباسؓ یہ شکر جو تہ پہن کر  
مسجد سے باہر تشریف لائے۔ اس شخص  
نے عرض کیا کہ آپ اپنا اعتکاف بھول  
گئے فرمایا بھولا نہیں ہوں بلکہ میں نے  
اس قبر والے (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سنا  
ہے اور بھی زمانہ کچھ زیادہ نہیں گزرا یہ لفظ  
کہتے ہوئے، ابن عباسؓ کی آنکھوں سے آنسو  
پہنے لگے کہ حضورؐ فرما رہے تھے کہ جو شخص اپنے  
بھائی کے کسی کام میں چلے پھرے اور گوشش  
کرے اس کیلئے دس برس کے اعتکاف  
سے افضل ہے اور جو شخص ایک دن کا  
اعتکاف بھی اللہ کی رضا کی واسطے کرتا ہے  
تو حق تعالیٰ شائد اس کے اور جہنم کے درمیان  
تین خندقیں آڑ فرمادیتے ہیں جن کی مسافت  
آسمان اور زمین کی درمیانی مسافت سے  
بھی زیادہ چوڑی ہے۔ (اور جب ایک دن  
کے اعتکاف کی یہ فضیلت ہے تو دس برس  
کے اعتکاف کی کیا کچھ مقدار ہوگی)

**ف:** اس حدیث سے دو مضمون معلوم ہوتے۔ اول یہ کہ ایک دن کے اعتکاف کا ثواب  
یہ ہے کہ حق تعالیٰ شائد اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں حائل فرمادیتے ہیں اور ہر خندق اتنی

رَمَضَانَ فَإِذَا كَانَتْ أَوَّلُ لَيْلَةٍ  
مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ هَبَّتْ رِيحٌ  
مِنْ تَحْتِ الْعَرْشِ يُقَالُ لَهَا  
الْمُشِيرَةُ فَتَصْفِقُ وَرَقُّ أَشْجَارِ  
الْجَنَّةِ وَحَلَقُ الْمَصَارِيعِ فَيَسْمَعُ  
لِذَلِكَ طَنِينَ لَمْ يَسْمَعْ السَّامِعُونَ  
أَحْسَنَ مِنْهُ فَتَبْزُدُ الْخُورُ الْعَيْنُ  
حَتَّى يَقِفْنَ بَيْنَ شَرَفِ الْجَنَّةِ  
فَيَنَادِيَنَّ هَذَا مِنْ خَاطِبٍ إِلَى  
اللَّهِ فَيَبْزُدُ جَدُّ ثُمَّ يَقْلَنُ الْخُورُ  
الْعَيْنُ يَا رِضْوَانِ الْجَنَّةِ مَا هَذِهِ  
الْلَّيْلَةُ فَيَجِئُهُنَّ بِالتَّلْبِيَةِ ثُمَّ  
يَقُولُ هَذِهِ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ  
رَمَضَانَ فَتُحْتِ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ  
لِلْمَصَائِمِينَ مِنْ أُمَّةٍ مُحْتَدٍ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ  
وَيَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا رِضْوَانُ  
افْتَحْ أَبْوَابَ الْجَنَّةِ وَيَا مَالِكُ  
اغْلِقْ أَبْوَابَ الْجَحِيمِ عَنِ  
الْمَصَائِمِينَ مِنْ أُمَّةٍ أَحْمَدَ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَا  
جِبْرِئِيلُ اهْبِطْ إِلَى الْأَرْضِ  
فَاصْفِدْ مَرَدَّةَ الشَّيَاطِينِ  
وَعَلِّمْهُمُ بِالْأَعْلَالِ ثُمَّ  
اقْضِهُمْ فِي الْبَحَارِ حَتَّى

آخر سال تک رمضان کی خاطر آراستہ  
کیا جاتا ہے پس جب رمضان المبارک کی  
پہلی رات ہوتی ہے تو عرش کے نیچے سے  
ایک ہوا چلتی ہے جس کا نام مُشیرہ ہے  
(جس کے جھونکوں کی وجہ سے) جنت کے  
درختوں کے پتے اور کوڑوں کے حلقے  
بجئے لگتے ہیں جس سے ایسی دل آویز سُر ملی  
آواز نکلتی ہے کہ سُننے والوں نے اس سے  
اچھی آواز کبھی نہیں سنی پس خوشنما آنکھوں  
والی حوریں اپنے مکانوں سے نکل کر جنت  
کے بالا خانوں کے درمیان کھڑے ہو کر  
آواز دیتی ہیں، کہ کوئی ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ  
میں ہم سے منگنی کر نیوالا تاکہ حق تعالیٰ شائد  
اس کو ہم سے جوڑ دیں۔ پھر وہی حوریں  
جنت کے دار و عذرِ رضوان سے پوچھتی ہیں  
کہ یہ کیسی رات ہے وہ بیک بیک جواب  
دیتے ہیں کہ رمضان المبارک کی پہلی رات  
ہے جنت کے دروازے محمد صلی اللہ علیہ  
وسلم کی اُمت کیلئے (آج) کھول دیئے گئے۔  
حضور نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شائد رضوان سے  
فرمادیتے ہیں کہ جنت کے دروازے کھول دے  
اور مالک (جہنم کے دار و عذر) سے فرمادیتے ہیں  
کہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے روزہ  
داروں پر جہنم کے دروازے بند کر دے اور  
جبریل کو حکم ہوتا ہے کہ زمین پر جادو اور



لَا يَفِيدُوا عَلَى أُمَّةٍ مُحْتَدٍ  
 حَبِيبِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 صِيَامُهُمْ قَالَ وَيَقُولُ اللَّهُ عَزَّ  
 وَجَلَّ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِّنْ شَهْرِ  
 رَمَضَانَ لِمُنَادِيٍّ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ  
 هَلْ مِنْ سَائِلٍ فَأَعْطِيهِ سُؤْلَهُ  
 هَلْ مِنْ تَائِبٍ فَأَتُوبَ عَلَيْهِ  
 هَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ فَأُغْفِرَ لَهُ مَنْ  
 يَقْرَضُ الْمَلِيَّ غَيْرَ الْعَدُوِّ وَ  
 الْوَفَى غَيْرَ الظَّالِمِ قَالَ وَ لِلَّهِ  
 عَزَّ وَجَلَّ فِي كُلِّ يَوْمٍ مِّنْ شَهْرِ  
 رَمَضَانَ عِنْدَ الْإِفْطَارِ أَلْفُ أَلْفِ  
 عَتِيقٍ مِنَ النَّارِ كُلُّهُمْ قَدْ  
 اسْتَوْجَبُوا النَّارَ فَإِذَا كَانَ آخِرُ  
 يَوْمٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ أَعْتَقَ  
 اللَّهُ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ بِقَدْرِ مَا  
 أَعْتَقَ مِنْ أَوَّلِ الشَّهْرِ إِلَى آخِرِهِ  
 وَإِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ الْقَدْرِ يَا مُرُ  
 اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ جَبْرَائِيلُ فِيهِطُ  
 فِي كُبْكُبَةٍ مِّنَ الْمَدَى بُكَّةٌ وَ  
 مَعَهُمُ لَوَاءٌ أَحْضَرُ فَيُرَكِّزُ اللَّوَاءَ  
 عَلَى ظَهْرِ الْكُكْبَةِ وَكَلَهُ مِائِدَةٌ  
 جَنَاحٍ مِنْهَا جَنَاحَانِ لَا يَنْشُرُهُمَا  
 إِلَّا فِي تِلْكَ اللَّيْلَةِ فَيَنْشُرُهُمَا  
 فِي تِلْكَ اللَّيْلَةِ فَيَجَاوِزُ الْمَشْرِقَ

کسرِ شیاطین کو قید کرو اور گلے میں  
 طوق ڈال کر دریا میں پھینک دو کہ میرے  
 محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے روزوں  
 کو خراب نہ کریں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ  
 رمضان کی ہر رات میں ایک مُنادی کو  
 حکم فرماتے ہیں کہ تین مرتبہ یہ آواز دے  
 کہ ہے کوئی مانگنے والا جس کو میں عطا کروں  
 ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ میں اُسکی توبہ  
 قبول کروں، کوئی ہے مغفرت چاہنے والا  
 کہ میں اُس کی مغفرت کروں، کون ہے  
 جو غنی کو قرض دے ایسا غنی جو نادار نہیں  
 ایسا پورا پورا ادا کرنے والا جو ذرا بھی کمی  
 نہیں کرتا، حضور نے فرمایا کہ حق تعالیٰ  
 شانہ رمضان شریف میں روزانہ افطار  
 کی وقت ایسے دس لاکھ آدمیوں کو جہنم  
 سے خلاصی مرحمت فرماتے ہیں جو جہنم کے  
 مستحق ہو چکے تھے اور جب رمضان کا  
 آخری دن ہوتا ہے تو حکیم رمضان سے  
 آج تک جس قدر لوگ جہنم سے آزاد کئے  
 گئے تھے اُن کے برابر اُس ایک دن میں  
 آزاد فرماتے ہیں اور جس رات شب قدر  
 ہوتی ہے تو حق تعالیٰ شانہ حضرت جبریلؑ  
 کو حکم فرماتے ہیں وہ فرشتوں کے ایک  
 بڑے لشکر کے ساتھ زمین پر اترتے ہیں

إِلَى الْمَغْرِبِ فَيُحِثُّ جِبْرِئِيلُ عَلَيْهِ  
السَّلَامُ الْمَلَائِكَةَ فِي هَذِهِ  
اللَّيْلَةِ فَيَسْلِمُونَ عَلَى كُلِّ  
قَائِمٍ وَقَاعِدٍ وَمُصَلٍّ وَذَاكِرٍ  
وَيُصَافِحُونَهُمْ وَيُؤَمِّنُونَ عَلَى  
دُعَائِهِمْ حَتَّى يَطْلُعَ الْفَجْرُ فَإِذَا  
طَلَعَ الْفَجْرُ بَنَادَى جِبْرِئِيلُ مَعَاثِرَ  
الْمَلَائِكَةِ الرَّحِيلَ الرَّحِيلَ فَيَقُولُونَ  
يَا جِبْرِئِيلُ فَمَا صَنَعَ اللَّهُ فِي  
حَوَائِجِ الْمُؤْمِنِينَ مِنْ أُمَّةٍ أَحَدًا  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُولُ نَظَرَ  
اللَّهُ إِلَيْهِمْ فِي هَذِهِ اللَّيْلَةِ فَعَفَا  
عَنْهُمْ إِلَّا أَرْبَعَةً فَقُلْنَا يَا رَسُولَ  
اللَّهِ مَنْ هُمْ قَالَ رَجُلٌ مُذْمُونٌ  
خَمِرٌ وَعَاقٌ تَوَالِدِيهِ وَقَاطِعٌ  
رَحِيمٌ وَمُشَاحِنٌ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ  
مَا الْمُشَاحِنُ قَالَ هُوَ الْمُصَارِمُ  
فَإِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ الْفِطْرِ سُمِّيَتْ  
تِلْكَ اللَّيْلَةُ لَيْلَةَ الْجَائِزَةِ فَإِذَا  
كَانَتْ عِدَاةُ الْفِطْرِ بَعَثَ اللَّهُ  
عَزَّ وَجَلَّ الْمَلَائِكَةَ فِي كُلِّ  
بَلَدٍ فِيهِ بَطُونَ إِلَى الْأَرْضِ  
فَيَقُومُونَ عَلَى أَفْكَهِ السَّكِّ  
فَيَنَادُونَ بِصَوْتٍ يَسْمَعُ مَنْ  
خَلَقَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَّا الْجَنَّ وَ

اُن کے ساتھ ایک سبز جھنڈا ہوتا ہے  
جس کو کعبہ کے اوپر کھڑا کرتے ہیں اور حضرت  
جبرئیل علیہ السلام کے تلو باز وہیں جن میں  
سے دو بازو کو صرف اسی رات میں کھولتے  
ہیں جن کو مشرق سے مغرب تک  
پھیلا دیتے ہیں پھر حضرت جبرئیل  
فرشتوں کو تلقاضا فرماتے ہیں کہ جو مسلمان  
آج کی رات کھڑا ہو یا بیٹھا ہو نماز پڑھ  
رہا ہو یا ذکر کر رہا ہو اس کو سلام کریں  
اور مصافحہ کریں اور ان کی دعاؤں پر آمین  
کہیں صبح تک یہی حالت رہتی ہے  
جب صبح ہو جاتی ہے تو جبرئیل آواز  
دیتے ہیں کہ اے فرشتوں کی جماعت اب  
کو چ کر دو اور چلو فرشتے حضرت جبرئیل علیہ  
السلام سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے  
احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے  
مومنوں کی حاجتوں اور ضرورتوں میں کیا  
معاملہ فرمایا وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے  
ان پر توجہ فرمائی اور چار شخصوں کے علاوہ  
سب کو معاف فرمادیا صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا  
کہ یا رسول اللہ وہ چار شخص کون ہیں ارشاد  
ہوا کہ ایک وہ شخص جو شراب کا عادی ہو  
دوسرا وہ شخص جو والدین کی نافرمانی کرے والا  
ہو تیسرا وہ شخص جو قطع رحمی کرنے والا اور  
ناٹھ توڑنے والا ہو چوتھا وہ شخص جو کینہ

وَالْإِنْسُ فَيَقُولُونَ يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ  
 أَخْرِجُوا إِلَى رَبِّكُمْ يُعْطَى  
 الْجَزِيلَ وَيَعْفُو عَنِ الْعَظِيمِ فَإِذَا  
 بَرَزُوا إِلَى مُصَلَّاهُمْ فَيَقُولُ  
 اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لِلْمَلَائِكَةِ مَا جَزَاءُ  
 الْأَجِيرِ إِذَا عَمِلَ عَمَلَهُ قَالَ  
 فَيَقُولُ الْمَلَائِكَةُ اللَّهُمَّ سَيِّدُنَا  
 جَزَائُهُ أَنْ تُؤْفِقَهُ أَجْرَهُ قَالَ  
 فَيَقُولُ فَإِنِّي أَشْهَدُكُمْ يَا مَلَائِكَتِي  
 أَنِّي قَدْ جَعَلْتُ ثَوَابَهُمْ مِنْ  
 صِيَامِهِمْ شَهْرَ رَمَضَانَ وَ  
 قِيَامِهِمْ رِضَائِي وَمَغْفِرَتِي وَ  
 يَقُولُ يَا عِبَادِي سَلُّوْا فَوْعِزَّتِي  
 وَجَلَّالِي لَا تَسْأَلُونِي الْيَوْمَ شَيْئًا  
 فِي جُوعِكُمْ وَلَا خَرَّتِكُمْ إِلَّا  
 أَعْطَيْتُكُمْ وَلَا لِدُنْيَاكُمْ إِلَّا  
 نَظَرْتُ لَكُمْ فَوْعِزَّتِي لَا سُتْرَنَ  
 عَلَيْكُمْ عَثْرَاتِكُمْ مَا رَأَيْتُمُونِي  
 وَعِزَّتِي وَجَلَّالِي لَا أُخْزِنِيكُمْ  
 وَلَا أَفْضَحُكُمْ بَيْنَ أَصْحَابِ  
 الْحُدُودِ وَانْصَرِفُوا مَغْفُورًا لَكُمْ  
 قَدْ أَرْضَيْتُمُونِي وَرَضِيْتُ عَنْكُمْ  
 فَتَقَرَّ الْمَلَائِكَةُ وَتَسْتَبْشِرُ بِمَا  
 يُعْطَى اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ هَذِهِ الْأُمَّةَ إِذَا  
 أَفْطَرُوا مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ.

رکھنے والا ہو اور آپس میں قطع تعلق کرینو والا  
 ہو۔ پھر جب عید الفطر کی رات ہوتی ہے  
 تو اس کا نام آسمانوں پر لیکھ دیجائزہ و انعام  
 کی رات سے لیا جاتا ہے اور جب عید کی صبح  
 ہوتی ہے تو حق تعالیٰ شانہ فرشتوں کو تمام  
 شہروں میں بھیجتے ہیں۔ وہ زمین پر اتر کر تمام  
 گلیوں، راستوں کے سروں پر کھڑے ہو جاتے  
 ہیں اور ایسی آواز سے جس کو جنات اور انسان  
 کے سوا ہر مخلوق سنتی ہے پکارتے ہیں کہ اے محمد  
 صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی امت اس کریم رب کی  
 (درگاہ) کی طرف چلو جو بہت زیادہ عطا فرماتا  
 والا ہے، اور بڑے سے بڑے قصور کو معاف  
 فرمانے والا ہے۔ پھر جب لوگ عید گاہ کی طرف  
 نکلتے ہیں تو حق تعالیٰ شانہ فرشتوں سے درپیش  
 فرماتے ہیں کہ کیا بدلہ ہے اُس مزدور کا جو اپنا کام  
 پورا کر چکا ہو، وہ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے  
 معبود اور ہمارے مالک اس کا بدلہ یہی ہے  
 کہ اس کی مزدوری پوری پوری دے دی جائے  
 تو حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے  
 فرشتو میں تمہیں گواہ بناتا ہوں میں نے اُن  
 کو رمضان کے روزوں اور تراویح کے بدلہ میں  
 اپنی رضا اور مغفرت عطا کر دی اور بندوں سے  
 خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اے میرے بندو  
 مجھ سے مانگو۔ میری عزت کی قسم میرے جلال  
 کی قسم آج کے دن اپنے اس اجتماع میں مجھ سے



رَكَذًا فِي التَّوْبَةِ وَقَالَ رَوَاهُ  
 الشَّيْخُ بْنُ حَبَّانٍ فِي كِتَابِ الثَّوَابِ  
 وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ وَهْبٍ وَابْنُ  
 مَنَاجِيْلٍ وَابْنُ أَبِي عَرَبَةَ  
 السِّيَاطِيُّ فِي التَّدْرِيبِ قَدْ التَّزَمَ  
 ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ أَنَّ لَا يَخْرُجُ فِي تَصَانِيفِهِ حَدِيثًا  
 يَعْلَمُهُ مَوْضُوعًا وَلَا يَذْكُرُ الْقَارِي  
 فِي الْمَرْقَاةِ بَعْضَ طَرِيقِ الْحَدِيثِ ثَعْلَقَ  
 فَاخْتَلَفَ طَرِيقُ الْحَدِيثِ يَدِلُّ  
 عَلَى أَنَّ لَهُ أَصْلًا (۱۱)

اپنی آخرت کے بارے میں جو سوال کرو گے  
 عطا کروں گا اور دنیا کے بارے میں جو سوال  
 کرو گے اس میں تمہاری مصلحت پر نظر  
 کروں گا۔ میری عزت کی قسم کہ جب تک تم  
 میرا خیال رکھو گے میں تمہاری لغزشوں پر  
 ستاری کرتا رہوں گا (اور ان کو چھپاتا رہوں گا)  
 میری عزت کی قسم اور میرے جلال کی قسم  
 میں تمہیں مجرموں (اور کافروں) کے سامنے  
 رسوا اور فضیحت نہ کروں گا۔ بس اب بچنے  
 بچنا ہے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ۔ تم نے مجھے  
 راضی کر دیا اور میں تم سے راضی ہو گیا۔ پس فرشتے اس اجر و ثواب کو دیکھ کر جو اس اُمت کو لفظ  
 کے دن ملتا ہے خوشیاں مناتے ہیں اور کھیل جاتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ۔

**ف**: اس حدیث کے اکثر مضامین رسالہ کے گذشتہ اوراق میں بیان ہو چکے ہیں البتہ چند  
 امور قابلِ غور ہیں جن میں سب سے اول اور اہم تو یہ ہے کہ بہت سے محرومِ رمضان کی مغفرت عامہ  
 سے بھی مستثنیٰ تھے جیسا کہ پہلی روایات میں معلوم ہو چکا ہے اور وہ عید کی اس مغفرت عامہ سے بھی مستثنیٰ  
 کر دیئے گئے، جن میں سے آپس کے لڑنے والے اور والدین کی نافرمانی کرنے والے بھی ہیں۔ اُن سے  
 کوئی پوچھے کہ تم نے اللہ کو ناراض کر کے اپنے لئے کون سا ٹھکانہ ڈھونڈ رکھا ہے افسوس تم پر بھی اور  
 تمہاری اس عزت پر بھی جس کے حاصل کرنے کے غلط خیال میں تم رسول اللہ کی بددعائیں برپا کر  
 کر رہے ہو، جبریل کی بددعائیں اُٹھا رہے ہو اور اللہ کی رحمت و مغفرت عامہ سے بھی نکالے جا رہے  
 ہو۔ میں پوچھتا ہوں کہ آج تم نے اپنے مقابل کو زک دے ہی دی، اپنی موچھ اُوپنی کر ہی لی، وہ  
 کتنے دن تمہارے ساتھ رہ سکتی ہے جبکہ اللہ کا پیدار رسول تمہارے اوپر لعنت کر رہا ہے، اللہ کا مقرر  
 فرشتہ تمہاری ہلاکت کی بددعا دے رہا ہے، اللہ جلّ شانه تمہیں اپنی مغفرت و رحمت سے  
 نکال رہے ہیں۔ اللہ کے واسطے سوچو اور بس کرو۔ صبح کا بھٹکا شام کو گھر آ جائے تو کچھ نہیں گیا۔ آج  
 وقت ہے اور ملا فی ممکن، اور کل جب ایسے حاکم کی پیشی میں جانا ہے جہاں نہ عزت و وجاہت کی  
 پوچھ، نہ مال و متاع کا رآمد، وہاں صرف تمہارے اعمال کی پوچھ ہے اور ہر حرکت لکھی لکھائی سامنے

رَكَدَا فِي التَّرْغِيبِ وَقَالَ رَوَدُ الْوِ  
الشَّيْخِ: بَنِ حَبَانَ فِي كِتَابِ الثَّوَابِ  
وَالْبَيْهَقِيُّ وَالْفِظُّ لَهُ وَلَيْسَ فِي اسْنَادِهِ  
مَنْ أَجْمَعَ عَلَى ضَعْفِهِ قُلْتُ قَالَ  
السِّيُوطِيُّ فِي التَّدْرِيبِ قَدْ اتَّزَمَ  
الْبَيْهَقِيُّ أَنْ لَا يَخْرُجَ فِي تَصَانِيفِهِ حَدِيثًا  
يَعْلَمُهُ مَوْضُوعًا أَوْ ذَكَرَ الْقَارِي  
فِي الْمَرْقَاةِ بَعْضَ طُرُقِ الْحَدِيثِ ثَعْلَقَ  
فَاخْتَلَفَ طُرُقُ الْحَدِيثِ يَدِلُّ  
عَلَى أَنَّ لَهُ أَصْلًا ۱۵

اپنی آخرت کے بارے میں جو سوال کرو گے  
عطا کروں گا اور دنیا کے بارے میں جو سوال  
کرو گے اس میں تمہاری مصلحت پر نظر  
کروں گا۔ میری عزت کی قسم کہ جب تک تم  
میرا خیال رکھو گے میں تمہاری لغزشوں پر  
ستاری کرتا رہوں گا (اور اُن کو چھپاتا رہوں گا)  
میری عزت کی قسم اور میرے جلال کی قسم  
میں تمہیں مجرموں (اور کافروں) کے سامنے  
رُساوا اور فضیحت نہ کروں گا۔ بس اب بچنے  
بخشائے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ۔ تم نے مجھے  
راضی کر دیا اور میں تم سے راضی ہو گیا۔ پس فرشتے اس اجر و ثواب کو دیکھ کر جو اس اُمت کو لفظ  
کے دن ملتا ہے خوشیاں مناتے ہیں اور کھیل جاتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ۔

**ف**: اس حدیث کے اکثر مضامین رسالہ کے گذشتہ اوراق میں بیان ہو چکے ہیں البتہ چند  
اُمور قابلِ غور ہیں جن میں سب سے اول اور اہم تو یہ ہے کہ بہت سے محرومِ رمضان کی مغفرت عامہ  
سے بھی مستثنیٰ تھے جیسا کہ پہلی روایات میں معلوم ہو چکا ہے اور وہ عید کی اس مغفرت عامہ سے بھی مستثنیٰ  
کر دیئے گئے، جن میں سے آپس کے لڑنے والے اور والدین کی نافرمانی کرنے والے بھی ہیں۔ اُن سے  
کوئی پوچھے کہ تم نے اللہ کو ناراض کر کے اپنے لئے کون سا ٹھکانہ ڈھونڈ رکھا ہے افسوس تم پر بھی اور  
تمہاری اس عزت پر بھی جس کے حاصل کرنے کے غلط خیال میں تم رسول اللہ کی بددعائیں برپا کر  
کر رہے ہو، جبریل کی بددعائیں اُٹھا رہے ہو اور اللہ کی رحمت و مغفرت عامہ سے بھی نکالے جا رہے  
ہو۔ میں پوچھتا ہوں کہ آج تم نے اپنے مقابل کو زک دے ہی دی، اپنی موچھ اُوپنی کر ہی لی، وہ  
کتنے دن تمہارے ساتھ رہ سکتی ہے جبکہ اللہ کا پیدار رسول تمہارے اوپر لعنت کر رہا ہے، اللہ کا مقرر  
فرشتہ تمہاری ہلاکت کی بددعا دے رہا ہے، اللہ جلّ شانه تمہیں اپنی مغفرت و رحمت سے  
نکال رہے ہیں۔ اللہ کے واسطے سوچو اور بس کرو۔ صبح کا بھٹکا شام کو گھر آ جائے تو کچھ نہیں گیا۔ آج  
وقت ہے اور ملا فی ممکن، اور کل جب ایسے حاکم کی پیشی میں جانا ہے جہاں نہ عزت و وجاہت کی  
پوچھ، نہ مال و متاع کا رآمد، وہاں صرف تمہارے اعمال کی پوچھ ہے اور ہر حرکت لکھی لکھائی سامنے

ہے۔ حق تعالیٰ شانہ اپنے حقوق میں درگزر فرماتے ہیں مگر بندوں کے آپس کے حقوق میں بغیر بدلہ دینے نہیں چھوڑتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مُغْلِسِ میری اُمت میں وہ شخص ہے کہ قیامت کے دن نیک اعمال کے ساتھ آوے اور نماز روزہ صدقہ سب ہی کچھ لادے لیکن کسی کو گالی دے رکھی ہے۔ کسی کو تہمت لگا دی تھی، کسی کو مار پیٹ کی تھی۔ پس یہ سب دعویدار آویں گے اور اس کے نیک اعمال میں سے ان حرکتوں کا بدلہ وصول کر لیں گے اور جب اُس کے پاس نیک اعمال ختم ہو جائیں گے تو اپنی برائیاں اُن حرکتوں کے بدلہ میں اس پر ڈالتے رہیں گے اور پھر اس انبار کی بدولت وہ جہنم رسید ہو جائے گا اور اپنی کثرتِ اعمال کے باوجود جو حسرت و یاس کا عالم ہو گا وہ محتاجِ بیان نہیں ہے۔

وہ مایوسِ تمت کیوں نہ ہوئے آسمان دیکھے

کہ جو منزل بمنزل اپنی محنتِ ایساں دیکھے

دوسرا امر قابلِ غور یہ ہے کہ اس رسالہ میں چند مواقعِ مغفرت کے ذکر کئے گئے ہیں اور اُن کے علاوہ بھی بہت سے امور ایسے ہیں کہ وہ مغفرت کے سبب ہوتے ہیں اور گناہ ان سے معاف ہو جاتے ہیں۔ اس پر ایک اشکال ہوتا ہے وہ یہ کہ جب ایک مرتبہ گناہ مُعاف ہو چکے تو اُس کے بعد دوسری دفعہ مُعافی کے کیا معنی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مغفرت کا قاعدہ یہ ہے کہ جب وہ بندہ کی طرف مُتوجّہ ہوتی ہے اگر اس پر کوئی گناہ ہوتا ہے تو اس کو مٹاتی ہے اور اگر اس کے اوپر کوئی گناہ نہیں ہوتا تو اس کے بقدر اس پر رحمت اور انعام کا اضافہ ہو جاتا ہے۔

تیسرا امر یہ ہے کہ سابقہ احادیث میں بھی بعض جگہ اور اس حدیث میں ابھی حق تعالیٰ شانہ نے اپنی مغفرت فرمانے پر فرشتوں کو گواہ بنایا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قیامت کی عدالت کے معاملات ضابطہ پر رکھے گئے ہیں۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ان کی تبلیغ کے بارے میں بھی گواہ طلب کئے جاتے گے۔ چنانچہ احادیث کی کتابوں میں بہت سے مواقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم سے میرے بارے میں سوال ہو گا لہذا تم گواہ رہو کہ میں پہنچا چکا ہوں۔ بخاری وغیرہ میں روایت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام قیامت کے دن بلائے جائیں گے۔ اُن سے دریافت کیا جائے گا کہ تم نے رسالت کا حق ادا کیا، ہمارے احکام پہنچائے وہ عرض کریں گے کہ پہنچائے تھے۔ پھر ان کی اُمت سے پوچھا جائے گا کہ تمہیں احکام پہنچائے تھے۔ وہ کہیں گے مَاجَاءَنَا مِنْكَ بَشِيرٌ وَلَا نَذِيرٌ۔ ہمارے پاس نہ کوئی بشارت دینے والا آیا نہ ڈرانے والا تو



حضرت نوح علیہ السلام سے پوچھا جائے گا کہ اپنے گواہ پیش کرو۔ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اُمت کو پیش کریں گے۔ اُمتِ محمدیہ بلائی جائے گی اور گواہی دے گی۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ ان سے جرح کی جائے گی کہ تم کو کیا خبر کہ نوحؑ نے اپنی اُمت کو احکام پہنچاتے۔ یہ عرض کریں گے کہ ہمارے رسولؐ نے خبر دی۔ ہمارے رسولؐ پر جو سچی کتاب اُتری اُس میں خبر دی گئی۔ اسی طرح اور انبیاء کی اُمت کے ساتھ بھی پیش آئے گا۔ اسی کے متعلق ارشادِ خداوندی ہے وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ۔

اہم فخر الدین رازیؒ لکھتے ہیں کہ قیامت میں گواہیاں چار طرح کی ہوں گی۔ ایک ملائکہ کی جس کے متعلق آیات ذیل میں تذکرہ ہے وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَعَهَا سَائِقٌ وَشَهِيدٌ مَّا يَلْفُظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ۝ وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ كُرَامًا كَاتِبِينَ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ۔ دوسری گواہی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ہوگی جس کے متعلق ارشاد ہے وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا ۝ تیسری اُمتِ محمدیہ کی گواہی ہوگی جس کے متعلق ارشاد ہے وَجِئْنَا بِالنَّبِيِّينَ وَالشُّهَدَاءِ ۝ چوتھی آدمی کی اپنے اعضاء کی گواہی جس کے متعلق ارشاد ہے يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَلْيَةُ أُولَئِكَ نَخْتُمُ عَلَيْهَا قُلُوبَهُمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ أَلَا يَهْدِي ۝ اختصار کے خیال سے ان آیات کا ترجمہ نہیں لکھا۔ سب آیات کا حاصل قیامت کے دن ان چیزوں کی گواہی دینے کا ذکر ہے جن کا بیان آیت کے شروع میں لکھ دیا گیا۔ چوتھا امر حدیثِ بالا میں یہ ارشادِ مبارک ہے کہ میں تم کو کفار کے سامنے رسوا اور فضیحت نہ کروں گا۔ یہ حق تعالیٰ شانہ کا غایت درجہ کا لطف و کرم اور مسلمانوں کے حال پر غیرت ہے کہ اللہ کی رضا کے ڈھونڈنے والوں کے لئے یہ بھی لطف و انعام ہے کہ ان کی لغزشوں اور سیئات سے وہاں بھی درگزر اور پردہ پوشی کی جاتی ہے۔

عبداللہ بن عمرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہ ایک مومن کو اپنے قریب بلا کر اس پر پردہ ڈال کر کہ کوئی دوسرا نہ دیکھے، اس کی لغزشوں اور سیئات یاد دلا کر اس سے ہر بہ گناہ کا اقرار کرا لیں گے اور وہ اپنے گناہوں کی کثرت اور اقارب پر یہ سمجھے گا کہ اب ہلاکت کا وقت قریب آگیا۔ تو ارشادِ دہو گا کہ میں نے دنیا میں تجھ پر ستاری فرمائی ہے تو آج بھی اُن پر پردہ ہے اور مُعاف ہیں۔ اس کے بعد اس کے نیک اعمال کا دفتر اُس

کے حوالہ کر دیا جائے گا۔

اور بھی سینکڑوں روایات سے یہ مضمون مستنبط ہوتا ہے کہ اللہ کی رضا کے ڈھونڈنے والوں، اس کے احکام کی پابندی کرنے والوں کی لغزشوں سے درگزر کر دیا جاتا ہے اسلئے نہایت اہمیت کے ساتھ ایک مضمون سمجھ لینا چاہیے کہ جو لوگ اللہ والوں کی کوتاہیوں پر ان کی غیبت میں مبتلا رہتے ہیں وہ اس کا لحاظ رکھیں کہ مبادا قیامت میں ان کے نیک اعمال کی برکت سے ان کی لغزشیں تو معاف کر دی جائیں اور پردہ پوشی فرمائی جائے لیکن تم لوگوں کے اعمال نامے غیبت کا دفتر بن کر ہلاکت کا سبب بنیں۔ اللہ جل شانہ اپنے لطف سے ہم سب سے درگزر فرماویں۔

پانچواں امر ضروری یہ ہے کہ حدیثِ بالا میں عید کی رات کو انعام کی رات سے پکارا گیا۔ اس رات میں حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے اپنے بندوں کو انعام دیا جاتا ہے اس لئے بندوں کو بھی اُس رات کی سجدہ قدر کرنی چاہیے۔ بہت سے لوگ عوام کا تو پوچھنا ہی کیا خواص بھی رمضان کے تھکے ماندے اس رات میں میٹھی نیند سوتے ہیں۔ حالانکہ یہ رات بھی خصوصیت سے عبادت میں مشغول رہنے کی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص ثواب کی نیت کر کے دونوں عیدوں میں جاگے (اور عبادت میں مشغول رہے) اس کا دل اُس دن نہ مرے گا جس دن سب کے دل مر جاویں گے (یعنی فتنہ و فساد کے وقت جب لوگوں کے قلوب پر مُردنی چھاتی ہے۔ اس کا دل زندہ رہے گا اور ممکن ہے کہ صور پھونکے جانے کا دن مراد ہو کہ اس کی رُوح بیہوش نہ ہوگی۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص پانچ راتوں میں (عبادت کے لئے) جاگے۔ اُس کے واسطے جنت واجب ہو جاوے گی۔ لَیْلَةُ التَّوْبَةِ (آٹھ ذی الحجہ کی رات)، لَیْلَةُ النُّعْرِفَةِ (۹ ذی الحجہ کی رات)، لَیْلَةُ النُّحْرِ (۱۰ ذی الحجہ کی رات)، اور عید الفطر کی رات اور شبِ براءت یعنی ۱۵ شعبان کی رات۔

فقہاء نے بھی عیدین کی رات میں جاگنا مستحب لکھا ہے۔ ماثبتِ بارشنتہ میں امام شافعی صاحب سے نقل کیا ہے کہ پانچ راتیں دُعا کی قبولیت کی ہیں۔ جمعہ کی رات، عیدین کی راتیں، عرہ حبیب کی رات اور نصف شعبان کی رات۔

### تنبیہ

بعض بزرگوں کا ارشاد ہے کہ رمضان المبارک میں جمعہ کی رات کا بھی خصوصیت سے اہتمام



چاہیے کہ جمعہ اور اس کی رات بہت مُتبرک اوقات ہیں۔ احادیث میں ان کی بہت فضیلت آئی ہے مگر چونکہ بعض روایات میں جمعہ کی رات کو قیام کے ساتھ مخصوص کرنے کی ممانعت بھی وارد ہوئی ہے اسلئے بہتر ہے کہ ایک دو رات کو اس کے ساتھ اور بھی شامل کر لے۔  
آخر میں ناظرین سے لُجائت سے درخواست ہے کہ رمضان المبارک کے مخصوص اوقات میں جب آپ اپنے لئے دُعا فرمائیں تو ایک سلسلہ کار کو بھی شامل فرمائیں، کیا بعید ہے کہ کریم اُت متھاری مُخلصانہ دُعا سے اس کو بھی اپنی رضا و محبت سے نوازدیں۔

گرچہ میں بدکار و نالائق ہوں اے شاہِ جہاں پرترے در کو بتا اب مجھ کو کرجاؤں کہاں  
کون ہے تیرے سوا مجھ بے نوا کے واسطے  
کشمکش سے ناامیدی کی ہوا یوں میں تباہ دیکھ مت میرے عمل کو لطف پر اپنے نگاہ  
یارب اپنے رحم و احسان و عطا کے واسطے  
چرخِ عصیاں سر پہ ہے زیرِ قدم بحسبِ الم چارٹو ہے فوجِ غنم کر جلد اب ہر کرم  
کچھ رہائی کا سبب اس بتلا کے واسطے  
ہے عبادت کا سہارا عابدوں کے واسطے اور تکیہ زہر کا ہے زاہدوں کے واسطے  
ہے عصائے آہ مجھ بے دست و پا کے واسطے  
نئے فیکری چاہتا ہوں نئے میسری کی طلب نے عبادت نے درع نے خواہشِ علم و ادب  
درِ دُول پر چاہیے مجھ کو خدا کے واسطے  
عقل و ہوش و فکر اور نعمائے دنیا بے شمار کی عطا تو نے مجھے پر اب تو اے پروردگار  
بخش وہ نعمت جو کام آئے سدا کے واسطے  
حد سے اتر ہو گیا ہے حال مجھ نہ شاد کا کرمی امداد اللہ وقت ہے امداد کا  
اپنے لطف و رحمت بے انتہا کے واسطے  
گو میں ہوں اک بندہ مای غلام پر قصور مجرم میرا حوصلہ ہے نام ہے تیرا غفور  
تیرا کہلاتا ہوں میں جیسا ہوں اے رب شکوہ اُنک شاف اُنک کاف فی مُہلماتِ الامور  
اُنک حسی اُنک رقی اُنک فی نَعُوذِ الْوکیل

محمد زکریا کاندھلوی  
مقرر منظرِ علوم سہارنپور دارالافتاء حضرت نظام الدین دہلوی مدظلہ العالی

عَلِّمُوا الْاِنْسَانَ  
سُكَّهَ اَيَّ اِنْسَانَ كَوْدَه

عك

فضائل

مؤلف

قلب الاقطاب صاحب  
حضرت مولانا محمد زکریا  
و اعلیٰ

کتب خانہ

لاہور پاکستان

نوٹ: یہ کتاب محدود تعداد میں مہیتی ہے اس لئے



حق سبحانہ و تقدس کے ان انعامات خاصہ میں سے جو مدرسہ عالمیہ مظاہر علوم  
سہارن پور کے ساتھ ہمیشہ مخصوص رہے ہیں۔ مدرسے کا سالانہ جلسہ ہے جو ہر سال مدرسے  
کے اجمالی حالات سنانے کے لئے منعقد ہوتا ہے۔ مدرسے کے اس جلسہ میں مقررین  
واعظین اور مشاہیر اہل ہند کے جمع کرنے کا اس قدر اہتمام نہیں کیا جاتا جتنا کہ اللہ والے  
قلوب والے، گمنامی میں رہنے والے مشائخ کے اجتماع کی سعی کی جاتی ہے۔ وہ زمانہ  
اگرچہ کچھ دور ہو گیا ہے جب کہ حجتہ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی  
قدس اللہ سرہ العزیز اور قطب الارشاد حضرت اقدس مولانا رشید احمد صاحب  
گنگوہی نور اللہ مرقدہ کی تشریف آوری حاضرین جلسہ کے قلوب کو منور فرمایا کرتی تھی۔  
مگر وہ منظر ابھی آنکھوں سے زیادہ دور نہیں ہوا جب کہ ان مجددین اسلام اور سموس ہند  
کے جانشین حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب  
رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا حلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا اشرف علی  
صاحب نور اللہ مرقدہ مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں مجتمع ہو کر مردہ قلوب کے لئے زندگی  
و نورانیت کے لئے چشمے جاری فرمایا کرتے تھے اور عشق کے پیاسوں کو سیراب فرماتے  
تھے۔

دور حاضر میں مدرسے کا جلسہ ان بدور ہدایت سے بھی گومحروم ہو گیا، مگر ان کے بچے  
جانشین مختار جلسہ کو اب بھی اپنے فیوض و برکات سے مالا مال فرماتے ہیں جو لوگ اس سال  
جلے میں شریک رہے ہیں وہ اس کے لئے شاہد عدل ہیں۔ آنکھوں والے برکات دیکھتے  
ہیں لیکن ہم سے بے بصر بھی اتنا ضرور محسوس کرتے ہیں کہ کوئی بات ضرور ہے۔  
مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں اگر کوئی شخص شستہ تقاریر، زوردار لیکچروں کا طالب بن کر آئے  
تو شاید وہ اتنا مسرور نہ جائے جس قدر کہ دوائے دل کا طالب کا مگوار و فیض یاب جلتے گا۔  
فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ۔

اسی سلسلہ میں سال رواں ۲۷ ذیقعدہ ۱۳۲۸ھ کے جلسہ میں حضرت الشاہ حافظ محمد  
یسین صاحب نینگنوتی نے قدم رنجہ فرما کر اس سیر کار پر جس قدر شفقت و لطف کا مینہ برپا  
یہ ناکارہ اس کے تشکر سے بھی قاصر ہے۔ ممدوح کے متعلق یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ آپ  
حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے ہیں پھر آپ کے اوصاف جلیلہ یک سوئی،

تقدّس منظر انوار و برکات وغیرہ کے ذکر کی ضرورت نہیں رہتی جلسہ سے فراغت کے بعد مدوح جب مکان واپس تشریف لے گئے تو گرامی نامہ، مکتومت نامہ، عزت نامہ سے مجھے اس کا حکم فرمایا کہ فضائل قرآن میں ایک چہل حدیث جمع کر کے اس کا ترجمہ خدمت میں پیش کروں اور نیز یہ کہ اگر مدوح کے حکم سے میں نے انحراف کیا تو وہ میرے جانشین شیخ اور مثیل والد چچا جان مولانا الحافظ الحاج مولوی محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے اس حکم کو متوکد کرائیں گے اور بہر حال یہ خدمت مدوح کو مجھ جیسے ناکارہ ہی سے لینا ہے یہ افتخار نامہ اتفاقاً ایسی حالت میں پہنچا کہ میں سفر میں تھا اور میرے چچا جان یہاں تشریف فرما تھے انھوں نے میری واپسی پر یہ گرامی نامہ اپنے تاکید کی حکم کے ساتھ میرے حوالے فرمایا کہ جس کے بعد مجھے کسی معذرت کی گنجائش رہی اور نہ اپنی عدم اہلیت کے پیش کرنے کا موقع رہا۔ میرے لئے شرح موطا امام مالک کی مشغولیت بھی ایک قوی عذر تھا مگر ارشادات عالیہ کی اہمیت کی وجہ سے اس کو چند روز کے لئے ملتوی کر کے ماحضر خدمت عالیہ میں پیش کرتا ہوں اور ان لغزشوں سے جن کا وجود میری نااہلیت کے لئے لازم ہے معافی کا خواستگار ہوں۔

اس جماعت کے ساتھ حشر ہونے کی اُمید میں جن کے بارے میں حضور کا ارشاد ہے کہ جو شخص میری اُمت کے لئے ان کے دینی اُمور میں چالیس حدیثیں محفوظ کرے گا حق تعالیٰ شأنہ اس کو قیامت میں عالم اُٹھائے گا اور میں اس کے لئے سفارشی اور گواہ بنوں گا۔ علقمی کہتے ہیں کہ محفوظ کرنا شے کے منقبط کرنے اور ضائع ہونے سے حفاظت کا نام ہے چاہے بغیر لکھے بر زبان یاد کر لے یا لکھ کر محفوظ کر لے اگرچہ یاد نہ ہو پس اگر کوئی شخص کتاب میں لکھ کر دوسروں تک پہنچا دے وہ بھی حدیث کی بشارت میں داخل

رَجَاءُ الْحَشْرِ فِي سَلَكِ مَنْ قَالَ فِيهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَفِظَ عَلَيَّ أُمَّتِي أَرْبَعِينَ حَدِيثًا فِي أَمْرِ دِينِهَا بَعَثَهُ اللَّهُ فِيهَا وَكُنْتُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ شَافِعًا وَشَهِيدًا قَالَ الْعَلْقَمِيُّ الْحَفِظُ حَبْطُ الشَّيْءِ وَمَنْعُهُ مِنَ الضِّيَاعِ فَتَارَةٌ يَكُونُ حَفِظُ الْعِلْمِ بِالْقَلْبِ وَإِنْ لَمْ يَكْتُبْ وَتَارَةٌ فِي الْكِتَابِ فَإِنْ لَمْ يَحْفَظْهُ بِقَلْبِهِ فَلَوْ حَفِظَ فِي كِتَابٍ ثُمَّ نَقَلَ إِلَى النَّاسِ دَخَلَ

فِي وَعْدِ الْحَدِيثِ وَقَالَ الْمُنَافِقُ قَوْلَهُ  
مَنْ حَفِظَ عَلَيَّ أُمَّتِي أَيْ نَقَلَ إِلَيْهِمْ  
بِطَرِيقِ التَّخْرِيجِ وَالْإِسْنَادِ وَقِيلَ  
مَعْنَى حَفِظَهَا أَنْ يَنْقُلَهَا إِلَى  
الْمُسْلِمِينَ وَإِنْ لَمْ يَحْفَظْهَا وَلَا  
عَرَفَ مَعْنَاهَا وَقَوْلُهُ أَرْبَعِينَ حَدِيثًا  
صَحَاحًا أَوْ جَانًا قِيلَ أَوْ ضَعْفًا  
يَعْمَلُ بِهَا فِي الْفَضَائِلِ أَهْ فَيُلَبِّسُ  
دُرَّ الْإِسْلَامِ مَا أَيْسَرُ وَلِلَّهِ دُرُّ أَهْلِهِ  
مَا أَجْوَدُ مَا اسْتَبَطُوا رِزْقِي اللَّهُ  
تَعَالَى وَإِيَّاكُمْ كَمَالَ الْإِسْلَامِ وَ  
مِمَّا لَا بَدَّ مِنَ التَّنْبِيهِ عَلَيْهِ إِنِّي  
اعْتَمَدْتُ فِي التَّخْرِيجِ عَلَى الْبُشْكُوَّةِ  
وَتَخْرِيجِهِ وَشَرْحِهِ الْمِرْقَاةِ وَ  
شَرْحِ الْأَحْيَاءِ لِلسَّيِّدِ مُحَمَّدٍ  
الرَّقْنِيِّ وَالتَّرْغِيبِ لِلْمُسْنَدِ رِجَالِ  
مَا عَزَّوَتْ إِلَيْهَا لِكَثْرَةِ الْاِخْتِ  
عَنْهَا وَمَا أَخَذْتُ عَنْ غَيْرِهَا  
عَزْوَتُهُ إِلَى مَا أَخَذْتُ وَيَنْبَغِي  
لِلْقَارِئِ مُرَاعَاتُ آدَابِ التَّلَاوَةِ  
عِنْدَ الْقِرَاءَةِ.

ہوگا سناوئی کہتے ہیں میری اُمت پر محفوظ  
کر لینے سے مراد ان کی طرف نقل کرنا ہے  
سند کے حوالے کے ساتھ اور بعض نے  
کہا ہے کہ مسلمانوں تک پہنچانا ہے اگرچہ  
وہ بزدبان یا دہ ہوں نہ ان کے معنی معلوم  
ہوں۔ اسی طرح چالیس حدیثیں بھی عام ہیں  
کہ سب صحیح ہوں یا حسن یا معمولی درجہ کی  
ضعیف جن پر فضائل میں عمل جائز ہوا ہے اگر  
اسلام میں بھی کیا کیا سہولتیں ہیں اور تعجب  
کی بات ہے کہ علماء نے بھی کس قدر باریکل  
نکالی ہیں حق تعالیٰ شانہ کمال اسلام مجھے  
بھی نصیب فرماویں اور تمہیں بھی اس جگہ  
ایک ضروری امر پر متنبہ کرنا بھی لا بُدِی ہے  
وہ یہ کہ میں نے احادیث کا حوالہ دینے میں  
بُشْكُوَّة، تَمْيِيقُ الرِّوَاةِ، مِرْقَاة، اور اَحْيَاءُ الْعُلُومِ  
کی شرح اور مُسْنَدِ رِجَالِ کی ترغیب پر اعتماد کیا  
ہے اور کثرت سے ان سے لیا ہے اس  
لئے ان کے حوالے کی ضرورت نہیں سمجھی  
البتہ ان کے علاوہ کہیں سے لیا ہے تو اس  
کا حوالہ نقل کر دیا۔ نیز قاری کے لئے تلاوت  
کے وقت اس کے آداب کی رعایت بھی  
ضروری ہے۔

مقصود سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کلام مجید پڑھنے کے کچھ آداب بھی لکھ دیتے

جائیں کہ

بے ادب محروم گشت از فضلِ رب



مختصر طور پر آداب کا خلاصہ یہ ہے، کلام اللہ شریف معبود کا کلام ہے، محبوب و مطلوب کے فرمودہ الفاظ ہیں۔

جن لوگوں کو محبت سے کچھ واسطہ پڑا ہے وہ جانتے ہیں کہ معشوق کے خط کی، محبوب کی تقریر و تحریر کی کسی دل کھوتے ہوئے کے یہاں کیا وقعت ہوتی ہے، اس کے ساتھ جو شیفتگی و فریفتگی کا معاملہ ہوتا ہے اور ہونا چاہیے وہ قواعد و ضوابط سے بالاتر ہے۔  
محبت تجھ کو آداب محبت خود دکھائے گی

اس وقت اگر جمال حقیقی اور انعامات غیر متناہی کا تصور ہو تو محبت موجزن ہوگی، اس کے ساتھ ہی وہ انکسار الٰہی کمین کا کلام ہے، سلطان السلاطین کا فرمان ہے، اس سطوت و جبروت والے بادشاہ کا قانون ہے کہ جس کی ہمسری نہ کسی بڑے سے بڑے سے ہوتی اور نہ ہو سکتی ہے۔ جن لوگوں کو سلاطین کے دربار سے کچھ واسطہ پڑ چکا ہے وہ تجربے سے اور جن کو سابقہ نہیں پڑا وہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ سلطانی فرمان کی ہیبت قلوب پر کیا ہو سکتی ہے۔ کلام الٰہی محبوب و حاکم کا کلام ہے اس لئے دونوں آداب کا مجموعہ اس کے ساتھ برتنا ضروری ہے۔

حضرت عکرمہؒ جب کلام پاک پڑھنے کے لئے کھولا کرتے تھے تو بے ہوش ہو کر گر جاتے تھے۔ اور زبان پر جاری ہو جاتا تھا ہذا کلام رقی، ہذا کلام رقی (یہ میرے رب کا کلام ہے یہ میرے رب کا کلام ہے) یہ اُن آداب کا اجمال ہے اور ان تفصیلات کا اختصار ہے جو مشائخ نے آداب تلاوت میں لکھے ہیں جن کی محسی قدر توضیح بھی ناظرین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں جن کا خلاصہ صرف یہ ہے کہ بندہ نوکر بن کر نہیں، چاکر بن کر نہیں، بلکہ بندہ بن کر آقا و مالک، محسن و منعم کا کلام پڑھے صوفیاء نے لکھا ہے کہ جو شخص اپنے کو قراءت کے آداب سے قاصر سمجھتا ہے گا وہ قرب کے مراتب میں ترقی کرتا رہے گا اور جو اپنے کو رضا و عجب کی نگاہ سے دیکھے گا وہ ترقی سے دور ہوگا۔

## آداب

مسواک اور وضو کے بعد کسی یک سوئی کی جگہ میں نہایت وقار و تواضع کے ساتھ روبرو قبلہ بیٹھے اور نہایت ہی حضور قلب اور خشوع کے ساتھ اس لطیف سے جو اس وقت کے مناسب ہے اس طرح پڑھے کہ گویا خود حق سبحانہ و عزّ اسمہ کو کلام پاک سنارہا ہے۔ اگر وہ معنی سمجھتا ہے تو تدبر و تفکر کے ساتھ آیات وعدہ رحمت پر دعائے مغفرت و رحمت مانگے اور آیات عذاب و وعید

پر اللہ سے پناہ چاہے کہ اس کے سوا کوئی بھی چارہ ساز نہیں۔ آیات تَنْزِیْہِ وَلَقَدْ رَاسٍ پُرْجَانٍ لِّہِ کہے اور از خود تلاوت میں روزانہ آوے تو بہ تکلف رونے کی سعی کرے۔

وَالَّذِیْ حَالَتْ الْغَیْمُ لِمُعْزِمٍ شِکْوَى الْهَوٰی بِالْمَدِّعِ الْمُتَرَاکِبِ

ترجمہ: کسی عاشق کے لئے سب سے زیادہ لذت کی حالت یہ ہے کہ محبوب سے اس کا گلہ ہو رہا ہو اس طرح کہ آنکھوں سے بارش ہو۔

پس اگر یاد کرنا مقصود نہ ہو تو پڑھنے میں جلدی نہ کرے۔ کلام پاک کو رحل یا بکیر یا کسی اونچی جگہ پر رکھے تلاوت کے درمیان میں کسی سے کلام نہ کرے۔ اگر کوئی ضرورت پیش ہی آجائے تو کلام پاک بند کر کے بات کرے اور پھر اس کے بعد اَعُوْذُ پڑھ کر دوبارہ شروع کرے۔ اگر مجمع میں لوگ اپنے اپنے کاروبار میں مشغول ہوں تو آہستہ پڑھنا افضل ہے ورنہ آواز سے پڑھنا اولیٰ ہے۔ مشائخ نے تلاوت کے چھ آداب ظاہری اور چھ باطنی ارشاد فرماتے ہیں۔

**ظاہری آداب :** اول: غایت احترام سے با وضو روبہ قبلہ بیٹھے۔ دوم: پڑھنے میں جلدی نہ کرے، ترتیل و تجوید سے پڑھے۔ سوم: رونے کی سعی کرے چاہے بہ تکلف ہی کیوں نہ ہو۔ چہارم: آیات رحمت و آیات عذاب کا حق ادا کرے جیسا کہ پہلے گذر چکا۔ پنجم: اگر ریا کا احتمال ہو کسی دوسرے مسلمان کی تکلیف و حرج کا اندیشہ نہ ہو تو آہستہ پڑھے ورنہ آواز سے۔ ششم: خوش الحانی سے پڑھے کہ خوش الحانی سے کلام پاک پڑھنے کی بہت سی احادیث میں تاکید آتی ہے۔

**باطنی آداب :** اول: کلام پاک کی عظمت دل میں رکھے کہ کیسا عالی مرتبہ کلام ہے دوم: حق سبحانہ و تقدس کی علوشان اور رفعت و کبریائی کو دل میں رکھے جس کا کلام ہے۔ سوم: دل کو وساوس و خطرات سے پاک رکھے۔ چہارم: معافی کا تدبیر کرے اور لذت کے ساتھ پڑھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شب تمام رات اس آیت کو پڑھ کر گزار دی۔

اِنْ تَعَذَّبْتُمْ فَاِنَّہُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَہُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ

اے اللہ! اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر مغفرت فرما دے تو یہ تیرے

وحمت والا ہے۔

سعید بن جبیر نے ایک رات اس آیت کو پڑھ کر صبح کر دی۔

وَأَمَّا زُودَ الْيَوْمِ أَيُّهَا الْمَجْدُ مَوْكٌ ۝  
 او مجرمو! آج قیامت کے دن فرماں برداروں  
 سے الگ ہو جاؤ۔

پنجم: جن آیات کی تلاوت کر رہا ہے دل کو ان کے تابع بناوے۔ مثلاً اگر آیت رحمت زبان پر ہے، دل سرور محض بن جائے اور آیت عذاب اگر آگتی ہے تو دل کڑ جائے۔ ششم: کانوں کو اس درجہ متوجہ بنا دے کہ گویا خود حق سبحانہ و تقدس کلام فرما رہے ہیں اور یہ سن رہا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ محض اپنے لطف و کرم سے مجھے بھی ان آداب کے ساتھ پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے اور تمہیں بھی۔

اتنے قرآن شریف کا حفظ کرنا جس سے نماز ادا ہو جائے ہر شخص پر فرض ہے اور  
**مسئلہ:** تمام کلام پاک کا حفظ کرنا فرض کفایہ ہے اگر کوئی بھی العیاذ باللہ حافظ نہ رہے  
 تو تمام مسلمان گناہ گار ہیں۔ بلکہ زکشتی سے ملا علی قاریؒ نے نقل کیا ہے کہ جس شہریا گاؤں میں  
 کوئی قرآن پاک پڑھنے والا نہ ہو تو سب گناہ گار ہیں۔ اس زمانہ ضلالت و جہالت میں جہاں  
 ہم مسلمانوں میں اور بہت سے دینی امور میں گمراہی پھیل رہی ہے وہاں ایک عام آواز یہ بھی  
 ہے کہ قرآن شریف کے حفظ کرنے کو فضول سمجھا جا رہا ہے، اس کے الفاظ رٹنے کو حماقت  
 بتلایا جاتا ہے، اس کے الفاظ یاد کرنے کو دماغ سوزی اور تضییع اوقات کہا جاتا ہے۔ اگر ہماری  
 بددینی کی سہی ایک وبا ہوتی تو اس پر کچھ تفصیل سے لکھا جاتا مگر یہاں ہر ادا مرض ہے اور ہر  
 خیال ہل ہی کی طرف کھینچتا ہے۔ اس لئے کس کس چیز کو رویتے اور کس کس کا شکوہ کیجئے۔ فَاَلِی  
 اللہ الْمُشْکٰی وَاللہُ السُّتَعَانُ۔

① عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
 اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ خَيْرُکُمْ  
 مَن تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلِمَہُ۔  
 حضرت عثمانؓ سے حضور اقدس صَلَّی اللہ  
 عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ تم میں  
 سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن  
 شریف کو سیکھے اور سکھائے۔

رواہ البخاری والبوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجہ هذا فی الترغیب وعزادہ الحی مسلو  
 ایضاً لکن حکى الحافظ فی الفتح عن ابی العلاء أَن مسلماً سکت عنه

اکثر کتب میں یہ روایت وآو کے ساتھ ہے جس کا ترجمہ لکھا گیا۔ اس صورت میں فضیلت  
 اس شخص کے لئے ہے جو کلام پاک سیکھے اور اس کے بعد دوسروں کو سکھائے۔ لیکن بعض کتب میں



اُن کی طرف مُتوجّہ رہتے ہیں اور جو لوگ ہر وقت کے پاس رہنے والے ہوتے ہیں وہ اہل اہل خواص ہوتے ہی ہیں۔ کس قدر بڑی فضیلت ہے کہ ذرا سی محنت و مشقت سے اللہ والے بنتے ہیں۔ اللہ کے اہل شمار کئے جاتے ہیں اور اس کے خواص ہونے کا شرف حاصل ہو جاتا ہے۔ دُنیوی دربار میں صرف داخلہ کی اجازت کے لئے، ممبروں میں صرف شمول کے لئے کس قدر جانی اور مالی قربانی کی جاتی ہے، وٹروں کے سامنے خوشامد کرنی پڑتی ہے۔ ذلتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں اور اس سب کو کام سمجھا جاتا ہے لیکن قرآن شریف کی محنت کو بے کار سمجھا جاتا ہے۔

بہیں تفاوت رہ از کجا است تا بہ کجا

ابو ہریرہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ حق سبحانہ اتنا کسی کی طرف توجہ نہیں فرماتے جتنا کہ اس نبی کی آواز کو توجہ سے سنتے ہیں، جو کلام الہی خوش الحانی سے پڑھتا ہو۔

(۲۵) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَذِنَ اللَّهُ لِشَيْءٍ مَا أَذِنَ لِنَبِيِّ يَتَفَعَّلُ بِالْقُرْآنِ (رواه البخاري ومسلم)

پہلے معلوم ہو چکا کہ حق تعالیٰ شأنہ اپنے کلام کی طرف خصوصیت سے توجہ فرماتے ہیں۔ پڑھنے والوں میں انبیاء چونکہ آداب تلاوت کو بحالہ ادا کرتے ہیں اس لئے ان کی طرف اور زیادہ توجہ ہونا بھی ظاہر ہے پھر جب کہ حسن آواز اس کے ساتھ مل جاوے تو سونے پر سہاگہ ہے، جتنی بھی توجہ ہو ظاہر ہے اور انبیاء کے بعد اولا فضل فانی بفضل حب حیثیت پڑھنے والے کی طرف توجہ ہوتی ہے۔

فضالہ ابن عبید نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ حق تعالیٰ شأنہ قاری کی آواز کی طرف اس شخص سے زیادہ کان لگاتے ہیں جو اپنی گانے والی باندی کا گانا سن رہا ہو۔

(۲۶) عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُ أَشَدُّ أَذْنَا إِلَى قَارِئِ الْقُرْآنِ مِنْ صَاحِبِ الْقَيْنَةِ إِلَى قَيْنَتِهِ۔

(علاء ابن ماجہ و ابن حبان والحاکم کذا فی شرح الاحیاء قلت وقال الحاکم صحیح علی شرطہما وقال الذہبی منقطع)

گانے کی آواز کی طرف فطرۃ اور طبعاً توجہ ہوتی ہے مگر شرعی روک کی وجہ سے دیندار لوگ  
 اور متوجہ نہیں ہوتے لیکن گانے والی اپنی مملوکہ ہو تو اس کا گانا سننے میں کوئی شرعی نقص  
 سببی نہیں اس لئے اس طرف کامل توجہ ہوتی ہے۔ البتہ کلام پاک میں یہ ضروری ہے کہ گانے  
 کی آواز میں نہ پڑھا جائے۔ احادیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے  
 اَبَاكُمْ وَ لَحْوَكُمْ اَهْلُ الْوَشَقِ (المحدث) یعنی اس سے بچو کہ جس طرح عاشق غزلوں کی آواز بنا  
 بنا کر موسیقی قوانین پر پڑھتے ہیں اس طرح مست پڑھو۔ مشائخ نے لکھا ہے کہ اس طرح کا  
 پڑھنے والا فاسق اور سننے والا گناہ گار ہے مگر گانے کے قواعد کی رعایت کئے بغیر خوش  
 آوازی مطلوب ہے۔ حدیث میں مستعد ذجگہ اس کی ترغیب آئی ہے۔ ایک جگہ ارشاد  
 بچہ اچھی آواز سے قرآن شریف کو مزین کرو۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ اچھی آواز سے کلام اللہ  
 شریف کا سن دو بالا ہو جاتا ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب  
 غنیۃ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود ایک مرتبہ کوفہ کے نواح میں جا رہے تھے کہ  
 ایک جگہ فساق کا مجمع ایک گھر میں جمع تھا۔ ایک گویا جس کا نام زاذان تھا گارہا تھا اور  
 سارے بجارہا تھا۔ ابن مسعود نے اس کی آواز سن کر ارشاد فرمایا۔ کیا ہی اچھی آواز تھی اگر قرآن  
 شریف کی تلاوت میں ہوتی اور اپنے سر پر کپڑا ڈال کر گزرے ہوتے چلے گئے۔ زاذان  
 نے ان کو بولتے ہوئے دیکھا۔ لوگوں سے پوچھنے پر معلوم ہوا عبداللہ بن مسعود صحابی ہیں  
 اور یہ ارشاد فرما گئے۔ اُس پر اس مقولہ کی کچھ ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ حد نہیں اور قصہ مختصر  
 کہ وہ اپنے سب آلات توڑ کر ابن مسعود کے پیچھے لگ گئے اور علامہ وقت ہوئے۔ عرض  
 مستعد روایات میں اچھی آواز سے تلاوت کی مدح آئی ہے مگر اس کے ساتھ ہی گانے کی  
 آواز میں پڑھنے کی ممانعت آئی ہے جیسا کہ اوپر گذر چکا۔ حذیفہ کہتے ہیں کہ حضور نے ارشاد  
 فرمایا کہ قرآن شریف کو عرب کی آواز میں پڑھو، عشق بازوں اور یہود و نصاریٰ کی آواز میں  
 مست پڑھو، عنقریب ایک قوم آنے والی ہے جو گانے اور نوحہ کرنے والوں کی طرح سے  
 قرآن شریف کو بنا بنا کر پڑھے گی وہ تلاوت ذرا بھی ان کے لئے نافع نہ ہوگی خود بھی وہ  
 لوگ فتنے میں پڑیں گے اور جن کو وہ پڑھنا اچھا معلوم ہو گا ان کو بھی فتنہ میں ڈالیں گے  
 طاووس کہتے ہیں کہ کسی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اچھی آواز سے پڑھنے والا  
 کون شخص ہے حضور نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص کہ جب تو اس کو تلاوت کرتے دیکھے تو محسوس

کرے کہ اس پر اللہ کا خوف ہے یعنی اس کی آواز سے مرعوب ہونا محسوس ہوتا ہو اس سبب کے ساتھ اللہ جلّ و علا کا بڑا انعام یہ ہے کہ آدمی اپنی حیثیت و طاقت کے موافق اس کا مکلف ہے۔ حدیث میں ہے کہ حق سبحانہ و تقدّس کی طرف سے فرشتہ اس کام پر مقرر ہے کہ جو شخص کلام پاک پڑھے اور کما حقہ اس کو درست نہ پڑھ سکے تو وہ فرشتہ اس کو درست کرنے کے بعد اوپر لے جاتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ لَا تُخْضِرْ ثَنَاءً عَلَيَّكَ۔

(۲۷) عَنْ عُبَيْدَةَ الْمَلِكِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَهْلَ الْقُرْآنِ لَا تَوَسَّدُوا الْقُرْآنَ وَاشْلَوْهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ مِنْ أَسَاءِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَأَفْشَوْهُ وَتَغَنَّوْهُ وَتَدَبَّرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ وَلَا تَعْجَلُوا ثَوَابَهُ فَإِنَّ لَهُ ثَوَابًا (رواه البيهقي في شعب الإيمان)

عُبَيْدَةُ الْمَلِكِيُّ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے قرآن والو قرآن شریف سے تکیہ نہ لگاؤ اور اس کی تلاوت شب و روز ایسی کرو جیسا کہ اس کا حق ہے کلام پاک کی اشاعت کرو اور اس کو اچھی آواز سے پڑھو اور اُس کے معانی میں تدبّر کرو تاکہ تم فلاح کو پہنچو اور اس کا بدلہ (دنیا میں) طلب نہ کرو کہ (آخرت میں) اس کے لئے بڑا اجر و بدلہ ہے۔

حدیث بالا میں چند امور ارشاد فرماتے ہیں (۱) قرآن شریف سے تکیہ نہ لگاؤ۔ قرآن شریف سے تکیہ نہ لگانے کے دو مفہوم ہیں۔ اول یہ کہ اس پر تکیہ نہ لگاؤ کہ یہ خلاف ادب ہے۔ ابن حجر نے لکھا ہے کہ قرآن پاک پر تکیہ لگانا، اس کی طرف پاؤں پھیلانا، اس کی طرف پشت کرنا، اس کو روندنا وغیرہ حرام ہے۔ دوسرے یہ کہ گناہ ہے غفلت سے کہ کلام پاک برکت کے واسطے تکیہ ہی پر رکھا رہے جیسا کہ بعض مزارات پر دیکھا گیا کہ قبر کے سربانے برکت کے واسطے رِخْل پر رکھا رہتا ہے۔ یہ کلام پاک کی حق تلفی ہے۔ اس کا حق یہ ہے کہ اس کی تلاوت کی جائے۔ (۲) اور اس کی تلاوت کرو جیسا کہ اس کا حق ہے یعنی کثرت سے آداب کی رعایت رکھتے ہوئے۔ خود کلام پاک میں بھی اس کی طرف متوجہ فرمایا گیا۔ ارشاد ہے الَّذِينَ اتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِمْ (جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کی تلاوت کرتے ہیں جیسا کہ اس کی تلاوت کا حق ہے) یعنی جس عزت سے بادشاہ کا فرمان اور جس شوق سے محبوب کا کلام پڑھا جاتا ہے اسی طرح پڑھنا چاہیے (۳) اور اس کی اشاعت



کر دیا یعنی تقریر سے تحریر سے ترغیب سے عملی شرکت سے جس طرح ہو سکے اس کی اشاعت جتنی ہو سکے کرو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کلام پاک کی اشاعت اور اس کے پھیلانے کا حکم فرماتے ہیں لیکن ہمارے روشن دماغ اس کے پڑھنے کو فضول بتلاتے ہیں اور ساتھ ہی حب رسول اور حب اسلام کے لمبے چوڑے دعوے بھی ہاتھ سے نہیں جاتے۔

ترجمہ درسی بکچسہ اے اعرابی کیں رہ کہ تو می روی بترکستان است

آقا کا حکم ہے کہ قرآن پاک کو پھیلاؤ مگر ہمارا عمل ہے کہ جو کوشش اس کی رکاوٹ میں ہو سکے دریغ نہ کریں گے۔ جبرئیل تعلیم کے قوانین بنوائیں گے تاکہ بچے بجاتے قرآن پاک کے پرائمری پڑھیں۔ ہمیں اس پر غصہ ہے کہ مکتب کے میاں جی بچوں کی عمر ضائع کر دیتے ہیں اس لئے ہم وہاں نہیں پڑھانا چاہتے۔ مسلم وہ یقیناً کوتاہی کرتے ہیں مگر ان کی کوتاہی سے آپ سبک دوش ہو جاتے ہیں یا آپ پر سے قرآن پاک کی اشاعت کا فریضہ ہٹ جاتا ہے۔ اس صورت میں تو یہ فریضہ آپ پر عائد ہوتا ہے۔ وہ اپنی کوتاہیوں کے جواب دہ ہیں۔ مگر ان کی کوتاہی سے آپ بچوں کو جبراً قرآن پاک کے مکاتب سے ہٹا دیں اور ان کے والدین پر نوٹس جاری کر لیں کہ وہ قرآن پاک حفظ یا ناظرہ پڑھانے سے مجبور ہوں اور اس کا وبال آپ کی گردن پر رہے، یہ غمی دوق کا علاج سنکھیا سے نہیں تو اور کیا ہے۔ عدالت عالیہ میں اپنے آپس جواب کو اس لئے جبراً تعلیم قرآن سے ہٹا دیا کہ مکتب کے میاں جی بہت بُری طرح سے پڑھاتے تھے آپ خود ہی سوچ لیجئے کہ کتنا وزن رکھتا ہے۔ بننے کی دکان پر جانے کے واسطے یا انگریزوں کی چاکری کے واسطے یہاں کی تعلیم اہمیت رکھتی ہو مگر اللہ کے یہاں تعلیم قرآن سب سے اہم ہے۔ (۴) خوش آوازی سے پڑھو جیسا کہ اس سے پہلی حدیث میں گذر چکا۔ (۵) اور اس کے معنی میں غور کرو۔ تورات سے اچھا۔ میں نقل کیا ہے۔ حق سبحانہ و تقدس ارشاد فرماتے ہیں: اے میرے بندے مجھے مجھ سے شرم نہیں آتی۔ تیرے پاس راستے میں کسی دوست کا خط آ جاتا ہے تو چلتے چلتے راستے میں ٹھہر جاتا ہے، الگ کو بیٹھ کر غور سے پڑھتا ہے، ایک ایک لفظ پر غور کرتا ہے۔ میری کتاب تجھ پر گذرتی ہے میں نے اس میں سب کچھ واضح کر دیا ہے۔ لیکن اہم امور کا بار بار تکرار کیا ہے تاکہ تو اس پر غور کرے اور توبہ پر واہی سے اڑا دیتا ہے۔ کیا میں تیرے نزدیک تیرے دوستوں سے بھی ذلیل ہوں۔ اے میرے بندے تیرے بعض دوست تیرے پاس بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں تو ہمہ تن ادھر مڑو توجہ ہو جاتا ہے، کان لگاتا ہے غور کرتا ہے

کوئی پنج میں تجھ سے بات کرنے لگتا ہے تو تو اشارے سے اُس کو روکتا ہے منع کرتا ہے۔ میں تجھ سے اپنے کلام کے ذریعے سے باتیں کرتا ہوں اور تو ذرا بھی متوجہ نہیں ہوتا۔ کیا میں تیرے نزدیک تیرے دوستوں سے بھی زیادہ ذلیل ہوں اھ۔ تدبر اور غور کرنے کے متعلق کچھ مقدمہ میں اور کچھ حدیث نمبر ۸ کے ذیل میں مذکور ہو چکا ہے۔ (۶) اور اس کا بدلہ دُنیا میں نہ چاہو۔ یعنی تلاوت پر کوئی معاوضہ نہ لو، کہ آخرت میں اس کا بہت بڑا معاوضہ ملنے والا ہے۔ دنیا میں اگر اس کا معاوضہ لے لیا جاوے گا تو ایسا ہے جیسا کہ روپیوں کے بدلے کوئی شخص کوڑیوں پر مبنی ہو جاوے۔ حضور اقدس صَلَّی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب میری اُمت دینار و درہم کو بڑی چیز سمجھنے لگے گی، اسلام کی ہیبت اس سے جاتی رہے گی اور جب اُمّ المؤمنین اور نبی من الشجر چھوڑ دے گی تو برکت وحی سے یعنی فہم قرآن سے محروم ہو جائے گی۔ كَذَٰلِكَ اَنۡزَلۡنَا

(۲۸) عَنْ وَاٰلِهٖ رَفَعْنَاۤ اُعُوۡلِيۡتُ  
مَكَانَ التَّوۡرَةِ السَّبۡعَ وَاُعُوۡلِيۡتُ مَكَانَ  
الزَّبُوۡرِ الْيُسۡفٰنَ وَاُعُوۡلِيۡتُ مَكَانَ  
الْاِنْجِيۡلِ الْمَشَافِیۡ وَفُعِلْتُ بِالنُّفُۡلِ  
(لاحمد والصبر کذا فی جمع الفوائد)

وائلہ نے حضور اقدس صَلَّی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ مجھے تورات کے بدلہ میں سبع طوّل ملی ہیں اور زبور کے بدلہ میں یسین اور انجیل کے بدلہ میں مشانی اور مفصل مخصوص ہیں میرے ساتھ۔

کلام پاک کی اول سلت سور میں طوّل کہلاتی ہیں۔ اس کے بعد کی گیارہ سورتیں یسین کہلاتی ہیں۔ اس کے بعد کی بیس سورتیں مشانی۔ اس کے بعد ختم قرآن تک مفصل۔ یہ مشہور قول ہے۔ بعض بعض سورتوں میں اختلاف بھی ہے کہ یہ طوّل میں داخل ہیں یا یسین میں، اسی طرح مشانی میں داخل ہیں یا مفصل میں۔ مگر حدیث شریف کے مطلب و مقصود میں اس اختلاف سے کوئی فرق نہیں آتا۔ مقصد یہ ہے کہ جس قدر کتب مشہورہ سماویہ پہلے نازل ہوئی ہیں اُن سب کی نظیر قرآن شریف میں موجود ہے اور اُن کے علاوہ مفصل اس کلام پاک میں مخصوص ہے جس کی مثال پہلی کتابوں میں نہیں ملتی۔

(۲۹) عَنْ اَبِی سَعِيۡدٍ الْخَدْرِیِّ قَالَا  
جَلَّتْ فِیۡ عَصَابَتِیۡ مِّنْ ضَعْفَاۤءِ  
السَّهَاجِرِیۡنَ فَاِنَّ بَعْضَهُمَا لَیَسْتَدْرِ

أَبُو سَعِيۡدٍ خَدْرٰی کہتے ہیں کہ میں ضَعْفَاۤءِ ہاجون کی جماعت میں ایک مرتبہ بیٹھا ہوا تھا۔ ان لوگوں کے پاس کپڑا بھی اتنا نہ تھا کہ جس سے

بَعْضٍ مِنَ الْعَرَبِيِّ وَقَارِيءٍ يَقْرَأُ  
عَلَيْنَا إِذَا جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عَلَيْنَا فَلَمَّا قَامَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
سَكَتَ الْقَارِيءُ فَلَوْ تَعَوَّلَ مَا  
صَنَعْتُمْ تَصْنَعُونَ قُلْنَا نَسْتَمِعُ إِلَى  
كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى فَقَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ  
الَّذِي جَعَلَ مِنْ أُمَّتِي مَنْ أَمَرْتُ  
أَنْ أَصْبِرَ نَفْسِي مَعَهُمْ قَالَ فَجَلَسَ  
وَسَطْنَا لِيَعْدَلَ بَيْنَهُ فِينَا ثَعَثَ  
قَالَ يَسِدُهُ هَكَذَا فَتَحَلَّقُوا وَبَرَزَتْ  
وُجُوهُهُمْ لَهُ فَقَالَ الْبُيُوتُ يَا مَعْشَرَ  
صَعَالِيكُ الْمُهَاجِرِينَ بِالثَّوْبِ النَّامِ  
يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ قَبْلَ  
أَعْيُنِيَاءِ النَّاسِ يَنْصُفُ يَوْمَ  
وَذَلِكَ خَمْسُ مِائَةِ سَنَةٍ.

(رواه البوداؤد)

پورا بدن ڈھانپ لیں۔ بعض لوگ بعض کی  
اوٹ کرتے تھے اور ایک شخص قرآن شریف  
پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں حضور اقدس صلی اللہ  
علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے اور بالکل ہمارے  
قریب کھڑے ہو گئے۔ حضور کے آنے پر  
قاری چپ ہو گیا تو حضور نے سلام کیا اور  
پھر دریافت فرمایا کہ تم لوگ کیا کر رہے تھے  
ہم نے عرض کیا کہ کلام اللہ سن رہے تھے۔  
حضور نے فرمایا کہ تمام تعریف اس اللہ  
کے لئے ہے جس نے میری امت میں ایسے  
لوگ پیدا فرمائے کہ مجھے ان میں ٹھہرنے  
کا حکم کیا گیا۔ اس کے بعد حضور ہمارے  
پنج میں بیٹھ گئے تاکہ سب کے برابر ہیں  
کسی کے قریب کسی سے دور نہ ہوں۔  
اس کے بعد سب کو حلقہ کر کے بیٹھنے کا حکم  
فرمایا۔ سب حضور کی طرف منہ کر کے بیٹھ  
گئے تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ اے فقراء  
مہاجرین تمہیں مُردہ ہوا قیامت کے  
دن نورِ کامل کا اور اس بات کا کہ تم اغنیاء  
سے آدھے دن پہلے جنت میں داخل  
ہو گے اور یہ آدھا دن پانسو برس کی  
برابر ہو گا۔



نگے بدن سے بظاہر محلِ ستر کے علاوہ مراد ہے۔ مجمع میں بستر کے علاوہ اور بدن کے  
کھلنے سے بھی حجاب معلوم ہوا کرتا ہے اس لئے ایک دوسرے کے چھپے بیٹھ گئے تھے کہ بدن  
نظر نہ آوے۔ حضور کے تشریف لانے کی اول تو ان لوگوں کو اپنی مشغولی کی وجہ سے خبر نہ ہوئی



لیکن جب حضور بالکل سر پر تشریف لے آئے تو معلوم ہوا، اور قاری ادب کی وجہ سے خاموش ہو گئے۔

حضور کا دریافت فرمانا بظاہر اظہارِ مسرت کے لئے تھا ورنہ حضور قاری کو پڑھتے ہوئے دیکھ ہی چکے تھے۔ آخرت کا ایک دن دنیا کے ہزار برس کے برابر ہوتا ہے وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَانَ لِنَفْسٍ سَنَةً مِّمَّا تَعُدُّونَ اور اسی وجہ سے بظاہر جہاں قیامت کا ذکر آتا ہے خدا کے ساتھ آتا ہے جس کے معنی کل آئندہ کے ہیں لیکن یہ سب باعتبار اغلب اور عام مومنین کے ہے ورنہ کافرین کے لئے وارد ہوا ہے، فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ أَلْيَادُنْ جُو پچاس ہزار برس کا ہو گا۔ اور خواص مومنین کے لئے حسب حیثیت کم معلوم ہو گا۔ چنانچہ وارد ہوا ہے کہ بعض مومنین کے لئے بمنزلة دو رکعت فجر کے ہو گا۔ قرآن شریف کے پڑھنے کے فضائل جیسا کہ بہت سی روایات میں وارد ہوتے ہیں سید ہیں۔ اس کے سننے کے فضائل بھی متعدد روایات میں آتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہو گی کہ سید المرسلین کو ایسی مجلس میں شرکت کا حکم ہوا ہے جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہوا۔ بعض علماء کا فتویٰ ہے کہ قرآن پاک کا سننا پڑھنے سے کبھی زیادہ افضل ہے اس لئے کہ قرآن پاک کا پڑھنا نفل ہے اور سننا فرض، اور فرض کا درجہ نفل سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ اس حدیث سے ایک اور مسئلہ بھی مستنبط ہوتا ہے۔ جس میں علماء کا اختلاف ہے کہ وہ نادار جو صبر کرنے والا ہو، اپنے فقر و فاقہ کو کسی پر ظاہر نہ کرتا ہو، وہ افضل ہے یا وہ مالدار جو شکر کرنے والا ہو، حقوق ادا کرنے والا ہو۔ اس حدیث سے صابر حاجت مند کی افضلیت پر استدلال کیا جاتا ہے۔

ابو ہریرہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ جو شخص ایک آیت کلام اللہ کی سنے اس کے لئے دو چندی لکھی جاتی ہے اور جو تلاوت کرے اس کے لئے قیامت کے دن نور ہو گا۔

(۳۰) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اسْتَمَعَ إِلَى آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ كَتَبَتْ لَهُ حَسَنَةٌ مِثْلُهَا وَمَنْ تَلَاهَا كَانَتْ لَهُ نَوْرًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

(رواہ احمد عن عبادۃ بن میسرۃ وَاخْتَلَفَ فِي تَوْثِيقِهِ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ ابْنِ مَرْيَمَ)

والمعروف علی ان الحسن لعیسیٰ عن ابی ہریرۃ،  
 محمد بن نے سند کے اعتبار سے اگرچہ اس میں کلام کیا ہے مگر مضمون بہت سی روایات  
 سے مؤید ہے کہ کلام پاک کا سُنا بھی بہت اچھا رکھتا ہے حتیٰ کہ بعض لوگوں نے اس کو پڑھنے  
 سے بھی افضل بتلایا ہے ابن مسعود کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور منبر پر تشریف فرما تھے ارشاد  
 فرمایا کہ مجھے قرآن شریف سُنا۔ میں نے عرض کیا کہ حضور پر تو خود نازل ہی ہوا حضور کو کس  
 سناؤں ارشاد ہوا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ سُنوں۔ اس کے بعد انہوں نے سُنا یا تو حضور کی آنکھوں  
 سے آنسو جاری ہو گئے۔ ایک مرتبہ سالم مولیٰ حذیفہ کلام مجید پڑھ رہے تھے کہ حضور اکرم صلی  
 اللہ علیہ وسلم دیر تک کھڑے ہوئے کھڑے رہے۔ ابو موسیٰ اشعریؓ کا قرآن شریف سُنا  
 تو تعریف فرمائی۔

عقبة بن عامر نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ  
 وسلم سے نقل کیا ہے کہ کلام اللہ کا آواز سے  
 پڑھنے والا علانیہ صدقہ کرنے والے کے  
 مُشابہ ہے اور آہستہ پڑھنے والا خفیہ صدقہ  
 کرنے والے کی مانند ہے۔

(۳۱) عَنْ عَقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ  
 قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ الْجَاهِدُ بِالْقُرْآنِ كَالجَاهِدِ  
 بِالصَّدَقَةِ وَالْيُسْرُ بِالْقُرْآنِ كَالْيُسْرِ  
 بِالصَّدَقَةِ۔

ارواه الترمذی والبوداؤد والنسائی والحاکم وقال علی شرط البیہاقی،  
 صدقہ بعض اوقات علانیہ افضل ہوتا ہے جس وقت دوسروں کی ترغیب کا سبب  
 ہو یا اور کوئی مصلحت ہو، اور بعض اوقات مخفی افضل ہوتا ہے جہاں ریا کا شبہ ہو یا  
 دوسرے کی تذلیل ہوتی ہو وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح کلام اللہ شریف کا بعض اوقات آواز  
 سے پڑھنا افضل ہے، جہاں دوسروں کی ترغیب کا سبب ہو اور اس میں دوسرے کے  
 سُنے کا ثواب بھی ہوتا ہے، اور بعض اوقات آہستہ پڑھنا افضل ہوتا ہے جہاں دوسروں  
 کو تکلیف ہو یا ریا کا احتمال ہو وغیرہ وغیرہ۔ اسی وجہ سے زور سے اور آہستہ دونوں طرح  
 پڑھنے کی مستقل فضیلتیں بھی آئی ہیں کہ بعض اوقات یہ مناسب تھا اور بعض وقت وہ افضل  
 تھا۔ آہستہ پڑھنے کی فضیلت پر بہت سے لوگوں نے خود اس صدقہ والی حدیث سے  
 بھی استدلال کیا ہے۔ بیہقیؒ نے کتاب الشعب میں (مگر یہ روایت بقواعد محدثین ضعیف  
 ہے) حضرت عائشہؓ نے نقل کیا ہے کہ آہستہ کا عمل علانیہ کے عمل سے سترھتہ زیادہ بڑھ جاتا

ہے۔ جابرؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ پکار کر اس طرح مت پڑھو کہ ایک کی آواز دوسرے کے ساتھ خلط ہو جائے۔ عمر بن عبد العزیزؓ نے مسجد نبوی میں ایک شخص کو آواز سے تلاوت کرتے سنا تو اس کو منع کر دیا۔ پڑھنے والے نے کچھ محنت کی تو عمر بن عبد العزیزؓ نے فرمایا کہ اگر اللہ کے واسطے پڑھتا ہے تو آہستہ پڑھ اور لوگوں کی خاطر پڑھتا ہے تو پڑھنا بیکار ہے۔ اسی طرح حضورؐ سے پکار کر پڑھنے کا ارشاد بھی نقل کیا گیا ہے۔ احیاء میں دونوں طرح کی روایات و آثار ذکر کئے گئے۔

(۳۲) عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْآنَ شَافِعٌ مُشْفَعٌ وَمَا جَدُّ مُصَدِّقٌ مَنْ جَعَلَهُ أَمَامَهُ قَادَهُ إِلَى الْجَنَّةِ وَمَنْ جَعَلَهُ خَلْفَ ظَهْرِهِ سَاقَطَهُ إِلَى النَّارِ.  
(رواہ ابن حبان والحاکم مطولاً)

جابرؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ قرآن پاک ایسا شفیع ہے جس کی شفاعت قبول کی گئی اور ایسا جھگڑا ہے کہ جس کا جھگڑا تسلیم کر لیا گیا جو شخص اس کو اپنے آگے رکھے اس کو یہ جنت کی طرف کھینچتا ہے اور جو اس کو پس پشت ڈال دے اس کو یہ جہنم میں گرا دیتا ہے۔

یعنی جس کی یہ شفاعت کرتا ہے اس کی شفاعت حق تعالیٰ شانہ کے یہاں مقبول ہے اور جس کے بارے میں جھگڑا کرتا ہے اور جھگڑے کی تفصیل حدیث نمبر ۸ کے ذیل میں گذر چکی ہے کہ اپنی رعایت رکھنے والوں کے لئے درجات کے بڑھانے میں اللہ کے دربار میں جھگڑاتا ہے اور اپنی حق تلفی کرنے والوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ میرا حق کیوں نہیں ادا کیا۔ جو شخص اس کو اپنے پاس رکھ لے یعنی اس کا اتباع اور اس کی پیروی اپنا دستور العمل بنا لے اس کو جنت میں پہنچا دیتا ہے اور جو اس کو پشت کے پیچھے ڈال دے یعنی اس کا اتباع نہ کرے، اس کا جہنم میں گرنا ظاہر ہے۔ بندہ کے نزدیک کلام پاک کے ساتھ دلچسپی برتنا بھی اس کے مفہوم میں داخل ہو سکتا ہے۔ متعدد احادیث میں کلام اللہ شریف کے ساتھ بے پروائی پر وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ بخاری شریف کی اس طویل حدیث میں جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض سزاؤں کی سیر کرائی گئی۔ ایک شخص کا حال دکھایا گیا جس کے سر پر ایک پتھر اس زور سے مارا جاتا تھا کہ اس کا سر کھل جاتا تھا۔ حضورؐ کے صیانت فرمانے پر بتلایا گیا کہ اس شخص کو حق تعالیٰ شانہ نے اپنا کلام پاک سکھلایا تھا مگر اس نے نہ



ہے۔ جابرؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ پکار کر اس طرح مت پڑھو کہ ایک کی آواز دوسرے کے ساتھ خلط ہو جائے۔ عمر بن عبد العزیزؓ نے مسجد نبوی میں ایک شخص کو آواز سے تلاوت کرتے سنا تو اس کو منع کر دیا۔ پڑھنے والے نے کچھ محنت کی تو عمر بن عبد العزیزؓ نے فرمایا کہ اگر اللہ کے واسطے پڑھتا ہے تو آہستہ پڑھ اور لوگوں کی خاطر پڑھتا ہے تو پڑھنا بیکار ہے۔ اسی طرح حضورؐ سے پکار کر پڑھنے کا ارشاد بھی نقل کیا گیا ہے۔ احیاء میں دونوں طرح کی روایات و آثار ذکر کئے گئے۔

(۳۲) عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْآنَ شافعٍ مُشَفَّعٍ وَمَا جَدَّ مُصَدَّقٍ مَنْ جَعَلَهُ أَمَامَهُ قَادَةً إِلَى الْجَنَّةِ وَمَنْ جَعَلَهُ خَلْفَ ظَهْرِهِ سَاقِطَةً إِلَى النَّارِ.  
(رواہ ابن حبان والحاکم مطولاً)

جابرؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ قرآن پاک ایسا شفیع ہے جس کی شفاعت قبول کی گئی اور ایسا جھگڑا ہے کہ جس کا جھگڑا تسلیم کر لیا گیا جو شخص اس کو اپنے آگے رکھے اس کو یہ جنت کی طرف کھینچتا ہے اور جو اس کو پس پشت ڈال دے اس کو یہ جہنم میں گرا دیتا ہے۔

یعنی جس کی یہ شفاعت کرتا ہے اس کی شفاعت حق تعالیٰ شانہ کے یہاں مقبول ہے اور جس کے بارے میں جھگڑا کرتا ہے اور جھگڑے کی تفصیل حدیث نمبر ۸ کے ذیل میں گذر چکی ہے کہ اپنی رعایت رکھنے والوں کے لئے درجات کے بڑھانے میں اللہ کے دربار میں جھگڑاتا ہے اور اپنی حق تلفی کرنے والوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ میرا حق کیوں نہیں ادا کیا۔ جو شخص اس کو اپنے پاس رکھ لے یعنی اس کا اتباع اور اس کی پیروی اپنا دستور العمل بنا لے اس کو جنت میں پہنچا دیتا ہے اور جو اس کو پشت کے پیچھے ڈال دے یعنی اس کا اتباع نہ کرے، اس کا جہنم میں گرنا ظاہر ہے۔ بندہ کے نزدیک کلام پاک کے ساتھ پڑھنے پر تنہا ہی اس کے مفہوم میں داخل ہو سکتا ہے۔ متعدد احادیث میں کلام اللہ شریف کے ساتھ بے پروائی پر وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ بخاری شریف کی اس طویل حدیث میں جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض سزاؤں کی سیر کرائی گئی۔ ایک شخص کا حال دکھایا گیا جس کے سر پر ایک پتھر اس زور سے مارا جاتا تھا کہ اس کا سر کھل جاتا تھا۔ حضورؐ کے صیانت فرمانے پر بتلایا گیا کہ اس شخص کو حق تعالیٰ شانہ نے اپنا کلام پاک سکھلایا تھا مگر اس نے نہ

شب کو اس کی تلاوت کی نہ دن میں اس پر عمل کیا البتہ اقیامت تک اس کے ساتھ یہی معاملہ رہے گا۔ حق تعالیٰ شانہ اپنے لطف کے ساتھ اپنے عذاب سے محفوظ رکھیں کہ درحقیقت کلام اللہ شریف اتنی بڑی نعمت ہے کہ اس کے ساتھ بے توجہی پر جو سزا دی جاوے مناسب ہے۔

(۳۳) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو  
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصِّيَامُ وَالْقُرْآنُ  
يُشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَقُولُ الصِّيَامُ  
رَبِّ إِنِّي مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّرَابَ  
فِي النَّهَارِ فَشَفَعْنِي فِيهِ وَيَقُولُ  
الْقُرْآنُ رَبِّ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ  
فَشَفَعْنِي فِيهِ فَيُشْفَعَانِ۔

(رواہ احمد وابن ابی الدنیا والطبرانی

عبداللہ بن عمر و حضور سے نقل کرتے ہیں کہ روزہ اور قرآن شریف دونوں بندہ کے لئے شفاعت کرتے ہیں روزہ عرض کرتا ہے کہ یا اللہ میں نے اس کو دن میں کھانے پینے سے روک رکھا میری شفاعت قبول کیجئے اور قرآن شریف کہتا ہے کہ یا اللہ میں نے رات کو اس کو سونے سے روکا میری شفاعت قبول کیجئے پس دونوں کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔

فی الکبیر والحاکم وقال صحیح علی ما شرط مسلم)

ترغیب میں "الطعام والشرب" کا لفظ ہے جس کا ترجمہ کیا گیا۔ حاکم میں شرب کی جگہ شہوات کا لفظ ہے یعنی میں نے روزہ دار کو دن میں کھانے اور خواہشات نفسانیہ سے روکا۔ اس میں اشارہ ہے کہ روزہ دار کو خواہشات نفسانیہ سے جدا رہنا چاہیے اگرچہ وہ جانتے ہوں جیسا کہ پیار کرنا، لپٹنا۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ قرآن مجید جو انمرد کی شکل میں آئے گا اور کبھی گا کہ میں ہی ہوں جس نے تجھے راتوں کو جگایا اور دن میں پیسا رکھا۔ نیز اس حدیث شریف میں اشارہ ہے اس طرف کہ کلام اللہ شریف کے حفظ کا مقصد یہ ہے کہ رات کو نوافل میں اس کی تلاوت بھی کرے۔ حدیث نمبر ۲۷ میں اس کی تصریح بھی گزر چکی۔ خود کلام پاک میں متعدّد جگہ اس کی ترغیب نازل ہوئی۔ ایک جگہ ارشاد ہے۔ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسُجِّدْ لَهُ نَافِلَةً لَّكَ۔ دوسری جگہ ارشاد ہے وَمِنَ اللَّيْلِ فَسُجِّدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا۔ ایک جگہ ارشاد ہے يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ۔ ایک جگہ ارشاد ہے وَالَّذِينَ يَبْتِثُونَ لِلَّهِ مَسْجِدًا

کلام اللہ شریف کا شیفع اور اس درجہ کا شیفع ہونا جس کی شفاعت مقبول ہے اور یہی متوجہ روایات سے معلوم ہو چکا۔ حق تعالیٰ شانہ اپنے فضل سے میرے اور تمہارے لئے اس کو شیفع بنا دے نہ کہ فریق مخالف اور مدعی لائی مضموعہ (نام کتاب) میں بزار کی روایت سے نقل کیا ہے اور وضع کا حکم بھی اس پر نہیں لگایا کہ جب آدمی مرتا ہے تو اس کے گھر کے لوگ تجھیز و تکفین میں مشغول ہوتے ہیں اور اس کے سر بانے نہایت حسین و جمیل صورت میں ایک شخص ہوتا ہے جب کفن دیا جاتا ہے تو وہ شخص کفن کے اور سینہ کے درمیان ہوتا ہے جب دفن کرنے کے بعد لوگ لوٹتے ہیں اور منکر نکیر آتے ہیں تو وہ اس شخص کو علیحدہ کرنا چاہتے ہیں کہ سوال یکسوئی میں کریں مگر یہ کہتا ہے کہ یہ میرا ساتھی ہے، میرا دوست ہے میں کسی حال بھی اس کو تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔ تم سوالات کے اگر ماموعہ ہو تو اپنا کام کرو۔ میں اس وقت اس سے جدا نہیں ہو سکتا کہ جنت میں داخل کراؤں۔ اس کے بعد وہ اپنے ساتھی کی طرف متوجہ ہو کر کہتا ہے کہ میں ہی وہ قرآن ہوں جس کو تو کبھی بلند پڑھتا تھا اور کبھی آہستہ تو بے فکرہ منکر نکیر کے سوالات کے بعد تجھے کوئی غم نہیں ہے۔ اس کے بعد جب وہ اپنے سوالات سے فارغ ہو جاتے ہیں تو یہ ملا اعلیٰ سے بستر وغیرہ کا انتظام کرتا ہے جو رٹیم کا ہوتا ہے اور اس کے درمیان مشک بھرا ہوا ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ اپنے فضل سے مجھے بھی نصیب فراویں اور تمہیں بھی۔ یہ حدیث بڑے فضائل پر شامل ہے جس کو تطویل کے خوف سے مختصر کر دیا ہے۔

(۳۵) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَقَدْ اسْتَدْرَجَ النُّبُوَّةَ بَيْنَ جَنْبَيْهِ غَيْرَ أَنَّهُ لَا يُؤْحَى إِلَيْهِ لَا يَنْبَغِي لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ أَنْ يَيْجَدَ مَعَ مَنْ جَدَّ وَلَا يَجْهَلَ مَعَ مَنْ جَمَلَ وَفِي جَوْفِهِ كَلَامُ اللَّهِ.

(رواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد)

عبداللہ بن عمرؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جس شخص نے کلام اللہ شریف پڑھا اس نے علوم نبوت کو اپنی پسلیوں کے درمیان لے لیا۔ گو اس کی طرف وحی نہیں بھیجی جاتی حامل قرآن کے لئے مناسب نہیں کہ غصہ والوں کے ساتھ غصہ کرے یا جاہلوں کے ساتھ جہالت کرے حالانکہ اس کے پیٹ میں اللہ کا کلام ہے۔



چونکہ وحی کا سلسلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ختم ہو گیا۔ اس لئے وحی تو اب  
اسہیں نہ ملتی لیکن چونکہ یہ حق سبحانہ و تقدس کا پاک کلام ہے اس لئے علم نبوت ہونے میں  
کیا تاثر ملتا ہے، اور جب کوئی شخص علوم نبوت سے نوازا جاتے تو نہایت ہی ضروری ہے  
کہ اس کے مناسب بہترین اخلاق پیدا کرے اور برے اخلاق سے احتراز کرے۔ فضیل  
بن عیاض کہتے ہیں کہ حافظ قرآن اسلام کا جھنڈا اٹھانے والا ہے اس کے لئے مناسب  
نہیں کہ کہو و لعب میں لگنے والوں میں لگ جاوے یا غافلین میں شریک ہو جاوے یا  
بے کار لوگوں میں داخل ہو جاوے۔

(۳۶) عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ  
لَا يَهْوُلُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ وَ  
لَا يَأْتِيُهُمُ الْحِسَابُ هُمُ عَلَى  
كَيْتَابٍ مِنْ مَلَكٍ حَتَّى يَفْرَعُوا  
مِنْ حِسَابِ الْخَلَائِقِ رَجُلٌ قَرَأَ  
الْقُرْآنَ ابْتِغَاءً وَجْهَ اللَّهِ وَآمَرَ  
بِهِ قَوْمًا وَهُوَ بِهِ رَاضٍ وَدَاعٍ  
يَدْعُو إِلَى الصَّلَاةِ ابْتِغَاءً وَجْهَ  
اللَّهِ وَرَجُلٌ أَحْنَأَ فِيمَا بَيْنَهُ وَ  
بَيْنَ رَبِّهِ وَفِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ  
مَوَالِيهِ۔

(رداد الطبرانی فی المعاجم الثلاثة)

ابن عمر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا  
ارشاد نقل کرتے ہیں کہ تین آدمی ایسے  
ہیں جن کو قیامت کا خوف دامن گیر نہ  
ہوگا، نہ ان کو حساب کتاب دینا پڑیگا  
اتنے مخلوق اپنے حساب کتاب سے  
فارغ ہو۔ وہ مشک کے ٹیلوں پر تفریح  
کریں گے۔ ایک وہ شخص جس نے اللہ  
کے واسطے قرآن شریف پڑھا اور امانت  
کی اس طرح پر کہ مقتدی اس سے راضی  
ہے دوسرا وہ شخص جو لوگوں کو نماز کے  
لئے بلاتا ہو صرف اللہ کے واسطے تیسرا  
وہ شخص جو اپنے مالک سے بھی اچھا معاملہ  
رکھے اور اپنے ماتحتوں سے بھی۔

قیامت کی سختی، اس کی دہشت، اس کا خوف، اس کی مصیبتیں اور تکالیف ایسی نہیں  
کہ کسی مسلمان کا دل اس سے خالی ہو یا بے خبر ہو۔ اس دن میں کسی بات کی وجہ سے بے فکری  
نصیب ہو جاوے یہ بھی لاکھوں نعمتوں سے بڑھ کر اور کروڑوں راحتوں سے مستغنی ہے پھر اس  
کے ساتھ اگر تفریح و تنعم بھی نصیب ہو جاوے تو خوشا نصیب اس شخص کے جس کو یہ میسر  
ہو اور بربادی و خسران ہے ان بے حسوں کے لئے جو اس کو لغو بیکار اور ارضاعت وقت

سمجھتے ہیں۔ مجمع کبیر میں اس حدیث شریف کے شروع میں روایت کرنے والے صحابی عبد اللہ بن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ اگر میں نے اس حدیث کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ اور ایک مرتبہ اور ایک مرتبہ غرض سات دفعہ یہ لفظ کہا یعنی اگر سات مرتبہ نہ سنا ہوتا کبھی نقل نہ کرتا۔

(۳۷) عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا ذَرٍّ لَأَنْ تَعُدَّ وَتَعْلَمَ آيَةً مِنْ كِتَابِ اللَّهِ خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ تُصَلِّيَ مِائَتَ رَكْعَةٍ وَلَنْ تَعُدَّ وَتَعْلَمَ بَابًا مِنَ الْعِلْمِ عَمِلَ بِهِ أَوْ لَوْ يُعْمَلُ بِهِ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تُصَلِّيَ أَلْفَ رَكْعَةٍ

(رواہ ابن ماجہ باسناد حسن)

ابو ذرؓ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے ابو ذر اگر تو صبح کو جا کر ایک آیت کلام اللہ شریف کی سیکھ لے تو نوافل کی سو رکعات سے افضل ہے اور اگر ایک باب علم کا سیکھ لے خواہ اس وقت وہ معمول پر ہو یا نہ ہو تو ہزار رکعات نفل پڑھنے سے بہتر ہے۔

بہت سی احادیث اس مضمون میں وارد ہیں کہ علم کا سیکھنا عبادت سے افضل ہے۔ فضائل علم میں جس قدر روایات وارد ہوئی ہیں اُن کا احاطہ بالخصوص اس مختصر میں دشوار ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عالم کی عابد پر فضیلت ایسی ہے جیسا کہ میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ شخص پر۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ شیطان پر ایک فقیر ہزار عابدوں سے زیادہ سخت ہے۔

(۳۸) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ عَشْرَ آيَاتٍ فِي لَيْلَةٍ لَمْ يَكُتَبْ مِنَ الْغَافِلِينَ

رواہ الحاکم وقال صحیح علی شرط مسلم

ابو ہریرہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ جو شخص دس آیتوں کی تلاوت کسی رات میں کرے وہ اس رات میں غافلین سے شمار نہیں ہوگا۔

دس آیات کی تلاوت سے جس کے پڑھنے میں چند منٹ صرف ہوتے ہیں تمام رات کی غفلت سے نکل جاتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی۔

(۳۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَافَظَ عَلَى هَؤُلَاءِ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوباتِ لَعَنَ كِتَابُ مِنَ الْعَافِلِينَ وَمَنْ قَرَأَ فِي لَيْلَةٍ مِائَةَ آيَةٍ كُتِبَ مِنَ الْعَافِينَ.  
(رعاه ابن خزيمة في صحيحه والمحکم)

ابو ہریرہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص ان پانچوں فرض نمازوں پر مداومت کرے وہ عافیلین سے نہیں لکھا جاوے گا جو شخص سو آیات کی تلاوت کسی رات میں کرے وہ اس رات میں قافیلین سے لکھا جاوے گا۔

وقال صحيح على شرطهما،  
حسن لبري نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ جو شخص سو آیتیں رات کو پڑھے کلام اللہ شریف کے مطالبے سے بچ جاوے گا جو دو سو پڑھے تو اس کو رات بھر کی عبادت کا ثواب ملے گا اور جو پانچوں سے ہزار تک پڑھے اس کے لئے ایک قنطار ہے صحابہؓ نے پوچھا کہ قنطار کیا ہوتا ہے حضور نے ارشاد فرمایا کہ بارہ ہزار کے برابر (درہم مراد ہوں یا دینار)

(۴۰) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَزَلَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَتَكُونُ فِتْنٌ قَالَ فَمَا السَّخَرَةُ مِنْهَا يَا جِبْرِيلُ قَالَ كِتَابُ اللَّهِ.

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ بہت سے فتنے ظاہر ہوں گے حضور نے دریافت فرمایا کہ ان سے خلاصی کی کیا صورت ہے۔ انھوں نے کہا کہ قرآن شریف۔

(رواه دین كذا في الرحمة المهداة)

کتاب اللہ پر عمل بھی فتنوں سے بچنے کا فیصل ہے اور اس کی تلاوت کی برکت بھی فتنوں سے خلاصی کا سبب ہے۔ حدیث نمبر ۲۲ میں گذر چکا کہ جس گھر میں کلام پاک کی تلاوت کی جاتی ہے سکینہ اور رحمت اس گھر میں نازل ہوتی ہے اور شیاطین اس گھر سے نکل جاتے ہیں۔ فتنوں سے مراد خروج و قبال، فتنہ تاتار وغیرہ علماء نے بتلائے ہیں۔ حضرت علیؓ نے کرم اللہ وجہہ سے بھی ایک طویل روایت میں حدیث بالا کا مضمون وارد ہوا ہے کہ حضرت علیؓ کی روایت میں وارد ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا کہ حق تعالیٰ شانہ تم کو اپنے کلام کے پڑھنے کا حکم فرماتا ہے اور اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی قوم اپنے



قلعہ میں محفوظ ہوا اور اس کی طرف کوئی دشمن متوجہ ہو کہ جس جانب سے بھی وہ حملہ کرنا چاہے اسی جانب میں اللہ کی کلام کو اس کا محافظ پاوے گا اور وہ اس دشمن کو دفع کر دے گا۔

## خاتمہ

فِي عِدَّةٍ بِذَوَايَاتٍ زَائِدَةٍ عَلَى الْأَرْبَعِينَ لَأَبَدٍ مَنْ ذَكَرَهَا لِأَعْرَاجٍ تَنْسِبُ الْمَقَامَ  
 (۱) عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُسَيْبٍ مَوْلَى  
 قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ فِي فَاتِحَةِ الْكِتَابِ شِفَاءٌ مِّنْ  
 كُلِّ دَاءٍ - (رواه الدارمی والبيهقی فی

شعب الایمان)

خاتمہ میں بعض ایسی سورتوں کے فضائل ہیں جو پڑھنے میں بہت مختصر لیکن فضائل میں بہت بڑھی ہوئی ہیں اور اسی طرح دو ایک ایسے خاص امر ہیں جن پر تنبیہ قرآن پڑھنے والے کے لئے ضروری ہے۔

سورۃ فاتحہ کے فضائل بہت سی روایات میں وارد ہوئے ہیں ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک صحابی نماز پڑھتے تھے حضورؐ نے ان کو بلایا وہ نماز کی وجہ سے جواب نہ دے سکے۔ جب فارغ ہو کر حاضر ہوئے تو حضورؐ نے فرمایا کہ میرے پکارنے پر جواب کیوں نہیں دیا۔ انھوں نے نماز کا عذر کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ قرآن شریف کی آیت میں نہیں پڑھا یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ إِلَىٰ إِيْمَانٍ وَاللَّهُ اور اس کے رسول کی پکار کا جواب دو جب بھی وہ تم کو بلاویں (پھر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تجھے قرآن شریف کی سب سے بڑی سورت یعنی سب سے افضل بتلاؤں گا۔ پھر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ الْحَمْدُ کی سات آیتیں ہیں۔ یہ سُنَّ مَثَلِی ہیں اور قرآن عظیم۔ بعض صوفیاء سے منقول ہے کہ جو کچھ پہلی کتابوں میں تھا وہ سب کلام پاک میں آگیا اور جو کلام پاک میں ہے وہ سب سورۃ فاتحہ میں آگیا اور جو کچھ فاتحہ میں

ہے وہ بسم اللہ میں آگیا اور جو بسم اللہ میں ہے وہ اس کی ب میں آگیا۔ اس کی شرح بتلاتے ہیں کہ ب کے معنی اس جگہ ملانے کے ہیں اور مقصود سب چیز سے بندہ کا اللہ جل شانہ کے ساتھ ملا دینا ہے۔ بعض نے اس کے ساتھ اضافہ کیا ہے کہ ب میں جو کچھ ہے وہ اس کے نقطہ میں آگیا یعنی وحدانیت کے نقطہ اصطلاح میں کہتے ہیں اس چیز کو جس کی تقسیم نہ ہو سکتی ہو۔ بعض مشائخ سے منقول ہے کہ اَيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اَيَّاكَ نَسْتَعِينُ میں تمام مقاصد دینی و دنیوی آگئے۔ ایک دوسری روایت میں حضور کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس جیسی سورت نازل نہیں ہوتی۔ نہ توراۃ میں نہ انجیل میں، نہ زبور میں، نہ بقیہ قرآن پاک میں۔ مشائخ نے لکھا ہے کہ اگر سورہ فاتحہ کو ایمان و یقین کے ساتھ پڑھے تو ہر بیماری سے شفا ملتی ہے دینی ہو یا دنیوی، ظاہری ہو یا باطنی، لکھ کر لٹکانا اور چاٹنا بھی امراض کے لئے نافع ہے۔ صحاح کی کتابوں میں وارد ہے کہ صحابہؓ نے سانپ بچھو کے کاٹے ہوؤں پر اور مرگی والوں پر اور دیوانوں پر سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کیا اور حضورؐ نے اس کو جائز بھی رکھا۔ نیز ایک روایت میں آیا ہے کہ سائب بن یزید پر حضورؐ نے اس سورت کو دم فرمایا اور یہ سورت پڑھ کر لعاب دہن درد کی جگہ لگایا۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ جو شخص سونے کے ارادہ سے لیٹے اور سورہ فاتحہ اور قل ھو اللہ احد پڑھ کر اپنے اوپر دم کرے، موت کے سوا ہر بلا سے امن پاوے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ سورہ فاتحہ ثواب میں دو تہائی قرآن کے برابر ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ عرش کے خاص خزانہ سے مجھ کو چار چیزیں ملی ہیں کہ اور کوئی چیز اس خزانہ سے کسی کو نہیں ملی (۱) سورہ فاتحہ (۲) آیۃ الکرسی (۳) سورہ بقرہ کی آخری آیات اور (۴) سورہ کوثر۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ حسن بصریؒ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ جن نے سورہ فاتحہ کو پڑھا اس نے گویا توراۃ، انجیل، زبور اور قرآن شریف کو پڑھا۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ ابلیس کو اپنے اوپر نوحہ اور زاری اور سر پر خاک ڈالنے کی چار مرتبہ نوبت آئی۔ اول جب کہ اس پر لعنت ہوئی، دوسرے جب کہ اس کو آسمان سے زمین پر ڈالا گیا۔ تیسرے جب کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملی۔ چوتھے جب کہ سورہ فاتحہ نازل ہوئی۔ شعبیؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور درگزر کی شکایت کی۔ شعبیؒ نے کہا کہ اس کے

کہ جو شخص ہر رات کو سورۃ واقعہ پڑھے اس کو کبھی فاقہ نہیں ہوگا اور ابن مسعود اپنی بیٹیوں کو حکم فرمایا کرتے تھے کہ ہر شب میں اس سورۃ کو پڑھیں۔

اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مَنْ قَرَأَ  
سُورَةَ الْوَاقِعَةِ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ  
لَمْ تُصِبْهُ فَاقَةٌ أَبَدًا وَكَانَ ابْنُ  
مَسْعُودٍ يَأْمُرُ بَنَاتِہِ یَقْرَأْنَ بِہَا  
كُلَّ لَيْلَةٍ (رواہ البیہقی فی الشعب)

سورۃ واقعہ کے فضائل بھی متعدد روایات میں وارد ہوئے ہیں ایک روایت میں آیا ہے کہ جو شخص سورۃ حدید اور سورۃ واقعہ اور سورۃ رحمن پڑھتا ہے وہ جنت الفردوس کے رہنے والوں میں پکارا جاتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ سورۃ واقعہ سورۃ الغنی ہے اس کو پڑھو اور اپنی اولاد کو سکھاؤ۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کو اپنی بیبیوں کو سکھاؤ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی اس کے پڑھنے کی تاکید منقول ہے مگر بہت ہی پست خیالی ہے کہ چار پیسے کے لئے اس کو پڑھا جاوے البتہ اگر غنائے قلب اور آخرت کی نیت سے پڑھے تو دنیا خود بخود ہاتھ جوڑ کر حاضر ہوگی۔

ابو ہریرہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ قرآن شریف میں ایک سورت میں آیات کی ایسی ہے کہ وہ اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرتی رہتی ہے یہاں تک کہ اس کی مغفرت کراوے وہ سورت تبارک الذی

(۴) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ  
رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّم  
إِنَّ سُورَةً فِي الْقُرْآنِ ثَلَاثُونَ آيَةً  
شَفَعَتْ لِرَجُلٍ حَتَّى غُفِرَ لَهُ وَہِیَ  
تَبَارَكَ الَّذِیْ یَسِیْرُ السُّلُكُ۔

رواہ البودائد و احمد والنسائی وابن ماجہ والحاکم وصححه و ابن حبان فی صحیحہ

ہے۔

سورۃ تبارک الذی کے متعلق بھی ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد آیا ہے کہ میرا دل چاہتا ہے کہ یہ سورۃ ہر مومن کے دل میں ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ جس نے تبارک الذی اور الم سجدہ کو مغرب اور عشاء کے درمیان پڑھا گویا اس نے لیلۃ القدر میں قیام کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ جس نے ان دونوں سورتوں کو پڑھا۔ اس کے لئے ستر نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اور ستر برائیاں دُور کی جاتی ہیں ایک روایت میں ہے کہ جس نے ان دونوں سورتوں کو پڑھا اس کے لئے عبادۃ اللیلۃ القدر کے برابر ثواب لکھا جاتا ہے۔ (کنزانی المظاہر)



ترمذی نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ بعض صحابہؓ نے ایک جگہ خیمہ لگایا۔ ان کو علم نہ تھا کہ وہاں قبر ہے۔ اچانک ان خیمہ لگانے والوں نے اس جگہ کسی کو سورۃ تبارک الذی پڑھتے ہوئے سنا تو حضورؐ سے آکر عرض کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ سورۃ اللہ کے عذاب سے روکنے والی ہے اور نجات دینے والی ہے۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک نہ سوتے تھے جب تک الم سجدہ اور سورۃ تبارک الذی نہ پڑھ لیتے تھے۔ خالد بن معدان کہتے ہیں مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک شخص بڑا گناہ گار تھا اور سورۃ سجدہ پڑھا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں پڑھتا تھا۔ اس سورت نے اپنے پر اس شخص پر پھیل دئے کہ اے رب یہ شخص میری بہت تلاوت کرتا تھا۔ اس کی شفاعت قبول کی گئی اور حکم ہو گیا کہ ہر خطا کے بدلے ایک نیکی دی جائے۔ خالد بن معدان یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ سورت اپنے پڑھنے والے کی طرف سے قبر میں جھگڑاتی ہے اور کہتی ہے کہ اگر میں تیری کتاب میں سے ہوں تو میری شفاعت قبول کر ورنہ مجھے اپنی کتاب سے مٹا دے اور بمنزلہ پرندہ کے بن جاتی ہے اور اپنے پرینت پر پھیلا دیتی ہے اور اس پر عذاب قبر ہونے سے مانع ہوتی ہے اور یہی سارا مضمون وہ تبارک الذی کے بارے میں بھی کہتے ہیں۔ خالد بن معدان اس وقت تک نہ سوتے تھے جب تک دونوں سورتیں نہ پڑھ لیتے۔ طاؤسؓ کہتے ہیں کہ یہ دونوں سورتیں تمام قرآن کی ہر سورۃ پر ساٹھ نیکیاں زیادہ رکھتی ہیں۔ عذاب قبر کوئی معمولی چیز نہیں۔ ہر شخص کو مرنے کے بعد سب سے پہلے قبر سے سابقہ پڑتا ہے۔ حضرت عثمانؓ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ ریش مبارک تر ہو جاتی۔ کسی نے پوچھا کہ آپ جنت و جہنم کے تذکرہ سے بھی اتنا نہیں روتے جتنا کہ قبر سے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ قبر منازلِ آخرت میں سب سے پہلی منزل ہے جو شخص اس کے عذاب سے نجات پالے آئندہ کے واقعات اس کے لئے سہل ہوتے ہیں اور اگر اس سے نجات نہ پاتے تو آنے والے حوادث اس سے سخت ہوتے ہیں۔ نیز میں نے یہ بھی سنا ہے کہ قبر سے زیادہ مٹو حش کوئی منظر نہیں۔ (جمع الفوائد)

اللَّهُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُ بِفَضْلِكَ وَ مَمِّتْكَ

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ بہترین

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَعْمَالُ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ قَالَ

الْحَالُ الْمُرْتَحِلُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ  
مَا الْحَالُ الْمُرْتَحِلُ قَالَ صَاحِبُ  
الْقُرْآنِ يُضْرِبُ مِنْ أَوَّلِهِ حَتَّى يَبْلُغَ  
آخِرَهُ وَمِنْ آخِرِهِ حَتَّى يَبْلُغَ أَوَّلَهُ  
كُلَّمَا حَلَّ ارْتَحَلَ.

رواه الترمذی صحیح فی الرحمة والحکم  
وقال تفرد به صالح المری وهو من

احمال میں سے کونسا عمل ہے آپ نے  
ارشاد فرمایا کہ حال مُرتحل، لوگوں نے  
پوچھا کہ حال مُرتحل کیا چیز ہے جنسور نے  
ارشاد فرمایا کہ وہ صاحب القرآن ہے  
جو اول سے چلے حتیٰ کہ اخیر تک پہنچے اور  
اخیر کے بعد پھر اول پر پہنچے جہاں ٹھہرے  
پھر آگے چل دے۔

زہاد اهل البصرة الا ان الشیخین لم یخرجاه وقال الذہبی صالح متروک قلت  
هو من رواة الجی داؤد والترمذی،

حال کہتے ہیں منزل پر آنے والے کو اور مُرتحل کوچ کرنے والے کو یعنی یہ کہ جب  
کلام پاک ختم ہو جائے تو پھر از سر نو شروع کرے۔ یہ نہیں کہ بس اب ختم ہو گیا دوبارہ پھر  
دیکھا جائے گا۔ کنز العمال کی ایک روایت میں اس کی شرح وارد ہوتی ہے الخاتمة المُنْتَجِ  
ختم کرنے والا اور ساتھ ہی شروع کرنے والا یعنی ایک قرآن ختم کرنے کے بعد ساتھ  
ہی دوسرا شروع کر لے۔ اسی سے غالباً وہ عادت مأخوذ ہے جو ہمارے دیار میں متعارف  
ہے کہ ختم قرآن شریف کے بعد مُفْلِحُونَ تک پڑھا جاتا ہے مگر اب لوگ اسی کو مُتَحِلُّ اَدَبِ  
سمجھتے ہیں اور پھر پورا کرنے کا اہتمام نہیں کرتے۔ حالانکہ ایسا نہیں بلکہ دراصل معاد دوسرا  
قرآن شریف شروع کرنا بظاہر مقصود ہے جس کو پورا بھی کرنا چاہیے۔ شرح احیاء میں اور  
علامہ سیوطی نے اتقان میں بروایت دارمی نقل کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
جب قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھا کرتے تو سورۃ بقرہ سے مُفْلِحُونَ تک ساتھ ہی  
پڑھتے اور اُس کے بعد ختم قرآن کی دعا فرماتے تھے۔

⑥ عَنْ ابْنِ مَوْسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ  
سَلَّمَ تَعَاهَدُوا الْقُرْآنَ فَوَالَّذِي  
نَفْسِي بِيَدِهِ لَهَوَ أَشَدُّ تَفْصِيًّا مِنْ  
الْإِبِلِ فِي عَقْلِهَا.

ابو موسیٰ اشعریؓ نے حضور اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ قرآن شریف  
کی خبر گیری کیا کرو قسم ہے اس ذات  
پاک کی کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے  
کہ قرآن پاک جلد نکل جانے والا ہے۔





کر دیا ارشاد ہوگا۔ اس لئے کہ تیرے پاس ہماری آیتیں آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا۔ پس آج تو بھی اسی طرح بھلا دیا جائے گا یعنی تیری کوئی اعانت نہیں۔

بریدہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن پڑھے تاکہ اس کی وجہ سے کھاوے لوگوں سے قیامت کے دن وہ ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کا چہرہ محض ہڈی ہوگا جس پر گوشت نہ ہوگا۔

(۷) عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ يَتَاكَلُ بِهِ النَّاسَ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَجْهُهُ عَظْمٌ لَيْسَ عَلَيْهِ لَحْمٌ (رواه البيهقي في شعب الایمان)

یعنی جو لوگ قرآن شریف کو طلب دنیا کی غرض سے پڑھتے ہیں ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہم قرآن شریف پڑھتے ہیں اور ہم میں عجمی و عربی ہر طرح کے لوگ ہیں جس طرح پڑھتے ہو پڑھتے رہو۔ عنقریب ایک جماعت آنے والی ہے جو قرآن شریف کے حروف کو اس طرح سیدھا کریں گے جس طرح تیرا سیدھا کیا جاتا ہے یعنی خوب سنواریں گے۔ ایک ایک حرف کو گھنٹوں درست کریں گے اور قرآن کی رعایت میں خوب تکلف کریں گے اور یہ سب دنیا کے واسطے ہوگا۔ آخرت سے ان لوگوں کو کچھ بھی سروکار نہ ہوگا۔ مقصد یہ ہے کہ محض خوش آوازی بیکار ہے جب کہ اس میں اخلاص نہ ہو، محض دنیا کمانے کے واسطے کیا جاوے۔ چہرہ پر گوشت نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب اُس نے اَشْرَفُ الْأَشْيَاءِ کو ذلیل چیز کمانے کا ذریعہ کیا تو اَشْرَفُ الْأَشْيَاءِ چہرہ کو رونق سے محروم کر دیا جاتے گا۔ عمران بن حصینؓ کا ایک واعظ پر گذر ہوا جو تلاوت کے بعد لوگوں سے کچھ طلب کر رہا تھا۔ یہ دیکھ کر انھوں نے انا للہ پڑھی اور فرمایا کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص تلاوت کرے اس کو جو مانگنا ہو اللہ سے مانگے۔ عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو پڑھنے کے بعد لوگوں سے بھیک مانگیں گے۔ مشائخ سے منقول ہے کہ جو شخص علم کے ذریعے سے دنیا کماوے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جو تے کو اپنے رخسار سے صاف کرے۔ اس میں شک نہیں کہ جو تے کو صاف ہو جائے گا مگر چہرہ سے صاف کرنا حماقت کی منتہا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں نازل ہوا ہے۔ اُولَئِكَ الَّذِينَ اسْتَرَفُوا الصَّلَاةَ بِالْهُدَى۔ الْآيَةُ (یہی لوگ ہیں جنہوں نے

ہدایت کے بدلہ میں گمراہی خریدی ہے پس نہ ان کی تجارت کچھ نفع والی ہے اور نہ یہ لوگ ہدایت یافتہ ہیں) ابی بن کعبؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو قرآن شریف کی ایک سورت پڑھائی تھی اس نے ایک کمان مجھے ہدیہ کے طور سے دی۔ میں نے حضورؐ سے اس کا تذکرہ کیا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جہنم کی ایک کمان تو نے لے لی۔ اس طرح کا واقعہ عبادۃ بن الصّامٹؓ نے اپنے متعلق نقل کیا اور حضورؐ کا جواب یہ نقل کیا کہ جہنم کی ایک چنگاری اپنے سونڈھوں کے درمیان لٹکا دی۔ دوسری روایت میں ہے کہ اگر تو چاہے کہ جہنم کا ایک سونڈھ لگے میں ڈالے تو اس کو قبول کر لے۔

یہاں پہنچ کر میں اُن حفاظ کی خدمت میں جن کا مقصود قرآن شریف کے مکتبوں سے فقط پیسہ ہی کمانا ہے بڑے عذاب سے عرض کروں گا کہ بند اپنے منصب اور اپنی ذمہ داری کا لحاظ کیجئے۔ جو لوگ آپؐ کی بدنیّتوں کی وجہ سے کلام مجید پڑھانا یا حفظ کرنا بند کرتے ہیں اس کے وبال میں وہ تنہا گرفتار نہیں خود آپؐ لوگ بھی اس کے جواب دہ اور قرآن پاک کے بند کرنے والوں میں شریک ہیں۔ آپؐ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم اشاعت کرنے والے ہیں لیکن درحقیقت اس اشاعت کے روکنے والے ہم ہی لوگ ہیں۔ جن کی بد اطواریاں اور بد نیّتیاں دنیا کو مجبور کر رہی ہیں کہ وہ قرآن پاک ہی کو چھوڑ بیٹھیں۔ علماء نے تعلیم کی تنخواہ کو اس لئے جائز نہیں فرمایا کہ ہم لوگ اسی کو مقصود بنا لیں بلکہ حقیقتاً مدرسین کی اصل غرض صرف تعلیم اور اشاعت علم و قرآن شریف ہونے کی ضرورت ہے اور تنخواہ اس کا معاوضہ نہیں بلکہ رفع ضرورت کی ایک صورت ہے جس کو مجبوراً اور اضطرار کی وجہ سے اختیار کیا گیا۔

تتم

قرآن پاک کے ان سب فضائل اور خوبیوں کے ذکر کرنے سے مقصود اس کے ساتھ محبت پیدا کرنا ہے اس لئے کلام اللہ شریف کی محبت حق تعالیٰ شانہ کی محبت کے لئے لازم و ملزوم ہے اور ایک کی محبت دوسرے کی محبت کا سبب ہوتی ہے۔ دنیا میں آدمی کی خلقت صرف اللہ جلّ شانہ کی معرفت کے لئے ہوئی ہے اور آدمی کے علاوہ سب چیز کی خلقت آدمی کے لئے ہے۔

ابرو باد و مہ و خورشید و فلک در کارند ۛ تا تو نہائی بکف آری و بغفلت نخوری  
ہمہ از بہر تو سرگشته و فرماں بردار ۛ شرط انصاف نہ باشد کہ تو فرماں نہری

کہتے ہیں بادل و ہوا، چاند، سورج، آسمان و زمین غرض ہر چیز تیری خاطر کام میں مشغول ہے تاکہ تُو اپنی حوائج ان کے ذریعے سے پوری کرے اور عبرت کی نگاہ سے دیکھے کہ آدمی کی ضروریات کے لئے یہ سب چیزیں کس قدر فرماں بردار و مطیع اور وقت پر کام کرنے والی ہیں اور تنبیہ کے لئے کبھی کبھی ان میں تَخْلُف بھی تھوڑی دیر کے لئے کر دیا جاتا ہے۔ بارش کے وقت بارش نہ ہونا، ہول کے وقت ہوا نہ چلنا، اسی طرح گربہن کے ذریعے سے چاند سورج غرض ہر چیز میں کوئی تغیر بھی پیدا کیا جاتا ہے تاکہ ایک غافل کے لئے تنبیہ کا تازیانہ بھی لگے۔ اس سب کے بعد کس قدر حیرت کی بات ہے کہ تیری وجہ سے یہ سب چیزیں تیری ضروریات کے تابع کی جاویں اور ان کی فرماں برداری بھی تیری اطاعت اور فرمانبرداری کا سبب نہ بنے اور اطاعت و فرمانبرداری کے لئے بہترین مُعینِ محبت ہے إِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُحِبُّ مُطِيعٌ جب کسی شخص سے محبت ہو جاتی ہے عشق و فریفتگی پیدا ہو جاتی ہے تو اس کی اطاعت و فرماں برداری طبعیت اور عادت بن جاتی ہے اور اس کی نافرمانی ایسی ہی گراں اور شاق ہوتی ہے جیسے کہ بغیر محبت کے کسی کی اطاعت خلافِ عادت و طبع ہونے کی وجہ سے بار ہوتی ہے۔ کسی چیز سے محبت پیدا کرنے کی صورت اس کے کمالات و جمال کا مشاہدہ ہے۔ جو اس ظاہرہ سے ہو یا جو اس باطنہ میں استحضار سے۔ اگر کسی کے چہرے کو دیکھ کر بے اختیار اس سے وابستگی ہو جاتی ہے تو کسی کی دل آویز آواز بھی بسا اوقات مقناطیس کا اثر رکھتی ہے۔

بسا کیں دولت از گفتار خیزد

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد

عشق ہمیشہ صورت ہی سے پیدا نہیں ہوتا بسا اوقات یہ مبارک دولت بات سے بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ کان میں آواز پڑ جانا اگر کسی کی طرف بے اختیار کھینچتا ہے تو کسی کے کلام کی خوبیاں، اس کے جوہر، اس کے ساتھ الفت کا سبب بن جاتی ہیں کسی کے ساتھ عشق پیدا کرنے کی تدبیر اہل فن نے یہ بھی لکھی ہے کہ اس کی خوبیوں کا استحضار کیا جاوے، اس کے غیر کو دل میں جگہ نہ دی جاوے جیسا کہ عشق طبعی میں یہ سب باتیں بے اختیار ہوتی ہیں کسی کا حسین چہرہ یا ہاتھ نظر پڑ جاتا ہے تو آدمی سعی کرتا ہے گوشش کرتا ہے کہ بقیہ اعضاء کو دیکھے تاکہ محبت میں اصنافہ ہو، قلب کو تسکین ہو حالانکہ تسکین ہوتی نہیں۔ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ کسی کھیت میں بیج ڈالنے کے بعد اگر اس کی آبپاشی کی خبر نہ لی گئی تو



پیداوار نہیں ہوتی۔ اگر کسی کی محبت دل میں بے اختیار آجانے کے بعد اس کی طرف انتہات  
 کیا جاوے، تو آج نہیں تو کل دل سے ٹھوہو جاوے گی لیکن اس کے خط و خال، سراپا اور  
 رفتار و رفتار کے تصور سے اس قلبی بیج کو سینچتا رہے تو اس میں ہر لمحہ اضافہ ہوگا۔  
 مکتب عشق کے انداز نزلے دیکھے اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا  
 اس سبق کو بھلا دو گے فوراً چھٹی مل جاوے گی۔ جتنا جتنا یاد کرو گے اتنا ہی جبراً یاد آئے گا۔  
 اسی طرح کسی قابل عشق سے محبت پیدا کرنی ہو تو اس کے کمالات اس کی دل آویزیوں کا  
 بیج کرے، جو سہروں کو تلاش کرے اور جس قدر معلوم ہو جاوے اس پر بس نہ کرے بلکہ اس  
 سے زائد کا متلاشی ہو کہ فنا ہونے والے محبوب کے کسی ایک عضو کے دیکھنے پر قناعت نہیں  
 کی جاتی۔ اس سے زیادہ کی ہوس جہاں تک کہ امکان میں ہو باقی رہتی ہے حق سبحانہ و تقدس  
 جو حقیقتاً ہر جمال و حسن کا منبع ہیں اور حقیقتاً دنیا میں کوئی بھی جمال ان کے علاوہ نہیں ہے یقیناً  
 ایسے محبوب ہیں کہ جن کے کسی جمال و کمال پر بس نہیں، نہ اس کی کوئی غایت ان ہی بے نہایت  
 کمالات میں سے ان کا کلام بھی ہے جس کے متعلق میں پہلے اجمالاً کہہ چکا ہوں کہ اس  
 انتساب کے بعد پھر کسی کمال کی ضرورت نہیں، عشاق کتنے لئے اس انتساب کے برابر  
 اور کون سی چیز ہوگی۔

اے گل تو خرسندم تو بولتے کے داری

قطع نظر اس سے کہ اس انتساب کو اگر چھوڑ بھی دیا جائے کہ اس کا موجد کون ہے اور وہ  
 کس کی صفت ہے تو پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کو جو نسبتیں  
 ہیں ایک سلمان کی فریفتگی کے لئے وہ کیا کم ہیں۔ اگر اس سے بھی قطع نظر کی جائے تو خود  
 کلام پاک ہی میں غور کیجئے کہ کون سی خوبی دنیا میں ایسی ہے جو کسی چیز میں پائی جاتی ہے  
 اور کلام پاک میں نہ ہوتے

دامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار  
 گل چیں بہار تو ز دامال گلہ دارد

فدا ہو آپ کی کس کس ادا پر  
 ادائیں لاکھ اور بتیاب دل ایک

احادیث سابقہ کو غور سے پڑھنے والوں پر مخفی نہیں کہ کوئی بھی چیز دنیا میں ایسی نہیں  
 جس کی طرف احادیث بالا میں متوجہ نہ کر دیا ہو اور انواع محبت و افتخار میں سے کسی  
 نوع کا دلدادہ بھی ایسا نہ ہوگا کہ اسی رنگ میں کلام اللہ شریف کی افضلیت و برتری

اس نوع میں کمال درجہ کی نہ بتلا دی گئی ہو۔ مثلاً کھلی اور اجالی بہترائی جو دنیا بھر کی چیزوں کو شامل ہے ہر جمال و کمال اس میں داخل ہے۔ سب سے پہلی حدیث (۱) نے کھلی طور پر ہر چیز سے اس کی افضلیت اور برتری بتلا دی۔ محبت کی کوئی سی نوع لے لیجئے کسی شخص کو اسباب غیر متناہیہ میں سے کسی وجہ سے کوئی پسند آئے۔ قرآن شریف اسی کھلی افضلیت میں اس سے افضل ہے اس کے بعد بالعموم جو اسباب تعلق و محبت ہوتے ہیں۔ جزئیات و تمثیل کے طور سے ان سب پر قرآن شریف کی افضلیت بتلا دی گئی۔ حدیث (۲) اگر کسی کو ثمرات اور منافع کی وجہ سے کسی سے محبت ہوتی ہے تو اللہ جل شانہ کا وعدہ ہے کہ سرمانگنے والے سے زیادہ عطا کروں گا۔ اگر کسی کو ذاتی فضیلت ذاتی جوہر ذاتی کمال سے کوئی بھاتا ہے تو اللہ جل شانہ نے بتلا دیا کہ دنیا کی ہرات پر قرآن شریف کو اتنی فضیلت ہے جتنی خالق کو مخلوق پر، آقا کو بندوں پر، مالک کو مملوک پر۔ حدیث (۳) اگر کوئی مال و متاع، حشم و خدم اور جانوروں کا گرویدہ ہے اور کسی نوع کے جانور پالنے پر دل کھوتے ہوئے ہے تو جانوروں کے بے مشقت حاصل کرنے سے تحصیل کلام پاک کی افضلیت پر متنبہ کر دیا۔ حدیث (۴) اگر کوئی صوفی شمس تقدس و تقویٰ کا بھوکا ہے اس کے لئے سرگرداں ہے تو حضور نے بتلا دیا کہ قرآن کے ماسر کا ملائکہ کے ساتھ شمار ہے جن کی برابر تقویٰ کا ہونا مشکل ہے کہ ایک آن بھی خلاف اُطاعت نہیں گزار سکتے مزید فضیلت ہے کہ اگر کوئی شخص دو ہر احقہ ملنے سے افتخار کرتا ہے یا اپنی بڑائی اسی میں سمجھتا ہے کہ اس کی راتے دو راتوں کے برابر شمار کی جاوے تو اٹکنے والے کے لئے دو ہر اجر ہے۔ حدیث (۵) اگر کوئی حاسد بد اخلاقیوں کا متوالا ہے، دنیا میں حسد کا خوگر ہو گیا ہو، اس کی زندگی حسد سے نہیں بھٹ سکتی تو حضور نے بتلا دیا کہ اس قابل جس کے کمال پر واقعی حسد ہو سکتا ہے وہ حافظ قرآن ہے۔ حدیث (۶) اگر کوئی قواکم کا متوالا ہے۔ اس پر جان دیتا ہے پھل بغیر اس کو چین نہیں پڑتا تو قرآن شریف ترجیح کی مشابہت رکھتا ہے۔ اگر کوئی میٹھے کا عاشق ہے۔ میٹھائی بغیر اس کا گذر نہیں تو قرآن شریف کھجور سے زیادہ میٹھا ہے۔ حدیث (۷) اگر کوئی شخص عزت و وقار کا دلدار ہے۔ ممبری اور کونسل بغیر اس سے نہیں رہا جاتا تو قرآن شریف دنیا اور آخرت میں رفح درجات کا ذریعہ ہے۔ حدیث (۸) اگر کوئی شخص معین و مددگار چاہتا ہے، ایسا جاننا

چاہتا ہے کہ ہر جھگڑے میں اپنے ساتھی کی طرف سے لڑنے کو تیار ہے تو قرآن شریف سلطان السلاطین، ملک الملوک شہنشاہ سے اپنے ساتھی کی طرف سے جھگڑنے کو تیار ہے مزید فیضیت ہے کہ اگر کوئی نکتہ رس باریک بینیوں میں عمر خرچ کرنا چاہتا ہے۔ اس کے نزدیک ایک باریک نکتہ حاصل کر لینا دنیا بھر کی لذات سے اعراض کو کافی ہے تو بطن قرآن شریف دقاتق کا خزانہ ہے مسندید بر آن اسی طرح اگر کوئی شخص مخفی رازوں کا پتہ لگانا کمال سمجھتا ہے۔ محکمہ سی آئی ڈی میں تجربہ کو ہنر سمجھتا ہے عمر کھپاتا ہے، تو بطن قرآن شریف ان اسرار مخفیہ پر متنبہ کرتا ہے جن کی انتہا نہیں ۹ اگر کوئی شخص لوچے مکان بنانے پر مر رہا ہے۔ ساتویں منزل پر اپنا خاص کمرہ بنانا چاہتا ہے تو قرآن شریف ساتویں ہزار منزل پر پہنچاتا ہے۔ حدیث ۱۰ اگر کوئی اس کا گرویدہ ہے کہ ایسی سہل تجارت کروں جس میں محنت کچھ نہ ہو اور نفع بہت سا ہو جاوے تو قرآن شریف ایک حرف پر دس انگلیاں دلاتا ہے۔ حدیث ۱۱ اگر کوئی تاج و تخت کا بھوکا ہے، اس کی خاطر دنیا سے لڑتا ہے تو قرآن شریف اپنے رفیق کے والدین کو بھی وہ تاج دیتا ہے جس کی چمک دمک کی دنیا میں کوئی نظیر ہی نہیں۔ حدیث ۱۲ اگر کوئی شعبہ بازی میں کمال پیدا کرتا ہے آگ ہاتھ پر رکھتا ہے، جلتی دیا سلاتی منہ میں رکھ لیتا ہے تو قرآن شریف جہنم تک کی آگ کو اثر کرنے سے مانع ہے۔ حدیث ۱۳ اگر کوئی حکام رسی پر مرتا ہے۔ اس پر ناز ہے کہ ہمارے ایک خط سے فلاں حاکم نے اس ملزم کو چھوڑ دیا، ہم نے فلاں شخص کو سزا نہیں ہونے دی۔ اتنی سی بات حاصل کرنے کے لئے حج و کلکٹر کی دعوتوں اور خوشامدوں میں جان و مال ضائع کرتا ہے۔ ہر روز کسی نہ کسی حاکم کی دعوت میں سرگرداں رہتا ہے تو قرآن شریف اپنے ہر رفیق کے ذریعے ایسے دس شخصوں کو خلاصی دلاتا ہے جن کو جہنم کا حکم مل چکا ہے۔ حدیث ۱۴ اگر کوئی خوشبوؤں پر مرتا ہے۔ چمن اور پھولوں کا دلدادہ ہے تو قرآن شریف بالچھڑ ہے مزید فیضیت یہ ہے کہ اگر کوئی عطور کا فریفتہ ہے جنائے مشک میں غسل چاہتا ہو تو کلام مجید سراپا مشک ہے اور غور کرو گے تو معلوم ہو جاوے گا کہ اس مشک سے اس مشک کو کچھ بھی نسبت نہیں۔ چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک ہے

کار زلف تست مشک افشانی اما عاشقان

مصلحت را تہمتے بر آہوئے چیں بستہ اند



حدیث (۱۵) اگر کوئی جو تہ کا آشنادر سے کوئی کام کر سکتا ہے، ترغیب اس کے لئے کارآمد نہیں، تو قرآن شریف سے خالی ہونا گھر کی بربادی کے برابر ہے۔ حدیث (۱۶) اگر کوئی عابد افضل العبادات کی تحقیق میں رہتا ہے اور ہر کام میں اس کا مقصد یہ ہے کہ جس چیز میں زیادہ ثواب ہو اسی میں مشغول رہوں تو قرابت قرآن افضل العبادات ہے اور تصریح سے بتلادیا کہ نفل نماز، روزہ، تسبیح و تہلیل وغیرہ سب سے افضل ہے۔ حدیث (۱۸-۱۷) بہت سے لوگوں کو حاملہ جانوروں سے دلچسپی ہوتی ہے، حاملہ جانور قیمتی داموں میں خریدے جاتے ہیں، حضورؐ نے متنبہ فرمادیا اور خصوصیت سے اس جزو کو بھی مثال میں ذکر فرمایا کہ قرآن شریف اس سے بھی افضل ہے۔ حدیث (۱۹) اکثر لوگوں کو صحت کی فکر دامنگیر رہتی ہے، ورزش کرتے ہیں روزانہ غسل کرتے ہیں، دوڑتے ہیں علی الصبح تفریح کرتے ہیں، اسی طرح سے بعض لوگوں کو رنج و غم، فکر و تشویش دامنگیر رہتی ہے، حضورؐ نے فرمادیا کہ سورہ فاتحہ ہر بیماری کی شفا ہے اور قرآن شریف دلوں کی بیماری کو دور کرنے والا ہے۔ حدیث (۲۰) لوگوں کو افتخار کے اسباب گذشتہ افتخارات کے علاوہ اور بھی بہت سے ہوتے ہیں جن کا احاطہ مشکل ہے، اکثر اپنے نسب پر افتخار ہوتا ہے، کسی کو اپنی عادتوں پر، کسی کو اپنی ہر دلعزیزی پر، کسی کو اپنے حسن تدبیر پر حضورؐ نے فرمادیا کہ حقیقتاً قابل افتخار جو چیز ہے وہ قرآن شریف ہے اور کیوں نہ ہو کہ درحقیقت ہر جمال و کمال کو جامع ہے۔

آنکھ خوبال ہمہ دارند تو تنہا داری

حدیث (۲۱) اکثر لوگوں کو خزانہ جمع کرنے کا شوق ہوتا ہے، کھانے اور پہننے میں تنگی کرتے ہیں تکالیف برداشت کرتے ہیں اور ننانوے کے پھیر میں ایسے پھنس جاتے ہیں جس سے نکلنا دشوار ہوتا ہے، حضورؐ نے ارشاد فرمادیا کہ ذخیرہ کے قابل کلام پاک ہے جتنا دل چاہے آدمی جمع کرے کہ اس سے بہتر کوئی خزینہ نہیں۔ حدیث (۲۲) اسی طرح اگر برائی روشنیوں کا آپ کو شوق ہے آپ اپنے کمرے میں دس قمقمے بجلی کے اس لئے نصب کرتے ہیں کہ کمرہ جگمگا اٹھے تو قرآن شریف سے بڑھ کر نورانیت کس چیز میں ہو سکتی ہے مزید برآں یہ کہ اگر آپ اس پر جان دیتے ہیں کہ آپ کے پاس ہدایا آیا کریں، دوست روزانہ کچھ نہ کچھ بھیجتے رہا کریں تو آپ تو وسیع تعلقات اسی کی خاطر کرتے ہیں جو دوست

آشنا اپنے باغ کے پھلوں میں آپ کا حصہ نہ لگائے تو آپ اس کی شکایت کرتے ہیں تو قرآن شریف سے بہتر تحائف دینے والا کون ہے کہ سکینہ اس کے پاس بھیجی جاتی ہے پس آپ کے گھسی پر مرنے کی اگر یہی وجہ ہے کہ وہ آپ کے پاس روزانہ کچھ نذرانہ لاتا ہے تو قرآن شریف میں اس کا بھی بدل ہے اگر آپ خواہاں ہیں اور آپ کسی وزیر کے اس لئے ہر وقت قدم چومتے ہیں کہ وہ دربار میں آپ کا ذکر کر دے گا کسی پیش کار کی اس لئے خوشامد کرتے ہیں کہ وہ کلکٹر کے یہاں آپ کی کچھ تعریف کر دے گا یا کسی کی آپ اس لئے چالوسی کرتے ہیں کہ محبوب کی مجلس میں آپ کا ذکر کر دے تو قرآن شریف احکم الحاکمین محبوب حقیقی کے دربار میں آپ کا ذکر خود محبوب و آقا کی زبان سے کراتا ہے۔ حدیث (۲۳) اگر آپ اس کے جو یاں رستے ہیں کہ محبوب کو سب سے زیادہ مرغوب چیز کیا ہے کہ اس کے مہتا کرنے میں پہاڑوں سے دودھ کی نہر نکالی جائے تو قرآن شریف کے برابر آقا کو کوئی چیز بھی مرغوب نہیں۔ حدیث (۲۴) اگر آپ درباری بننے میں عمر کھیا رہے ہیں سلطان کے مصاحب بننے کے لئے ہزار تدابیر اختیار کرتے ہیں تو کلام اللہ شریف کے ذریعے آپ اس بادشاہ کے مصاحب شمار ہوتے ہیں جس کے سامنے کسی بڑے سے بڑے کی بادشاہت کچھ حقیقت نہیں رکھتی مسند برآں کتنے تعجب کی بات ہے کہ لوگ کونسل کی ممبری کے لئے اور اتنی سی بات کے لئے کہ کلکٹر صاحب شکار میں جاویں تو آپ کو بھی ساتھ لے لیں آپ کس قدر قربانیاں کرتے، راحت و آرام، جان و مال نثار کرتے ہیں، لوگوں سے کوشش کراتے ہیں، دین اور دنیا دونوں کو برباد کرتے ہیں، صرف اس لئے کہ آپ کی نگاہ میں اس سے آپ کا اعزاز ہوتا ہے تو پھر کیا حقیقی اعزاز کئے لئے، حقیقی حاکم و بادشاہ کی مصاحبت کے لئے واقعی درباری بننے کے لئے آپ کو ذرا سی توجہ کی بھی ضرورت نہیں۔ آپ اس نمائشی اعزاز پر عمر خرچ کیجئے مگر خدا را اس عمر کا تھوڑا سا حصہ، عمر دینے والے کی خوشنودی کیلئے بھی تو خرچ کیجئے (۲۵) اسی طرح اگر آپ میں چشتیت پھونک دی گئی ہے اور ان مجالس بغیر آپ کو قرار نہیں تو مجالس تملوت اس سے کہیں زیادہ دل کو پکڑنے والی ہیں اور بڑے سے بڑے مستغنی کے کان اپنی طرف متوجہ کر لیتی ہیں۔ حدیث (۲۶) اسی طرح اگر آپ آقا کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں تو تملوت کیجئے۔ حدیث (۲۷) اور



آپ اسلام کے مدعی ہیں، مسلم ہونے کا دعویٰ ہے تو حکم ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ قرآن شریف کی ایسی تلاوت کرو جیسا کہ اس کا حق ہے۔ اگر آپ کے نزدیک اسلام صرف زبانی جمع خرچ نہیں ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری سے بھی آپ کے اسلام کو کوئی سروکار ہے تو یہ اللہ کا فرمان ہے اور اس کے رسول کی طرف سے اس کی تلاوت کا حکم ہے مزید برآں اگر آپ میں قومی جوش بہت زور کرتا ہے ترکی ٹوپی کے آپ صرف اس لئے دلدادہ ہیں کہ وہ آپ کے نزدیک خالص اسلامی لباس ہے، قومی شعار میں آپ بہت خاص دلچسپی رکھتے ہیں، ہر طرح اس کے پھیلانے کی آپ تدبیریں اختیار کرتے ہیں، اخبارات میں مضامین شائع کرتے ہیں، جلسوں میں ریزوٹیوشن پاس کرتے ہیں تو اللہ کا رسول آپ کو حکم دیتا ہے کہ جس قدر ممکن ہو قرآن شریف کو پھیلاؤ۔ بے جانہ ہو گا اگر میں یہاں پہنچ کر سربراہ اور دوکان قوم کی شکایت کروں کہ قرآن پاک کی اشاعت میں آپ کی طرف سے کیا اعانت ہوتی ہے اور یہی نہیں بلکہ خدا را ذرا غور سے جواب دیجئے کہ اس کے سلسلہ کو بند کرنے میں آپ کا کس قدر حصہ ہے۔ آج اس کی تعلیم کو بیکار بتلایا جاتا ہے، اضاعت عمر سمجھا جاتا ہے، اس کو بیکار دماغ سوزی اور بے نتیجہ عرق ریزی کہا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ آپ اس کے موافق نہ ہوں، لیکن ایک جماعت جب ہمہ تن اس میں کوشاں ہے تو کیا آپ کا سکوت اس کی اعانت نہیں ہے، مانا کہ آپ اس خیال سے بیزار ہیں مگر آپ کی اس بیزاری نے کیا فائدہ دیا ہے ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک آج اس کی تعلیم پر بڑے زور سے اس لئے انکار کیا جاتا ہے کہ مسجد کے ملائوں نے اپنے محدود کے لئے دھندا کر رکھا ہے۔ گو یہ عامۃ نیتوں پر حملہ ہے جو بڑی سخت ذمہ داری ہے اور اپنے وقت پر اس کا ثبوت دینا ہو گا مگر میں نہایت ہی ادب سے پوچھتا ہوں کہ خدا را ذرا اس کو تو غور کیجئے کہ ان خود غرض ملائوں کی ان خود غرضیوں کے ثمرات آپ دنیا میں کیا دیکھ رہے ہیں اور آپ کی ان بے غرضانہ تجاویز کے ثمرات کیا ہوں گے اور نشر و اشاعت کلام پاک میں آپ کی ان مفید تجاویز سے کس قدر مدد ملے گی۔ بہر حال حضور کا ارشاد آپ کے لئے قرآن شریف کے پھیلانے کا ہے۔ اس میں آپ خود ہی فیصلہ کر لیجئے کہ اس ارشاد نبوی کا کس درجہ امتثال آپ کی ذات سے ہوا اور ہو رہا ہے۔ دیکھئے ایک دوسری بات



کا بھی خیال رکھیں بہت سے لوگوں کا یہ خیال ہوتا ہے کہ ہم اس خیال میں شریک نہیں تو ہم کو کیا مگر اس سے آپ اللہ کی پکڑ سے بچ نہیں سکتے صحابہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا اَنْفَلَكْ وَفَيْنَا الصَّالِحُونَ قَالَ نَعَمْ اِذَا كَثُرَ الْخُبْتُ (کیا ہم ایسی حالت میں ہلاک ہو جاویں گے کہ ہم میں صلحا موجود ہوں جنہوں نے ارشاد فرمایا کہ ہاں جب خباثت غالب ہو جاتے، اسی طرح ایک روایت میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے ایک گاؤں کے اُلٹ دینے کا حکم فرمایا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اس میں فلاں بندہ ایسا ہے کہ جس نے کبھی گناہ نہیں کیا۔ ارشاد ہوا کہ صحیح ہے مگر میری نافرمانی ہوتے ہوئے دیکھتا رہا اور کبھی اس کی پیشانی پر تل نہیں پڑا۔ درحقیقت علماء کو یہی امور مجبور کرتے ہیں کہ وہ ناجائز امور کو دیکھ کر ناگواری کا اظہار کریں جس کو ہمارے روشن خیال تنگ نظری سے تعبیر کرتے ہیں۔ آپ حضرات اپنی اس وسعت خیالی اور وسعت اخلاق پر مطمئن نہ رہیں کہ یہ فریضہ صرف علماء ہی کے ذمہ نہیں، ہر اس شخص کے ذمہ ہے جو کسی ناجائز بات کا وقوع دیکھے اور اس پر ٹوکنے کی قدرت رکھتا ہو پھر نہ ٹو کے۔ بلال بن سعدؓ سے مروی ہے کہ معصیت جب مخفی طور سے کی جاتی ہے تو اس کا وبال صرف کرنے والے پر ہوتا ہے لیکن جب کھلم کھلا کی جاوے اور اس پر انکار نہ کیا جاوے تو اس کا وبال عام ہوتا ہے۔

(۷۸) اسی طرح اگر آپ تاریخ کے ولادہ ہیں جہاں کہیں متبر تاریخ، پرانی تاریخ آپ کو ملتی ہے آپ اس کے لئے سفر کرتے ہیں تو قرآن شریف میں تمام ایسی کتب کا بدل موجود ہے جو قرآن سابقہ میں محنت و معترمانی گنتی ہیں۔ حدیث (۲۹) اگر آپ اس قدر اُوپنچے مرتبہ کے منتہی ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو آپ کی مجلس میں بیٹھنے اور شریک ہونے کا حکم ہو تو یہ بات بھی صرف کلام اللہ شریف میں ہی ملے گی۔ حدیث (۳۰) اگر آپ اس قدر کامل ہیں کہ کچھ کر ہی نہیں سکتے تو بے محنت بے مشقت اکرام بھی آپ کو صرف کلام اللہ شریف میں ملے گا کہ چپ چاپ کسی مکتب میں بیٹھے بچوں کا کلام مجید سُننے جائیے اور مفت کا ثواب لیجئے۔ حدیث (۳۱) اگر آپ مختلف ألوان کے گرویدہ ہیں۔ ایک نوع سے اکتا جاتے ہیں تو قرآن شریف کے معنی میں مختلف ألوان مختلف مضامین حاصل کیجئے۔ کہیں رحمت، کہیں عذاب، کہیں قصے، کہیں احکام اور کیفیت تلاوت میں کبھی پکار کر پڑھیں اور کبھی آہستہ۔ حدیث (۳۲) اگر آپ کی سیہ کاریاں حد سے متجاوز ہیں اور مرنے

کا آپ کو یقین بھی ہے تو پھر تلاوت کلام پاک میں ذرا بھی کوتاہی نہ کیجئے کہ اس درجہ کا سفارش نہ ملے گا اور پھر ایسا کہ جس کی سفارش کے قبول ہونے کا یقین بھی ہو۔ حدیث (۳۳) اسی طرح اگر آپ اس قدر باوقار واقع ہونے ہیں کہ جھگڑاٹو سے گھبراتے ہیں۔ لوگوں کے جھگڑے کے ڈر سے آپ بہت سی قربانیاں کر جاتے ہیں تو قرآن شریف کے مطالبہ سے ڈریں کہ اس جیسا جھگڑاٹو آپ کو نہ ملے گا۔ فریقین کے جھگڑے میں ہر شخص کا کوئی نہ کوئی طرفدار ہوتا ہے مگر اس کے جھگڑنے میں اس کی تصدیق کی جاتی ہے اور ہر شخص اسی کو سچا بتلاتے گا اور آپ کا کوئی طرف دار نہ ہو گا۔ حدیث (۳۴) اگر آپ کو ایسا رہبر درکار ہے اور اس پر آپ قربان ہیں جو محبوب کے گھر تک پہنچا دے تو تلاوت کیجئے اور اگر آپ اس سے ڈرتے ہیں کہ کہیں جیل خانہ نہ ہو جائے تو ہر حالت میں قرآن شریف کی تلاوت بغیر چارہ نہیں۔ حدیث (۳۵) اگر آپ علوم انبیاء حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اس کے گرویدہ اور شہیدانی ہیں تو قرآن شریف پڑھتے اور جتنا چاہے کمال پیدا کیجئے۔ اسی طرح اگر آپ بہترین اخلاق پر جان دینے کو تیار ہیں تو بھی تلاوت کی کثرت کیجئے۔ حدیث (۳۶) اگر آپ کا مچلا ہوا دل ہمیشہ شملہ اور منصوری کی چوٹیوں ہی پر تفریح میں بہلتا ہے اور سوجان سے آپ ایک پہاڑ کے سفر پر قربان ہیں تو قرآن پاک مشک کے پہاڑوں پر ایسے وقت میں تفریح کراتا ہے کہ تمام عالم میں نفسا نفسی کا زور ہو۔ حدیث (۳۷-۳۸-۳۹) اگر آپ زاہدوں کی اعلیٰ مرتبہ میں شمار چاہتے ہیں اور رات دن نوافل سے آپ کو فرصت نہیں تو کلام پاک کی کھانا کھانا اس سے پیش پیش ہے۔ حدیث نمبر (۴۰) اگر دنیا کے ہر جھگڑے سے آپ نجات چاہتے ہیں ہر شخص سے آپ علیحدہ رہنے کے دلدادہ ہیں تو صرف قرآن پاک ہی میں ان سے تخصیص ہے۔

## حدیث خاتمہ

- ۱) اگر آپ کسی طبیب کے ساتھ دوا کی جاتے ہیں تو سورۃ فاتحہ میں ہر بیماری کی شفا ہے
- ۲) اگر آپ کی بے نہایت غرضیں پوری نہیں ہوتیں تو کیوں روزانہ سورۃ یس کی تلاوت آپ نہیں کرتے۔ حدیث (۴۱) اگر آپ کو پیسہ کی محبت ایسی ہے کہ اس کے بغیر آپ کسی کے بھی نہیں تو کیوں روزانہ سورۃ واقعہ کی تلاوت نہیں کرتے۔ حدیث

(۴) اگر آپ کو عذاب قبر کا خوف دامن گیر ہے اور آپ اس کے متحمل نہیں تو اس کے لئے بھی کلام پاک میں نجات ہے۔ حدیث (۵) اور اگر آپ کو کوئی دائمی مشغلہ درکار ہے کہ جس میں آپ کے مبارک اوقات ہمیشہ مصروف رہیں تو قرآن پاک سے بڑھ کر نہ ملے گا۔ حدیث (۶-۷) مگر ایسا نہ ہو کہ یہ دولت حاصل ہونے کے بعد چھین جاوے کہ سلطنت ہاتھ آنے کے بعد پھر ہاتھ سے نکل جانا زیادہ حسرت و خسران کا سبب ہوتا ہے اور کوئی حرکت ایسی بھی نہ کر جاتیے کہ نیکی برباد گناہ لازم۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاءُ

مجھ سنا کارہ قرآن پاک کی خوبیوں پر کیا متنبہ ہو سکتا ہے۔ ناقص سمجھ کے موافق جو ظاہری طور پر سمجھ میں آیا ظاہر کر دیا مگر اہل فہم کے لئے غور کا راستہ ضرور کھل گیا اس لئے کہ اسباب محبت جن کو اہل فن نے کسی کے ساتھ محبت کا ذریعہ بتلایا ہے، پانچ چیز میں منحصر ہے۔ اول اپنا وجود کہ طبعاً آدمی اس کو محبوب رکھتا ہے۔ قرآن شریف میں حوادث سے امن ہے اس لئے وہ اپنی حیات و بقا کا سبب ہے دوسرے طبعی مناسبت جس کے متعلق اس سے زیادہ وضاحت کیا کر سکتا ہوں کہ کلام صفت الہی ہے اور مالک اور مملوک، آقا اور بندہ میں جو مناسبت ہے وہ واقفوں سے مخفی نہیں ہے

ہست رب الناس را با جان ناس اتصال بے تکلف و بے قیاس

سب سے ربط آشنائی ہے اسے دل میں ہر اک کے رسائی ہے اُسے

تیسرے جمال، چوتھے کمال، پانچویں احسان۔ ان ہر سہ امور کے متعلق احادیث بالا میں اگر غور فرمائیں گے تو نہ صرف اس جمال و کمال پر جس کی طرف ایک ناقص الفہم نے اشارہ کیا ہے، اقتصار کریں گے بلکہ وہ خود بے تردد اس امر تک پہنچیں گے کہ عزت، افتخار، شوق و سکون، جمال و کمال، اکرام و احسان، لذت و راحت، مال و متاع غرض کوئی بھی ایسی چیز نہ پاویں گے جو محبت کے اسباب میں ہو سکتی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تنبیہ فرما کر قرآن شریف کو اسی نوع میں اس سے افضل ارشاد فرمایا ہو البتہ حجاب میں مستور ہونا دنیا کے لوازمات میں سے ہے لیکن عقلمند شخص اس وجہ سے کہ لیمچی کا چھلکا غار دابہ اس کے گودہ سے اعراض نہیں کرتا اور کوئی دل کھویا ہوا اپنی محبوبہ سے اس لئے نفرت نہیں کرتا کہ وہ اس وقت برقعہ میں ہے۔ پردہ کے ہٹانے کی ہر ممکن سے ممکن کوشش کرے گا اور کامیاب نہ بھی ہو سکا تو اس پردہ کے اوپر ہی سے آنکھیں ٹھنڈی



کرے گا۔ اس کا یقین ہو جائے کہ جس کی خاطر رسول سے سرگرداں ہوں وہ اسی چادر میں  
ہے ممکن نہیں کہ پھر اس چادر سے نگاہ ہٹ سکے۔ اسی طرح قرآن پاک کے ان فضائل و  
مناقب اور کمالات کے بعد اگر وہ کسی حجاب کی وجہ سے محسوس نہیں ہوتے تو عاقل کا  
کام نہیں کہ اس سے بے توجہی اور لاپرواہی کرے بلکہ اپنی تقصیر اور نقصان پر افسوس  
کرے اور کمالات میں غور حضرت عثمانؓ اور حضرت حفصہؓ سے مروی ہے کہ اگر قلوب  
نجاست سے پاک ہو جاویں تو تلاوت کلام اللہ سے کبھی بھی سُیری نہ ہو۔ ثابت بنانی  
کہتے ہیں کہ بیس برس میں نے کلام پاک کو مشقت سے پڑھا اور بیس برس سے مجھ اس  
کی ٹھنڈک پہنچ رہی ہے پس جو شخص بھی معاصی سے توبہ کے بعد غور کرے گا کلام پاک  
کو آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری، کا مصداق پائے گا۔ اے کاش کہ ان الفاظ کے  
معنی مجھ پر بھی صادق آتے۔ میں ناظرین سے یہ بھی درخواست کروں گا کہ کہنے والے کی  
طرف التفات نہ فرمائیں کہ میری ناکارگی آپ کو اہم مقصود سے نہ روکے بلکہ بات کی  
طرف توجہ فرمائیں اور جہاں سے یہ امور ماخوذ ہیں اس کی طرف التفات کیجئے کہ میس  
درمیان میں صرف نقل کا واسطہ ہوں۔ یہاں تک پہنچنے کے بعد اللہ کی ذات سے  
بعید نہیں کہ وہ کسی دل میں حفظ قرآن پاک کا ولولہ پیدا کر دے۔ پس اگر بچہ کو حفظ کرانا  
ہے تو اس کے لئے کسی عمل کی ضرورت نہیں کہ بچپن کی عمر خود حفظ کے لئے معین و مجرب  
ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص بڑی عمر میں حفظ کا ارادہ کرے تو اس کیلئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ  
وسلم کا ارشاد فرمایا ہوا ایک مجرب عمل لکھا ہوں جس کو ترمذی حاکم وغیرہ نے روایت  
کیا ہے حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر  
تھا کہ حضرت علیؓ حاضر ہوتے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو  
جاویں قرآن پاک میرے سینے سے نکل جاتا ہے، جو یاد کرتا ہوں وہ محفوظ نہیں رہتا۔ حضور  
نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھے ایسی ترکیب بتلاؤں کہ جو تجھے بھی نفع دے اور جس کو تو بتلاؤ  
اس کے لئے بھی نافع ہو اور جو کچھ تو سیکھے وہ محفوظ رہے۔ حضرت علیؓ کے دریافت کرنے پر  
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب جمعہ کی شب آوے تو اگر یہ ہو سکتا  
ہو کہ رات کے اخیر تہائی حصہ میں اٹھے تو یہ بہت ہی اچھا ہے کہ یہ وقت ملائکہ کے نازل  
ہونے کا ہے اور دعا اس وقت میں خاص طور سے قبول ہوتی ہے۔ اسی وقت کے انتظار

میں حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا سَوِّفَ اسْتَغْفِرُ لَكَفَرٍ بِقِيٍّ مَغْرِبِ  
میں تمہارے لئے اپنے رب سے مغفرت طلب کروں گا (یعنی جمعہ کی رات کے آخری  
حصہ میں) پس اگر اس وقت میں جاگنا دشوار ہو تو آدھی رات کے وقت، اور یہ بھی نہ ہو سکے  
تو پھر شروع ہی رات میں کھڑا ہو اور چار رکعت نفل اس طرح پڑھے کہ پہلی رکعت میں  
سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ الیس شریف پڑھے اور دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد  
سورۃ دخان اور تیسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۃ الہم سجدہ اور چوتھی رکعت میں فاتحہ  
کے بعد سورۃ ملک پڑھے اور جب التَّحِيَّات سے فارغ ہو جاوے تو اَوَّلِ حَقِّ اَعَالٰی شَاؤُہ  
کی خوب حمد و ثنا کر اس کے بعد مجھ پر درود اور سلام بھیج، اس کے بعد تمام انبیاء پر  
درود بھیج اس کے بعد تمام مومنین کے لئے اور ان تمام مسلمان بھائیوں کے لئے جو تجھ  
سے پہلے مر چکے ہیں استغفار کر اور اس کے بعد یہ دعا پڑھ۔

ف: دُعا آگے آرہی ہے اس کے ذکر سے قبل مناسب ہے کہ حمد و ثنا وغیرہ جن کا  
حضور نے حکم فرمایا ہے دوسری روایات سے جن کو شروع حضن اور مناجات مقبول وغیرہ  
میں نقل کیا ہے مختصر طور پر ایک ایک دُعا نقل کر دی جاوے تاکہ جو لوگ اپنے طور سے  
نہیں پڑھ سکتے وہ اس کو پڑھیں اور جو حضرات خود پڑھ سکتے ہوں وہ اس پر قناعت  
نہ کریں بلکہ حمد و صلوة کو بہت اچھی طرح سے مبالغہ سے پڑھیں۔ دُعا یہ ہے۔

تمام تعریف جہانوں کے پروردگار کے  
لئے ہے ایسی تعریف جو اس کی مخلوقات  
کے اعداد کے برابر ہو، اس کی مرضی کے  
موافق ہو، اس کے عرش کے وزن کے  
برابر ہو، اس کے کلمات کی سیاہیوں  
کے برابر ہو۔ اے اللہ میں تیری تعریف کا  
احاطہ نہیں کر سکتا۔ تو ایسا ہی ہے جیسا کہ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ عَدَدَ  
خَلْقِهِ وَرِضَا نَفْسِهِ وَزِنَةَ عَرْشِهِ  
وَمِدَادَ كَلِمَتِهِ اَللّٰهُمَّ لَا اُحْصِي  
ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ صَمَّا اَثْنَيْتَ  
عَلٰی نَفْسِكَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ  
وَبَارِكْ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ  
الْاُمِّيِّ الْمَاشِئِيِّ وَعَلٰی اٰلِهِ وَ

لئے ترتیب قرآنی میں یہ سورت پہلی دونوں سورتوں سے مقدم ہے۔ مگر اَوَّلِ تَوَافُلِ میں فقہاء نے اس قسم کی گنجائش فرمائی ہے  
دوسرے توافل کا ہر شفعہ مستقل نماز کا حکم رکھتا ہے اور اس شفعہ کی دونوں سورتیں آپس میں مرتب ہیں اس لئے کوئی کراہت  
نہیں۔ کہذا فی الکوکب الدرری و ما مشہ ۱۲ منہ۔

اَصْحَابِ الْبَرَةِ الْكَرَامِ وَعَلَى  
سَائِرِ الْأَنْبِيَاءِ وَ الْمُرْسَلِينَ  
وَالْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ رَبَّنَا  
اعْفُ رُفَاتَنَا وَإِخْوَانَنَا الَّذِينَ  
سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ  
فِي قُلُوبِنَا غِلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا  
رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ اللَّهُمَّ  
اعْفُ رُفَاتِي وَلِوَالِدَتِي وَ لِجَمِيعِ  
الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَ  
الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ إِنَّكَ  
سَمِيعٌ مُجِيبُ الدَّعَوَاتِ ط

تو نے اپنی تعریف خود بیان کی۔ اے اللہ  
ہم سے سرور نبی امتی اور ہاشمی پرورد  
سلام اور برکات نازل فرما اور تمام نبیوں  
اور رسولوں اور ملائکہ مقربین پر بھی۔ اے  
ہم سے رب ہماری اور ہم سے پہلے مسلمانوں  
کی مغفرت فرما اور ہم سے دلوں میں مومنین  
کی طرف سے کینہ پیدا نہ کر۔ اے ہم سے  
رب تو مہربان اور رحیم ہے۔ اے اَلْعَالَمِین  
میری اور میرے والدین کی اور تمام مومنین  
اور مسلمانوں کی مغفرت فرما۔ بیشک تو  
دعاؤں کو سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔

اس کے بعد وہ دعا پڑھے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث بالا میں حضرت  
علی رضی اللہ عنہ کو تعلیم فرمائی اور وہ یہ ہے۔

اللَّهُمَّ ارْحَمْنِي بِتَرَدِّ الْعَصَى  
أَبَدًا مَا أَبْقَيْتَنِي وَارْحَمْنِي أَنْ  
اتَّكَلَفَ مَا لَا يَغْنِيْنِي وَارْزُقْنِي  
حَسَنَ النَّظَرِ فِيمَا يُرْضِيكَ عَنِّي  
اللَّهُمَّ بَدِّعِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ  
ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ وَالْعِزَّةِ  
الَّتِي لَا تَرَامُ أَسْأَلُكَ يَا اللَّهُ  
يَا رَحْمَنُ بِجَلَالِكَ وَتَوَدُّجِهِ  
أَنْ تُلْزِمَ قَلْبِي حِفْظَ كِتَابِكَ  
كَمَا عَلَّمْتَنِي وَارْزُقْنِي أَنْ  
أَقْرَأَ عَلَى النَّحْوِ الَّذِي يُرْضِيكَ

اے اَلْعَالَمِین مجھ پر رحم فرما کہ جب  
تک میں زندہ رہوں گناہوں سے بچتا  
رہوں اور مجھ پر رحم فرما کہ میں بیچارہ دنیا  
میں کلفت نہ اٹھاؤں، اور اپنی مرضیات  
میں خوش نظری مرحمت فرما۔ اے اللہ زمین  
اور آسمان کے لیے نمونہ پیدا کرنے والے  
اے عظمت اور بزرگی والے اور اس غلبہ  
یا عزت کے مالک جس کے حصول کا  
ارادہ بھی ناممکن ہے۔ اے اللہ اے رحمن  
میں تیری بزرگی اور تیری ذات کے نور  
کے طفیل تجھ سے مانگتا ہوں کہ جس طرح

اے حضور کی ارشاد فرمائی ہوئی دعا یہ ہے ۱۲



عَنِّي اللَّهُمَّ بِدَيْعِ السَّمَوَاتِ وَ  
الْأَرْضِ ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ  
وَالْعِزَّةِ الَّتِي لَا تَرَامُ أَسْأَلُكَ  
يَا اللَّهُ يَا رَحْمَنُ بِجَدِّكَ وَ  
نُورِ وَجْهِكَ أَنْ تُنَوِّرَ بِكِتَابِكَ  
بَصَرِي وَأَنْ تُطْلِقَ بِهِ لِسَانِي وَ  
أَنْ تَفْتِجَ بِهِ عَنْ قَلْبِي وَأَنْ  
تُفْرَجَ بِهِ صَدْرِي وَأَنْ تُفَسِّلَ  
بِهِ بَدَنِي فَإِنَّهُ لَا يُعِينُنِي عَلَى  
الْحَقِّ غَيْرُكَ وَلَا يُؤْتِيهِ إِلَّا  
أَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ  
الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ

تو نے اپنی کلام پاک مجھے سکھادی اسی  
طرح اس کی یاد بھی میرے دل سے چسپاں  
کرفے اور تجھے تو فوق عطا فرما کہ میں اس  
کو اس طرح پڑھوں جس سے تو راضی ہو  
جاوے۔ اے اللہ زمین اور آسمانوں کے  
بے نمونہ پیدا کرنے والے، اے عظمت اور  
بزرگی والے اور اس غلبہ یا عزت کے  
مالک جس کے حصول کا ارادہ بھی ناممکن  
اے اللہ اے رحمن میں تیری بزرگی اور تیری  
ذات کے نور کے طفیل تجھ سے مانگتا  
ہوں کہ تو میری نظر کو اپنی کتاب کے نور  
سے منور کر دے اور میری زبان کو اس پر

جاری کر دے اور اس کی برکت سے میرے دل کی تنگی کو دور کر دے اور میرے سینے  
کو کھول دے اور اس کی برکت سے میرے جسم کے گناہوں کا میل دھو دے کہ حق  
پر تیرے سوا میرا کوئی مددگار نہیں اور تیرے سوا میری یہ آرزو کوئی پوری نہیں  
کر سکتا، اور گناہوں سے بچنا یا عبادت پر قدرت نہیں ہو سکتی مگر اللہ برتر و  
بزرگی والے کی مدد سے۔

پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے علی اس عمل کو تین جمعہ یا  
پانچ جمعہ یا سات جمعہ کر، انشاء اللہ دعا ضرور قبول کی جائے گی۔ قسم ہے اس ذات پاک  
کی جس نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے کسی مومن سے بھی قبولیت دعا نہ چوکے گی۔ ابن عباسؓ  
کہتے ہیں کہ علیؓ کو پانچ یا سات ہی جمعہ گزرے ہونگے کہ وہ حضورؐ کی مجلس میں حاضر ہوئے  
اور عرض کیا یا رسول اللہ پہلے میں تقریباً چار آیتیں پڑھتا تھا اور وہ بھی مجھے یاد نہ ہوتی  
تھیں اور اب تقریباً چالیس آیتیں پڑھتا ہوں اور ایسی ازبر ہو جاتی ہیں کہ گویا قرآن شریف  
میرے سامنے کھلا ہوا رکھا ہے اور پہلے میں حدیث سنتا تھا اور جب اس کو دوبارہ کہتا  
تھا تو ذہن میں نہیں رہتی تھی اور اب احادیث سنتا ہوں اور جب دوسروں سے



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نَحْمَدُهُ وَلِصَلَّى عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَاتَّبَاعِهِ  
حَمَلَةُ الدِّينِ الْقَوِيْمِ

اللہ جل جلالہ عظم نوالہ کے پاک نام میں جو برکت، لذت، خلاوت، سرور و طمانینت ہے وہ کسی ایسے شخص سے معنی نہیں جو کچھ دن اس پاک نام کی رٹ لگا چکا ہو اور ایک زمانہ تک اس کو حرزِ جان بنا چکا ہو۔ یہ پاک نام دلوں کا سرور اور طمانینت کا باعث ہے۔ خود حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے اَلَا يَذْكُرُ اللَّهُ تَطْمِثُ الْقُلُوبُ (سورہ مدثر رکوع ۴) ترجمہ: خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر (میں یہ خاصیت ہے کہ اس) سے دلوں کو اطمینان ہو جاتا ہے۔ کج کل عام طور سے عالم میں پریشانی ہے۔ روزانہ ڈاک میں اکثر و بیشتر مختلف نوع سے پریشانیوں کی تذکرہ اور تفکرات ہی کی داستان ہوتی ہے۔ اس رسالہ کا مقصد یہی ہے کہ جو لوگ پریشان حال ہیں خواہ انفرادی طور پر یا اجتماعی طریقہ سے ان کو اپنے درد کی دوا معلوم ہو جائے اور اللہ کے ذکر کے فضائل کی عام اشاعت سے سید و مبارک بستیاں بہرہ مند ہو جائیں۔ کیا بعید ہے کہ اس رسالہ کے دیکھنے سے کسی کو اخلاص سے اس پاک نام لینے کی توفیق ہو جائے اور یہ مجھ ناکارہ و بے عمل کے لئے بھی ایسے وقت میں کام آجائے جس وقت صرف عمل ہی کام آتا ہے۔ باقی اللہ تعالیٰ بلا عمل بھی اپنے فضل سے کسی کی دستگیری فرمائیں یہ دوسری بات ہے۔ اس کے علاوہ اس وقت ایک خاص محرک یہ بھی پیش آیا کہ حق تعالیٰ شانہ عظم نوالہ نے اپنے لطف و احسان سے میرے محترم حضرت مولانا الحافظ الحاج محمد الیاس صاحب کاندھلوی مقیم نظام الدین دہلی کو تبلیغ میں ایک خاص ملکہ اور جذبہ عطا فرمایا ہے جس کی وہ گریبان جو ہند سے متجاوز ہو کر حجاز تک بھی پہنچ گئی ہیں کسی تعارف کی محتاج نہیں رہیں۔ اس کے ثمرات سے ہند و بیرون ہند عموماً اور خطہ میوات خصوصاً جس قدر مستیع اور منفع ہو اور ہوا ہے

واقفین سے مخفی نہیں۔ ان کے اُصولِ تبلیغ سب ہی نہایت پختہ، مضبوط اور ٹھوس ہیں اور جن کے لئے عادۃً ثمرات و برکات لازم ہیں۔ ان کے اہم ترین اُصول میں سے یہ بھی ہے کہ تبلیغین کا اہتمام رکھیں اور بالخصوص تبلیغی اوقات میں ذکر الہی کی کثرت کی جائے۔ اس ضابطہ کی برکات انگوٹوں سے دیکھیں، کانوں سے سُنیں۔ جس کی وجہ سے اس کی ضرورت خود بھی محسوس ہوتی اور انخودم کا بھی ارشاد ہو کہ فضائل ذکر کو ان لوگوں تک پہنچایا جاتے تاکہ جو لوگ محض تمہیل ارشاد میں اب اس کا اہتمام کرتے ہیں وہ اس کے فضائل معلوم ہونے کے بعد خود اپنے شوق سے بھی اس اہتمام کریں کہ اللہ کا ذکر بڑی دولت ہے۔ اس کے فضائل کا احاطہ نہ تو مجھ جیسے بے بضاعت کے امکان میں ہے اور نہ واقع میں ممکن ہے۔ اس لئے مختصر طور پر اس رسالہ میں چند روایات ذکر کرتا ہوں اور اس کو تین بابوں پر منقسم کرتا ہوں۔

باب اول : مطلق ذکر کے فضائل میں۔

باب دوم : افضل الذکر کلمۃ طیبہ کے بیان میں۔

باب سوم : کلمہ سوئم یعنی تسبیحات فاطمہؑ کے بیان میں۔



کُتُب خانہ فیضی لاہور پاکستان



مال ہی ہوتا ہے اس لئے اسی کو ذکر فرما دیا ورنہ مقصود یہ ہے کہ حج کے شرائط پائے جاتے ہوں  
توجج کرے۔ (۱۳) بارہ رکعات سنت مؤکدہ روزانہ ادا کرے (اس کی تفصیل دوسری روایات  
میں اس طرح آتی ہے کہ صبح سے پہلے دو رکعت ظہر سے قبل چار ظہر کے بعد دو رکعت مغرب کے بعد  
دو رکعت عشاء کے بعد دو رکعت (۱۴) اور وتر کو کسی رات میں نہ چھوڑے (چونکہ وہ واجب ہے اور  
اس کا اہتمام سنتوں سے زیادہ ہے اس لئے اس کو تاکید لفظ سے ذکر فرمایا (۱۵) اور اللہ کے  
ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرے (۱۶) اور والدین کی نافرمانی نہ کرے (۱۷) اور ظلم سے یتیم  
کا مال نہ کھاوے (یعنی اگر کسی وجہ سے یتیم کا مال کھانا جائز ہو جیسا کہ بعض صورتوں میں ہوتا  
ہے تو مضائقہ نہیں (۱۸) اور شراب نہ پئے (۱۹) زنا نہ کرے (۲۰) جھوٹی قسم نہ کھائے  
(۲۱) جھوٹی گواہی نہ دے (۲۲) خواہشات نفسانیہ پر عمل نہ کرے (۲۳) مسلمان بھائی  
کی غیبت نہ کرے (۲۴) عقیقہ عورت کو تہمت نہ لگائے (اسی طرح عقیقہ مرد کو)  
(۲۵) اپنے مسلمان بھائی سے کینہ نہ رکھے (۲۶) لہو و لعب میں مشغول نہ ہو (۲۷)  
تماشاہیوں میں شریک نہ ہو (۲۸) کسی پستہ قد کو عیب کی نیت سے ٹھنگنا مت  
کہو (یعنی اگر کوئی عیب دار لفظ ایسا مشہور ہو گیا ہو کہ اس کے کہنے سے نہ عیب سمجھا جاتا ہو  
نہ عیب کی نیت سے کہا جاتا ہو جیسا کہ کسی کا نام بدھو پڑ جاوے تو مضائقہ نہیں لیکن  
طعن کی عرض سے کسی کو ایسا کہنا جائز نہیں) (۲۹) کسی کا مذاق مت اڑا (۳۰) نہ  
مسلمانوں کے درمیان چغل خوری کر۔ (۳۱) اور ہر حال میں اللہ جل شانہ کی نعمتوں پر  
اس کا شکر کر (۳۲) بلا اور مصیبت پر صبر کر۔ (۳۳) اور اللہ کے عذاب سے بے خوف  
مت ہو (۳۴) اعزہ سے قطع تعلق مت کر (۳۵) بلکہ ان کے ساتھ صلہ رحمی کر  
(۳۶) اللہ کی کسی مخلوق کو لعنت مت کر (۳۷) سُبْحَانَ اللَّهِ أَحْمَدُهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اللَّهُ أَكْبَرُ  
الفاظ کا اکثر ورد رکھا کر۔ (۳۸) جمعہ اور عیدین میں حاضری مت چھوڑ۔ (۳۹) اور اس بات  
کا یقین رکھ کہ جو تکلیف و راحت تجھے پہنچی وہ مقدر میں تھی جو ٹلنے والی نہ تھی اور جو کچھ  
نہیں پہنچا وہ کسی طرح بھی پہنچنے والا نہ تھا۔ (۴۰) اور کلام اللہ شریف کی تلاوت کسی حال  
میں بھی مت چھوڑ۔

سلمان کہتے ہیں میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ جو شخص  
اس کو یاد کر لے اس کو کیا اجر ملے گا حضور نے ارشاد فرمایا کہ حق سبحانہ و تقدس اس کا

انبیاء اور علماء کے ساتھ حشر فرما دیں گے۔  
 حق سبحانہ و تقدس ہماری سنیات سے درگزر فرما کر اپنے نیک بندوں میں محض  
 اپنے لطف سے شامل فرمائیں تو اس کی کریمی شان سے کچھ بھی بعید نہیں۔ پڑھنے والے  
 حضرات سے بڑی ہی لجاجت کے ساتھ استدعا ہے کہ دعائے خیر سے اس سید کار کی  
 بھی دستگیری فرماویں۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ اُنِيْبُ۔

محمّد زکریّا کاندھلوی عفی عنہ

مقیم مدرسہ مظاہر العلوم، سہارن پور، ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ پنجشنبہ



کتاب خانہ فیضی لاہور پاکستان

## باب اول

## فضائل ذکر

اللہ تعالیٰ شانہ کے پاک ذکر میں اگر کوئی آیت یا حدیث نبوی نہ بھی وارد ہوتی تب بھی منہم حقیقی کا ذکر ایسا تھا کہ بندہ کو کسی آن بھی اس سے غافل نہ ہونا چاہیے تھا کہ اس ذات پاک کے انعام و احسان ہر آن اتنے کثیر ہیں جن کی نہ کوئی انتہا ہے نہ مثال۔ ایسے منعم کا ذکر اس کی یاد اس کا شکر اس کی احسان مندی فطری چیز ہے۔

خداوند عالم کے قربان میں کرم جس کے لاکھوں ہیں ہر آن میں

لیکن اس کے ساتھ جب قرآن و حدیث اور بزرگوں کے اقوال و احوال اس پاک ذکر کی ترغیب و تحریص سے بھرے ہوئے ہیں تو پھر کیا پوچھنا ہے اس پاک ذکر کی برکات کا اور کیا شک کا ہے اس کے انوار کا۔ تاہم اول چند آیات پھر چند احادیث اس مبارک ذکر کے متعلق پیش کرتا ہوں۔

## فصل اول — آیات ذکر میں

① فَادْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَ

لَا تَنْفَرُون ۝ (سورہ بقرہ رکوع ۱۸)

② فَادَّا اَفْضَلُكُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ فَادْكُرُوا

اللَّهُ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوهُ كَمَا

هَدٰكُمْ بِهِ فَرٰ اِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهِ

لَمِنَ الضَّالِّين ۝ سورہ بقرہ رکوع ۲۵

③ فَادَّا اَفْضَلُكُمْ مِّنْ سَكَمٍ فَادْكُرُوا

اللَّهُ كَذِكْرِكُمْ اَبَاءَكُمْ اَوْ اَشْدَّ ذِكْرًا

فَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا

پس تم میری یاد کرو (میرا ذکر کرو) میں تمہیں رکھوں گا اور میرا شکر ادا کرتے رہو اور شکر میری یاد کرو پھر جب تم حج کے موقعہ میں عرفات سے واپس آ جاؤ تو مزدلفہ میں ٹھہر کر اللہ کو یاد کرو اور اس طرح یاد کرو جس طرح تم کو بتلایا ہے و حقیقت تم اس سے پہلے محض ناواقف تھے پھر جب تم حج کے اعمال پورے کر چکے تو اللہ کا ذکر کیا کرو جس طرح تم اپنے آباء (و اجداد) کا ذکر کیا کرتے ہو اگر ان کی تعریفوں میں غرض نہیں



فِي الدُّنْيَا وَمَالَهُ فِي الْآخِرَةِ  
مِنْ خَلْقٍ ۝ وَمِنْهُمْ مَنْ  
يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً  
وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ  
النَّارِ ۝ أُولَٰئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ  
مِّمَّا كَسَبُوا ۚ وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝  
(سورہ بقرہ۔ رکوع ۲۵)

ہوتے ہو بلکہ اللہ کا ذکر اس سے بھی بڑھ کر ہونا  
چاہیے پھر جو لوگ اللہ کو یاد بھی کر لیتے ہیں ان میں  
سے بعض تو ایسے ہیں (جو اپنی دُعاؤں میں،  
یوں کہتے ہیں اے پروردگار ہمیں تو دنیا ہی  
میں دے (سو ان کو تو جو ملنا ہو گا دنیا ہی میں  
مل جائے گا) اور ان کے لئے آخرت میں کوئی  
حصہ نہیں اور بعض آدمی یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے  
پروردگار ہم کو دنیا میں بھی بہتری عطا فرما اور آخرت میں بھی بہتری عطا کر اور ہم کو دوزخ کے عذاب  
سے بچا سو یہی ہیں جن کو ان کے عمل کی وجہ سے (دونوں جہاں میں) حصہ ملے گا اور اللہ جلدی ہی  
حساب لینے والے ہیں۔

**ف:** حدیث میں آیا ہے کہ تین شخصوں کی دُعا رد نہیں کی جاتی۔ (بلکہ ضرور قبول ہوتی ہے۔  
ایک وہ جو کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہو۔ دوسرے مظلوم۔ تیسرے وہ بادشاہ جو ظلم نہ کرتا ہو۔

② ۝ وَذَكَرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ  
مُعَدَّدَاتٍ ۚ (سورہ بقرہ رکوع ۲۵)

اور حج کے زمانہ میں منیٰ میں بھی ٹھہر کر کئی  
روز تک اللہ کو یاد کیا کرو (اس کا ذکر کیا کرو)  
اور کثرت سے اپنے رب کو یاد کیا کیجئے اور  
صبح و شام تسبیح کیا کیجئے۔

③ ۝ وَذَكَرَ رَبَّكَ كَثِيرًا وَ سَبِّحْ  
بِالْعِشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ۝ (آل عمران ۴۰)

(پہلے سے عقلمندوں کا ذکر ہے) وہ ایسے لوگ  
ہیں جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں کھڑے بھی اور بیٹھے  
بھی اور لیٹے ہوئے بھی، اور آسمانوں اور زمینوں  
کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں (اور غور کے بعد  
یہ کہتے ہیں) کہ اے ہمارے رب آپ نے یہ  
سب بیکار تو پیدا کیا نہیں ہم آپ کی تسبیح  
کرتے ہیں آپ ہم کو عذاب جہنم سے بچا لیجئے۔

④ ۝ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا  
وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَتَتَذَكَّرُونَ  
فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ  
رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا  
سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝  
(سورہ آل عمران رکوع ۲۰)

جب تم نماز (خوف جس کا پہلے سے ذکر ہے) پوری  
کر چکو تو اللہ کی یاد میں مشغول ہو جاؤ کھڑے بھی بیٹھے

⑤ ۝ فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَادْكُرُوا  
اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ ۚ

(سورہ نسا رکوع ۱۵)

بھی اور ایسے بھی (کسی حال میں بھی اس کی یاد اور  
اس کے ذکر سے غافل نہ ہو)

⑧ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا  
كَمَا كَانُوا يُرَآءُونَ النَّاسَ وَ  
لَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا  
(سورہ نسا رکوع ۲۱)

(منافقوں کی حالت کا بیان ہے) اور جب نماز  
کو کھڑے ہوتے ہیں تو بہت ہی کاہلی سے کھڑے  
ہوتے ہیں۔ صرف لوگوں کو اپنا نمازی ہونا دکھانے  
میں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی نہیں کرتے مگر یوں  
ہی تھوڑا سا۔

⑨ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ  
بَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ  
فِي الْخَيْرِ وَالْمَيْسِرِ وَ  
يَصْذَكُمُ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ  
وَعَنِ الصَّلَاةِ ۖ فَهَلْ أَنْتُمْ  
مُنْتَهُونَ ○ (سورہ مائدہ رکوع ۱۲)

شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے  
کے ذریعہ سے تم میں آپس میں عداوت اور بغض  
پیدا کر دے اور تم کو اللہ کے ذکر اور نماز سے دل  
مے تباؤ اب بھی (ان بُری چیزوں سے باز  
آ جاؤ گے۔

⑩ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ  
رَبَّهُمْ بِالْغَدَاوَةِ وَالْعَشْوَ  
يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ۖ  
وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ○  
(سورہ اعراف رکوع ۳)

اور ان لوگوں کو اپنی مجلس سے علیحدہ نہ کیجئے  
جو صبح شام اپنے پروردگار کو پکارتے رہتے ہیں  
جس سے خاص اس کی رضا کا ارادہ کرتے ہیں  
اور پکار کر اس کو (یعنی اللہ کو) خالص کرتے  
ہوتے اس کے لئے دین کو۔

⑪ ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ  
إِنَّهُ لَا يَحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ○ وَلَا  
تَقْدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا  
وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا ۚ إِنَّ رَحْمَتَ  
اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ ○  
(سورہ اعراف رکوع ۷)

تم لوگ پکارتے ہو اپنے رب کو عاجزی کرتے  
ہوئے اور چپکے چپکے (بھی) بیشک حق تعالیٰ  
شانہ حد سے بڑھنے والوں کو نالیند کرتے ہیں  
اور دنیا میں بعد اس کے کہ اس کی اصلاح کر  
دی گئی فساد پھیلاؤ اور اللہ جل شانہ کو پکارا  
کر خوف کیساتھ (عذاب سے) اور طمع کے ساتھ  
میں بیشک اللہ کی رحمت کا مکرنا لوگوں کو بہت

قریب ہے۔

اللہ ہی کے واسطے میں اچھے اچھے نام پس  
اُن کے ساتھ اللہ کو پکارا کرو۔

اور اپنے رب کی یاد کیا کر اپنے دل میں اور ذرا دھی  
آواز سے بھی اس حالت میں کہ عاجزی بھی ہو اور  
اللہ کا خوف بھی ہو ہمیشہ صبح کو بھی اور شام کو  
بھی اور غافلین میں سے نہ ہو۔

ایمان والے تو وہی لوگ ہیں کہ جب اُن کے  
سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس کی بڑائی  
کے تصور سے، ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور  
جب ان پر اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان  
کے ایمان کو بڑھادیتی ہیں اور وہ اپنے اللہ پر

توکل کرتے ہیں (اگے ان کی نماز وغیرہ کے ذکر کے بعد ارشاد ہے)

یہی لوگ سچے ایمان والے ہیں ان کے لئے بڑے بڑے درجے ہیں ان کے رب کے پاس اور  
مغفرت ہے اور عزت کی روزی ہے،

اور جو شخص اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس کو ہدایت  
فرماتے ہیں وہ ایسے لوگ محبت میں جو اللہ پر ایمان  
لائے اور اللہ کے ذکر سے ان کے دلوں کو اطمینان  
ہوتا ہے خوب سمجھ لو کہ اللہ کے ذکر میں ایسی خات

آپ فرمادیجئے کہ خواہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمن  
کہہ کر پکارو جس نام سے بھی پکارو گے (وہی بہتر  
ہے، کیونکہ اس کے لئے بہت اچھے نام ہیں۔

اور جب آپ بھول جاویں تو اپنے رب کا ذکر  
کر لیا کیجئے۔

۱۳ رَبِّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ  
(سورہ اعراف ع-۲۲)

۱۴ وَادْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرَّعًا  
وَرُخْفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ  
بِالْقُدْرَةِ وَالْأَصَالِ وَلَا تَكُنْ مِنَ  
الْغَافِلِينَ (سورہ اعراف رکوع ۲۳)

۱۵ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ  
اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا  
تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ  
إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ  
(سورہ انفال رکوع ۱)

۱۶ وَيَهْدِي إِلَىٰ إِلَهِهِ مَن أَنَابَ  
لِلَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ  
اللَّهِ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ  
الْقُلُوبُ (سورہ رعد رکوع ۴)

۱۷ قُلْ ادْعُوا اللَّهَ أَدْعُوا الرِّحْمٰنَ  
أَيَّمَا تَدْعُوا فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ  
(سورہ اسراء رکوع ۱۲)

۱۸ وَادْكُرْ رَبَّكَ إِذَا نَسِيتَ (کبھی)  
فَمَسْأَلُ السُّلُوٰفِ فِيهِ مَطْلُوبَةُ الذِّكْرِ الظَّاهِرِ



(۱۹) وَاصْبِرْ لِنَفْسِكَ مَعَ الَّذِينَ  
يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدْوَةِ وَالْعَشِيِّ  
يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَقْدُ عَيْنُكَ  
عَنْهُمْ تَرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا  
وَلَا تَطْعُ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ  
ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ  
أَمْرُهُ فُرُطًا ○  
(سورہ کہف - رکوع ۳)

آپ اپنے کو ان لوگوں کے ساتھ دبیٹنے کا پابند  
رکھا کیجئے جو صبح شام اپنے رب کو پکارتے رہتے  
ہیں محض اس کی رضا جوئی کے لئے اور محض دنیا  
کی رونق کے خیال سے آپ کی نظر (یعنی توجہ) ان  
سے ہٹنے نہ پاوے (رونق سے یہ مراد ہے کہ رئیس  
مسلمان ہو جائیں تو اسلام کو فروغ ہو) اور ایسے  
شخص کا کہنا نہ مانیں جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے  
غافل کر رکھا ہے اور وہ اپنی خواہشات کا تابع  
ہے اور اس کا حال حد سے بڑھ گیا ہے۔

(۲۰) وَعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ  
لِّلْكَافِرِينَ عَرْضًا ○ الَّذِينَ  
كَانَتْ أَعْيُنُهُمْ فِي غَطَاةٍ  
عَنْ ذِكْرِنَا ○ (کہف - ع ۱۱)

یہ تذکرہ ہے آپ کے پروردگار کی مہربانی فرمائی  
کا اپنے بندے زکریا (علیہ السلام) پر جب کہ انہوں  
نے اپنے پروردگار کو چپکے سے پکارا۔  
اور پکارتا ہوں میں اپنے رب کو قطعی یقین  
ہے کہ میں اپنے رب کو پکار کر محروم نہ رہوں گا۔

(۲۱) ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهُ  
زَكَرِيَّا ○ إِذْ نَادَى رَبَّهُ يَدَّاءُ  
خَفِيًّا ○ (سورہ مریم رکوع ۱)  
(۲۲) وَادْعُوا رَبِّي عَلَى الْآلَةِ  
أَكُونَ بِدُعَاءِ رَبِّي شَقِيًّا ○  
(مریم رکوع ۳)

بیشک میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود  
نہیں پس تم (اے موسیٰ) میری ہی عبادت کیا  
کرد اور میری ہی یاد کے لئے نماز پڑھا کرو اور میری  
قیامت آنے والی ہے میں اس کو پوشیدہ رکھنا  
چاہتا ہوں تاکہ ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ  
مل جائے۔

(۲۳) إِنِّي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا  
فَاعْبُدْنِي وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي  
إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا  
لَتَجْزِيَنِي كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَعْمَلُ ○  
(سورہ طہ - رکوع ۱)

﴿۲۳﴾ وَلَا تَنِيَا فِي ذِكْرِي ۝  
(سورہ طہ۔ رکوع ۲)

﴿۲۵﴾ وَنُوحًا إِذْ نَادَىٰ مِنْ قَبْلُ ۝  
(سورہ انبیاء۔ رکوع ۶)

﴿۲۶﴾ وَإِلْيَاسَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَغْفِرْ  
مَتَنِي الضَّرَّ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ۝  
(سورہ انبیاء۔ رکوع ۶)

﴿۲۷﴾ وَذَا النُّونِ إِذْ ذَهَبَ مُغَاضِبًا  
فَطَنَّ أَنْ لَنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَىٰ  
فِي الظُّلُمَاتِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ  
سُبْحَنَكَ ۖ إِنِّي كُنْتُ مِنَ  
الظَّالِمِينَ ۝  
(سورہ انبیاء۔ رکوع ۶)

﴿۲۸﴾ وَذَكَرَ يَا إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ رَبِّ  
لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ ۝  
(سورہ انبیاء۔ رکوع ۶)

﴿۲۹﴾ إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي  
الْغَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا  
وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ ۝  
(سورہ انبیاء۔ رکوع ۶)

﴿۳۰﴾ وَلَشَرِّ الْمُخْبِتِينَ ۝ الَّذِينَ  
إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو ارشاد ہے، اور میری یاد میں سستی نہ کرنا۔

اور نوح (علیہ السلام) کا تذکرہ ان سے کیجئے، جبکہ پکارا انہوں نے اپنے رب کو (حضرت ابراہیم کے قہقہے سے) پہلے۔

اور ایوب (علیہ السلام) کا ذکر کیجئے، جبکہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھ کو بڑی تکلیف پہنچی اور آپ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہیں۔

اور محملی والے (پیغمبر یعنی حضرت یونس علیہ السلام) کا ذکر کیجئے، جب وہ (اپنی قوم سے) خفا ہو کر چلے گئے اور یہ سمجھے کہ ہم ان پر دار و گیر نہ کریں گے پس انہوں نے اندھیروں میں پکارا کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں آپ ہر عیب سے پاک ہیں بیشک میں قصور دار ہوں۔

اور زکریا (علیہ السلام) کا ذکر کیجئے، جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ اے میرے رب مجھے لا وارث نہ چھوڑو (اور یوں تو) سب وارثوں سے بہتر اور حقیقی وارث، آپ ہی ہیں۔

بیشک یہ سب (انبیاء جن کا پہلے سے ذکر ہو رہا ہے) نیک کاموں میں دوڑتے تھے اور پکارے تھے ہم کو (ثواب کی) رغبت اور (عذاب کا) خوف کرتے ہوئے اور تھے سب کے سب ہمارے لئے عاجزی کرنے والے۔

اور آپ (جنت وغیرہ کی) خوشخبری سنا دیجئے الے خشوع کرنے والوں کو جن کا یہ حال ہے کہ جب اللہ

(سورہ حج - رکوع ۵)

(۳۱) اِنَّهٗ كَانَ فَرِيقًا مِّنْ عِبَادِیْ  
 یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَاَرْحَمْنَا  
 رَاٰنْتَ خَیْرَ الرَّاحِمِیْنَ ۝ فَاتَّخَذْتَهُمْ  
 سَخِرَیًّا حَتّٰی اَسْوَكُوْا ذِكْرِیْ وَ  
 كُنْتُمْ مِنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ۝ اِنِّیْ  
 جَزَیْتُهُمُ الْیَوْمَ بِمَا صَبَرُوْا  
 اِنَّهُمْ هُمُ الْفَاكِهُوْنَ ۝

(سورہ مومنون - رکوع ۶)

(۳۲) رِجَالٌ لَا تُلٰمِیْهُمْ تَجَارَةٌ  
 وَلَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ - الْاٰیةِ  
 (سورہ نور - رکوع ۵)

(۳۳) وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ (مکتوبت ۵)  
 (۳۴) تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضٰجِیْعِ  
 یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا ۝ اَوْمِتْنَا  
 رَءْسَهُمْ لِنُبْلِغُوْهُمْ بِرَبِّهِمْ وَفِیْ  
 نَفْسٍ مَّا اُخْفِیْ لَهُمْ مِّنْ قُرْءٍ  
 اَعْلٰی ۝ جَزَاءً لِّمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝  
 (سورہ سجدہ - رکوع ۲)

کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔  
 قیامت میں کفار سے گفتگو کے ذیل میں کہا  
 جائے گا کیا تم کو یاد نہیں (میرے بندوں کا ایک  
 گروہ تھا جو بچائے ہم سے) یوں کہا کرتے تھے  
 اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لے آئے سو ہم کو  
 بخش دیجئے اور ہم پر رحمت فرمائیے آپ سے  
 زیادہ رحم کرنے والے ہیں پس تم نے اُن کا مذاق اڑایا  
 حتیٰ کہ اس مشغلہ نے تم کو ہماری یاد بھی بھلا دی  
 اور تم اُن سے ہنسی کیا کرتے تھے۔ میں نے آج  
 اُن کو اُن کے صبر کا بدلہ دیدیا کہ وہی کامیاب ہوئے  
 (کامل ایمان والوں کی تعریف کے ذیل میں ہے)  
 وہ ایسے لوگ ہیں کہ اُن کو اللہ کے ذکر سے دغیر  
 غفلت میں ڈالتی ہے نہ فروخت۔

اور اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے۔  
 ان کے پہلو خواہاں ہوں سے علیحدہ رہتے ہیں  
 اس طرح پر کہ عذاب کے ڈر سے اور رحمت کی  
 امید سے وہ اپنے رب کو پکارتے ہیں اور ہماری  
 دی ہوئی چیزوں سے خرق کرتے ہیں پس کسی کو  
 بھی خبر نہیں کہ ایسے لوگوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک  
 کا کیا کیا سامان خزانہ فیض میں محفوظ ہے جو  
 بدلہ ہے ان کے اعمال کا۔

(فی الدر عن الضعفاء) هُمْ قَوْمٌ لَا يَزَالُونَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ وَرَدَىٰ نَحْوَهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ  
**ف** : ایک حدیث میں آیا ہے کہ بندہ اگر شب میں اللہ کے یہاں بہت مقرب ہوتا  
 ہے اگر تجھ سے ہو کے تو اس وقت اللہ کا ذکر کیا کرے۔



(۳۵) لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ  
أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا  
اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ  
كَثِيرًا (سورہ احزاب۔ ۲۱)

بیشک تم لوگوں کے لئے رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کا نمونہ موجود تھا یعنی ہر اس شخص  
کے لئے جو اللہ سے اور آخرت سے ڈرتا ہو اور  
کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہو (کہ جب حضور ﷺ

(۳۶) وَالَّذَاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَ  
الَّذَاكِرَاتِ ۖ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً  
وَ أَجْرًا عَظِيمًا (سورہ احزاب۔ ۵)

پہلے سے مومنوں کی صفات کا بیان ہے  
اس کے بعد ارشاد ہے) اور بکثرت اللہ کا ذکر  
کرنے والے مرد اور اللہ کا ذکر کرنے والی عورتیں  
ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور  
اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

(۳۷) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ  
ذِكْرًا كَثِيرًا ۖ وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً  
وَآخِرًا (احزاب ۶۱)

اے ایمان والو تم اللہ تعالیٰ کا خوب کثرت  
سے ذکر کیا کرو اور صبح شام اس کی تسبیح کرتے  
رہو۔

(۳۸) وَلَقَدْ نَادَيْنَا نُوْحًا فَلَمَّعَم  
الْمُجِيبُونَ (سورہ صافات ۱۱۲)  
(۳۹) قَوْلًا تَلْقَیْهِ قُلُوبُهُمْ مِّنْ  
ذِكْرِ اللَّهِ ۖ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ  
مُّبِینٍ (سورہ زمر۔ ۱۸)

اور پکارا تھا ہم کو نوح (علیہ السلام) نے پس ہم  
خوب فریاد سننے والے ہیں۔  
پس ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جن کے  
دل اللہ کے ذکر سے متاثر نہیں ہوتے۔ یہ لوگ  
کھلی گمراہی میں ہیں۔

(۴۰) اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا  
مَّتَشَابِهًا مَّثَانِیًۖ تَتَجَافَىٰ مِنْهُ الْجُلُودُ  
الَّذِينَ یُخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِیْنِ  
جُلُودَهُمْ وَ قُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ  
اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُدًی اللَّهِ یَهْدِی  
بِهِ مَن یَّشَآءُ (سورہ زمر۔ ۲۱)

اللہ جل جلالہ نے بڑا عمدہ کلام (یعنی قرآن نازل  
فرمایا جو ایسی کتاب ہے کہ باہم ملتی جلتی ہے  
بار بار دہرائی گئی جس سے ان لوگوں کے بدن  
کانپ اٹھتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے  
ہیں پھر ان کے بدن اور دل نرم ہو کر اللہ کے  
ذکر کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں یہ اللہ کی ہدایت

ہے جس کو چاہتا ہے اُس کے ذریعہ سے ہدایت فرما دیتا ہے۔

پس پکارو اللہ کو خالص کرتے ہوئے اُس کے لئے دین کو، گو کافروں کو ناگوار ہو۔

وہی زندہ ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت کے نہیں پس تم خالص اعتقاد کر کے اس کو پکارو جو شخص رحمان کے ذکر سے (جان بوجھ کر) جدا ہو جاتے ہم اس پر ایک شیطان مُسلط کر دیتے ہیں پس وہ (سروقت) اس کے ساتھ رہتا ہے

مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں اور آپس میں مہربان اور

اے مخاطب تو ان کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کرے ہیں اور کبھی سجدہ اور اللہ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں (اور خشوع خضوع کے آثار بوجہ تاثیر سجدہ کے ان کے چہروں پر

نمایاں ہیں یہ ان کے اوصاف توراۃ میں ہیں اور انجیل میں، جیسا کہ تھی کہ اُس نے اول اپنی سوتی نکالی پھر اس کو قوی کیا پھر وہ کھیتی اور

موٹی ہوتی پھر اپنے تنہ پر سیدی کھڑی ہو گئی کہ کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگی (اسی طرح صلوٰۃ میں اول ضعت تھا پھر روزانہ قوت بڑھتی گئی

اور اللہ نے یہ نشوونما اس لئے دیا، تاکہ ان سے کافروں کو جلائے۔ اللہ نے تو ان لوگوں سے جو ایمان لاتے اور نیک عمل کر رہے ہیں مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے۔

ف، آیت شریفہ میں گو ظاہر طور پر رکوع و سجود اور نماز کی فضیلت زیادہ تر مقصود ہے اور وہ تو ظاہر ہے لیکن کلام طیبہ کے دوسرے جزو مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللہ کی فضیلت بھی اس سے ظاہر ہے۔

امام رازی نے لکھا ہے کہ اوپر سے صلح حدیبیہ میں کفار کے انکار پر اور اس بات کے اصرار کرنے پر کہ

(۴۱) فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ

وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ○ (سورہ مومن، رکوع ۱)

(۴۲) هُوَ الْحَيُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ

مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ○ (سورہ مومن، رکوع ۱)

(۴۳) وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ

فَقِضْ لَهُ شَيْطَانًا فَلَهُ لَهُ قَرِينٌ ○

(سورہ زمر، رکوع ۴)

(۴۴) مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ وَالَّذِينَ

مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ

بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكْعًا سَجِدًا

يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا

وَمَا هُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ

السُّجُودِ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ

وَإِن مِّنْ مَّثَلِهِمْ فِي الْإِنْجِيلِ أَفَلَا كُنْتُمْ

أَخْرَجَ شَطَاذًا فَازَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ

فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوْقِهِ يُعْجِبُ

الزَّادَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا

عَظِيمًا ○ (سورہ فتح، رکوع ۴)

اور اللہ نے یہ نشوونما اس لئے دیا، تاکہ ان سے کافروں کو جلائے۔ اللہ نے تو ان لوگوں سے جو ایمان لاتے اور نیک عمل کر رہے ہیں مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے۔

ف، آیت شریفہ میں گو ظاہر طور پر رکوع و سجود اور نماز کی فضیلت زیادہ تر مقصود ہے اور وہ تو ظاہر ہے لیکن کلام طیبہ کے دوسرے جزو مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللہ کی فضیلت بھی اس سے ظاہر ہے۔

امام رازی نے لکھا ہے کہ اوپر سے صلح حدیبیہ میں کفار کے انکار پر اور اس بات کے اصرار کرنے پر کہ

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ لَكُمُ مُحَمَّدٌ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ لَكُمُ حَقُّ تَعَالَى شَأْنُهُ فَرَمَاتِي هِيَ أَنَّ اللَّهَ خُودِ گَوَاهِ هِيَ اس  
 بات پر کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور جب بھیجے والا خود اقرار کرے کہ فلاں شخص میرا قاصد ہے تو لاکھ  
 کوئی انکار کرے اس کے انکار سے کیا ہوتا ہے اسی گواہی کے اقرار کے لئے اللہ جل شانہ نے محمد رسول اللہ  
 ارشاد فرمایا۔ اس کے بعد آیت شریفہ میں اور بھی کئی اہم مضامین ہیں، منجملہ ان کے یہ ہے کہ چہرہ کے  
 آثار نمایاں ہونے کی فضیلت ہے۔ اس کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں۔ ایک یہ بھی ہے کہ شب بیداریوں  
 کے چہروں پر جو انوار و برکات ظاہر ہوتے ہیں وہ مراد ہیں۔ امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ یہ محقق امر ہے کہ  
 رات کو دو شخص جاگیں ایک لہو و لعب میں مشغول رہے دوسرا نماز قرآن اور علم کے سیکھنے میں مشغول  
 رہے دوسرے دن دونوں کے چہرے کے نور میں کھلا ہوا فرق ہوگا۔ جو شخص لہو و لعب میں مشغول ہے  
 وہ اس جیسا ہو ہی نہیں سکتا جو ذکر و شکر میں رات بھر لگا ہے۔ تیسری اہم بات یہ ہے کہ حضرت امام مالکؒ  
 اور ایک جماعت علماء نے اس آیت سے ان لوگوں کے کفر پر استدلال کیا ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم  
 اربعین کو گالیاں دیتے ہیں، برا کہتے ہیں، اُن سے بُھن رکھتے ہیں۔

کیا ایمان والوں کے لئے اس کا وقت نہیں آیا  
 کہ ان کے دل خدا کی یاد کے واسطے جھک جائیں۔  
 (پہلے سے منافقوں کا ذکر ہے، ان پر شیطان کا  
 تسلط ہو گیا پس اس نے ان کو ذکر اللہ سے غافل  
 کر دیا یہ لوگ شیطان کا گروہ ہیں۔ خوب سمجھ لو یہ  
 بتا محقق ہے کہ شیطان کا گروہ خسارہ والا ہے۔

پھر جب جمعہ کی نماز پوری ہو چکے تو تم کو  
 اجازت ہے کہ تم زمین پر چلو پھرو اور خدا کی  
 روزی تلاش کرو (یعنی دنیا کے کاموں میں مشغول  
 ہونے کی اجازت ہے لیکن اس میں بھی اللہ

تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرتے رہو تا کہ تم فلاح کو پہنچ جاؤ۔

اے ایمان والو تم کو تمہارے مال اور اولاد اللہ  
 کے ذکر سے اس کی یاد سے غافل نہ کرنے پائیں  
 اور جو لوگ ایسا کریں گے وہی خسارہ والے ہیں

(۳۵) اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ  
 قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ (سورہ حدید رکوع ۲)

(۳۶) اِسْتَحْذِرُوا عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانَ  
 قَالَهُمْ ذُكِّرْنَا لِلَّهِ اُولَئِكَ حِزْبُ  
 الشَّيْطَانِ اَلَا اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ  
 هُمُ الْخٰسِرُونَ (سورہ مجادلہ - ۲۳)

(۳۷) فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَبِرُوا  
 فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ  
 وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيْرًا تَعَدَّكُمْ  
 تُفْلِحُوْنَ (سورہ جمعہ - رکوع ۲)

(۳۸) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ  
 أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ  
 اللَّهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ



هُمُ الْخَاسِرُونَ ○ (سورہ منافقون ۷) کیونکہ یہ چیزیں تو دنیا ہی میں ختم ہو جانے والی ہیں اور اللہ کی یاد آخرت میں کام دینے والی ہے)

(۴۹) وَإِنْ يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ ○ (سورہ قلم ۲۷) یہ کافر لوگ جب ذکر (قرآن) سنتے ہیں تو شدتِ عداوت سے، ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا آپ کو اپنی نگاہوں سے پھسلا کر گرا دیں گے اور کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) یہ تو مجنون ہیں۔

**ف** : نگاہ سے پھسلا کر گرا دینا کرنا یہ ہے دشمنی کی زیادتی سے جیسا کہ ہمارے یہاں بولتے ہیں ایسا دیکھ رہا ہے کہ کھا جائے گا۔ حسنِ بصریؒ کہتے ہیں کہ جس کو نظر لگ گئی ہو، اُس پر اس آیت شریفہ کو پڑھ کر دم کرنا مفید ہے۔ (جمل)

(۵۰) وَمَنْ يُعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ○ (سورہ جن ۱۱) اور جو شخص اپنے پروردگار کی یاد سے روگردانی اور اعراض کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو سخت عذاب میں داخل کرے گا۔

(۵۱) وَإِنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ كَادُوا يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا ○ قُلْ إِنَّمَا أَدْعُوا رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا ○ (سورہ جن ۱۷) جب خدا کا خاص بندہ (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کو پکارنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو یہ کافر لوگ اُس بندہ پر بھیڑ لگانے کو ہوجاتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف اپنے پروردگار ہی کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔

(۵۲) وَادْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبْتَئِدْ إِلَيْهِ تَبْتِئِلًا ○ (سورہ مزمل ۷) اور آپ اپنے رب کا نام لیتے رہیں اور سب سے تعلقات منقطع کر کے اُسی کی طرف متوجہ رہیں۔ (منقطع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے تعلق کے مقابلہ میں سب مغلوب ہوں)

(۵۳) وَادْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ○ وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا ○ (ان) اور اپنے رب کا صبح اور شام نام لیتے رہا کیجئے اور کسی قدر رات کے حصہ میں بھی اُس کو سجدہ کیا کیجئے اور رات کے بڑے حصہ میں

هَؤُلَاءِ يَجْتَنُونَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُونَ  
وَرَاءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيلًا ○  
(سورہ دہر رکوع ۲)

اس کی تفسیر کیا کیجئے (مراد اس سے تہجد کی نماز  
ہے، یہ لوگ جو آپ کے مخالف ہیں) دنیا سے  
محبت رکھتے ہیں اور اپنے آگے (آنے والے)  
ایک بھاری دن کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔  
بیشک بامراد ہو گیا وہ شخص جو (برے اخلاق  
سے) پاک ہو گیا اور اپنے رب کا نام لیتا رہا اور  
نماز پڑھتا رہا۔

○ ۵۳ ○ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى ○ وَذَكَرَ  
اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى ○ (اعلیٰ - ع)

## فصل ثانی — احادیثِ ذکر میں

جب کہ اس مضمون میں قرآن پاک کی آیات اس کثرت سے موجود ہیں تو احادیث کا کیا  
پوچھنا کیونکہ قرآن شریف کے کل تین پارے ہیں اور حدیث شریف کی لاتعداد کتابیں ہیں اور  
ہر کتاب میں بے شمار حدیثیں ہیں۔ ایک بخاری شریف ہی کے بڑے بڑے تین پارے ہیں  
اور ابوداؤد شریف کے بتیس پارے ہیں اور کوئی کتاب بھی ایسی نہیں کہ اس مبارک ذکر سے  
خالی ہو اس لئے احادیث کا احاطہ تو کون کر سکتا ہے۔ نمونہ اور عمل کے واسطے ایک آیت اور  
ایک حدیث بھی کافی ہے، اور جس کو عمل ہی نہیں کرنا اُس کے لئے دفتر کے دفتر بھی بیکار ہیں  
كَشَلِ الْجَمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا۔

حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ حق  
تعالیٰ شائے ارشاد فرماتے ہیں کہ میں بندہ کے ساتھ  
ولیا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا کہ وہ میرے ساتھ  
گمان رکھتا ہے اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو  
میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں پس اگر وہ مجھے  
اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو اپنے  
دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ میرا مجمع میں ذکر

① عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم يَقُولُ  
اللَّهُ تَعَالَى أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي  
وَأَنَا مَعَهُ إِذَا ذَكَرَنِي فَإِنْ فَكَرَنِي  
فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي وَإِنْ  
ذَكَرَنِي فِي مَلَاہِ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَاہِ  
خَيْرٌ مِنْهُمْ وَإِنْ تَعَرَّبَ إِلَى شَيْءٍ

تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذَرَاءً وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ  
ذَرَاءً تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ بَاعًا وَإِنْ  
آتَانِي يَتِيئُ أَتَيْتُهُ هَرَوَلَةً.  
کرتا ہے تو میں اس مجمع سے بہتر یعنی فرشتوں  
کے مجمع میں (جو محسوم اور بے گناہ ہیں) بیکڑو  
کرتا ہوں اور اگر بندہ میری طرف ایک ہشت  
مُتَوَجِّع ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اُس کی طرف مُتَوَجِّع ہوتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں  
دو ہاتھ ادھر مُتَوَجِّع ہوتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اُس کی طرف دوڑ کر چلتا  
ہوں۔

رواہ احمد و البخاری و مسلم و الترمذی و النسائی و ابن ماجہ و البیہقی  
الشعب و اخرج احمد و البیہقی فی الاسماء و الصفات عن انس بمعناه بلفظ  
یا ابن آدم إذا ذكرتني في نفسك الحديث و فی الباب عن معاذ بن انس  
عند الطبرانی باسناد حسن و عن ابن عباس عند البزار باسناد صحيح و  
البیہقی و غیرہما و عن ابی ہریرۃ عند ابن ماجہ و ابن حبان و غیرہما  
بلفظ انا مع عبدی اذا ذكرني و تحركت بی شفتاه كما فی الدر  
المنثور و الترغیب للسندری و المشکوۃ مختصراً و فیہ بروایۃ مسلم  
عن ابی ذر بمعناه و فی الانتحاف علقہ البخاری عن ابی ہریرۃ بصیغۃ  
المجزم و رواہ ابن حبان من حدیث ابی الدردار (۱۱)

ف، اس حدیث شریف میں کئی مضمون وارد ہیں۔ اول یہ کہ بندہ کے ساتھ اس کے گناہ  
کے موافق معاملہ کرتا ہوں جس کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ سے اس کے نطف و کرم کی پُرس  
رکھنا چاہیے اس کی رحمت سے ہرگز مایوس نہ ہونا چاہیے۔ یقیناً ہم لوگ گنہگار ہیں اور سرِ پا گناہ اور  
اپنی حرکتوں اور گناہوں کی سزا اور بدلہ کا یقین ہے لیکن اللہ کی رحمت سے مایوس بھی نہ ہونا چاہیے۔  
کیا بعید ہے کہ حق تعالیٰ شانہ محض اپنے نطف و کرم سے بالکل ہی مُعاف فرمادیں کہ اِنَّ اللّٰهَ  
لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهِ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذَٰلِكَ لِمَنْ یَّشَاءُ کَلَامُ اللّٰهِ شَرِیف میں وارد  
ہے (ترجمہ) حق تعالیٰ شانہ شرک کے گناہ کو تو مُعاف نہیں فرمائیں گے اس کے علاوہ جس کو چاہیں  
گے سب کچھ مُعاف فرمائیں گے۔ لیکن ضروری نہیں کہ مُعاف ہی فرمادیں۔ اسی وجہ سے علماء  
فرماتے ہیں کہ ایمان اُمید اور خوف کے درمیان ہے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک نوجوان  
صحابیؓ کے پاس تشریف لے گئے وہ نزع کی حالت میں تھے۔ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا





ایسا برگز نہیں)۔ دوسرا مضمون یہ ہے کہ جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اُس کے ساتھ ہوتا ہوں دوسری حدیث میں ہے کہ جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو جب تک اس کے ہونٹ میری یاد میں حرکت کرتے رہتے ہیں میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں یعنی میری خاص توجہ اس پر رہتی ہے، اور خصوصی رحمت کا نزول ہوتا رہتا ہے۔ تیسرا مضمون یہ ہے کہ میں فرشتوں کے مجمع میں ذکر کرتا ہوں یعنی تغافر کے طور پر ان کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ آدمی کی خلقت جس ترکیب سے ہوئی ہے اس کے موافق اس میں اطاعت اور معصیت دونوں کا مادہ رکھا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۸ کے ذیل میں آ رہا ہے۔ اس حالت میں طاعت کا کرنا یقیناً تغافر کا سبب ہے۔ دوسرے اس وجہ سے کہ فرشتوں نے ابتداء خلقت کے وقت عرض کیا تھا: آپ ایسی مخلوق کو پیدا فرماتے ہیں جو دنیا میں غوریزی اور فساد کرے گی۔ اور اس کی وجہ بھی وہی مادہ فساد کا ان میں ہونا ہے بخلاف فرشتوں کے کہ ان میں یہ مادہ نہیں۔ اسی لئے انھوں نے عرض کیا تھا کہ تیری تسبیح و تقدیس ہم کرتے ہی ہیں۔ تیسرے اس وجہ سے کہ انسان کی اطاعت اس کی عبادت فرشتوں کی عبادت سے اس وجہ سے بھی افضل ہے کہ انسان کی عبادت غیب کے ساتھ ہے اور فرشتوں کی عالم آخرت کے مشاہدہ کے ساتھ۔ اسی کی طرف اللہ پاک کے اس کلام میں اشارہ ہے کہ اگر وہ جنت و دوزخ کو دیکھ لیتے تو کیا ہوتا۔ ان وجوہ سے حق تعالیٰ شانہ اپنے یاد کرنے والوں اور اپنی عبادت کرنے والوں کے کارنامے جتاتے ہیں۔ چوتھا مضمون حدیث میں یہ ہے کہ بندہ جس درجہ میں حق تعالیٰ شانہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اُس سے زیادہ توجہ اور لطف اللہ جل شانہ کی طرف سے اُس بندہ پر ہوتا ہے۔ یہی مطلب ہے قریب ہونے اور دور کر چلنے کا کہ میرا لطف اور میری رحمت تیری کے ساتھ اس کی طرف ملتی ہے اب ہر شخص کو اپنا اختیار ہے کہ جس قدر رحمت و لطف الہی کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے اتنی ہی اپنی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھائے۔ پانچویں بحث اس حدیث شریف میں ہے کہ اس میں فرشتوں کی جماعت کو بہتر بتایا ہے ذکر کرنے والے شخص سے، حالانکہ یہ مشہور امر ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اس کی ایک وجہ تو ترجمہ میں ظاہر کر دی گئی کہ ان کا بہتر ہونا ایک خاص حالت سے ہے کہ وہ معصوم ہیں اُن سے گناہ ہو ہی نہیں سکتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ باعتبار اکثر افراد کے ہے کہ اکثر افراد فرشتوں کے اکثر آدمیوں بلکہ اکثر مومنوں سے افضل ہیں گو خاص مومن جیسے انبیاء علیہم السلام سارے ہی فرشتوں سے افضل ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی وجوہ ہیں جن میں بحث طویل ہے۔

ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ اکام  
تو شریعت کے بہت سے ہیں ہی مجھے ایک

۲ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدٍ أَنَّ رَجُلًا  
قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ شَرَّ لِقَاءِ الْإِنْسَانِ

قَدْ كَثُرَتْ عَلَيَّ فَأَخْبِرْنِي بِشَيْءٍ  
اسْتَنْتَ بِهِ قَالَ لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا  
مَنْ ذَكَرَ اللَّهَ -

چیز کوئی ایسی بتا دیجئے جس کو میں اپنا دستور  
اور اپنا مشغلہ بنا لوں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا  
کہ اللہ کے ذکر سے تو ہر وقت رطبُ اللسان  
رہے۔

(اخرجه ابن ابی شیبہ واحمد والترمذی وحنہ وابن ماجہ وابن حبان فی  
صحیحه والحاکم وصححه والبیہقی کذا فی الدر فی الشکوۃ بروایۃ  
الترمذی وابن ماجہ وحکی عن الترمذی حن غریب اہ قلت وصححه الحاكم  
واقوه علیہ الذہبی وفی الجامع الصغیر بروایۃ ابی نعیم فی الحلیہ منحصرا  
بلفظ اَنْ تَفَارِقَ الدُّنْيَا وَ لِسَانُكَ رَطْبٌ مِّنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَ رَقوله بالضعف  
وبمعناه عن مالک بن یخامر اَنْ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قَالَ لَهُوَ اِنَّ اٰخِرَ كَلَامٍ فَاَرَقْتُ  
عَلَيْهِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ قُلْتُ اَيُّ الْأَعْمَالِ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ  
قَالَ اَنْ تَشُوتَ وَلِسَانُكَ رَطْبٌ مِّنْ ذِكْرِ اللَّهِ اخرجه ابن ابی الدنيا والبخاری  
وابن حبان والطبرانی والبیہقی کذا فی الدر والحصن الحصین والترغیب للمندرج  
وذكره فی الجامع الصغیر منحصرا وعزاه الی ابن حبان فی صحیحه وابن السنی  
فی عمل الیوم واللیلۃ والطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی الشعب وفی  
مجمع الزوائد رواه الطبرانی باسانید)

ایک اور حدیث میں ہے۔ حضرت مُعَاذُ فرماتے ہیں کہ بُدائی کے وقت آخری گفتگو  
جو حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی وہ یہ تھی۔ میں نے دریافت کیا کہ سب اعمال میں محبوب ترین  
عمل اللہ کے نزدیک کیا ہے۔ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس حال میں تیری موت  
اُسے کہ اللہ کے ذکر میں رطبُ اللسان ہو۔

**ف** : بُدائی کے وقت کا مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مُعَاذُ  
کو اہل یمن کی تبلیغ و تعلیم کے لئے یمن کا امیر بنا کر بھیجا تھا۔ اس وقت رخصت کے وقت حضورؐ  
نے کچھ وصیتیں بھی فرمائی تھیں۔ اور انہوں نے بھی کچھ سوالات کئے تھے۔ شریعت کے احکام بہت  
سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر حکم کی بجا آوری تو ضروری ہے ہی، لیکن ہر چیز میں کمال پیدا کرنا  
اور اس کو مستقل مشغلہ بنانا دشوار ہے اس لئے ان میں سے ایک چیز جو سب ساہم ہو مجھے ایسی بتا



دیکھئے کہ اس کو مضبوط پکڑ لوں اور ہر وقت ہر جگہ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے کرتا رہوں۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ چار چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص کو یہ مل جائیں اس کو دین و دنیا کی بھلائی مل جائے۔ ایک وہ زبان جو ذکر میں مشغول رہنے والی ہو، دوسرے وہ دل جو شکر میں مشغول رہتا ہو، تیسرے وہ بدن جو مشقت برداشت کرنے والا ہو، چوتھے وہ بیوی جو اپنے نفس میں اور خاوند کے مال میں خیانت نہ کرے۔ نفس میں خیانت یہ ہے کہ کسی قسم کی گندگی میں مبتلا ہو جائے۔ رطب اللسان کا مطلب اکثر علماء نے کثرت کا لکھا ہے اور یہ نام محاورہ ہے۔ ہمارے عرف میں بھی جو شخص کسی کی تعریف یا تذکرہ کثرت سے کرتا ہے تو یہ بولا جاتا ہے کہ فلاں کی تعریف میں رطب اللسان ہے۔ مگر بندہ ناچیز کے خیال میں ایک دوسرا مطلب بھی ہو سکتا ہے وہ یہ کہ جس سے عشق و محبت ہوتی ہے اُس کے نام لینے سے منہ میں ایک لذت اور مزہ محسوس ہوا کرتا ہے۔ جن کو باب عشق سے کچھ سابقہ پڑ چکا ہے وہ اس سے واقف ہیں۔ اس بنا پر مطلب یہ ہے کہ اس لذت سے اللہ کا پاک نام لیا جائے کہ مزہ آجائے میں نے اپنے بعض بزرگوں کو بکثرت دیکھا ہے کہ ذکر بالجہر کرتے ہوئے ایسی تراوٹ آجاتی ہے کہ پاس بیٹھنے والا بھی اس کو محسوس کرتا ہے اور اب اس منہ میں پانی بھر جاتا ہے کہ ہر شخص اس کو محسوس کرتا ہے مگر یہ جب حاصل ہوتا ہے کہ جب دل میں چنگ ہو اور زبان کثرت ذکر کے ساتھ مانوس ہو چکی ہو ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ سے محبت کی علامت اس کے ذکر سے محبت ہے اور اللہ سے بغض کی علامت اس کے ذکر سے بغض ہے۔

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کی زبان اللہ کے ذکر سے تروتازہ رہتی ہے وہ جنت میں بہتے ہوئے داخل ہوں گے۔

(۳) عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أُتْبِكُمْ بِخَيْرِ أَعْمَالِكُمْ وَأَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِكِكُمْ وَأَرْفَعَهَا فِي دَرَجَاتِكُمْ وَخَيْرَ لَكُمْ مِنْ إِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالنَّوَرِقِ وَخَيْرَ لَكُمْ مَنْ أَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوا أَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوا أَعْنَاقَكُمْ قَالُوا بَلَى قَالَ ذَكَرَ اللَّهُ.

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ سے ارشاد فرمایا کیا میں تم کو ایسی چیز بتاؤں جو تمام اعمال میں بہترین چیز ہے اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے زیادہ پاکیزہ اور تمہارے درجوں کو بہت زیادہ بلند کرنے والی اور سونے چاندی کو (اللہ کے راستہ میں) خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر اور (جہاد میں) تم دشمنوں کو قتل کرو وہ تم کو قتل کریں اس سے بھی بڑھی ہوئی سمجھانے میں

کیا ضرورت پڑے۔ آپ نے ارشاد فرمایا اللہ کا ذکر ہے۔

اور جرحہ احمد و الترمذی و ابن ماجہ و ابن ابی الدنیا و الحاکم و صحیحہ و البیہقی  
کذا فی الدر و الحصن الحصین قلت قال الحاکم صحیح الاسناد ولم یخرجاہ  
واقروہ علیہ الذہبی رقمہ فی الجامع الصغیر بالصحة و اخرجہ احمد  
عن معاذ بن جبل کذا فی الدر و فیہ ایضاً بروایۃ احمد و الترمذی و البیہقی  
عَنْ اَبِي سَعِيدٍ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا الْعِبَادُ أَفْضَلُ دَرَجَةٍ  
عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ الذَّاكِرُونَ اللَّهُ كَثِيرًا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمِنْ  
الْغَازِي فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَالَ تَوَضَّعَ بِسَيْفِهِ فِي الْكُفَّارِ وَالْمُشْرِكِينَ حَتَّى يَنْكُرَ  
وَيَقْتَضِبَ دَمًا لَكَانَ الذَّاكِرُونَ اللَّهُ أَفْضَلَ مِنْهُ دَرَجَةً

**ف** : یہ عام حالت اور ہر وقت کے اعتبار سے ارشاد فرمایا ہے ورنہ وقتی ضرورت کے  
اعتبار سے صدقہ جہاد وغیرہ امور سب سے افضل ہو جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے بعض احادیث  
میں ان چیزوں کی افضلیت بھی بیان فرمائی گئی ہے کہ ان کی ضرورتیں وقتی ہیں اور اللہ پاک کا ذکر دائمی  
چیز ہے اور سب سے زیادہ اہم اور افضل۔ ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا  
ارشاد ہے کہ ہر چیز کے لئے کوئی صاف کرنے والی اور میل کچیل دور کرنے والی چیز ہوتی ہے مثلاً  
کپڑے اور بدن کے لئے صابون، لوہے کے لئے آگ کی بھٹی وغیرہ وغیرہ، دلوں کی صفائی کرنے  
والی چیز اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور کوئی چیز اللہ کے عذاب سے بچانے والی اللہ کے ذکر سے بڑھ کر نہیں ہے۔  
اس حدیث میں چونکہ ذکر کو دل کی صفائی کا ذریعہ اور سبب بتایا ہے اس سے بھی اللہ کے ذکر کا سب  
سے افضل ہونا ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ ہر عبادت اسی وقت عبادت ہو سکتی ہے جب اخلاص  
سے ہو اور اس کا مدار دلوں کی صفائی پر ہے۔ اسی وجہ سے بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں ذکر سے  
مراد ذکر قلبی ہے نہ کہ زبانی ذکر، اور ذکر قلبی یہ ہے کہ دل ہر وقت اللہ کے ساتھ وابستہ ہو جائے اور اس  
میں کیا شک ہے کہ یہ حالت ساری عبادتوں سے افضل ہے۔ اس لئے کہ جب یہ حالت ہو جائے  
تو پھر کوئی عبادت چھوٹ ہی نہیں سکتی کہ سارے اعضاء ظاہرہ و باطنہ دل کے تابع ہیں جس چیز کے  
ساتھ دل وابستہ ہو جاتا ہے سارے ہی اعضاء اس کے ساتھ ہو جاتے ہیں عشاق کے حالات سے  
کون بے خبر ہے، اور بھی بہت سی احادیث میں ذکر کا سب سے افضل ہونا وارد ہوا ہے۔ حضرت  
سلمانؓ سے کسی نے پوچھا کہ سب سے بڑا عمل کیا ہے انھوں نے فرمایا کہ تم نے قرآن شریف نہیں

فضائے میں ہے وَلَٰذِكُمْ اللَّهُ اَكْبَرُ کوئی چیز اللہ کے ذکر سے افضل نہیں۔ حضرت سلمان  
رفیقہ کی طرف اشارہ فرمایا وہ اکیسویں پارے کی پہلی آیت ہے۔ صاحب مجاہدین لکھتے  
قرآن پاک آیت ریش میں اللہ کے ذکر کو صدقہ اور جہاد اور ساری عبادات سے اس لئے افضل فرمایا کہ  
ہر کا ذکر ہے اور ساری عبادتیں اس کا ذریعہ اور آلہ ہیں اور ذکر بھی دو قسم کا ہوتا ہے ایک  
مقصود الہی جو زبان سے بھی افضل ہے اور وہ مراقبہ اور دل کی سوچ ہے اور یہی مراد ہے اس  
میں آیا ہے کہ ایک گھڑی کا سوچنا ستر برس کی عبادت سے افضل ہے۔ مسند احمد  
میں ہے حضرت سہیل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ کا ذکر اللہ کے راستہ میں غرض  
یث سے بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اس تقریب سے یہ معلوم ہو گیا کہ صدقہ اور جہاد و غیرہ جو  
بہت بڑے ہیں وقت ضرورت کے اعتبار سے ان کی فضیلت بہت زیادہ ہو جاتی ہے۔ لہذا ان کا ذکر  
نے سے بال نہیں جن میں ان چیزوں کی بہت زیادہ فضیلت وارد ہوئی ہے چنانچہ ارشاد ہے  
فی چیزیں پاک اللہ کے راستہ میں کھڑا ہونا اپنے گھر پر ستر سال کی نماز سے افضل ہے حالانکہ نماز  
کوئی اشکایہ کفار کے ہجوم کے وقت جہاد اس سے بہت زیادہ افضل  
تھوڑی د

وَتَفَاقُ أَفْضَ  
وَجَاءَ هَ  
(۴)  
رَسُولُ  
قَالَ  
الدُّنْيَا

الدُّنْيَا فِي الدَّرَجَاتِ الْعُلَى .  
ابن حبان كذا في الدرر قلت ويؤيده الحديث المتقدم قَرِيبًا بَلَفَظَ  
اللَّهُ نَافِذَاتِكُمْ وَ أَيْضًا قَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَقَ الْمُفْرَدُونَ قَالُوا  
أَخْرَجَهُ دُونَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ الذَّاكِرُونَ اللَّهُ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ . رواه مسلم  
أَرْفَعُهُمَا . الحسن وفي رواية قَالَ الْمُتَهْتَرُونَ فِي ذِكْرِ اللَّهِ يَضَعُ الذِّكْرَ عَنْهُمْ أَفْأَلَهُد  
مِ الْمَقْصُودِ الْقِيَامَةِ خَفَافًا . رواه الترمذي والحاكم مختصرًا وقال صحيح على شرط  
كذا في  
فِيَا نُونٍ . وفي الجامع رواد الطبراني عن أبي الدرداء أَيْضًا  
بِعَنِي دُنْيَا مِ مَشَقَّتَيْنِ مَجْلِينَا بِصُحُوبَتَيْنِ بَرَدَاثَ كَرْنَا آخِرَتَ كَ رَفِيعَ دَرَجَاتٍ كَاسِبِ



اور جتنی بھی دینی امور میں یہاں مشقت اٹھائی جائے گی اتنا ہی بلند مرتبوں کا استحقاق ہو گا لیکن اللہ کے مبارک ذکر کی یہ برکت ہے کہ راحت و آرام سے نرم بستروں پر بیٹھ کر بھی کیا جائے تب بھی درجات کا سبب ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر تم ہر وقت ذکر میں غور رہو تو فرشتے تمہارے بستروں پر اور تمہارے راستوں میں تم سے مصافحہ کرنے لگیں۔ ایک حدیث حضور ﷺ کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ مفرّد لوگ بہت آگے بڑھ گئے صحابہؓ نے عرض کیا کہ کون ہیں؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جو اللہ کے ذکر میں دالہانہ طریقہ پر مشغول ہیں۔ حدیث کی بنا پر صوفیہ نے لکھا ہے کہ سلاطین اور امراء کو اللہ کے ذکر سے شرد کنا چاہیے کہ وہ اس کی سے درجات اعلیٰ حاصل کر سکتے ہیں۔ حضرت ابو ذرؓ فرماتے ہیں کہ تو اللہ کے ذکر کو اپنی مسترتوں اور شیوں کے اوقات میں کر، وہ تجھ کو مشقتوں اور تکلیفوں کے وقت کام دے گا۔ حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں کہ جب بندہ راحت کے، خوشی کے، ثروت کے اوقات میں اللہ کا ذکر کرتا ہے اس کو کوئی مشقت اور تکلیف پہنچے تو فرشتے کہتے ہیں کہ مانوس آواز ہے جو ضعیف بندہ کی ہے اللہ کے یہاں اس کی سفارش کرتے ہیں اور جو شخص راحت کے اوقات میں اللہ کو یاد نہ کرے پھر تکلیف اس کو پہنچے اور اس وقت یاد کرے تو فرشتے کہتے ہیں کیسی غیر مانوس آواز ہے۔ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ ایک ان میں سے صرف ذاکرین کے لئے ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر کثرت سے کرے وہ نفاق سے بری ہے۔ دوسری حدیث ہے کہ اللہ جلّ شانہ اس سے محبت فرماتے ہیں۔ ایک سفر سے واپسی ہو رہی تھی۔ ایک جگہ پہنچ کر حضور ﷺ نے فرمایا۔ آگے بڑھنے والے کہاں ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ بعض تیز رو آگے گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ وہ آگے بڑھنے والے کہاں ہیں جو اللہ کے ذکر میں دالہانہ

ہیں جو شخص یہ چاہے کہ جنت سے خوب سیراب ہو وہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرے۔  
 (۵) عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ النَّبِيُّ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الذَّاهِي  
 يَذْكُرُ نَبَّةً وَالذَّاهِي لَا يَذْكُرُ  
 رَبَّهُ مَثَلُ الْمَمْتِ وَالْمَمِيتِ۔  
 حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اور جو نہیں کرتا، ان دونوں کی مثال زندہ اور مرنے کی سی ہے کہ ذکر کرنے والا زندہ ہے اور ذکر نہ کرنے والا مردہ ہے۔

رحمہ البغاری ومسلم والبیہقی کذا فی الدر والمثکوة

زندگی ہر شخص کو محبوب ہے اور مرنے سے ہر شخص ہی گھبراتا ہے حضور ﷺ

کا ارشاد ہے کہ جو اللہ کا ذکر نہیں کرتا وہ زندہ بھی مُردے ہی کے حکم میں ہے اس کی زندگی بھی بیکار ہے ۵

زندگانی نتوال گفت حیاتیکہ مر است زندہ آنست کہ بادوست وصالے وارد  
ترجمہ: کہتے ہیں کہ وہ زندگی ہی نہیں ہے جو میری ہے۔ زندہ وہ ہے جس کو دوست کا وصال حاصل ہو  
بعض علماء نے فرمایا ہے یہ دل کی حالت کا بیان ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اس کا دل  
زندہ رہتا ہے اور جو ذکر نہیں کرتا اس کا دل مر جاتا ہے۔ اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ تشبیہ نفع  
اور نقصان کے اعتبار سے ہے کہ اللہ کا ذکر کرنے والے شخص کو جوتائے وہ ایسا ہے جیسا کسی زندہ  
کو تائے کہ اس سے انتقام لیا جائے گا اور وہ اپنے کئے کو بھگتے گا اور غیر ذکر کو ستانے والا ایسا  
ہے جیسا مُردہ کو ستانے والا کہ وہ خود انتقام نہیں لے سکتا۔ صوفیہ کہتے ہیں کہ اس سے ہمیشہ کی  
زندگی مراد ہے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے اخلاص کے ساتھ کرنے والے مرتے ہی نہیں بلکہ وہ اس  
دنیا سے مُتقل ہو جانے کے بعد بھی زندوں ہی کے حکم میں رہتے ہیں جیسا کہ قرآن پاک میں شہید  
کے متعلق وارد ہوا ہے بَلْ أَحْيَاؤُكُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔ اسی طرح ان کے لئے بھی ایک خاص قسم کی  
زندگی ہے۔

حکیم ترمذی کہتے ہیں کہ اللہ کا ذکر دل کو تر کرتا ہے اور نرمی پیدا کرتا ہے اور جب دل اللہ کے  
ذکر سے خالی ہوتا ہے تو نفس کی گرمی اور شہوت کی آگ سے خشک ہو کر سخت ہو جاتا ہے اور  
سارے اعضاء سخت ہو جاتے ہیں۔ طاعت سے رک جاتے ہیں۔ اگر ان اعضاء کو کھینچو تو  
ٹوٹ جائیں گے جیسے کہ خشک لکڑی کہ جھکانے سے نہیں ٹھکتی، صرف کاٹ کر جلا دینے کے  
کام کی رہ جاتی ہے۔

۶ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَوَانُ  
رَجُلًا فِي حَبْرِهِ دَرَاهِمُ يَقْبُهَا وَ  
آخِرُ يَذْكُرُ اللَّهَ لَكَانَ الذَّاكِرُ  
لِللَّهِ أَفْضَلَ۔

حضور صَلَّی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اگر  
ایک شخص کے پاس بہت سے روپے ہوں  
اور وہ ان کو تقسیم کر رہا ہو اور دوسرا شخص  
اللہ کے ذکر میں مشغول ہو تو ذکر کرنے والا  
افضل ہے۔

(اخرج الطبرانی کذا فی الدر فی مجمع الزوائد رواہ الطبرانی فی الأوسط  
ورجالہ وثقوا)

ف: یعنی اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا کتنی ہی بڑی چیز کیوں نہ ہو لیکن اللہ کی یاد اس کے مقابلہ میں بھی افضل ہے پھر کس قدر خوش نصیب ہیں وہ مالدار اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے والے جن کو اللہ کے ذکر کی بھی توفیق نصیب ہو جاتے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف سے بھی روزانہ بندوں پر صدقہ ہوتا رہتا ہے اور ہر شخص کو اس کی حیثیت کے موافق کچھ نہ کچھ عطا ہوتا رہتا ہے لیکن کوئی عطا اس سے بڑھ کر نہیں کہ اس کو اللہ کے ذکر کی توفیق نصیب ہو جاتے جو لوگ کاروبار میں مشغول رہتے ہیں۔ تجارت، زراعت، ملازمت میں گھرے رہتے ہیں اگر تھوڑا بہت وقت اللہ کی یاد کے لئے اپنے اوقات میں سے نکال لیں تو کیسی مفت کی کمائی ہے۔ دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں سے دو چار گھنٹے اس کام کے لئے نکال لینا کون سی مشکل بات ہے آخر فضولیات لغویات میں بہت سا وقت خرچ ہوتا ہے اس کار آمد چیز کے واسطے وقت نکالنا کیا دشوار ہے۔ ایک حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ کے بہترین بندے وہ ہیں جو اللہ کے ذکر کے واسطے چاند سورج ستارے اور سایہ کی تحقیق رکھتے ہیں یعنی اوقات کی تحقیق کا اہتمام کرتے ہیں۔ اگرچہ اس زمانہ میں گھڑی گھنٹوں کی کثرت نے اس سے بے نیاز کر دیا پھر بھی فی الجملہ واقفیت ان چیزوں کی مناسب ہے کہ گھڑی کے خراب اور غلط ہو جانے کی صورت میں اوقات ضائع نہ ہو جائیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ زمین کے جس حصہ پر اللہ کا ذکر کیا جاتے وہ حصہ نیچے ساتوں زمینوں تک دوسرے حصوں پر فخر کرتا ہے۔

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جنت میں جانے کے بعد اہل جنت کو دنیا کی کسی چیز کا بھی قلق و افسوس نہیں ہوگا بجز اس گھڑی کے جو دنیا میں اللہ کے ذکر کے بغیر گزر گئی ہو۔

④ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ يَتَحَسَّرُ أَهْلُ الْجَنَّةِ إِلَّا عَلَى سَاعَةٍ مَرَّتْ بِهِمْ لَمْ يَذْكُرُوا اللَّهَ تَعَالَى فِيهَا.

(اخرجه الطبرانی والبيهقي كذا في الدر وفي الجامع رواه الطبرانی في الكبير والبيهقي في الشعب ورقم له بالحسن وفي مجمع الزوائد رواه الطبرانی ورجاله ثقات وفي شيخ الطبرانی خلاف و اخرج ابن أبي الدنيا والبيهقي عن عائشة بمعناه مرفوعاً كذا في الدر وفي الترغيب بمعناه عن أبي هريرة مرفوعاً وقال رواه أحمد باسناد صحيح وابن حبان والحاكم وقال صحيح على شرط البخاري)



**ف** جنت میں جانے کے بعد جب یہ منظر سامنے ہوگا کہ ایک دفعہ اس پاک نام کو لینے کا اجر و ثواب کتنا زیادہ مقدار میں ہے کہ پہاڑوں کے برابر مل رہا ہے تو اس وقت اپنی اس کمائی کے نقصان پر جس قدر بھی افسوس ہوگا ظاہر ہے۔ ایسے خوش نصیب بندے بھی ہیں جن کو دنیا ہی بغیر ذکر اللہ کے اچھی نہیں معلوم ہوتی۔ حافظ ابن حجرؒ نے مہنتہات میں لکھا ہے کہ یحییٰ بن معاذؒ رازیؒ اپنی مناجات میں کہا کرتے تھے۔ اَللّٰہِ لَا یَطِیْبُ اللَّیْلُ اِلَّا بِمُنَاجَاةِکَ وَلَا یَطِیْبُ النَّهَارُ اِلَّا بِطَاعَتِکَ وَلَا یَطِیْبُ الدُّنْیَا اِلَّا بِذِکْرِکَ وَلَا یَطِیْبُ الْاٰخِرَةُ اِلَّا بِعُقُوبِکَ وَلَا یَطِیْبُ الْجَنَّةُ اِلَّا بِرُؤُوسِکَ۔ (ترجمہ) یا اللہ رات اچھی نہیں لگتی مگر تجھ سے لازوئیہ کے ساتھ اور دن اچھا معلوم نہیں ہوتا مگر تیری عبادت کے ساتھ اور دنیا اچھی نہیں معلوم ہوتی مگر تیرے ذکر کے ساتھ اور آخرت بھلی نہیں مگر تیری معافی کے ساتھ اور جنت میں لطف نہیں مگر تیرے دیدار کے ساتھ۔

حضرت سرریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے جرجانیؒ کو دیکھا کہ سٹو پھانک رہے ہیں میں نے پوچھا یہ خشک ہی پھانک رہے ہو۔ کہنے لگے کہ میں نے روٹی چبانے اور پھانکنے کا جب حساب لگایا تو چبانے میں اتنا وقت زیادہ خرچ ہوا ہے کہ اس میں آدمی ستر مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکتا ہے۔ اس لئے میں نے چالیس برس سے روٹی کھانا چھوڑ دی، سٹو پھانک کر گذر کر لیتا ہوں۔ منصور بن معتمرؒ کے متعلق لکھا ہے کہ چالیس برس تک عشاء کے بعد کسی سے بات نہیں کی۔ ربیع بن ہبیشؒ کے متعلق لکھا ہے کہ بیس برس تک جو بات کرتے اس کو ایک پرچہ پر لکھ لیتے اور رات کو اپنے دل سے حساب کرتے کہ کتنی بات اس میں ضروری تھی اور کتنی غیر ضروری

(۸) عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ وَابْنِ سَعِيدٍ  
أَنَّهَا مِلْهَدًا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لَا يَفْعُدُ  
قَوْمٌ يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا أَحَفَّتْهُمْ  
الْمَلَائِكَةُ وَغَشِيَتْهُمْ الرَّحْمَةُ  
وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ التَّكِينَةُ وَذُكِّرَ لَهُمْ  
اللَّهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ۔ (اخرجه ابن ابی  
شیبۃ واحمد ومسلم والترمذی

حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابو سعیدؓ  
دونوں حضرات اس کی گواہی دیتے ہیں  
کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا،  
ارشاد فرماتے تھے کہ جو جماعت اللہ کے  
ذکر میں مشغول ہو فرشتے اس جماعت کو  
سب طرف سے گھیر لیتے ہیں اور رحمت  
ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور سکینہ ان پر  
نازل ہوتی ہے اور اللہ جل شانہ ان کا تذکرہ

وابن ماجہ و البیہقی کذا فی الدر  
والحصن و المشکوۃ و فی حدیث  
طویل لابی ذر اوصیک بتقوی  
اللہ فانہ رأس الامر کلہ و علیہ  
یتلوا القرآن و ذکر اللہ فانہ  
ذکر لک فی السماء و نور لک فی  
الارض الحدیث ذکرہ فی الجامع  
الصغیر بروایۃ الطبرانی و عبد  
بن حمید فی تفسیرہ ورقم لہ  
بالحسن۔

اپنی مجلس میں (تفاخر کے طور پر) فرماتے ہیں  
حضرت ابو ذرؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا  
ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میں تجھے اللہ کے  
تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں کہ تمام چیزوں کی  
جڑ ہے اور قرآن شریف کی تلاوت اور اللہ  
کے ذکر کا اہتمام کر کہ اس سے آسمانوں میں تیرا  
ذکر ہوگا اور زمین میں نور کا سبب بنے گا۔  
اکثر اوقات چپ رہا کر کہ بھلائی بغیر کوئی کلام  
نہ ہو۔ یہ بات شیطان کو دور کرتی ہے اور دین  
کے کاموں میں مددگار ہوتی ہے۔ زیادہ ہنسی

سے بھی بچتا رہ کر اس سے دل مر جاتا ہے اور چہرہ کا نور جاتا رہتا ہے۔ جہاد کرتے رہنا کہ میری امت  
کی فیکری یہی ہے مسکینوں سے محبت رکھنا ان کے پاس اکثر بیٹھے رہنا اور اپنے سے کم حیثیت  
لوگوں پر نگاہ رکھنا اور اپنے سے اونچے لوگوں پر نگاہ نہ کرنا کہ اس سے اللہ کی ان نعمتوں کی ناقدری  
پیدا ہوتی ہے جو اللہ نے تجھے عطا فرمائی ہیں۔ قرابت والوں سے تعلقات جوڑنے کی فکر رکھنا  
وہ اگرچہ تجھ سے تعلقات توڑ دیں۔ حق بات کہنے میں تردد نہ کرنا کو کسی کو کڑوی لگے۔ اللہ کے  
معاملہ میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا۔ تجھے اپنی عیب بینی دوسروں کے عیوب پر نظر  
نہ کرنے دے اور جس عیب میں خود مبتلا ہو اس میں دوسرے پر غصہ نہ کرنا۔ اے ابو ذر  
حسن تدبیر سے بڑھ کر کوئی عقل مندی نہیں اور ناجائز امور سے بچنا بہترین پرہیزگاری ہے اور  
خوش خلقی کے برابر کوئی شرافت نہیں۔

ف، سکینہ کے معنی سکون و وقار کے ہیں یا کسی مخصوص رحمت کے جس کی تفسیر میں مختلف  
اقوال ہیں جن کو مختصر طور پر میں اپنے رسالہ ”چھل حدیث“ جدید در فضائل قرآن میں لکھ  
چکا ہوں۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ کوئی ایسی مخصوص چیز ہے جو طمانینت، رحمت وغیرہ سب کو  
شامل ہے اور ملائکہ کے ساتھ اترتی ہے۔

حق تعالیٰ شانہ کا ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے تفاخر کے طور پر فرمانا ایک تو اس وجہ  
سے ہے کہ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت عرض کیا تھا کہ یہ لوگ دنیا

میں فساد کریں گے جیسا کہ پہلی حدیث کے ذیل میں گزر چکا ہے۔ دوسرے اس وجہ سے ہے کہ فرشتوں کی جماعت اگرچہ سراپا عبادت، سراپا بندگی و اطاعت ہے لیکن ان میں معصیت کا مادہ بھی نہیں ہے اور انسان میں چونکہ دونوں مادے موجود ہیں اور غفلت اور نافرمانی کے اسباب اس کو گھیرے ہوئے ہیں شہوتیں، لذتیں اس کا جُز وہیں اس لئے اس سے ان سب کے مقابلہ میں جو عبادت جو اطاعت ہو اور جو معصیت کا مقابلہ ہو وہ زیادہ قابل مدح اور قابل قدر ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ جب حق تعالیٰ شانہ نے جنت کو بنایا تو حضرت جبریل علیہ السلام کو ارشاد ہوا کہ اس کو دیکھ کر آؤ۔ انھوں نے اگر عرض کیا۔ یا اللہ آپ کی عزت کی قسم جو شخص بھی اس کی خبر سن لے گا اس میں جائے بغیر نہیں ہے گا۔ یعنی لذتیں اور راحتیں، فرحتیں، نعمتیں جس قدر اس میں رکھی گئی ہیں اُن کے سُنے اور یقین آ جانے کے بعد کون ہو گا جو اس میں جانے کی انتہائی کوشش نہ کرے گا۔ اس کے بعد حق تعالیٰ شانہ نے اس کو مشقتوں سے ڈھانک دیا کہ نمازیں پڑھنا، روزے رکھنا، جہاد کرنا، حج کرنا وغیرہ وغیرہ اس پر سوار کر دیتے گئے کہ ان کو بجا لاؤ تو جنت میں جاؤ اور پھر حضرت جبریل علیہ السلام کو ارشاد ہوا کہ اب دیکھو۔ انہوں نے عرض کیا کہ اب تو یا اللہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ کوئی اس میں جا ہی نہ سکے گا۔ اسی طرح جب جہنم کو بنایا تو حضرت جبریل علیہ السلام کو اس کے دیکھنے کا حکم ہوا۔ وہاں کے عذاب، وہاں کے مصائب، گندگیاں اور تکلیفیں دیکھ کر انھوں نے عرض کیا کہ یا اللہ آپ کی عزت کی قسم جو شخص اس کے حالات سن لے گا کبھی بھی اس کے پاس نہ جائے گا۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے دنیا کی لذتوں سے اس کو ڈھانک دیا کہ زنا کرنا، شراب پینا، ظلم کرنا، احکام پر عمل نہ کرنا وغیرہ وغیرہ کا پردہ اس پر ڈال دیا گیا۔ پھر ارشاد ہوا کہ اب دیکھو۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا اللہ اب تو مجھے اندیشہ ہو گیا کہ شاید ہی کوئی اس سے بچے۔ اسی وجہ سے جب کوئی بندہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے، گناہ سے بچتا ہے تو اس ماحول کے اعتبار سے جس میں وہ ہے قابل قدر ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے حق تعالیٰ شانہ، اظہارِ مسرت فرماتے ہیں۔ جن فرشتوں کا اس حدیث پاک میں اور اس قسم کی بہت سی حدیثوں میں ذکر آیا ہے وہ فرشتوں کی ایک خاص جماعت ہے جو اسی کام پر متعین ہے کہ جہاں اللہ کے ذکر کی مجالیں ہوں، اللہ کا ذکر کیا جا رہا ہو وہاں جمع ہوں اور اس کو سنیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت مُشغِرِ حق طور پر پھرتی رہتی ہے اور جس جگہ اللہ کا ذکر سنتی ہے اپنے ساتھیوں کو آواز دیتی ہے کہ آ جاؤ اس جگہ تمہارا مقصود اور غرض موجود ہے اور پھر ایک دوسرے پر جمع ہوتے رہتے ہیں حتیٰ کہ آسمان تک اُن کا



حلقہ پہنچ جاتا ہے۔ جیسا کہ تیسرے باب کی دوسری فصل کے نمبر ۱۴ پر آرہا ہے۔

⑨ عَنْ مُعَاوِيَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلَى حَلْقَةٍ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ مَا أَجْلَسَكُمْ قَالُوا جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللَّهَ وَنُحَمِّدُهُ عَلَى مَا هَدَانَا لِلدِّينِ سَلَامٍ وَمَنْ بِهِ عَلَيْنَا قَالَ اللَّهُ مَا أَجْلَسَكُمْ إِلَّا ذَلِكَ قَالُوا اللَّهُ مَا أَجْلَسَنَا إِلَّا ذَلِكَ قَالَ أَمَا إِنِّي لَفَرَسْتُ خَلْفَكُمْ تَهْمَةً لَكُمْ وَلَكِنْ أَنَا بِي جَبْرُئِيلُ فَأَخْبَرَنِي أَنَّ اللَّهَ يُبَاهِي بِكُمْ الْمَلَائِكَةَ (اخرجه ابن ابی شیبہ واحمد و مسلم و الترمذی والنسائی کذا فی الدرر والمشفوة)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا کہ کس بات نے تم لوگوں کو یہاں بٹھایا ہے عرض کیا کہ اللہ جل شانہ کا ذکر کر رہے ہیں اور اس بات پر اس کی حمد ثنا کر رہے ہیں کہ اس نے ہم لوگوں کو اسلام کی دولت سے نوازا۔ یہ اللہ کا بڑا ہی احسان ہم پر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا خدا کی قسم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہو صحابہ نے عرض کیا خدا کی قسم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی بدگمانی کی وجہ سے میں نے تم لوگوں کو قسم نہیں دی بلکہ جبرئیل میرے پاس ابھی آئے تھے اور یہ خبر سنا گئے کہ اللہ جل شانہ تم لوگوں کی وجہ سے ملائکہ پر فخر فرما رہے ہیں۔

**ف:** یعنی میں نے جو قسم دے کر پوچھا اس سے مقصود اہتمام اور تاکید تھی کہ ممکن ہے کوئی اور خاص بات بھی اس کے علاوہ ہو اور وہ بات اللہ جل شانہ کے فخر کا سبب ہو۔ اب معلوم ہو گیا کہ صرف یہ تذکرہ ہی سبب فخر ہے۔ کس قدر خوش قسمت تھے وہ لوگ جن کی عبادتیں مقبول تھیں اور ان کی حمد و ثنا پر حق تعالیٰ شانہ کے فخر کی خوشخبری ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے دنیا ہی میں معلوم ہو جاتی تھی اور کیوں نہ ہو تاکہ ان حضرات کے کارنامے اسی کے مستحق تھے۔ ان کے کارناموں کا مختصر تذکرہ میں اپنے رسالہ "حکایات صحابہ" میں نمونہ کے طور پر لکھ چکا ہوں۔

علامہ علی قاری فرماتے ہیں کہ فخر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ فرشتوں سے فراتے ہیں کہ دیکھو یہ لوگ باوجودیکہ نفس ان کے ساتھ ہے، شیطان ان پر مسلط ہے، شہوتیں ان میں

موجود ہیں۔ دنیا کی ضرورتیں ان کے پیچھے لگی ہوئی ہیں۔ ان سب کے باوجود، ان سب کے مقابلہ میں اللہ کے ذکر میں مشغول ہیں اور اتنی کثرت سے ہٹانے والی چیزوں کے باوجود میرے ذکر سے نہیں ہٹتے۔ تمہارا ذکر وسیع اس لحاظ سے کہ تمہارے لئے کوئی مانع بھی ان میں سے نہیں ہے، ان کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں ہے۔

(۱۰) عَنْ أَنَسٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ قَوْمٍ اجْتَمَعُوا يَذْكُرُونَ اللَّهَ لَا يُرِيدُونَ بِذَلِكَ إِلَّا وَجْهَهُ إِلَّا نَادَاهُمْ مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ أَنْ قَوْمُوا مَغْفُورًا لَكُمْ قَدْ بَدَلْتُ سَيِّئَاتِكُمْ حَسَنَاتٍ.

حضور صَلَّی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو بھی لوگ اللہ کے ذکر کے لئے مجتمع ہوں، اور ان کا مقصود صرف اللہ ہی کی رضا ہو تو آسمان سے ایک فرشتہ نڈا کرتا ہے کہ تم لوگ بخش دیئے گئے، اور تمہاری برائیاں نیکیوں سے بدل دی گئیں۔

اخرجه احمد والبخاری والترمذی والطبرانی واخرجه الطبرانی عن سهل بن الحظلیۃ ایضاً واخرجه البیهقی عن عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُنْقَلٍ وَزَادَ وَمَا مِنْ قَوْمٍ اجْتَمَعُوا فِي مَجْلِسٍ فَتَفَرَّقُوا لَمْ يَذْكُرُوا اللَّهَ إِلَّا كَانَ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

دوسری حدیث میں ہے اس کے بالمقابل جو اجتماع ایسا ہو کہ اس میں اللہ پاک کا کوئی ذکر ہو ہی نہیں تو یہ اجتماع قیامت کے دن حسرت و افسوس کا سبب ہوگا۔

كذا في الدر قال المنذرى رواه الطبرانی في الكبير والأوسط ورواه محتج بهم في الصحيح وفي الباب عن أبي هريرة عند أحمد وابن حبان وغيرهما وصححه الحاكم على شرط مسلم في موضع وعلى شرط البخاری في موضع أخرى وعز السیوطی فی الجامع حدیث سهل الی الطبرانی والبیہقی فی الشعب والضیاء ورقعه له بالحن وفي الباب روایات ذكرها فی مجمع الزوائد.

ف: یعنی اس اجتماع کی بے برکتی اور اضعاف پر حسرت ہوگی اور کیا بعید ہے کہ وہاں کا سبب کسی وجہ سے بن جائے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس مجلس میں اللہ کا ذکر نہ ہو حضور صَلَّی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ ہو، اس مجلس والے ایسے ہیں جیسے مرے ہوئے گدھے پر سے اُٹھے

ہوں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ مجلس کا کفارہ یہ ہے کہ اس کے اختتام پر یہ دعا پڑھ لے۔

سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جو بھی مجلس ایسی ہو جس میں اللہ کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف نہ ہو وہ مجلس قیامت کے دن حسرت اور نقصان کا سبب ہوگی۔ پھر حق تعالیٰ شانہ اپنے لطف سے چاہے مغفرت فرما دیں چاہے مطالبہ اور عذاب فرما دیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ مجلسوں کا حق ادا کیا کرو اور وہ یہ ہے کہ اللہ کا ذکر اُن میں کثرت سے کرو۔ راہگیروں کو (بوقت ضرورت) راستہ بتاؤ اور (ناجانہ چیز سامنے آجاتے تو) آنکھیں بند کر لو (یا پیچھی کر لو کہ اس پر نگاہ نہ پڑے)۔

حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ اس کا ثواب بہت بڑی ترازو میں تلے (یعنی ثواب بہت زیادہ مقدار میں ہو کہ وہی بڑی ترازو میں تلے کا معمولی چیز تو بڑی ترازو کے پاسنگ میں آجاتے گی) اس کو چاہیے کہ مجلس کے ختم پر یہ دعا پڑھا کرے۔

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ حدیث بالا میں برائیوں کے نیکیوں سے بدل دینے کی بشارت بھی ہے۔ قرآن پاک میں بھی سورۃ فرقان کے ختم پر مومنین کی چند صفات ذکر فرمانے کے بعد ارشاد ہے۔ فَأُولَئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝ (پس یہی لوگ ہیں جن کی برائیوں کو حق تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں)۔

اس آیت شریفہ کے متعلق علمائے تفسیر کے چند اقوال ہیں:-

ایک یہ کہ سیئات مُعَاف فرمادی جائیں گی اور حَسَنَات باقی رہ جائیں گی گویا یہ بھی تبدیلی ہے کہ سینہ کوئی باقی نہیں رہی۔ دوسرے یہ کہ ان لوگوں کو بجائے بُرے اعمال کرنے کے نیک اعمال کی توفیق حق تعالیٰ شانہ کے یہاں نصیب ہوگی جیسا کہ بولتے ہیں کہ گرمی کے بجائے سردی ہوگئی تیسرے یہ کہ اُن کی عادتوں کا تعلق بجائے بُری چیزوں کے اچھی چیزوں کے ساتھ وابستہ ہو جاتا ہے۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ آدمی کی عادتیں طبعی ہوتی ہیں جو بدلتی نہیں۔ اسی وجہ سے ضربُ لُشَل ہے "جبل گرد و جبلت نہ گرد و" اور یہ مثل بھی ایک حدیث سے ماخوذ ہے جس میں ارشاد ہے کہ اگر تم سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے تل گیا اور دوسری جگہ چلا گیا تو اس کی تصدیق کر لو لیکن اگر سنو کہ طبیعت بدل گئی تو اس کی تصدیق نہ کرو۔ گویا حدیث کا مطلب یہ ہو کہ عادات کا زائل ہونا پہاڑ کے زائل ہونے سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ اس



کے بعد پھر اشکال ہوتا ہے کہ صوفیہ اور مشائخ جو عبادات کی اصلاح کرتے ہیں اُس کا کیا مطلب ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عادتیں نہیں بدلتیں بلکہ ان کا تعلق بدل جاتا ہے مثلاً ایک شخص کے مزاج میں غصہ ہے وہ مشائخ کی اصلاح اور مجاہدوں سے ایسا ہو جائے کہ غصہ بالکل باقی نہ رہے یہ تو دشوار ہے۔ ہاں اس غصہ کا تعلق پہلے سے جن چیزوں کے ساتھ تھا مثلاً بے جا ظلم، تکبر وغیرہ اب بجائے ان کے اللہ کی نافرمانیوں پر اس کے احکام کی خلاف ورزی وغیرہ وغیرہ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ وہی حضرت عمرؓ جو ایک زمانہ میں مسلمانوں کی ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑتے تھے، ایمان کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت سے کفار و فتناء پر اسی طرح ٹوٹے تھے۔ اسی طرح اور اخلاق کا بھی حال ہے۔ اس توضیح کے بعد اب مطلب یہ ہوا کہ حق تعالیٰ شانہ ایسے لوگوں کے اخلاق کا تعلق بجائے معاصی کے خُصات سے فرمادیتے ہیں۔ چوتھے یہ کہ حق تعالیٰ شانہ ان کو اپنی برائیوں پر توبہ کی توفیق عطا فرماتے ہیں جس کی وجہ سے پرانے پرانے گناہ یاد اگر مدت اور توبہ کا سبب ہوتا ہے اور سرگناہ کے بدلے ایک توبہ جو عبادت ہے اور نیکی ہے ثبت ہو جاتی ہے پانچویں یہ ہے کہ اگر مولائے کریم کو کسی کی کوئی ادا پسند ہو اور اس کو اپنے فضل سے برائیوں کے برابر نیکیاں دے تو کسی کے باپ کا کیا اجارہ ہے وہ مالک ہے، بادشاہ ہے، قدرت والا ہے اس کی رحمت کی وسعت کا کیا کہنا، اُس کی مغفرت کا دروازہ کون بند کر سکتا ہے، اس کی عطا کو کون روک سکتا ہے، جو دے رہا ہے وہ اپنی ہی ملک سے دیتا ہے اُس کو اپنی قدرت کے مظاہر بھی دکھانا ہے، اپنی مغفرت کے کرشمے بھی اسی دن ظاہر کرنا ہیں۔ احادیث میں محشر کا نظارہ اور حساب کی جانچ مختلف طریقوں سے وارد ہوئی ہے جس کو بیہودہ الشفوس نے مختصر طور پر ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ حساب چند انواع پر منقسم ہوگا۔ ایک نوع یہ ہوگی کہ بعض بندوں سے نہایت مخفی رحمت کے پردہ میں محاسب ہوگا اور ان کے گناہ ان کو گنوائے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ تو نے فلاں وقت یہ گناہ کیا، فلاں وقت ایسا کیا اور اس کو اقرار بغیر چارۂ کار نہ ہوگا حتیٰ کہ وہ گناہوں کی کثرت سے یہ سمجھے گا کہ میں ہلاک ہو گیا تو ارشاد ہوگا کہ ہم نے دنیا میں بھی تجھ پر ستاری کی آج بھی ستاری کرتے ہیں اور مُعاف کرتے ہیں۔ چنانچہ جب یہ شخص اور اس جیسا ہوگا وہ حساب کے مقام سے واپس جائے گا تو لوگ دیکھ کر کہیں گے کہ یہ کیسا مبارک بندہ ہے کہ اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں اس لئے کہ اُن کو اُس کے گناہوں کی خبر ہی نہ ہوئی

اسی طرح ایک نوع ایسی ہوگی کہ اُن کے لئے چھوٹے بڑے گناہ ہوں گے۔ اُس کے بعد ارشاد ہوگا کہ اچانک کے چھوٹے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دو تو وہ جلدی سے کہیں گے کہ ابھی اور بھی گناہ لیے ہیں جو یہاں ذکر نہیں کئے گئے۔ اسی طرح اور انواع کا ذکر کیا ہے کہ کس کس طرح سے پیشی اور حجاب ہوگا۔ حدیث میں ایک قصہ آتا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اس شخص کو پہچانتا ہوں جو سب سے اخیر میں جہنم سے نکالا جائے گا اور سب سے اخیر میں جنت میں داخل کیا جائے گا۔ ایک شخص کو بلایا جائے گا اور فرشتوں سے کہا جائے گا کہ اس کے بڑے بڑے گناہ تو ابھی ذکر نہ کئے جائیں۔ چھوٹے چھوٹے گناہ اس کے سامنے پیش کئے جائیں، ان پر باز پرس کی جائے۔ چنانچہ یہ شروع ہو جائے گا اور ایک ایک گناہ وقت کے حوالہ کے ساتھ اس کو بتایا جائے گا۔ وہ انکار کیسے کر سکتا ہے اقرار کرتا جائے گا۔ اتنے میں ارشادِ ربّی ہوگا کہ اسکو ہر گناہ کے بدلے ایک نیکی دی جائے تو وہ جلدی سے کہے گا کہ ابھی تو اور بھی بہت سے گناہ باقی ہیں اُن کا تو ذکر ہی نہیں آیا۔ اس قصہ کو نقل فرماتے ہوئے حُصْنُورُ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہنسی آگئی۔

اس قصے میں اول تو جہنم میں سے سب سے اخیر میں نکلنا ہے یہی کیا کم سزا ہے دوسرے کیا معلوم کون خوش قسمت ایسا ہو سکتا ہے کہ جس کے گناہوں کی تبدیلی ہو اس لئے اللہ کی پاک ذات سے اُمید کرتے ہوئے فضل کا مانگتے رہنا بندگی کی شان ہے لیکن اس پر مطمئن ہونا جرات ہے البتہ سنیثات کو خُصَات سے بدلنے کا سبب اخلاص سے مجالس ذکر میں حاضری حدیث بالا سے معلوم ہوتی ہی ہے لیکن اخلاص بھی اللہ ہی کی عطا سے ہو سکتا ہے۔

ایک ضروری بات یہ ہے کہ جہنم سے اخیر میں نکلنے والے کے بارہ میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں لیکن ان میں کوئی اشکال نہیں۔ ایک مُتَعَدِّہ جماعت اگر نکلے تو بھی ہر شخص اخیر میں نکلے والا ہے اور جو قریب اخیر کے نکلے وہ بھی اخیر ہی کہلاتا ہے نیز خاص خاص جماعت کا اخیر بھی مراد ہو سکتا ہے۔ اس حدیث میں اہم مسئلہ اخلاص کا ہے اور اخلاص کی قید اور بھی بہت سی احادیث میں اس رسالہ میں نظر سے گزریں گی۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اخلاص ہی کی قدر ہے جس وجہ کا اخلاص ہو گا اسی وجہ کی عمل کی قیمت ہوگی جو صوفیہ کے نزدیک اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ عال اور حال برابر ہوں۔ ایک حدیث میں آئندہ آرہا ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ گناہوں سے روک دے۔ بَیْجُتۃ الشُّفُوس میں لکھا ہے ایک بادشاہ کے لئے جو نہایت ہی جابر اور مُتَشَدِّد تھا

ایک جہاز میں بہت سی شراب لائی جا رہی تھی۔ ایک صاحب کا اس جہاز پر گزر ہوا اور وہ  
بھلیاں شراب سے بھری ہوئی تھیں سب ہی توڑ دیں ایک چھوڑ دی۔ کسی شخص کی بہمت ان  
کو روکنے کی نہ پڑی لیکن اس پر حیرت تھی کہ اس بادشاہ کے تشدد کا مقابلہ بھی کوئی نہیں کر سکتا  
تھا پھر اس نے کس طرح جرأت کی۔ بادشاہ کو اطمینان دے دی گئی۔ اس کو بھی تعجب ہوا۔ اولاً اس بات  
پر کہ اس کے مال پر کس طرح ایک معمولی آدمی نے جرأت کی اور پھر اس پر کہ ایک منگی کیوں چھوڑ دی  
ان صاحب کو بلا یا گیا پوچھا کہ یہ کیوں کیا؟ انھوں نے جواب دیا کہ میرے دل میں اس کا تقاضا  
ہو اس لئے ایسا کیا۔ تمہارا جودل چاہے سزا دیدو۔ اُس نے پوچھا کہ یہ ایک کیوں چھوڑ دی۔ انھوں  
نے کہا کہ مجھے اولاً اسلامی غیرت کا تقاضا تھا اس لئے میں نے توڑیں مگر جب ایک رہی تو میرے  
دل میں ایک خوشی سی پیدا ہوئی کہ میں نے ایک ناجائز کام کو مٹا دیا تو مجھے اس کے توڑنے  
میں یہ شبہ ہوا کہ یہ حفظ نفس دل کی خوشی کی وجہ سے ہے اس لئے ایک کو چھوڑ دیا۔ بادشاہ نے کہا  
اس کو چھوڑ دو یہ مجبور تھا۔

اخیار العلوم میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا جو ہر وقت عبادت میں مشغول رہتا  
تھا ایک جماعت اس کے پاس آئی اور کہا کہ یہاں ایک قوم ہے جو ایک درخت کو پوجتی ہے  
یہ سن کر اس کو غصہ آیا اور کلہاڑا کندھے پر رکھ کر اس کو کاٹنے کے لئے چل دیا۔ راستہ میں شیطان ایک  
پیر مرد کی صورت میں بلا۔ عابد سے پوچھا کہاں جا رہے ہو۔ اس نے کہا فلاں درخت کاٹنے جاتا ہوں  
شیطان نے کہا تمہیں اس درخت سے کیا واسطہ تم اپنی عبادت میں مشغول رہو، تم نے اپنی عبادت  
کو ایک مہل کام کے واسطے چھوڑ دیا۔ عابد نے کہا یہ کس عبادت ہے۔ شیطان نے کہا میں نہیں کاٹنے  
دوں گا۔ دونوں میں مقابلہ ہوا وہ عابد اس کے سینے پر چڑھ گیا۔ شیطان نے اپنے کو عاجز دیکھ کر خوش مد کی اور کہا  
اچھا ایک بات سن لے عابد نے اس کو چھوڑ دیا۔ شیطان نے کہا کہ اللہ نے تجھ پر اس کو فرض تو کیا  
نہیں۔ تیرا اس سے کوئی نقصان نہیں۔ تو اس کی پرستش نہیں کرتا۔ اللہ کے بہت سے نبی ہیں  
اگر وہ چاہتا تو کسی نبی کے ذریعہ سے اس کو کٹوا دیتا۔ عابد نے کہا میں ضرور کاٹوں گا۔ پھر مقابلہ ہوا  
وہ عابد پھر اُس کے سینے پر چڑھ گیا۔ شیطان نے کہا اچھا سن ایک فیصلہ والی بات تیرے نفع کی  
کہوں۔ اس نے کہا کہہ۔ شیطان نے کہا تو غریب ہے دنیا پر بوجھ بنا ہوا ہے تو اس کام سے باز  
آ میں تجھے روزانہ تین دینا (اشرافی) دیا کروں گا۔ جو روزانہ تیرے سر ہانے رکھے ہوئے ہوں گے  
تیری بھی ضرورتیں پوری ہو جائیں گی۔ اپنے انگریز پر بھی احسان کر سکے گا۔ فقیروں کی مدد کر سکے گا۔



اور بہت سے ثواب کے کام کر سکے گا۔ اس میں ایک ہی ثواب ہوگا اور وہ بھی بیکار کہ وہ لوگ پھر دوسرا لگالیں گے۔ عابد کی سمجھ میں آگیا قبول کر لیا۔ دو دن تو وہ ملے تیسرے دن سے نذر عابد کو غصہ آیا اور کلہاڑی لے کر پھر چلا۔ راستہ میں وہ بوڑھا ملا پوچھا کہاں جا رہا ہے۔ عابد نے بتایا کہ اُسی درخت کو کاٹنے جا رہا ہوں۔ بوڑھے نے کہا کہ تو اُس کو نہیں کاٹ سکتا۔ دونوں میں جھگڑا ہوا وہ بوڑھا غالب آگیا اور عابد کے سینہ پر چڑھ گیا۔ عابد کو بڑا تعجب ہوا اس سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ تو اس مرتبہ غالب ہو گیا۔ اُس بوڑھے نے کہا کہ پہلی مرتبہ تیرا غصہ خالص اللہ کے واسطے تھا اس لئے اللہ جل شانہ نے مجھے مغلوب کر دیا تھا اس مرتبہ اس میں دنیا رول کا دخل تھا اس لئے تو مغلوب ہوا۔ حق یہ ہے کہ جو کام خالص اللہ کے واسطے کیا جاتا ہے اس میں بڑی قوت ہوتی ہے۔

۱۱ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا عَمِلَ آدَمِيُّ عَمَلًا أَنْجَى لَهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کسی آدمی کا کوئی عمل عذاب قبر سے زیادہ نجات دینے والا نہیں ہے۔

(اخرجه احمد كذا في الدر والي احمد عزاه في الجامع الصغير بلفظ أنجى له من عذاب الله ورقعه له بالصحة وفي مجمع الزوائد رواه احمد ورجاله رجال الصحيح الا ان زيادا لم يذكره معاذاً ثم ذكره بطريق اخر وقال رواه الطبراني ورجاله رجال الصحيح قلت وفي المشكوة عنه موقوفاً بلفظ مَا عَمِلَ الْعَبْدُ عَمَلًا أَنْجَى لَهُ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ وقال رواه مالك والترمذي وابن ماجه اقلت ولمكذا رواه الحاكم وقال صحيح الاسناد واقوه عليه الذهبي وفي المشكوة برواية البيهقي الدعوات عن ابن عمر مرفوعاً بسعناه قال القاري رواه ابن ابى شيبة و ابن ابى الدنيا وذكره في الجامع الصغير برواية البيهقي في الشعب ورقعه له بالضعف وزاد في اوله لِكُلِّ شَيْءٍ مَعَالَةٌ وَصَعَالَةٌ الْقُلُوبِ ذِكْرُ اللَّهِ وفي مجمع الزوائد برواية جابر مرفوعاً نحوه وقال رواه الطبراني في الصغير والاوسط ورجاله رجال الصحيح اه)

ف: عذاب قبر کتنی سخت چیز ہے اس سے وہی لوگ واقف ہیں جن کے سامنے وہ املا ہیں جو عذاب قبر کے بارے میں وارد ہوتی ہیں حضرت عثمان جب کسی قبر پر تشریف لے جاتے

تو اس قدر روتے کہ ڈاڑھی مبارک تر ہو جاتی۔ کسی نے پوچھا کہ آپ جنت کے دروازے کے ذکر سے ایسا نہیں  
 روتے جیسا کہ قبر کے سامنے آجانے سے روتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے سب سے پہلی منزل  
 ہے جو شخص اس سے نجات پائے بعد کی سب منزلیں اس پر پہل ہو جاتی ہیں اور جو اس سے نجات نہ پائے بعد  
 کی منزلیں دُشوار ہی ہوتی جاتی ہیں۔ پھر آپ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد  
 سنا یا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرماتے تھے کہ میں نے کوئی منظر قبر سے زیادہ گھبراہٹ والا  
 نہیں دیکھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد دعا کرتے  
 سے پناہ مانگتے تھے۔ حضرت زیدؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے یہ  
 اندیشہ ہے کہ تم ڈرا اور خوف کی وجہ سے مردوں کا دفن کرنا چھوڑ دو گے ورنہ میں اس کی دعا کرتا کہ اللہ  
 جلّ شانہ تمہیں بھی عذاب قبر سنا دے۔ آدمیوں اور جنات کے سوا اور جاندار عذاب قبر کو نہیں  
 ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ سفر میں تشریف لے جا رہے  
 تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی بدکنے لگی۔ کسی نے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کو کیا ہوا  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک آدمی کو قبر کا عذاب ہو رہا ہے اس کی آواز سے  
 بدکنے لگی۔ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے تو چند آدمیوں کو دیکھا  
 کہ کھل کھلا کر ہنس رہے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر موت کو اکثر یاد کیا کرو تو یہ  
 بات نہ ہو۔ کوئی دن قبر پر ایسا نہیں گذرتا جس میں وہ یہ اعلان نہیں کرتی کہ میں غربت کا گھر ہوں  
 تنہائی کا گھر ہوں، کیڑوں اور جانوروں کا گھر ہوں۔ جب کوئی مومن (کامل ایمان والا) دفن ہوتا ہے  
 تو قبر اس سے کہتی ہے تیرا انا مبارک ہے۔ تو نے بہت ہی اچھا کیا کہ آگیا۔ جتنے لوگ میری پشت  
 پر (یعنی زمین پر) چلتے تھے تو ان سب میں مجھے بہت محبوب تھا۔ آج تو میرے سپرد ہوا تو میرے  
 حسن سلوک بھی دیکھے گا۔ اس کے بعد وہ اس قدر وسیع ہو جاتی ہے کہ مُنتہائے نظر تک کھل  
 جاتی ہے اور جنت کا ایک دروازہ اس میں کھل جاتا ہے جس سے وہاں کی ہوائیں خوشبو میں  
 پہنچتی رہتی ہیں اور کافر یا فاجر دفن کیا جاتا ہے تو قبر کہتی ہے کہ تیرا انا منحوس اور نامبارک ہے  
 ضرورت تھی تیرے آنے کی۔ جتنے آدمی میری پشت پر چلتے تھے سب میں زیادہ نقصان  
 تجھ سے تھا۔ آج تو میرے حوالہ ہوا تو میرا معاملہ بھی دیکھے گا۔ اس کے بعد اس کو اس قدر زور  
 سے بھینچتی ہے کہ پسلیاں ایک دوسری میں گھس جاتی ہیں جس طرح ہاتھ میں ہاتھ ڈالنے سے  
 انگلیاں ایک دوسری میں گھس جاتی ہیں۔ اس کے بعد نوٹے یا سنانوے اڑدے اس پر مُنتہائے

ہو جاتے ہیں جو اس کو نوچتے رہتے ہیں اور قیامت تک یہی ہوتا رہے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر ایک ارشد یا بھی ان میں سے زمین پر پھنکار مار دے تو قیامت تک زمین میں گھاس نہ اگے۔ اُس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قبر یا جنت کا ایک باغ ہے یا جہنم کا ایک گڑھا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں پر گزر ہوا۔ ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ ایک کو پھل خوری کے جرم میں دوسرے کو پیشاب کی احتیاط نہ کرنے میں (کہ بدن کو اس سے بچانا نہ تھا، ہمارے کتے منہذب لوگ ہیں جو راستے کو عیب سمجھتے ہیں اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ علماء نے پیشاب سے نہ بچنا گناہ کبیرہ بتایا ہے۔ ابن حجر مکیؒ نے لکھا ہے کہ صحیح روایت میں آیا ہے کہ اکثر عذاب قبر پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ قبر میں سب سے پہلے مطالبہ پیشاب کا ہوتا ہے۔ بالجملہ عذاب قبر نہایت سخت چیز ہے اور جیسا کہ اس کے ہونے میں بعض گناہوں کو خاص دخل ہے اسی طرح اس سے بچنے میں بھی بعض عبادات کو خصوصی شرافت حاصل ہے چنانچہ متعدد احادیث میں وارد ہے کہ سورۃ تبارک الذی کا ہر رات کو پڑھتے رہنا عذاب قبر سے نجات کا سبب ہے اور عذاب جہنم سے بھی حفاظت کا سبب ہے اور اللہ کے ذکر کے بارے میں تو حدیث بالا ہے ہی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن اللہ جل شانہ بعضی قوموں کا حشر ایسی طرح فرمائیں گے کہ اُن کے چہروں میں نور چمکتا ہوا ہو گا وہ موتیوں کے منبروں پر ہوں گے لوگ اُن پر رشک کرتے ہوں گے وہ انبیاء اور شہداء نہیں ہونگے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ اُن کا حال بیان کر دیجئے کہ ہم اُن کو پہچان لیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی محبت میں مختلف جگہوں سے مختلف خاندانوں سے

④ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَبْعَثَنَّ اللَّهُ أَقْوَامًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي دُجُومِهِمُ النُّورُ عَلَى مَنَابِرِ النُّورِ لَيَنْبِطُهُمُ النَّاسُ لَيَسْتَوُوا بِأَنْبِيَآءٍ وَلَا شُهَدَآءَ فَقَالَ أَعْرَاجِي حَلِيْمُهُمْ لَنَا نَعْرِفُهُمْ قَالَ هُمُ الْمُتَعَالِمُونَ فِي اللَّهِ مِنْ قَبَائِلِ شَتَّى وَبِلَادٍ شَتَّى يَجْتَمِعُونَ عَلَى ذِكْرِ اللَّهِ يَذْكُرُونَهُ.



اگر ایک جگہ جمع ہو گئے ہوں اور اللہ کے ذکر میں مشغول ہوں۔

راخرجه الطبرانی باسناد حسن كذا في الدر ومجمع الزوائد والترغيب للمندري  
وذكره ايضا له متابعة برواية عمرو بن عتبة عند الطبراني مرفوعا قال المندري  
واسناده مقارب لا بأس به ورقم الحديث عمرو بن عتبة في الجامع الصغير  
وفي مجمع الزوائد رجاله موثقون وفي مجمع الزوائد بمعنى هذا الحديث مطولاً  
فيه حُلْمُهُ لَنَا يَعْنِي صِفَتُهُمْ لَنَا شَكْلُهُمْ لَنَا فَسَرَّ وَجْهَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
سُؤَالُ الْأَعْرَابِيِّ الْحَدِيثُ . قَالَ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالطَّبْرَانِيُّ بِنَحْوِهِ وَرِجَالُهُ وَتَقَوَّلْتُ  
فِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عِنْدَ الْبَيْهَقِيِّ فِي الشَّعْبِ أَنَّ فِي الْجَنَّةِ كَعُودًا مِنْ يَاقُوتٍ  
عَلَيْهَا غُرُفٌ مِنْ زَبَرْجَدٍ لَهَا أَلْوَابٌ مُفْتَحَةٌ تُضِي كَمَا يُضِي الْكَوْكَبُ الَّذِي يَنْكَلِمُ  
الْمُسْحَابُونَ فِي اللَّهِ تَعَالَى وَالْمُتَجَالِسُونَ فِي اللَّهِ تَعَالَى وَالْمُسْلِقُونَ فِي اللَّهِ كَذَا فِي الْجَامِعِ  
الصَّغِيرِ وَرَقْمُهُ بِالضَّعْفِ وَذَكَرَ فِي مَجْمَعِ الزَّوَائِدِ لَهُ شَوَاهِدٌ وَكَذَا فِي الْمَشْكُوتِ

دوسری حدیث میں ہے کہ جنت میں یاقوت کے ستون ہوں گے جن پر زبرجد (زمرد)  
کے بالا خانے ہوں گے ان میں چاروں طرف دروازے کھلے ہوتے ہوں گے وہ ایسے پتھر  
ہوں گے جیسے کہ نہایت روشن ستارہ چمکتا ہے۔ ان بالا خانوں میں وہ لوگ رہیں گے  
جو اللہ کے واسطے آپس میں محبت رکھتے ہوں اور وہ لوگ جو اللہ ہی کے واسطے ایک جگہ  
اکٹھے ہوں اور وہ لوگ جو اللہ ہی کے واسطے آپس میں ملتے جلتے ہوں۔

**ف** : اس میں اُطْبَاء کا اختلاف ہے کہ زبرجد اور زمرد ایک ہی پتھر کے دو نام ہیں ایک  
پتھر کی دو قسمیں ہیں یا ایک ہی نوع کے دو پتھر ہیں۔ بہر حال یہ ایک پتھر ہوتا ہے جو نہایت ہی  
روشن چمک دار ہوتا ہے۔

آج خالق ہوں کے بیٹھنے والوں پر ہر طرح الزام ہے، ہر طرف سے فقرے کہے جاتے ہیں  
اُنہیں جتنا دل چاہے بُرا بھلا کہہ لیں۔ کل جب آنکھ کھلے گی اس وقت حقیقت معلوم ہوگی کہ  
بور یوں پر بیٹھنے والے کیا کچھ کما کر لے گئے، جب وہ ان منبروں اور بالا خانوں پر ہوں گے۔  
سننے والے اور گالیاں دینے والے کیا کما کر لے گئے۔

فَوَيْ تَرَى إِذَا انْكَشَفَ الْغُبَارُ  
أَفَرَسَّ تَحْتَ رِجْلِكَ أَمَّ حِمَارُ  
(عنقریب جب غبار بٹ جائے گا تو معلوم ہوگا کہ گھوڑے پر سوار تھے یا گدھے پر)

ان خائفوں کی اللہ کے یہاں کیا قدر ہے جن پر آج چاروں طرف سے گالیاں پڑتی ہیں یہ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے جن میں ان کی فضیلتیں ذکر کی گئی ہیں۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جس گھر میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہو وہ آسمان والوں کے لئے ایسا چمکتا ہے جیسے زمین والوں کے لئے ستارے چمکتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ ذکر کی مجالس پر سیکنے (ایک خاص نعمت) نازل ہوتی ہے فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں، رحمت الہی ان کو ڈھانک لیتی ہے اور اللہ جل شانہ عرش پر ان کا ذکر فرماتے ہیں۔ ابوہریرہؓ ایک صحابی ہیں وہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے دین کی تقویت کی چیز بتاؤں جس سے تو دونوں جہان کی بھلائی کو پہنچے، وہ اللہ کا ذکر کرنے والوں کی مجلسیں ہیں ان کو مشہور پکڑا اور جب تو تنہا ہوا کرے تو جتنی بھی قدرت ہو اللہ کا ذکر کرتا رہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آسمان والے ان گھروں کو جن میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے ایسا چمک دار دیکھتے ہیں جیسا کہ زمین والے ستاروں کو چمک دار دیکھتے ہیں۔ یہ گھر جن میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے ایسے منور اور روشن ہوتے ہیں کہ اپنے نور کی وجہ سے ستاروں کی طرح چمکتے ہیں اور جن کو اللہ جل شانہ نور کے دیکھنے کی آنکھیں عطا فرماتے ہیں وہ یہاں بھی ان کی چمک دیکھ لیتے ہیں۔ بہت سے اللہ کے بندے ایسے ہیں جو بزرگوں کا نور، ان کے گھروں کا نور اپنی آنکھوں سے چمکتا ہوا دیکھتے ہیں چنانچہ حضرت فضیل بن عیاض جو مشہور بزرگ ہیں فرماتے ہیں کہ جن گھروں میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے وہ آسمان والوں کے نزدیک ایسا چمکتے ہیں جیسا کہ چراغ۔ شیخ عبد العزیز ذباغ ابھی قریب ہی زمانہ میں ایک بزرگ گذرے ہیں جو بالکل اُمی تھے مگر قرآن شریف کی آیت، حدیث قدسی، حدیث بنوی اور موضوع حدیث کو علیحدہ علیحدہ بتا دیتے تھے اور کہتے تھے کہ متکلم کی زبان سے جب لفظ نکلتے ہیں تو ان الفاظ کے نور سے معلوم ہو جاتا ہے کہ کس کا کلام ہے کہ اللہ پاک کے کلام کا نور علیحدہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کا نور دوسرا ہے اور دوسرے کلاموں میں یہ دونوں نور نہیں ہوتے۔

تذکرۃ الخلیل یعنی سوانح حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہ میں بروایت مولانا غفر احمد صاحب لکھا ہے کہ حضرت کے پانچویں حج میں جس وقت حضرت مسجد حرام میں طوافِ قدوم کے لئے تشریف لائے تو احقر مولانا محبت الدین صاحب (جو اعلیٰ حضرت مولانا الحاج ابو اللہ صاحب مہاجر بنی نور اللہ مرقدہ کے خاص خلفاء میں تھے اور صاحب کشف مشہور تھے) کے پاس بیٹھا تھا۔ مولانا اس وقت درود شریف کی کتاب کھولے ہوئے اپنا ورد پڑھ رہے تھے کہ دفعہ میری طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے اس وقت حرم میں کون آگیا کہ دفعہ سارا حرم انوار سے بھر گیا میں

خاموش رہا کرتے ہیں حضرت طواف سے فارغ ہو کر مولانا کے پاس کو گئے۔ مولانا کھڑے ہو گئے اور منہ کر فرمایا کہ میں بھی تو کہوں آج حرم میں کون آگیا۔ مجالس ذکر کی فضیلت مختلف عنوانات سے بہت سی احادیث میں وارد ہوتی ہے ایک حدیث میں وارد ہے کہ افضل ترین رباط نماز ہے اور ذکر کی مجالس رباط کہتے ہیں وار الاسلام کی سرحد کی حفاظت کرنے کو تاکہ کفار اس طرف سے حملہ نہ کریں۔

(۱۳) عَنْ النَّبِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا مَرَرْتُمْ بِرِیَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعَوْا قَالَ وَمَا رِیَاضُ الْجَنَّةِ قَالَ حَلَقُ الذِّكْرِ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب جنت کے باغوں پر گزرو تو خوب چرو۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ جنت کے باغ کیا ہیں ارشاد فرمایا کہ ذکر کے حلقے۔

راخرجه احمد والترمذی وحسنه وذكره في المشكوة برواية الترمذی وزاد في الجامع الصغير والبيهقی في الشعب ورقم له بالصحة وفي الباب عن جابر عند ابن ابی الدنيا والبخاری والبیہقی والحاکم وصححه والبیہقی في الدعوات كذا في الدر وفي الجامع الصغير برواية الطبرانی عن ابن عباس بلفظ مجالس العلم ورواية الترمذی عن ابی هريرة بلفظ المساجد محل حلق الذكر وزاد الرقع. سُبْحَانَ اللَّهِ الْحَمْدُ لِلَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اللَّهُ أَكْبَرُ

**ف** مقصود یہ ہے کہ کسی خوش قسمت کی ان مجالس، ان حلقوں تک رسائی ہو جائے تو اس کو بہت زیادہ غنیمت سمجھنا چاہیے کہ یہ دنیا ہی میں جنت کے باغ ہیں اور خوب چرو۔ سے اس طرف اشارہ فرمایا کہ جیسے جانور جب کسی سبزہ زار یا کسی باغ میں چرنے لگتا ہے تو معمولی سے ہٹانے سے بھی نہیں ہٹتا۔ بلکہ مالک کے ڈنڈے وغیرہ بھی کھاتا رہتا ہے لیکن ادھر سے مسنہ نہیں موڑتا۔ اسی طرح ذکر کرنے والے کو بھی دنیاوی تفکرات اور موانع کی وجہ سے ادھر سے مسنہ نہ موڑنا چاہیے اور جنت کے باغ اس لئے فرمائے کہ جیسا کہ جنت میں کسی قسم کی آفت نہیں ہوتی اسی طرح یہ مجالس بھی آفات سے محفوظ رہتی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کا ذکر دلوں کی شفا ہے یعنی دل میں جس قسم کے امراض پیدا ہوتے ہیں تکبر، حسد، کینہ وغیرہ سب ہی امراض کا علاج ہے۔ صاحب الفوائد فی الصلوٰۃ والنوافل نے لکھا ہے کہ آدمی ذکر پر مداومت



سے تمام آفتوں سے محفوظ رہتا ہے اور صحیح حدیث میں آیا ہے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں تمہیں ذکر اللہ کی کثرت کا حکم کرتا ہوں اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کے پیچھے کوئی دشمن لگ جائے اور وہ اس سے بھاگ کر کسی قلعہ میں محفوظ ہو جائے اور ذکر کرنے والا اللہ عَلَّ شَانُہ کا ہمنشین ہوتا ہے اور اس سے بڑھ کر اور کیا فائدہ ہوگا کہ وہ مالک الملک کا ہم نشین ہو جائے اس کے علاوہ اس سے شرح صدر ہو جاتا ہے دل منور ہو جاتا ہے اس کے دل کی سختی دور ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے ظاہری اور باطنی منافع ہوتے ہیں جن کو بعض علماء نے تسو تک شمار کیا ہے۔ انتہی

حضرت ابوامامہؓ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے خواب میں دیکھا کہ جب بھی آپ اندر جاتے ہیں یا باہر آتے ہیں یا کھڑے ہوتے ہیں یا بیٹھے ہیں تو فرشتے آپ کے لئے دعا کرتے ہیں۔ ابوامامہؓ نے فرمایا اگر تمہارا دل چاہے تو تمہارے لئے بھی وہ دعا کر کے ہیں۔ پھر یہ آیت پڑھی۔ یَاٰیہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اذْكُرُوا اللّٰہَ ذِكْرًا کَثِیْرًا سے رَحِیْمًا تک گویا اس طرف اشارہ ہے کہ حق تعالیٰ شَانُہ کی رحمت اور ملائکہ کی دعائیں تمہارے ذکر پر متفرع ہے جتنا تم ذکر کرو گے اتنا ہی ادھر سے ذکر ہوگا۔

(۱۳) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مَنْ عَجَزَ مِنْکُمْ عَنِ اللَّیْلِ اَنْ یَّکَابِدَ وَیَبْخُلَ بِالْمَالِ اَنْ یُّنْفِقَہُ وَجَبُنْ عَنِ الْعَدُوِّ اَنْ یُّجَاهِدَہُ فَلِیْکُمْ ذِکْرُ اللّٰہِ۔

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ جو تم میں سے عاجز ہو راتوں کو محنت کرنے سے اور بخل کی وجہ سے مال بھی نہ خرچ کیا جاتا ہو (یعنی نفلی صدقات، اور بزدلی کی وجہ سے جہاد میں بھی شرکت نہ کر سکتا ہو اس کو چاہیے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرے۔

افراد الطبرانی والبیہقی والبخاری واللفظ له وفي سنده ابو یحیی القات وبقيته محتج. بمعرفي الصحيح كذا في الترغيب قلت هو من رواة البخاري في الادب للفرد والترمذي والبی داود وابن ماجه وثقه ابن معين وضعفه اخرون وفي التقريب لاین الحديث وفي مجمع الزوائد رواة البخاري والطبراني وفيه القات قد وثق وضعفه الجمهور وبقيته رجال البخاري رجال الصحيح،

**ف** : یعنی ہر قسم کی کوتاہی جو عبادات نفسیہ میں ہوتی ہے اللہ کے ذکر کی کثرت اس کی تلافی کر سکتی ہے۔ حضرت انسؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ اللہ کا ذکر ایمان کی علامت ہے اور نفاق سے بڑا رست ہے اور شیطان سے حفاظت ہے اور جہنم کی آگ سے بچاؤ ہے اور اپنی منافع کی وجہ سے اللہ کا ذکر بہت سی عبادتوں سے افضل قرار دیا گیا ہے بالخصوص شیطان کے تسلط سے بچنے میں اس کو خاص دخل ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ شیطان گھٹنے جمائے ہوئے آدمی کے دل پر مسلط رہتا ہے جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو یہ عاجز و ذلیل ہو کر پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ آدمی غافل ہوتا ہے تو یہ وسوسے ڈالنا شروع کر دیتا ہے اسی لئے صوفیہ کرام ذکر کی کثرت کر لے ہیں تاکہ قلب میں اس کے وساوس کی گنجائش نہ رہے اور وہ اتنا قوی ہو جائے کہ اس کا مقابلہ کر سکے۔ یہی راز ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے یہ قوت قلبیہ اعلیٰ درجہ پر حاصل تھی تو ان کو عزیزین بھگانے کی ضرورت پیش نہ آتی تھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے جتنا بعد ہوتا گیا اتنی ہی قلب کے لئے اس مقوی قلب خمیرہ کی ضرورت بڑھتی گئی۔ اب قلوب اس درجہ مآؤف ہو چکے ہیں کہ بہت سے علاج سے بھی وہ درجہ قوت کا تو حاصل نہیں ہوتا لیکن جتنا بھی ہو جاتا ہے وہی بسائمت ہے کہ وبائی مرض میں جس قدر بھی کمی ہو بہتر ہے۔ ایک بزرگ کا قصہ نقل کیا ہے کہ انھوں نے اللہ جل شانہ سے دعا کی کہ شیطان کے وسوسہ ڈالنے کی صورت ان پر منکشف ہو جائے کہ کس طرح ڈالتا ہے تو انھوں نے دیکھا کہ دل کے بائیں طرف مونڈھے کے چھچھہ کی شکل سے بیٹھا ہے ایک لمبی سی سوونڈ منہ پر ہے جس کو سوئی کی طرح سے دل کی طرف لے جاتا ہے اس کو ذکر پاتا ہے تو جلدی سے اس سوونڈ کو کھینچ لیتا ہے، غافل پاتا ہے تو اس سوونڈ کے ذریعہ سے وسوسہ اور گناہوں کا زہر انجکشن کے طریقہ سے دل میں بھرتا ہے۔ ایک حدیث میں بھی یہ مضمون آیا ہے کہ شیطان اپنی ٹانگ کا اگا جھڑ آدمی کے دل پر رکھے ہوئے بیٹھا رہتا ہے جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو ذلت سے پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب وہ غافل ہوتا ہے تو اس کے دل کو نغمہ بنا لیتا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کا ذکر ایسی کثرت سے کیا کرو کہ لوگ مجنون کہنے لگیں۔

(۱۵) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَكْثَرُوا ذِكْرَ اللَّهِ حَتَّى يَقُولُوا مَجْنُونُونَ.

دوسری حدیث میں ہے کہ ایسا ذکر کرو کہ منافق لوگ تمہیں ریاکار کہنے لگیں۔

رواہ احمد و ابویعلیٰ و ابن حبان و الحاکم فی صحیحہ و قال صحیح الاسناد وروی عن ابن عباس مرفوعاً بلفظ اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ اِنَّكُمْ مُرَادُونَ رواہ الطبرانی ورواہ البیہقی عن ابی الجوزاء مرسلاً کذا فی الترغیب و المقاصد الحسنۃ للسخاوی وکذا فی الدر المنثور للسیوطی الا انه عن احادیث ابی الجوزاء الی عبد الله بن احمد فی زوائد الزهد و عزاء فی الجامع الصغیر الی سعید بن منصور فی سننہ و البیہقی فی الشعب ورقولہ بالضعف و ذکر فی الجامع الصغیر ایضاً بروایۃ الطبرانی عن ابن عباس منذاً ورقولہ بالضعف و عزاء حدیث ابی سعید الی احمد و ابی یعلیٰ فی مسندہ و ابن حبان و الحاکم و البیہقی فی الشعب ورقولہ بالحن

ف: اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ منافقوں یا بے وقوفوں کے ریاکار کہنے یا مجنون کہنے سے ایسی بڑی دولت چھوڑنا نہ چاہیے بلکہ اس کثرت اور اہتمام سے کرنا چاہیے کہ یہ لوگ تم کو پاگل سمجھ کر تمہارا پیچھا چھوڑ دیں اور مجنون جب ہی کہا جائے گا جب نہایت کثرت سے اور زور سے ذکر کیا جائے آہستہ میں یہ بات نہیں ہو سکتی۔ ابن کثیرؒ نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ نے کوئی چیز بندوں پر ایسی فرض نہیں فرمائی جس کی کوئی حد مقرر نہ کر دی ہو اور پھر اس کے عذر کو قبول نہ فرمایا ہو بجز اللہ کے ذکر کے کہ نہ اس کی کوئی حد مقرر فرمائی اور نہ عقل رہنے تک کسی کو محذور قرار دیا چنانچہ ارشاد ہے اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا (اللہ جل شانہ کا خوب کثرت ذکر کیا کرو) رات میں دن میں جگ میں دریا میں سفر میں حضر میں فقیر میں توہری میں بیماری میں صحت میں آہستہ اور ہکار اور ہر حال میں حافظ ابن حجرؒ نے تنبیہات میں لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ سے قرآن پاک کے ارشاد وَكَانَ تَحْتَهُ كَنْزٌ لَهُمْ میں منقول ہے کہ وہ سونے کی ایک تختی تھی جس میں سات سطریں لکھی ہوئی تھیں جن کا ترجمہ یہ ہے (۱) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو موت کو جانتا ہو، پھر بھی ہنسے (۲) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو یہ جانتا ہے کہ دنیا آخر ایک دن ختم ہونے والی ہے پھر بھی اس میں رغبت کرے (۳) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو یہ جانتا ہو کہ ہر چیز مُقَدَّر سے ہے پھر بھی کسی چیز کے جاتے رہنے پر افسوس کرے (۴) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جس کو آخرت میں حساب کا یقین ہو پھر بھی مال جمع کرے (۵) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جس کو جہنم



کی آگ کا علم ہو پھر بھی گناہ کرے (۶) مجھے تعجب ہے اُس شخص پر جو اللہ کو جانتا ہو پھر کسی اور چیز کا ذکر کرے (۷) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جس کو جنت کی خبر ہو پھر دنیا میں کسی چیز سے راضی پائے بعض نسخوں میں یہ بھی ہے کہ مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو شیطان کو دشمن سمجھے پھر بھی اُس کی اطاعت کرے۔ حافظؒ نے حضرت جابرؓ سے حضور ﷺ کا ارشاد بھی نقل کیا ہے کہ حضرت جبریلؑ مجھے اللہ کے ذکر کی اس قدر تاکید کرتے رہے کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ بغیر ذکر کے کوئی چیز نفع نہ دے گی۔ ان سب روایات سے یہ معلوم ہوا کہ ذکر کی جتنی بھی کثرت ممکن ہو دیرین ذکر سے لوگوں کے مجنون یا ریاکار کہنے کی وجہ سے اس کو چھوڑ دینا اپنا ہی نقصان کرنا ہے۔ صوفیہ نے لکھا ہے کہ یہ بھی شیطان کا ایک دھوکہ ہے کہ اول وہ ذکر سے اس خیال سے روکتا ہے کہ لوگ دیکھیں گے کوئی دیکھے گا تو کیا کہے گا وغیرہ وغیرہ۔ پھر شیطان کو روکنے کے لئے یہ ایک تنقل ذریعہ اور حیلہ مل جاتا ہے۔ اس لئے یہ تو ضروری ہے کہ دکھانے کی نیت سے کوئی عمل نہ کرے لیکن اگر کوئی دیکھ لے تو بلا سے دیکھے اس وجہ سے چھوڑنا بھی نہ چاہیے۔ حضرت عبداللہ ذوالجوادؑ نے ایک صحابی ہیں جو لڑکپن میں یتیم ہو گئے تھے چچا کے پاس رہتے تھے۔ وہ بہت اچھی طرح رکھتا تھا۔ گھر والوں سے چُپ کر مسلمان ہو گئے تھے۔ چچا کو خبر ہو گئی تو اس نے غصہ میں بالکل ننگا کر کے نکال دیا ماں بھی بیزار تھی، لیکن پھر ماں تھی ایک موٹی سی چادر ننگا دیکھ کر دے دی جس کو انھوں نے دو ٹکڑے کر کے ایک سے ستر ڈھکا، دوسرا اوپر ڈال لیا۔ مدینہ طیبہ حاضر ہو گئے۔ حضور ﷺ کے دروازہ پر پڑے رہا کرتے اور بہت کثرت سے بلند آواز کے ساتھ ذکر کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا یہ شخص ریاکار ہے کہ اس طرح ذکر کرتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ یہ اوّٰہین میں ہے۔ غزوہ تبوک میں انتقال ہوا۔ صحابہؓ نے دیکھا کہ رات کو قبروں کے قریب چراغ جل رہا ہے۔ قریب جا کر دیکھا کہ حضور ﷺ کے قبر میں اُترے ہوئے ہیں حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ کو ارشاد فرما رہے ہیں کہ لاؤ اپنے بھائی کو مجھے پکڑو۔ دونوں حضرات نے نعش کو پکڑا دیا۔ دفن کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا اے اللہ میں اس سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ یہ سارا منظر دیکھ کر مجھے تمنا ہوتی کہ یہ نعش تو میری ہوتی۔ حضرت فضیلؒ جو اکابر صوفیہ میں ہیں وہ فرماتے ہیں کہ کسی عمل کو اس وجہ سے نہ کرنا کہ لوگ دیکھیں گے یہ بھی ریا میں داخل ہے اور اس وجہ سے کسی عمل کو کرنا کہ لوگ دیکھیں یہ شرک میں داخل ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ بعض آدمی ذکر کی کنجیاں ہیں کہ جب ان کی صورت دیکھی جائے تو اللہ کا ذکر کیا جائے یعنی ان کی

صورت دیکھ کر ہی اللہ کا ذکر یاد آئے۔ ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ اللہ کے ولی ہیں وہ لوگ جن کو دیکھ کر اللہ یاد آتے ہوں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ تم میں بہترین وہ لوگ ہیں جن کو دیکھ کر اللہ کی یاد تازہ ہو۔ ایک حدیث میں ہے کہ تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جس کے دیکھنے سے اللہ تعالیٰ یاد آتے ہوں اور اس کے کلام سے علم میں ترقی ہوتی ہو اور اس کے اعمال سے آخرت کی غنیمت پیدا ہوتی ہو اور یہ بات جب ہی حاصل ہو سکتی ہے جب کوئی شخص کثرت سے ذکر کا عادی ہو۔ اور جس کو خود ہی توفیق نہ ہو اس کو دیکھ کر کیا کسی کو اللہ کی یاد آ سکتی ہے۔ بعض لوگ پکار کر ذکر کرنے کو بدعت اور ناجائز بتاتے ہیں یہ خیال حدیث پر نظر کی کمی کی وجہ سے پیدا ہو گیا ہے۔ مولانا عبدالحی صاحب نے ایک رسالہ مباحثۃ الفکر اسی مسئلہ میں تصنیف فرمایا ہے جس میں تقریباً پچاس حدیثیں ایسی ذکر فرماتی ہیں جن سے جہر پکار کر ثابت ہوتا ہے۔ البتہ یہ ضروری امر ہے کہ شرائط کے ساتھ اپنی حدود کے اندر رہے کسی کی اذیت کا سبب نہ ہو۔

(۱۶) عَنْ ابْنِ مَرْثُودَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ الْإِمَامُ الْعَادِلُ وَالشَّابُّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللَّهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَخَابَا فِي اللَّهِ اجْتِمَعَا عَلَى ذَلِكَ وَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَبَالَ فَقَالَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَبِينُهُ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهَ خَلِيًّا فَفَاضَتْ عَلَيْهِ عَيْنَاهُ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ست آدمی ہیں جن کو اللہ جل شانہ اپنے رحمت کے سایہ میں ایسے دن جگہ عطا فرمائے گا جس دن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ایک عادل بادشاہ۔ دوسرے وہ جوان جو جوانی میں اللہ کی عبادت کرتا ہو تیسرے وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا رہا ہو۔ چوتھے وہ شخص جن میں اللہ ہی کے واسطے محبت ہو اسی پر ان کا اجتماع ہو اسی پر جدائی۔ پانچویں وہ شخص جس کو کوئی حسب نسب والی حین عورت اپنی طرف متوجہ کرے اور وہ کہدے کہ مجھے اللہ کا ڈر مانع ہے چھٹے وہ شخص جو ایسے مخفی طریق سے صدقہ کرے

کہ دوسرے ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو۔ ساتویں وہ شخص جو اللہ کا ذکر تنہائی میں کرے اور آنسو بہنے لگیں۔



رداۃ البخاری و مسلم و غیرہما کذا فی الترغیب و المشکوۃ و فی الجامع الصغیر  
بروایت مسلم عن ابی ہریرۃ و ابی سعید معا و ذکر عدد طرقہ اخری

**ف** آنسو بہنے کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دیدہ و دانستہ اپنے معاصی اور  
گناہوں کو یاد کر کے رونے لگے اور دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ غلبہ شوق میں بے اختیار  
آنکھوں سے آنسو نکلنے لگیں۔ بروایت ثابت بنانی ایک بزرگ کا مقولہ نقل کیا ہے وہ فرماتا  
ہیں مجھے معلوم ہو جاتا ہے کہ میری کون سی دُعا قبول ہوتی۔ لوگوں نے پوچھا کہ کس طرح معلوم ہو  
جاتا ہے۔ فرمانے لگے کہ جس دُعا میں بدن کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں اور دل دھڑکنے لگتا ہے  
اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں وہ دُعا قبول ہوتی ہے۔ ان سات آدمیوں میں جن کا ذکر حدیث  
پاک میں وارد ہوا ایک وہ شخص بھی ہے جو اللہ کا ذکر تنہائی میں کرے اور رونے لگے اُس شخص  
میں دو خوبیاں جمع ہیں اور دونوں اعلیٰ درجہ کی ہیں۔ ایک اخلاص کہ تنہائی میں اللہ کی یاد میں  
مشغول ہوا۔ دوسرا اللہ کا خوف یا شوق کہ دونوں میں رونانا آتا ہے اور دونوں کمال ہیں۔  
ہمارا کام ہے راتوں کو رونایا دلبر میں ہماری نیند ہے محو خیال یار ہو جانا

حدیث کے الفاظ ہیں رَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهَ خَالِيًا (ایک وہ آدمی جو اللہ کا ذکر کرے اس حال  
میں کہ خالی ہو) صوفیہ نے لکھا ہے کہ خالی ہونے کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ آدمیوں سے  
خالی ہو جس کے معنی تنہائی کے ہیں یہ عام مطلب ہے۔ دوسرے یہ کہ دل اغیار سے خالی ہو  
فرماتے ہیں کہ اصل خلوت یہی ہے اس لئے اکل درجہ تو یہ ہے کہ دونوں خلوتیں حاصل ہوں  
لیکن اگر کوئی شخص جمع میں ہو اور دل غیروں سے بالکل خالی ہو اور ایسے وقت اللہ کے ذکر سے  
کوئی شخص رونے لگے تو وہ بھی اس میں داخل ہے کہ جمع کا ہونا نہ ہونا اس کے حق میں برابر ہے  
جب اس کا دل جمع تو درکنار غیر اللہ کے التفات سے بھی خالی ہے تو اس کو جمع کیا مضضر ہو سکتا  
ہے۔ اللہ کی یاد میں یا اُس کے خوف سے رونا بڑی ہی دولت ہے خوش نصیب ہے وہ شخص  
جس کو حق تعالیٰ شانہ مُیَسِّر فرماوے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اللہ کے خوف سے  
روئے وہ اس وقت تک جہنم میں نہیں جاسکتا جب تک کہ دو دھتھنوں میں واپس جائے  
(اور ظاہر ہے کہ یہ ناممکن ہے پس ایسے ہی اس کا جہنم میں جانا بھی ناممکن ہے) ایک اور حدیث  
میں آیا ہے کہ جو شخص اللہ کے خوف سے روئے حتیٰ کہ اس کے آنسوؤں میں سے کچھ زمین پر ٹپک  
جائے تو اس کو قیامت کے دن عذاب نہیں ہوگا۔



ایک حدیث میں آیا ہے کہ دو آنکھوں پر جہنم کی آگ حرام ہے۔ ایک وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روئی ہو اور دوسری وہ جو اسلام کی اور مسلمانوں کی کفار سے حفاظت کرنے میں جاگی ہو۔  
ایک اور حدیث میں ہے کہ جو آنکھ اللہ کے خوف سے روئی ہو اس پر جہنم کی آگ حرام ہے اور جو آنکھ اللہ کی راہ میں جاگی ہو اس پر بھی حرام ہے اور جو آنکھ ناجائز چیز (مثلاً نامحرم وغیرہ) پر ٹپنے سے رُک گئی ہو اس پر بھی حرام ہے۔ اور جو آنکھ اللہ کی راہ میں ضائع ہو گئی ہو اس پر بھی جہنم کی آگ حرام ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص تنہائی میں اللہ کا ذکر کرنے والا ہو وہ ایسا ہے جیسے ایک کفار کے مقابلہ میں چل دیا ہو۔

(۱۶) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنَادِي

مُنَادٍ يَوْمَ الْقِيَمَةِ آيَنَ أُولُوا الْأَلْبَابِ

قَالُوا آيَنَ أُولِي الْأَلْبَابِ تَرِيدُ قَالَ

الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقَعُودًا

وَعَلَى جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي

خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ

هَذَا أَبَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ

النَّارِ عَقَدَ لَهُمْ لَوَاءً فَاتَّبَعَ الْقَوْمُ

لَوَائِهِمْ وَقَالَ لَهُمْ ادْخُلُوا هَٰؤُلَاءِ دُورًا

(اخرجه الاصبهانی فی الترهیب کذا فی الدر)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

کہ قیامت کے دن ایک آواز دینے والا

آواز دے گا کہ عقل مند لوگ کہاں ہیں؟ لوگ

پوچھیں گے کہ عقل مندوں سے کون مراد ہیں۔

جواب ملے گا وہ لوگ جو اللہ کا ذکر کرتے تھے

کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہوئے (یعنی ہر حال

میں اللہ کا ذکر کرتے رہتے تھے) اور آسمانوں

اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے تھے

اور کہتے تھے کہ یا اللہ آپ نے یہ سب بے فائدہ

تو پیدا کیا ہی نہیں ہم آپ کی تسبیح کرتے ہیں

آپ ہم کو جہنم کے عذاب سے بچا لیجئے اس کے

بعد ان لوگوں کے لئے ایک جھنڈا بنایا جائے گا جس کے پیچھے یہ سب جائیں گے اور ان سے

کہا جائے گا کہ ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل ہو جاؤ۔

**ف** : آسمانوں اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں یعنی اللہ کی قدرت کے مظاہر اور

اس کی حکمتوں کے عجائب سوچتے ہیں جس سے اللہ جلّ جلالہ کی معرفت میں قوت پیدا ہوتی ہے

الہی یہ عالم ہے گلزار تیرا

ابن ابی الدنیاء نے ایک مُرسل روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ

صحابہ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے جو چپ چاپ بیٹھے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا بات ہے کس سوچ میں بیٹھے ہو؟ عرض کیا مخلوقات الہیہ کی سوچ میں ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں اللہ کی ذات میں غور نہ کیا کرو (کہ وہ وراز الوریہ ہے) اس کی مخلوقات میں غور کیا کرو۔ حضرت عائشہؓ سے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی عجیب بات سنا دیجئے۔ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات ایسی تھی جو عجیب نہ تھی۔ ایک مرتبہ رات کو تشریف لائے میرے بستر پر میرے لحاف میں لیٹ گئے پھر ارشاد فرمایا چھوڑ میں تو اپنے رب کی عبادت کروں۔ یہ فرما کر اٹھے وضو فرمایا اور نماز کی نیت باندھ کر رونا شروع کر دیا یہاں تک کہ آنسو سیدہ مبارک پر بہتے رہے پھر اسی طرح رکوع میں روتے رہے پھر سجدہ میں اسی طرح روتے رہے۔ ساری رات اسی طرح گزار دی حتیٰ کہ صبح کی نماز کے واسطے حضرت بلالؓ بلانے کے لئے آگئے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ تو بچے بچے بنائے ہیں پھر آپ اتنا کیوں روتے۔ ارشاد فرمایا کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ ہوں۔ پھر فرمایا میں کیوں نہ روتا حالانکہ آج یہ آیتیں نازل ہوئیں (یعنی آیات بلا ان فی خلق السموات والارض من فتناء عذاب النار تک) پھر فرمایا کہ ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو ان کو پڑھے اور غور و فکر نہ کرے۔ عامر بن عبد قیسؓ کہتے ہیں کہ میں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سنا ہے ایک سے دو سے تین سے نہیں (بلکہ ان سے زیادہ سے سنا ہے) کہ ایمان کی روشنی اور ایمان کا نور غور و فکر ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی چھت پر لیٹا ہوا آسمان اور ستاروں کو دیکھ رہا تھا پھر کہنے لگا خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ تمہارا پیدا کرنے والا بھی کوئی ضرور ہے اے اللہ تو میری مغفرت فرما دے۔ نظر رحمت اس کی طرف متوجہ ہوئی اور اس کی مغفرت ہو گئی۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک ساعت کا غور تمام رات کی عبادت سے افضل ہے۔ حضرت ابو ذرؓ اور حضرت انسؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے حضرت انسؓ سے یہ بھی نقل کیا گیا کہ ایک ساعت کا غور ان چیزوں میں اتنی سال کی عبادت سے افضل ہے۔ اہم دردار سے کسی نے پوچھا کہ ابو ذرؓ کی افضل ترین عبادت کیا تھی۔ فرمایا غور و فکر۔ بروایت ابو ہریرہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہ نقل کیا گیا ہے کہ ایک ساعت کا غور و فکر ساٹھ برس کی عبادت سے افضل ہے لیکن ان روایتوں کا یہ مطلب نہیں کہ پھر عبادت کی ضرورت نہیں رہتی۔ ہر عبادت اپنی جگہ جو درجہ رکھتی ہے فرض ہو یا واجب۔ سنت ہو یا مستحب اس کے چھوڑنے پر اسی درجہ کی وعید عذاب یا ملامت ہوگی جس درجہ کی وہ عبادت ہوگی۔



اہم غزالیؒ نے لکھا ہے کہ غور و فکر کو افضل عبادات اس لئے کہا گیا کہ اس میں معنی ذکر کے تو موجود ہوتے ہی ہیں۔ دو چیزوں کا اضافہ اور ہوتا ہے۔ ایک اللہ کی معرفت اس لئے کہ غور و فکر معرفت کی کنجی ہے دوسری اللہ کی محبت کہ فکر پر یہ مرتب ہوتی ہے۔ یہی غور و فکر ہے جس کو صوفیہ مراقبہ سے تعبیر فرماتے ہیں۔ بہت سی روایات سے اس کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ مُسْنَدُ ابُو یَعْلٰی میں بروایت حضرت عائشہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ وہ ذکر خفی جس کو فرشتے بھی نہ سُن سکیں ستر درجہ دو چند ہوتا ہے۔ جب قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہ تمام مخلوق کو حساب کے لئے جمع فرمائیں گے اور کراما کا تبین اعمال نامے لے کر آئیں گے تو ارشاد ہوگا کہ فلاں بندہ کے اعمال دیکھو کچھ اور باقی میں وہ عرض کریں گے کہ ہم نے کوئی بھی ایسی چیز نہیں چھوڑی جو لکھی نہ ہو اور محفوظ نہ ہو تو ارشاد ہوگا کہ ہمارے پاس اس کی ایسی نیکی باقی ہے جو تمھارے علم میں نہیں وہ ذکر خفی ہے۔ بیہقیؒ نے شعب میں حضرت عائشہؓ سے بھی یہ حدیث نقل کی ہے کہ جس ذکر کو فرشتے بھی نہ سُن سکیں وہ اس ذکر پر جس کو وہ سُنین، ستر درجے بڑھا ہوا ہے۔ یہی مراد ہے اُس شعر سے جس میں کہا گیا ہے ۵

میان عاشق و معشوق رمز ہے است  
کراما کا تبین راہم خبر نیست

کہ عاشق و معشوق میں ایسی رمز ہوتی ہے جس کی فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہوتی۔ کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کو ایک لحظہ بھی غفلت نہیں ہوتی کہ ان کی ظاہری عبادات تو اپنے اپنے اجر و ثواب حاصل کریں ہی گی، یہ ہر وقت کا ذکر و فکر پوری زندگی کے اوقات میں ستر گنا مزید برآں۔ یہی چیز ہے جس نے شیطان کو دق کر رکھا ہے۔ حضرت جنیدؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ انھوں نے ایک مرتبہ خواب میں شیطان کو بالکل ننگا دیکھا۔ انھوں نے فرمایا کہ تجھے شرم نہیں آتی کہ آدمیوں کے سامنے ننگا ہوتا ہے وہ کہنے لگا کہ یہ کوئی آدمی ہیں، آدمی وہ ہیں جو شونیز یہ کی مسجد میں بیٹھے ہیں جنھوں نے میرے بدن کو ڈبلا کر دیا اور میرے جگر کے کباب کر دیئے۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ میں شونیز یہ کی مسجد میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ چند حضرات گھٹنوں پر سر رکھے ہوئے مراقبہ میں مشغول ہیں۔ جب انھوں نے مجھے دیکھا تو کہنے لگے کہ خبیث کی باتوں سے کہیں دھوکہ میں نہ پڑ جانا۔ مسوحیؒ سے بھی اس کے قریب ہی نقل کیا گیا ہے۔ انھوں نے شیطان کو ننگا دیکھا۔ انھوں نے کہا تجھے آدمیوں کے درمیان اس طرح چلتے شرم نہیں آتی۔ کہنے لگا خدا کی قسم یہ آدمی نہیں۔ اگر یہ آدمی ہوتے تو میں ان کے ساتھ اس طرح نہ کھیلتا جس طرح لڑکے گیند سے کھیلتے ہیں۔ آدمی وہ لوگ ہیں جنھوں نے میرے بدن کو بیمار کر دیا اور صوفیہ کی جماعت کی طرف اشارہ کیا۔ ابُو یَعْنَدُ خُزَّار کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا



کہ شیطان نے مجھ پر حملہ کیا۔ میں لکڑی سے مارنے لگا۔ اس نے ذرا بھی پرواہ نہ کی۔ غیب سے ایک آواز آتی کہ یہ اس سے نہیں ڈرتا۔ یہ دل کے نور سے ڈرتا ہے حضرت سعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ بہترین ذکر ذکر خفی ہے اور بہترین رزق وہ ہے جو کفایت کا درجہ رکھتا ہو حضرت عبادہؓ نے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی نقل کیا ہے کہ بہترین ذکر ذکر خفی ہے اور بہترین رزق وہ ہے جو کفایت کا درجہ رکھتا ہو یعنی نہ کم ہو کہ گزر نہ ہو سکے نہ زیادہ ہو کہ تکبر اور فواحش میں مبتلا کرے، ابن جبانؓ اور ابو نعیمؓ نے اس حدیث کو صحیح بتایا ہے۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ اللہ کو ذکر خاہل سے یاد کیا کرو۔ کسی نے دریافت کیا کہ ذکر خاہل کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ مخفی ذکر۔ ان سب روایات سے ذکر خفی کی افضلیت معلوم ہوتی ہے اور ابھی قریب ہی وہ وقت گزر چکی جس میں مجنون کہنے کا ذکر گذرا ہے دونوں مستقل چیزیں ہیں جو حالات کے اعتبار سے مختلف ہیں، اس کو شیخ تجویز کرتا ہے کہ کس شخص کے لئے کس وقت کیا مناسب ہے۔

(۱۸) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَهْلٍ ابْنِ

حَنِيفٍ قَالَ تَزَلَّتْ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي

بَعْضِ أَبْيَاتِهِ وَأَصْبَحْتُ نَفْسًا مَعَ

الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْعُدْوَةِ

وَالْعِشِيِّ فَنَجَّحَ يَلْتَمِسُهُمْ فَوَجَدَ

قَوْمًا يَذْكُرُونَ اللَّهَ فِيهِمْ شَائِرُ

الرَّائِسِ وَجَافُ الْجِلْدِ وَذُو الثَّوْبِ

الْوَاحِدِ فَلَمَّا رَأَاهُمْ جَلَسَ مَعَهُمْ

وَقَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ فِي أُمَّتِي

مَنْ أَمَرَنِي أَنْ أَصْبِرَ لِنَفْسِي مَعَهُمْ

(اخرجه ابن جرير والطبرانی وابن

مردويه كذا في الدر)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دولت کد

میں تھے کآیت فاصبر نفسك نازل ہوئی

جس کا ترجمہ یہ ہے۔ اپنے آپ کو ان لوگوں

کے پاس بیٹھنے کا پابند کیجئے جو صبح شام اپنے

رب کو پکارتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

کے نازل ہونے پر ان لوگوں کی تلاش میں

نکلے ایک جماعت کو دیکھا کہ اللہ کے ذکر

میں مشغول ہے بعض لوگ ان میں بکھرے

ہوتے بالوں والے ہیں اور خشک کھالوں

والے اور صرف ایک کپڑے والے ہیں کہ

ننگے بدن ایک لٹھی صرف ان کے پاس ہے،

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا تو

ان کے پاس بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا کہ تمام

تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے میری امت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ خود مجھے ان

کے پاس بیٹھنے کا حکم ہے۔

ف: ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تلاش فرمایا تو مسجد کے آخری حصہ میں بیٹھے ہوئے پایا کہ ذکر اللہ میں مشغول تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے میری زندگی ہی میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ مجھے ان کے پاس بیٹھنے کا حکم ہے۔ پھر فرمایا تم ہی لوگوں کی ساتھ زندگی ہے اور تمھارے ہی ساتھ مرنا ہے یعنی مرنے جینے کے ساتھ اور رفیق تم ہی لوگ ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ وغیرہ حضرات صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت ذکر اللہ میں مشغول تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو یہ لوگ چُپ ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کیا کر رہے تھے عرض کیا، ذکر الہی میں مشغول تھے حضور صلی اللہ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ رحمت الہی تم لوگوں پر اتنی ہی ہے تو میرا بھی دل چاہا کہ آکر تمھارے ساتھ شرکت کروں۔ پھر ارشاد فرمایا کہ الحمد للہ اللہ جل شانہ نے میری اُمت میں ایسے لوگ پیدا کئے جن کے پاس بیٹھنے کا مجھے حکم ہوا۔ ابراہیمؑ بھی کہتے ہیں کہ الَّذِينَ يَدْعُونَ سے مراد ذکرین کی جماعت ہے۔ ان ہی جیسے احکام سے صوفیہ نے استنباط کیا ہے کہ مشائخ کو بھی مُریدین کے پاس بیٹھنا ضروری ہے کہ اس میں علاوہ فائدہ پہنچانے کے اختلاط سے شیخ کے نفس کے لئے بھی مجاہدۂ نامرہ ہے کہ غیر مُہذب لوگوں کی بدعنوانیوں کے تحمل اور برداشت سے نفس میں انقیاد پیدا ہوگا اس کی قوت میں انکار پیدا ہوگا۔ اس کے علاوہ قلوب کے اجتماع کو اللہ جل شانہ کی رحمت اور رافت کے متوجہ کرنے میں خاص دخل ہے اسی وجہ سے جماعت کی نماز شروع ہوتی اور یہی بڑی وجہ ہے کہ عرفات کے میدان میں سب حُجَّاج بیک حال ایک میدان میں اللہ کی طرف متوجہ کئے جاتے ہیں جیسا کہ ہمارے حضرت شاد ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حُجَّۃ اللہ البالغہ میں مُتَعَدِّد جگہ اس مضمون کو اہتمام سے ارشاد فرمایا ہے۔ یہ سب اس جماعت کے بارے میں ہے جو اللہ کا ذکر کرنے والی ہو کہ احادیث میں کثرت سے اس کی ترغیب آتی ہے اس کے بالمتقابل اگر کوئی شخص غافلین کی جماعت میں پھنس جائے اور اس وقت اللہ کے ذکر میں مشغول ہو تو اس کے بارے میں بھی احادیث میں کثرت سے فضائل آئے ہیں۔ ایسے موقع پر آدمی کو اور بھی زیادہ اہتمام اور توجہ سے اللہ کی طرف مشغول رہنا چاہیے تاکہ ان کی نحوست سے محفوظ رہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ غافلین کی جماعت میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے کہ جہاد میں بھاگنے والوں کی جماعت میں سے کوئی شخص جہم کر مقابلہ کرے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ غافلین میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے بھاگنے والوں کی طرف سے گُفار کا مقابلہ کرے۔

نیز وہ ایسا ہے جیسے اندھیرے گھر میں چراغ۔ نیز وہ ایسا ہے جیسے پت جھڑوا لے دھنوں میں کوئی شاداب سرسبز درخت ہو۔ ایسے شخص کو حق تعالیٰ شانہ اس کا جنت کا گھر پہلے ہی دکھا دیں گے اور ہر آدمی اور حیوان کے برابر اس کی مغفرت کی جاوے گی۔ یہ جب ہے کہ ان مجالس میں اللہ کے ذکر میں مشغول ہو ورنہ ایسی مجالس کی شرکت کی ممانعت آتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ عیشہ یعنی یارانہ کی مجالس سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ عزیز زہد کہتے ہیں یعنی ایسی مجالس سے جن میں غیر اللہ کا ذکر کثرت سے ہوتا ہو۔ لغویات اور لہو و لعب میں مشغولی ہوتی ہو۔ ایک بزرگ کہتے ہیں میں ایک مرتبہ بازار جارہا تھا ایک حبش باندی میرے ساتھ تھی۔ میں نے بازار میں ایک جگہ اس کو بٹھا دیا کہ میں واپسی میں اس کو لے لوں گا وہ وہاں سے چلی آئی جب میں نے واپسی پر اس کو وہاں نہ دیکھا تو مجھے غصہ آیا میں گھرواپس آیا تو وہ باندی آئی اور کہنے لگی میرے آقا خفگی میں جلدی نہ کریں۔ آپ مجھے ایسے لوگوں کے پاس چھوڑ گئے جو اللہ کے ذکر سے غافل تھے۔ مجھے یہ ڈر ہوا کہ ان پر کوئی عذاب نازل نہ ہو، وہ زمین میں دھنس نہ جائیں اور میں بھی ان کے ساتھ عذاب میں دھنس نہ جاؤں۔

(۱۹) عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا

يَذْكُرُ عَنْ رَبِّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى

أَذْكُرُنِي بَعْدَ الْعَصْرِ وَبَعْدَ الْفَجْرِ سَاعَةً

أَكْفِيكَ فِيْمَا بَيْنَهُمَا (اخرجه احمد

صدا فی الدرد)

ف: آخرت کے واسطے نہ ہی دنیا کے واسطے ہم لوگ کسی نیسی گمشدہ کر ڈالتے ہیں کیا بگڑ جائے، اگر تھوڑی سی درمیں اور عصر کے بعد اللہ کا ذکر بھی کر لیا کریں کہ احادیث میں کثرت سے ان دو وقتوں میں اللہ کے ذکر کے فضائل وارد ہوتے اور جب اللہ جل جلالہ کفایت کا وعدہ فرماتے ہیں پھر کسی دوسری چیز کی کیا ضرورت باقی ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں ایسی جماعت کے ساتھ بیٹھوں جو صبح کی نماز کے بعد آفتاب نکلنے تک اللہ کے ذکر میں مشغول ہو مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ چار عرب غلام آزاد کروں۔ اسی طرح ایسی جماعت کے ساتھ بیٹھوں جو عصر کی نماز کے بعد سے غروب تک اللہ کے ذکر میں مشغول رہے یہ زیادہ پسند ہے چار غلام آزاد



کرنے سے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص صبح کی نماز جماعت سے پڑھے پھر آفتاب نکلنے تک اللہ کے ذکر میں مشغول رہے اور پھر دو رکعت نفل پڑھے اس کو ایسا ثواب ملے گا جیسا کہ حج اور عمرہ پر ملتا ہے۔ اور حج اور عمرہ بھی وہ جو کامل ہو جھنور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں ایک جماعت کے ساتھ صبح کی نماز کے بعد سے آفتاب نکلنے تک ذکر میں مشغول رہوں یہ مجھے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔ اسی طرح عصر کی نماز کے بعد سے غروب تک ایک ایسی جماعت کے ساتھ ذکر میں مشغول رہوں یہ مجھے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ پسند ہے۔ ان ہی وجوہ سے صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد اوراد کا معمول ہے اور حضرات صوفیہ کے یہاں تو ان دونوں وقتوں کا خاص اہتمام ہے کہ صبح کی نماز کے بعد عموماً اشغال میں اہتمام فرماتے ہیں اور عصر کے بعد اوراد کا اہتمام کرتے ہیں بالخصوص فجر کے بعد فقہاء بھی اہتمام فرماتے ہیں۔ مَدُونہ میں امام مالکؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک باتیں کرنا مکروہ ہیں اور حنفیہ میں سے صاحب دُرُ مُخْتَار نے بھی اس وقت باتیں کرنا مکروہ لکھا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص صبح کی نماز کے بعد اُسی بیئیت سے بیٹھے ہوئے بولنے سے قبل یہ دعا دے مرتبہ پڑھے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اپنی ذات اور صفات میں اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں سارا ملک دنیا اور آخرت کا اُسی کا ہے اور جہنمی خوبیاں ہیں وہ اُسی پاک ذات کے لئے ہیں وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں دس بُرائیاں مُعَاف فرمائی جائیں اور جہنم میں دس درجے بلند کئے جائیں اور تمام دن شیطان سے اور مکروہات سے محفوظ رہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے جو صبح اور عصر کے بعد اَسْتَغْفِرُ اللَّهَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَالتَّوْبُ إِلَيْهِ مَرَّةً اُسی اللہ سے جو زندہ ہے ہمیشہ رہنے والا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اپنے گناہوں کی مغفرت مانگا ہوں اور اُسی کی طرف رجوع کرتا ہوں تو بہ کرتا ہوں، تین مرتبہ پڑھے۔ اس کے گناہ مُعَاف ہو جاتے ہیں خواہ سمند کے جھاگ برابر ہوں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ  
دُنْیَا مَلْعُونٌ ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے سب  
مَلْعُون (اللہ کی رحمت سے دور ہے) مگر اللہ

(۲۰) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الدُّنْيَا  
مَلْعُونَةٌ وَمَلْعُونٌ مَا فِيهَا إِلَّا ذَكَرَ اللَّهَ

کا ذکر اور وہ چیز جو اس کے قریب ہو اور عالم  
اور طالب علم۔

وَمَا دَالَاةٌ وَعَالِمًا وَمُتَعَلِّمًا۔

(رواد الترمذی و ابن ماجہ والبیہقی وقال الترمذی حدیث حسن کذا فی الترغیب و تذکرہ  
فی الجامع الصغیر بروایۃ ابن ماجہ ورقم له بالحن و ذکرہ فی مجمع الزوائد بروایۃ  
الطبرانی فی الاوسط عن ابن مسعود و کذا السیوطی فی الجامع الصغیر و ذکرہ بروایۃ  
البزار عن ابن مسعود بلفظ اِلَّا اَمْرًا بِمَعْرُوفٍ اَوْ نَهْيًا عَنْ مُنْكَرٍ اَوْ ذِكْرًا لِلّٰهِ وَ رَقْم  
له بالصحة)

**ف:** اس کے قریب ہونے سے مراد ذکر کے قریب ہونا بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت  
میں وہ چیزیں مراد ہوں گی جو اللہ کے ذکر میں مبعین و مددگار ہوں جن میں کھانا پینا بھی بقدر ضرورت  
داخل ہے اور زندگی کے اسباب ضروری بھی اس میں داخل ہیں اور اس صورت میں اللہ کا ذکر ہر چیز  
کو جو عبادت کی قبیل سے ہو شامل ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے قریب ہونے سے اللہ کا ذکر  
مراد ہو تو اس صورت میں ساری عبادتیں اس میں داخل ہوں گی اور اللہ کے ذکر سے مخصوص ذکر مراد  
ہوگا اور دونوں صورتوں میں علم ان میں خود داخل ہو گیا تھا۔ پہلی صورت میں اس وجہ سے کہ علم ہی اللہ  
کے ذکر کے قریب لے جاتا ہے کہ بے علم نتواں خدا را شناخت (بغیر علم کے اللہ کو پہچان نہیں سکتا)  
اور دوسری صورت میں اس وجہ سے کہ علم سے بڑھ کر کون سی عبادت ہوگی لیکن اس کے باوجود پھر عالم اور طالب علم  
کو علیحدہ اہتمام کی وجہ سے فرمایا کہ علم بہت ہی بڑی دولت ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ علم کا صرف اللہ کے لئے سیکھنا اللہ کے خوف کے حکم میں ہے اور  
اس کی طلب (یعنی تلاش کے لئے نہیں جانا) عبادت ہے اور اس کا یاد کرنا تسبیح ہے اور اس کی تحقیقات  
میں بحث کرنا جہاد ہے اور اس کا پڑھنا صدقہ ہے اور اس کا اہل پر خرچ کرنا اللہ کے یہاں قربت  
ہے اس لئے کہ علم جائز ناجائز کے پہچاننے کے لئے علامت ہے اور جنت کے راستوں کا نشان ہے  
و حشت میں جی بھلانے والا ہے اور سفر کا ساتھی ہے (کہ کتاب کا دیکھنا دونوں کام دیتا ہے اسی طرح  
تنہائی میں ایک محبت ہے خوشی اور رنج میں دلیل ہے۔ دشمنوں پر ہتھیار ہے دوستوں کے لئے  
حق تعالیٰ شائد اس کی وجہ سے ایک جماعت (علماء) کو بلند مرتبہ کرتا ہے کہ وہ خیر کی طرف بلانے  
والے ہوتے ہیں اور ایسے امام ہوتے ہیں کہ ان کے نشان قدم پر چلا جائے اور ان کے افعال کا اتباع  
کیا جائے ان کی رائے کی طرف رجوع کیا جائے۔ فرشتے ان سے دوستی کرنے کی رغبت کرتے ہیں۔

اپنے پردوں کو برکت حاصل کرنے کے لئے یا محبت کے طور پر ان پر ملتے ہیں اور ہر ترازو خشک چیز دنیا کی ان کے لئے اللہ سے مغفرت کی دعا کرتی ہے حتیٰ کہ سمندر کی مچھلیاں اور جنگل کے درندے اور چوپائے اور زہریلے جانور (سانپ وغیرہ) تک بھی دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں اور یہ سب اس لئے کہ علم دلوں کی روشنی ہے آنکھوں کا نور ہے۔ علم کی وجہ سے بندہ اُمت کے بہترین افراد تک پہنچ جاتا ہے دنیا اور آخرت کے بلند مرتبوں کو حاصل کر لیتا ہے اُس کا مطالعہ روزوں کے برابر ہے اُس کا یاد کرنا تہجد کے برابر ہے۔ اُسی سے رشتے جوڑے جلتے ہیں اور اسی سے حلال و حرام کی پہچان ہوتی ہے۔ وہ عمل کا امام ہے اور عمل اس کا تابع ہے۔ سید لوگوں کو اس کا الہام کیا جاتا ہے اور بد بخت اس سے محروم رہتے ہیں۔ اس حدیث پر مجموعی طور سے بعض نے کلام کیا ہے لیکن جس قسم کے فضائل اس میں ذکر کئے گئے ہیں ان کی تائید دوسری روایات سے بھی ہوتی ہے نیز ان کے علاوہ اور بہت سے فضائل حدیث کی کتابوں میں بکثرت آئے ہیں اس وجہ سے عالم اور طالب علم کو خاص طور سے حدیث بالا میں ذکر فرمایا ہے۔ حافظ ابن قیمؒ ایک مشہور محدث ہیں انھوں نے ایک مبسوط رسالہ عربی میں اَلْاَوَّلُ الصَّيْبُ کے نام سے ذکر کے فضائل میں تصنیف کیا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ ذکر میں تو سبھی زیادہ فائدے ہیں ان میں سے نمبر وار اُن اسی فائدے انہوں نے ذکر فرمائے ہیں جن کو مختصراً اس جگہ ترتیب وار نقل کیا جاتا ہے۔ اور چونکہ بہت سے فوائد ان میں ایسے ہیں جو کئی کئی فائدوں کو شامل ہیں اس لحاظ سے یہ سب سے زیادہ کو مشتمل ہیں۔

- ۱) ذکر شیطان کو دفع کرتا ہے اور اس کی قوت کو توڑتا ہے ۲) اللہ جلّ جلالہ کی خوشنودی کا سبب ہے ۳) دل سے فکرو غم کو دور کرتا ہے ۴) دل میں فرحت سرور اور اُنبساط پیدا کرتا ہے ۵) بدن کو اور دل کو قوت بخشتا ہے ۶) چہرہ اور دل کو منور کرتا ہے ۷) رزق کو کھینچتا ہے ۸) ذکر کرنے والے کو ہیبت اور خلّات کا لباس پہناتا ہے یعنی اس کے دیکھنے سے رعب پڑتا ہے اور دیکھنے والوں کو خلّات نصیب ہوتی ہے ۹) اللہ تعالیٰ شانہ کی محبت پیدا کرتا ہے اور محبت ہی اسلام کی روح اور دین کا مرکز ہے اور سعادت اور نجات کا مدار ہے جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ کی محبت تک اس کی رسائی ہو اس کو چاہیے کہ اس کے ذکر کی کثرت کرے جیسا کہ پڑھنا اور تکرار کرنا علم کا دروازہ ہے اسی طرح اللہ کا ذکر اس کی محبت کا دروازہ ہے ۱۰) ذکر سے مراقبہ نصیب ہوتا ہے جو مرتبہ احسان تک پہنچا دیتا ہے یہی مرتبہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسی نصیب ہوتی ہے گویا اللہ جلّ شانہ کو دیکھ رہا ہے (یہی مرتبہ صوفیہ کا مہتاب ہے مقصد



ہوتا ہے، (۱۱) اللہ کی طرف رجوع پیدا کرتا ہے جس سے رفتہ رفتہ یہ نوبت آجاتی ہے کہ ہر چیز میں حق تعالیٰ شانہ اس کی جانے پناہ اور ماویٰ و ملجأ بن جلتے ہیں اور ہر مصیبت میں اسی کی طرف توجہ ہو جاتی ہے (۱۲) اللہ کا قرب پیدا کرتا ہے اور جتنا ذکر میں اضافہ ہوتا ہے اتنا ہی قرب میں اضافہ ہوتا ہے اور جتنی غفلت ہوتی ہے اتنی ہی اللہ سے دوری ہوتی ہے (۱۳) اللہ کی معرفت کا دروازہ کھولتا ہے (۱۴) اللہ جلّ شانہ کی ہیبت اور اس کی بڑائی دل میں پیدا کرتا ہے اور اللہ کے ساتھ حضوری پیدا کرتا ہے (۱۵) اللہ جلّ شانہ کی بارگاہ میں ذکر کا سبب ہے چنانچہ کلام پاک میں ارشاد ہے فَادْكُرْهُ فِيْ اَذْكُرْكُمْ اور حدیث میں وارد ہے مَنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِيْ نَفْسِيْ (الحديث) چنانچہ آیات اور احادیث کے بیان میں پہلے مفصل گزر چکا ہے اگر ذکر میں اس کے سوا اور کوئی بھی فضیلت نہ ہوتی تب بھی شرافت اور کرامت کے اعتبار سے یہی ایک فضیلت کافی تھی چہ جائیکہ اس میں اور بھی بہت سی فضیلتیں ہیں (۱۶) دل کو زندہ کرتا ہے۔ حافظ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ اللہ کا ذکر دل کے لئے ایسا ہے جیسا مچھلی کے لئے پانی خود غور کر لو کہ بغیر پانی کے مچھلی کا کیا حال ہوتا ہے (۱۷) دل اور روح کی روزی ہے اگر ان دونوں کو اپنی روزی نہ ملے تو ایسا ہے جیسا کہ بدن کو اس کی روزی (یعنی کھانا) نہ ملے (۱۸) دل کو زنگ سے صاف کرتا ہے جیسا کہ حدیث میں بھی وارد ہوا ہے ہر چیز پر اس کے مناسب زنگ اور میل کچل ہوتا ہے دل کا میل اور زنگ خواہشات اور غفلت ہیں یہ اس کے لئے صفائی کا کام دیتا ہے (۱۹) لغزشوں اور خطاؤں کو دور کرتا ہے (۲۰) بندہ کو اللہ جلّ شانہ سے جو وحشت ہو جاتی ہے اس کو دور کرتا ہے کہ غافل کے دل پر اللہ کی طرف سے ایک وحشت رہتی ہے جو ذکر ہی سے دور ہوتی ہے (۲۱) جو اذکار بندہ کرتا ہے وہ عرش کے چاروں طرف بندہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہے (باب نمبر ۲ فصل نمبر ۲ حدیث نمبر ۱۷) (۲۲) جو شخص راحت میں اللہ جلّ شانہ کا ذکر کرتا ہے اللہ جلّ شانہ مصیبت کے وقت اس کو یاد کرتا ہے (۲۳) اللہ کے عذاب سے نجات کا ذریعہ ہے (۲۴) سکینہ اور رحمت کے اترنے کا سبب ہے اور فرشتے ذکر کرنے والے کو گھیر لیتے ہیں (سکینہ کے معنی باب اند کی فصل نمبر ۲ حدیث نمبر ۸ میں گزر چکے ہیں) (۲۵) اس کی برکت سے زبان غیبت، چغل خوری، جھوٹ، بدگوئی، لغو گوئی سے محفوظ رہتی ہے چنانچہ تجربہ اور مشاہدہ سے ثابت ہے کہ جس شخص کی زبان اللہ کے ذکر کی عادی ہو

جاتی ہے وہ اُن اشیاء سے عموماً محفوظ رہتا ہے اور جس کی زبان عادی نہیں ہوتی ہر نوع کی لغویات میں مبتلا رہتا ہے (۷۶) ذکر کی مجلسیں فرشتوں کی مجلسیں ہیں اور لغویات اور غفلت کی مجلسیں شیطان کی مجلسیں ہیں اب آدمی کو اختیار ہے جس قسم کی مجلسوں کو چاہے پسند کر لے اور ہر شخص اسی کو پسند کرتا ہے جس سے مناسبت رکھتا ہے (۷۷) ذکر کی وجہ سے ذکر کرنے والا بھی سعید (نیک نعت) ہوتا ہے اور اس کے پاس بیٹھنے والا بھی اور غفلت یا لغویات میں مبتلا ہونے والا خود بھی بد بخت ہوتا ہے اور اس کے پاس بیٹھنے والا بھی (۷۸) قیامت کے دن حسرت سے محفوظ رہتا ہے اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ ہر وہ مجلس جس میں اللہ کا ذکر نہ ہو قیامت کے دن حسرت اور نقصان کا سبب ہے (۷۹) ذکر کے ساتھ اگر تنہائی کا رونا بھی نصیب ہو جائے تو قیامت کے دن کی تپش اور گرمی میں جب کہ ہر شخص میدانِ حشر میں پلہلا رہا ہوگا، یہ عرش کے سایہ میں ہوگا (۸۰) ذکر میں مشغول رہنے والوں کو ان سب چیزوں سے زیادہ ملتا ہے جو دعائیں مانگنے والوں کو ملتی ہیں حدیث میں اللہ جل شانہ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جس شخص کو میرے ذکر کرنے دعا سے روک دیا اس کو میں دعائیں مانگنے والوں سے افضل عطا کروں گا (۸۱) باوجود سہل ترین عبادت ہونے کے تمام عبادتوں سے افضل ہے اس لئے کہ زبان کو حرکت دینا بدن کے اور تمام اعضاء کو حرکت دینے سے سہل ہے (۸۲) اللہ کا ذکر جنت کے پودے ہیں (چنانچہ بابِ فضل حدیث میں مفصل آ رہا ہے) (۸۳) جس قدر بخشش اور انعام کا وعدہ اس پر ہے اتنا کسی اور عمل پر نہیں ہے چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ستوں مرتبہ کسی دن پڑھے تو اس کے لئے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ہوتا ہے اور ستوں نیکیاں اُس کے لئے لکھی جاتی ہیں اور ستوں بُرائیاں اُس سے معاف کر دی جاتی ہیں اور شام تک شیطان سے محفوظ رہتا ہے اور دوسرا کوئی شخص اس سے افضل نہیں ہوتا مگر وہ شخص کہ جو اس سے زیادہ عمل کرے اسی طرح اور بہت سی احادیث ہیں جن سے ذکر کا افضل اعمال ہونا معلوم ہوتا ہے (اور بہت سی اُن میں سے اس رسالہ میں مذکور ہیں) (۸۴) دوام ذکر کی بدولت اپنے نفس کو بھولنے سے امن نصیب ہوتا ہے جو سبب ہے دارین کی شقاوت کا اس لئے کہ اللہ کی یاد کو بھلا دینا سبب ہوتا ہے خود اپنے نفس کے بھلا دینے کا اور اپنے تمام مصلح کے بھلا دینے کا۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝ (سورہ حشر رکوع ۳۔ تم اُن لوگوں کی طرح نہ بنو جنہوں نے اللہ سے بے پروائی کی پس اللہ نے اُن کو



اپنی جانوں سے بے پرواہ کر دیا یعنی ان کی عقل ایسی ماری گئی کہ اپنے حقیقی نفع کو نہ سمجھا، اور جب آدمی اپنے نفس کو بھلا دیتا ہے تو اس کی مصالح سے غافل ہو جاتا ہے اور یہ سبب ہلاکت کا بن جاتا ہے جیسا کہ کسی شخص کی کھیتی یا باغ ہو اور اس کو بھول جاتے اس کی خبر گیری نہ کرے تو لامحالہ وہ ضائع ہو گا۔ اور اس سے امن جب ہی مل سکتا ہے جب اللہ کے ذکر سے زبان کو ہر وقت تروتازہ رکھے اور ذکر اس کو ایسا محبوب ہو جائے جیسا کہ پیاس کی شدت کے وقت پانی اور بھوک کے وقت کھانا اور سخت گرمی اور سخت سردی کے وقت مکان اور لباس، بلکہ اللہ کا ذکر اس سے زیادہ کا مستحق ہے اس لئے کہ ان اشیاء کے نہ ہونے سے بدن کی ہلاکت ہے جو روح کی اور دل کی ہلاکت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے۔

(۳۵) ذکر آدمی کی ترقی کرتا رہتا ہے بستر پر بھی اور بازار میں بھی، صحت میں بھی اور بیماری میں بھی، نعمتوں اور لذتوں کے ساتھ مشغولی میں بھی، اور کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو ہر وقت ترقی کا سبب بنتی ہو حتیٰ کہ جس کا دل نور ذکر سے منور ہو جاتا ہے وہ سوتا ہوا بھی غافل شب بیداروں سے بڑھ جاتا ہے (۳۶) ذکر کا نور دنیا میں بھی ساتھ رہتا ہے اور قبر میں بھی ساتھ رہتا ہے اور آخرت میں پل صراط پر آگے آگے چلتا ہے حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے اَوْ مَن كَانَ مَيِّتًا فَآخِزْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَن مَّثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا (سورہ انعام) کوئی ایسا شخص جو پہلے مردہ یعنی گمراہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ یعنی مسلمان بنا دیا اور اس کو ایسا نور دے دیا کہ وہ اس نور کو لئے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے یعنی وہ نور ہر وقت اُس کے ساتھ رہتا ہے کیا ایسا شخص بد حالی میں اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو گمراہیوں کی تاریکیوں میں گھرا ہو کہ ان سے نکلے ہی نہیں پاتا، پس اول شخص مومن ہے جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی محبت اور اس کی معرفت اور اس کے ذکر سے منور ہے اور دوسرا شخص ان چیزوں سے خالی ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ نور نہایت مہتمم بالشان چیز ہے اور اسی میں پوری کامیابی ہے اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طلب اور دُعائیں مُبالغہ فرمایا کرتے تھے اور اپنے ہر ہر جُز میں نور کو طلب فرماتے تھے چنانچہ احادیث میں متعدد دُعائیں ایسی ہیں جن میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دُعا فرمائی ہے کہ حق تعالیٰ شانہ آپ کے گوشت میں ہڈیوں میں پٹھوں میں بال میں کھال میں کان میں آنکھ میں اوپر نیچے دائیں بائیں آگے پیچھے نور ہی نور کر دے حتیٰ کہ یہ بھی دُعا کی کہ خود مجھی کو سرتاپا نور بنا دے کہ آپ کی ذات ہی نور بن جلتے اسی نور کی بقدر اعمال میں نور ہوتا ہے حتیٰ کہ بعض لوگوں کے نیک عمل ایسی حالت میں آسمان پر جاتے ہیں کہ اُن پر آفتاب جیسا نور ہوتا ہے اور ایسا ہی نور اُن کے چہروں پر قیامت کے دن ہو گا۔



(۳۷) ذکر تصوف کا اصل اصول ہے اور تمام صوفیہ کے سب طریقوں میں رائج ہے جس شخص کے لئے ذکر کا دروازہ کھل گیا ہے اس کے لئے اللہ جل شانہ تک پہنچنے کا دروازہ کھل گیا۔ اور جو اللہ جل شانہ تک پہنچ گیا وہ جو چاہتا ہے پاتا ہے کہ اللہ جل شانہ کے پاس کسی چیز کی بھی کمی نہیں ہے (۳۸) آدمی کے دل میں ایک گوشہ ہے جو اللہ کے ذکر کے علاوہ کسی چیز سے بھی پُر نہیں ہوتا اور جب ذکر دل پر مسلط ہو جاتا ہے تو وہ نہ صرف اس گوشہ کو پُر کرتا ہے بلکہ ذکر کرنے والے کو بغیر مال کے عنی کر دیتا ہے اور بغیر کنبہ اور جماعت کے لوگوں کے دلوں میں عزت والا بنا دیتا ہے اور بغیر سلطنت کے بادشاہ بنا دیتا ہے اور جو شخص ذکر سے غافل ہوتا ہے وہ باوجود مال و دولت، کنبہ اور حکومت کے ذلیل ہوتا ہے (۳۹) ذکر پراگندہ کو مجتمع کرتا ہے اور مجتمع کو پراگندہ کرتا ہے دور کو قریب کرتا ہے اور قریب کو دور کرتا ہے۔ پراگندہ کو مجتمع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے دل پر جو مشغور ہوں غموم غموم تفکرات پریشانیاں ہوتی ہیں اُن کو دور کر کے جمعیت خاطر پیدا کرتا ہے اور مجتمع کو پراگندہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی پر جو تفکرات مجتمع ہیں اُن کو مشغور کر دیتا ہے اور آدمی کی جو لغزشیں اور گناہ جمع ہو گئے ہیں اُن کو پراگندہ کر دیتا ہے اور جو شیطان کے لشکر آدمی پر مسلط ہیں اُن کو پراگندہ کر دیتا ہے اور آخرت کو جو دور ہے قریب کر دیتا ہے اور دنیا کو جو قریب ہے دور کر دیتا ہے (۴۰) ذکر آدمی کے دل کو نیند سے جگاتا ہے غفلت سے چوکتا کرتا ہے اور دل جب تک سوتا رہتا ہے اپنے سارے ہی منافع کھوتا رہتا ہے (۴۱) ذکر ایک درخت ہے جس پر معارف کے پھل لگتے ہیں صوفیہ کی اصطلاح میں احوال اور مقامات کے پھل لگتے ہیں اور جتنی بھی ذکر کی کثرت ہوگی اتنی ہی اس درخت کی جڑ مضبوط ہوگی اور جتنی جڑ مضبوط ہوگی اتنے ہی زیادہ پھل اس پر آئیں گے (۴۲) ذکر اُس پاک ذات کے قریب کر دیتا ہے جس کا ذکر کر رہا ہے حتیٰ کہ اس کے ساتھ معیت نصیب ہو جاتی ہے چنانچہ قرآن پاک میں ہے إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا اللَّهَ وَاللَّهُ مَعَ الْمُتَّقِينَ (اللہ جل شانہ متقیوں کے ساتھ ہے) اور حدیث میں وارد ہے اَنَا مَعَ عَبْدِي مَا ذَكَرَنِي (میں اپنے بندے کے ساتھ رہتا ہوں جب تک وہ میرا ذکر کرتا ہے) ایک حدیث میں ہے کہ میرا ذکر کرنے والے میرے آدمی ہیں میں اُن کو اپنی رحمت سے دور نہیں کرتا اگر وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتے رہیں تو میں اُن کا حبیب ہوں اور اگر وہ توبہ نہ کریں تو میں اُن کا بلیغ ہوں کہ اُن کو پریشانیوں میں مبتلا کرتا ہوں تاکہ اُن کو گناہوں سے پاک کر دوں۔ نیز ذکر کی وجہ سے جو اللہ جل شانہ کی معیت نصیب ہوتی ہے وہ ایسی معیت ہے جس کے برابر کوئی دوسری معیت نہیں ہے نہ وہ زبان سے تعبیر ہو سکتی ہے نہ تحریر میں آ سکتی ہے اس کی لذت وہی جان سکتا ہے جس کو

یہ نصیب ہو جاتی ہے (اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي مِنْهُ شَيْئًا) (۴۳) ذکر غلاموں کے آزاد کرنے کے برابر ہے، مالوں کے خرچ کرنے کے برابر ہے، اللہ کے راستے میں جہاد کے برابر ہے (بہت سی روایات میں اس قسم کے مضامین گزر چکے ہیں اور آئندہ بھی آنے والے ہیں) (۴۴) ذکر شکر کی جڑ ہے جو اللہ کا ذکر نہیں کرتا وہ شکر بھی ادا نہیں کرتا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ جلّ جلالہ سے عرض کیا آپ نے مجھ پر بہت احسانات کئے ہیں مجھے بتا دیجئے کہ میں آپ کا بہت شکر ادا کر دوں۔ اللہ جلّ جلالہ نے ارشاد فرمایا کہ جتنا بھی تم میرا ذکر کرو گے اتنا ہی شکر ادا ہو گا۔ دوسری حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ درخواست ذکر کی گئی ہے کہ یا اللہ تیری شان کے مناسب شکر کس طرح ادا ہو۔ اللہ جلّ جلالہ نے فرمایا کہ تمھاری زبان ہر وقت ذکر کے ساتھ تر و تازہ رہے (۴۵) اللہ کے نزدیک پرہیزگار لوگوں میں زیادہ معزز وہ لوگ ہیں جو ذکر میں ہر وقت مشغول رہتے ہوں اس لئے کہ تقویٰ کا منہا جنت ہے اور ذکر کا منہا اللہ کی رحمت ہے (۴۶) دل میں ایک خاص قسم کی قنوت (سختی) ہے جو ذکر کے علاوہ کسی چیز سے بھی نرم نہیں ہوتی (۴۷) ذکر دل کی بیماریوں کا علاج ہے (۴۸) ذکر اللہ کے ساتھ دوستی کی جڑ ہے اور ذکر سے غفلت اس کے ساتھ دشمنی کی جڑ ہے (۴۹) اللہ کے ذکر کے برابر کوئی چیز نعمتوں کی کھینچنے والی اور اللہ کے عذاب کو ہٹانے والی نہیں ہے (۵۰) ذکر کرنے والے پر اللہ کی صلوٰۃ (رحمت) اور فرشتوں کی صلوٰۃ (دُعا) ہوتی ہے (۵۱) جو شخص یہ چاہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے بھی جنت کے باغوں میں رہے وہ ذکر کی مجالس میں بیٹھے کیونکہ یہ مجالس جنت کے باغ ہیں (۵۲) ذکر کی مجلسیں فرشتوں کی مجلسیں ہیں (احادیث مذکورہ میں مضمون مفصل گزر چکا ہے) (۵۳) اللہ جلّ شانہ ذکر کرنے والوں پر فرشتوں کے سامنے فخر کرتے ہیں (۵۴) ذکر پر ملاؤ مت کرنے والا جنت میں بہتا ہوا داخل ہو گا (۵۵) تمام اعمال اللہ کے ذکر ہی کے واسطے مقرر کئے گئے ہیں (۵۶) تمام اعمال میں وہی عمل افضل ہے جس میں ذکر کثرت سے کیا جائے روزوں میں وہ روزہ افضل ہے جس میں ذکر کی کثرت ہو۔ حج میں وہ حج افضل ہے جس میں ذکر کی کثرت ہو۔ اسی طرح اور اعمال جہاد وغیرہ کا حکم ہے (۵۷) یہ نوافل اور دوسری نفل عبادات کے قائم مقام ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ فقراء نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ یہ مالدار لوگ بڑے بڑے درجے حاصل کرتے ہیں یہ روزے نماز میں ہمارے شریک ہیں اور اپنے مالوں کی وجہ سے حج عمرہ جہاد میں ہم سے سبقت لے جاتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تمھیں ایسی چیز بتاؤں جس سے کوئی شخص



تم تک نہ پہنچ سکے مگر وہ شخص جو یہ عمل کرے۔ اس کے بعد حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہر نماز کے بعد  
سُبْحَانَ اللہِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ اَكْبَرُ پڑھنے کو فرمایا جیسا کہ باب نمبر ۳ فصل نمبر ۲ حدیث نمبر ۱  
میں آ رہا ہے، کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حج عمرہ جہاد وغیرہ ہر عبادت کا بدل ذکر کو قرار دیا ہے۔  
(۵۸) ذکر دوسری عبادت کے لئے بڑا معین و مددگار ہے کہ اس کی کثرت سے ہر عبادت  
محبوب بن جاتی ہے اور عبادات میں لذت آنے لگتی ہے اور کسی عبادت میں بھی مشقت اور  
بار نہیں رہتا (۵۹) ذکر کی وجہ سے ہر مشقت آسان بن جاتی ہے اور ہر دشوار چیز سہل ہو جاتی  
ہے اور ہر قسم کے بوجھ میں خفت ہو جاتی ہے اور ہر مصیبت زائل ہو جاتی ہے (۶۰) ذکر کی وجہ  
سے دل سے خوف دہراں دور ہو جاتا ہے ڈر کے مقام پر اطمینان پیدا کرنے اور خوف کے زائل  
کرنے میں اللہ کے ذکر کو خصوصی دخل ہے اور اس کی یہ خاص تاثیر ہے جتنی ہی ذکر کی کثرت ہوگی اتنا  
ہی اطمینان نصیب ہوگا اور خوف زائل ہوگا (۶۱) ذکر کی وجہ سے آدمی میں ایک خاص قوت  
پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے ایسے کام اُس سے صادر ہونے لگتے ہیں جو دشوار نظر آتے ہیں حضور  
اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ کو جب انہوں نے چکی کی مشقت اور  
کاروبار کی دشواری کی وجہ سے ایک خادم طلب کیا تو سوتے وقت سُبْحَانَ اللہِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ  
۳۳۰ مرتبہ اور اللہ اَكْبَرُ ۳۳ مرتبہ پڑھنے کا حکم فرمایا تھا اور یہ ارشاد فرمایا تھا کہ یہ  
خادم سے بہتر ہے۔ (۶۲) آخرت کے لئے کام کرنے والے سب دوڑ رہے ہیں اور اس  
دوڑ میں ذاکرین کی جماعت سب سے آگے ہے۔ عمر مویٰ مغفرۃ سے نقل کیا گیا ہے کہ قیامت  
میں جب لوگوں کو اعمال کا ثواب ملے گا تو بہت سے لوگ اس وقت حسرت کریں گے کہ ہم نے  
ذکر کا اہتمام کیوں نہ کیا کہ سب سے زیادہ سہل عمل تھا۔ ایک حدیث میں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم  
کا ارشاد نقل کیا ہے کہ مُفَرِّدِ لَوْگ آگے بڑھ گئے صحابہؓ نے عرض کیا کہ مُفَرِّدِ لَوْگ کون ہیں حضور صَلَّی  
اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ ذکر پر مٹنے والے کہ ذکر ان کے بوجھوں کو ہلکا کر دیتا ہے (۶۳)  
ذکر کرنے والے کی اللہ تعالیٰ شانہ تصدیق کرتے ہیں اور اس کو سچا بتاتے ہیں اور جس شخص کو اللہ  
تعالیٰ خود سچا بتائیں اس کا حشر جھوٹوں کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ  
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاللہُ اَكْبَرُ کہتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں میرے بندے نے سچ کہا میرے  
سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں سب سے بڑا ہوں (۶۴) ذکر سے جنت میں گھر تعمیر ہوتے ہیں  
جب بندہ ذکر سے رُک جاتا ہے تو فرشتے تعمیر سے رُک جاتے ہیں جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ



فلاں تعمیر تم نے کیوں روک دی تو وہ کہتے ہیں کہ اس تعمیر کا خرچ ابھی تک آیا نہیں ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ سات مرتبہ پڑھے ایک گنبد اس کے لئے جنت میں تعمیر ہو جاتا ہے (۶۵) ذکر جہنم کے لئے آڑ بن کر عمل کی وجہ سے جہنم کا مستحق ہو جاتے تو ذکر درمیان میں آڑ بن جاتا ہے اور جتنی ذکر کی کثرت ہوگی اتنی ہی پختہ آڑ ہوگی۔ (۶۶) ذکر کرنے والے کے لئے فرشتے استغفار کرتے ہیں حضرت عُمَرُ بْنُ الْعَاصِ رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا گیا ہے کہ جب بندہ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ کہتا ہے یا اَلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ کہتا ہے تو فرشتے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ اس کی مغفرت فرما۔ (۶۷) جس پہاڑ پر یا میدان میں اللہ کا ذکر کیا جاتے وہ فخر کرتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ کو آواز دے کر پوچھتا ہے کہ کوئی ذکر کرنے والا تجھ پر آج گزرا ہے اگر وہ کہتا ہے کہ گزرا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے (۶۸) ذکر کی کثرت نفاق سے بری ہونے کا اطمینان (اور سند) ہے۔ کیونکہ اللہ جلّ شانہ نے منافقوں کی صفت یہ بیان کی ہے کہ لَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا (نہیں ذکر کرتے اللہ کا مگر تھوڑا سا) کعبہ اخبار سے نقل کیا گیا ہے کہ جو کثرت سے اللہ کا ذکر کرے وہ نفاق سے بری ہے (۶۹) تمام نیک اعمال کے مقابلہ میں ذکر کے لئے ایک خاص لذت ہے جو کسی عمل میں بھی نہیں پائی جاتی اگر ذکر میں اس لذت کے سوا کوئی بھی فضیلت نہ ہوتی تو یہی چیز اس کی فضیلت کے لئے کافی تھی۔ مالک بن دینار کہتے ہیں کہ لذت پانے والے کسی چیز میں بھی ذکر کے برابر لذت نہیں پاتے (۷۰) ذکر کرنے والوں کے چہرہ پر دنیا میں رونق اور آخرت میں نور ہوگا (۷۱) جو شخص راستوں میں اور گھروں میں سفر میں اور حضر میں کثرت سے ذکر کرے قیامت میں اس کے گواہی دینے والے کثرت سے ہوں گے۔ حق تعالیٰ شانہ قیامت کے دن کے بارے میں فرماتے ہیں يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا (اس دن زمین اپنی خبریں بیان کرے گی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جانتے ہو اس کی خبریں کیا ہیں صحابہ نے لاعلمی ظاہر کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس مرد و عورت نے جو کام زمین پر کیا ہے وہ بتائے گی کہ فلاں دن فلاں وقت مجھ پر یہ کام کیا ہے (نیک ہو یا برا) اس لئے مختلف جگہوں میں کثرت سے ذکر کرنے والوں کے گواہ بھی بکثرت ہوں گے (۷۲) زبان جتنی دیر ذکر میں مشغول رہے گی لغویات، جھوٹ غیبت وغیرہ سے محفوظ رہے گی اس لئے کہ زبان چپ تو رہتی ہی نہیں یا ذکر اللہ میں مشغول ہوگی وہ لغویات میں اسی طرح دل کا حال ہے کہ اگر وہ اللہ کی محبت میں مشغول نہ ہوگا تو مخلوق کی محبت میں مبتلا ہوگا۔

(۷۳) شیاطین آدمی کے کھلے دشمن ہیں اور ہر طرح سے اس کو وحشت میں ڈالتے رہتے ہیں اور ہر طرف سے اُس کو گھیرے رہتے ہیں جس شخص کا یہ حال ہو کہ اس کے دشمن ہر وقت اُس کا محاصرہ کرتے رہتے ہوں اس کا جو حال ہو گا ظاہر ہے اور دشمن بھی ایسے کہ ہر ایک ان میں سے یہ چاہے کہ جو تکلیف بھی پہنچا سکوں پہنچاؤں۔ ان لشکروں کو ہٹانے والی چیز ذکر کے سوا کوئی نہیں ہے۔ بہت سی احادیث میں بہت سی دعائیں آئی ہیں جن کے پڑھنے سے شیطان قریب بھی نہیں آتا اور سوتے وقت پڑھنے سے رات بھر حفاظت رہتی ہے۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے بھی ایسی دعائیں مستحب ذکر کی ہیں ان کے علاوہ مصنف نے چھ نمبروں میں انواع ذکر کا تفاضل اور ذکر کی بعض کلی فضیلتیں ذکر کی ہیں۔ اور اس کے بعد پچھتر فصلیں خصوصی دعاؤں میں جو خاص خاص اوقات میں وارد ہوتی ہیں ذکر کی ہیں جن کو اختصار کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا ہے کہ توفیق والے کے لئے جو ذکر کیا گیا ہے یہ بھی کافی سے زیادہ ہے اور جس کو توفیق نہیں ہے اُس کے لئے ہزار ہا فضائل بھی بیکار ہیں۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ۝



## باب دوم

### کلمہ طیبہ



کلمہ طیبہ جس کو کلمہ توحید بھی کہا جاتا ہے جس کثرت سے قرآن پاک اور حدیث شریف میں ذکر کیا گیا ہے شاید ہی اس کثرت سے کوئی دوسری چیز ذکر کی گئی ہو اور جب کہ اصل مقصود تمام شریع اور تمام انبیاء کی بعثت سے توحید ہی ہے تو پھر عینی کثرت سے اس کا بیان ہو وہ قہرین قیاس ہے۔ قرآن پاک میں مختلف عنوانات اور مختلف ناموں سے اس پاک کلمہ کو ذکر کیا گیا ہے چنانچہ کلمہ طیبہ، قول ثابت، کلمہ تقویٰ، مقابلہ السموات والارض (آسمانوں اور زمینوں کی بنجیاں)، وغیرہ الفاظ سے ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ آئندہ آیات میں آ رہا ہے۔ امام غزالی نے احیاء

میں نقل کیا ہے کہ یہ کلمہ توحید ہے کلمہ اخلاص ہے کلمہ تقویٰ ہے کلمہ طیبہ ہے عروۃ الوثقی ہے  
دعوۃ الحق ہے نمن الجنة ہے اور چونکہ قرآن پاک میں مختلف عنوانات سے اس کو ذکر فرمایا گیا  
اس لئے اس باب کو تین فصلوں پر تقسیم کیا گیا پہلی فصل میں ان آیات کا ذکر ہے جن میں کلمہ  
طیبہ مراد ہے اور کلمہ طیبہ کا لفظ نہیں ہے اس لئے ان آیات کی مختصر تفسیر حضرات صحابہ کرام اور خود سیدنا  
علیہ افضل الصلوٰت والسلام سے نقل کی گئی۔ دوسری فصل میں ان آیات کا حوالہ ہے جن میں  
کلمہ طیبہ پورا یعنی لا الہ الا اللہ تمام کا تمام ذکر کیا گیا ہے یا کسی معمولی تغیر کے ساتھ جیسے لا الہ الا اللہ  
اور چونکہ ان میں یہ کلمہ خود ہی موجود ہے یا اس کا ترجمہ دوسرے الفاظ سے ذکر کیا گیا ہے اس لئے ان آیات  
کے ترجمہ کی ضرورت نہیں سمجھی صرف حوالہ سورت اور رکوع پر اکتفا کیا گیا اور تیسری فصل میں ان  
احادیث کا ترجمہ اور مطلب ذکر کیا گیا جن میں اس پاک کلمہ کی ترغیب اور حکم فرمایا گیا وما تَوْفِیْهِ اِلَّا بِالْحَقِّ



## فصل اول



ان آیات میں جن میں لفظ کلمہ طیبہ کا نہیں ہے اور مراد کلمہ طیبہ ہے۔  
 ۱) اَلَمْ تَرَ کَیْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا  
 کَلِمَةً طَیْبَةً کَشَجَرَةٍ طَیْبَةٍ اَصْلُهَا  
 ثَابِتٌ وَفُرْعَاهَا فِی السَّمَاۗءِ ۝ تَوَفَّیْ  
 اُکْلُهَا کُلَّ حَیْنٍ ۚ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۚ  
 وَیَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ  
 یَتَذَكَّرُوْنَ ۝ وَمَثَلُ کَلِمَةٍ  
 خَیْثَةٍ کَشَجَرَةٍ خَیْثَةٍ ۚ اِجْتَنَّتْ  
 مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ۝  
 (سورہ ابراہیم ع ۴)

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیسی بھی  
مثال بیان فرمائی ہے کلمہ طیبہ کی کہ وہ مثلاً ہے  
ایک عمدہ پاکیزہ درخت کے جس کی جڑ زمین  
کے اندر گڑی ہوئی ہو اور اس کی شاخیں اوپر  
آسمان کی طرف جارہی ہوں اور وہ درخت  
اللہ کے حکم سے فصل میں پھل دیتا ہو یعنی  
خوب پھلتا ہو اور اللہ تعالیٰ مثالیں اس لئے  
بیان فرماتے ہیں تاکہ لوگ خوب سمجھ لیں اور  
خبیث کلمہ یعنی کلمہ کفر کی مثال ہے جیسے

ایک خراب درخت ہو کہ وہ زمین کے اوپر ہی اوپر سے اُکھاڑ لیا جائے اور اس کو زمین میں کچھ ثبات نہ ہو  
**ف** حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کلمہ طیبہ سے کلمہ شہادت اَشْهَدُ اَنَّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ  
 مراد ہے جس کی جڑ مومن کے قول میں ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں کہ اس کی وجہ سے مومن کے  
 اعمال آسمان تک جاتے ہیں اور کلمہ خبیثہ شرک ہے کہ اس کے ساتھ کوئی عمل قبول نہیں ہوتا ایک



دوسری حدیث میں ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بروقت پھل دینے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کو دن رات بروقت یاد کرتا ہو۔ حضرت قتادہ تابعیؓ نقل کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: یا رسول اللہ یہ مالدار (صدقات کی بدولت) سارا ثواب اڑا لے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بھلا بتا تو سہی کہ اگر کوئی شخص سامان کو اوپر نیچے رکھتا چلا جائے تو کیا آسمان پر چڑھ جائے گا میں تجھے ایسی چیز بتاؤں جس کی جرزین میں ہو اور شاخیں آسمان پر، ہر نماز کے بعد لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ دس دس مرتبہ پڑھا کر اس کی جرزین میں ہے اور شاخیں آسمان پر۔

جو شخص عزت حاصل کرنا چاہے (وہ اللہ ہی سے عزت حاصل کرے کیونکہ ساری عزت اللہ ہی کے واسطے ہے اسی تک اچھے کلمے پہنچتے ہیں اور نیک عمل ان کو پہنچاتا ہے۔

(۲) مَنْ كَانَ يُرِيدَ الْعِزَّةَ فَلِلَّهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ (سورہ فاطر، رکوع ۲)

**ف:** اچھے کلموں سے مراد بہت۔ مفسرین کے نزدیک لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے جیسا کہ عام مفسرین نے نقل کیا ہے اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد کلمات سبح ہیں جیسا کہ دوسرے باب میں آئے گا۔

اور تیسرے رب کا کلمہ سچائی اور انصاف (و اعتدال) کے اعتبار سے پورا ہے۔

(۳) وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا ط (سورہ النعام، رکوع ۱۳)

**ف:** حضرت انسؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ رب کے کلمہ سے مراد لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے اور اکثر مفسرین کے نزدیک اُس سے کلام اللہ شریف مراد ہے۔

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو پکی بات (یعنی کلمہ طیبہ) سے دنیا اور آخرت دونوں میں مضبوط رکھتا ہے اور کافروں کو دونوں جہان میں بچلا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ (اپنی رحمت سے) جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

(۴) يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ قَفَاً وَيُفَعِّلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ ۝ (سورہ ابراہیم، رکوع ۴)

**ف:** حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب قبر میں سوال ہوتا ہے تو مسلمان لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ کی گواہی دیتا ہے۔ آیت شریفہ

میں کئی بات سے یہی مراد ہے۔ حضرت عائشہؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے کہ اس سے مراد قبر کا سوال جواب ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مسلمان جب مرتا ہے تو فرشتے اس وقت حاضر ہوتے ہیں اس کو سلام کرتے ہیں جنت کی خوشخبری دیتے ہیں جب وہ مرجاتا ہے تو فرشتے اس کے ساتھ جاتا ہیں اس کی نماز جنازہ میں شریک ہوتے ہیں اور جب دفن ہو جاتا ہے تو اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے سوال جواب ہوتے ہیں جن میں یہ بھی پوچھا جاتا ہے کہ تیری گواہی کیا ہے وہ کہتا ہے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ یہی مراد ہے آیت شریفہ میں حضرت ابوقحافہؓ فرماتے ہیں کہ دنیا میں کئی بات سے مراد لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ ہے اور آخرت میں قبر کا سوال جواب مراد ہے حضرت طاووسؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔

(۵) لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُوْنَ لَهُمْ شَيْءٌ اِلَّا كِبَاسٌ مِّنْ عَرْنَبٍ اِلَى الْمَاءِ يَلْبَسُوْنَ فَادْوَاهُوْا بِمَا لَكُمْ وَمَا دَعَا الْكَافِرِيْنَ اِلَّا فِي ضَلٰلٍ (سورۃ: مد. رکوع ۲)

سچا پکارنا اسی کے لئے خاص ہے اور خدا کے سوا جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ ان کی درخواست کو اس سے زیادہ منظور نہیں کر سکتے جتنا پانی اس شخص کی درخواست کو منظور کرتا ہے جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلاتے (اور اس پانی کو اپنی طرف بلا لیتے) تاکہ وہ اس کے منہ تک آجائے اور وہ (پانی اڑ کر) اس کے منہ تک آنے والا کسی طرح بھی نہیں اور کافروں کی درخواست محض بے اثر ہے۔  
**ف** حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ دَعْوَةُ الْحَقِّ سے مراد توحید یعنی لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے بھی یہی منقول ہے کہ دَعْوَةُ الْحَقِّ سے شہادت لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ کی مراد ہے اسی طرح ان کے علاوہ دوسرے حضرات سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔

(۶) قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعٰلَوْا اِلٰى حَلٰمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنِنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اللهَ وَلَا نَشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللهِ ۗ فَاَنْ تَقُوْا فَقُوْلُوْا اٰمَنُوْا ۗ وَاِنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝

(سورہ آل عمران - ع ۷)

اے محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ فرمادیجئے کہ اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسے کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان تسکین ہونے میں برابر ہے وہ یہ کہ بجز اللہ تعالیٰ کے ہم کسی اور کی عبادت نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو رب قرار نہ دے۔ خداوند تعالیٰ کو چھوڑ کر پھر اس کے بعد بھی وہ اعراض کریں تو تم کہہ دو کہ تم اس کے گواہ رہو کہ ہم لوگ تو مسلمان ہیں۔

ف: آیت شریفہ کا مضمون خود ہی صاف ہے کہ کلمہ سے مراد توحید اور کلمہ طیبہ ہے جسے ابوالعالیہ اور مجاہد سے صراحت کے ساتھ منقول ہے کہ کلمہ سے مراد لا الہ الا اللہ ہے۔

④ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ  
لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ  
عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَكُ  
أَمَّنْ أَهْلَ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا  
لَّهُمْ مِمَّنْهُمْ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ  
الْفَاسِقُونَ ۝ (سورہ آل عمران۔ رکوع ۱۲)

وے اُمّت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، تم لوگ رب  
اہل مذاہب سے) بہترین جماعت ہو کہ وہ  
جماعت لوگوں کو نفع پہنچانے کے لئے ظاہر کی  
گئی ہے تم لوگ نیک کاموں کو بتلاتے ہو  
اور بُری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان  
رکھتے ہو اگر اہل کتاب بھی ایمان لے آتے

تو ان کے لئے بہتر تھا ان میں سے بعض تو مسلمان ہیں (جو ایمان لے آئے) لیکن اکثر حصہ ان میں سے کافر ہے

ف: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ (اچھی بات کا حکم کرتے ہو) کا مطلب  
یہ ہے کہ اس کا حکم کرتے ہو کہ وہ لا الہ الا اللہ کی گواہی دیں اور اللہ کے احکام کا اقرار کریں اور لا الہ  
الا اللہ ساری اچھی چیزوں میں سے بہترین چیز ہے اور سب سے بڑھی ہوئی۔

⑤ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَ  
زُلْفَا مِنَ اللَّيْلِ ۚ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ  
السَّيِّئَاتِ ۚ ذَلِكِ ذِكْرِي لِلَّذِينَ احْكَمُوا  
(سورہ ہود۔ رکوع ۱۰)

اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نماز کی پابندی رکھتے  
دن کے دونوں سروں پر اور رات کے کچھ حصوں  
میں بیشک نیک کام مٹا دیتے ہیں (نامہ اعمال سے)  
بُرائے کاموں کو یہ بات ایک نصیحت ہے  
نصیحت ملنے والوں کے لئے۔

ف: اس آیت شریفہ کی تفسیر میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
نے آیت شریفہ کی توضیح فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ نیکیاں (اعمال نامہ سے) بُرائیوں کو مٹا دیتی ہیں  
حضرت ابوذرؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کچھ نصیحت فرمادیجئے  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ سے ڈرتے رہو جب کوئی برائی صادر ہو جائے فوراً کوئی بھلائی  
اس کے بعد کرو تاکہ اس کی مکافات ہو جائے اور وہ نائل ہو جائے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا  
لا الہ الا اللہ بھی نیکیوں میں شمار ہے یعنی اس کا ورد، اس کا پڑھنا بھی اس میں داخل ہے حضور صلی  
اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو نیکیوں میں افضل ترین چیز ہے۔ حضرت انسؓ حضور اقدس صلی اللہ  
علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جو بندہ رات میں یا دن میں کسی وقت بھی لا الہ الا اللہ پڑھتا ہے اس



کے اعمال نامہ سے برائیاں دھل جاتی ہیں۔

۹) اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ  
وَاِيتَاَنِ ذِي الْقُرْبٰى وَنَهٰى عَنِ  
الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ  
لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ (سورہ نمل، رکوع ۱۳)

بیشک اللہ تعالیٰ حکم فرماتے ہیں عدل کا  
اور احسان کا اور قربات داروں کو دینے  
کا اور منع فرماتے ہیں فحش باتوں سے اور  
برائی باتوں سے اور کسی پر ظلم کرنے سے حق  
تعالیٰ شانہ تم کو نصیحت فرماتے ہیں تاکہ تم نصیحت کو قبول کرو۔

ف: عدل کے معنی تفاسیر میں مختلف آئے ہیں۔ ایک تفسیر حضرت عبد اللہ بن عباسؓ  
سے بھی منقول ہے کہ عدل سے مراد لا الہ الا اللہ کا اقرار کرنا ہے اور احسان سے مراد فرائض  
کا ادا کرنا ہے۔

۱۰) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ  
وَقُولُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝۱۰ يُّصْلِحْ لَكُمْ  
اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَنْ  
يُطِيعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا  
(سورہ احزاب، رکوع ۹)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور راستی کی (پکی)  
بات کہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال اچھے کر دے  
گا اور گناہ معاف فرما دے گا اور جو شخص اللہ اور  
اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ بڑی  
کامیابی کو پہنچے گا۔

ف: حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اور حضرت عکرمہؓ دونوں حضرات سے یہ نقل کیا گیا ہے  
کہ قَوْلًا قَوْلًا سَدِيْدًا کے معنی یہ ہیں کہ لا الہ الا اللہ کہا کرو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ سب  
سے زیادہ پختے اعمال تین چیزیں ہیں۔ ہر حال میں اللہ کا ذکر کرنا (یعنی ہوا خوشی، تنگی ہو یا فراخی)  
دوسرے اپنے باپے میں انصاف کا معاملہ کرنا (یہ نہ ہو کہ دوسروں پر تو زور دکھلاتے اور جب  
کوئی اپنا معاملہ ہو تو ادھر ادھر کی کہنے لگے) تیسرے بھائی کے ساتھ مالی ہمدردی کرنا۔

۱۱) فَبَشِّرْ عِبَادَ ۙ الَّذِيْنَ  
يَتَّبِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَ  
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰى اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ  
هُمُ اُولُو الْاَلْبَابِ ۝ (سورہ زمر، رکوع ۲)

پس آپ میرے ایسے بندوں کو خوش خبری  
سنا دیجئے جو اس کلام پاک کو کان لگا کر  
سننے ہیں پھر اس کی بہترین باتوں کا اتباع  
کرتے ہیں یہی ہیں جن کو اللہ نے ہدایت  
کی اور یہی ہیں جواہل عقل ہیں۔

ف: حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت سید بن زیدؓ، حضرت ابو ذر غفاریؓ اور حضرت

سلمان فارسیؓ یہ تینوں حضرات جاہلیت کے زمانہ ہی میں لَآ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھا کرتے تھے اور یہی مراد ہے اس آیت شریفہ میں أَحْسَنُ الْقَوْلِ سے۔ حضرت زید بن اسلم سے بھی اس کے قریب ہی منقول ہے کہ یہ آیتیں ان تین آدمیوں کے بارہ میں نازل ہوئی ہیں جو جاہلیت کے زمانہ میں بھی لَآ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھا کرتے تھے۔ زید بن عمرو بن نفیل اور ابوذر غفاریؓ اور سلمان فارسیؓ۔

(۱۲) وَالَّذِي جَاءَ بِالصَّدَقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذَلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ ۝ لِيُكَفِّرَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي عَمِلُوا وَيَجْزِيَهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

اور جو لوگ (اللہ کی طرف سے یا اس کے رسول کی طرف سے) سچی بات لے کر آئے اور خود بھی اس کی تصدیق کی (اس کو سچا جانا) تو یہ لوگ پرہیزگار ہیں یہ لوگ جو کچھ چاہیں گے اُن کے لئے اُن کے پروردگار کے پاس سب کچھ ہے یہ بدلہ ہے نیک کام کرنے والوں کا تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے بُرے اعمال کو اُن سے

(سورہ زمر۔ رکوع ۴)

دور کر دے (اور مُعَاف کر دے) اور نیک کاموں کا بدلہ (ثواب) دے۔  
**ف :** جو لوگ اللہ کی طرف سے لانے والے ہیں وہ اَنْبِيَاءُ عَلٰی نَبِيِّنَا وَعَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَام ہیں اور جو لوگ اس کے رسول کی طرف سے لانے والے ہیں وہ علماء کرام ہیں شُكْرُ اللَّهِ سَعِيَهُمْ جَهَنَّمَ ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ سچی بات سے مراد لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے بعض مفسرین سے نقل کیا گیا ہے کہ الَّذِي جَاءَ بِالصَّدَقِ (جو شخص سچی بات اللہ کی طرف سے لے کر آیا) سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور صَدَّقَ بِهِ (وہ لوگ جنہوں نے اس کی تصدیق کی) سے مراد مومنین ہیں۔

(۱۳) إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ۝ نَحْنُ أُولَئِكَ كُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهَى أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدْعُونَ ۝ نَزَّلْنَا مِنْ غَفُورٍ رَحِيمٍ ۝

بیشک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ (جل جلالہ) ہے پھر مستقیم رہے (یعنی جھے رہے) اس کو چھوڑا نہیں) اُن پر فرشتے اتریں گے (موت کے وقت اور قیامت میں یہ کہتے ہوئے) کہ نہ اندیشہ کرو نہ رنج کرو اور خوشخبری لو اُس جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے ہم تمہارے رفیق تھے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی رہیں گے اور آخرت میں

(سورہ حم سجدہ۔ رکوع ۴)

تھارے لئے جس چیز کو تمہارا دل چاہے وہ موجود ہے اور وہاں جو تم مانگو گے وہ ملے گا (اور یہ سب انعام و اکرام) بطور مہمانی کے ہے اللہ جل شانہ کی طرف سے کہ تم اس کے مہمان ہو گے اور مہمان کا اکرام کیا جاتا ہے،

ف: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ثَعَا اسْتَقَامُوا کے معنی یہ ہیں کہ پھر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے اقرار پر قائم رہے۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت مجاہدؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے کہ پھر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پر مرنے تک قائم رہے شرک وغیرہ میں مُبتلا نہیں ہونے۔

۱۴) وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ (سورہ عم سجود، رکوع ۵)

بات کی عمدگی کے لحاظ سے کون شخص اُس سے اچھا ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور یہ کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔

ف: حضرت حُسن کہتے ہیں کہ دَعَا إِلَى اللَّهِ سے مَوْفِق کا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنا مراد ہے عاصم بن بَیْرہ کہتے ہیں کہ جب ثَوَاقِن سے فارغ ہو تو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ کہا کر۔

۱۵) فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَى وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا (سورہ فتح، رکوع ۲)

پس اللہ تعالیٰ نے اپنی سَکینۃ (سکون تحمل یا خاص رحمت) اپنے رسول پر نازل فرمائی اور مؤمنین پر اور اُن کو تقویٰ کے کلمہ پر (تقویٰ کی بات پر) جمائے رکھا اور وہی اُس تقویٰ کے کلمہ کے مُستحق تھے اور اہل تھے۔

ف: تقویٰ کے کلمہ سے مراد اکثر روایات میں یہی وارد ہوا ہے کہ کلمہ طیبہ ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ و حضرت سلمہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی نقل کیا ہے کہ اس سے مراد لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے اور حضرت ابی بن کعبؓ حضرت علیؓ حضرت عمرؓ حضرت ابن عباسؓ حضرت ابن عمرؓ وغیرہ بہت سے صحابہؓ سے یہی نقل کیا گیا ہے۔ عطاء خراسانی سے پورا کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ نقل کیا گیا ہے حضرت علیؓ سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اللَّهُ أَكْبَرُ بھی نقل کیا گیا ہے۔ ترمذی نے حضرت برائہؓ سے نقل کیا ہے کہ اس سے مراد لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے۔

۱۶) هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ (بھلا احسان کا بدلہ احسان کے سوا اور بھی کچھ)



فَيَأْتِي الْآلَاءَ رَبِّكُمْ أَنْ تُلْكَئَ بَابُ ۝

(سورہ رحمن۔ رکوع ۳)

ہو سکتا ہے سوائے (جہنم والوں) تم اپنے  
رَب کی کون کون سی نعمتوں کے مسخر ہو جاؤ  
گے۔

**ف :** حضرت ابن عباسؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ آیت شریفہ  
کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص پر میں نے دنیا میں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنے کا انعام کیا بھلا آخرت  
میں جنت کے سوا اور کیا بدلہ ہو سکتا ہے۔ حضرت عکرمہؓ سے بھی یہی منقول ہے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا  
اللَّهُ کہنے کا بدلہ جنت کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ حضرت حسنؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔  
(۱۷) قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى ۝

(سورہ اعلیٰ۔ رکوع ۱)

**ف :** حضرت جابرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ تَزَكَّى سے مراد یہ  
ہے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ کی گواہی دے اور بتوں کو خیر باد کہے۔ حضرت عکرمہؓ کہتے  
ہیں کہ تَزَكَّى کے معنی یہ ہیں کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھے یہی حضرت ابن عباسؓ سے بھی نقل کیا گیا ہے۔  
(۱۸) فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَانْتَفَى ۝

وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى ۝ فَسَيُورُهُ لِلْيُسْرَى ۝

(سورہ لیل۔ رکوع ۱)

**ف :** آسانی کی چیز سے جنت مراد ہے کہ ہر قسم کی راحت اور سہولتیں وہاں میسر ہیں اور مطلب  
یہ ہے کہ ایسے اعمال کی توفیق اس کو دیں گے جس سے وہ اعمال سہولت سے ہونے لگیں گے جو  
جنت میں جلد پہنچا دینے والے ہوں۔ اکثر مفسرین سے نقل کیا گیا ہے کہ یہ آیت حضرت ابو بکر  
صدیقؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ اچھی بات کی تصدیق  
سَلَامَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی تصدیق مراد ہے۔ حضرت ابو عبد الرحمنؓ سلمیٰ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے کہ  
اچھی بات سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مراد ہے۔ حضرت امام اعظمؒ نے بروایت ابو الزبیرؓ حضرت جابرؓ  
سے نقل کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صَدَّقَ بِالْحُسْنَى پڑھا اور ارشاد فرمایا کہ لَا إِلَهَ  
إِلَّا اللَّهُ کی تصدیق کرے اور کَذَبَ بِالْحُسْنَى پڑھا اور ارشاد فرمایا کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی تکذیب  
کرے۔

(۱۹) مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ

جَوْشَخْشَنِيكَ كَامِ كَرِي كَا اس کو (کے کم)

أَمْثَلُهَا ۚ وَمَنْ جَاءَ بِالشَّيْئَةِ فَلَا يُجْزَى  
الْأَمْثَلُهَا وَمَنْ لَا يُظْلَمُونَ ۝

(سورہ انعام ۲۰ ع)

دس حصے ثواب کے ملیں گے اور جو برا کام  
کرے گا اس کو اس کے برابر ہی بدلہ ملے گا اور  
اور ان لوگوں پر ظلم نہ ہوگا کہ کوئی نیکی دینے  
کی بجائے یا بدی کو بڑھا کر لکھ دیا جائے۔

**ف:** ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب آیت شریفہ مَن جَاءَ بِالْحَسَنَةِ نَازِلٌ هُوَ تُوَكِّيٰ  
شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ بھئی حَسَنَہ (نیکی) میں داخل ہے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ  
وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو ساری نیکیوں میں افضل ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ  
بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حَسَنَہ سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مراد ہے حضرت ابوبہریرہؓ غالباً حضور اقدس صَلَّی اللہُ  
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے نقل فرماتے ہیں کہ حَسَنَہ سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مراد ہے حضرت ابوذرؓ نے حضور صَلَّی  
اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے نقل کیا ہے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تو ساری نیکیوں میں افضل ہے جیسا کہ آیت نمبر کی  
ذیل میں گذر چکا ہے حضرت ابوبہریرہؓ فرماتے ہیں کہ دس گنا ثواب عوام کے لئے ہے مہاجرین  
کے لئے سات سو گنا تک ثواب ہو جاتا ہے۔

(۲۰) حَمْدُهُ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ

اللَّهِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ غَافِرِ الذَّنْبِ وَ

قَابِلِ التَّوْبِ شَدِيدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ إِلَهُ الْمَصِيرِ

(سورہ مومن ۱ ع)

یہ کتاب اُتاری گئی ہے اللہ کی طرف سے  
جو زبردست ہے ہر چیز کا جاننے والا ہے  
گناہ کا بخشنے والا ہے اور توبہ کا قبول کرنے  
والا ہے سخت سزا دینے والا ہے قدرت  
(یا عطا، والا ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت  
نہیں اسی کے پاس ٹوٹ کر جانا ہے۔

**ف:** حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے اس آیت شریفہ کی تفسیر میں نقل کیا گیا ہے کہ گناہ کی مغفرت  
کرنے والا ہے اس شخص کے لئے جو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہے اور توبہ قبول کرنے والا ہے اُس شخص کی جو  
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہے سخت عذاب والا ہے اُس شخص کے لئے جو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ نہ کہے ذی الطول  
کے معنی غنا والا ہے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رد ہے کفار قریش پر جو توحید کے قائل نہ تھے اور إِلَهُ الْمَصِيرِ  
کے معنی اسی کی طرف ٹوٹنا ہے اس شخص کا جو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہے تاکہ اس کو جنت میں داخل کرے  
اور اسی کی طرف ٹوٹنا ہے اس شخص کا جو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ نہ کہے تاکہ اس کو جہنم میں داخل کرے۔

(۲۱) فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ

بِاسْمِ رَبِّهِ فَهُوَ سَوَامٍ

بِاللّٰهِ فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ  
لَا انْفَصَامَ لَهَا (بقرہ رکوع ۲۴)

ف: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عُرْوَةُ الْوُثْقَىٰ (مضبوط حلقہ) پکڑ لیا یعنی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہا۔ سُفْيَان سے بھی یہی منقول ہے کہ عُرْوَةُ الْوُثْقَىٰ سے مراد کلمہ اخلاص ہے۔

## تَکْمِيل

قُلْتُ وَقَدْ وَرَدَتْ تَفْسِيرُ آيَاتٍ أُخْرَىٰ عِدِيدَةٍ أَيْضًا أَنَّ الْمُرَادَ بِبَعْضِ الْأَلْفَاظِ فِي هَذِهِ الْآيَاتِ كَلِمَةُ التَّوْحِيدِ عِنْدَ بَعْضِهِمْ فَقَدْ قَالَ الرَّاعِبُ فِي قَوْلِهِ فِي قِصَّةِ زَكْرِيَّا مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ قِيلَ كَلِمَةُ التَّوْحِيدِ وَكَذَا قَالَ فِي قَوْلِهِ تَعَالَىٰ إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ الْأَيْهَ قِيلَ هِيَ كَلِمَةُ التَّوْحِيدِ وَاقْتَصَرْتُ عَلَىٰ مَا مَرَّ لِلِاخْتِصَارِ۔

## فصل دوم

میں ان آیات کا ذکر ہے جن میں کلمہ طیبہ ذکر کیا گیا ہے۔ اکثر جگہ پورا کلمہ مذکور ہے اور کہیں مختصر اور کہیں دوسرے الفاظ میں بَعْثِہ کلمہ طیبہ کے معنی مذکور ہیں کہ کلمہ طیبہ (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ) کے معنی ہیں کوئی معبود نہیں ہے اللہ پاک کے سوا۔ یہی معنی مَا مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ کے ہیں کہ کوئی معبود نہیں ہے اس کے سوا یہی معنی لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ کے ہیں اور یہی معنی قَرِيب قَرِيب ہیں لَا نَعْبُدُ إِلَّا اللَّهَ کے (نہیں عبادت کرتے ہم اللہ کے سوا کسی کی) اور یہی معنی ہیں لَا نَعْبُدُ إِلَّا آيَاتُہ کے کہ نہیں عبادت کرتے ہیں ہم اس کے سوا کسی کی۔ اسی طرح إِنَّمَا هُوَ إِلَهُ الْوَاحِدُ کے معنی ہیں "اس کے سوا نہیں کہ معبود وہی ایک ہے" اسی طرح اور آیات بھی ہیں جن کا مفہوم کلمہ طیبہ ہی کے ہم معنی ہے۔ ان آیات کی سورتوں اور رکوعوں کا حوالہ اس لئے لکھا جاتا ہے کہ پوری آیت کا ترجمہ کوئی دیکھنا چاہے تو مُتَرَجِّمِ قرآن شریف کو سامنے رکھ کر حوالوں سے دیکھتا رہے۔ اور حق تو یہ ہے کہ سارا ہی کلام مجید کلمہ طیبہ کا مفہوم ہے کہ اصل مقصد تمام قرآن شریف کا اور تمام دین کا توحید ہی ہے۔ توحید ہی کی تعلیم کے لئے مختلف زمانوں میں مختلف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے۔ توحید ہی سب مذاہب میں مشترک رہی ہے اور توحید کے اثبات کے لئے مختلف عنوانات اختیار فرمائے گئے ہیں اور یہی مفہوم کلمہ طیبہ کا ہے۔



- ١) وَالْمَكُورَ إِلَهًا فَاحِدُهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ سورة بقره ركوع ١٩، ٢) اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ سورة بقره ركوع ٢٣، ٣) اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ سورة آل عمران ركوع ١، ٤) اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْمَلَكُوتُ وَاتُّوا الْعِلْمُ سورة آل عمران ركوع ٢، ٥) اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ سورة آل عمران ركوع ٢، ٦) وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ سورة آل عمران ركوع ٤، ٧) تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَوُ أَنْ لَا نَقْبُدَ إِلَّا اللَّهَ (سورة آل عمران ركوع ٤)، ٨) اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لِيَجْعَلَ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (سورة نساء ركوع ١١)، ٩) وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ وَاحِدٌ (سورة مائدة ركوع ١٠)، ١٠) قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَهٌ وَاحِدٌ (سورة النعام ركوع ٢)، ١١) مَنْ إِلَهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُمْ بِهِ (سورة النعام ركوع ٥)، ١٢) ذَلِكَمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ (سورة النعام ركوع ١٣)، ١٣) لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ (سورة النعام ركوع ١٣)، ١٤) قَالَ أَغَيْرُ اللَّهِ أَبْغِيكُمْ إِلَهًا (سورة النعام ركوع ١٤)، ١٥) لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُخَيِّبُنِي (سورة اعراف ركوع ٢٨)، ١٦) وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ (سورة توبه ركوع ٥)، ١٧) حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ (سورة توبه ركوع ١٧)، ١٨) ذَلِكَمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ (سورة يونس ركوع ١)، ١٩) فَذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ الْحَقُّ (سورة يونس ركوع ٢)، ٢٠) قَالَ آمَنْتُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا الَّذِي آمَنْتُ بِهِ بَنُو إِسْرَائِيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ (سورة يونس ركوع ٩)، ٢١) فَلَا أَعْبُدُ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ (سورة يونس ركوع ١١)، ٢٢) فَاعْلَمُوا أَنَّمَا أَنْزَلَ بِعِلْمِ اللَّهِ وَكُنْ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ (سورة هود ركوع ٢)، ٢٣) أَنْ لَا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ (سورة هود ركوع ٣)، ٢٤) قَالَ يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ (سورة هود ركوع ٥-٦-٨)، ٢٥) أَرَأَيْتُمْ مُتَّفِقُونَ خَيْرٌ أَمْ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (سورة يوسف ركوع ٥)، ٢٦) أَمَرَ لَا تَعْبُدُوا إِلَّا آيَاتُهُ (سورة يوسف ركوع ٥)، ٢٧) قُلْ هُوَ رَبِّي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ (سورة زمر ركوع ٢)، ٢٨) وَلِيَعْلَمُوا أَنَّمَا هُوَ إِلَهٌ وَاحِدٌ (سورة إبراهيم ركوع ٤)، ٢٩) أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاتَّقُونِ (سورة نمل ركوع ١)، ٣٠) إِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ (سورة نمل ركوع ٢)، ٣١) إِنَّمَا هُوَ إِلَهٌ فَاحِدٌ (سورة نمل ركوع ٤)، ٣٢) وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ (سورة بني إسرائيل ركوع ٢)، ٣٣) قُلْ لَوْ كَانَ مَعَ إِلَهٌ كَمَا يَقُولُونَ (سورة بني إسرائيل ركوع ٥)، ٣٤) فَقَالُوا رَبَّنَا رَبِّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَنْ نَدْعُوَ مِنْ دُونِهِ إِلَهًا (سورة كهف ركوع ٢)، ٣٥) هَؤُلَاءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ إِلَهًا (سورة كهف ركوع ٢)، ٣٦) يُوحَىٰ إِلَىٰ أَنَّمَا إِلَهُمُ اللَّهُ وَاحِدٌ (سورة كهف ركوع ٢)، ٣٧) وَإِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ (سورة مريم ركوع ٢)، ٣٨) اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ (سورة طه ركوع ٢)، ٣٩)

إِنِّي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي (سوره طه رکوع)، ۴۲) إِنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ  
 إِلَّا هُوَ (سوره طه رکوع)، ۴۳) لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا (سوره انبیاء رکوع)، ۴۴)  
 أَمْ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ آلِهَةً (سوره انبیاء رکوع)، ۴۵) إِلَّا تَوَجَّىٰ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا  
 (سوره انبیاء رکوع)، ۴۶) أَمْ لَهُمُ آلِهَةٌ تَتَّبِعُوهُمْ مِنْ دُونِنَا (سوره انبیاء رکوع)، ۴۷) أَفَعَبُدُونَ  
 مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ شَيْئًا وَلَا يَضُرُّهُمْ (سوره انبیاء رکوع)، ۴۸) لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ  
 سُبْحَانَكَ (سوره انبیاء رکوع)، ۴۹) إِنَّمَا يُوحِي إِلَىٰ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ إِلَهُ وَاحِدٌ (سوره انبیاء رکوع)،  
 ۵۰) فَإِلَهُكُمُ إِلَهُ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا (سوره حج رکوع)، ۵۱-۵۲) اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ  
 إِلَهٍ غَيْرُهُ (سوره مؤمنون رکوع)، ۵۳) وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ إِلَهٍ (سوره مؤمنون رکوع)، ۵۴) فَتَعَالَى  
 اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ (سوره مؤمنون رکوع)، ۵۵) وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ  
 لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حَابِدٌ عِنْدَ رَبِّهِ (سوره مؤمنون رکوع)، ۵۶) ءِ إِلَهُ مَعَ اللَّهِ يُرَاجِحُ سوره نمل رکوع  
 نمبره میں وارد ہے، ۵۷) وَهُوَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ (سوره قصص رکوع)، ۵۸) مَنْ إِلَهُ  
 غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُمْ بِلَيْلٍ (سوره قصص رکوع)، ۵۹) وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ  
 (سوره قصص رکوع)، ۶۰) وَإِلَهُنَا وَإِلَهُكُمْ وَاحِدٌ (سوره عنکبوت رکوع)، ۶۱) لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَإِنِّي  
 تُوفِّكَ (سوره فاطر رکوع)، ۶۲) إِنَّ إِلَهُكُمُ لَوَاحِدٌ (سوره صافات رکوع)، ۶۳) إِنَّهُمْ كَانُوا  
 إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يُتَكَبِّرُونَ (سوره صافات رکوع)، ۶۴) اجْعَلِ الْإِلَهَةَ  
 إِلَهًُا وَاحِدًا (سوره صافات رکوع)، ۶۵) وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (سوره صافات رکوع)،  
 ۶۶) هُوَ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (سوره زمر رکوع)، ۶۷) ذَلِكَمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ  
 (سوره زمر رکوع)، ۶۸) لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ إِلَهُ الْمُبْسِطِ (سوره مؤمن رکوع)، ۶۹) لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ  
 فَإِنِّي تُوفِّكَ (سوره مؤمن رکوع)، ۷۰) هُوَ الْحَيُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ (سوره مؤمن رکوع)، ۷۱)  
 يُوحِي إِلَىٰ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ إِلَهُ وَاحِدٌ (سوره حم سجدہ رکوع)، ۷۲) أَلَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ (سوره حم سجدہ  
 رکوع)، ۷۳) اللَّهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ (سوره شوریٰ رکوع)، ۷۴) اجْعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ إِلَهَةً  
 يُعْبَدُونَ (سوره زمر رکوع)، ۷۵) رَبِّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا (سوره دخان رکوع)،  
 ۷۶) لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ (سوره دخان رکوع)، ۷۷) أَلَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ (سوره احقاف)  
 ۷۸) فَاعْلَمُوا أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ (سوره محمد رکوع)، ۷۹) وَلَا تَجْعَلُوا مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ  
 (سوره زمریت رکوع)، ۸۰) هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ (سوره مشرک رکوع)، ۸۱) إِنَّا بَرَاءٌ وَأَمْنُكُمْ وَ

مِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ (سورہ ممتحنہ رکوع ۱) ۸۲) اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ (سورہ تغابن رکوع ۲) ۸۳) رَبُّ الشَّرْقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ (سورہ مزمل رکوع ۱) ۸۴) لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ (سورہ کافرون) ۸۵) قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ (سورہ اخلاص)

یہ پچاسی آیات ہیں جن میں کلمہ طیبہ یا اس کا مضمون وارد ہوا ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی آیات کثرت ہیں جن میں اس کا معنی اور مفہوم وارد ہوا ہے اور جیسا میں اس فصل کے شروع میں لکھ چکا ہوں توحید ہی اصل دین ہے۔ اس لئے جتنا اس میں انہماک اور شغف ہوگا دین میں پختگی پیدا ہوگی اسی لئے اس مضمون کو مختلف عبارات میں مختلف طریقوں سے ذکر فرمایا ہے کہ دل کی گہرائیوں میں اتر جائے اور اندرون دل میں پختہ ہو جائے اور دل میں اللہ کے ماسوا کی کوئی جگہ باقی نہ رہے۔

## فصل سوم

میں ان احادیث کا ذکر ہے جن میں کلمہ طیبہ کی ترغیب و فضائل ذکر فرمائے گئے ہیں اس مضمون میں جب آیات اثنی کثرت سے ذکر فرمائی ہیں تو احادیث کا کیا پوچھنا سب کا احاطہ ناممکن ہے۔ اس لئے چند احادیث بطور نمونہ کے ذکر کی جاتی ہیں۔

① عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَفْضَلُ الدُّعَاءِ الْحَمْدُ لِلَّهِ

حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمام اذکار میں افضل لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے۔ اور تمام دُعائوں میں افضل الْحَمْدُ لِلَّهِ ہے۔

(كذا في الشكوة برواية الترمذي وابن ماجه وقال المنذرى رواه ابن ماجه والنسائي وابن حبان في صحيحه والحاكم كلهم من طريق طلحة بن خراش عنه وقال الحاكم صحيح الاسناد قلت رواه الحاكم بسندين و صححهما واقره عليهما الذهبي و كذا رقم له بالصحة السيوطي في الجامع)

ف: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا افضل ذکر تو ہونا ظاہر ہے اور بہت سی احادیث میں کثرت سے وارد ہوا ہے۔ نیز سارے دین کا مدار ہی کلمہ توحید پر ہے تو پھر اس کے افضل ہونے میں



کیا تردد ہے اور الحمد للہ کو افضل دعا اس لحاظ سے فرمایا ہے کہ کریم کی شہادت کا مطلب سوال ہی ہوتا ہے۔ عام مشاہدہ ہے کہ کسی رئیس، امیر، نواب کی تعریف میں قصیدہ خوانی کا مطلب اس سے سوال ہی ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھے اس کے بعد اس کو أَحْسَنُ اللَّهُ بھی کہنا چاہیے اس لئے کہ قرآن پاک میں فَاذْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ کے بعد الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وارد ہے۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ تمام ذکروں میں افضل اور سب سے بڑھا ہوا ذکر کلمہ طیبہ ہے کہ یہی دین کی وہ بنیاد ہے جس پر سارے دین کی تعمیر ہے اور یہ وہ پاک کلمہ ہے کہ دین کی چکی اسی کے گرد گھومتی ہے۔ اسی وجہ سے صوفیہ اور عارفین اسی کلمہ کا اہتمام فرماتے ہیں اور سارے اذکار پر اس کو ترجیح دیتے ہیں اور اسی کی جتنی ممکن ہو کثرت کراتے ہیں کہ تجربہ سے اس میں جس قدر فوائد اور منافع معلوم ہوئے ہیں کسی دوسرے میں نہیں۔ چنانچہ سید علی بن مہیونؒ مغربی کا قصہ مشہور ہے کہ جب شیخ علوانؒ جو ایک مشہور عالم اور مفتی اور مدرس تھے سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سید صاحب کی ان رخصتوں تو جہ ہوتی تو ان کو سارے مشاغل درس تدریس فتویٰ وغیرہ سے روک دیا اور سارا وقت ذکر میں مشغول کر دیا۔ عوام کا تو کام ہی اغتراض اور گالیاں دینا ہے۔ لوگوں نے بڑا شور مچایا کہ شیخ کے منافع سے دنیا کو محروم کر دیا اور شیخ کو ضائع کر دیا وغیرہ وغیرہ۔ کچھ دنوں بعد سید صاحب کو معلوم ہوا کہ شیخ کسی وقت کلام اللہ شریف کی تلاوت کرتے ہیں۔ سید صاحب نے اس کو بھی منع کر دیا۔ تو پھر تو پوچھنا ہی کیا۔ سید صاحب پر زندگی اور بدینی کا الزام لگنے لگا۔ لیکن چند ہی روز بعد شیخ پر ذکر کا اثر ہو گیا اور دل رنگ گیا تو سید صاحب نے فرمایا کہ اب تلاوت شروع کر دو۔ کلام پاک جو کھولا تو ہر لفظ پر وہ وہ علوم و معارف کھلے کہ پوچھنا ہی کیا ہے۔ سید صاحب نے فرمایا کہ میں نے خدا نخواستہ تلاوت کو منع نہیں کیا تھا بلکہ اس چیز کو پیدا کرنا چاہتا تھا۔ چونکہ یہ پاک کلمہ دین کی اصل ہے، ایمان کی جڑ ہے اس لئے جتنی بھی اس کی کثرت کی جائے گی اتنی ہی ایمان کی جڑ مضبوط ہوگی۔ ایمان کا مدار اسی کلمہ پر ہے بلکہ دنیا کے وجود کا مدار اسی کلمہ پر ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ قیامت اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنے والا کوئی زمین پر ہو۔ دوسری حدیثوں میں آیا ہے کہ جب تک کوئی بھی اللہ اللہ کہنے والا روئے زمین پر ہو قیامت نہیں ہوگی۔

(۲) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَابْنِ خَلْزُومٍ عَنِ النَّبِيِّ  
حُضُورِ أَقْدَسَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاإِرْشَادِهِ كَ

مَلِكًا اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ قَالَ مُوسَى  
مَلِكًا اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَبِّ عَلِّمْنِي شَيْئًا  
أَذْكُرُكَ بِهِ وَأَدْعُوكَ بِهِ قَالَ قُلْ لَا إِلَهَ  
إِلَّا اللَّهُ قَالَ يَا رَبِّ كُلُّ عِبَادِكَ يَقُولُ  
هَذَا قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَالَ إِنَّمَا  
أُرِيدُ شَيْئًا تَخْصُنِي بِهِ قَالَ يَا مُوسَى  
لَوْ أَنَّ السَّمَوَاتِ السَّبْعَ وَالْأَرْضَيْنِ السَّبْعَ  
فِي كَفَّةٍ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فِي كَفَّةٍ مَالَتْ  
بِهِمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ .

ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ  
وسلام نے اللہ جلّ جلالہ کی پاک بارگاہ میں عرض  
کیا کہ مجھے کوئی ورد تعلیم فرما دیجئے جس سے  
آپ کو یاد کیا کروں اور آپ کو پکار کروں ارشاد  
خداوندی ہوا کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہہ کرو۔ انھوں  
نے عرض کیا اے پروردگار یہ تو ساری ہی دنیا  
کہتی ہے ارشاد ہوا کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہہ کرو۔  
عرض کیا میرے رب میں تو کوئی ایسی مخصوص  
چیز مانگتا ہوں جو مجھی کو عطا ہو ارشاد ہوا کہ اگر  
ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور دوسری طرف لَا إِلَهَ إِلَّا  
اللہ کو رکھ دیا جائے تو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ والا پلڑا جھک جائے گا۔

(رواہ النسائی وابن حبان والحاکم کلہم من طریق دراج عن ابی الہیثم عنہ و  
قال الحاکم صحیح الاسناد کذا فی الترغیب قلت قال الحاکم صحیح الاسناد و  
لم یخرجہ وافرہ علیہ الذہبی وخرج فی مشکوٰۃ بروایۃ شرح السنۃ نحوہ زاد  
فی منتخب الكنز ابایعلی والحکیم وابانعیوم فی الحلیۃ والبیہقی فی الاسماء و  
سعید بن منصور فی سننہ و فی مجمع الزوائد واد ابویعلی ورجالہ و ثقواد فیہم  
ضعف)

ف : اللہ جلّ جلالہ نعم نوالہ کی عادت شریفہ یہی ہے کہ جو چیز جس قدر ضرورت کی ہوتی ہے اتنی  
ہی عام عطا کی جاتی ہے۔ ضروریات دنیویہ ہی میں دیکھ لیا جائے کہ سانس، پانی ہوا کیسی عام ضرورت  
کی چیزیں ہیں، اللہ جلّ جلالہ نے ان کو کس قدر عام فرما رکھا ہے۔ البتہ یہ ضروری چیز ہے کہ اللہ کے  
یہاں وزن اخلاص کا ہے جس قدر اخلاص سے کوئی کام کیا جائے گا اتنا ہی وزنی ہوگا اور جب قدر  
اخلاص کی کمی اور بے دلی سے کیا جائے گا اتنا ہی ہلکا ہوگا۔ اخلاص پیدا کرنے کے لئے بھی جس قدر  
میغذ اس کلمہ کی کثرت ہے اتنی کوئی دوسری چیز نہیں کہ اس کلمہ کا نام ہی جلالہ القلوب (دلوں کی صفائی)  
ہے۔ اسی وجہ سے حضرات صوفیہ اس کا ورد کثرت سے بتاتے ہیں اور سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں  
کی مقدار میں روزانہ کا معمول تجویز کرتے ہیں۔

ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ ایک مرید نے اپنے شیخ سے عرض کیا تھا کہ میں ذکر کرتا ہوں مگر دل غافل رہتا ہے انھوں نے فرمایا کہ ذکر برابر کرتے رہو اور اس پر اللہ کا شکر کرتے رہو کہ اس نے ایک عضو یعنی زبان کو اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائی اور اللہ سے دل کی توجہ کے لئے دعا کرتے رہو۔ اس قسم کا واقعہ احیاء العلوم میں بھی ابو عثمان مغربیؒ کے متعلق نقل کیا گیا کہ ان سے کسی مرید نے شکایت کی تھی جس پر انھوں نے یہ جواب دیا تھا۔ درحقیقت بہترین نسخہ ہے حق تعالیٰ شانہ کا کلام پاک میں ارشاد ہے کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں اضافہ کروں گا۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ اللہ کا ذکر اس کی بڑی نعمت ہے اس کا شکر ادا کیا کرو کہ اللہ نے ذکر کی توفیق عطا فرمائی۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ کی شفاعت کا سب سے زیادہ نفع اٹھانے والا قیامت کے دن کون شخص ہوگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے احادیث پر تمھاری حرص دیکھ کر یہی لگتا تھا کہ اس بات کو تم سے پہلے کوئی دوسرا شخص لہجے گا (پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کیا جواب ارشاد فرمایا) کہ سب سے زیادہ سعادتمند اور نفع اٹھانے والا میری شفاعت کے ساتھ

(۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ ظَنَنْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَنْ لَا يَسْأَلَنِي عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ أَحَدٌ أَوَّلَ مِنْكَ لِمَا رَأَيْتُ مِنْ جُرْصِكَ عَلَى الْحَدِيثِ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِهِ أَوْ نَفْسِهِ۔

وہ شخص ہوگا جو دل کے خلوص کے ساتھ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہے۔

(رواہ البخاری وقد اخرجہ الحاکم بمعناہ و ذکر صاحب بلہجۃ النفوس فی

الحديث اربعاً وثلثین بحثاً)

ف: سعادت کہتے ہیں کہ آدمی کو خیر کی طرف پہنچانے کے لئے توفیق الہی کے شامل حال ہونے کو۔ اب اخلاص سے کلمہ طیبہ پڑھنے والے کا سب سے زیادہ مستحق شفاعت ہونے کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ اس حدیث سے وہ شخص مراد ہے جو اخلاص سے مسلمان ہو اور کوئی نیک عمل بجز کلمہ طیبہ پڑھنے کے اس کے پاس نہ ہو اس صورت میں ظاہر ہے کہ سب



سے زیادہ سعادت اس کو شفاعت ہی سے حاصل ہو سکتی ہے کہ اپنے پاس تو کوئی عمل نہیں ہے۔ اس مطلب کے موافق یہ حدیث ان احادیث کے قریب قریب ہوگی جن میں ارشاد ہے کہ میری شفاعت میری اُمت کے کبیرہ گناہ والوں کے لئے ہے کہ وہ اپنے اعمال کی وجہ سے جہنم میں ڈالے جائیں گے لیکن کلمہ طیبہ کی برکت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اُن کو نصیب ہوگی دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس کے مصداق وہ لوگ ہیں جو اخلاص سے اس کلمہ کا ورد رکھیں اور نیک اعمال ہوں۔ ان کے سب سے زیادہ سعادت مند ہونے کا مطلب یہ ہے کہ زیادہ نفع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے ان کو پہنچے گا کہ ترقی درجات کا سبب بنے گی۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قیامت کے دن چھ طریقہ سے ہوگی۔ اول میدانِ حشر کی قید سے خلاصی کی ہوگی کہ حشر میں ساری مخلوق طرح طرح کے مصائب میں مبتلا پریشان حال یہ تہی ہوئی ہوگی کہ ہم کو جہنم ہی میں ڈال دیا جاتے مگر ان مصائب سے تو خلاصی ہو۔ اس وقت جلیل القدر انبیاء کی خدمت میں یکے بعد دیگرے حاضری ہوگی کہ آپ ہی اللہ کے یہاں سفارش فرمائیں مگر کسی کو جرأت نہ ہوگی کہ سفارش فرما سکیں بالآخر حضور شفاعت فرمائیں گے اور یہ شفاعت تمام عالم تمام مخلوق جن وانس، مسلم کا فریب کے حق میں ہوگی اور سب ہی اس سے مستفیع ہوں گے۔ احادیث قیامت میں اس کا مفصل قصہ مذکور ہے۔ دوسری شفاعت بعض کفار کے حق میں تخفیف عذاب کی ہوگی حبیب ابوطالب کے بارہ میں صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے۔ تیسری شفاعت بعض مومنوں کو جہنم سے نکالنے کے بارہ میں ہوگی جو اس میں داخل ہو چکے ہیں۔ چوتھی شفاعت بعض مومن جو اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوئے گئے مستحق ہو چکے ہیں اُن کی جہنم سے معافی اور جہنم میں نہ داخل ہونے کے بارے میں ہوگی۔ پانچویں شفاعت بعض مومنین کے بغیر حساب کتاب جنت میں داخل ہونے میں ہوگی اور چھٹی شفاعت مومنین کے درجات بلند ہونے میں ہوگی۔

(۴) عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُخْلِصًا دَخَلَ الْجَنَّةَ قِيلَ وَمَا أَخْلَصَهَا قَالَ أَنْ تَحْجِزَهُ عَنْ مَحَارِمِ اللَّهِ (رواه الطبرانی)

حضرت زید بن ارقم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں جو شخص اخلاص کے ساتھ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہے وہ جنت میں داخل ہوگا کسی نے پوچھا کہ کلمہ کے اخلاص (کی علامت) کیا ہے آپ نے فرمایا کہ حرام کاموں سے

اس کو روک دے۔

فی الاوسط والکبیر

ف : اور یہ ظاہر ہے کہ جب حرام کاموں سے رُک جائے گا اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا قائل ہوگا تو اس کے سیدھا جنت میں جانے میں کیا تردد ہے لیکن اگر حرام کاموں سے نہ بھی رُکے تب بھی اس کلمہ پاک کی یہ برکت تو بلا تردد ہے کہ اپنی بد اعمالیوں کی سزا بھگتنے کے بعد کسی نہ کسی وقت جنت میں ضرور داخل ہوگا البتہ اگر خدا نخواستہ بد اعمالیوں کی بدولت اسلام و ایمان ہی سے محروم ہو جائے تو دوسری بات ہے۔

حضرت فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ تَبْنِيَةُ الْغَا فِلِیْن میں لکھتے ہیں ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ کثرت سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھتا رہا کرے اور حق تعالیٰ شانہ سے ایمان کے باقی رہنے کی دعا بھی کرتا رہے اور اپنے کو گناہوں سے بچاتا رہے اس لئے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ گناہوں کی نحوست سے آخر میں ان کا ایمان سلب ہو جاتا ہے اور دنیا سے کھسر کی حالت میں جاتے ہیں اس سے بڑھ کر اور کیا مصیبت ہوگی کہ ایک شخص کا نام ساری عمر مسلمانوں کی فہرست میں رہا ہو مگر قیامت میں وہ کافروں کی فہرست میں ہو یہ حقیقی حسرت اور کمال حسرت ہے۔ اس شخص پر افسوس نہیں ہوتا جو گرجا یا بت خانہ میں ہمیشہ رہا ہو اور وہ کافروں کی فہرست میں آخر میں شمار کیا جائے۔ افسوس اس پر ہے جو مسجد میں رہا ہو اور کافروں میں شمار ہو جائے اور یہ بات گناہوں کی کثرت سے اور تنہائیوں میں حرام کاموں میں مبتلا ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے پاس دوسروں کا مال ہوتا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ یہ دوسروں کا ہے مگر دل کو سمجھاتے ہیں کہ میں کسی وقت اس کو واپس کر دوں گا اور صاحب حق سے مُعاف کرالوں گا مگر اس کی نوبت نہیں آتی اور موت اس سے قبل آجاتی ہے۔ بہت سے لوگ ہیں کہ بیوی کو طلاق ہو جاتی ہے اور وہ اس کو سمجھتے ہیں مگر پھر بھی اس سے ہمبستری کرتے ہیں اور اسی حالت میں موت آجاتی ہے کہ توبہ کی بھی توفیق نہیں ہوتی ہے۔ ایسے ہی حالات میں آخر میں ایمان سلب ہو جاتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُ۔ حدیث کی کتابوں میں ایک قصہ لکھا ہے کہ حضورؐ کے زمانہ میں ایک نوجوان کا انتقال ہونے لگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ اس سے کلمہ نہیں پڑھا جاتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور اس سے دریافت فرمایا کیا بات ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ ایک قفل سادل پر لگا ہوا ہے تحقیق حالات سے معلوم ہوا

کہ اس کی ماں اس سے ناراض ہے اور اس نے ماں کو ستایا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں کو بلایا اور دریافت فرمایا کہ اگر کوئی شخص بہت سی آگ جلا کر اس تمھارے لڑکے کو اس میں ڈالنے لگے تو تم سفارش کرو گی اس نے عرض کیا ہاں حضور کروں گی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا ہے تو اس کا قصور معاف کر دے انہوں نے سب معاف کر دیا۔ پھر اس سے کلمہ پڑھنے کو کہا گیا تو فوراً پڑھ لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے انہوں نے آگ سے نجات پائی۔ اس قسم کے سینکڑوں واقعات پیش آتے ہیں کہ ہم لوگ ایسے گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں جن کی نحوست دین اور دنیا دونوں میں نقصان پہنچاتی ہے۔ صاحبِ احیاء نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضور نے خطبہ پڑھا جس میں ارشاد فرمایا کہ جو شخص لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کو اس طرح سے کہے کہ خلط ملط نہ ہو تو اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضور اس کو واضح فرمادیں خلط ملط کا کیا مطلب ہے۔ ارشاد فرمایا کہ دنیا کی محبت اور اس کی طلب میں لگ جانا۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ انبیاء کی سی باتیں کرتے ہیں اور مجتہد اور جابر لوگوں کے سے عمل کرتے ہیں مگر کوئی اس کلمہ کو اس طرح کہے کہ یہ کام نہ کرتا ہو تو جنت اس کے لئے واجب ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی بندہ ایسا نہیں کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہے اور اس کے لئے آسمانوں کے دروازے نہ کھل جائیں یہاں تک کہ یہ کلمہ سیدھا عرش تک پہنچتا ہے بشرطیکہ کبریا گناہوں سے بچتا رہے۔

⑤ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَالَ عَبْدٌ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ إِلَّا أَفْتَحَتْ لَهُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ حَتَّى يُفْضِيَ إِلَى الْعَرْشِ مَا اجْتَنَبَ الْكِبَائِرَ.

رواہ الترمذی وقال حدیث حسن غریب کذا فی الترغیب وھکذا فی مشکوٰۃ لکن لیس فیہا حسن بد غریب فقط قال القاری ورواہ النسائی وابن حبان وعزاه السیوطی فی الجامع الی الترمذی ورقعہ بالحسن وحکاه السیوطی فی الدر من طریق ابن مردویہ عن ابی ہریرۃ ولس فیہ ما اجتنب الکبائر والجامع الصغیر بروایۃ الطبرانی عن معقل بن یسار لکل شیء مفتاح ومفتاح السلوت قول لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ورقعہ لہ بالضعف



ف: کتنی بڑی فضیلت ہے اور قبولیت کی انتہا ہے کہ یہ کلمہ براہ راست عرشِ معلیٰ تک پہنچتا ہے اور یہ ابھی معلوم ہو چکا ہے کہ اگر کبیرہ گناہوں کے ساتھ بھی کہا جائے تو نفع سے اس وقت بھی خالی نہیں۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ کبار سے بچنے کی شرط قبول کی جلدی اور آسمان کے سب دروازے کھلنے کے اعتبار سے ہے ورنہ ثواب اور قبول سے کبار کے ساتھ بھی خالی نہیں بعض علماء نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان فرمایا ہے کہ ایسے شخص کے واسطے مرنے کے بعد اس کی روح کے اعزاز میں آسمان کے سب دروازے کھل جائیں گے۔ ایک حدیث میں آیا ہے دو کلمے ایسے ہیں کہ ان میں سے ایک کے لئے عرش سے نیچے کوئی مُنشیٰ نہیں۔ دوسرا آسمان اور زمین کو (اپنے نور یا اپنے اجر سے) بھر دے۔ ایک لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دوسرا اللَّهُ أَكْبَرُ۔

حضرت شہزادؒ فرماتے ہیں اور حضرت عبادةؒ اس واقعہ کی تصدیق کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: کوئی اجنبی (غیر مسلم) تو جمع میں نہیں، ہم نے عرض کیا کوئی نہیں ارشاد فرمایا: کوڑا بند کر دو اس کے بعد ارشاد فرمایا: ہاتھ اٹھاؤ اور کہو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہم نے تھوڑی دیر ہاتھ اٹھاتے رکھے (اور کلمہ طیبہ پڑھا) پھر فرمایا: الْحَمْدُ لِلَّهِ اللہ تو نے مجھے یہ کلمہ دے کر بھیجا ہے اور اس کلمہ پر جنت کا وعدہ کیا ہے اور تو وعدہ خلاف نہیں ہے اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ خوش ہو جاؤ، اللہ نے تمہاری مغفرت فرمادی۔

⑥ عَنْ يَعْنَى بْنِ شَدَّادٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي شَدَّادُ بْنُ أَوْسٍ وَعَبَّادَةُ بْنُ الصَّامِتِ حَاضِرٌ يُصَدِّقُ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلْ فِيكُمْ عَرَبِيٌّ يَعْنِي أَهْلَ الْكِتَابِ قُلْنَا لَا يَا رَسُولَ اللَّهِ فَأَمَرَ بِغُلُقِ الْأَبْوَابِ وَقَالَ ارْفَعُوا أَيْدِيَكُمْ وَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَرَفَعْنَا أَيْدِيَنَا سَاعَةً ثُمَّ قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ اللَّهُمَّ إِنَّكَ بَعَثْتَنِي بِهَذِهِ الْكَلِمَةِ وَعَدْتَنِي عَلَيْهَا الْجَنَّةَ وَأَنْتَ لَا تَخْلِفُ الْبُعَادَ ثُمَّ قَالَ ابْشُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ غَفَرَ لَكُمْ۔

(رواہ احمد باسناد حسن والطبرانی وغیرہما کذا فی الترغیب قلت واخرجه الحاكم وقال اسنیل بن عیاش احد ائمة اهل الشام وقد نسب الی سوء الحفظ وانا علی

شرطی فی امثاله وقال الذہبی — راشد ضعفہ الادلاقطنی وغیرہ ووثقہ رحیم  
 اہ و فی مجمع الزوائد رواہ احمد والطبرانی والبزار ورجال موثقون اھ  
 ف: غالباً اجنبی کو اسی لئے دریافت فرمایا تھا اور اسی لئے کواڑ بند کر لئے تھے کہ اُن  
 لوگوں کے کلمہ طیبہ پڑھنے پر تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مغفرت کی بشارت کی  
 اُمید ہوگی، اور اُول کے متعلق یہ اُمید نہ ہو جو صوفیہ نے اس حدیث سے مشائخ کا اپنے  
 مُردن کی جماعت کو ذکر تلقین کرنے پر استدلال کیا ہے چنانچہ جامع الاصول میں لکھا  
 ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کو جماعت اور سفردا ذکر تلقین کرنا ثابت ہے۔ جماعت  
 کو تلقین کرنے میں اس حدیث کو پیش کیا ہے۔ اس صورت میں کواڑوں کا بست کرنا  
 مُستغیدین کی توثیہ کے تام کرنے کی غرض سے نہ ہو اور اسی وجہ سے اجنبی کو دریافت فرمایا کہ  
 غیر کا مجمع میں ہونا حضور پر تشدد کا سبب اگرچہ نہ ہو لیکن مُستغیدین کے تشدد کا  
 احتمال تو تھا ہی ہے

چہ خوش است بالوزن منہفتہ ساز کردن درخانہ بند کردن سرشیشہ باز کردن  
 (کیسی مزے کی چیز ہے تیری ساتھ خفیہ ساز کر لینا، گھر کا دروازہ بند کر لینا اور بوتل کا منہ  
 کھول دینا)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد  
 فرمایا ہے کہ اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہا  
 کرو یعنی تازہ کرتے رہا کرو۔ صحابہ نے عرض  
 کیا یا رسول اللہ ایمان کی تجدید کس طرح  
 کریں؟ ارشاد فرمایا کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کو  
 کثرت سے پڑھتے رہا کرو۔

④ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَدُّو  
 إِيْمَانَكُمْ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكَيْفَ  
 نَجِدُ إِيْمَانَنَا قَالَ أَكْثَرُوا مِنْ  
 قَوْلِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ.

(رواہ احمد والطبرانی واسناد احمد حسن کذا فی الترغیب قلت ورواہ الحاكم فی  
 صحیحہ وقال صحیح الاسناد وقال الذہبی صدقۃ (الراوی) ضعفہ قلت ہو من رواة  
 ابی داؤد و الترمذی واخرج له البخاری فی الادب المفرد وقال فی التقریب صدوق له  
 اوہام و ذکرہ السيوطی فی الجامع الصغير بروایۃ احمد والحاکم ورقعہ بالصحة  
 و فی مجمع الزوائد رواہ احمد واسنادہ جید و فی موضع آخر رواہ احمد والطبرانی

درجال احد ثقات

ف: ایک روایت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ ایمان پُرانا ہو جاتا ہے جیسا کہ کپڑا پُرانا ہو جاتا ہے اس لئے اللہ جل شانہ سے ایمان کی تجدید مانگتے رہا کرو پُرانے ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ معاصی سے قوتِ ایمانیہ اور نورِ ایمان جاتا رہتا ہے چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ نشان (دھبہ) اس کے دل میں ہو جاتا ہے اگر وہ سچی توبہ کر لیتا ہے تو وہ نشان دھل جاتا ہے ورنہ جماعت رہتا ہے اور پھر جب دوسرا گناہ کرتا ہے تو دوسرا نشان ہو جاتا ہے اسی طرح سے آخر دل بالکل کالا ہو جاتا ہے اور زنگ آلود ہو جاتا ہے جس کو حق تعالیٰ شانہ نے سورۃ تطفیف میں ارشاد فرمایا ہے كَلَّا بَلْ لَمْ يَكُنْ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ۝ اس کے بعد اس کے دل کی حالت ایسی ہو جاتی ہے کہ حق بات اس میں اثر اور سرایت ہی نہیں کرتی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ چار چیزیں آدمی کے دل کو برباد کر دیتی ہیں۔ احمقوں سے مقابلہ، گناہوں کی کثرت، غور توں سے ساتھ کثرت، اختلاط اور مروتہ لوگوں کے پاس کثرت سے بیٹھنا۔ کسی نے پوچھا مُردوں سے کیا مراد ہے فرمایا ہر وہ مالدار جس کے اندر مال نے اکثر پیدا کر دی ہو۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا اقرار کثرت سے کرتے رہا کرو قبل اس کے کہ ایسا وقت آئے کہ تم اس کلمہ کو نہ کہہ سکو۔

(۸) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرُكُمْ مِنْ شَهَادَةِ إِنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَبْلَ أَنْ يُحَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهَا.

ارواہ ابویعلیٰ باسناد جید قوی کذا فی الترغیب و عزاء فی الجامع الی ابی یعلیٰ و ابن عدی فی الکامل و رقعه له بالضعف و زاد لقنوها موتا کفریہ فی مجمع الزوائد و رواہ ابو یعلیٰ و رجالہ رجال الصبیح غیر ضعیف و هو ثقہ

ف: یعنی موت حائل ہو جائے کہ اس کے بعد کسی عمل کا بھی وقت نہیں رہتا۔ زندگی کا زمانہ بہت ہی تنگ و تنگ اس ہے اور یہی عمل کرنے کا اور تخم بولینے کا وقت ہے اور مرنے کے بعد کا زمانہ بہت ہی وسیع ہے۔ اور وہاں وہی بل سکتا ہے جو یہاں بلوایا گیا۔

(۹) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ارشاد ہے



اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنِّي  
لَأَعْلَمُ كَلِمَةً لَا يَقُولُهَا عَبْدٌ حَقًّا  
مَنْ قَلْبُهُ فَيَمُوتُ هَلِي ذَلِكُ إِلَّا  
حَرَمَ عَلَى النَّارِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ کوئی بندہ  
ایسا نہیں ہے کہ دل سے حق سمجھ کر اس کو  
پڑھے اور اسی حال میں مرتبے مگر وہ جہنم  
پر حرام ہو جائے وہ کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے۔

(رواہ الحاکم وقال صحیح علی شرطہما ورویہ بنحوہ کذا فی الترغیب)

**ف:** بہت سی روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے ان سب سے اگر یہ مراد ہے کہ وہ مسلمان ہی  
اس وقت ہوا ہے تب تو کوئی اشکال ہی نہیں کہ اسلام لانے کے بعد کفر کے گناہ بِالْإِتِّفَاقِ مُعَافٍ  
ہیں اور اگر یہ مراد ہے کہ پہلے سے مسلمان تھا اور اخلاص کے ساتھ اس کلمہ کو کہہ کر مراد ہے تب بھی  
کیا بعید ہے کہ حق تعالیٰ شانہ اپنے لطف سے سارے ہی گناہ مُعَاف فرمادیں۔ حق تعالیٰ شانہ  
کا تو خود سی ارشاد ہے کہ شرک کے علاوہ سارے ہی گناہ جس کے چاہیں گے مُعَاف فرمادیں  
گے۔ ملا علی قاریؒ نے بعض علماء سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ یہ اور اس قسم کی احادیث اس وقت  
کے اعتبار سے ہیں جب تک دوسرے احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔ بعض علماء نے فرمایا  
ہے کہ اس سے مراد اس کلمہ کو اس کے حق کی ادائیگی کے ساتھ کہنا جیسا کہ پہلے حدیث نمبر ۴  
میں گزر چکا ہے۔ حضرت ہندیؒ وغیرہ حضرات کی بھی یہی رائے ہے۔ امام بخاریؒ کی تحقیق یہ ہے  
کہ ندامت کے ساتھ اس کلمہ کو کہنا ہو کہ یہی حقیقت توبہ کی ہے اور پھر اسی حال پر انتقال ہوا  
ہو۔ ملا علی قاریؒ کی تحقیق یہ ہے کہ اس سے ہمیشہ جہنم میں رہنے کی حرمت مراد ہے۔ ان  
سب کے علاوہ ایک کھلی ہوئی بات اور بھی ہے وہ یہ کہ کسی چیز کا کوئی خاص اثر ہونا اس کے  
مُنافی نہیں کہ کسی عارض کی وجہ سے وہ اثر نہ کر سکے۔ سقمونیہ کا اثر اسہال ہے لیکن اگر اس کے  
بعد کوئی سخت قابض چیز کھالی جائے تو یقیناً سقمونیہ کا اثر نہ ہوگا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں  
کہ اس دوا کا وہ اثر نہیں رہا بلکہ اس عارض کی وجہ سے اس شخص پر اثر نہ ہو سکا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد  
ہے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا اقرار کرنا جنت  
کی کنجیاں ہیں۔

(۱۰) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
مَفَاتِيحُ الْجَنَّةِ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا  
اللَّهُ

(رواہ احمد کذا فی مشکوٰۃ والجامع الصغیر ورقمہ بالضعف و فی مجمع الزوائد)

رواہ احمد و رجالہ و ثقوا الا ان شہراً لم یسعہ عن معاذہ و رواہ البزار کذا فی الترغیب و زاد السيوطی فی الدر ابن مردويه و البیهقی و ذکرہ فی المقاصد الحسنۃ بروایۃ احمد بلفظ مِفْصَاحُ الْجَنَّةِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ و اختلف فی وجہ حمل الشہادۃ و ہی مفرد علی المفاتیح و ہی جمع علی اقوال اوجہا عندی انہا لما كانت مفاتیحاً لكل باب من البوابہ صارت کالمفاتیح

**ف :** کنجیاں اس لحاظ سے فرمایا کہ ہر دروازہ کی اور ہر جنت کی کنجی یہ ہی کلمہ ہے اس لئے ساری کنجیاں یہی کلمہ ہوا، یا اس لحاظ سے کہ یہ کلمہ بھی دو جزو لئے ہوئے ہے ایک لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا اقرار دوسرے مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ کا اقرار، اس لئے دو ہو گئے کہ دونوں کے مجموعہ سے کھل سکتا ہے اور بھی ان روایات میں جہاں جہاں جنت کے دخول یا جہنم کے حرام ہونے کا ذکر ہے اس سے مراد پورا ہی کلمہ ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جنت کی قیمت لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے۔

(۱۱) عَنْ النَّبِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فِي سَاعَةٍ مِنْ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ إِلَّا طُبِيتُ مَا فِي الصَّخِيفَةِ مِنَ السَّيِّئَاتِ حَتَّى تَكُونَ إِلَى مِثْلِهَا مِنَ الْحَسَنَاتِ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو بھی بندہ کسی وقت بھی دن میں یا رات میں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہتا ہے تو اعمال نامہ میں سے برائیاں مٹ جاتی ہیں، اور ان کی جگہ نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

(رواہ البیہقی کذا فی الترغیب و فی مجمع الزوائد فیہ عثمان بن عبد الرحمن الزہری و هو متروک اہ)

**ف :** برائیاں مٹ کر نیکیاں لکھی جانے کے متعلق باب اول فصل ثانی کے نمبر پر مفصل گزر چکا ہے اور اس قسم کی آیات اور روایات کے چند معنی لکھے گئے ہیں۔ ہر معنی کے اعتبار سے گناہوں کا اس حدیث میں اعمال نامہ سے مٹانا تو معلوم ہوتا ہی ہے البتہ اخلاص ہونا ضروری ہے اور کثرت سے اللہ کا پاک نام لینا اور کلمہ طیبہ کا کثرت سے پڑھنا خود بھی اخلاص پیدا کرنے والا ہے اسی لئے اس پاک کلمہ کا نام کلمہ اخلاص ہے۔

(۱۲) عَنْ أَبِي مُرَّةٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ  
وَتَعَالَى عَمُودًا مِّنْ نُورٍ بَيْنَ يَدَيْ الْعَرْشِ  
فَإِذَا قَالَ الْعَبْدُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَفْتَنَ  
ذَلِكَ الْعَمُودَ فَيَقُولُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى  
أُسْكُنْ فَيَقُولُ كَيْفَ أُسْكِنُ وَلَوْ يُنْفَخُ  
لِقَائِهَا فَيَقُولُ إِنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُ فَيَكُونُ  
عِنْدَ ذَلِكَ

ہے کہ عرش کے سامنے نور کا ایک ستون  
ہے جب کوئی شخص لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہتا ہے  
تو وہ ستون ہلنے لگتا ہے۔ اللہ کا ارشاد  
ہوتا ہے کہ ٹھیر جا۔ وہ عرض کرتا ہے کیسے  
ٹھیروں حالانکہ کلمہ طیبہ پڑھنے والے کی  
ابھی تک مغفرت نہیں ہوئی ارشاد ہوتا  
ہے کہ اچھا میں نے اس کی مغفرت کر دی  
تو وہ ستون ٹھیر جاتا ہے۔

ارواه البزار وهو غریب کذا فی الترغیب وفي مجمع الزوائد فيه عبد الله بن ابراهيم  
بن ابي عمرو وهو ضعيف جدا اقلت ولبط السيوطي في الدلائل على طريقه وذكر  
له شواهد

**ف** : محمد بن حضرات کو اس روایت میں کلام ہے لیکن علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ روایت  
کئی طریقوں سے مختلف الفاظ سے نقل کی گئی ہے بعض روایتوں میں اس کے ساتھ اللہ جل  
شأنہ کا یہ بھی ارشاد وارد ہے کہ میں نے کلمہ طیبہ اس شخص کی زبان پر اسی لئے جاری کر دیا  
تھا کہ اس کی مغفرت کروں کس قدر لطف و کرم ہے اللہ کا کہ خود ہی توفیق عطا فرماتے ہیں اور پھر  
خود ہی اُس لطف کی تکمیل میں مغفرت فرماتے ہیں حضرت عطاء کا قصہ مشہور ہے کہ وہ ایک  
مرتبہ بازار تشریف لے گئے وہاں ایک دیوانی باندی فروخت ہو رہی تھی۔ انہوں نے خرید لی  
جب رات کا کچھ حصہ گزرا تو وہ دیوانی اٹھی اور وضو کر کے نماز شروع کر دی اور نماز میں اس کی یہ  
حالت تھی کہ آنسوؤں سے دم گھٹا جا رہا تھا۔ اس کے بعد اُس نے کہا اے میرے معبود آپ کو  
مجھ سے محبت رکھنے کی قسم مجھ پر رحم فرما دیجئے عطاء نے یہ سن کر فرمایا کہ لونڈی یوں کہہ اے اللہ  
مجھے آپ سے محبت رکھنے کی قسم یہ سن کر اس کو غصہ آیا اور کہنے لگی اُس کے حق کی قسم اگر اس کو  
مجھ سے محبت نہ ہوتی تو تمہیں یوں میٹھی نیند نہ سلاتا اور مجھے یوں کھڑا نہ کرتا۔ اس کے  
بعد اُس نے یہ اشعار پڑھے

وَالصَّبْرُ مُفْتَرَقٌ وَاللَّهُ مَعَ مُسْتَبِقٍ  
مِمَّا جَنَاهُ الْهَوَى وَالشَّوْقُ وَالْفَلَقُ

الْكُتُبُ مُجْتَمِعٌ وَالْقَلْبُ مُحْتَرِقٌ  
كَيْفَ الْقَرَارُ عَلَى مَنْ لَا قَرَارَ لَهُ



يَا رَبِّ اِنْ كَانَ شَيْءٌ فِىْهِ لِىْ فَرَجٌ  
فَاُمِّنْ عَلَيَّ بِهٖ مَا دَامَ لِىْ رَمَقٌ  
ترجمہ: بے چینی جمع ہو رہی ہے اور دل جل رہا ہے۔ اور صبر جدا ہو گیا اور آنسو بہ رہے ہیں۔  
اس کو کس طرح قرار آ سکتا ہے جس کو عشق و شوق اور بے چینی کے حملوں کی وجہ سے ذرا بھی سکون  
نہیں۔ اے اللہ اگر کوئی چیز ایسی ہو سکتی ہے جس میں غم سے نجات ہو تو زندگی میں اُس کو عطا فرما  
کر مجھ پر احسان فرما۔ اس کے بعد اُس نے کہا۔ اے اللہ میرا اور آپ کا معاملہ اب راز میں نہیں  
رہا مجھے اٹھا لیجئے یہ کہہ کر ایک چمخ ماری اور مر گئی۔ اس قسم کے اور بھی بہت سے واقعات  
ہیں اور کھلی ہوئی بات ہے کہ توفیق جب تک شامل حال نہ ہو کیا ہو سکتا ہے۔ وَمَا تَشَاوُونَ  
اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (اور تم بدو ن خدا کے رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ کے چاہے، کچھ نہیں  
چاہ سکتے ہو)۔

(۱۳) عَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ لَیْسَ عَلٰی  
اَهْلِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ فِیْ قُبُوْرِهِمْ  
وَلَا مَنْتَرِهِمْ وَكَانَ اَنْظُرَ اِلٰی اَهْلِ لَا  
اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَهُمْ یَنْفُضُونَ التُّرَابَ  
عَنْ رُءُوسِهِمْ وَیَقُولُوْنَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ  
الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزْنَ وَفِیْ رِوَاۓ  
لَیْسَ عَلٰی اَهْلِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ  
عِنْدَ الْمَوْتِ وَلَا عِنْدَ الْقَبْرِ  
والوں پر نہ موت کے وقت وحشت ہوگی نہ قبر کے وقت۔

(رواہ الطبرانی والبیہقی کلاهما من رِوایۃ یحییٰ بن عبد الحمید الحمانی وفی متنہ  
نکارۃ کذا فی الترغیب و ذکرہ فی الجامع الصغیر برِوایۃ الطبرانی عن ابن عمر و  
رقولہ بالضعف وفی اسنی المطالب رِواہ الطبرانی والولیعلیٰ بسند ضعیف وفی مجمع  
الزوائد رِواہ الطبرانی وفی نِوایۃ لَیْسَ عَلٰی اَهْلِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ عِنْدَ الْمَوْتِ وَلَا  
عِنْدَ الْقَبْرِ فی الاولیٰ یحییٰ الحمانی وفی الاخریٰ مجاشع بن عمرو کلاهما ضعیف اھ  
وقال السخاوی فی المقاصد الحسنة رِواہ ابو یعلیٰ والبیہقی فی الشعب والطبرانی بسند

ضعیف عن ابن عباس اہ قلت وما حکم علیہ المنذری بالنکارة مبناء انہ حمل اهل لالہ  
 الا الله علی الظاہ علی حمل مسلہ ومعلوم ان بعض المسلیین یعدون فی القبر والخبر  
 میكون الحدیث مخالفاً للتعریف فیکون منکرًا لکنہ ان ارید بہ الشخصوص بلیدہ  
 الصفقة فیکون موافقا للنصوص الکثیرة من القرآن والحديث والسابقون السابقون  
 اولئك المقربون ومنهم سابق بالخیرات یا ذن الله وسبعون الفایة خلون الجنة  
 بغیر حساب وخیر ذلك من الآیات والروایات فالحدیث موافق لها لا مخالف فیکون  
 معروفًا لا منکرًا و ذکر السیوطی فی الجامع الصغیر بروایة ابن مردويه والبیہقی فی البیہقی  
 عن عمر یلفظ سابقنا سابق ومقتصدنا ناج وظالمنا مغفور لہ ورقولہ بالحن قلت و  
 یؤیدہ حدیث سابق المقربون المستهزون فی ذکر الله یضع الذکر عنهم اثقالمہ  
 فیاتون یوم القیامہ خفاً رواہ الترمذی والحاکم عن ابی ہریرة والطبرانی عن ابی الدرداء  
 کذا فی الجامع ورقولہ بالصحة وفی الاتحاف عن ابی الدرداء موقوفًا الذین لا تزال انتم  
 رطبہ من ذکر الله یدخلون الجنة وهم یضحکون وفی الجامع الصغیر بروایة الحاکم  
 ورقولہ بالصحة السابق والمقتصد یدخلان الجنة بغیر حساب والظالم لغفۃ یعاب  
 حساباً لیسوا شعوب یدخل الجنة

ف: حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام حضور اقدس  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لاتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت غمگین تھے حضرت  
 جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اللہ جلّ جلالہ نے آپ کو سلام فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا کہ  
 آپ کو رنجیدہ اور غمگین دیکھ رہا ہوں یہ کیا بات ہے (حالانکہ حق تعالیٰ شانہ دلوں کے بھید  
 جانتے والے ہیں لیکن اعزاز و اکرام اور اظہار شرافت کے واسطے اس قسم کے سوال کرتے  
 جاتے تھے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اپنی امت کا فکر بہت بڑھ  
 رہا ہے کہ قیامت میں ان کا کیا حال ہوگا حضرت جبریل علیہ السلام نے دریافت کیا کہ  
 کفار کے بارے میں یا مسلمانوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں  
 کے بارے میں فکر ہے حضرت جبریل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لیا اور ایک مقبرہ  
 پر تشریف لے گئے جہاں قبیلۂ بنو سلمہ کے لوگ دفن تھے حضرت جبریل نے ایک قبر  
 پر ایک پر مارا اور ارشاد فرمایا کہ قور یا ذن الله (اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا) اس قبر سے



ایک شخص نہایت حسین خوبصورت چہرہ والا اٹھا وہ کہہ رہا تھا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ  
 الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ حضرت جبریلؑ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جگہ لوٹ جاوہ چلا گیا۔ پھر  
 دوسری قبر پر دوسرا پر مارا اور ارشاد فرمایا کہ اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا۔ اس میں سے ایک  
 شخص نہایت بد صورت کالا منہ کیری آنکھوں والا کھڑا ہوا۔ وہ کہہ رہا تھا ہائے افسوس، ہائے  
 شرمندگی، ہائے مصیبت۔ پھر حضرت جبریلؑ نے فرمایا اپنی جگہ لوٹ جا۔ اس کے بعد حضور  
 اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ جس حالت پر یہ لوگ مرتے ہیں اسی حالت پر اٹھیں گے  
 حدیث بالا میں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّوْلُ سے بظاہر وہ لوگ مراد ہیں جن کو اس کلمہ پاک کے ساتھ خصوصی  
 لگاؤ، خصوصی مناسبت، خصوصی اشتغال ہو اس لئے کہ دودھ والا، جوتوں والا، موتی والا، برف  
 والا وہی شخص کہلاتا ہے جس کے ہاں ان چیزوں کی خصوصی بکری اور خصوصی ذخیرہ موجود ہو۔ اس  
 لئے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّوْلُ کے ساتھ اس معاملہ میں کوئی اشکال نہیں۔ قرآن پاک میں سورۃ فاطر  
 میں اس اُمت کے تین طبقے بیان فرماتے ہیں۔ ایک طبقہ سابق، بالآخرات کا بیان فرمایا جن کے  
 متعلق حدیث میں آیا ہے کہ وہ بے حساب جنت میں داخل ہوں گے۔ ایک حدیث میں وارد  
 ہے کہ جو شخص تومرتبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھا کرے اس کو حق تعالیٰ شانہ قیامت کے دن ایسی  
 حالت میں اٹھائیں گے کہ چودھویں رات کے چاند کی طرح اُن کا چہرہ روشن ہوگا۔ حضرت  
 ابو دردارؓ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کی زبانیں اللہ کے ذکر سے تروتازہ رہتی ہیں وہ جنت میں  
 ہنستے ہوئے داخل ہوں گے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے  
 کہ حق تعالیٰ شانہ قیامت کے دن میری  
 اُمت میں سے ایک شخص کو منتخب فرما کر  
 تمام دنیا کے سامنے بلائیں گے اور اُس  
 کے سامنے ننانوے دفعہ اعمال کے کھولیں  
 گے ہر دفعہ اتنا بڑا ہوگا کہ منہائے نظر تک  
 (یعنی جہاں تک نگاہ جاسکے وہاں تک)  
 پھیلا ہوا ہوگا۔ اس کے بعد اُس سے  
 سوال کیا جائے گا کہ ان اعمال ناموں میں

(۱۴) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ نَعْمَانَ  
 رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ يَتَخَلَّصُ رَجُلًا  
 مِنْ أُمَّتِي عَلَى رُفُوسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ  
 فَيُشْرَعُ عَلَيْهِ تِسْعَةٌ وَتَسْعِينَ سَجْدَةً كُلُّ  
 سَجْدَةٍ مِثْلَ مَدَى الْبَصَرِ يَقُولُ أَتَسْجُدُ  
 مِنْ هَذَا شَيْئًا أَظْلَمَكَ كِتَابِي لِلْعِظُونَ  
 فَيَقُولُ لَا يَا رَبِّ فَيَقُولُ أَفَلَاكَ عَذْرٌ  
 فَيَقُولُ لَا يَا رَبِّ فَيَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى بَلَى



إِنَّ لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَةً فَإِنَّهُ لَا ظُلْمَ  
عَلَيْكَ الْيَوْمَ فَتَخْرُجُ بِطَاقَةٍ فِيهَا  
أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ  
أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ فَيَقُولُ  
أَحْضِرْ وَزَنَّاكَ فَيَقُولُ يَا رَبِّ مَا هَذِهِ  
الْبَطَاقَةُ مَعَ هَذِهِ السَّحَابَاتِ  
فَقَالَ فَإِنَّكَ لَا تَظْلَمُ الْيَوْمَ فَتَوَضَّعَ  
السَّحَابَاتُ فِي كَفَّةٍ وَالْبَطَاقَةُ فِي  
كَفَّةٍ فَطَاشَتِ السَّحَابَاتُ وَثَقُلَتِ  
الْبَطَاقَةُ فَلَا يَثْقُلُ مَعَ اللَّهِ  
شَيْءٌ

سے تو کسی چیز کا انکار کرتا ہے کیا میرے ان  
فرشتوں نے جو اعمال لکھنے پر مشغول تھے تجھ پر  
کچھ ظلم کیا ہے کہ کوئی گناہ بغیر کئے ہوئے لکھ  
لیا ہو یا کرنے سے زیادہ لکھ لیا ہو وہ عرض  
کرے گا نہیں (نہ انکار کی گنجائش ہے نہ فرشتوں  
نے ظلم کیا، پھر ارشاد ہوگا کہ تیرے پاس ان  
بد اعمالیوں کا کوئی عذر ہے وہ عرض کرے گا  
کوئی عذر بھی نہیں ارشاد ہوگا اچھا تیری  
ایک سی ہمارے پاس ہے آج تجھ پر کوئی ظلم  
نہیں ہے پھر ایک کاغذ کا پرزہ نکالا جائے گا  
جس میں اَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ

أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ لکھا ہوا ہوگا کہ اس کو تلوائے وہ عرض کرے گا کہ  
دفتروں کے مقابلہ میں یہ پرزہ کیا کام دے گا ارشاد ہوگا کہ آج تجھ پر ظلم نہیں ہوگا پھر ان  
سب دفتروں کو ایک پلڑے میں رکھ دیا جاوے گا اور دوسری جانب وہ پرزہ ہوگا تو دفتروں  
والا پلڑا اٹھنے لگے گا اُس پرزہ کے وزن کے مقابلہ میں پس بات یہ ہے کہ اللہ کے نام سے  
کوئی چیز وزنی نہیں۔

(رواہ الترمذی وقال حسن غریب وابن ماجہ وابن حبان فی صحیحہ والبیہقی و  
الحاکم وقال صحیح علی شرط مسلم کذا فی الترغیب قلت کذا قال الحاکم فی  
کتاب الایمان واخرجه ایضا فی کتاب الدعوات وقال صحیح الاسناد واقوه  
فی الموضوعین الذہبی و فی مشکوٰۃ اخرجہ بروایۃ الترمذی وابن ماجہ وزاد  
السیوطی فی الدر فیمن عزاء الیہم احمد وابن مردویہ واللالکائی والبیہقی فی  
البعث و فیہ اختلاف و فی بعض الالفاظ کقولہ فی اول الحدیث یُصَاحُّ  
بِرَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي عَلَى رُؤُوسِ السَّحَابَاتِ وَفِيهِ اَيْضًا فَيَقُولُ أَفَلَاكَ عُذْرٌ أَوْ حَسَنَةٌ  
فِيهَا بَرَّ الرَّجُلُ فَيَقُولُ لَا يَا رَبِّ فَيَقُولُ بَلَى إِنَّ لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَةً الْحَدِيثُ  
وَعَلِمَ مِنْهُ أَنَّ الْأَسْتَدْرَاكَ فِي الْحَدِيثِ عَلَى مَحَلِّهِ وَلَا حَاجَةَ إِذَا إِلَى مَا أَوَّلَهُ

الغاری فی السقاۃ و ذکر السیوطی ما یؤید الروایۃ من الروایات الاخری  
 ف: یہ اخلاص ہی کی برکت ہے کہ ایک مرتبہ کلمہ طیبہ اخلاص کے ساتھ کا پڑھا ہوا ان سب  
 دفتروں پر غالب آگیا۔ اسی لئے ضروری ہے کہ آدمی کسی مسلمان کو بھی حقیر نہ سمجھے اور اپنے کو اس  
 سے افضل نہ سمجھے کیا معلوم کہ اس کا کون سا عمل اللہ کے یہاں مقبول ہو جائے جو اس کی نجات  
 کے لئے کافی ہو جائے اور اپنا حال معلوم نہیں کہ کوئی عمل قابل قبول ہو گا یا نہیں۔ حدیث  
 شریف میں ایک قصہ آتا ہے کہ بنی اسرائیل میں دو آدمی تھے ایک عابد تھا دو سر گنہگار وہ  
 عابد اس گنہگار کو ہمیشہ ٹوکا کرتا تھا وہ کہہ دیتا کہ مجھے میرے خدا پر چھوڑ۔ ایک دن اس عابد نے  
 حقہ میں آکر کہہ دیا کہ خدا کی قسم تیری مغفرت کبھی نہیں ہوگی۔ حق تعالیٰ شانہ نے عالم ارواح میں  
 دونوں کو جمع فرمایا اور گنہگار کو اس لئے کہ وہ رحمت کا امیدوار تھا معاف فرمادیا اور عابد کو اس قسم  
 کھانے کی پاداش میں عذاب کا حکم فرمادیا اور اس میں کیا شک ہے کہ یہ قسم نہایت سخت  
 تھی۔ خود حق تعالیٰ شانہ تو ارشاد فرمائیں اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهِ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ  
 لِمَنْ یَّشَاءُ (حق تعالیٰ شانہ کفر و شرک کی مغفرت نہیں فرمائی گے اس کے علاوہ ہر گناہ کی جس  
 کے لئے چاہیں گے مغفرت فرمادیں گے) تو کسی کو کیا حق ہے یہ کہنے کا کہ فلاں کی مغفرت نہیں ہو  
 سکتی لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ معاصی پر، گناہوں پر، ناجائز باتوں پر گرفت نہ  
 کی جائے، ٹوکا نہ جائے۔ قرآن و حدیث میں سینکڑوں جگہ اس کا حکم ہے، نہ ٹوکنے پر عید  
 ہے۔ احادیث میں بکثرت آیا ہے کہ جو لوگ کسی کو گناہ کرتے دیکھیں اور اس کے روکنے پر قادر  
 ہوں اور نہ روکیں تو وہ خود اس کی سزا میں مبتلا ہوں گے مذاب میں شریک ہونگے اس مضمون  
 کو میں اپنے رسالہ فضائل تبلیغ میں مفصل لکھ چکا ہوں جس کا دل چاہے اس کو دیکھے یہاں  
 ایک ضروری چیز یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ جہاں دینداروں کا گنہگاروں کو قطعی جہنمی سمجھ لینا ہلک  
 ہے وہاں جہلدار کا ہر شخص کو مقتدا اور بڑا بنالینا خواہ کتنے ہی کفریات مجھے، ستم قائل اور نہایت  
 ٹھیک ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی بدعتی کی تعظیم کرتا ہے وہ اسلام  
 کے منہدم کرنے پر امانت کرتا ہے بہت سی احادیث میں آیا ہے کہ آخر زمانہ میں دجال، منکار  
 کتاب پیدا ہوں گے جو ایسی احادیث تم کو سناویں گے جو تم نے نہ سنی ہوں گی۔ ایسا نہ ہو کہ وہ  
 تم کو گمراہ کریں اور فتنہ میں ڈال دیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

(۱۵) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ



رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ جِئْتُ بِالسَّمَوَاتِ  
وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَمَا بَيْنَهُنَّ  
وَمَا تَحْتَهُنَّ فَوَضَعْنِي فِي كَفَّةٍ لِلْيَمِينِ  
وَوَضَعْتَ شَهَادَةً أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ  
فِي الْكَفَّةِ الْآخِرَى لَرَجَعْتُ  
بِهِنَّ.

ہے کہ اس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ  
میں میری جان ہے اگر تمام آسمان و زمین  
اور جو لوگ ان کے درمیان میں ہیں وہ  
سب اور جو چیزیں ان کے درمیان میں  
ہیں وہ سب کچھ اور جو کچھ ان کے نیچے ہے وہ  
سب کا سب ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے  
اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا اقرار دوسری جانب  
ہو تو وہی تول میں بڑھ جائے گا۔

(اخرجه الطبرانی كذا في مجمع الزوائد و زاد في أوله لَقَوْلُ  
مَوْلَانَا مُحَمَّدٌ شَهِادَةً أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَمَنْ قَالَهَا عِنْدَ مَوْتِهِ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ  
قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ فَمَنْ قَالَهَا فِي صَحَّتِهِ قَالَ بَلْكَ أَوْجِبُ وَأَوْجِبُ ثُمَّ قَالَ  
وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ الْحَدِيثُ قَالَ رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ وَرَجَالُهُ ثِقَاتٌ إِلَّا أَنَّ ابْنَ  
أَبِي طَالِحَةَ لِعِيسَى بْنِ عَبَّاسٍ)

ف: اس قسم کا مضمون بہت سی مختلف روایتوں میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں  
شک نہیں کہ اللہ کے پاک نام کے برابر کوئی بھی چیز نہیں۔ بد قسمتی اور محرومی ہے ان لوگوں کی جو  
اس کو ہلکا سمجھتے ہیں البتہ اس میں وزن اخلاص سے پیدا ہوتا ہے جس قدر اخلاص ہو گا اتنا ہی  
وزن یہ پاک نام ہو سکتا ہے اسی اخلاص کے پیدا کرنے کے واسطے مشائخ صوفیہ کی جو تیاں سیدی  
کرنا پڑتی ہیں۔ ایک حدیث میں اس ارشاد نبوی سے پہلے ایک اور مضمون مذکور ہے وہ یہ کہ  
حضور صَلَّی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ میت کو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَلْقِیْنِ کیا کرو جو شخص مرتے  
وقت اس پاک کلمہ کو کہتا ہے اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے صحابہؓ نے عرض کیا  
یا رسول اللہ اگر کوئی تندرستی ہی میں کہے حضور صَلَّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تو اور بھی زیادہ  
جنت کو واجب کرنے والا ہے۔ اس کے بعد یہ قسمیہ مضمون ارشاد فرمایا جو اوپر ذکر کیا گیا۔  
حضور اقدس صَلَّی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

(۱۶) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَاءَ النَّخَامُ

ابْنُ زَيْدٍ وَقُرْدُ بْنُ كَعْبٍ وَبَحْرِيُّ  
ابْنُ عَمْرٍو فَقَالُوا يَا مُحَمَّدُ مَا تَعْلَمُو

میں ایک مرتبہ تین کافر حاضر ہوئے اور  
پوچھا کہ اے محمد صَلَّی اللہ علیہ وسلم تم اللہ



مَعَ اللَّهِ إِلَهًا غَيْرُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ  
بِذَلِكَ بُعِثْتُ وَإِلَى ذَلِكَ أَذْهَبُوا فَأَنزَلَ  
اللَّهُ تَعَالَى فِي قَوْلِهِمْ قُلْ أَعَى شَيْءٌ أَكْبَرُ  
شَهَادَةً الْآيَةِ

اسی بارہ میں آیت قُلْ أَعَى شَيْءٌ أَكْبَرُ شَهَادَةً نَّازِل ہوئی۔

کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں جانتے  
(نہیں مانتے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے  
ارشاد فرمایا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ (نہیں کوئی معبود  
اللہ کے سوا) اسی کلمہ کے ساتھ میں مبعوث  
ہوا ہوں اور اسی کی طرف لوگوں کو بلاتا ہوں

اخرجه ابن اسحاق وابن المنذر وابن ابی حاتم والوالشیخ کذا فی الدال المنثور  
ف: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسی کلمہ کے ساتھ میں مبعوث ہوا ہوں  
یعنی نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں اور اسی کلمہ کی طرف لوگوں کو بلاتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے  
ارشاد کا مطلب نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس میں خصوصیت ہے بلکہ سارے ہی نبی الہی  
کلمہ کے ساتھ نبی بنا کر بھیجے گئے اور سب ہی انبیاء نے اسی کلمہ کی طرف دعوت دی ہے۔ حضرت  
آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر ختم الانبیاء فخر رسل صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی نبی  
بھی ایسا نہیں ہے جو اس مبارک کلمہ کی دعوت نہ دیتا ہو۔ کس قدر بابرکت اور مستم بالشان کلمہ ہے  
کہ سارے انبیاء اور سارے سچے مذہب اسی پاک کلمہ کی طرف بلانے والے اور اسی کے شائع  
کرنے والے رہے۔ آخر کوئی بات تو ہے کہ اس سے کوئی بھی سچا مذہب خالی نہیں۔ اسی کلمہ کی  
تصدیق میں قرآن پاک کی آیت قُلْ أَعَى شَيْءٌ أَكْبَرُ شَهَادَةً (سورۃ انعام ۷۲) نازل ہوئی جس  
میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق میں حق تعالیٰ شانہ کی گواہی کا ذکر ہے۔ ایک حدیث میں  
وارد ہے کہ جب بندہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ اس کی تصدیق فرماتے ہیں اور  
ارشاد فرماتے ہیں میرے بندہ نے سچ کہا ہے میرے سوا کوئی معبود نہیں۔

حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام  
فرماتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت  
کے اعمال (حشر کی ترازو میں) اس لئے سب  
سے زیادہ بھاری ہیں کہ ان کی زبانیں ایک  
ایسے کلمہ کے ساتھ مانوس ہیں جو ان سے پہلی  
امتوں پر بھاری تھا۔ وہ کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے۔

(۱۶) عَنْ لَيْثٍ قَالَ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ  
عَلَيْهِ السَّلَامُ أَمَّةٌ مُحَمَّدٌ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ) أَثَقَلُ النَّاسِ فِي الْمِيزَانِ ذَلِكَ  
الَّتِي تَقُولُ بِكَلِمَةٍ ثَقُلَتْ عَلَى مَنْ كَانَ  
قَبْلَهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ (اخرجه الاصبهانی  
فی الترغیب کذا فی الدال)

ف: یہ ایک کھلی ہوتی بات ہے کہ اُمت محمدیہ علیٰ صاحبہا اَلْفُ اَلْفُ صَلَوةٌ وَتَحَنُّنٌ کے درمیان کلمہ طیبہ کا جتنا زور اور کثرت ہے کسی اُمت میں بھی اتنی کثرت نہیں ہے مثلاً سُلُوک کی لاکھوں نہیں کروڑوں کی مقدار ہے اور ہر شیخ کے کم و بیش سینکڑوں مرید اور تقریباً سب ہی کے یہاں کلمہ طیبہ کا ورد ہزاروں کی مقدار میں روزانہ کے معمولات میں داخل ہے جامع الاصول میں لکھا ہے کہ لفظ اللہ کا ذکر ورد کے طور پر کم از کم پانچ ہزار کی مقدار ہے اور زیادہ کے لئے کوئی حد نہیں اور صوفیہ کے لئے کم از کم پچیس ہزار روزانہ اور لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰہ کی مقدار کے متعلق لکھا ہے کہ کم از کم پانچ ہزار روزانہ ہو۔ یہ مقداریں مشائخ سُلُوک کی تجویز کے موافق کم و بیش ہوتی رہتی ہیں۔ میرا مقصود حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی تائید میں مشائخ کا انداز بیان کرنا ہے کہ ایک ایک شخص کے لئے روزانہ کی مقداریں کم از کم یہ بتائی گئی ہیں۔

ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے "قول جمیل" میں اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ میں ابتدائے سُلُوک میں ایک سانس میں لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰہ دو سو مرتبہ کہا کرتا تھا۔

شیخ ابوزید قرطبی فرماتے ہیں میں نے یہ سنا کہ جو شخص ستر ہزار مرتبہ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰہ پڑھے اس کو دوزخ کی آگ سے نجات ملے۔ میں نے یہ خبر سنا کہ ایک نصاب یعنی ستر ہزار کی تعداد اپنی بیوی کے لئے بھی پڑھا اور کئی نصاب خود اپنے لئے پڑھ کر ذخیرۂ آخرت بنایا۔ ہمارے پاس ایک نوجوان رہتا تھا جس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ یہ صاحب کشف ہے جنت دوزخ کا بھی اس کو کشف ہوتا ہے۔ مجھے اس کی صحت میں کچھ تردید تھا۔ ایک مرتبہ وہ نوجوان ہمارے ساتھ کھانے میں شریک تھا کہ دفعۃً اُس نے ایک چغری ماری اور سانس پھولنے لگا اور کہا کہ میری ماں دوزخ میں جل رہی ہے اُس کی حالت مجھے نظر آئی۔ قرطبی کہتے ہیں کہ میں اس کی گھبراہٹ دیکھ رہا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ ایک نصاب اس کی ماں کو بخش دوں جس سے اس کی سچائی کا بھی مجھے تجربہ ہو جائے گا۔ چنانچہ میں نے ایک نصاب ستر ہزار کا ان نصابوں میں سے جو اپنے لئے پڑھے تھے اُس کی ماں کو بخش دیا۔ میں نے اپنے دل میں چپکے ہی سے بخشا تھا اور میرے اس پڑھنے کی خبر بھی اللہ کے سوا کسی کو نہ تھی مگر وہ نوجوان فوراً کہنے لگا کہ چچا میری ماں دوزخ کے عذاب سے ہٹادی گئی۔ قرطبی کہتے ہیں کہ مجھے اس قصہ سے دو فائدے ہوئے۔ ایک تو اس برکت کا جو ستر ہزار کی مقدار پر میں نے سنی تھی اس کا تجربہ ہوا دوسرے اس نوجوان کی سچائی کا یقین ہو گیا۔

یہ ایک واقعہ ہے اس قسم کے نامعلوم کتنے واقعات اس اُمت کے افراد میں پائے جاتے



میں صوفیہ کی اصطلاح میں ایک معمولی چیز پاس آفاس ہے یعنی اس کی مشق کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر بغیر نہ اندر جاتے نہ باہر آئے۔ اُمت محمدیہ کے کروڑوں افراد ایسے ہیں جن کو اس کی مشق حاصل ہے تو پھر کیا ترود ہے حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد میں کہ ان کی زبانیں اس کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے ساتھ مانوس اور متقاد ہو گئیں۔

(۱۸) عَنْ أَبِي عَمَّارٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَكْتُوبٌ عَلَيَّ بَابُ الْجَنَّةِ إِنِّي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا لَا أَعَذِبُ مَنْ قَالَهَا.  
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جنت کے دروازہ پر یہ لکھا ہوا ہے (یعنی) اَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا لَا أَعَذِبُ مَنْ قَالَهَا میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں جو شخص اس (کلمہ) کو کہتا رہے گا میں اس کو عذاب نہیں کروں گا۔

(اخرجه ابو الشیخ کذا فی الدر)

ف: گناہوں پر عذاب کا ہونا دوسری احادیث میں بکثرت آیا ہے اس لئے اس سے اگر دائمی عذاب مرو ہو تو کوئی اشکال نہیں لیکن کوئی خوش قسمت ایسے اخلاص سے اس جملہ کا ورد رکھنے والا ہو کہ باوجود گناہوں کے اس کو بالکل عذاب نہ کیا جائے یہ بھی رحمت خداوندی سے بعید نہیں ہے۔ جیسا حدیث نمبر ۱۴ میں گذرا۔ اس کے علاوہ نمبر ۹ میں بھی کچھ تفصیل گزر چکی ہے۔

(۱۹) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ جَبْرِئِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِنِّي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَأَعْبُدْنِي مَنْ جَاءَنِي مِنْكُمْ بِشَهَادَةٍ أَنِّي لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ بِالْإِخْلَاصِ دَخَلَ فِي حَضْرَتِي وَمَنْ دَخَلَ حَضْرَتِي أَمِنَ عَذَابِي.  
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرئیل علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ جلّ جلالہ کا ارشاد ہے کہ میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں، لہذا میری ہی عبادت کیا کرو جو شخص تم میں سے اخلاص کے ساتھ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی گواہی دیتا ہو آوے گا وہ میرے قلعہ میں داخل ہو جائے گا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہو گا وہ میرے عذاب سے مامون ہو گا۔

اخرجه ابو النعمان فی الحلیۃ کذا فی الدر وابن عساکر کذا فی الجامع الصغیر وفیہ  
الغنا بروایۃ الشیرازی عن علی ورقم له بالصحة وفي الباب عن عتبان ابن مالك بلغظ



إِنَّ اللَّهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَنْتَحِي بِذَلِكَ وَجْهَهُ اللَّهُ رَوَاهُ الثَّيْهَانِي  
وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ بَلْفَظَرِ أَنَّ اللَّهَ لَا يَعْذِبُ مَنْ عِبَادَتِهِ إِلَّا الْمَارِدَ الْمُتَمَرِّدَ الَّذِي يَتَمَرَّدُ عَلَى اللَّهِ  
وَأَبَى أَنْ يَقُولَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَوَاهُ ابْنُ مَلْجَةَ

**ف** اگر یہ بھی کبار سے بچنے کے ساتھ مشروط ہو جیسا کہ حدیث نمبر ۵ میں گند چکاتب تو کوئی  
اشکال ہی نہیں اور اگر کبار کے باوجود یہ کلمہ کہے تو پھر قواعد کے موافق تو عذاب سے مراد دائمی  
عذاب ہے بلکہ اللہ جل شانہ کی رحمت قواعد کی پابند نہیں۔ قرآن پاک کا صاف ارشاد  
ہے کہ اللہ جل شانہ شرک کو معاف نہیں فرماتیں گے، اس کے علاوہ جس کو چاہیں گے معاف  
کر دیں گے چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہ اسی شخص کو عذاب کرتے ہیں جو اللہ  
پر تمرد (ہیکڑی) کرے اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنے سے انکار کرے۔ ایک حدیث میں آیا ہے لَا إِلَهَ  
إِلَّا اللَّهُ حق تعالیٰ شانہ کے غصہ کو دور کرتا رہتا ہے جب تک کہ دنیا کو دین پر ترجیح نہ دینے لگیں  
اور جب دنیا کو دین پر ترجیح دینے لگیں اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہتے رہیں تو حق تعالیٰ شانہ فرماتے  
ہیں کہ تم اپنے دعویٰ میں سچے نہیں ہو۔

۲۰ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَوَاهُ  
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ  
أَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَفْضَلُ  
الدُّعَاءِ أَلَا أُسْتَغْفَرُ ثَقَرًا فَأَعْلَمَ أَنَّهُ  
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مَا اسْتَغْفَرُ لَذَنْبِكَ الْآيَةِ

حضور اقدس صَلَّی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے  
کہ تمام ذکروں میں افضل لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ  
ہے اور تمام دعاؤں میں افضل اَسْتَغْفِرُ  
پھر اس کی تائید میں سورہ محمد کی آیت  
فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تِلَاوَت فرمائی۔

(اخرجه الطبرانی وابن مردويه والديلمی كذا في الدرر في الجامع الصغير برواية  
الطبرانی ما من الذكر افضل من لا اله الا الله ولا من الدعاء افضل من الاستغفار  
ورقوله بالحن)

**ف** اس فصل کی سب سے پہلی حدیث میں بھی یہ مضمون گند چکا ہے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ  
سب اذکار سے افضل ہے جس کی وجہ صوفیہ نے یہ لکھی ہے کہ دل کے پاک ہونے میں اس ذکر کو  
خاص مناسبت ہے اس کی برکت سے دل ساری ہی گندگیوں سے پاک ہو جاتا ہے اور جب  
اس کے ساتھ استغفار بھی شامل ہو جائے تو پھر کیا ہی کہنا۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ  
حضرت یونس علیہ السلام کو جب مچھلی نے کھالیا تھا تو اس کے پیٹ میں ان کی دعا یہ تھی :-

لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ جو شخص بھی ان الفاظ سے دعا مانگے گا وہ ضرور قبول ہوگی اس فصل کی سب سے پہلی حدیث میں بھی یہ مضمون گزرا ہے کہ سب سے افضل اور بہترین ذکر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے لیکن وہاں سب سے افضل دعا الْحَمْدُ لِلَّهِ الشَّاد جواتھا اور یہاں استغفار وارد ہے۔ اس قسم کا اختلاف حالات کے اعتبار سے بھی ہوتا ہے ایک مشقی پر ہیز گار ہے اس کے لئے الْحَمْدُ لِلَّهِ سب سے افضل ہے۔ ایک گنہ گار ہے وہ توبہ و استغفار کا بہت محتاج ہے اس کے حق میں استغفار سب سے اہم ہے۔ اس کے علاوہ افضلیت بھی مختلف وجوہ سے ہوتی ہے۔ منافع کے حاصل کرنے کے واسطے اللہ کی حمد و ثنا سب سے زیادہ نافع ہے اور مضرتیں اور تنگیوں دور کرنے کے لئے استغفار سب سے زیادہ مفید ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی وجوہ اس قسم کے اختلاف کی ہوتی ہیں۔

(۲۱) عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ إِلَّا اللَّهُ وَإِلَى اسْتِغْفَارٍ فَأَكْثَرُوا مِنْهُمَا فَإِنَّ إِبْلِيسَ قَالَ أَهْلَكْتُ النَّاسَ بِالدُّنُوبِ وَأَهْلَكَوْنِي بِذِكْرِ اللَّهِ إِلَّا اللَّهُ وَإِلَى اسْتِغْفَارٍ فَلَمَّا رَأَيْتُ ذَلِكَ أَهْلَكْتُهُمْ بِالْأَهْوَاءِ وَهُمْ يُحِبُّونَ أَنْهُمْ مُهْتَدُونَ۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اور استغفار کو بہت کثرت سے پڑھا کرو شیطان کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو گناہوں سے ہلاک کیا اور انھوں نے مجھے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اور استغفار سے ہلاک کر دیا۔ جب میں نے دیکھا کہ یہ تو کچھ بھی نہ ہوا، تو میں نے ان کو ہوائے نفس (یعنی بدعات) سے ہلاک کیا اور وہ اپنے کو ہدایت پر سمجھتے رہے۔

(اخرجه ابو یعلیٰ کذا فی الدر والجامع الصغیر و رد قولہ بالضعف)

ف: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اور استغفار سے ہلاک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ شیطان کا منتہاتے مقصد دل پر اپنا زہر چڑھانا ہے جس کا ذکر باب اول فصل دوم کے نمبر ۱۴ پر گزر چکا اور یہ زہر جب ہی چڑھتا ہے جب دل اللہ کے ذکر سے خالی ہو ورنہ شیطان کو ذلت کے ساتھ دل سے واپس ہونا پڑتا ہے اور اللہ کا ذکر دلوں کی صفائی کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ ہر چیز کے لئے ایک صفائی ہوتی ہے دلوں کی صفائی اللہ کا ذکر ہے۔ اسی طرح استغفار کے بارہ میں کثرت سے احادیث میں یہ وارد ہوا ہے کہ دلوں کے میل و



زنگ کو دور کرنے والا ہے۔ ابوالخلی دقائی کہتے ہیں کہ جب بندہ بخلص سے لا الہ کہتا ہے تو ایک دم دل صاف ہو جاتا ہے (جیسا آئینہ پر بھیگا ہو کپڑا پھیرا جاتے) پھر وہ لا الہ کہتا ہے تو صاف دل پر اس کا نور ظاہر ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ شیطان کی ساری ہی کوشش بے کار ہو گئی اور ساری محنت رائیگاں گئی۔ ہوائے نفس سے ہلاک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ناحق کو حق سمجھنے لگے اور جو دل میں آجاتے اسی کو دین اور مذہب بنا لے۔ قرآن شریف میں کئی جگہ اس کی مذمت وارد ہوئی ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے۔ اَقْرَبَتْ مِنَ اتِّخَاذِ الْهَوَاِ وَاصْلَةِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَخَتَمَ عَلَى سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَى بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللَّهِ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ سورہ جاثیہ رکوع ۳) (کیا آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا پنی خواہش نفس کو بنا رکھا ہے اور خدا تعالیٰ نے اس کو باوجود سمجھ بوجھ کے گمراہ کر دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی اور آنکھ پر پردہ ڈال دیا کہ حق بات کو نہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے نہ دل میں اُرتی ہے) پس اللہ کے (گمراہ کرنے کے) بعد کون ہدایت کر سکتا ہے پھر بھی تم نہیں سمجھتے (دوسری جگہ ارشاد ہے وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ اتَّبَعَ هَوَاِهُ بِغَيْرِ هُدًى مِنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ سورہ قصص رکوع ۵) (ایسے شخص سے زیادہ گمراہ کون ہو گا جو اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہو بغیر اس کے کہ کوئی دلیل اللہ کی طرف سے (اُس کے پاس) ہو اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا) اور بھی متعجب و جگہ اس قسم کا مضمون وارد ہوا یہ شیطان کا بہت ہی سخت حملہ ہے کہ وہ غیر دین کو دین کے لباس میں سمجھاوے اور آدمی اس کو دین سمجھ کر کرتا رہے اور اُس پر ثواب کا اُمیدوار بنا رہے۔ اور جب وہ اُس کو عبادت اور دین سمجھ کر کر رہا ہے تو اس سے توبہ کیونکر کر سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص ناکری چوری وغیرہ گناہوں میں مبتلا ہو تو کسی نہ کسی وقت توبہ اور چھوڑ دینے کی اُمید ہے، لیکن جب کسی ناجائز کام کو وہ عبادت سمجھتا ہے تو اس سے توبہ کیوں کرے اور کیوں اس کو چھوڑے بلکہ دن بدن اس میں ترقی کرے گا۔ یہی مطلب ہے شیطان کے اس کہنے کا کہ میں نے گناہوں میں مبتلا کیا لیکن ذکر اذکار توبہ استغفار سے وہ مجھے دق کرتے رہے تو میں نے ایسے جال میں پھانس دیا کہ اس سے نکل ہی نہیں سکتے۔ اس لئے دین کے ہر کام میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقہ کو اپنا رہبر بنانا بہت ہی ضروری امر ہے اور کسی ایسے طریقہ کو اختیار کرنا جو خلاف سنت ہو نیکی برباد گناہ لازم ہے۔ امام غزالیؒ نے حسن بصریؒ سے بھی نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ شیطان کہتا ہے کہ میں نے اُمت محمدیہ کے سامنے گناہوں کو زیب و زینت



کے ساتھ پیش کیا مگر ان کے استغفار نے میری کم توڑ دی تو میں نے ایسے گناہ اُن کے پاس پیش کئے جن کو وہ گناہ ہی نہیں سمجھتے کہ ان سے استغفار کریں اور وہ اہوار یعنی بدعات ہیں کہ وہ ان کو دین سمجھ کر کرتے ہیں۔ وہنب بن منبہ کہتے ہیں کہ اللہ سے ڈر، تو شیطان کو مجموعوں میں لعنت کرتا ہے اور چپکے سے اس کی اطاعت کرتا ہے اور اس سے دوستی کرتا ہے۔ بعض صوفیہ سے منقول ہے کہ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ حق تعالیٰ شانہ جیسے محسن کے احسانات معلوم ہونے کے بعد اور اُن کے اقرار کے بعد اُس کی نافرمانی کی جائے اور شیطان کی دشمنی کے باوجود اس کی عیاری اور سرکشی معلوم ہونے کے باوجود اس کی اطاعت کی جائے۔

(۲۲) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَمُوتُ عَبْدٌ يُشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَآخَى رَسُولُ اللَّهِ يَرْجِعُ ذَلِكَ إِلَى قَلْبِ مُوقِنٍ لَا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَخِي رَوَايَةٍ إِلَّا غَفَرَ اللَّهُ لَهُ.

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص بھی اس حال میں مرے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ کی پختہ دل سے شہادت دیتا ہو، ضرور جنت میں داخل ہوگا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ضرور اُس کی اللہ تعالیٰ مغفرت فرمادیں گے۔

(اخرجه احمد والنسائی والطبرانی والترمذی فی نوادر الاصول وابن مردويه والبيهقي والاسماء والصفات كذا فی الدرر وابن ماجه وفي الباب عن عمر ان يلفظ من على الله ربه وآخى نبیه موقناً من قلبه حرم الله على النار رواه البزار ورواه في الجامع بالصحة وفيه أيضاً رواية البزار عن أبي سعيد من قال لا إله إلا الله مخلصاً دخل الجنة ورواه بالصحة)

ف: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں یہ بھی نقل کیا گیا کہ خوشخبری سنو اور دوسروں کو بھی بشارت سنا دو کہ جو شخص سچے دل سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا اقرار کرے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اللہ جلّ جلالہ کے یہاں اخلاص کی قدر ہے اور اخلاص کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی بہت زیادہ اجر و ثواب رکھتا ہے۔ دنیا کے دکھاوے کے واسطے لوگوں کے خوش کرنے کے واسطے کوئی کام کیا جاوے وہ تو ان کی سرکار میں بے کار ہے بلکہ کرنے والے کے لئے وبال ہے لیکن اخلاص کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی بہت کچھ رنگ لاتا ہے۔ اس لئے اخلاص سے جو شخص کلمہ شہادت پڑھے اس کی ضرور مغفرت ہوگی وہ ضرور جنت میں داخل ہو کر

رہے گا اس میں ذرا بھی تردد نہیں۔ یہ ممکن ہے کہ وہ اپنے گناہوں کی وجہ سے کچھ دنوں منہ بھگت کر داخل ہو لیکن ضروری نہیں، کسی شخص کا اخلاص مالک الملک کو پسند ہو، اس کی کوئی خدمت بھی پسند آجائے تو وہ سارے ہی گناہوں کو معاف فرما سکتے ہیں۔ ایسی کریم ذات پر ہم ہمیشہ کتنی سخت محرومی ہے۔ بہر حال ان احادیث میں کلمہ طیبہ کے پڑھنے والے کے لئے بہت کچھ وعدے ہیں جن میں دونوں احتمال ہیں۔ قواعد کے موافق گناہوں کی سزا کے بعد معافی اور کرم مطلق احسان اور مہر رحم خسروانہ میں بلا عذاب معافی۔

یہی بن اکثم ایک محدث ہیں۔ جب ان کا انتقال ہوا تو ایک شخص نے ان کو خواب میں دیکھا۔ ان سے پوچھا کیا گذری۔ فرمانے لگے کہ میری پیشی ہوئی۔ مجھ سے فرمایا۔ او گنہگار تو تھے تو نے فلاں کام کیا، فلاں کیا میرے گناہ گنوائے گئے اور کہا گیا کہ تو نے ایسے ایسے کام کئے۔ میں نے عرض کیا یا اللہ مجھے آپ کی طرف سے یہ حدیث نہیں پہونچی فرمایا اور کیا حدیث پہونچی عرض کیا مجھ سے عبد الرزاق نے کہا ان سے معمر نے کہا ان سے زہری نے کہا، ان سے عروہ نے کہا ان سے حضرت عائشہ نے کہا ان سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان سے حضرت جبریل نے عرض کیا ان سے آپ نے فرمایا کہ جو شخص اسلام میں بوڑھا ہو اور میں اس کو اس کے اعمال کی وجہ سے عذاب دینے کا ارادہ بھی کروں لیکن اس کے بڑھاپے سے شرما کر معاف کر دیتا ہوں اور یہ آپ کو معلوم ہے کہ میں بوڑھا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ عبد الرزاق نے سچ کہا اور معمر نے بھی سچ کہا۔ زہری نے بھی سچ کہا عروہ نے بھی سچ نقل کیا عائشہ نے بھی سچ کہا اور نبی نے بھی سچ کہا اور جبریل نے بھی سچ کہا اور میں نے بھی سچ بات کہی۔ یہی کہتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے جنت میں داخلہ کا ارشاد فرما دیا۔

(۲۳) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ شَيْءٌ إِلَّا بَيِّنَةٌ وَمِنَ اللَّهِ حُجَابٌ إِلَّا قَوْلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَدَعَاءُ الْوَالِدِ.

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر عمل کے لئے اللہ کے یہاں پہونچنے کے لئے درمیان میں حجاب ہوتا ہے مگر لا الہ الا اللہ اور باب کی دعا پڑھنے کے لئے ان دونوں کے لئے کوئی حجاب نہیں۔

(اخرجه ابن مردويه في الروافد وفي الجامع الصغير برواية ابن النجار ورواه بالضعف وفي الجامع الصغير برواية الترمذي عن ابن عمرو ورواه بالضعف التبرج تصف الميزان)



وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلِكُهُ فَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَسْنَا دُونَ اللَّهِ حِجَابٌ حَتَّى تَخْلُصَ إِلَيْهِ  
**ف** پر وہ نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان چیزوں کے قبول ہونے میں ذرا سی بھی دیر  
 نہیں لگتی اور امور کے درمیان میں قبول تک اور بھی واسطے عامل ہوتے ہیں لیکن یہ چیزیں براہ  
 راست بارگاہ الہی تک فوراً پہنچتی ہیں۔

ایک کافر بادشاہ کا قصہ لکھا ہے کہ نہایت متشدد و متعصب تھا اتفاق سے مسلمانوں  
 کی ایک لڑائی میں گرفتار ہو گیا چونکہ مسلمانوں کو اس سے تکلیفیں بہت پہنچتی تھیں اس لئے  
 انتقام کا جوش ان میں بھی بہت تھا، اس کو ایک دیگ میں ڈال کر آگ پر رکھ دیا۔ اُس نے  
 اول اپنے بتوں کو پکارنا شروع کیا اور مدد چاہی، جب کچھ بن نہ پڑا تو وہیں مسلمان ہوا اور لا  
 إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا ورد شروع کیا، لگاتار پڑھ رہا تھا، اور ایسی حالت میں جس خلوص اور جوش  
 سے پڑھا جاسکتا ہے ظاہر ہے۔ فوراً اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف سے مدد ہوئی اور اس زور سے  
 بارش ہوئی کہ وہ ساری آگ بھی بجھ گئی، اور دیگ ٹھنڈی ہو گئی۔ اس کے بعد زور سے آندھی چلی  
 جس سے وہ دیگ اڑی اور دور کسی شہر میں جہاں سب ہی کافر تھے جا کر گری۔ یہ شخص لگاتار  
 کلمہ طیبہ پڑھ رہا تھا۔ لوگ اُس کے گرد جمع ہو گئے اور انجوبہ دیکھ کر متحیر تھے اُس سے حال دریافت  
 کیا اُس نے اپنی سرگذشت سنائی جس سے وہ لوگ بھی مسلمان ہو گئے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے  
 نہیں آئے گا کوئی شخص قیامت کے  
 دن کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کو اس طرح سے کہتا  
 ہو کہ اللہ کی رضا کے سوا کوئی مقصود نہ ہو  
 مگر جہنم اس پر حرام ہوگی۔

(۲۴) عَنْ عُبَّانَ بْنِ مَالِكٍ قَالَ  
 قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 لَنْ يُؤَافِيَ عَبْدٌ يَوْمَ الْقِيَمَةِ يَقُولُ لَا إِلَهَ  
 إِلَّا اللَّهُ يَتَّبِعُ بِذَلِكَ دَجَّةَ اللَّهِ إِلَّا  
 حَرَّمَ عَلَى النَّارِ.

(انجوزہ احمد و البخاری و مسعود ابن ماجہ و البیہقی فی الاسماء والصفات کذا  
 فی الدر)

**ف** جو شخص اخلاص کے ساتھ کلمہ طیبہ کا ورد کرتا رہا ہو اُس پر جہنم کی آگ کا حرام ہونا  
 ظاہری قواعد کے موافق تو مقید ہے کبار گناہ نہ ہونے کے ساتھ یا جہنم کے حرام ہونے سے  
 اُس میں ہمیشہ کا رہنا حرام ہے لیکن اللہ جل شانہ اس پاک کلمہ کو اخلاص سے پڑھنے والے  
 کو باوجود گناہوں کے باطل ہی جہنم سے معاف فرماویں تو کون روکنے والا ہے۔ احادیث



میں ایسے بندوں کا بھی ذکر آتا ہے کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہ بعض لوگوں کو فرمائیں گے تو نے فلاں گناہ کیا فلاں کیا۔ اس طرح جب بہت سے گناہ گنوائے جائیں گے اور وہ سمجھے گا کہ میں ہلاک ہو گیا اور اقرار بغیر حیلہ کار نہ ہو گا تو ارشاد ہو گا کہ ہم نے دنیا میں تیری ستاری کی آج بھی ستاری کرتے ہیں تجھے معاف کر دیا۔ اس نوع کے بہت سے واقعات احادیث میں موجود ہیں۔ اس لئے اُن ذاکرین کے لئے بھی اس قسم کا معاملہ ہو تو بعید نہیں ہے۔ اللہ کے پاک نام میں بڑی برکت اور بہبودی ہے اس لئے جتنی بھی کثرت ہو سکے دریغ نہ کرنا چاہیے۔ کیا ہی خوش نصیب ہیں وہ مبارک ہستیاں جنہوں نے اس پاک کلمہ کی برکات کو سمجھا اور اس کے ورد میں غمریں ختم کر دیں۔

حضرت طلحہؓ کو لوگوں نے دیکھا کہ نہایت غمگین بیٹھے ہیں کسی نے پوچھا کیا بات ہے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا تھا کہ مجھے ایک کلمہ معلوم ہے کہ جو شخص مرتے وقت اس کو کہے تو موت کی تکلیف اُس سے ہٹ جاتے اور رنگ جھکنے لگے اور خوشی کا منظر دیکھے مگر مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کلمہ کے پوچھنے کی قدرت نہ ہوئی (اُس کا رنج ہو رہا ہے) حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے معلوم ہے طلحہؓ خوش ہو کر کہنے لگے کیا ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا ہمیں معلوم ہے کہ کوئی کلمہ اس سے بڑھا ہوا نہیں ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم

(۲۵) عَنْ يَحْيَى بْنِ طَلْحَةَ رَضِيَ عَنْهُ  
عَبْدُ اللَّهِ قَالَ رَأَى طَلْحَةَ حَزِينًا  
فَقِيلَ لَهُ مَا لَكَ قَالَ إِنِّي سَمِعْتُ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَقُولُ إِنِّي لَا أَعْلَمُ كَلِمَةً لَا يَقُولُهَا  
عَبْدٌ عِنْدَ مَوْتِهِ إِلَّا نَفَسَ اللَّهُ عَنْهُ  
كَرْبَةً وَاشْرَقَ لَوْنُهُ وَرَأَى مَا يُرِيدُ  
وَمَا مَنَعْنِي أَنْ أَسْأَلَهُ عَنْهَا إِلَّا الْقُدْرَةَ  
عَلَيْهِ حَتَّى مَاتَ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ  
لَأَعْلَمُهَا قَالَ فَمَا هِيَ قَالَ لَا أَعْلَمُ  
كَلِمَةً هِيَ أَعْظَمُ مِنْ كَلِمَةِ أَمْرٍ  
بِهَا عَمَّةٌ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَالَ فَهِيَ  
وَاللَّهُ هِيَ۔

نے اپنے چچا ابوطالب پر پیش کیا تھا اور وہ ہے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فرمایا اللہ ہی ہے واللہ یہی ہے۔

(اخرجہ البیہقی فی الاسماء والصفات کذا فی الدرر قلت اخرجہ الحاکم وقال صحیح علی شرط الشیخین وافرہ علیہ الذہبی واخرجہ احمد واخرجہ ایضاً من مسند عمر بن الخطاب)

بنیادۃ فیہما داخر جہ ابن ماجہ عن یحییٰ بن طلحۃ عن امہ و فی شرح الصدور للیوطی و  
اخرج ابو یعلیٰ والحاکم بسند صحیح عن طلحۃ وعن قال اسمعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم یقول انی اعلو مکتبۃ الحدیث

ف: کلمہ طیبہ کا سلسلہ نور و سرور ہونا بہت سی روایات سے معلوم و مفہوم ہوتا  
ہے۔ حافظ ابن حجر نے منہیات میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ اندھیرے  
پانچ ہیں اور پانچ ہی ان کے لئے چراغ ہیں۔ دنیا کی محبت اندھیرا ہے جس کا چراغ تقویٰ ہے اور  
گناہ اندھیرا ہے جس کا چراغ توبہ ہے، اور قبر اندھیرا ہے جس کا چراغ لا الہ الا اللہ محمد رسول  
اللہ ہے اور آخرت اندھیرا ہے جس کا چراغ نیک عمل ہے اور بل صراط اندھیرا ہے جس کا چراغ  
یقین ہے۔ رابعہ عنہ مشہور روایت ہے۔ رات بھر نماز میں مشغول رہیں صبح صادق کے بعد تھوڑی دیر میں وہ صبح کا پلانا  
اچھی طرح ہو جاتا تو گھبرا کر اٹھتے ہیں اور نفس کو ملامت کرتے ہیں کہ کب تک سو رہا ہے گا غریب  
قبر کا زمانہ آنے والا ہے جس میں صور بھونکنے تک سونا ہی ہوگا۔ جب انتقال کا وقت  
قرب ہوا تو ایک خادمہ کو وصیت فرمائی کہ یہ ادنیٰ گدڑی جس کو وہ تہجد کے وقت پہنا  
کرتی تھیں اس میں مجھے کفن دے دینا اور کسی کو میرے مرنے کی خبر نہ کرنا چنانچہ جب وصیت  
تجہیز و تکفین کر دی گئی۔ بعد میں اُس خادمہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ نہایت عمدہ لباس پہنے  
ہوتے ہیں اُس نے دریافت کیا کہ وہ آپ کی گدڑی کیا ہوتی جس میں کفن دیا گیا تھا فرمایا کہ  
لیپٹ کر میرے اعمال کے ساتھ رکھ دی گئی۔ انھوں نے درخواست کی کہ مجھے کوئی نصیحت  
فرمائیں کہا کہ اللہ کا ذکر جتنا بھی کر سکو کرتی رہو کہ اس کی وجہ سے تم قبر میں قابل رشک بن جاؤ گی

عن عثمان بن عفان قال ان رجلا من  
اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
میں توفي حزينوا علیہ حتی کاد بفضہم  
یوسوس قال عثمان و کنت منہم  
فبینا انا جالس من علی عمر و سلم  
فلما شعر بہ فاستکب عمر الی ابي  
بکرتوا قبلہ حتی سلما علی جیعاً  
فقال ابو بکر ما حملک علی ان لا ترد

عن عثمان بن عفان قال ان رجلا من  
اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
میں توفي حزينوا علیہ حتی کاد بفضہم  
یوسوس قال عثمان و کنت منہم  
فبینا انا جالس من علی عمر و سلم  
فلما شعر بہ فاستکب عمر الی ابي  
بکرتوا قبلہ حتی سلما علی جیعاً  
فقال ابو بکر ما حملک علی ان لا ترد



عَلَى أَخِيكَ عُمَرَ سَلَامَةً قُلْتُ مَا فَعَلْتُ  
فَقَالَ عُمَرُ بَلَى وَاللَّهِ لَقَدْ فَعَلْتُ قَالَ  
قُلْتُ وَاللَّهِ مَا سَعَرْتُ أَنْتَ مَرَرْتُ  
وَلَا سَلَمْتُ قَالَ أَبُو بَكْرٍ صَدَقَ  
عُمَرَانُ قَدْ شَغَلَكَ عَنْ ذَلِكَ أَمْرٌ  
فَعَلْتُ أَجَلُ قَالَ مَا هُوَ قُلْتُ لَوْ فِى  
اللَّهِ تَعَالَى نَبِيَّةٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قِيلَ أَنْ تَسْأَلَهُ عَنْ نَجَاةٍ هَذَا الْأَمْرُ  
قَالَ أَبُو بَكْرٍ قَدْ سَأَلْتَهُ عَنْ ذَلِكَ  
فَقُمْتُ إِلَيْهِ وَقُلْتُ لَهُ يَا أَبِى أَنْتَ وَ  
أُمِّى أَنْتَ أَحَقُّ بِهَا قَالَ أَبُو بَكْرٍ قُلْتُ  
يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا نَجَاةٌ هَذَا الْأَمْرُ  
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
مَنْ قِيلَ مِنِّى الْكَلِمَةُ الْخَيْرُ  
عَرَضْتُ عَلَى عَمِّى فَرَدَّهَا فَلَمْ يَ  
لَهُ نَجَاةٌ

انہوں نے حضرت ابو بکرؓ سے شکایت کی  
کہ عثمانؓ بھی بظاہر خفا ہیں کہ میں نے سلام  
کیا انہوں نے جواب بھی دیا، اس کے بعد  
دونوں حضرات اکٹھے تشریف لائے اور سلام  
کیا اور حضرت ابو بکرؓ نے دریافت فرمایا کہ تم  
نے اپنے بھائی عمرؓ کے سلام کا جواب بھی نہ دیا  
(کیا بات ہے) میں نے عرض کیا کہ میں نے تو  
ایسا نہیں کیا حضرت عمرؓ نے فرمایا ایسا ہی ہوا  
میں نے عرض کیا کہ مجھے تو آپ کے آنے کی  
بھی خبر نہیں ہوئی کہ کب آتے نہ سلام کا پتہ  
چلا۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا سچ ہے ایسا ہی  
ہوا ہو گا غالباً تم کسی سوچ میں بیٹھے ہو گے  
میں نے عرض کیا واقعی میں ایک گہری سوچ  
میں تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے دریافت فرمایا  
کیا تھا میں نے عرض کیا حضورؐ کا وصال ہو  
گیا اور ہم نے یہ بھی نہ پوچھ لیا کہ اس کام کی  
نجات کس چیز میں ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں پوچھ چکا ہوں میں اس  
اور میں نے کہا تم پر میرے ماں باپ قربان واقعی تم ہی زیادہ مستحق تھے اس کے دریافت کرنے  
کے اگر دین کی ہر چیز میں آگے بڑھنے والے ہو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا میں نے حضورؐ سے  
دریافت کیا تھا کہ اس کام کی نجات کیا ہے آپ نے فرمایا کہ جو شخص اس کلمہ کو قبول کرے  
جس کو میں نے اپنے عجا ربوطالب پر ان کے انتقال کے وقت پیش کیا تھا اور انہوں  
نے رو کر دیا تھا، وہی کلمہ نجات ہے۔

رواہ احمد کذا فی المشکوٰۃ وفی مجمع الزوائد رواہ احمد والطبرانی فی الاوسط باختصار  
وابو یعلیٰ بتسامہ والبخاری بنحوہ وفیہ رجل لعیسم لکن الزہری وثقہ والبیہق  
اہ قلت وفکر فی مجمع الزوائد له متابعات بالفاظ متقاربة



ف: دُساؤں میں مبتلا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ اس وقت رنج و غم کی شدت میں ایسے پریشان ہو گئے تھے کہ حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر بہادر تلوار ہاتھ میں لے کر کھڑے ہو گئے تھے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ حضورؐ کا وصال ہو گیا اس کی گردن آزادوں کا حضورؐ تو اپنے رب سے ملنے تشریف لے گئے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰؑ طور پر تشریف لے گئے تھے۔ بعض صحابہؓ کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ دین اب ختم ہو چکا۔ بعض اس سوچ میں تھے کہ اب دین کے فروغ کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔ بعض بالکل غم تھے کہ ان سے بولا ہی نہیں جاتا تھا ایک ابو بکر صدیقؓ کا دم تھا جو حضورؐ کے ساتھ کمال عشق اور کمال محبت کے باوجود اس وقت ثابت قدم اور جمے ہوئے قدم سے کھڑے تھے۔ انھوں نے لکھنا شروع کیا کہ **رَحِمَہُ اللہُ** میں دُعا مَحْتَدًا **لَا دُسَّوُلَہُ** والی آیت پڑھی جس کا ترجمہ ہے کہ **مَحْسَدُ مَلِکِ اللہِ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ** زے رسول ہی تو ہیں (خدا تو نہیں ہیں جسے موت آہی نہ سکے) پس اگر وہ مر جائیں یا شہید ہو جائیں تو تم لوگ (دین سے) بھر جاؤ گے اور جو شخص (دین سے) بھر جائے گا وہ خدا کا تو کوئی نقصان نہیں کرے گا) (اپنا ہی کچھ کھو دیگا) مختصر طور پر اس قصہ کو میں اپنے رسالہ حکایات صحابہؓ میں لکھ چکا ہوں۔ آگے جو ارشاد ہے کہ اس کام کی نجات کیا ہے۔ اس کے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ دین کے کام تو بہت سے ہیں ان سب کاموں میں مدار کس چیز پر ہے کہ جس کے بغیر چارہ کار نہ ہو اس مطلب کے موافق جواب ظاہر ہے کہ دین کا سارا مدار کلمہ شہادت پر ہے اور اسلام کی جڑ ہی کلمہ طیبہ ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس کام یعنی دین میں دقتیں بھی پیش آتی ہیں دُساؤں بھی گھیرتے ہیں شیطان کی رخنہ اندازی بھی مستقل ایک مصیبت ہے دنیاوی ضروریات بھی اپنی طرف کھینچتی ہیں اس صورت میں مطلب ارشاد نبویؐ کا یہ ہے کہ کلمہ طیبہ کی کثرت ان سب چیزوں کا علاج ہے کہ وہ اخلاص پیدا کرنے والا ہے۔ دلوں کا صاف کرنے والا ہے شیطان کی ہلاکت کا سبب ہے، جیسا کہ ان سب روایات میں اس کے اثرات بہت سے ذکر کئے گئے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ **لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ** کا کلمہ اپنے پڑھنے والے سے ننانوے قسم کی بلائیں دور کرتا ہے جن میں سب سے کم غم ہے جو ہر وقت آدمی پر سوار رہتا ہے۔

حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؐ سے سنا تھا کہ میں ایک ایسا کلمہ

(۲۶) عَنْ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُولُ اِنِّیْ

لَا أَعْلَمُ كَلِمَةً لَا يَقُولُهَا عَبْدٌ حَقًّا  
مَنْ قَلْبِهِ إِلَّا حَرَّمَ عَلَى النَّارِ فَقَالَ  
لَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَنَا أَحَدُ ثَلَاثٍ  
مَا هِيَ هِيَ كَلِمَةُ الْإِخْلَاصِ الَّتِي أَعَزَّ  
اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى بِهَا مُعْتَدًا صَلَّيَ  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْعَابُهُ وَهِيَ  
كَلِمَةُ التَّقْوَى الَّتِي أَلَامَ عَلَيْهَا نَبِيُّ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَمَّتُهُ  
أَبَاطَالِبُ عِنْدَ الْمَوْتِ شَهَادَةٌ أَنْ لَا  
إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ.

جاننا ہوں کہ جو شخص اس کو حق سمجھ کر اخلاص  
کے ساتھ دل سے (یقین کرتے ہوئے) اس  
کو پڑھے تو جہنم کی آگ اس پر حرام ہے حضرت  
عمرؓ نے فرمایا کہ میں بتاؤں وہ کلمہ کیا ہے۔ وہ  
وہی کلمہ ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے  
رسول کو اور اس کے صحابہؓ کو عزت دی۔ وہ  
وہی تقویٰ کا کلمہ ہے جس کی حضور اقدس صلی  
اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابوطالب سے ان  
کے انتقال کے وقت خواہش کی تھی۔ وہ شہادہ  
ہے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی۔

(رواہ احمد و اخرجہ الحاكم بهذا اللفظ وقال صحيح على شرطهما و اقره عليه الذهبي  
واخرجہ الحاكم برواية عثمان عن عُمَرَ مَرْفُوعًا إِنِّي لَا أَعْلَمُ كَلِمَةً لَا يَقُولُهَا عَبْدٌ  
حَقًّا مَنْ قَلْبِهِ فَيَمُوتُ عَلَى ذَلِكَ إِلَّا حَرَّمَ اللَّهُ عَلَى النَّارِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَقَالَ  
هَذَا صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِهِمَا ثُمَّ ذَكَرَ لَهُ شَاهِدِينَ مِنْ حَدِيثِهِمَا)

**ف** : حضور کے چچا ابوطالب کا قصہ حدیث تفسیر اور تاریخ کی کتابوں میں مشہور معروف  
ہے کہ جب ان کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو چونکہ ان کے احسانات نبی اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم اور مسلمانوں پر کثرت سے تھے اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف  
لے گئے اور ارشاد فرمایا کہ اے میرے چچا! لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہہ لیجئے تاکہ مجھے قیامت کے دن  
آپ کی سفارش کا موقع مل سکے اور میں اللہ کے یہاں آپ کے اسلام کی گواہی دے سکوں  
انہوں نے فرمایا کہ لوگ مجھے یہ طعن دیں گے کہ موت کے ڈر سے بھٹیجے گا دین قبول کر لیا۔ اگر یہ  
خیال نہ ہوتا تو میں اس وقت اس کلمہ کے کہنے سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا اس پر  
حضور رنجیدہ واپس تشریف لائے۔ اسی قصہ میں قرآن پاک کی آیت إِنَّكَ لَا تَعْدِي  
مَنْ أَحْبَبْتَ (سورہ قصص رکوع ۶) نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ آپ جس کو چاہیں  
ہدایت نہیں فرما سکتے بلکہ اللہ جس کو چاہے ہدایت کرتا ہے۔ اس قصہ سے یہ بھی ظاہر ہو گیا  
کہ جو لوگ فسق و فجور میں مبتلا رہتے ہیں، خدا اور اس کے رسول سے بیگانہ رہتے ہیں اور یہ







بسط له شواهد البضاً فی تفسیره فی سورة العنشر

**ف** حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس وقت کیا کیا دعائیں کیں اور کس کس طرح سے گڑگڑاتے، اس بارے میں بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں اور ان میں کوئی تعارض بھی نہیں جس پر مالک کی ناراضگی، آقا کی خفگی ہوتی ہو وہی جانتا ہے۔ ان بے حقیقت آقاؤں کی ناراضگی کی وجہ سے نوکروں اور خادموں پر کیا کچھ گزر جاتا ہے اور ہاں تو مالک الملک رزاق عالم اور مختصر یہ کہ خدا کا عتاب تھا اور گزر کس پر رہی تھی اس شخص جس کو فرشتوں سے سجدہ کرایا، اپنا مقرب بنایا۔ جو شخص جتنا ہی مقرب ہوتا ہے اتنا ہی عتاب کا اس پر اثر ہوتا ہے بشرطیکہ کعبہ نہ ہو اور وہ تو نبی تھے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام اس قدر روتے ہیں کہ تمام دنیا کے آدمیوں کا رونا ان کا جمع کیا جائے تو ان کے برابر نہیں ہو سکتا۔ چالیس برس تک سر اوپر نہیں اٹھایا۔ حضرت بربدہؓ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ اگر حضرت آدمؑ کے رونے کا تمام دنیا کے رونے سے مقابلہ کیا جائے تو ان کا رونا بڑھ جائے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ اگر ان کے آنسوؤں کو ان کی تمام اولاد کے آنسوؤں سے وزن کیا جائے تو ان کے آنسو بڑھ جائیں گے ایسی حالت میں کس کس طرح زاری فرماتی ہوگی ظاہر ہے

یاں لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں وال ایک خاموشی تیری سب کے جواب میں اس لئے جو روایات میں ذکر کیا گیا ان سب کے مجموعہ میں کوئی اشکال نہیں۔ منجملہ ان کے یہ بھی ہے کہ حضور کا وسیلہ اختیار فرمایا۔ دوسرا مضمون عرش پر لا اِلهَ اِلَّا اللہ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللہ لکھا ہوا ہونا یہ اور بھی بہت سی مختلف روایتوں میں آیا ہے۔

حضور ارشاد فرماتے ہیں۔ میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے اس کی دونوں جانبوں میں تین سطریں سونے کے پانی سے لکھی ہوئی دیکھیں۔ پہلی سطر میں لا اِلهَ اِلَّا اللہ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللہ لکھا تھا دوسری سطر میں مَا قَدْ مَنَّا وَجَدْنَا وَمَا اَكَلْنَا دَرَبُنَا وَمَا خَلَقْنَا خَيْرًا تھانے آگے بھیج دیا یعنی صدقہ وغیرہ کر دیا وہ پالیا اور جو دنیا میں کھا یا وہ نفع میں رہا اور جو کچھ چھوڑ آئے وہ نقصان رہا، اور تیسری سطر میں تھانے اُمَّةٌ مُّذَنْبَةٌ ذَلَّتْ عَنْ قَوْلِ رَبِّهَا وَلَا تُنْفَعُ مِنَ النَّارِ ایک بزرگ کہتے ہیں میں ہندوستان کے ایک شہر میں پہنچا تو میں نے وہاں ایک درخت دیکھا جس کے پھل با دام کے مشابہ ہوتے ہیں اس

کے دو چلے ہوتے ہیں جب اُن کو توڑا جاتا ہے تو اُن کے اندر سے ایک سبز پتہ لپٹا ہوا نکلتا ہے جب اس کو کھولا جاتا ہے تو سُرخ سے لالہ لالہ اللہ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللہ لکھا ہوا ملتا ہے۔ میں نے اس قصہ کو ابو یوسف شکاری سے ذکر کیا۔ انھوں نے کہا تعجب کی بات نہیں میں نے اُنکے میں ایک مچھلی شکار کی تھی اس کے ایک کان پر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہ اور دوسرے پر مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللہ لکھا ہوا تھا۔

حضرت اَسْمَاءُ حُضُوْرًا قَدْ سَمِعَتْ اِسْمَ اللہ عَلَیْہِ سَلَامٌ سے نقل کرتی ہیں کہ اللہ کا سب سے بڑا نام (جو اسم اعظم کے نام سے عام طور پر مشہور ہے) ان دو آیتوں میں ہے (بشرطیکہ اخلاص سے پڑھی جائیں) لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہ وَاللہُ کَعْبَادَہُ وَوَاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہ وَاللہُ اَحْمَدٌ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ اور اللہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہ وَاللہُ اَحْمَدٌ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ (ع ۱۹) اور اللہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہ وَاللہُ اَحْمَدٌ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ (ع ۱۹)

(۲۹) عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ یَزِیْدٍ مِنْ اَنْسَابِ عَنْ رَسُوْلِ اللہ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اَنَّهُ قَالَ اِسْمُ اللہِ الْاَعْظَمُ فِی مَآثِرِ الْاٰیَتِیْنِ وَاللہُ اِلٰهٌ وَوَاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہُ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ وَاللہُ اَحْمَدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہُ اَحْمَدٌ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ۔

(اخرجه ابن ابی شیبہ واحمد والدارمی والوداؤد والترمذی وصححه وابن ماجہ والبو مسلم الکبیری فی السنن وابن الضریں وابن ابی حاتم والبیہقی فی الشعب کذا فی الدر)

ف: اسم اعظم کے متعلق روایات حدیث میں کثرت سے وارد ہوا ہے کہ جو دعائیں اس کے بعد مانگی جاتی ہیں وہ قبول ہوتی ہیں۔

البتہ اسم اعظم کی تعیین میں روایات مختلف وارد ہوتی ہیں اور یہ عادت اللہ ہے کہ ہر ایسی شے بالشان چیز میں اخفاء کی وجہ سے اختلاف پیدا فرمادیتے ہیں۔ چنانچہ شب قدر کی تعیین میں، جمعہ کے دن دعا قبول ہونے کے خاص وقت میں اختلاف ہوا۔ اس میں بہت سی مکمل ہیں جن کو میں اپنے رسالہ فضائلِ رمضان میں لکھ چکا ہوں۔ اسی طرح اسم اعظم کی تعیین میں بھی مختلف روایات وارد ہوئیں۔ مجملہ ان کے یہ روایت بھی ہے جو اوپر ذکر کی گئی۔ اور بھی روایات میں ان آیتوں کے متعلق ارشاد وارد ہوا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ مُتَمَرِّدٌ اور شَرِّی شیطاں پر ان دو آیتوں سے زیادہ سخت کوئی آیت نہیں



وہ دو آیتیں وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ فَاجِدْہُ سے شروع ہیں۔ ابراہیم بن دینار کہتے ہیں کہ مجنونانہ حالت نظر کے لئے ان آیات کا پڑھنا مفید ہے۔ جو شخص ان آیات کے پڑھنے کا اہتمام رکھے اس قسم کی چیزوں سے محفوظ رہے وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ فَاجِدْہُ پوری آیت (س بقرہ رکوع ۱۹) اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ آیۃ النکسۃ اور سورہ بقرہ کی آخری آیت اور اِنَّ رَجَعْنَاہُ اِلَیَّ الَّذِیْ خَلَقَہُ سے تھین تک (س اعراف رکوع ۷) اور سورہ حشر کی آخری آیتیں (ہُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ سے) ہمیں یہ بات پہنچی کہ سب آیات (جن کو گنویا) عرش کے کونوں پر لکھی ہوئی ہیں۔ اور ابراہیمؑ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ بچوں کو اگر ڈر لگتا ہو یا نظر کا اندیشہ ہو تو یہ آیات اُن کے لئے لکھ دیا کرو۔ علامہ شامیؒ نے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ اسم اعظم لفظ اللہ ہے اور لکھا ہے کہ یہی قول علامہ طحاویؒ اور بہت سے علماء سے نقل کیا گیا ہے اور اکثر عارفین (اکابر صوفیہ) کی یہی تحقیق ہے اسی وجہ سے ان کے نزدیک ذکر بھی اسی پاک نام کا کثرت سے ہوتا ہے۔ سید الطائفہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ نور اللہ مرقدہ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اسم اعظم اللہ ہے بشرطیکہ جب تو اس پاک نام کو لے تو تیرے دل میں اُس کے سوا کچھ نہ ہو۔ فرماتے ہیں کہ عوام کے لئے اس پاک نام کو اس طرح لینا چاہیے کہ جب یہ زبان پر جاری ہو تو عظمت اور خوف کے ساتھ ہو۔ اور خواص کے لئے اس طرح ہو کہ اس پاک نام والے کی ذات و صفات کا بھی استحضار ہو، اور انحصار الخواص کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس پاک ذات کے سوا دل میں کوئی چیز بھی نہ ہو۔ کہتے ہیں کہ قرآن پاک میں بھی یہ مبارک نام اتنی کثرت سے ذکر کیا گیا کہ حد نہیں جس کی مقدار دو ہزار تین سو ساٹھ بتاتے ہیں۔ شیخ اسماعیلؒ فرمائی کہتے ہیں کہ مجھے ایک عرصہ سے اسم اعظم سیکھنے کی تمنا تھی مجاہدے بہت کرتا تھا۔ کسی کسی دن فاقے کو تاحیٰ کہ فاقوں کی وجہ سے بے ہوش ہو کر گر جاتا۔ ایک روز میں دمشق کی مسجد میں بیٹھا تھا کہ دو آدمی مسجد میں داخل ہوئے اور میرے قریب کھڑے ہو گئے۔ مجھے ان کو دیکھ کر خیال ہوا کہ یہ فرشتے معلوم ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے پوچھا کیا تو اسم اعظم سیکھنا چاہتا ہے۔ اس نے کہا ہاں بتا دیجئے۔ میں یہ گفتگو سن کر غور کرنے لگا۔ اُس نے کہا کہ وہ لفظ اللہ ہے بشرطیکہ صدق لجا سے ہو۔ شیخ اسماعیلؒ کہتے ہیں کہ صدق لجا کا مطلب یہ ہے کہ کہنے والے کی حالت اس وقت ایسی ہو کہ جیسا کوئی شخص دیا میں غرق ہو رہا ہو اور کوئی بھی اُس کا بچانے والا نہ ہو تو ایسے وقت جس خلوص سے نام لیا جائے گا وہ حالت مراد ہے۔ اسم اعظم معلوم ہونے کے لئے بڑی اہلیت اور بڑے ضبط و تحمل کی ضرورت



ہے۔ ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ ان کو اسمِ اعظم آتا تھا۔ ایک فقیر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے تمنا و استدعا کی، کہ مجھے بھی سکھا دیجئے۔ ان بزرگ نے فرمایا تم میں اہلیت نہیں ہے۔ فقیر نے کہا کہ مجھ میں اس کی اہلیت ہے تو بزرگ نے فرمایا کہ اچھا فلاں جگہ جا کر بیٹھ جاؤ اور جو واقعہ وہاں پیش آوے اس کی مجھے خبر دو۔ فقیر اس جگہ گئے دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص گدھے پر لکڑیاں لائے ہوئے آ رہا ہے۔ سامنے سے ایک سپاہی آیا جس نے اس بوڑھے کو مار پیٹ کی اور لکڑیاں چھین لیں۔ فقیر کو اس سپاہی پر بہت غصہ آیا واپس آکر بزرگ سے سارا قصہ سنایا اور کہا کہ مجھے اگر اسمِ اعظم آجاتا تو اس سپاہی کے لئے بددعا کرتا۔ بزرگ نے کہا کہ اس لکڑی والے ہی میں نے اسمِ اعظم سیکھا تھا۔

(۳۰) عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَفِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنَ الْإِيمَانِ أَخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَوْ ذَكَرَنِي أَوْ خَافَنِي فِي مَقَامٍ

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ دنیا کے دن، حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرمائیں گے کہ جہنم سے ہر اس شخص کو نکال لو جس نے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہا ہو اور اس کے دل میں ایک ذرہ برابر بھی ایمان ہو اور ہر اس شخص کو نکال لو جس نے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہا ہو یا مجھے (کسی طرح بھی) یاد کیا ہو یا کسی موقع پر مجھ سے ڈرا ہو۔

(اخرجه الحاكم بروایت المؤمل عن المبارك بن فضالة وقال صحيح الاسناد واقرة عليه الذمبي وقال الحاكم قد تابع الوداؤد مؤملا على روايته واختصره)

ف: اس پاک کلمہ میں حق تعالیٰ شانہ نے کیا کیا برکات رکھی ہیں اس کا معمولی سا اندازہ اتنی ہی بات سے ہو جاتا ہے کہ ستو برس کا بوڑھا جس کی تمام عمر کفر و شرک میں گزری ہو ایک مرتبہ اس پاک کلمہ کو ایمان کے ساتھ پڑھنے سے مسلمان ہو جاتا ہے اور عمر بھر کے سارے گناہ زائل ہو جاتے ہیں اور ایمان لانے کے بعد اگر گناہ بھی کئے ہوں تب بھی اس کلمہ کی برکت سے کسی نہ کسی وقت جہنم سے ضرور نکلے گا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے رازدار ہیں فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے (ایک زمانہ ایسا آئے والا ہے، کہ اسلام ایسا دھندلا رہ جائے گا جیسے کپڑے کے نقش و نگار

پرانے ہو جانے سے) دُھندلے ہو جاتے ہیں کہ نہ کوئی روزہ کو جانے گا نہ حج کو نہ زکوٰۃ کو، آخر ایک رات ایسی ہوگی کہ قرآن پاک بھی اُٹھالیا جاتے گا، کوئی آیت اس کی باقی نہ رہے گی۔ بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں یہ کہیں گی کہ ہم نے اپنے بڑوں کو کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھتے سنا تھا ہم بھی اسی کو پڑھیں گے۔ حضرت حذیفہؓ کے ایک شاگرد نے عرض کیا کہ جب زکوٰۃ حج روزہ کوئی رکن نہ ہوگا تو یہ کلمہ ہی کیا کام دے گا، حضرت حذیفہؓ نے سکوت فرمایا۔ انھوں نے پھر یہی عرض کیا۔ تیسری مرتبہ میں حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ (کسی نہ کسی وقت) جہنم سے نکالے گا، جہنم سے نکالے گا، جہنم سے نکالے گا، یعنی اگر ان اسلام کے ادا نہ کرنے کا عذاب بھگتنے کے بعد کسی نہ کسی وقت اس کلمہ کی برکت سے نجات پائے گا یہی مطلب ہے حدیث بالا کا کہ اگر ایمان کا ذرا سا حصہ بھی ہے تب بھی جہنم سے کسی نہ کسی وقت نکالا جائے گا۔ ایک حدیث میں ہے جو شخص لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھے وہ اس کو کسی نہ کسی دن ضرور کام دے گا تو اس کو کچھ نہ کچھ سزا بھگتنا پڑے۔

(۳۱) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ وَرَمَ قَالَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْرَابِيٌّ عَلَيْهِ جُبَّةٌ مِّنْ طَيِّبَةٍ مَّكَفُوفَةٍ بِالدِّيَّاجِ فَقَالَ إِنَّ مَاحِبُّكُمْ هَذَا يُرِيدُ أَنْ يَرْفَعَ كُلَّ رَاغٍ وَابْنِ رَاغٍ وَيَضَعَ كُلَّ فَارِسٍ وَابْنِ فَارِسٍ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُغَضِبًا فَآخَذَ بِمَجَامِعِ ثَوْبِهِ فَاجْتَذَبَهُ وَقَالَ أَلَا أَرَى عَلَيْكَ ثِيَابَ مَنْ لَا يَمُوتُ ثُمَّ رَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ فَقَالَ إِنَّ نَوْحًا لَّمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ دَعَا ابْنَيْهِ فَقَالَ إِنِّي قَاصٌّ عَلَيْكُمَا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص گاؤں کا رہنے والا آیا جو ریشمی جُبہ پہن رہا تھا اور اس کے کناروں پر دیبا کی گوٹ تھی (صحابہؓ سے خطاب کر کے) کہنے لگا کہ تمہارے ساتھی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) یہ چاہتے ہیں کہ ہر چرواہے (بکری چرانے والے) اور چرواہے زادے کو بڑھادیں اور شہسوار اور شہسواروں کی اولاد کو گرا دیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اراخی سے اُٹھے اور اس کے کپڑوں کو گریبان سے پکڑ کر فٹا کھینچا اور ارشاد فرمایا کہ (تو ہی بتا) تو ہی قوفوں کے سے کپڑے نہیں پہن رہا ہے پھر اپنی جگہ واپس آکر تشریف فرما ہوتے اور ارشاد فرمایا کہ حضرت نوح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام



الْوَحْيَةَ أَمْرًا بِالشَّيْنِ وَأَنْهَاكَ  
عَنِ اثْنَيْنِ أَنْهَكَ عَنِ الشَّرِّ وَ  
الْكِبَرِ وَأَمْرًا بِإِلَهِ إِلَّا اللَّهُ  
فَإِنَّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا فِيهِنَّ  
وَوُضِعَتْ فِي كِفَّةِ الْمِيزَانِ وَوُضِعَتْ  
لِلْإِلَهِ إِلَّا اللَّهُ فِي الْكَفَّةِ الْأُخْرَى  
كَأَنْتَ أَرْجَحُ مِنْهُمَا وَلَوْ أَنَّ السَّمَوَاتِ  
وَالْأَرْضَ وَمَا فِيهِنَّ كَانَتْ حَلْقَةً  
فَوُضِعَتْ لِلْإِلَهِ إِلَّا اللَّهُ عَلَيْهِمَا  
لَقَسَّيْتَهُمَا وَأَمْرًا بِبُحْبُوحِ اللَّهِ  
وَبِحَنْدِهِ فَإِنَّهُمَا صَلَوَةٌ كُلُّ شَيْءٍ  
وَبِهِمَا يُرْزَقُ كُلُّ شَيْءٍ.

کاجب انتقال ہونے لگا تو اپنے دونوں  
صاحب زادوں کو بلایا اور ارشاد فرمایا کہ میں  
تمہیں (آخری) وصیت کرتا ہوں جس میں  
دو چیزوں سے روکتا ہوں اور دو چیزوں کا  
حکم کرتا ہوں جن سے روکتا ہوں ایک شرک  
ہے دوسرا کبر اور بن چیزوں کا حکم کرتا ہوں ایک  
لا الہ الا اللہ ہے کہ تمام آسمان وزمین اور  
جو کچھ ان میں ہے اگر سب ایک پلڑے میں  
رکھ دیا جاتے اور دوسرے میں (اخلاص سے  
کہا ہوا) لا الہ الا اللہ رکھ دیا جاتے تو وہی  
پلڑا جھک جاتے گا اور اگر تمام آسمان زمین  
اور جو کچھ ان میں ہے ایک حلقہ بنا کر اس پک  
کمر کو اس پر رکھ دیا جاتے تو وہ وزن سے ٹوٹ جاتے اور دوسری چیز جس کا حکم کرتا ہوں وہ  
سُبْحَانَ الشَّهِدِ بَکْرَہ ہے کہ یہ دو لفظ ہر مخلوق کی نمازیں اور انہیں کی برکت سے ہر چیز کو رزق  
عطا فرمایا جاتا ہے۔

(۱) أخرجه الحاكم وقال صحيح الإسناد ولم يخرجه للصعب ابن زهير فانه ثقة قليل  
الحديث اه واقره عليه الذهبي وقال الصعب ثقة ورواه ابن عجلان عن زيد بن اسلم  
مسنداه قلت ورواه احمد في مسنده بن يادة فيه بطرق وفي بعض منها فَإِنَّ السَّمَوَاتِ  
السَّبْعَ وَالْأَرْضَيْنِ السَّبْعَ كُنَّ حَلْقَةً مَبْلُغَةً قَسَمْتُ لِلَّهِ إِلَّا اللَّهُ وذكره المنذرى  
في الترغيب عن ابن عمر مختصراً وفيه لو كانت حَلْقَةً لَقَسَّيْتَهُنَّ حَتَّى تَخْلُصَ إِلَى اللَّهِ  
ثم قال رَوَاهُ الْبُزَارُ وَرَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ فِي الصَّحِيحِ إِلَّا ابْنَ اسْمَاعِيلَ وَهُوَ فِي النَّسَائِيِّ عَنْ صَالِحِ  
بْنِ سَعِيدٍ رَفَعَهُ إِلَى سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ إِلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ لَوْ لَيْسَ وَرَوَاهُ الْحَاكِمُ عَنْ  
عَبْدِ اللَّهِ وَقَالَ صَحِيحُ الْأَسْنَادِ ثُمَّ ذَكَرَ لَفْظَهُ قُلْتُ وَحَدِيثُ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ يَأْتِي فِي  
بَيَانِ التَّسْبِيحِ وَفِي مَجْمَعِ الزَّوَاهِدِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَرَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ بِنَحْوِهِ وَرَوَاهُ الْبُزَارِيُّ مِنْ حَدِيثِ  
ابْنِ عُمَرَ وَرَجُلٍ أَحْمَدُ ثَقَلَتْ قَالَ فِي رِوَايَةِ الْبُزَارِيِّ مُحَمَّدُ بْنُ إسماعيلَ وَهُوَ مُدْلِسٌ وَهُوَ ثَقَّةٌ،



ف: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کپڑوں کے متعلق ارشاد فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ ظاہر سے باطن پر استدلال کیا جاتا ہے جس شخص کا ظاہر حال خراب ہے اس کے باطن کا حال بھی بظاہر ویسا ہی ہے اس لئے ظاہر کو بہتر رکھنے کی سعی کی جاتی ہے کہ باطن اس کے تابع ہو جائے۔ اسی لئے صوفیہ کرام ظاہری طہارت وضو وغیرہ کا اہتمام کراتے ہیں تاکہ باطن کی طہارت حاصل ہو جائے۔ جو لوگ یہ کہہ دیتے ہیں ابھی باطن اچھا ہونا چاہیے ظاہر چاہیے کیسا ہی ہو محسوس نہیں۔ باطن کا اچھا ہونا مستقل مقصود ہے اور ظاہر کا بہتر ہونا مستقل۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں ہے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ سِرِّيْ خَيْرًا مِّنْ عِلِّيِّمِيْ وَاجْعَلْ عِلْمِيْ نِيَّتِيْ صَالِحَةً (اے اللہ میرے باطن کو میرے ظاہر سے زیادہ بہتر بنا اور میرے ظاہر کو صالح اور نیک بنا دے) حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا تعلیم فرمائی ہے۔

(۳۲) عَنْ أَنَسٍ أَنَّ أَبَا جَبْرٍ دَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ كَيِّبٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لِيْ أَرَاكَ كَيِّبًا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَمْرِو بْنِ الْبَارِحَةِ فَلَوْ أَنَّهُ وَهُوَ يَكِينُهُ بِنَفْسِهِ قَالَ فَهَلْ لَقِيتَهُ لَأَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَالَ قَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ فَقَالَهُمَا قَالَ نَعَمْ قَالَ وَجِبْتُ لَهُ الْجَنَّةَ قَالَ أَبُو جَبْرٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ هِيَ لِذَٰلِكَ قَالَ هِيَ أَهْلٌ لِّذَٰلِكَ هِيَ أَهْلٌ لِّذَٰلِكَ هِيَ أَهْلٌ لِّذَٰلِكَ

حضرت ابو جبر صديق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رنجیدہ ہو کر حاضر ہوئے حضور نے دریافت فرمایا کہ میں تمہیں رنجیدہ دیکھ رہا ہوں کیا بات ہے انھوں نے عرض کیا کہ گذشتہ شب میرے چچا زاد بھائی کا انتقال ہو گیا میں نزع کی حالت میں ان کے پاس بیٹھا تھا اس منظر سے طبیعت پر اثر ہے حضور نے فرمایا تم نے اس کو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی تلقین بھی کی تھی؟ عرض کیا کی تھی۔ ارشاد فرمایا کہ اس نے پیکر پڑھ لیا تھا عرض کیا کہ پڑھ لیا تھا ارشاد فرمایا کہ

جنت اس کے لئے واجب ہو گئی حضرت ابو جبر نے عرض کیا یا رسول اللہ زندہ لوگ اس کلمہ کو پڑھیں تو کیا ہو حضور نے دو مرتبہ یہ ارشاد فرمایا کہ کلمہ اُن کے گناہوں کو بہت ہی ہلکا کر دینے والا ہے (یعنی بالکل ہی مٹا دینے والا ہے۔

رواہ ابوالعلیٰ والبخاری وفیہ زائدۃ بن ابی الرقاد وثقة القوارى وضعفه البخاری وغیرہ کذا فی مجمع الزوائد واخرج بمعناه عن ابن عباس ایضا قلت وروی عن علیؓ مرفوعاً مَنْ

قَالَ إِذَا مَرَّ بِالْمَقَابِرِ السَّلَامُ عَلَى أَهْلِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مِنْ أَهْلِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ كَيْفَ وَجَدْتُمْ  
قَوْلَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَا لَإِلَهِ إِلَّا اللَّهُ اغْفِرْ لِمَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاحْتَرْنَا فِي زُمْرَةٍ مَنْ قَالَ  
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ غُفِرَ لَهُ ذُنُوبُ خَمْسِينَ سَنَةً قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ ذُنُوبٌ  
خَمْسِينَ سَنَةً قَالَ لَوْلَا يَدِي وَلِقَرَابَتِي وَلِعَامَةِ الْمُسْلِمِينَ رَوَاهُ الدَّيْلَمِيُّ فِي تَارِيخِ مَدَانَ  
وَالرَّافِعِيُّ وَابْنُ النَجَّارِ كَذَا فِي مُنْتَخَبِ كَنْزِ الْعَمَالِ لَكِنْ رَوَى نَحْوَهُ السَّيُوطِيُّ فِي ذِيلِ اللَّاحِظِ  
وَتَكَلَّمَ عَلَى سَنَدِهِ وَقَالَ الْإِسْنَادُ كُلُّهُ ظَلَمَاتٌ وَدُمُ رِجَالِهِ بِالْكَذِبِ وَفِي تَنْبِيهِهِ الْغَافِلِينَ  
وَرَوَى عَنْ بَعْضِ الصَّحَابَةِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مِنْ قَلْبِهِ خَالِصًا وَمَدَهَا بِالْعَظِيمِ كَفَّرَ اللَّهُ  
مَنْهُ أَرْبَعَةَ أَلْفٍ ذَنْبٍ مِنَ الْكِبَائِرِ قِيلَ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ أَرْبَعَةُ أَلْفٍ ذَنْبٍ قَالَ يُغْفَرُ مِنْ  
ذُنُوبِ أَهْلِهِ وَجِزَائِهِ أَهْلُ قُلْتِ وَرَوَى بَعْضُهُ مَرْفُوعًا لَكُنْهُمْ حُكْمًا عَلَيْهِ بِالْوَضْعِ كَمَا  
فِي ذِيلِ اللَّاحِظِ نَعَمْ لَوْ يَدُهُ الْأَمْرُ بَدَنُ جَوَادِ الصَّالِحِ وَتَازِيهِ بِجَوَارِ السُّوءِ ذَكَرَهُ السَّيُوطِيُّ  
فِي اللَّاحِظِ بِطَرَقٍ وَوَرَدَ السَّلَامُ عَلَى أَهْلِ الْقُبُورِ بِالْعَظَائِمِ مُخْتَلِفَةً فِي كَنْزِ الْعَمَالِ وَغَيْرِهِ

ف: مقابر میں اور میت کے قریب کلمہ طیبہ پڑھنے کے متعلق بھی کثرت سے احادیث  
میں ارشاد ہوا ہے ایک حدیث میں ہے کہ جنازہ کے ساتھ کثرت سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھا  
کر۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ میری امت کا شعار (نشان) جب وہ پُل صراط پر چلیں گے  
تو لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ ہوگا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جب وہ اپنی قبروں سے اٹھیں گے تو اُن  
کا نشان لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَعَلَى اللَّهِ فَلَيتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ہوگا۔ تیسری حدیث میں ہے  
کہ قیامت کے اندھیروں میں اُن کا نشان لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ ہوگا۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کو کثرت  
سے پڑھنے کی برکتیں مرنے سے پہلے بھی بسا اوقات نزع کے وقت سے محسوس ہو جاتی ہیں  
اور بعض اللہ کے بندوں کو اس سے بھی پہلے ظاہر ہو جاتی ہیں۔ أَبُو الْعَبَّاسِ کہتے ہیں کہ میں  
اپنے شہر اشبیلہ میں بیمار پڑا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ بہت سے پرند بڑے بڑے اور مختلف  
رنگ کے سفید سرخ سبز ہیں جو ایک ہی دفعہ سب کے سب پر سمیٹ لیتے ہیں اور ایک  
ہی مرتبہ کھول دیتے ہیں اور بہت سے آدمی ہیں جن کے ہاتھ میں بڑے بڑے طباق ڈھکے  
ہوتے ہیں جن کے اندر کچھ رکھا ہوا ہے۔ میں اس سب کو دیکھ کر یہ سمجھا کہ یہ موت کے تحفے  
ہیں۔ میں جلدی جلدی کلمہ طیبہ پڑھنے لگا۔ ان میں سے ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ تمہارا وقت  
ابھی نہیں آیا یہ ایک اور مؤمن کے لئے تحفہ ہے جس کا وقت آگیا ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز



کا جب انتقال ہونے لگا تو فرمایا مجھے بٹھا دو، لوگوں نے بٹھا دیا پھر فرمایا۔ یا اللہ! تو نے مجھے بہت سے کاموں کا حکم فرمایا مجھ سے اس میں کوتاہی ہوئی، تو نے مجھے بہت سی باتوں سے منع فرمایا مجھ سے اس میں نافرمانی ہوئی تین مرتبہ یہی کہتے رہے اس کے بعد فرمایا لیکن لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔ یہ فرما کر ایک جانب غور سے دیکھنے لگے کسی نے پوچھا کیا دیکھتے ہو۔ فرمایا کچھ سبز چیزیں ہیں کہ نہ وہ آدمی ہیں نہ جن، اس کے بعد انتقال فرمایا۔ زبیدہ کو کسی نے خواب میں دیکھا اس سے پوچھا کیا گزری۔ اس نے کہا کہ ان چار کلموں کی بدولت میری مغفرت ہو گئی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَفْنِي بِهَا عَمْرِي، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَدْخُلْ بِهَا قَبْرِي، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَخْلُصْ بِهَا صَدْعِي لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَلْقِ بِهَا رَجِيءِي۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے ساتھ اپنی عمر کو ختم کروں گی۔ اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہی کو قبر میں لے کر جاؤں گی اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہی کے ساتھ تنہائی کا وقت گزاروں گی اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہی کو لے کر اپنے رب کے پاس جاؤں گی۔

حضرت ابوذر غفاریؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کوئی وصیت فرمائیجئے ارشاد ہوا کہ جب کوئی بُرائی سرزد ہو جائے تو کفارہ کے طور پر فوراً کوئی نیک کام کر لیا کرو تاکہ بُرائی کی نخواست دھل جاتے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھنا بھی نیکیوں

(۳۳) عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوْصِنِي قَالَ إِذَا عَمِلْتَ سَيِّئَةً فَأَتَيْتُهَا حَسَنَةً تَحْتَهَا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَمِنَ الْحَسَنَاتِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَالَ هِيَ أَفْضَلُ الْحَسَنَاتِ۔

میں داخل ہے حضورؐ نے فرمایا کہ یہ تو ساری نیکیوں میں افضل ہے۔

(رواد احمد و فی مجمع الزوائد رواہ احمد و رجالہ ثقات الا ان شمس بن عطیة حدثہ عن اشیاخہ و لعلیم احداً منهم قال السیوطی فی الدر اخرجہ الیسا ابن مردویہ و البیهقی فی الاسماء و الصفات قلت و اخرجہ الحاکم بلفظ یا ابا ذر ایق الله حیث کنت و اتبع السیئة الحسنه ثم لها و خالق الناس بخلق حسن و قال صحیح علی شرطہما و اقروا علی الذمبی و ذکرہ السیوطی فی الجامع مختصر و رقعہ بالصحة)

ف: بُرائی اگر گناہِ صغیرہ ہے تو نیکی سے اس کا مٹو ہو جانا اور مٹ جانا ظاہر ہے اور اگر کبیرہ ہے تو اُعد کے موافق توبہ سے مٹو ہو سکتی ہے یا محض اللہ کے فضل سے جیسا پہلے بھی گزر چکا ہے۔ بہر صورت مٹو ہونے کا مطلب یہ ہے کہ پھر وہ گناہ نہ ایمانِ مہم میں رہتا ہے نہ کہیں



اس کا ذکر ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جب بندہ توبہ کرتا ہے تو حق تعالیٰ اس کا گناہ کراہ کا تینین کو بخلا دیتے ہیں اور اس گناہ گار کے ہاتھ پاؤں کو بھی بخلا دیتے ہیں اور زمین کے اُس حصہ کو بھی جس پر وہ گناہ کیا گیا ہے حتیٰ کہ کوئی بھی اس گناہ کی گواہی دینے والا نہیں رہتا۔ گواہی کا مطلب یہ ہے کہ قیامت میں آدمی کے ہاتھ پاؤں اور بدن کے دوسرے حصے نیک یا بد اعمال جو بھی کئے ہوں ان کی گواہیاں دیں گے جیسا کہ باب سوم فصل دوم حدیث نمبر ۱۸ کے تحت میں آرہا ہے۔ حدیث بالا کی تائید ان روایات سے بھی ہوتی ہے جن میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ گناہ کیا ہی نہیں۔ یہ مضمون کئی حدیثوں میں وارد ہوا ہے۔ توبہ اس کو کہتے ہیں کہ جو گناہ ہو چکا اس پر انتہائی ندامت اور شرم ہو اور آئندہ کے لئے پکارا وہ ہو کہ پھر کبھی اس گناہ کو نہیں کروں گا۔ ایک دوسری حدیث میں حضور کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ اللہ کی عبادت کر اور کسی کو اس کا شریک نہ بنا اور ایسے اخلاص سے عمل کیا کر جیسا کہ وہ پاک ذات تیرے سامنے ہو اور اپنے آپ کو مردوں میں شمار کر اور اللہ کی یاد ہر تھکر اور ہر درخت کے قریب کر (تاکہ بہت سے گواہ قیامت کے دن ملیں) اور جب کوئی بُرائی ہو جائے تو اس کے کفارہ میں کوئی نیکی نکال کر۔ اگر بُرائی مخفی کی ہے تو نیکی بھی مخفی ہو اور اگر بُرائی آشکارا ہو تو اعلان کیا ہے تو اس کے کفارہ میں نیکی بھی اعلان ہو۔

(۳۳) عَنْ تَبِيِّ الدَّارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاحِدًا أَحَدًا صَمَدًا لَوْ يَتَّخِذُ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا لَوْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ عَشْرَ مَرَّاتٍ كُتِبَتْ لَهُ أَرْبَعُونَ أَلْفَ حَسَنَةٍ (اخرجه احمد قلت اخرج الحاكم شواهدہ بالفاظ مختلفه)

ف: کلمہ طیبہ کی خاص خاص مقدار پر بھی حدیث کی کتابوں میں بڑی فضیلتیں ذکر فرمائی گئی ہیں ایک حدیث میں آیا ہے جب تم فرض نماز پڑھا کرو تو ہر فرض نماز کے بعد دس مرتبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ لَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے کہ جیسے ایک غلام آزاد کیا۔

(۳۵) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى دُوسَرِي حَدِيثٌ فِي إِرْشَادِهِ كَيْفَ يَتَوَضَّعُ

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ أَشْرَكَ لَهُ أَحَدًا صَمَدًا لَعِيلًا وَلَعُولًا وَلَعُيْكَنُ لَهُ كُفُوءًا أَحَدٌ بِرُحْمَةِ اس كَلَّ لَعُيْكَنُ لَهُ كُفُوءًا أَحَدٌ كَتَبَ اللَّهُ لَهُ أَلْفَ حَسَنَةٍ. (رواه الطبرانی كذا في الترغيب وفي مجمع الزوائد فيه قائد البوارق ما مترجماً)

ف : کس قدر اللہ جلّ شانہ کی طرف سے انعام و احسان کی بارش ہے کہ ایک معمولی سی چیز کے پڑھنے پر جس میں نہ مشقت نہ وقت خرچ ہو پھر بھی ہزار ہزار لاکھ لاکھ نیکیاں عطا ہوتی ہیں لیکن ہم لوگ اس قدر غفلت اور دنیاوی اغراض کے پیچھے پڑے ہوتے ہیں کہ ان انعام کی بارشوں سے کچھ بھی وصول نہیں کرتے۔ اللہ جلّ شانہ کے یہاں ہر نیکی کے لئے کم از کم دس گنا ثواب تو متعین ہی ہے بشرطیکہ اخلاص سے ہو۔ اس کے بعد اخلاص ہی کے اعتبار سے ثواب بڑھتا رہتا ہے حضور کا ارشاد ہے کہ اسلام لانے سے جتنے گناہ حالت کفر میں کتے ہیں وہ معاف ہو جاتے ہیں اس کے بعد پھر حساب ہے۔ ہر نیکی دس گنے سے لے کر سات سو تک اور جہاں تک اللہ چاہیں لکھی جاتی ہے اور بُرائی ایک ہی لکھی جاتی ہے، اور اگر اللہ جلّ شانہ اس کو معاف فرمادیں تو وہ بھی نہیں لکھی جاتی۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جب بندہ نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو صرف ارادہ سے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور جب عمل کرتا ہے تو دس نیکیاں سات سو تک اور اس کے بعد جہاں تک اللہ تعالیٰ جلّ شانہ چاہیں لکھی جاتی ہیں۔ اس قسم کی اور بھی احادیث بکثرت ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جلّ شانہ کے یہاں دینے میں کمی نہیں کوئی لینے والا ہو، یہی چیز اللہ والوں کی نگاہ میں ہوتی ہے جس کی وجہ سے دنیا کی بڑی سے بڑی دولت بھی اُن کو نہیں لُبھا سکتی۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنْهُمْ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اعمال چھ طریقے کے ہیں اور آدمی چار طریقے کے دو عمل تو واجب کرنے والے ہیں اور دو برابر برابر اور ایک دس گنا اور ایک سات سو گنا۔ دو عمل جو واجب کرنے والے ہیں ایک یہ کہ جو شخص اس حال میں مرے کہ شرک نہ کرتا ہو وہ ضرور جنت میں داخل ہو گا دوسرے جو شخص شرک کی حالت میں مرے ضرور جہنم میں جائے گا اور جو عمل برابر برابر ہے وہ نیکی کا ارادہ ہے کہ دل اس کے لئے پختہ ہو گیا ہو



مگر اس عمل کی نوبت نہ آتی ہو، اور دس گنا اجر ہے اگر عمل بھی کر لے اور اللہ کے راستہ میں (جہاد وغیرہ میں) خرچ کرنا سات سو درجہ کا اجر رکھتا ہے اور گناہ اگر کرے تو ایک کا بدلہ ایک ہی ہے اور چار قسم کے آدمی یہ ہیں کہ بعض لوگ ایسے ہیں کہ جن پر دنیا میں وسعت ہے آخرت میں تنگی ہے، بعض ایسے ہیں جن پر دنیا میں تنگی ہے آخرت میں وسعت، بعض ایسے ہیں کہ جن پر دونوں جگہ تنگی ہے (کہ دنیا میں فقر آخرت میں عذاب ہے) بعض ایسے ہیں کہ دونوں جہان میں وسعت ہے۔ ایک شخص حضرت ابوہریرہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے سنا ہے آپ یہ نقل کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہ بعض نیکیوں کا بدلہ دس لاکھ گنا عطا فرماتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا: اس میں تعجب کی کیا بات ہے میں نے خدا کی قسم ایسا ہی سنا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ میں نے حضورؐ سے سنا ہے کہ بعض نیکیوں کا ثواب بیس لاکھ تک ملتا ہے اور جب حق تعالیٰ شانہ یصاعفہما ویؤت من لدنہ اجر اعظیما ارشاد فرماتیں (اس کے ثواب کو بڑھاتے ہیں اور اپنے پاس سے بہت سا اجر دیتے ہیں) جس چیز کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم فرماتیں اس کی مقدار کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ ثواب کی اتنی بڑی مقداریں جب ہی ہو سکتی ہیں جب ان الفاظ کے معانی کا تصور اور لحاظ کر کے پڑھے کہ یہ اللہ تعالیٰ شانہ کی اہم صفات ہیں۔

(۳۶) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُبَلِّغُ أَوْ فَيُسْبِغُ الْوُضُوءَ ثُمَّ يَقُولُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا فَتَحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّانِيَةِ يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ.

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص وضو کرے اور اچھی طرح کرے (یعنی سنتوں اور آداب کی پوری رعایت کرے) پھر یہ دعا پڑھے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں جس دروازے سے دل چاہے داخل ہو۔

ارواد مسلّمہ: البوداؤد وابن ماجہ و قال فی حین الوضوء زاد البوداؤد ثم یرفع طرفہ الی السماء ثم یقول فذکرہ و رواہ الترمذی کابی داؤد وزاد اللہم اجعل لی من الثوابین واجعل لی من المتطہرین الحدیث وتکلف فیہ کذا فی الترغیب زاد الیوطی



فی الدربین ابی شیبہ (فللہ ارحم)

**ف :** جنت میں داخل ہونے کے لئے ایک دروازہ بھی کافی ہے پھر آٹھوں کا کھل جانا یہ غایت اعزاز و اکرام کے طور پر ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص اس حال میں مرے کہ اللہ کے ساتھ شرک نہ کرتا ہو اور ناحق کسی کا خون نہ کیا ہو وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔

(۳۷) عَنْ أَبِي الدُّدَاءِ عَنِ النَّبِيِّ

مَلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَتَيْنِ مِنْ عَبْدٍ لَعَوْلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مِائَةً مَرَّةً إِلَّا بَعَثَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَجْهَهُ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَلَوْ يَفْعُ لِأَحَدٍ يَوْمَئِذٍ عَمَلٌ أَفْضَلُ مِنْ عَمَلِهِ إِلَّا مَنْ قَالَ مِثْلَ قَوْلِهِ أَوْ زَادَ.

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص سو مرتبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھا کرے حق تعالیٰ شانہ قیامت کے دن اس کو ایسا روشن چہرہ والا اٹھائیں گے جیسے چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے اور جس دن یسوع پڑھے اُس دن اُس سے افضل عمل والا وہی شخص ہو سکتا ہے جو اس سے زیادہ پڑھے۔

رواہ الطبرانی وفيه عبد الوهاب بن ضحالة مسترذك كذا في مجمع الزوائد قلت هو من رواية ابن ماجه ولا شك انهم ضعفوه جداً الا ان معناه مؤيد بروايات منها ما تقدم من روايات يعقوب ابن طلحة ولا شك انه افضل الذكر وله شاهد من حديث أم هانئ الأتقي

**ف :** متعہ آیات و روایات سے یہ مضمون ثابت ہوتا ہے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دل کے لئے بھی نور ہے اور چہرے کے لئے بھی نور ہے اور یہ تو مشاہدہ بھی ہے کہ جن اکابر کا اس کلمہ کی کثرت معمول ہے ان کا چہرہ دنیا ہی میں نورانی ہوتا ہے۔

(۳۸) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ

مَلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ افْتَحُوا عَلَى صِبْيَانِكُمْ أَوَّلَ كَلِمَةٍ أَيْلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَلَقِّنُوهُمْ عِنْدَ الْمَوْتِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَإِنَّهُ مَنْ كَانَ أَوَّلَ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بچہ کو شروع میں جب وہ بولنا سکھنے لگے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ یاد کراؤ اور جب مرنے کا وقت آئے جب بھی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تلقین کرو جس شخص کا اول کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہو

کَلَامِهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَآخِرُ كَلَامِهِ  
 لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَعَوَّاشُ أَلْفَ  
 سَنَةٍ لَوْ يُسْئَلُ عَنْ ذَنْبٍ وَاحِدٍ  
 اور آخری کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وہ ہزار  
 برس بھی زندہ رہے تو انشاء اللہ کسی  
 گناہ کا اس سے مطالبہ نہیں ہوگا یا اس  
 وجہ سے کہ گناہ صادر نہ ہوگا یا اگر صادر ہوا تو توبہ وغیرہ سے مُعاف ہو جائے گا یا اس  
 وجہ سے کہ اللہ جلّ جلالہ اپنے فضل سے مُعاف فرمائیں گے

رموض، ابن محبوبیہ و ابویہ مجهولان وقد ضعف البخاری ابراہیم بن مہاجر حکاد  
 السیوطی عن ابن الجوزی ثم تعقبه بقوله الحديث في المستدرک و اخرجہ البیهقی  
 فی الشعب عن الحاکم وقال متن غریب لم نکتبه الا بهذا الاسناد و اورده الحاکم  
 ابن حجر فی اماليه و لم یقح فيه بشئ الا انه قال ابراہیم فیہ لین وقد اخرج  
 له مسلم فی المتابعات کذا فی اللالی و ذکرہ السیوطی فی شرح الصدور و لم یقح  
 فیہ بشئ قلت و قد ورد فی التلقین احادیث کثیرة ذکرها الحافظ فی التلخیص  
 و قال فی جملة من رواها و عن عروۃ بن مسعود الثقفی رواه العقيلي باسناد ضعيف  
 ثم قال روى فی الباب احادیث صحاح عن غیر واحد من الصحابة و رواه ابن  
 ابی الدنیا فی کتاب المحتضرین من طریق عروۃ بن مسعود من ابيه عن حَدِيقَةَ  
 بلفظ لَقِنُوا مَوْتَا كَفُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَإِنَّمَا تَهْدِمُ مَا فِیْهَا مِنَ الْخَطَايَا و روى فیہ  
 البضا عن عمر و عثمان و ابن مسعود و انس و غیرہم و ار فی الجامع الصغير لَقِنُوا  
 مَوْتَا كَفُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رواه احمد و مسلم و الاثریة عن ابی سعید و مسلم و ابن  
 ماجه عن ابی هريرة و النسائی عن عائشة و رقعه بالصحة و فی الحصن إذا أَفْصَحَ  
 الْوَلَدُ فَلْيُعْلِمُهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ و فی الحرز رواه ابن السخی عن عمرو بن العاص  
 قلت و لفظه فی عمل اليوم و اللیلۃ عن عمرو بن شعیب و جَدَّتْ فی کتاب جَدِّی  
 الَّذِی حَدَّثَهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَفْصَحَ أَوْلَادُكُمْ فَعَلِمُوهُمْ  
 لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ثُمَّ لَا تَبْلُغُوا مَتًى إِذَا أَفْصَحُوا فَتَرْكُوا الصَّلَاةَ و فی الجامع الصغير  
 بروایة احمد و ابی داؤد و الحاکم عَنْ مُعَاذِ بْنِ مَعْنٍ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دَخَلَ  
 الْجَنَّةَ و رتبعه بالصحة و فی مجمع الزوائد عَنْ عَلِيٍّ رَفَعَهُ مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا إِلَهَ  
 إِلَّا اللَّهُ لَوْ يَدْخُلُ النَّارَ و فی غیر روایة مرفوعة مَنْ لَقِنَ عِنْدَ الْمَوْتِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

دَخَلَ الْجَنَّةَ

ف: تلمیقین اس کو کہتے ہیں کہ مرتے وقت آدمی کے پاس بیٹھ کر کلمہ پڑھا جائے تاکہ اس کو سن کر وہ بھی پڑھنے لگے۔ اُس پر اُس وقت جبر یا تقاضا نہیں کرنا چاہیے کہ وہ شدت تکلیف میں ہوتا ہے اخیر وقت میں کلمہ تلمیقین کرنے کا حکم اور بھی بہت سی احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے۔ مُتَعَدِّدِ حَدِیثُوں میں یہ بھی ارشاد نبوی وارد ہوا ہے کہ جس شخص کو مرتے وقت لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ نصیب ہو جائے اس کے گناہ ایسے گر جاتے ہیں جیسے سیلاب کی وجہ سے تعمیر بعض احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ جس شخص کو مرتے وقت یہ مبارک کلمہ نصیب ہو جاتا ہے تو پچھلی خطائیں مُعَاف ہو جاتی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ منافق کو اس کلمہ کی توفیق نہیں ہوتی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اپنے مُردوں کو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا توشہ دیا کرو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی بچہ کی پرورش کرے یہاں تک کہ وہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنے لگے اس سے حساب مُعَاف ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص نماز کی پابندی کرتا ہے مرنے کے وقت ایک فرشتہ اُس کے پاس آتا ہے جو شیطان کو دُور کر دیتا ہے اور مرنے والے کو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ تلمیقین کرتا ہے۔ ایک بات کثرت سے تجربہ میں آئی ہے کہ اکثر و بیشتر تلمیقین کا فائدہ جب ہی ہوتا ہے کہ زندگی میں بھی اس پاک کلمہ کی کثرت رکھتا ہو۔ ایک شخص کا قصہ لکھا ہے کہ بھس فروخت کیا کرتا تھا۔ جب اس کے مرنے کا وقت قریب آیا تو لوگ اس کو کلمہ طیبہ کی تلمیقین کرتے تھے اور وہ کہتا تھا کہ یہ گٹھ اتنے کا ہے اور یہ اتنے کا ہے اسی طرح اور بھی مُتَعَدِّدِ وَاَقْعَاتِ مُزَبَّرَةُ الْبَسَاتِیْنِ میں بھی لکھے ہیں اور شاہد میں بھی آتے ہیں۔

بسا اوقات کسی گناہ کا کرنا بھی اس کا سبب بن جاتا ہے کہ مرتے وقت کلمہ طیبہ نصیب نہیں ہوتا۔ علماء نے لکھا ہے کہ ایون کھانے میں زُئْءُ نَقْصَانِ ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ یاد نہیں آتا۔ اس کے بِالْمُقَابِلِ مَسْوَاکِ میں شُرْفَاءُ ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ طیبہ یاد آتا ہے۔ ایک شخص کا قصہ لکھا ہے کہ مرتے وقت اس کو کلمہ شہادت تلمیقین کہ یادہ کہنے لگا کہ اللہ سے دعا کرو میری زبان سے نکلتا نہیں۔ لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے اُس نے کہا میں تو نے میں بے احتیاطی کرتا تھا۔ ایک دوسرے شخص کا قصہ ہے کہ جب اس کو تلمیقین کی گئی تو کہنے لگا کہ مجھ سے کہا نہیں جاتا۔ لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے



اُس نے کہا کہ ایک عورت مجھ سے تولیہ خریدنے آئی تھی مجھے وہ اچھی لگی۔ میں اس کو دیکھتا رہا۔ اور بھی بہت سے واقعات اس نوع کے ہیں جن میں سے بعض تذکرہ قرطبیہ میں بھی لکھے ہیں۔ بندہ کا کام ہے کہ گناہوں سے توبہ کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ شانہ سے توفیق کی دعا کرتا رہے۔

(۳۹) عَنْ أُمِّ هَانِئٍ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَا يَسْبِقُهَا عَمَلٌ وَلَا تَتْرُكُ ذَنْبًا.

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ سے نہ تو کوئی عمل بڑھ سکتا ہے اور نہ یہ کلمہ کسی گناہ کو چھوڑ سکتا ہے۔

(رواہ ابن ماجہ کذا فی منتخب کنز العمال قلت واخرجه الحاكم فی حدیث طویل و صححه و لفظہ قول لا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَا يَسْبِقُهَا عَمَلٌ وَلَا يَتْرُكُ ذَنْبًا و لا یسبقہا عملہ و تعقب علیہ الذہبی بان ذکرہ یا ضعیف و سقط بین محمد و ام ہانی و ذکرہ فی الجامع بردایۃ ابن ماجہ و رقعہ لہ بالضعف)

**ف** کسی عمل کا اس سے نہ بڑھ سکتا تو ظاہر ہے کہ کوئی بھی عمل ایسا نہیں ہے جو بغیر کلمہ طیبہ پڑھے کارآمد ہو سکتا ہو، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ غرض ہر عمل ایمان کا بھی محتاج ہے اگر ایمان ہے تو وہ اعمال بھی مقبول ہو سکتے ہیں ورنہ نہیں اور کلمہ طیبہ جو خود ایمان لانا ہی ہے وہ کسی عمل کا محتاج نہیں اسی وجہ سے اگر کوئی شخص فقط ایمان رکھتا ہو اور ایمان کے علاوہ کوئی عمل صالح نہ ہو تو بھی وہ کسی نہ کسی وقت انشاء اللہ جنت میں ضرور جاتے گا اور جو شخص ایمان نہ رکھتا ہو خواہ وہ کتنے ہی پسندیدہ اعمال کرے نجات کے لئے کافی نہیں۔ دوسرا جزو کسی گناہ کو نہ چھوڑنا ہے اگر اس اعتبار سے دیکھا جائے کہ جو شخص آخری وقت میں مسلمان ہو اور کلمہ طیبہ پڑھنے کے بعد فوراً ہی مر جائے تو ظاہر ہے کہ اس ایمان لانے سے پہلے کفر کی حالت میں جتنے گناہ کئے تھے وہ سب بالإجماع جاتے رہے۔ اور اگر پہلے سے پڑھنا مراد ہو تو حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ یہ کلمہ دلوں کی صفائی اور عقیقل ہونے کا ذریعہ ہے جب اس پاک کلمہ کی کثرت ہوگی تو دل کی صفائی کی وجہ سے توبہ کئے بغیر چین ہی نہ پڑے گا اور آخر کار گناہوں کی معافی کا ذریعہ بن جائے گا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص کو سونے کے وقت اور جاگنے کے وقت لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا اہتمام ہو اس کو دنیا بھی آخرت پر مستعد کرے گی اور مصیبت سے اس کی حفاظت

کرے گی۔

(۴۰) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْإِيمَانُ بَضْعٌ قَبَبَعُونَ شُعْبَةً فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَادْنَاهَا مَا حَلَلْتُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْإِيمَانِ .

اور مینا بھی ایک خصوصی شعبہ ہے ایمان کا،

(رواہ الستہ وغیرہم بالفاظ مختلفہ واختلاف لیسیر فی العدد وغیرہ وهذا اخر ما اردت ایرادہ فی هذا الفصل رعاية لعدد الاربعین والله الموفق لما

یحب ویرضی)

**ف :** حیا کو خصوصی اہتمام کی وجہ سے ذکر فرمایا کہ یہ بہت سے گناہوں زنا، چوری، فحش گوئی، ننگا ہونا، گالی گلوچ وغیرہ سے بچنے کا سبب ہے۔ اسی طرح رسوائی کے خیال سے بہت سے نیک کام کرنے ضروری ہو جاتے ہیں۔ بلکہ دنیا اور آخرت کی شرم سائے ہی نیک کاموں پر ابھارتی ہے۔ نماز، زکوٰۃ، حج وغیرہ تو ظاہر ہیں اسی طرح سے اور بھی تمام احکام بجالانے کا سبب ہے اسی وجہ سے مشہور ہے "توبے حیا باش و ہر چہ خواہی کن توبے غیرت ہو جا پھر جو چاہے کر۔ اس معنی میں صحیح حدیث بھی وارد ہے اِذَا لَعَنَ تَشَحُّجٌ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ جب تو حیا دار نہ رہے تو پھر جو چاہے کر کہ ساری فکر غیرت اور شرم ہی کی ہے اگر حیا ہے تو یہ خیال بھی ضروری ہے کہ نماز نہ پڑھوں گا تو آخرت میں کیا منہ دکھاؤں گا اور شرم نہیں ہے تو پھر یہ خیال ہوتا ہے کہ کوئی کہہ کر کیا کرے گا۔

اس حدیث شریف میں ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ارشاد فرمائی تنبیہ : ہیں اس بارے میں روایات مختلف وارد ہوئی ہیں اور متعدد روایات میں ستر کا عدد آیا ہے اسی لئے ترجمہ میں اس طرف اشارہ بھی کر دیا تھا۔ ان ستر کی تفصیل میں علماء نے بہت سی مستقل تصانیف فرمائی ہیں۔ امام ابو حاتم بن حبان فرماتے ہیں کہ میں اس حدیث کا مطلب ایک مدت تک سوچتا رہا جب عبادتوں کو گنا تو وہ ستر

سے بہت زیادہ ہو جاتیں۔ احادیث کو نکال کر تا اور حدیث شریف میں جن چیزوں کو خاص طور سے ایمان کی شاخوں کے ذیل میں ذکر کیا ہے ان کو شمار کرتا تو وہ اس عدد سے کم ہو جاتیں میں قرآن پاک کی طرف متوجہ ہوا اور قرآن شریف میں جن چیزوں کو ایمان کے ذیل میں ذکر کیا ہے ان کو شمار کیا تو وہ بھی اس عدد سے کم تھیں تو میں نے قرآن اور حدیث شریف دونوں کو جمع کیا اور دونوں میں جن چیزوں کو ایمان کا جزو قرار دیا ان کو شمار کر کے جو چیزیں دونوں میں مشترک تھیں ان کو ایک ایک عدد شمار کر کے میزان دیکھی تو دونوں کا مجموعہ ٹکرات کو نکال کر اس عدد کے موافق ہو گیا تو میں سمجھا کہ حدیث شریف کا مفہوم یہی ہے۔ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ ایک جماعت نے ان شاخوں کی تفصیل بیان کرنے کا اہتمام کیا ہے اور اجتہاد سے ان تفصیلات کے مراد ہونے کا حکم لگایا ہے۔ حالانکہ اس مقدار کی خصوصی تفصیل نہ معلوم ہونے سے ایمان میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا جب کہ ایمان کے اصول و فروع سارے بالتفصیل معلوم و محقق ہیں۔ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ اس تعداد کی تفصیل اللہ کے اور اس کے رسولؐ کے علم میں ہے اور شریعت مظہرہ میں موجود ہے تو اس تعداد کے ساتھ تفصیل کا علم نہ ہونا کچھ مضر نہیں۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شاخوں میں سب سے اعلیٰ توحید یعنی کلمہ لا الہ الا اللہ کو قرار دیا ہے جس سے معلوم ہو گیا کہ ایمان میں سب سے اوپر اس کا درجہ ہے اس سے اوپر کوئی چیز ایمان کی شاخ نہیں ہے جس سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ اصل توحید ہے جو ہر تکلف پر ضروری ہے اور سب سے نیچے دفع کرنا ہے اس چیز کا جو کسی مسلمان کو نقصان پہنچانے کا احتمال رکھتی ہو۔ باقی سب شاخیں ان کے درمیان ہیں جن کی تفصیل معلوم ہونا ضروری نہیں اجمالاً ان پر ایمان لانا کافی ہے جیسا کہ سب فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ہے لیکن ان کی تفصیل اور ان کے نام ہم نہیں جانتے لیکن ایک جماعت محدثین نے ان سب شاخوں کی تفصیل میں مختلف تصانیف فرمائی ہیں چنانچہ ابو عبد اللہ حلیمیؒ نے ایک کتاب اسی مضمون میں تصنیف فرمائی ہے جس کا نام فوائد الیمنہاج رکھا ہے اور امام بیہقیؒ نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جس کا نام ہی شعب الایمان رکھا ہے اسی طرح شیخ عبد الحلیمؒ نے بھی ایک کتاب لکھی ہے اس کا نام بھی شعب الایمان رکھا ہے اور اسحاق بن قرطبیؒ نے کتاب النصائح اسی مضمون میں تصنیف فرمائی ہے اور امام ابو حاتمؒ نے اپنی کتاب کا نام وصف الایمان و شعبہ رکھا ہے۔ شرح بخاری نے اس باب میں مختلف تصانیف سے



تلمیض کرتے ہوئے ان کو مختصر طور پر جمع فرمایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ دراصل ایمان کامل تین چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے اول تصدیق قلبی یعنی دل سے جملہ امور کا یقین کرنا۔ دوسرے زبان کا اقرار و عمل۔ تیسرے بدن کے اعمال یعنی ایمان کی جملہ شاخیں تین حصوں پر منقسم ہیں۔ اول وہ جن کا تعلق نیت و اعتقاد اور عمل قلبی سے ہے۔ دوسرے وہ جن کا تعلق زبان سے ہے تیسرے وہ جن کا تعلق باقی حصہ بدن سے ہے۔ ایمان کی جملہ چیزیں ان تین میں داخل ہیں۔

پہلی قسم: جو تمام عقائد کو شامل ہے اس کا خلاصہ تیس چیزیں ہیں۔

- ① اللہ پر ایمان لانا جس میں اس کی ذات، اس کی صفات پر ایمان لانا داخل ہے اور اس کا یقین بھی کہ وہ پاک ذات ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ اس کا کوئی مثل ہے
- ② اللہ کے ماسوا سب چیزیں بعد کی پیداوار ہیں۔ ہمیشہ سے وہی ایک ذات ہے
- ③ فرشتوں پر ایمان لانا
- ④ اللہ کی آتاری ہوتی کتابوں پر ایمان لانا
- ⑤ اللہ کے رسولوں پر ایمان لانا
- ⑥ تقدیر پر ایمان لانا کہ بھلی ہو یا بُری سب اللہ کی طرف سے ہے
- ⑦ قیامت کے حق ہونے پر ایمان لانا جس میں قبر کا سوال جواب قبر کا عذاب، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا، حساب ہونا، اعمال کا ملنا اور پل صراط پر گزرنا سب ہی داخل ہے
- ⑧ جنت کا یقین ہونا اور یہ کہ مومن الشاہد اللہ ہمیشہ اس میں رہیں گے
- ⑨ جہنم کا یقین ہونا اور یہ کہ اس میں سخت سے سخت عذاب ہیں اور وہ بھی ہمیشہ رہیں گے
- ⑩ اللہ تعالیٰ شانہ سے محبت رکھنا
- ⑪ اللہ کے واسطے دوسروں سے محبت رکھنا اور اللہ ہی کے واسطے بغض رکھنا یعنی اللہ والوں سے محبت رکھنا اور اس کی نافرمانی کرنے والوں سے بغض رکھنا، اور اسی میں داخل ہے صحابہ کرامؓ بالخصوص مہاجرین اور انصار کی محبت اور آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت
- ⑫ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنا جس میں آپ کی تعظیم بھی آگئی اور حضور پر درود شریف پڑھنا بھی اور آپ کی سنتوں کا اتباع کرنا بھی داخل ہے
- ⑬ اخلاص جس میں ریا نہ کرنا اور نفاق سے بچنا بھی داخل ہے
- ⑭ توبہ یعنی دل سے گناہوں پر ندامت اور آئندہ نہ کرنے کا عہد
- ⑮ اللہ کا خوف
- ⑯ اللہ کی رحمت کا امیدوار ہونا
- ⑰ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا
- ⑱ شکر گزاری
- ⑲ وفا
- ⑳ صبر
- ㉑ تواضع جس میں بڑوں کی تعظیم بھی داخل ہے
- ㉒ شفقت و رحمت جس میں بچوں پر شفقت کرنا بھی داخل

۲۳) مقتدر پر راضی ہونا ۲۴) توکل ۲۵) خود بینی اور خود ستائی کا چھوڑنا جس میں اصلاح نفس بھی داخل ہے ۲۶) یکہ نہ اور غلش نہ رکھنا جس میں حسد بھی داخل ہے ۲۷) عینیت میں یہ نمبر رہ گیا ہے میرے خیال میں اس جگہ حیا کرنا ہے جو کاتب کی غلطی سے رہ گیا ہے ۲۸) غصہ نہ کرنا ۲۹) فریب نہ دینا جس میں بدگمانی نہ کرنا اور کسی کے ساتھ مکہ نہ کرنا بھی داخل ہے ۳۰) دنیا کی محبت دل سے نکال دینا جس میں مال کی اور جاہ کی محبت بھی داخل ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ امور بالا میں دل کے تمام اعمال داخل ہیں۔ اگر کوئی چیز بظاہر خارج معلوم ہو تو وہ غور سے ان نمبروں میں سے کسی نہ کسی نمبر میں داخل ہوگی۔ دوسری قسم: زبان کا عمل تھا اس کے سات شعبے ہیں۔

۱) کلمہ طیبہ کا پڑھنا ۲) قرآن پاک کی تلاوت کرنا ۳) علم سیکھنا ۴) علم دوسروں کو سکھانا ۵) دعا کرنا ۶) اللہ کا ذکر جس میں استغفار بھی داخل ہے ۷) لغو باتوں سے بچنا۔

تیسری قسم: باقی بدن کے اعمال ہیں یہ کل چالیس ہیں جو تین حصوں پر منقسم ہیں۔ پہلا حصہ: اپنی ذاتوں سے تعلق رکھتا ہے یہ سولہ شاخیں ہیں۔

۱) پاکی حاصل کرنا جس میں بدن کی پاکی، کپڑے کی پاکی، مکان کی پاکی سب ہی داخل ہیں اور بدن کی پاکی میں وضو بھی داخل ہے اور حیض و نفاس اور جنابت کا غسل بھی ۲) نماز کی پابندی کرنا اس کو قائم کرنا جس میں فرض نفل ادا قضا سب داخل ہے ۳) صدقہ جس میں زکوٰۃ صدقہ فطر وغیرہ بھی داخل ہے اور بخشش کرنا، لوگوں کو کھانا کھلانا، مہمان کا اکرام کرنا اور غلاموں کا آزاد کرنا بھی داخل ہے ۴) روزہ فرض ہو یا نفل ۵) حج کرنا فرض ہو یا نفل اور اسی میں عمرہ بھی داخل ہے اور طواف بھی ۶) اعتکاف کرنا جس میں لیلة القدر کو تلاش کرنا بھی داخل ہے ۷) دین کی حفاظت کے لئے گھر چھوڑنا جس میں ہجرت بھی داخل ہے ۸) نذر کا پورا کرنا ۹) قسموں کی نگہداشت رکھنا ۱۰) کفاروں کا ادا کرنا ۱۱) ستر کا نماز میں اور نماز کے علاوہ ڈھانچنا ۱۲) قربانی کرنا اور قربانی کے جانوروں کی خبر گیری کرنا اور ان کا اہتمام کرنا ۱۳) جنازہ کا اہتمام کرنا اس کے مجملہ امور کا انتظام کرنا ۱۴) قرض کا ادا کرنا ۱۵) معاملات کا عدل نماز کا قائم کرنا اس کے آداب شرائط کی رعایت کرتے ہوئے اور نیکانام ہے جیسکہ فضائل نماز کے تیسرے باب میں مذکور ہے۔

درست کرنا سود سے بچنا (۱۶) سچی بات کی گواہی دینا حق کو نہ چھپانا۔

دوسرا حصہ: کسی دوسرے کے ساتھ کے برتاؤ کا ہے۔ اس کی چھ شاخیں ہیں۔

(۱) نکاح کے ذریعہ سے حرام کاری سے بچنا (۲) اہل و عیال کے

حقوق کی رعایت کرنا اور ان کا ادا کرنا اس میں نوکروں اور خادموں کے حقوق بھی داخل ہیں (۳)

والدین کے ساتھ سلوک کرنا، نرمی برتنا، فرمانبرداری کرنا (۴) اولاد کی اچھی تربیت کرنا

(۵) صلہ رحمی کرنا (۶) بڑوں کی فرمانبرداری اور اطاعت کرنا۔

تیسرا حصہ: حقوق عامۃ کا ہے جو اٹھارہ شعبوں پر منقسم ہے۔

(۱) عدل کے ساتھ حکومت کرنا (۲) حقانی جماعت کا ساتھ دینا

(۳) حکام کی اطاعت کرنا (بشرطیکہ خلاف شرع حکم نہ ہو) (۴) آپس کے معاملات کی اصلاح

کرنا جس میں مفسدوں کو سزا دینا، باغیوں سے جہاد کرنا بھی داخل ہے (۵) نیک کاموں

میں دوسروں کی مدد کرنا (۶) نیک کاموں کا حکم کرنا اور بُری باتوں سے روکنا جس میں

وعظ و تبلیغ بھی داخل ہے (۷) حدود کا قائم کرنا (۸) جہاد کرنا جس میں مورچوں کی

حفاظت بھی داخل ہے (۹) امانت کا ادا کرنا جس میں تحس جو غنیمت کے مالوں میں ہوتا

ہے وہ بھی داخل ہے (۱۰) قرض کا دینا اور ادا کرنا (۱۱) پڑوسیوں کا حق ادا کرنا، ان کا

اکرام کرنا (۱۲) معاملہ اچھا کرنا، جس میں جائز طریقہ سے مال کا جمع کرنا بھی داخل ہے (۱۳)

مال کا اپنے محل (موقع) پر خرچ کرنا، اسراف اور بخل سے بچنا بھی اس میں داخل ہے (۱۴)

سلام کرنا اور سلام کا جواب دینا (۱۵) پھینکنے والے کو یرحمک اللہ کہنا (۱۶) دنیا کو اپنے

نقصان سے اپنی تکلیف سے بچنا (۱۷) لہو و لعاب سے بچنا (۱۸) راستہ سے تکلیف

چیز کا دور کرنا۔

یہ ستر شاخیں ہوتیں ان میں بعض کو ایک دوسرے میں منضم بھی کیا جاسکتا ہے جیسا

اچھے معاملہ میں مال کا جمع کرنا اور خرچ کرنا دونوں داخل ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح سے غور سے اور بھی

اعداد کو کم کیا جاسکتا ہے اور اس لحاظ سے ستر والی روایت یا تیسرے والی روایت کے تحت میں

بھی یہ تفصیل آسکتی ہے۔ اس تفصیل میں بندہ نے علامہ غنی کے کلام کو جو بخاری شریف کی شرح

میں ہے اصل قرار دیا ہے کہ انہوں نے نمبر وار ان چیزوں کو ذکر فرمایا ہے اور حافظ ابن حجر کی

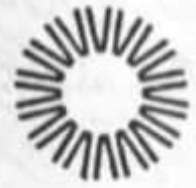
فتح الباری اور علامہ قاری کی مرقات سے توضیح و اضافہ کیا ہے۔ علمائے کبار نے لکھا ہے کہ ایمان کے



سارے شعبے مجملاً یہ ہیں جو مذکور ہوئے۔ آدمی کو چاہئے کہ ان میں غور و فکر کرے جو اوصاف اس میں ان میں سے پاتے جاتے ہوں اُن پر اللہ جلّ شانہ کا شکر ادا کرے کہ اسی کی توفیق و لطف سے ہر بھلائی حاصل ہو سکتی ہے اور جن اوصاف میں کمی ہو اُن کے حاصل کرنے کی سعی کرے اور اللہ تعالیٰ سے اُن کے حصول کی توفیق مانگتا رہے۔ رَمَّا تَوْفِيقِيْ اِلَّا بِاللهِ۔



## باب سوم



### کلمہ سوم کے فضائل میں

یعنی سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ اور بعض روایات میں ان کلمات کے ساتھ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ بھی وارد ہوا ہے۔ احادیث میں ان کلمات کی بہت زیادہ فضیلت آتی ہے یہ کلمات تسبیحات فاطمہ کے نام سے بھی مشہور ہے اس لئے کہ یہ کلمات حضور اقدس صَلَّی اللہ علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی سب سے زیادہ لاڈلی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمہ رَضِیَ اللہ عَنْہَا کو بھی تعلیم فرمائے ہیں جبکہ آگے آرہا ہے۔ اس باب میں بھی چونکہ کلام پاک کی آیات اور احادیث بکثرت وارد ہوئی ہیں اس لئے دو فصلوں پر اس کو منقسم کر دیا۔ پہلی فصل آیات قرآنیہ میں اور دوسری احادیث نبویہ میں۔

### فصل اول

ان آیات کے بیان میں جن میں سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ کا مضمون ذکر فرمایا گیا ہے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جو چیز متنی مہتمم بالشان ہوتی ہے اتنے ہی اہتمام سے ذکر کی جاتی ہے اور مختلف طریقہ سے ذہن نشین کی جاتی ہے۔ چنانچہ ان کلمات کا مفہوم بھی قرآن پاک میں مختلف طریقوں سے ذکر فرمایا گیا ہے۔ ان میں سب سے پہلا کلمہ

سُبْحَانَ اللَّهِ ہے۔ سُبْحَانَ اللَّهِ کے معنی ہیں اللہ جلّ شانہ ہر عیب اور بُرائی سے پاک ہے میں اُس کی پاکی کا پورا پورا اقرار کرتا ہوں اس مضمون کو حکم سے بھی ذکر فرمایا ہے کہ اللہ کی پاکی بیان کرو۔ خبر سے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ فرشتے اور دوسری مخلوقات اللہ کی پاکی کا اقرار و بیان کرتی رہتی ہیں وغیرہ وغیرہ اسی طرح دوسرے الفاظ کا بھی یہی حال ہے کہ مختلف عنوانات سے کلام اللہ شریف میں ان مضامین کا ذکر فرمایا ہے۔

① وَنَحْنُ نَسَبِحُ بِحَمْدِكَ وَتَقْدِيسُ لَكَ ۖ (سورۃ بقرہ رکوع ۴)

② قَالُوا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ (سورۃ بقرہ رکوع ۳)

③ وَادْكُرْ رَبَّكَ كَثِيرًا وَ سَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ۔ (س آل عمران رکوع ۴)

④ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا ۖ سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ (سورۃ آل عمران رکوع ۲۰)

⑤ سُبْحَانَكَ أَنْ يَكُونُ لَكَ وَلَدٌ ۖ (سورۃ نساء رکوع ۲۳)

⑥ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي

(فرشتوں کا مقولہ انسان کی پیدائش کے وقت) ہم بحمد اللہ آپ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور آپ کی پاکی کا دل سے اقرار کرتے رہتے ہیں۔ (ملائکہ کا جب بمقابلہ انسان امتحان ہوا تو کہا آپ تو سر عیب سے پاک ہیں ہم کو تو اس کے سوا کچھ بھی علم نہیں جتنا آپ نے بتا دیا ہے بیشک آپ بڑے علم والے ہیں بڑی حکمت والے ہیں۔

اور اپنے رب کو بکثرت یاد کیجیو اور اس کی تسبیح کیجیو دن ڈھلے بھی اور صبح کے وقت بھی۔

(سمجھ دار لوگ جو اللہ کے ذکر میں ہر وقت مشغول رہتے ہیں اور قدرت کے کارناموں میں غور و فکر کرتے رہتے ہیں) یہ کہتے ہیں

اے ہمارے رب آپ نے یہ سب بے فائدہ پیدا نہیں کیا ہے (بلکہ بڑی حکمتیں اس میں ہیں) آپ کی ذات ہر عیب سے پاک ہے ہم آپ کی تسبیح کرتے ہیں آپ ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا دیجئے۔

وہ ذات اس سے پاک ہے کہ اس کے اولاد ہو۔

(قیامت میں جب حضرت عیسیٰ علی نبیناؤ

أَنَا أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقِّ ط

(سورہ مائدہ رکوع ۱۶)

عَلَيْهِ السَّلَام سے سوال ہو گا کہ اپنی اُمت کو  
تثلیث کی تعلیم کیا تم نے دی تھی تو وہ

کہیں گے (تو بتو یہ) میں تو آپ کو (شرک سے اور ہر عیب سے) پاک سمجھتا ہوں میں ایسی بات  
کیسے کہتا جس کے کہنے کا مجھ کو کوئی حق نہ تھا۔

④ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا

يَصِفُونَ ۝ (سورہ النعام رکوع ۱۲)

اللہ جلّ جلالہ ان سب باتوں سے پاک  
ہے جن کو (یہ کافر لوگ اللہ کی شان میں)

کہتے ہیں (کہ اُس کے اولاد ہے یا شریک ہے وغیرہ وغیرہ)

⑧ فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ سُبْحَانَكَ

تَبَّتْ إِلَيْكَ وَأَنَا أَقُولُ الْمُؤْمِنِينَ ۝

(سورہ اعراف رکوع ۱۴)

(جب طور پر حق تعالیٰ شانہ کی ایک تجلی

سے حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام

بے ہوش ہو کر گر گئے تھے، پھر جب افاقہ

ہوا تو عرض کیا کہ بیشک آپ کی ذات (ان آنکھوں کے دیکھنے سے اور ہر عیب سے) پاک

ہے میں (دیدار کی درخواست سے) تو بہ کرتا ہوں اور سب سے پہلے ایمان لانے والا

ہوں۔

⑨ إِنَّ الَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا

يَسْكُرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيَسْتَعِزُّونَ

وَلَهُ يَسْجُدُونَ ۝ (سورہ اعراف رکوع ۲۳)

بیشک جو اللہ کے مُقَرَّب ہیں (یعنی

فرشتے) وہ اس کی عبادت سے بکتر نہیں

کرتے اور اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور

اُسی کو سجدہ کرتے رہتے ہیں۔

**ف:** صوفیاء نے لکھا ہے کہ آیت میں تکبر کی نفی کو مُقَدِّم کرنے میں اس طرف اشارہ  
ہے کہ تکبر کا ازالہ عبادات پر اہتمام کا ذریعہ ہے اور تکبر سے عبادت میں کوتاہی واقع ہوتی ہے۔

اس کی ذات پاک ہے ان چیزوں سے جن

کو وہ (کافر اُس کا) شریک بناتے ہیں۔

(ان جنتیوں کے) مُنہ سے یہ بات نکلے گی

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ اور آپس کا اُن کا سلام ہو گا

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ اور جب دنیا کی دُقتوں کو یاد کریں

گے اور خیال کریں گے کہ اب ہمیشہ کے لئے

⑩ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝

(سورہ توبہ رکوع ۵)

⑪ دَعُوهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ

اللَّهُمَّ وَتَجِيتَهُمْ فِيهَا سَلَامٌ وَ

اِخْرُجُوهُمْ اِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ رَبِّ

الْعَالَمِينَ ۝ (سورہ یونس رکوع ۱)



اُن سے خلاصی ہوگئی تو، آخر میں کہیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

(۱۲) سُبْحَانَكَ وَتَعَالٰی عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝

(سورہ یونس رکوع ۲)

(۱۳) قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحَانَكَ

هُوَ الْغَنِيُّ ۖ (سورہ یونس رکوع ۴)

(۱۴) وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَمَا اَنَا مِنَ

الْمُشْرِكِينَ ۖ (سورہ یوسف رکوع ۱۲)

(۱۵) وَيَسْمِعُ الرِّعْدَ بِحَمْدِهِ ۚ

الْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ ۚ

(سورہ زمر رکوع ۲)

وہ ذات پاک اور برتر ہے ان چیزوں سے جن کو وہ کافر شریک بناتے ہیں۔ وہ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ جلّ شانہ کے اولاد ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اور اللہ جلّ شانہ دُہرِ عیب سے پاک ہے اور میں مُشرکین میں سے نہیں ہوں اور زُعد (فرشتہ) اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتا ہے اور دوسرے فرشتے بھی اس کے ڈر سے (تسبیح و تحمید کرتے ہیں)

**ف :** علمائے لکھا ہے کہ جو شخص بجلی کے کڑکنے کے وقت سُبْحَانَ الَّذِي يَسْمِعُ الرِّعْدَ بِحَمْدِهِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ پڑھے گا اس کو بجلی کے نقصان سے حفاظت حاصل ہوگی ایک حدیث میں بھی آیا ہے کہ جب بجلی کی کڑک سنا کر تو اللہ کا ذکر کیا کرو بجلی ذکر کرنے والے تک نہیں جاسکتی۔ دوسری حدیث میں وارد ہے کہ بجلی کی کڑک کے وقت تسبیح کیا کرو تجسیر نہ کہا کرو۔

(۱۶) وَلَقَدْ عَلِمْتُمْ اَنَّكُمْ يَصْنَعُ

حَمْدُ رَبِّكُمْ بِمَا يَقُولُونَ ۚ فَيَسْمِعُ بِحَمْدِ

رَبِّكُمْ وَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ ۚ وَاعْبُدْ

رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۚ (سورہ بقرہ رکوع ۲)

اور ہم کو معلوم ہے کہ یہ لوگ (جو ماننا سب کلمات آپ کی شان میں) کہتے ہیں اُن سے آپ کو دل تنگی ہوتی ہے پس (اسکی پرواہ نہ کیجئے)، آپ اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے رہیں اور سجدہ کرنے والوں (یعنی نمازیوں) میں شامل رہیں اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں یہاں تک کہ آپ کی وفات کا وقت آوے۔

(۱۷) سُبْحَانَكَ وَتَعَالٰی عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝

(سورہ نمل رکوع ۱)

وہ ذات لوگوں کے شرک سے پاک اور بالا تر ہے۔ اور وہ اللہ کے لئے بیٹیاں تجویز کرتے

(۱۸) وَيَجْعَلُونَ لِلّٰهِ الْبَنَاتِ سُبْحَانَكَ

وَلَقَدْ مَا يَشْتَهُونَ ۝

(سورہ نمل رکوع ۷)

ہیں وہ ذات اس سے پاک ہے (اور تماشا  
یہ ہے کہ اپنے لئے ایسی چیز تجویز کرتے ہیں  
جس کو خود پسند کرتے ہیں۔

(۱۹) سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ

لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ

الْأَقْصَى (بنی اسرائیل رکوع ۱)

(ہر عیب سے) پاک ہے وہ ذات جو اپنے  
بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو رات کے  
وقت مسجد حرام (یعنی مسجد کعبہ) سے مسجد اقصیٰ  
تک لے گئی (معراج کا قصہ)

(۲۰) سُبْحَانَكَ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يَقُولُونَ

عُلُوًّا كَبِيرًا ۝ (سورہ بنی اسرائیل رکوع ۵)

(۲۰) یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ شانہ  
اس سے پاک اور بہت زیادہ بلند مرتبہ ہیں  
تمام ساتوں آسمان اور زمین اور جتنے آدمی  
فرشتے اور جن، ان کے درمیان میں ہیں سب

(۲۱) تَبِيعَ لَهُ السَّمَوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ

وَمَنْ فِيهِنَّ ۝ (سورہ بنی اسرائیل رکوع ۵)

(اور یہی نہیں بلکہ) کوئی چیز بھی (جاندار ہو یا  
بے جان) ایسی نہیں جو اس کی تعریف کے  
ساتھ تسبیح نہ کرتی ہو لیکن تم لوگ ان کی تسبیح  
کو سمجھتے نہیں ہو۔

کے سب اس کی تسبیح کرتے ہیں۔

(۲۲) وَإِنْ مِّن شَيْءٍ إِلَّا يَسْبِيحُ

بِحَمْدِهِ وَلَٰكِن لَّا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ ۝

(سورہ بنی اسرائیل رکوع ۵)

(آپ ان لغو مطالبوں کے جواب میں جو  
وہ کرتے ہیں) کہہ دیجئے کہ سبحان اللہ میں تو  
ایک آدمی ہوں، رسول ہوں (خدا نہیں ہوں کہ جو چاہے کروں)

(۲۳) قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيَ هَلْ كُنْتُ إِلَّا

بَشَرًا رَّسُولًا ۝ (سورہ بنی اسرائیل رکوع ۱۰)

(ان علماء پر جب قرآن شریف پڑھا جاتا  
ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر جاتے  
بے شک اس کا وعدہ ضرور پورا ہونے والا ہے۔

(۲۴) وَلَيَقُولُنَّ سُبْحَانَ رَبِّنَا إِنْ

كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُولًا ۝ (بنی اسرائیل)

پس (حضرت زکریا علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ  
والسلام) حجرہ میں سے باہر تشریف لائے اور  
اپنی قوم کو اشارہ سے فرمایا کہ تم لوگ صبح اور

(۲۵) فَادْعُوا إِلَيْهِمْ أَنْ سَبِّحُوا بُكْرَةً وَ

عَشِيًّا ۝ (سورہ مریم رکوع ۱)

شام خدا کی تسبیح کیا کرو۔

اللہ جل شانہ کی یہ شان (ہی) نہیں کہ وہ اولاد اختیار کرے وہ ان سب قصوں سے

پاک ہے۔

(محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان لوگوں کی مثال  
باتوں پر صبر کیجئے، اور اپنے رب کی حمد و ثنا  
کے ساتھ تسبیح کرتے رہا کیجئے آفتاب نکلنے  
سے پہلے اور غروب سے پہلے اور رات کے

اوقات میں تسبیح کیا کیجئے اور دن کے اول و آخر میں تاکہ آپ (اُس ثواب اور بے انتہا بدلے  
پر جو ان کے مقابلہ میں ملنے والا ہے بے حد خوش ہو جائیں۔

(اللہ کے مقبول بندے اس کی عبادت سے  
تھکتے نہیں) شب روز اللہ کی تسبیح

کرتے رہتے ہیں کسی وقت بھی موقوف نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ جو کہ مالک ہے عرش کا ان سب  
امور سے پاک ہے جو یہ لوگ بیان کرتے

ہیں (کہ نعوذ باللہ اس کے شریک ہیں یا اس کے اولاد ہے)

یہ (کافر لوگ یہ) کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ  
رحمن نے (یعنی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو)

اولاد بنایا ہے اس کی فات اس سے پاک ہے۔

ہم نے پہاڑوں کو داؤد (علی نبینا وعلیہ  
الصلوٰۃ والسلام) کے تابع کر دیا تھا کہ اُن

کی تسبیح کے ساتھ وہ بھی تسبیح کیا کریں اور اسی طرح، پرندوں کو (تابع کر دیا تھا کہ وہ بھی حضرت  
داؤد کی تسبیح کے ساتھ تسبیح کیا کریں)

(حضرت یونس نے تاریکیوں میں پکارا)  
کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں آپ سب

(۲۴) مَا كَانَ لِلَّهِ أَنْ يَتَّخِذَ مِنْ  
ذَلِكُمْ سُبْحَانَهُ (سورہ مریم رکوع ۱۲)

(۲۵) وَتَسْبِيحُ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ  
الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا وَمِنْ آنَاءِ  
الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ  
تَرْحَمُنِي (س ظہر ۸)

(۲۸) يَسْبُحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ  
(سورہ انبیاء رکوع ۲۵)

(۲۹) قَسْبُحْنَ اللَّهَ رَبَّ الْعَرْشِ  
عَمَّا يَصِفُونَ (سورہ انبیاء رکوع ۲۵)

(۳۰) وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا  
سُبْحَانَ اللَّهِ (سورہ انبیاء رکوع ۲۵)

(۳۱) وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوُدَ الْجَبَالَ  
يُسَبِّحُونَ وَالطَّيْرَ (سورہ انبیاء رکوع ۶)

(۳۲) لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي  
كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ (سورہ انبیاء رکوع ۶)



عیوب سے پاک ہیں میں بے شک قصور وار ہوں۔

(۳۳) سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُصِفُونَ ۝  
(سورہ تومنون رکوع ۵)

سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ ۝ (سورہ نور رکوع ۲)  
جو یہ بیان کرتے ہیں۔  
سُبْحَانَ اللَّهِ (لوگ جو کچھ حضرت عائشہؓ کی شان میں تہمت لگاتے ہیں) بہت بڑا بہتان ہے۔

(۲۵) يَبْتَغِ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَلِ رِجَالًا لَا تَلْمِيزُهُمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَلَبَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ ۝ (سورہ نور رکوع ۵)  
ان (مسجدوں) میں ایسے لوگ صبح و شام اللہ کی تسبیح کرتے ہیں جن کو اللہ کی یاد سے اور نماز پڑھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے نہ خریدنا غفلت میں ڈالتا ہے نہ فروخت کرنا وہ ایسے دن (کے عذاب) سے ڈرتے ہیں جس میں بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں اُلٹ جائیں گی (یعنی قیامت کے دن سے)

(۳۶) أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ لَكَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْأَنْطَارِ صَافَاتٍ كُلُّ قَدْعٍ عَلَيْهِ صَلَاتُهُ وَتُسَبِّحُهُ ۝ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ ۝ (سورہ نور رکوع ۶)

(اے مخاطب) کیا تجھے (دلائل اور مشاہدہ سے) یہ معلوم نہیں ہوا کہ اللہ جلّ شانہ کی تسبیح کرتے ہیں وہ سب جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور (خصوصاً) پرندے بھی جو پر پھیلائے ہوئے (اُٹتے پھرتے) ہیں سب کو اپنی اپنی دعا (نماز) اور اپنی تسبیح (کا طریقہ) معلوم ہے اور اللہ جلّ شانہ کو سب کا حال اور جو کچھ لوگ کرتے ہیں وہ سب معلوم ہے۔

(۳۷) قَالُوا سُبْحَانَكَ مَا كَانَ يَنْبَغِي لَنَا أَنْ نَتَّخِذَ مِنْ دُونِكَ مِنْ أَوْلِيَاءَ وَلَكِنْ مَتَّعْتَهُمْ وَآبَاءَهُمْ حَتَّى نَسُوا الذِّكْرَ وَكَانُوا قَوْمًا بُورًا ۝ (سورہ فرقان رکوع ۲)

(قیامت کے روز جب اللہ تعالیٰ ان کافروں کو اور جن کو یہ پوجتے تھے سب کو جمع کر کے ان معبودوں سے پوچھے گا کیا تم نے ان کو گمراہ کیا تھا تو) وہ کہیں گے سُبْحَانَ اللَّهِ ہماری کیا طاقت تھی کہ آپ

کے سوا اور کسی کو کارساز تجویز کرتے بلکہ یہ (الحق خود ہی بجائے شکر کے کفر میں مبتلا ہوتے) کہ آپ نے اُن کو اور اُن کے بڑوں کو خوب ثروت عطا فرمائی یہاں تک کہ یہ لوگ (دولت کے نشہ میں شہوتوں میں مبتلا ہوئے اور) آپ کی یاد کو بھلا دیا اور خود ہی برباد ہو گئے۔

(۳۸) وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهِ وَكَفَى بِهِ بِذُنُوبِ عِبَادِهِ خَبِيرًا ۝ (سورہ فرقان ۵۷)

اور اُس ذات پاک پر توکل رکھیے جو زندہ ہے اور کبھی اس کو فنا نہیں اور اسی کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہیے (یعنی تسبیح و تحمید میں مشغول رہیے کسی کی مخالفت کی پرواہ نہ کیجیے) کیونکہ وہ پاک ذات اپنے بندوں کے گناہوں سے کافی خبردار ہے۔ (قیامت میں ہر شخص کی مخالفت کا بدلہ دیا جائے گا)

(۳۹) وَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ (سورہ نمل رکوع ۱)

اللہ رب العالمین ہر قسم کی کدورت سے پاک ہے۔

(۴۰) سُبْحَانَ اللَّهِ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ (سورہ قصص رکوع ۲)

اللہ جلّ جلالہ ان سب چیزوں سے پاک ہے جن کو یہ مشرک بیان کرتے ہیں اور ان سے بالاتر ہے۔

(۴۱) فَسُبْحَانَ اللَّهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ ۝ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَعَشِيًا وَحِينَ يُظَاهِرُونَ ۝ (سورہ روم رکوع ۲)

پس تم اللہ کی تسبیح کیا کرو شام کے وقت (یعنی رات میں) اور صبح کے وقت اور اسی کی حمد (کی جاتی) ہے تمام آسمانوں میں اور زمین میں اور اسی کی (تسبیح و تحمید کیا کرو) شام کے وقت بھی (یعنی عصر کے وقت بھی) اور ظہر کے وقت بھی۔

(۴۲) سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ (سورہ روم رکوع ۳)

اللہ جلّ شانہ کی ذات پاک اور بالاتر ہے ان چیزوں سے جن کو یہ لوگ اس کی طرف

(منسوب کر کے) بیان کرتے ہیں۔

پس ہماری آیتوں پر تو وہ لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب اُن کو وہ آیتیں یاد

(۴۳) إِذَا دُكِّرُوا بِهَا خَرُّوا سُجَّدًا وَسَبَّحُوا

بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَغُفْرَانِ ۝

(سورہ سجدہ رکوع ۲)

لگتے ہیں اور وہ لوگ تکبر نہیں کرتے۔

(۴۳) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا

اللَّهِ ذِكْرًا كَثِيرًا ۖ وَسَبِّحُوا بُكْرَةً

وَأَصِيلًا ۝ (سورہ احزاب رکوع ۶)

(۴۵) قَالُوا سُبْحَانَكَ أَنْتَ وَلِيِّنَا

مِنْ دُونِهِمْ ۖ (سورہ مبارکہ رکوع ۵)

گئے کیا یہ لوگ تمہاری پرستش کرتے تھے تو وہ کہیں گے آپ (شرک وغیرہ محبوب سے)

پاک ہیں ہمارا تو محض آپ سے تعلق ہے نہ کہ ان سے۔

(۴۶) سُبْحَانَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ

كُلَّهَا ۖ (سورہ یس رکوع ۳)

(۴۷) فَبُحَانَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ

كُلِّ شَيْءٍ ۖ وَاللَّهُ يَرْجِعُونَ ۝

(سورہ یس رکوع ۵)

(۴۸) فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ ۖ

لَكُنَّا فِي بَطْنِهِ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۝

(سورہ صافات رکوع ۵)

(۴۹) سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُصِفُونَ ۝

(سورہ صافات رکوع ۵)

(۵۰) وَإِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُونَ ۝

(سورہ صافات رکوع ۵)

(۵۱) سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا

دلالتی جاتی ہیں تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرنے

لے ایمان والو اللہ تعالیٰ کا ذکر خوب کثرت سے کرو اور صبح شام اس کی تسبیح کرتے رہو۔

(جب قیامت میں ساری مخلوق کو جمع

کر کے حق تعالیٰ شانہ فرشتوں سے پوچھیں

گئے کیا یہ لوگ تمہاری پرستش کرتے تھے تو وہ کہیں گے آپ (شرک وغیرہ محبوب سے)

پاک ہیں ہمارا تو محض آپ سے تعلق ہے نہ کہ ان سے۔

وہ پاک ذات ہے جس نے تمام جوڑ کی

(یعنی ایک دوسرے کے مقابل) چیزیں

پیدا کیں۔

پس پاک ہے وہ ذات جس کے قبضہ میں

ہر چیز کا پورا پورا اختیار ہے اور اسی کی طرف

لوٹائے جاؤ گے۔

پس اگر (یونس علیہ السلام) تسبیح کرنے

والوں میں نہ ہوتے تو قیامت تک اسی

(مچھلی) کے پیٹ میں رہتے۔

اللہ کی ذات پاک ہے ان چیزوں سے

جن کو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔

(فرشتے کہتے ہیں کہ ہم سب ادب سے

صف بستہ کھڑے رہتے ہیں) اور سب

اُس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں۔

آپ کا رب جو عزت (وعظمت) والا ہے



يُصَفُّونَ ۝ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ۝  
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

سورہ صافات رکوع ۵

پاک ہے ان چیزوں سے جن کو یہ بیان کرتے  
ہیں اور سلام ہو پیغمبروں پر اور تمام تعریف  
اللہ ہی کے واسطے ثابت ہے جو تمام عالم  
کا پروردگار ہے۔

ہم نے پہاڑوں کو حکم کر رکھا تھا کہ اُن کے  
(حضرت داؤد علیہ السلام کے) ساتھ شریک  
ہو کر صبح شام تسبیح کیا کریں اسی طرح پرندوں کو بھی  
حکم کر رکھا تھا (جو کہ تسبیح کے وقت) اُن کے

(۵۲) اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ  
يُسَبِّحُنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ وَالطَّيْرُ  
مَحْشُودَةٌ كُلٌّ لَهُ أَوَّابٌ ۝  
(سورہ ص رکوع ۶)

پاس جمع ہو جاتے تھے اور سب (پہاڑ اور پرندے) مل کر حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ  
اللہ کی طرف رجوع کرنے والے (اور تسبیح و تحمید میں مشغول ہونے والے) ہوتے۔

وہ عیوب سے پاک ہے ایسا اللہ ہے جو  
اکیدہ ہے (کوئی اس کا شریک نہیں)  
زبردست ہے۔

(۵۳) سُبْحَنَهُ هُوَ اللَّهُ الْوَاحِدُ  
الْقَهَّارُ ۝ (سورہ زمر رکوع ۱)

وہ ذات پاک اور برتر ہے اس چیز سے  
جس کو یہ لوگ شریک کرتے ہیں۔

(۵۴) سُبْحَنَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝  
(سورہ زمر رکوع ۲)

آپ (قیامت میں) فرشتوں کو دیکھیں گے  
کہ عرش کے چاروں طرف حلقہ باندھے کھڑے  
ہوں گے اور اپنے رب کی تسبیح و تحمید میں  
مشغول ہوں گے اور (اس دن) تمام بندوں  
کا ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا جائے گا اور

(۵۵) وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِّينَ  
مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ  
رَبِّهِمْ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَقِيلَ  
الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝  
(سورہ زمر رکوع ۸)

اس طرف سے، کہا جائے گا الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے  
جو تمام عالم کا پروردگار ہے)

(۵۶) الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَ  
مَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ  
وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ

جو فرشتے عرش کو اٹھاتے ہوئے ہیں  
اور جو فرشتے اس کے چاروں طرف ہیں  
وہ اپنے رب کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور

أَمْنُوهُ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً  
وَعِلْمًا فَاعْفُ رُبَّكَ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا  
سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ۝

سورہ مؤمن رکوع ۵

حمد کرنے رہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے  
ہیں اور ایمان والوں کے لئے استغفار کرتے  
ہیں (اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار  
آپ کی رحمت اور علم ہر شے کو شامل ہے  
پس ان لوگوں کو بخش دیجئے جنہوں نے توبہ کر لی ہے اور آپ کے راستہ پر چلتے ہیں  
اور ان کو جہنم کے عذاب سے بچائیے۔

۵۷) وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعِشِيِّ  
وَالْأُبْحَارِ ۝ سورہ مؤمن رکوع ۶

صبح اور شام ہمیشہ اپنے رب کی تسبیح  
و تحمید کرتے رہیے۔

۵۸) فَالَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُونَ  
لَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْئُونَ ۝  
سورہ حم سجدہ رکوع ۵

جو آپ کے رب کے نزدیک ہیں (یعنی  
مُقَرَّب ہیں مراد فرشتے ہیں) وہ رات دن  
اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں ذرا بھی نہیں  
اگتاتے۔

۵۹) وَإِنَّمَا لَكَ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ  
رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِمَنْ فِي الْأَرْضِ ۝  
سورہ شوریٰ رکوع ۱

اور فرشتے اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے  
ہتے ہیں اور ان لوگوں کے لئے جو زمین  
میں رہتے ہیں ان کے لئے استغفار  
کرتے رہتے ہیں۔

۶۰) وَتَقُولُوا سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ  
لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِبِينَ وَإِنَّا  
إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ (س زخرف ۸)

(اور تم سواریوں پر بیٹھ جانے کے بعد  
اپنے رب کی یاد کیا کرو) اور کہو پاک ہے  
وہ ذات جس نے ان سواریوں کو ہمارے  
تابع کیا اور ہم تو ایسے نہ تھے کہ ان کو تابع کر سکتے اور بے شک ہم کو اپنے رب کی طرف  
لوٹ کر جانا ہے۔

۶۱) سُبْحَانَ رَبِّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ  
رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ (س زخرف ۹)

آسمانوں اور زمین کا پروردگار جو مالک ہے  
عرش کا بھی پاک ہے ان چیزوں سے جن  
کو یہ بیان کرتے ہیں۔

۶۲) وَلَسَبَّحُوا بُكْرَةً وَأَصِيلًا (س نوح ۷)

اور تسبیح کرتے رہو اس کی صبح کے وقت

اور شام کے وقت ۔

پس ان لوگوں کی زماناسب باتوں پر جو کچھ وہ کہیں صبر کیجئے اور اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے رہیے آفتاب نکلنے سے پہلے اور آفتاب کے غروب کے بعد اور رات میں بھی اس کی تسبیح و تحمید کیجئے اور (فرض نمازوں کے بعد بھی تسبیح و تحمید کیجئے۔

اللہ کی ذات پاک ہے ان چیزوں سے جن کو وہ شریک کرتے ہیں۔

اور اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیا کیجئے (مجلس سے یا سونے سے) اٹھنے کے بعد (یعنی تسبیح کے وقت) اور رات کے وقت بھی اس کی تسبیح کیا کیجئے اور ستاروں کے (غروب ہونے کے بعد بھی۔

پس اپنے اس بڑی عظمت والے رب کے نام کی تسبیح کیجئے۔

اللہ جلّ شانہ کی تسبیح کرتے ہیں وہ سب کچھ جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اور وہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہیں وہ سب چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور وہ سب چیزیں جو زمین میں ہیں اور وہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے اس چیز سے جس کو یہ شریک کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ شانہ کی تسبیح کرتی رہتی ہیں وہ

(۶۳) فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ ۖ  
سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ  
الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ ۚ وَمِنَ  
الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ ۚ وَادْبَارَ النُّجُومِ ۝  
(سورہ قمر رکوع ۳)

(۶۴) سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝  
(سورہ طور رکوع ۲)

(۶۵) وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ  
تَقُومُ ۚ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ ۚ وَ  
ادْبَارَ النُّجُومِ ۝ (سورہ طور رکوع ۲)

کی تسبیح کیا کیجئے اور ستاروں کے (غروب ہونے کے بعد بھی۔

(۶۶) فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ۝  
(سورہ واقعہ رکوع ۲-۳ دو جگہ)

(۶۸) سَبِّحْ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَ  
الْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝  
(سورہ صدہ رکوع ۱)

(۶۹) سَبِّحْ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَ  
مَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝  
(سورہ حشر رکوع ۱)

(۷۰) سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝  
(سورہ حشر رکوع ۳)

(۷۱) يَسْبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَ



الْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

(سورہ حشر رکوع ۲)

۴۲) مَسِيحٌ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَ

مَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

(سورہ صف رکوع ۱)

۴۳) يَسْبِيحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَ

مَا فِي الْأَرْضِ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ

الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ (سورہ جمعوہ رکوع ۱)

۴۴) يَسْبِيحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَ

مَا فِي الْأَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ

وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

(سورہ تغابن رکوع ۱)

۴۵-۴۶) قَالَ أَوْسَطُهُمْ أَلْعَاقِلُ

لَكُمْ دَوْلًا تَبْتَغُونَ قَالُوا سُبْحَانَ

رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ۝

(سورہ قلم رکوع ۱)

۴۷) فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ۝

(سورہ الحاقہ رکوع ۲)

۴۸) وَادْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً

وَأَصِيلًا ۝ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسُجِّدْ

لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا ۝

(سورہ دہر رکوع ۲)

سب چیزیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں

اور وہ زبردست سے حکمت والا ہے۔

اللہ جل شانہ کی تسبیح کرتی ہیں وہ سب

چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں

ہیں اور وہ زبردست سے حکمت والا ہے۔

اللہ جل شانہ کی تسبیح کرتی ہیں وہ سب

چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین

میں ہیں وہ بادشاہ ہے (سب عیبوں سے)

پاک ہے زبردست سے حکمت والا ہے۔

اللہ جل شانہ کی تسبیح کرتی ہیں وہ سب

چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین

میں ہیں اسی کے لئے ساری سلطنت

ہے اور وہی تعریف کے قابل ہے اور وہ

ہر شے پر قادر ہے۔

ان میں سے جو افضل تھا وہ کہنے لگا کہ میں

نے تم سے پہلے ہی کہا تھا اللہ کی تسبیح

کیوں نہیں کرتے وہ لوگ کہنے لگے سبحان

ربنا (ہمارا رب پاک ہے) بیشک ہم خطاوار

ہیں۔

پس اپنے عظمت والے پروردگار کے نام

کی تسبیح کرتے رہیے۔

اپنے پروردگار کا صبح و شام نام لیا کیجئے

اور رات کو بھی اس کے لئے سجدہ کیجئے اور

رات کے بڑے حصے میں اس کی تسبیح

کیا کیجئے۔

(۷۹) سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَىٰ

(سورہ اعلیٰ رکوع ۱)

(۸۰) فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْ لَهُ

إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا (سورہ نصر رکوع ۱)

آپ اپنے عالی شان پروردگار کے نام کی تسبیح کیجئے۔

پس آپ اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے رہتے اور اس سے مغفرت طلب کرتے

رہتے بیشک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

**ف :** یہ اتنی آیات ہیں جن میں اللہ جلّ جلالہ و عظم نوازلہ کی تسبیح کا حکم ہے۔ اس کی پاکی بیان کرنے اور اقرار کرنے کا حکم ہے یا اس کی ترغیب ہے۔ جس مضمون کو اللہ مالک الملک نے اس اہتمام سے اپنے پاک کلام میں بار بار فرمایا ہو اس کے منہم بالشان ہونے میں کیا تردد ہوتا ہے۔ ان میں سے بہت سی آیات میں تسبیح کے ساتھ دوسرے کلمہ تحمید یعنی اللہ کی تعریف کرنا اس کی حمد بیان کرنا اور اسی میں الحمد للہ کہنا بھی ذکر کیا گیا ہے جیساکہ اوپر کی آیات سے معلوم ہو گیا۔ ان کے علاوہ خاص طور پر اللہ کی تعریف کا بیان جو مفہوم ہے الحمد للہ کا اور آیات میں بھی آیا ہے اور سب سے اہم یہ کہ اللہ جلّ شانہ کی پاک کلام کا شروع ہی الحمد للہ ربّ العالمین سے ہے۔ اس سے بڑھ کر اس پاک کلمہ کی اور کیا فضیلت ہوگی کہ اللہ جلّ جلالہ نے قرآن پاک کا شروع اس سے فرمایا ہے۔

(۱) الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

(سورہ فاتحہ رکوع ۱)

(۲) الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ

وَالْأَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ

ثُمَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ

(سورہ انعام رکوع ۱)

(۳) فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ

ظَلَمُوا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

(سورہ انعام رکوع ۵)

سب تعریفیں اللہ کو لائق ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے

آسمانوں کو اور زمین کو پیدا فرمایا اور اندھیروں

کو اور نور کو بنایا پھر بھی کافر لوگ (دوسرے کو)

اپنے رب کے برابر کرتے ہیں۔

پھر ہماری گرفت سے، ظالم لوگوں کی

جڑ کاٹ گئی اور تمام تعریف اللہ ہی کے

لئے ہے (اُس کا شکر ہے) جو تمام جہانوں

کا پروردگار ہے۔

اور (جنت میں پہنچنے کے بعد وہ لوگ

(۴) وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا

کہنے لگے تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے ہم کو اس مقام تک پہنچا دیا اور ہم کبھی بھی یہاں تک نہ پہنچتے اگر اللہ جل شانہ ہم کو نہ پہنچاتے۔

جو لوگ ایسے رسول نبی اُمّی کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

ف: توریت میں جو صفات حضور کی نقل کی گئی ہیں ان میں یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ ان کی اُمت بہت کثرت سے اللہ کی حمد کرنے والی ہے۔ چنانچہ درمنثور میں کئی روایات سے یہ مضمون نقل کیا گیا ہے۔

اُن مجاہدین کے اوصاف جن کے نفوس کو اللہ جل شانہ نے جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے یہ ہیں کہ، وہ گناہوں سے توبہ کرنے والے ہیں اللہ کی عبادت کرنے والے ہیں، اللہ کی حمد کرنے والے ہیں روزہ رکھنے والے

ہیں، یا اللہ کی رضا کے لئے سفر کرنے والے ہیں، رکوع اور سجدہ کرنے والے ہیں (یعنی نمازی ہیں) نیک باتوں کا حکم کرنے والے ہیں اور بُری باتوں سے روکنے والے ہیں (تبلیغ کرنے والے ہیں) اور اللہ کی حدود و کی (یعنی احکام کی) حفاظت کرنے والے ہیں (ایسے) مومنوں کو آپ خوشخبری سنا دیجئے۔

اور آخری پکار اُن کی یہی ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ (تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے) تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے بڑھاپے میں مجھ کو (دوبیٹے) اسمعیل واسحق (علی نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام) عطا فرمائے۔ تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے (پھر بھی

لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا اَنْ هَدَاَنَا اللّٰهُ ج (سورہ اعراف رکوع ۵)

کبھی بھی یہاں تک نہ پہنچتے اگر اللہ جل شانہ ہم کو نہ پہنچاتے۔

ف: توریت میں جو صفات حضور کی نقل کی گئی ہیں ان میں یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ ان کی اُمت بہت کثرت سے اللہ کی حمد کرنے والی ہے۔ چنانچہ درمنثور میں کئی روایات سے یہ مضمون نقل کیا گیا ہے۔

اُن مجاہدین کے اوصاف جن کے نفوس کو اللہ جل شانہ نے جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے یہ ہیں کہ، وہ گناہوں سے توبہ کرنے والے ہیں اللہ کی عبادت کرنے والے ہیں، اللہ کی حمد کرنے والے ہیں روزہ رکھنے والے

ہیں، یا اللہ کی رضا کے لئے سفر کرنے والے ہیں، رکوع اور سجدہ کرنے والے ہیں (یعنی نمازی ہیں) نیک باتوں کا حکم کرنے والے ہیں اور بُری باتوں سے روکنے والے ہیں (تبلیغ کرنے والے ہیں) اور اللہ کی حدود و کی (یعنی احکام کی) حفاظت کرنے والے ہیں (ایسے) مومنوں کو آپ خوشخبری سنا دیجئے۔

اور آخری پکار اُن کی یہی ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ (تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے) تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے بڑھاپے میں مجھ کو (دوبیٹے) اسمعیل واسحق (علی نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام) عطا فرمائے۔ تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے (پھر بھی

لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا اَنْ هَدَاَنَا اللّٰهُ ج (سورہ اعراف رکوع ۵)

کبھی بھی یہاں تک نہ پہنچتے اگر اللہ جل شانہ ہم کو نہ پہنچاتے۔

ف: توریت میں جو صفات حضور کی نقل کی گئی ہیں ان میں یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ ان کی اُمت بہت کثرت سے اللہ کی حمد کرنے والی ہے۔ چنانچہ درمنثور میں کئی روایات سے یہ مضمون نقل کیا گیا ہے۔



لَا يَعْلَمُونَ ○ (سورہ نحل رکوع ۱۰)

وہ لوگ اس طرف متوجہ نہیں ہوتے بلکہ اکثر ان میں سے نا سمجھ ہیں۔

⑩ يَوْمَ يَذْعُوكُمْ فَتَسْتَجِيبُونَ بِحَمْدِهِ وَتَظُنُّونَ اِنْ لَبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيلًا ○ (سورہ بنی اسرائیل رکوع ۵)

جس دن (صُور ٹھنکے گا اور تم کو زندہ کر کے پیکارا جائے گا تو تم مجبوراً اس کی حمد (وشن) کرتے ہوئے حکم کی تعمیل کرو گے اور ان حالات کو دیکھ کر گمان کرو گے (کہ تم دنیا میں اور قبر میں) بہت ہی کم مدت ٹھہرے تھے۔

⑪ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ وَلِيٌّ مِنَ الذَّلٰلِ وَكِبَرُهُ تَكْبِيرًا ○ (سورہ بنی اسرائیل رکوع ۸)

اور آپ (علی الاعلان) کہہ دیجئے کہ تمام تعریف اُسی اللہ کے لئے ہے جو نہ اولاد رکھتا ہے اور نہ اس کا کوئی سلطنت میں شریک ہے اور نہ کمزوری کی وجہ سے اُس کا کوئی مددگار ہے اور اس کی خوب بیکسیر (بڑائی بیان) کیا کیجئے۔

⑫ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَعُوْا يَجْعَلَ لَهٗ عَٰوَجًا ○ (سورہ کہف رکوع ۱)

تمام تعریف اُسی اللہ کے لئے ہے جس نے اپنے بندہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر کتاب نازل فرمائی اور اس کتاب میں کسی قسم کی ذراسی بھی کجی نہیں رکھی۔

⑬ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي نَجَّانَا مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ ○ (سورہ مؤمنون رکوع ۲)

(حضرت نوح علیہ السلام کو خطاب ہے کہ جب تم کشتی میں بیٹھ جاؤ) تو کہنا کہ تمام تعریف اُسی اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں ظالموں سے نجات دی۔

⑭ وَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ (سورہ نمل رکوع ۲)

اور (حضرت سلیمان اور حضرت داؤد نے) کہا تمام تعریف اُسی اللہ کے لئے ہے جس نے ہم کو اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت دی۔

⑮ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی

آپ (خطبہ کے طور پر) کہیے تمام تعریفیں

عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ  
(سورہ نمل رکوع ۵)

اللہ ہی کے لئے ہیں اور اس کے ان  
بندوں پر سلام ہو جن کو اس نے منتخب  
فرمایا۔

۱۶) وَقَدْ الْحَمْدُ لِلَّهِ سَيَرْنَكُمْ  
آيَاتِهِ فَتَعْرِفُونَهَا  
(سورہ نمل رکوع ۵)

اور آپ کہہ دیجئے کہ سب تعریفیں  
اللہ ہی کے واسطے ہیں وہ عنقریب تم  
کو اپنی نشانیاں دکھاوے گا پس تم  
اس کو پہچان لو گے۔

۱۷) لَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولَىٰ وَالْآخِرَةِ  
وَلَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ  
(سورہ قصص رکوع ۴)

حمد و ثناء کے لائق دنیا اور آخرت میں  
وہی ہے اور حکومت بھی اسی کے لئے  
ہے، اور اسی کی طرف لوٹاتے جاؤ گے۔

۱۸) قَدْ الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ  
لَا يَعْقِلُونَ  
(سورہ مکتوبت رکوع ۶)

آپ کہتے تمام تعریف اللہ ہی کے واسطے  
ہے (یہ لوگ مانتے نہیں) بلکہ اکثر ان میں  
سمجھتے بھی نہیں۔

۱۹) وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ  
حَنِيدٌ  
(سورہ لقمان رکوع ۲)

اور جو شخص کفر کرے (ناشکری کرے) تو  
اللہ تعالیٰ تو بے نیاز ہے تمام خوبیوں  
والا ہے۔

۲۰) قَدْ الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ  
لَا يَعْلَمُونَ  
(سورہ لقمان رکوع ۳)

آپ کہہ دیجئے تمام تعریف اللہ کے  
لئے ہے (یہ لوگ مانتے نہیں) بلکہ اکثر ان  
میں کے جاہل ہیں۔

۲۱) إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ  
(سورہ لقمان رکوع ۳)

بے شک اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے تمام  
خوبیوں والا ہے۔

۲۲) الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي مَّا فِي  
السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ  
فِي الْآخِرَةِ  
(سورہ سباء ۱)

تمام تعریف اسی اللہ کے لئے ہے جس  
کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور  
جو کچھ زمین میں ہے اسی کی حمد (و ثنا) ہو  
گی آخرت میں (کسی دوسرے کی پوجہ نہیں)

(۲۳) الْحَمْدُ لِلَّهِ فَاطِرِ السَّمَوَاتِ وَ

الْأَرْضِ (سورہ فاطر رکوع ۱)

(۲۴) يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى

اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝

(سورہ فاطر رکوع ۲)

(۲۵) وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي

أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزْنَ ۖ إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ

شَكُورٌ ۚ الَّذِي أَحَلَّنَا دَارَ الْمَقَامَةِ

مِنْ فَضْلِهِ ۖ لَا يَمَسُّنَا فِيهَا نُصَبٌ

وَلَا يَمَسُّنَا فِيهَا لُغُوبٌ (سورہ فاطر رکوع ۳)

والا ہے جس نے ہم کو اپنے فضل سے ہمیشہ کے رہنے کے مقام میں پہنچا دیا نہ ہم کو کوئی کلفت

پہنچے گی اور نہ ہم کو کوئی سختی پہنچے گی۔

(۲۶) وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ۝

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

(سورہ صافات رکوع ۵)

(۲۷) الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ

لَا يَعْلَمُونَ ۝ (سورہ زمر رکوع ۳)

(۲۸) وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقَنَا

وَعْدَهُ وَآوَرَنَا الْأَرْضَ نَتَّبِعُو أَمْرَ

الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ ۖ فَنِعْمَ أَجْرُ

الْعَامِلِينَ ۝ (سورہ زمر رکوع ۸)

بنا دیا کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں مقام کریں نیک عمل کرنے والوں کا کیا ہی اچھا

بدلہ ہے۔

(۲۹) فَلِلَّهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمَوَاتِ

وَرَبِّ الْأَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (اس جاثیہ ۱)

تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جو آسمانوں

کا پیدا کرنے والا ہے اور زمین کا۔

اے لوگو تم محتاج ہو اللہ کے اور وہ

بے نیاز ہے اور تمام خوبیوں والا ہے۔

(جب سلمان جنت میں داخل ہوں گے تو

ریشمی لباس پہنائے جائیں گے، اور کہیں

گے تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس

نے ہم سے ہمیشہ کیلئے رنج دور کر دیا

بیشک ہمارا رب بڑا بخشنے والا بڑا قادر کرنے

والا ہے جس نے ہم کو اپنے فضل سے ہمیشہ کے رہنے کے مقام میں پہنچا دیا نہ ہم کو کوئی کلفت

پہنچے گی اور نہ ہم کو کوئی سختی پہنچے گی۔

اور سلام ہو رسولوں پر اور تمام تعریف اللہ

ہی کے واسطے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار

ہے۔

تمام تعریف اللہ کے واسطے ہے (مگر یہ

لوگ سمجھتے نہیں) بلکہ اکثر جاہل ہیں۔

اور (جب سلمان جنت میں داخل ہوں

گے تو کہیں گے کہ تمام تعریف اس

اللہ کے واسطے ہے جس نے ہم سے اپنا

وعدہ سچا کیا اور ہم کو اس زمین کا مالک

بنا دیا کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں مقام کریں نیک عمل کرنے والوں کا کیا ہی اچھا

بدلہ ہے۔

پس اللہ ہی کے لئے تمام تعریف ہے

جو پروردگار ہے آسمانوں اور زمین کا اور



تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

(ایک کافر بادشاہ کے مسلمانوں کو ستانے اور تکلیفیں دینے کا اوپر سے ذکر ہے) اور ان کافروں نے ان مسلمانوں میں اور کوئی عیب نہیں پایا تھا بجز اس کے کہ وہ خدا

(۳۰) وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا  
بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ الَّذِي لَهُ مُلْكُ  
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مَا  
(سورہ بروج، کوثر)

پر ایمان لے آتے تھے جو زبردست ہے اور تعریف کا مستحق ہے اسی کے لئے سلطنت ہے آسمانوں کی اور زمین کی۔

**ف :** ان آیات میں اللہ کی حمد اور اس کی تعریف کی ترغیب، اس کا حکم، اس کی خبر ہے۔ احادیث میں بھی کثرت سے اللہ کی تعریف کرنے والوں کے فضائل خاص طور پر ذکر کئے گئے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جنت کی طرف سب سے پہلے وہ لوگ بلائے جائیں گے جو ہر حال میں راحت ہو یا تکلیف اللہ کی تعریف کرنے والے ہوں۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ جلّ شانہ کو اپنی تعریف بہت پسند ہے اور ہونا بھی چاہیے کہ درحقیقت تعریف کی مستحق صرف اللہ ہی کی پاک ذات ہے۔ غیر اللہ کی تعریف کیا جس کے قبضہ میں کچھ بھی نہیں حتیٰ کہ وہ خود بھی اپنے قبضہ میں نہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن افضل بندے وہ ہوں گے جو کثرت سے اللہ کی حمد و ثنا کرتے ہوں۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ حمد و شکر کی اصل اور بنیاد ہے جس نے اللہ کی حمد نہیں کی اُس نے اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کیا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ کسی نعمت پر حمد کرنا اس نعمت کے زائل ہو جانے سے حفاظت ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اگر دنیا ساری کی ساری میری اُمت میں سے کسی کے ہاتھ میں ہو اور وہ الحمد للہ کہے تو یہ کہنا اُس سب سے افضل ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب حق تعالیٰ شانہ کوئی نعمت کسی بندہ کو عطا فرماتے ہیں اور وہ اس نعمت پر حمد کرتا ہے تو وہ حمد بڑھ جاتی ہے خواہ نعمت کتنی ہی بڑی ہو۔ ایک صحابی حضور کے پاس بیٹھے تھے۔ انہوں نے آہستہ سے الحمد للہ کہنا شروع کیا۔ حضور نے دریافت فرمایا کہ یہ دعا کس نے پڑھی۔ وہ صحابی اُس سے ڈرے کہ شاید کوئی نامناسب بات ہو گئی ہو۔ حضور نے فرمایا کہ کچھ مضائقہ نہیں ہے اُس نے بُری بات نہیں کہی۔ تب اُن صحابی نے عرض کیا کہ یہ دعا میں نے پڑھی تھی۔ حضور نے فرمایا کہ میں نے تیرے فرشتوں کو دیکھا ہے کہ ہر ایک اُن میں سے اُس کی گواہی کرتا تھا کہ اس کلمہ کو سب

سے پہلے وہ لے جائے اور یہ حدیث تو مشہور ہے کہ جو مہتمم با نشان کام بغیر اللہ کی تعریف کے شروع کیا جائے گا وہ بے برکت ہوگا۔ اسی وجہ سے عام طور پر ہر کتاب اللہ کی تعریف کے ساتھ شروع کی جاتی ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب کسی کا بچہ مر جاتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ میرے بندے کے بچہ کی روح نکال لی۔ وہ عرض کرتے ہیں کہ نکال لی۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اس کے دل کے ٹکڑے کو لے لیا۔ وہ عرض کرتے ہیں بے شک لے لیا۔ ارشاد ہوتا ہے پھر میرے بندے نے اس پر کیا کہا۔ عرض کرتے ہیں تیری حمد کی اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اچھا اس کے بدلے میں جنت میں ایک گھر اس کے لئے بنادو اور اس کا نام بُیْتُ الْحَمْد (تعریف کا گھر) رکھو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ اس سے بے حد راضی ہوتے ہیں کہ بندہ کوئی لقمہ کھائے یا پانی کا گھونٹ پئے اور اس پر الْحَمْدُ للہ کہے۔

تیسرا کلمہ تہلیل تھا یعنی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنا جس کا مفصل بیان اس سے پہلے باب میں گذر چکا ہے۔ چوتھا کلمہ تجکیر کہلاتا ہے یعنی اللہ کی بڑائی بیان کرنا۔ اس کی بلندی اور عظمت کا اقرار کرنا جس کا مصداق اللہ اکبر کہنا بھی ہے وہ ان آیات میں بھی گذر چکا ہے۔ ان کے علاوہ صرف تجکیر کا یعنی اللہ کی عظمت اور بڑائی کا بیان بھی بہت سی آیات میں وارد ہوا ہے جن میں سے چند آیات ذکر کی جاتی ہیں۔

① وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَذَاكُمْ  
وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ (سورہ بقرہ رکوع ۲۳)

اور تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو اس بات پر کہ تم کو ہدایت فرمائی اور تاکہ تم شکر کرو اللہ تعالیٰ کا۔

② عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيرُ  
الْعَلِيُّ ۝ (سورہ مدثر رکوع ۲)

وہ تمام پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے، (سب سے) بڑا ہے اور عالی شان مرتبہ والا ہے۔

③ كَذَٰلِكَ سَخَّرَ مَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا  
اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَذَاكُمْ وَلِتُشْكِرَ الْمَخْلُوقِينَ ۝  
(سورہ حج رکوع ۵)

اسی طرح اللہ جل شانہ نے (قرآنی) کے جانوروں کو، تمھارے لئے مسخر کر دیا تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو اس بات پر کہ اس نے تم کو ہدایت کی (اور قرآنی) کرنے کی توفیق دی، اور محمد، اخلاص والوں کو (اللہ کی رضا کی)

خوش خبری سنادیکھے۔

(۵-۳) وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ

(سورہ حج رکوع ۸) (سورہ لقمن رکوع ۳)

(۶) حَتّٰی اِذَا فُزِعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا

مَاذَا قَدْ رَبَّكُمْ قَالُوْا الْحَقُّ ۚ وَ هُوَ

الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ (سورہ سبأ رکوع ۳)

اور بے شک اللہ جلّ شانہ ہی عالی شان  
اور بڑائی والا ہے۔(جب فرشتوں کو اللہ کی طرف سے کوئی  
حکم ہوتا ہے تو وہ خوف کے مارے گھبرا  
جاتے ہیں، یہاں تک کہ جب اُن کےدلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ پروردگار  
کا کیا حکم ہے وہ کہتے ہیں کہ (فلانی) حق بات کا حکم ہوا واقعی وہ عالی شان اور بڑے  
مرتبہ والا ہے۔

(۷) فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ

(سورہ مؤمن رکوع ۲)

(۸) وَلَهُ الْكِبْرِيَاۗءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ

الْاَرْضِ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

(سورہ جاثیہ رکوع ۳)

پس حکم اللہ ہی کے لئے ہے جو عالی شان  
ہے، بڑے مرتبہ والا ہے۔اور اسی (پاک ذات) کے لئے بڑائی ہے  
آسمانوں میں اور زمین میں اور وہی زبردست  
حکمت والا ہے۔

(۹) هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلَّذِيْ

الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ

الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ (سورہ حشر)

وہ ایسا معبود ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود  
نہیں وہ بادشاہ ہے (سب غیبوں سے)،  
پاک ہے (سب نقصانات سے) سالم  
ہے (یعنی آفتوں سے بچانے والا ہے) زبردستہے امن دینے والا ہے نگہبانی کرنے والا ہے۔  
بے خرابی کا درست کرنے والا ہے بڑائی والا ہے۔ف: ان آیات میں اللہ جلّ شانہ کی بڑائی اور عظمت کی ترغیب اور اس کا حکم فرمایا گیا ہے  
اعادیت میں بھی خصوصیت کے ساتھ اللہ کی بڑائی کا حکم اس کی ترغیب کثرت سے وارد ہوئی  
ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جب یہ دیکھو کہ کہیں آگ لگ گئی تو تجکیر (یعنی اللہ اکبر  
کثرت سے) پڑھا کرو یہ اس کو بجھا دے گی۔ دوسری حدیث میں ہے کہ تجکیر (یعنی اللہ اکبر کہنا)  
آگ کو بجھا دیتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ تجکیر کہتا ہے تو (اُس کا نور) زمین  
سے آسمان تک سب چیزوں کو ڈھانک لیتا ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ مجھے



جبریلؑ نے تکبیر کا حکم کیا۔ ان آیات و احادیث کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و رفعت، اُس کی حمد و ثنا اور علو شان کو مختلف عنوانات سے کلام اللہ شریف میں بہت سے مختلف الفاظ سے ذکر فرمایا ہے۔ ان کے علاوہ بہت سی آیات ایسی ہیں جن میں ان تسبیحات کے الفاظ ذکر نہیں فرمائے لیکن مراد یہ تسبیحات ہیں۔ چنانچہ چند آیات حسب ذیل ہیں۔

(۱) فَتَلَقَىٰ آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ  
فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ

پس حال کرتے حضرت آدم علیہ السلام  
نے اپنے رب سے چند کلمے (ان کے فریعوں  
سے توبہ کی) پس اللہ تعالیٰ نے رحمت کے

(سورہ بقرہ رکوع ۲۸)

ساتھ ان پر توجہ فرمائی بیشک وہی ہے بڑی توبہ قبول کرنے والا بڑا مہربان۔

**ف** : ان کلمات کی تفسیر میں مختلف احادیث وارد ہوتی ہیں منجملہ ان کے یہ ہے کہ وہ کلمات یہ تھے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ رَبِّ عَمِلْتُ سُوءًا وَظَلَمْتُ نَفْسِي فَاعْفُرْ لِي إِنَّكَ أَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِينَ۔ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ رَبِّ عَمِلْتُ سُوءًا وَظَلَمْتُ نَفْسِي فَارْحَمْنِي إِنَّكَ أَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ۔ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ رَبِّ عَمِلْتُ سُوءًا وَظَلَمْتُ نَفْسِي فَتُبَّ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ۔ اس قسم کے مضمون کی اور بھی متعدد احادیث وارد ہوتی ہیں جن کو علامہ سیوطی نے در مشور میں لکھا ہے اور ان میں تسبیح و تحمید مذکور ہے۔

(۲) مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرٌ  
أَمْثَلِهَا مَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى  
إِلَّا مِثْلُهَا وَهُوَ لَا يُظْلَمُونَ

(سورہ انفام رکوع ۲۰)

**ف** : نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دو خصلتیں ایسی ہیں کہ جو مسلمان ان کا اہتمام کر لے جنت میں داخل ہو اور وہ دونوں بہت معمولی چیزیں ہیں مگر ان پر عمل کرنے والے بہت کم ہیں۔ ایک یہ کہ سُبْحَانَ اللَّهِ الْحَمْدُ لِلَّهِ اللَّهُ أَكْبَرُ ہر نماز کے بعد دس دس مرتبہ پڑھ لیا کرے تو روزانہ ایک سو پچاس مرتبہ (پانچوں نمازوں کے بعد کا مجموعہ) ہو جائے گا اور دس گنا ہو جانے کی وجہ سے پندرہ سو نیکیاں حساب میں شمار کی جائیں گی۔ اور دوسری چیز یہ کہ سوتے وقت اللَّهُ أَكْبَرُ چونتیس مرتبہ الْحَمْدُ لِلَّهِ تینتیس مرتبہ سُبْحَانَ اللَّهِ تینتیس مرتبہ پڑھ لیا

کرے تو تو کلمے ہو گئے جن کا ثواب ایک ہزار نیکیاں ہو گئیں۔ اب ان کی اور دن بھر کی نمازوں کے بعد کی میزان کل دو ہزار پانچ سو نیکیاں ہو گئیں۔ بھلا اعمال تو لے کے وقت ڈھائی ہزار برائیاں روزانہ کی کس کی ہوں گی جو ان پر غالب آجائیں۔ بندہ ناچیز کہتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اگرچہ ایسا کوئی نہ ہو گا جس کی ڈھائی ہزار برائیاں روزانہ ہوں مگر اس زمانہ میں ہم لوگوں کی بد اعمالیاں روزانہ کی اس سے بھی بدرجہا زائد ہیں۔ لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (روحی فداء) نے اپنی شفقت سے برائیوں پر نیکیوں کے غالب آجانے کا نسخہ ارشاد فرمادیا۔ عمل کرنا نہ کرنا بیمار کا کام ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ یہ کیا بات ہے کہ یہ دونوں چیزیں ایسی سہل اور ان کو کرنے والے بہت کم ہیں حضور نے ارشاد فرمایا کہ سونے کا وقت ہوتا ہے تو شیطان ان کے پڑھنے سے پہلے ہی سلا دیتا ہے اور نماز کا وقت ہوتا ہے تو وہ کوئی ایسی بات یاد دلاتا ہے کہ پڑھنے سے پہلے ہی اٹھ کر چلا جاوے ایک حدیث میں حضور نے ارشاد فرمایا: کیا تم اس سے عاجز ہو کہ ہزار نیکیاں روزانہ کمالیا کرو۔ کسی نے عرض کیا: یا رسول اللہ ہزار نیکیاں روزانہ کس طرح کمائی جاتیں۔ ارشاد فرمایا کہ سُبْحَانَ اللَّهِ تِسْعًا مَرَّةً پڑھو ہزار نیکیاں ہو جائیں گی۔

(۳) الْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ أَمَلًا ○  
(سورہ بقرہ ۶۵)

مال اور اولاد دنیاوی زندگی کی ایک رونق (فقط) ہے اور باقیات صالحات (وہ نیک اعمال جو ہمیشہ رہنے والے ہیں) وہ تمہارے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے

بھی (بدرجہا) بہتر ہیں اور اُمید کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں (کہ ان کے ساتھ اُمیدیں قائم کی جائیں بخلاف مال اور اولاد کے کہ ان سے اُمیدیں قائم کرنا بے کار ہے۔

(۴) وَيُزِيْدُ اللَّهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هُدًى وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ مَرَدًّا ○  
(سورہ مریم ۷۵)

اور اللہ تعالیٰ ہدایت والوں کی ہدایت بڑھاتا ہے، اور باقیات صالحات تمہارے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں اور انجام کے اعتبار سے بھی۔

ف: اگرچہ باقیات صالحات (وہ نیک عمل جو ہمیشہ رہنے والے ہیں) میں سارے ہی ایسے اعمال داخل ہیں جن کا ثواب ہمیشہ ملتا رہتا ہے لیکن بہت سی احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ اس کا مصداق یہی تسبیحیں ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ

باقیات صالحات کو کثرت سے پڑھا کر کسی نے دریافت کیا کہ وہ کیا چیزیں ہیں حضور نے ارشاد فرمایا کہ تکبیر (اللَّهُ أَكْبَرُ کہنا، تہلیل (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنا، تسبیح (سُبْحَانَ اللَّهِ کہنا، تحمید (الْحَمْدُ لِلَّهِ کہنا) اور لا حول ولا قوة الا باللہ۔ دوسری حدیث میں آیا ہے حضور نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو خبردار رہو سُبْحَانَ اللَّهِ الْحَمْدُ لِلَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اللَّهُ أَكْبَرُ باقیات صالحات میں ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو اپنی حفاظت کا انتظام کر لو۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ کسی دشمن کے حملہ سے جو درپیش ہے حضور نے فرمایا۔ نہیں بلکہ جہنم کی آگ سے حفاظت کا انتظام کرو اور وہ سُبْحَانَ اللَّهِ الْحَمْدُ لِلَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اللَّهُ أَكْبَرُ کا پڑھنا ہے کہ یہ قیامت کے دن آگے بڑھنے والے کلمے ہیں (کہ سفارش کریں یا آگے بڑھانے والے ہیں کہ پڑھنے والے کو جنت کی طرف بڑھاتے ہیں اور پیچھے رہنے والے ہیں (کہ حفاظت کریں) احسان کرنے والے ہیں اور یہی باقیات صالحات ہیں اور بھی بہت سی روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے جن کو علامہ سیوطی نے درمنثور میں ذکر فرمایا ہے۔

⑤ لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (الایۃ) اللہ ہی کے واسطے ہیں کنجیاں آسمانوں کی اور زمین کی۔ (سورہ شوریٰ رکوع ۲)

ف: حضرت عثمانؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ میں نے حضور سے مَقَالِيدُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ یعنی آسمانوں اور زمین کی کنجیوں کے بارے میں دریافت کیا تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ سُبْحَانَ اللَّهِ الْحَمْدُ لِلَّهِ أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ہیں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ مَقَالِيدُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْحَمْدُ لِلَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اللَّهُ أَكْبَرُ ہیں اور یہ عرش کے خزانہ سے نازل ہوئی اور بھی روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے۔

اسی کی طرف اچھے کلمے پہنچتے ہیں اور نیک عمل اُن کو پہنچاتا ہے۔

⑥ إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ (سورہ فاطر رکوع ۲)

ف: کلمہ طیبہ کے بیان میں بھی اس آیت کا ذکر گزر چکا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ



فرماتے ہیں کہ جب تمہیں ہم کوئی حدیث سناتے ہیں تو قرآن شریف سے اُس کی سند اور تائید بتا دیتے ہیں۔ مسلمان جب سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ اور الْحَمْدُ لِلَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اللَّهُ أَكْبَرُ تَبَارَكَ اللَّهُ پڑھتا ہے تو فرشتہ اپنے پروں میں نہایت احتیاط سے ان کلموں کو آسمان پر لے جاتا ہے اور جس آسمان پر گزرتا ہے اُس آسمان کے فرشتے اُس پڑھنے والے کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور اس کی تائید یہ آیت شریفہ إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الْعَلِيُّ ہے۔ حضرت کعبؓ آجبار فرماتے ہیں کہ سُبْحَانَ اللَّهِ الْحَمْدُ لِلَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اللَّهُ أَكْبَرُ کے لئے عرش کے گرد گرد ایک پھنپھنا ہٹ ہے جس میں اپنے پڑھنے والوں کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں۔ بعض روایات میں حضرت کعبؓ نے حضورؐ سے یہ مضمون نقل کیا ہے اور ایک دوسرے صحابی حضرت نعمانؓ نے بھی اس قسم کا مضمون خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے نقل کیا ہے۔

## فصل دوم

ان احادیث کے بیان میں جن میں ان کلمات کی فضیلت اور ترغیب ذکر فرمائی گئی ہے۔  
 عَنْ أَبِي مَرْثَدَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمَنِ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ.

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دو کلمے ایسے ہیں کہ زبان پر بہت ہلکے اور ترازو میں بہت وزنی اور اللہ کے نزدیک بہت محبوب ہیں وہ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ اور سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ ہیں۔

(رواہ البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجہ کذا فی الترغیب)

ترجمہ: زبان پر ہلکے کا مطلب یہ ہے کہ پڑھنے میں نہ وقت خرچ ہو کہ بہت مختصر ہیں۔ ثقل کے معنی میں کوئی وقت یادیر لگے اور اس کے باوجود جب اعمال کے تولنے کا وقت آتے گا تو ترازو میں ان کلموں کی کثرت کی وجہ سے بہت زیادہ وزن ہو جائے گا۔ اور اگر کوئی بھی فائدہ نہ ہو تو بھی اس سے بڑھ کر کیا چیز تھی کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ دو کلمے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ امام بخاریؒ نے اپنی کتاب صحیح بخاری کو ان ہی دو کلموں پر ختم فرمایا اور یہی حدیث کتاب کے ختم پر ذکر فرمائی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد نبویؐ ہے کہ کوئی شخص تم میں سے اس بات کو نہ چھوڑے کہ ہزار نیکیاں روزانہ کر لیا کرے۔ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ تو مرتبہ پڑھ لیا

کرے ہزار نیکیاں ہو جائیں گی۔ اتنے گناہ تو انشاء اللہ روزانہ کے ہوں گے بھی نہیں اور اس تسبیح کے علاوہ جتنے نیک کام کئے ہوں گے اُن کا ثواب علیحدہ نفع میں رہا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص صبح و شام ایک ایک سبحان اللہ و بحمدہ کی پڑھے اس کے گناہ مٹ جاتے ہیں۔ خواہ سمندر کے جھاگوں سے بھی زیادہ ہوں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ سبحان اللہ الحمد لله لا اله الا الله الله اكبر سے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے (سردی میں) درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔

حضرت ابو ذرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھے بتاؤں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ کلام کیا ہے میں نے عرض کیا ضرورتاً وہیں ارشاد فرمایا سبحان اللہ و بحمدہ۔ دوسری حدیث میں ہے سبحان ربی و بحمدہ۔ ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ اللہ نے جس چیز کو اپنے فرشتوں کے لئے اختیار فرمایا وہی افضل ترین ہے اور وہ سبحان اللہ و بحمدہ ہے۔

(۲) عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَحَبِّ الْكَلَامِ إِلَى اللَّهِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخْبِرْنِي بِأَحَبِّ الْكَلَامِ إِلَى اللَّهِ فَقَالَ إِنَّ أَحَبَّ الْكَلَامِ إِلَى اللَّهِ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ.

(رواہ مسلم والنسائی والترمذی الا انه قال سُبْحَانَ رَبِّي وَبِحَمْدِهِ وقال حسن صحيح وعزاه السيوطی فی الجامع الصغیر الی مسلم و احمد والترمذی و رقعہ له بالصحة و فی رواية لمسلم أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ أَعَى الْكَلَامِ أَفْضَلُ قَالَ مَا أَصْطَفَى اللَّهُ لِبَلِيكَيْهِ أَوْ لِعِبَادِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ كَذَا فِي التَّرْغِيبِ قُلْتُ وَ أَخْرَجَ الْإِخْبَارِ الْحَاكِمُ وَصَحَّحَهُ عَلِيُّ شَرْطُ مُسْلِمٍ وَاقْرَأَ عَلَيْهِ الذَّهَبِيُّ وَذَكَرَهُ السَّيُوطِيُّ فِي الْجَامِعِ بِرِوَايَةِ أَحْمَدَ عَنْ رَجُلٍ مُخْتَصَرًا وَرَقْعَهُ لَهُ بِالصَّحَّةِ)

ف: پہلی فصل میں کئی آیتوں میں یہ مضمون گزر چکا ہے کہ ملائکہ جو عرش کے قریب ہیں اور ان کے علاوہ سب اللہ جل شانہ کی تسبیح و تحمید میں مشغول رہتے ہیں ان کا مشغلہ یہی ہے کہ وہ اللہ کی پاکی بیان کرنے میں اور حمد کرنے میں مشغول رہیں۔ اسی وجہ سے جب آدم علیہ السلام کو پیدا فرمانے کا وقت ہوا تو انہوں نے یہی بارگاہ الہی میں ذکر کیا کہ نَحْنُ ثَابِتُونَ بِحَمْدِكَ وَنَقْدَسُ لَكَ۔ جیسا کہ اس سے پہلی فصل کی پہلی آیت میں گزر چکا ہے۔ ایک حدیث

میں وارد ہے کہ آسمان (عظمت الہی کے بوجھ سے) بولتا ہے (چرچاتا ہے جیسا کہ چار پائی وغیرہ وزن سے بولنے لگتی ہے) اور آسمان کے لئے حق ہے کہ وہ بولے (کہ ہدایت کا بوجھ سخت ہوتا ہے) قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے کہ آسمان میں ایک بالشت جگہ بھی ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ سجدہ کی حالت میں اللہ کی تسبیح و تحمید میں مشغول نہ ہو۔

(۳) عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ أَوْ جَبَّتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَمَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ مِائَةً مَرَّةً كَتَبَ اللَّهُ لَهُ مِائَةً أَلْفٍ حَسَنَةٍ وَارْبَعًا وَعِشْرِينَ أَلْفَ حَسَنَةٍ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِذَا لَا يَهْلِكُ مِنْهَا أَحَدٌ قَالَ بَلَى إِنْ أَحَدَكُمْ لَيَجِيئُ بِالْحَسَنَاتِ نَوْ وَضَعَتْ عَلَى جَبَلٍ أَثْقَلَتْهُ ثُمَّ تَجِيئُ النِّعَمُ فَتَذْهَبُ بِتِلْكَ ثُمَّ يَتَطَاوَلُ الرَّبُّ بَعْدَ ذَلِكَ بِرَحْمَتِهِ۔

(رواہ الحاكم وقال صحیح الاسناد)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہے اس کے لئے جنت واجب ہو جائیگی اور جو شخص سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سو مرتبہ پڑھے گا اس کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایسی حالت میں تو کوئی بھی (قیامت میں) ہلاک نہیں ہو سکتا کہ نیکیاں غالب ہی رہیں گی حضورؐ نے فرمایا (بعض لوگ پھر بھی ہلاک ہوں گے اور کیوں نہ ہوں) بعض آدمی اتنی نیکیاں لکیر آئیں گے کہ اگر سہاڑ پر رکھ دی جائیں تو وہ دب جائے لیکن اللہ کی نعمتوں کے مقابلہ میں وہ کالعدم ہو جائیں گی۔ البتہ اللہ جل شانہ پھر اپنی رحمت اور فضل سے دستگیری فرمائیں گے۔

كَذَلِكَ فِي التَّوْبَةِ قُلْتُ وَاقْرَأْ عَلَيْهِ الذَّهَبِيَّ

ف: اللہ کی نعمتوں کے مقابلہ میں دب جانے اور کالعدم ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ قیامت میں جہاں نیکیاں اور برائیاں تولی جائیں گی وہاں اس چیز کا بھی مطالعہ اور محاسبہ ہو گا کہ اللہ جل شانہ نے جو نعمتیں عطا فرمائی تھیں ان کا کیا حق ادا کیا، اور کیا شکر ادا کیا۔ بندہ کے پاس ہر چیز اللہ ہی کی عطا کی ہوتی ہے۔ ہر چیز کا ایک حق ہے اس حق کی ادائیگی کا مطالعہ



ہوتا ہے چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یُصْبِحُ عَلَى كُلِّ مَسْلُوْحٍ مِنْ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ الْحَدِیْثُ (غیاث الشکوۃ بروایۃ المسلمۃ قلت دروایۃ البوداؤد و ابن ماجہ) جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر صبح کو ہر آدمی کے ہر جوڑ اور ہڈی پر ایک صدقہ واجب ہوتا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ آدمی میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں اس کے ذمہ ضروری ہے کہ ہر جوڑ کی طرف سے ایک صدقہ کرے یعنی اس بات کے شکر میں کہ حق تعالیٰ شانہ نے سونے کے بعد جو مرنے کے مشابہ حالت تھی پھر از سر نو زندگی بخشی اور ہر عضو صحیح سالم رہا۔ صحابہؓ نے عرض کیا، اتنے صدقہ روزانہ کرنے کی طاقت کون رکھتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ہر تسبیح صدقہ ہے ہر تحکیم صدقہ ہے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ایک مرتبہ کہنا صدقہ ہے۔ اللَّهُ أَكْبَرُ کہنا صدقہ ہے۔ راستہ سے کسی تکلیف دینے والی چیز کا ہٹا دینا صدقہ ہے۔ غرض بہت سے صدقات شمار کرائے۔ اس قسم کی اور بھی احادیث ہیں جن سے آدمی کی اپنی ذات میں جو اللہ کی نعمتیں ہیں ان کا بیان ہے۔ اس کے علاوہ کھانے پینے راحت و آرام کے متعلق جتنی اللہ کی نعمتیں ہر وقت میسر ہوتی ہیں وہ مزید برآں۔

قرآن پاک میں سورۃ الْفُکُوْر الشَّکَاوِیْنِ میں بھی اس کا ذکر ہے کہ قیامت میں اللہ کی نعمتوں سے بھی سوال ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بدن کی صحت، کانوں کی صحت آنکھوں کی صحت سے سوال ہوگا کہ اللہ نے یہ نعمتیں اپنے لطف سے عطا فرمائیں اُن کو اللہ کے کس کام میں خرچ کیا (یا چوپایوں کی طرح صرف پیٹ پالنے میں خرچ کیا) چنانچہ دوسری جگہ سورۃ بنی اسرائیل میں ارشاد ہے إِنَّ السَّعۃَ وَالْبَصۃَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا (کان، آنکھ، دل ہر شخص سے ان سب کی قیامت کے دن پوچھ ہوگی کہ ان چیزوں کا استعمال کہاں کیا) حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جن نعمتوں سے سوال ہوگا ان میں بیفکری جو اللہ کی بڑی دولت ہے اور صحت بدن بھی ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ دنیا کی ہر لذت نعمتوں میں داخل ہے جن سے سوال ہوگا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اس میں عافیت بھی داخل ہے۔ ایک شخص نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ تُو لَسْتُ لَنْ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ پھر اس دن نعمتوں سے بھی سوال کئے جاؤ گے، کا مطلب کیا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ گھیروں کی روٹی اور ٹھنڈا پانی مراد ہے کہ اس سے بھی سوال ہوگا اور رہنے کے لئے مکان سے بھی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو بعض صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کن نعمتوں کا سوال

ہوگا آدمی بھوک روٹی ملتی ہے اور وہ بھی جو کی (پیٹ بھرائی روٹی بھی میسر نہیں) وحی نازل ہوتی۔ کیا پاؤں میں جوتا نہیں پہنتے، کیا ٹھنڈا پانی نہیں پیتے یہ بھی تو اللہ کی نعمتیں ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ بعض صحابہؓ نے اس آیت شریفہ کے نازل ہونے پر عرض کیا یا رسول اللہ! کن نعمتوں سے سوال ہوگا۔ کھجور اور پانی صرف یہ دو چیزیں کھانے پینے کو ملتی ہیں اور ہماری تلوار (جہاد کے لئے) ہر وقت کندھوں پر رستی ہیں اور دشمن (کافر کوئی نہ کوئی) مقابل (جس کی وجہ سے وہ دو چیزیں بھی اطمینان اور بے فکری سے نصیب نہیں ہوتیں) حضورؐ نے فرمایا کہ فقر نعمتیں میسر ہونے والی ہیں۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ قیامت میں جن نعمتوں سے سوال ہوگا ان میں سب سے اول یہ ہوگا کہ ہم نے تیرے بدن کو تندرستی عطا فرمائی (یعنی اس تندرستی کا کیا حق ادا کیا اور اس میں اللہ کی رضا کی کیا خدمت ادا کی) اور ہم نے ٹھنڈے پانی سے تجھ کو سیراب کیا (درحقیقت اللہ کی بڑی نعمت ہے جہاں ٹھنڈا پانی میسر نہیں ہوتا ان سے کوئی اس کی قدر پوچھے۔ یہ اللہ کی اتنی بڑی نعمت ہے کہ حد نہیں مگر ہم لوگوں کو اس کے نعمت عظیمہ ہونے کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا چہ جائیکہ اس کا شکر اور اس کی ادائیگی حق) ایک حدیث میں وارد ہے کہ جن نعمتوں سے سوال ہوگا یہ ہیں۔ وہ روٹی کا ٹکڑا جس سے پیٹ بھرا جاتا ہے۔ وہ پانی جس سے پیاس بجھائی جاتی ہے۔ وہ کپڑا جس سے بدن ڈھانکا جاتا ہے۔ ایک مرتبہ دو پہر کے وقت سخت دھوپ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ پریشان ہو کر گھر سے چلے مسجد میں پہنچے ہی تھے کہ حضرت عمرؓ بھی اسی حالت میں تشریف لے آئے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو بیٹھا ہوا دیکھ کر دریافت کیا کہ تم اس وقت یہاں کہاں فرمایا کہ بھوک کی بیتابی نے پریشان کیا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔ واللہ اسی چیز نے مجھے بھی مجبور کیا کہ کہیں جاؤں۔ یہ دونوں حضرات یہ گفتگو کر رہے تھے کہ سردارِ دو عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ ان کو دیکھ کر دریافت فرمایا کہ تم اس وقت کہاں؟ عرض کیا یا رسول اللہ! بھوک نے پریشان کیا۔ جس سے مضطرب ہو کر نکل پڑے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اسی مجبوری سے میں بھی آیا ہوں۔ تینوں حضرات اکٹھے ہو کر حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مکان پر پہنچے۔ وہ تشریف نہیں رکھتے تھے۔ بیوی نے بڑی مسرت و افتخار سے ان حضرات کو بیٹھایا۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا ابو ایوبؓ کہاں گئے ہیں۔ عرض کیا ابھی حاضر ہوتے ہیں کسی ضرورت سے گئے ہوئے ہیں۔ اتنے میں ابو ایوبؓ بھی حاضر خدمت ہو گئے اور فرط خوشی میں کھجور کا ایک بڑا



ساخوش توڑ لائے حضور نے ارشاد فرمایا کہ سارا خوشہ کیوں توڑا، اس میں کچی اور آدھ کچری بھی ٹوٹ گئیں چھانٹ کر پکی ہوئی توڑ لیتے۔ انہوں نے عرض کیا۔ اس خیال سے توڑا کہ ہر قسم کی سامنے ہوں جو پسند ہو وہ نوش فرماویں کہ بعض مرتبہ پکی ہوئی سے آدھ کچری زیادہ پسند ہوتی ہیں (خوشہ سامنے رکھ کر جلدی سے گئے اور ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور جلدی جلدی کچھ تو دو لے ہی بھون لیا کچھ سالن تیار کر لیا حضور نے ایک روٹی میں تھوڑا سا گوشت رکھ کر ابوالوہاب کو دیا کہ یہ فاطمہؓ کو پہنچا دو۔ اس کو بھی کئی دن سے کچھ نہیں مل سکا۔ وہ فوراً پہنچا کر آئے۔ ان حضرات نے بھی سیر ہو کر نوش فرمایا۔ اس کے بعد حضور نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو یہ اللہ کی نعمتیں ہیں۔ روٹی ہے گوشت ہے ہر قسم کی کچی اور پکی کھجوریں ہیں۔ یہ فرما کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور ارشاد فرمایا۔ اُس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہی وہ نعمتیں ہیں جن سے قیامت میں سوال ہو گا جن حالات کے تحت میں اس وقت یہ چیزیں میسر ہوئی تھیں ان کے لحاظ سے صحابہ کو بڑی گرانی و فکر پیدا ہو گیا کہ ایسی مجبوری اور اضطراب کی حالت میں یہ چیزیں میسر آئیں اور ان پر بھی سوال و حساب ہو گا، حضور نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا شکر ادا کرنا تو ضروری ہے ہی۔ جب اس قسم کی چیزوں پر ہاتھ ڈالو تو اقول بِسْمِ اللّٰهِ پڑھو اور جب کھا چکو تو کہو الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هُوَ اشْبَعَنَا وَانْعَمَ عَلَيْنَا وَافْضَلَ (تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے ہم کو پیٹ بھر کر کھلایا اور ہم پر انعام فرمایا اور بہت زیادہ عطا فرمایا) اس دعا کا پڑھنا شکر ادا کرنے میں کافی ہے۔ اس قسم کے واقعات کئی مرتبہ پیش آئے جو متعدد احادیث میں مختلف عنوانات سے ذکر کئے گئے ہیں چنانچہ ایک مرتبہ ابوالہشیم مالک بن سہبان کے مکان پر تشریف لے جانے کی نوبت آئی۔ اسی قسم کا ایک واقعہ ایک اور صاحب کے ساتھ پیش آیا جن کو واقعی کہا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ کا گذر ایک شخص پر ہوا جو کورھی بھی تھا اور اندھا، بہرا، گونگا بھی تھا۔ آپؓ نے ساتھیوں سے دریافت فرمایا کہ تم لوگ اللہ کی کچھ نعمتیں اس شخص پر بھی دیکھتے ہو؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اس کے پاس کوئی نعمت ہے۔ آپؓ نے ارشاد فرمایا کیا پیشاب سہولت سے نہیں کر سکتا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ قیامت میں تین دربار ہیں۔ ایک دربار میں نیکیوں کا حساب ہے دوسرے میں اللہ کی نعمتوں کا حساب ہے تیسرے میں گناہوں کا مطالبہ ہے۔ نیکیاں نعمتوں کے مقابلہ میں ہو جائیں گی اور بُرائیاں باقی رہ جائیں گی جو اللہ کے فضل کے



تحت میں ہوں گی ان سب کا مطلب یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کی جس قدر نعمتیں ہر آن اور ہر دم آدمی پر ہوتی ہیں ان کا شکر کرنا، ان کا حق ادا کرنا بھی آدمی کے ذمہ ہے اس لئے جتنی مقدار بھی نیکیوں کی پیدا ہو سکے ان کو حاصل کرنے میں کمی نہ کرے اور کسی مقدار کو بھی زیادہ نہ سمجھے کہ وہاں پہنچ کر معلوم ہوگا کتنے کتنے گناہ ہم نے اپنی آنکھ ناک کان اور دوسرے بدن کے حصوں سے ایسے کئے ہیں جن کو ہم گناہ بھی نہ سمجھے حضور کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کی قیامت میں اللہ کے یہاں پیشی نہ ہو کہ اس وقت نہ کوئی پردہ درمیان میں حائل ہو گا نہ ترجمان (وکیل وغیرہ)۔ دائیں طرف دیکھے گا تو اپنے اعمال کا انبار ہوگا، بائیں طرف دیکھے گا تب بھی یہی منظر ہوگا جس قسم کے بھی اچھے یا بُرے اعمال کئے ہیں وہ سب ساتھ ہوں گے جہنم کی آگ سامنے ہوگی اس لئے جہاں تک ممکن ہو صدقہ سے جہنم کی آگ کو دفع کر دو خواہ کھجور کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت میں سب سے اول یہ سوال ہوگا کہ ہم نے تجھے بدن کی صحت عطا کی، اور ٹھنڈا پانی پینے کو دیا (یعنی ان چیزوں کا کیا حق لو کیا، دوسری حدیث میں ہے کہ اس وقت تک آدمی حساب کے میدان سے نہ ہٹے گا جب تک پانچ چیزوں کا سوال نہ ہو جائے۔ مگر کس کام میں خرچ کی؟ جوانی (کی قوت)، کس مشغلہ میں صرف کی؟ مال کس طریقہ سے کمایا اور کس طریقہ سے خرچ کیا (یعنی کمائی کے اور خرچ کے طریقے جائز تھے یا ناجائز) جو کچھ علم حاصل کیا (خواہ کسی درجہ کا ہو) اس میں کیا عمل کیا (یعنی جو مسائل معلوم تھے ان پر عمل کیا یا نہیں)۔

(۴) عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيتُ اِبْرَاهِيْمَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ أَفَرَيْتُ أُمَّتَكَ مِنْ بَنِي السَّلَامِ وَأَخْبَرَهُمْ أَنَّ الْجَنَّةَ طَيِّبَةُ التُّرْبَةِ عَذْبَةُ الْمَاءِ وَأَنَّهَا قِيَعَانُ وَأَنَّ عِزَّاسَهَا سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ (رواه الترمذی والطبرانی فی الصغیر و

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شبِ معراج میں جب میری ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ اپنی امت کو میرا سلام کہہ دینا اور یہ کہنا کہ جنت کی نہایت عمدہ پاکیزہ مٹی ہے اور بہترین پانی لیکن وہ بالکل پھیل میدان ہے اور اس کے پودے (درخت) سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ ہیں (جتنے کسی کا دل چاہے درخت

لا وسط و زاد لا حول ولا قوة الا  
 يا لله وقال الترمذی حن غریب  
 من هذا الوجه و رواه الطبرانی  
 ایضاً باسناد وله من حدیث  
 سلمان الفارسی و عن ابن عباس  
 مرفوعاً من قال سبحان الله  
 والحمد لله ولا اله الا الله والله  
 اكبر غرس له بكل واحدة  
 منهن شجرة في الجنة رواه الطبرانی  
 و اسناده حن لا باس به في المتابع  
 و عن جابر مرفوعاً من قال سبحان  
 الله العظيم و بحمده غرس  
 له نخلة في الجنة -

لگائے، ایک حدیث میں اس کے بعد  
 لا حول ولا قوة الا يا لله بھی ہے۔ دوسری  
 حدیث میں ہے کہ ان کلموں میں سے ہر کلمہ  
 کے بدلے ایک درخت جنت میں لگایا  
 جاتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص  
 سبحان الله العظيم و بحمده پڑھے  
 گا ایک درخت جنت میں لگایا جاوے  
 گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس  
 صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جا رہے  
 تھے حضرت ابوہریرہؓ کو دیکھا کہ ایک  
 پودا لگایا ہے میں صیغہ فرمایا کیا کر رہے ہو  
 انہوں نے عرض کیا درخت لگا رہا ہوں۔  
 ارشاد فرمایا میں بتاؤں بہترین پودے  
 جو لگائے جاویں سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر ہر  
 کلمہ سے ایک درخت جنت میں لگتا ہے۔

رواہ الترمذی و حسنہ و النسائی الا انه قال شجرة و ابن حبان في صحيحة  
 و الحاكم في المستدرکين باسنادين قال في احدهما على شرط مسلم و في  
 الاخر على شرط البخاری و ذكره في الجامع الصغير برواية الترمذی  
 و ابن حبان و الحاكم و رقه له بالصحة و عن أبي هريرة أن النبي صلى  
 الله عليه وسلم مر به وهو يغرس الحديث رواه ابن ماجه باسناد حن  
 و الحاكم و قال صحيح الاسناد كذا في الترغيب و عزاه في الجامع الى ابن  
 ماجه و الحاكم رقه له بالصحة قلت و في الباب من حدیث ابی ایوب مرفوعاً  
 رواه احمد باسناد حن و ابن ابی الدنيا و ابن حبان في صحيحة و رواه ابن  
 ابی الدنيا و الطبرانی من حدیث ابن عمر ایضاً مرفوعاً مختصراً الا ان في  
 حدیثهما الحويلة فقط كما في الترغيب قلت و ذكر السيوطی في الدر

حدیث ابن عباس مرفوعاً بلفظ حدیث ابن مسعود وقال أخرجه ابن مردويه  
وذكر الينما حدیث ابن مسعود وقال أخرجه الترمذی وحسنه والطبرانی  
وابن مردويه قلت وذكره فی الجامع الصغیر بروایة الطبرانی ورفعه

بالصححة وذكر فی مجمع الزوائد عدة روايات فی معنی هذا الحدیث ۲

ف: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا و  
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سلام بھیجا ہے اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ جس شخص کے پاس یہ  
حدیث پہنچے اس کو چاہیے کہ حضرت خلیل اللہ کے سلام کے جواب میں وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ  
وبرکاتہ کہے۔ اس کے بعد ارشاد ہے کہ جنت کی مٹی بہترین ہے اور پانی میٹھا۔ اس کے دو  
مطلب ہیں۔ اول یہ کہ صرف اس جگہ کی حالت کا بیان کرنا ہے، کہ بہترین جگہ ہے جس کی مٹی  
کے متعلق احادیث میں آیا ہے کہ مشک و زعفران کی ہے اور پانی نہایت لذیذ۔ ایسی جگہ ہر شخص  
اپنا مکان بنانا چاہتا ہے اور تفریح و راحت کے لئے باغ وغیرہ لگانے کے اسباب مہیا ہوں تو کون  
چھوڑ سکتا ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ جس جگہ زمین بہتر اور پانی بہتر ہو وہاں پیداوار بہت اچھی  
ہوتی ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہے کہ ایک مرتبہ سبحان اللہ کہہ دینے سے ایک درخت  
وہاں قائم ہو جاوے گا، اور پھر وہ جگہ اور پانی کی عمدگی کی وجہ سے خود ہی نشوونما پاتا رہے گا۔ صرف  
ایک مرتبہ بیج ڈال دینا ہے باقی سب کچھ خود ہی ہو جائے گا۔ اس حدیث میں جنت کو چٹیل  
میدان فرمایا ہے، اور جن احادیث میں جنت کا حال بیان کیا گیا ہے ان میں جنت میں ہر  
قسم کے میوے باغ درختوں وغیرہ کا موجود ہونا بتایا گیا ہے بلکہ جنت کے معنی ہی باغ کے  
ہیں اس لئے بظاہر اشکال واقع ہوتا ہے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اصل کے اعتبار سے  
وہ میدان ہے لیکن جس حالت پر وہ نیک عمل لوگوں کو دی جائے گی ان کے اعمال کے موافق  
اس میں باغ اور درخت وغیرہ موجود ہوں گے۔ دوسری توجیہ بعض علماء نے یہ فرمائی ہے کہ  
جنت کے وہ باغ وغیرہ ان اعمال کے موافق ملیں گے۔ جب ان اعمال کی وجہ سے اور ان کے  
برابر ملے تو گویا یہ اعمال ہی درختوں کا سبب ہوتے۔ تیسری توجیہ یہ فرمائی گئی ہے کہ کم حکم  
مقدار جو ہر شخص کے حصہ میں ہے وہ ساری دنیا سے کہیں زائد ہے اس میں بہت سے حصہ  
میں خود اپنے اصلی باغ موجود ہیں، اور بہت سا حصہ خالی پڑا ہوا ہے۔ جتنا کوئی ذکر و بیع وغیرہ  
کرے گا اتنے ہی درخت اور لگ جائیں گے شیخ المشائخ حضرت مولانا گنگوہی کا ارشاد جو



گو کہ در پی میں نقل کیا گیا ہے یہ ہے کہ اس کے سارے درخت پنیر کی طرح سے ایک جگہ مجتمع نہیں ہر شخص جس قدر اعمال خیر کرتا رہتا ہے اتنا ہی اُس کے حصہ کی زمین میں لگے رہتے ہیں اور نشوونما پاتے رہتے ہیں۔

⑤ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ هَالَهُ اللَّيْلُ أَنْ يُكَافِدَهُ أَوْ يَنْجِلَ بِالنَّهْلِ أَنْ يَنْفِقَهُ أَوْ جَبُنَ عَنِ الْعَدُوِّ أَنْ يُقَاتِلَهُ فَلْيُكْثِرْ مِنْ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ فَإِنَّهَا أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنْ جَبَلٍ ذَهَبٍ يَنْفِقُهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

حضور کا ارشاد ہے کہ جو شخص رات کی مشقت بھیلنے سے ڈرتا ہو (کہ اٹھ کر جاگنے اور عبادت میں مشغول رہنے سے قاصر ہو) یا بخل کی وجہ سے مال خرچ کرنا دشوار ہو یا بزدلی کی وجہ سے جہاد کی ہمت نہ پڑتی ہو اس کو چاہئے کہ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ کثرت سے پڑھا کرے کہ اللہ کے نزدیک

یہ کلام بہا ہر گز بقدر سونا خرچ کرنے سے بھی زیادہ محبوب ہے۔

رواہ الفریابی والطبرانی واللفظ له وهو حديث غريب ولا بأس باسنادہ انشاء اللہ كذا في الترغيب وفي مجمع الزوائد رواه الطبرانی وفيه سليمان بن أحمد الواسطي وثقه عبد ان وضعفه الجبهوري والغالب على بقية رجاله التوثيق وفي الباب عن أبي هريرة مرفوعاً أخرجه ابن مردويه وابن عباس أيضاً عند ابن مردويه كذا في الدرر

ف: کس قدر اللہ کا فضل ہے کہ ہر قسم کی مشقت سے بچنے والوں کے لئے بھی فضائل اور درجات کا دروازہ بند نہیں فرمایا۔ راتوں کو نہیں جاگا جاتا، کنجوسی سے پیسہ خرچ نہیں ہوتا، بزدلی اور کم ہمتی سے جہاد جیسا مبارک عمل نہیں ہوتا۔ اس کے بعد بھی اگر دین کی قدر ہے آخرت کا فکر ہے تو اس کے لئے راستہ کھلا ہوا ہے پھر بھی کچھ کمانہ سکے تو کم نصیبی کے سوا اور کیا ہے۔ پہلے یہ مضمون ذرا تفصیل سے گزر چکا ہے۔

حضور کا ارشاد ہے اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کلام چار کلمے ہیں سُبْحَانَ اللَّهِ الْحَمْدُ لِلَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اللَّهُ أَكْبَرُ

⑥ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ الْكَلَامِ إِلَى اللَّهِ أَنْ يَتْلُو سُبْحَانَ اللَّهِ

لے یہ عربی میں ترمذی شریف کی شرح ہے۔ علف پنیری

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ  
لَا يُضَرُّكَ بِأَيِّهِنَّ بَدَأَتْ  
ان میں سے جس کو چاہے پہلے پڑھے اور  
جس کو چاہے بعد میں (کوئی خاص ترتیب  
نہیں) ایک حدیث میں ہے کہ یہ کلمے قرآن پاک میں بھی موجود ہیں۔

(رواہ مسلم وابن ماجہ والنسائی وزاد وہن من القرآن ودعاہ النسائی ایضاً وابن حبان  
فی صحیحہ من حدیث ابی ہریرۃ کذا فی الترغیب وعز السیوطی حدیث سمرقۃ الی  
احمد ایضاً ورقعہ له بالصحیحۃ وحدیث ابی ہریرۃ الی مسند الفردوس للذہبی ورقعہ  
له ایضاً بالصحیحۃ)

**ف**؛ یعنی قرآن پاک کے الفاظ میں بھی یہ کلمے کثرت سے وارد ہوئے ہیں اور قرآن پاک  
میں ان کا حکم، ان کی ترغیب وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ پہلی فصل میں مفصل بیان ہو چکا ہے۔ ایک  
حدیث میں آیا ہے کہ عیدوں کو ان کلموں کے ساتھ مَزِین کیا کرو یعنی عید کی زینت یہ ہے کہ  
ان کلموں کا کثرت سے ورد کیا جائے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت  
میں ایک مرتبہ فقراء مہاجرین جمع ہو کر  
حاضر ہوئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ یہ  
مالدار سارے بلند درجے لے اڑے اور  
ہمیشہ کی رہنے والی نعمت انہیں کے حصہ  
میں آگئی۔ حضور نے فرمایا کیوں عرض کیا کہ  
نماز روزہ میں تو یہ ہمارے شریک کہ ہم بھی  
کرتے ہیں یہ بھی اور مالدار ہونے کی وجہ سے  
یہ لوگ صدقہ کرتے ہیں غلام آزاد کرتے ہیں  
اور ہم ان چیزوں سے عاجز ہیں حضور نے  
فرمایا کہ میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں کہ تم اس پر  
عمل کر کے اپنے سے پہلوں کو پھڑکواؤ اور بعد  
والوں سے بھی آگے بڑھے رہو اور کوئی شخص  
تم سے اس وقت تک افضل نہ ہو جب

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ إِنَّ الْفُقَرَاءَ  
الْمُهَاجِرِينَ اتَّوَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا قَدْ ذَهَبَ  
أَهْلُ الدُّنْيَا بِالذَّرَجَاتِ الْعُلَى وَ  
النَّعِيمِ الْمَقِيصِ فَقَالَ مَا ذَاكَ قَالُوا  
يُصَلُّونَ كَمَا نُصَلِّي وَيُصُومُونَ  
كَمَا نُصُومُ وَيَصَدَّقُونَ وَلَا نَصَدَّقُ  
وَيَعْتَقُونَ وَلَا نَعْتَقُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَلَا أَعْلَمُكُمْ  
شَيْئًا تَذَرُكُونَ بِهِ مَنْ سَبَقَكُمْ وَ  
تَسْبِقُونَ بِهِ مَنْ بَعْدَكُمْ وَلَا يَكُونُ  
أَحَدٌ أَفْضَلَ مِنْكُمْ إِلَّا مَنْ صَنَعَ  
مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ  
اللَّهِ قَالَ تَسْبِقُونَ وَتُكَفِّرُونَ وَ

تَحْمِدُ وَنَدْبُ كُلِّ صَلَوةٍ ثَلَاثًا  
وَتَلَاثِينَ مَرَّةً قَالَ أَبُو صَالِحٍ  
فَرَجَعَ فَقَرَأَ الْمَسَاجِينَ إِلَى رَسُولِ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا  
مَسْمُوعٌ إِخْوَانُنَا أَهْلُ الْأَمْوَالِ بِمَا  
فَعَلْنَا فَفَعَلُوا مِثْلَهُ فَقَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَلِكَ  
فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ.

تک ان ہی اعمال کو نہ کرے صحابہؓ نے  
عرض کیا ضرور بتا دیجئے ارشاد فرمایا کہ ہر نماز  
کے بعد سُبْحَانَ اللَّهِ اَلْحَمْدُ لِلَّهِ اَلْبُرَّۃِ ۳۳۰ مرتبہ پڑھ لیا کرو ان حضرات نے شروع کر دیا  
مگر اس زمانہ کے مالدار بھی اسی نمونہ کے تھے  
انہوں نے بھی معلوم ہونے پر شروع کر دیا، تو  
فقرا و دوبارہ حاضر ہوئے کہ یا رسول اللہ! ہمارے  
مالدار بھائیوں نے بھی سُن لیا اور وہ بھی یہی  
کرنے لگے حضورؐ نے فرمایا یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا فرماتے اس کو کون روک  
سکتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں بھی اسی طرح یہ قصہ ذکر کیا گیا اس میں حضورؐ کا ارشاد  
ہے کہ تمہارے لئے بھی اللہ نے صدقہ کا قائم مقام بنا رکھا ہے سُبْحَانَ اللَّهِ ایک مرتبہ کہنا  
صدقہ ہے اَلْحَمْدُ لِلَّهِ ایک مرتبہ کہنا صدقہ ہے بیوی سے صحبت کرنا صدقہ ہے صحابہؓ نے  
تعجب سے عرض کیا یا رسول اللہ! بیوی سے ہم بستری میں اپنی شہوت پوری کرے اور یہ صدقہ  
ہو جائے حضورؐ نے فرمایا اگر حرام میں مبتلا ہو تو گناہ ہو گا یا نہیں صحابہؓ نے عرض کیا ضرور  
ہو گا۔ ارشاد فرمایا اسی طرح حلال میں صدقہ اور اجر ہے۔

(متفق علیہ و لیس قول ابی صالح الی اخرہ الا عند مسلم و فی رواية للبخاری)  
تَسْبِيحُونَ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَوةٍ عَشْرًا وَ تَحْمِدُونَ عَشْرًا وَ تُكَبِّرُونَ عَشْرًا بِذَلِكَ ثَلَاثًا  
وَتَلَاثِينَ كَذَا فِي الْمَشْكُوَةِ وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ وَفِيهِ إِنَّ بِكُلِّ تَسْبِيحَةٍ  
صَدَقَةٌ وَ بِكُلِّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةٌ وَ فِي بُضْعٍ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ يَا أُمَّتِي  
أَحَدُنَا شَهْوَتُهُ يَكُونُ لَهُ فِيهَا أَجْرٌ الْحَدِيثُ أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ وَ فِي الْبَابِ عَنْ  
أَبِي الدَّرْدَاءِ عِنْدَ أَحْمَدَ

ف: مطلب یہ ہے کہ اس نیت سے صحبت کرنا کہ حرام کاری سے بچے ثواب اور اجر  
کا سبب ہے اسی قصہ کی ایک دوسری حدیث میں اس اشکال کے جواب میں کہ بیوی  
سے ہم بستری اپنی شہوت کا پورا کرنا ہے حضورؐ کا یہ جواب نقل کیا گیا ہے۔ بتاؤ اگر تجھے پید ہو  
جائے پھر وہ جوان ہونے لگے اور تم اس کی خوبیوں کی امید باندھنے لگو پھر وہ مر جاتے کیا



تم ثواب کی امید رکھتے ہو۔ عرض کیا گیا کہ بیشک امید ہے حضورؐ نے فرمایا کیوں تم نے اس کو پیدا کیا، تم نے اس کو ہدایت کی تھی، تم نے اس کو روزی دی تھی بلکہ اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔ اسی نے ہدایت دی ہے وہی روزی عطا کرتا ہے۔ اسی طرح صحبت سے تم نطفہ کو حلال جگر رکھتے ہو پھر اللہ کے قبضہ میں ہے کہ چاہے اس کو زندہ کرے کہ اس سے اولاد پیدا کر دے یا مردہ کرے کہ اولاد پیدا نہ ہو۔ اس حدیث کا مقتضی یہ ہے کہ یہ اجر و ثواب بچہ کے پیدا ہونے کا سبب ہونے کی وجہ سے ہے۔

(۸) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَبَّحَ اللَّهَ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَحَمِدَ اللَّهَ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَكَبَّرَ اللَّهَ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ فَمَلَكَ رَتْعَهُ وَتَعَمَّنَ وَقَالَ تَمَامُ الْإِيمَانِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحَدَّثَ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ غُفِرَتْ خَطَايَاهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدٍ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص ہر نماز کے بعد سُبْحَانَ اللَّهِ ۳۳ مرتبہ، اللَّهُ أَكْبَرُ ۳۳ مرتبہ اور ایک مرتبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحَدَّثَ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ پڑھے۔ اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، خواہ اتنی کثرت سے ہوں جتنے سمندر کے جھاگ۔

الْبَحْرَيْنِ (رواہ مسلم کذا فی الشکوۃ وکذا فی مسند احمد)

ف: خطایا کی مغفرت کے بارہ میں پہلے کئی حدیثوں کے تحت میں بحث گذر چکی ہے کہ ان خطایا سے مراد علماء کے نزدیک صغیرہ گناہ ہیں۔ اس حدیث میں تین کلمے ۳۳. ۳۳. ۳۳ اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ایک مرتبہ وارد ہوا ہے۔ اس سے اگلی حدیث میں دو کلمے ۳۳. ۳۳ مرتبہ اور اللَّهُ أَكْبَرُ ۳۳ مرتبہ آ رہا ہے حضرت زیدؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ ہم کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سُبْحَانَ اللَّهِ، الْحَمْدُ لِلَّهِ، اللَّهُ أَكْبَرُ ہر ایک کو ۳۳ مرتبہ ہر نماز کے بعد پڑھنے کا حکم فرمایا تھا۔ ایک صدیؓ نے خواب میں دیکھا کوئی شخص کہتا ہے کہ ہر ایک کلمہ کو پچیس مرتبہ کر لو اور ان کے ساتھ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ۲۵ مرتبہ کا اضافہ کر لو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا۔ حضورؐ نے قبول فرمایا اور اس کی اجازت فرمادی کہ ایسا ہی کر لیا جائے۔ ایک حدیث میں سُبْحَانَ اللَّهِ، الْحَمْدُ لِلَّهِ، اللَّهُ أَكْبَرُ ہر کلمہ کو

ہر نماز کے بعد گیارہ مرتبہ کا حکم ہے اور ایک حدیث میں ۱۰، ۱۰ مرتبہ وارد ہوا ہے۔ ایک حدیث میں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ۱۰ مرتبہ باقی تینوں کلمے ہر ایک ۳۳ مرتبہ۔ ایک حدیث میں ہر نماز کے بعد چاروں کلمے ۱۰۰، ۱۰۰ مرتبہ وارد ہوتے ہیں جیسا کہ حصین حصین میں ان روایات کو ذکر کیا گیا ہے۔ یہ اختلاف بظاہر حالات کے اختلاف کی وجہ سے ہے کہ آدمی فراغت اور مشاغل کے اعتبار سے مختلف ہیں جو لوگ دوسرے ضروری کاموں میں مشغول ہیں ان کے لئے کم مقدار تجویز فرمائی، اور جو لوگ فارغ ہیں ان کے لئے زیادہ مقدار۔ لیکن محققین کی راستے یہ ہے کہ جو حدیث میں مذکور ہیں ان کی رعایت ضروری ہے کہ جو چیز دوا کے طور پر استعمال کی جاتی ہے اس میں مقدار کی رعایت بھی اہم ہے۔

حضور اقدس صَلَّی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ چند چھپے آنے والے (کلمات) ایسے ہیں جن کا کہنے والا نامراد نہیں ہوتا وہ یہ ہیں کہ ہر فرض نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سُبْحَانَ اللہ ۳۳ مرتبہ الْحَمْدُ لِلّٰہ ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر۔

⑨ عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعَقَّبَاتٌ لَا يَخِيبُ قَائِلُهُنَّ أَوْ فَاعِلُهُنَّ دُبُرُ كُلِّ صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ ثَلَاثٌ وَثَلَاثُونَ تَسْبِيحَةً وَثَلَاثٌ وَثَلَاثُونَ تَحْمِيدَةً وَارْبَعٌ وَثَلَاثُونَ تَكْبِيرَةً.

(رواہ مسلم کذا فی الشکوۃ وعزاه السیوطی فی الجامع الی احمد ومسلم والترمذی والنسائی ورقولہ بالضعف فی الباب عن ابی الدرداء عند الطبرانی)

ف: ان کلمات کو چھپے آنے والے یا تو اس وجہ سے فرمایا کہ یہ نمازوں کے بعد پڑھے جاتے ہیں، یا اس وجہ سے کہ گناہوں کے بعد پڑھنے سے ان کو دھونے اور مٹا دینے والے ہیں یا اس وجہ سے کہ یہ کلمات ایک دوسرے کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ حضرت ابوالدرداء فرماتے ہیں کہ میں نمازوں کے بعد سُبْحَانَ اللہ ۳۳، الْحَمْدُ لِلّٰہ ۳۳ بار اور اللہ اکبر ۳۳ مرتبہ پڑھنے کا حکم کیا گیا ہے۔

حضور اقدس صَلَّی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کیا تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے کہ روزانہ اُحَد (جو مدینہ منورہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے) کے برابر عمل کر لیا

⑩ عَنْ عُمَرَ بْنِ حُصَيْنٍ رَفَعَهُ أَمَّا يَسْتَطِيعُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَعْمَلَ كَلَّ يَوْمٍ مِثْلَ أَحَدٍ عَمَلًا قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَنْ يَسْتَطِيعُ قَالَ كُلُّكُمْ يَسْتَطِيعُ



قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ مَاذَا قَالَ مُبَحَّانُ  
 اللَّهُ أَغْظُو مِنْ أَحَدٍ وَلَا إِلَهَ إِلَّا  
 اللَّهُ أَغْظُو مِنْ أَحَدٍ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ  
 أَغْظُو مِنْ أَحَدٍ وَاللَّهُ أَكْبَرُ  
 أَغْظُو مِنْ أَحَدٍ۔  
 سُبْحَانَ اللَّهِ كَالثَّوَابِ أَحَدٌ مِنْهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ كَالْحَمْدِ لِلَّهِ  
 كَالْحَمْدِ لِلَّهِ كَالْحَمْدِ لِلَّهِ كَالْحَمْدِ لِلَّهِ كَالْحَمْدِ لِلَّهِ كَالْحَمْدِ لِلَّهِ

(للكبير والبنار كذا في جمع الفوائد واليهما عزله في الحصن ومجمع الزوائد)  
 قال رجالها رجال الصحيح

ف: یعنی ان کلموں میں سے ہر کلمہ ایسا ہے جس کا ثواب اُحد پہاڑ سے زیادہ ہے اور  
 ایک پہاڑ کیا نامعلوم کتنے ایسے پہاڑوں سے زیادہ ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ سُبْحَانَ اللَّهِ  
 الْحَمْدُ لِلَّهِ سارے آسمانوں اور زمینوں کو ثواب سے بھر دیتے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے  
 کہ سُبْحَانَ اللَّهِ کا ثواب آدمی ترازو ہے، اور الْحَمْدُ لِلَّهِ اس کو پر کر دیتی ہے اور اللہ اکبر آسمان  
 زمین کے درمیان کو پر کر دیتی ہے۔ ایک حدیث میں حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد  
 نقل کیا گیا ہے کہ سُبْحَانَ اللَّهِ الْحَمْدُ لِلَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اللَّهُ أَكْبَرُ مجھے ہر اس چیز سے زیادہ  
 محبوب ہے جس پر آفتاب نکلے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ ساری ہی دنیا اللہ  
 کے واسطے خرب کر دوں تو اس سے بھی یہ زیادہ محبوب ہیں۔ کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام  
 ہوائی تخت پر تشریف لے جا رہے تھے پرندے آپ پر سایہ کئے ہوتے تھے اور جن وانس  
 وغیرہ لشکر در قطار۔ ایک عابد پر گز رہا جس نے حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے اس وسعتِ ملک  
 اور عمومِ سلطنت کی تعریف کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مومن کے اعمال نامہ میں ایک تسبیح  
 سلیمان بن داؤد کے سارے ملک سے اچھی ہے کہ یہ ملک فنا ہو جائے گا، اور تسبیح باقی  
 رہنے والی چیز ہے۔

ایک مرتبہ حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے  
 ارشاد فرمایا کہ واہ واہ پانچ چیزیں (اعمال نامہ  
 ملنے کی، ترازو میں کتنی زیادہ وزنی ہیں

(۱۱) عَنْ أَبِي سَلَامٍ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ  
 صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ  
 صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بَخَّ بَخَّ



لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اللَّهُ أَكْبَرُ سُبْحَانَ اللَّهِ  
الحمد لله اور وہ بچہ جو مر جائے اور باپ  
(اسی طرح ماں بھی) اُس پر صبر کرے۔

خَيْرٌ مَا أَثَقَلْتُمْ فِي الْمِيزَانِ لَا إِلَهَ  
إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَسُبْحَانَ اللَّهِ  
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَالْوَلَدُ الصَّالِحُ يَتَوَفَّى  
لِلْمَرْءِ الْمُسْلِمِ قِيَحْتَبَةً.

(الحديث أخرجه أحمد في مسنده ورجاله ثقات كما في مجمع الزوائد والحاكم و  
قال صحيح الإسناد وأقره عليه الذهبي وذكره في الجامع الصغير برواية البزار  
عن ثوبان ورواية النسائي وابن حبان والحاكم عن أبي سلمى ورواية أحمد عن  
أبي امامة ورواه له بالحن. وذكره في مجمع الزوائد برواية ثوبان وأبي سلمى عن  
رسول الله صلى الله عليه وسلم وسفيانة ومولى لرسول الله صلى الله عليه وسلم  
لعيسى وصح بعض طرقها)

ف: یہ مضمون کئی صحابہؓ سے متعہ و احادیث میں نقل کیا گیا ہے۔ بخ بچ بڑے سرور  
اور فرحت کا کلمہ ہے جس چیز کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس خوشی اور مسرت سے ارشاد  
فرما رہے ہوں، عطا فرما رہے ہوں کیا محبت کا دعویٰ کرنے والوں کے ذمہ نہیں ہے کہ ان  
کلموں پر مڑیں کہ حضور کی اس خوشی کی قدر دانی اور اس کا استقبال یہی ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ  
حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے  
سے فرمایا کہ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اور  
اس خیال سے کہ بھول نہ جاؤ نہایت مختصر  
کہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ دو کام کرنے کی  
وصیت کرتا ہوں اور دو کاموں سے روکتا  
ہوں جن دو کاموں کے کرنے کی وصیت  
کرتا ہوں وہ دونوں ایسے ہیں کہ اللہ جل ثنا  
ان سے نہایت خوش ہوتے ہیں اور اللہ  
کی نیک مخلوق ان سے خوش ہوتی ہے ان  
دونوں کاموں کی اللہ کے یہاں رسائی

(۱۲) عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ  
رَجُلٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ نُوْحٌ لِابْنِهِ  
إِنِّي مُوصِيكَ بِوَصِيَّتِهِ وَقَاصِرُهَا لِيْ  
لَا تَنَكَحَا أَوْصِيكَ بِأَثْنَيْنِ وَأَنْتَاهَا  
عَنْ أَثْنَيْنِ أَمَّا الْبَاقِي أَوْصِيكَ بِهِمَا  
فَيَسْتَبْشِرُ اللَّهُ بِهِمَا وَصَالِحُ خَلْقِهِ  
وَهُمَا يُكْثِرَانِ الْوُلُوجَ عَلَى اللَّهِ  
أَوْصِيكَ بِلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَإِنَّ  
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لَوُكُنَا حَلَقَةً  
فَصَتَّهْمَا دَوَّكَا سَا فِي كَفَّةٍ وَ

زَنَّتْهُمَا وَ أَوْصِيكَ بِسُبْحَانَ اللَّهِ  
وَيَحْمَدِهِ فَإِنَّهُمَا صَلَوَةُ الْخَلْقِ وَ  
بِهَآئِ رِزْقُ الْخَلْقِ وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا  
يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ  
تَسْبِيحَهُمْ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا  
وَأَمَّا اللَّتَانِ أَنَّهُمَا فَتَحْتَجِبُ  
اللَّهُ مِنْهُمَا وَصَالِحُ خَلْقِهِ أَنَّهُمَا  
عَنِ الشَّرِّ وَالْكِبَرِ۔

(اور مقبولیت، بھی بہت زیادہ ہے ان دو  
میں سے ایک لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے کہ اگر تمام  
آسمان اور زمین ایک حلقہ ہو جائیں تو بھی  
یہ پاک کلمہ ان کو توڑ کر آسمان پر جاتے بغیر  
نہ رہے اور اگر تمام آسمان اور زمین کو ایک  
پلڑے میں رکھ دیا جائے اور دوسرے میں  
یہ پاک کلمہ ہو تب بھی وہی پلڑا جھک جائے  
گا اور دوسرا کام جو کرنا ہے وہ سُبْحَانَ اللَّهِ

وَيَحْمَدِهِ کا پڑھنا ہے کہ یہ کلمہ ساری مخلوق کی عبادت ہے اور اسی کی برکت سے ساری مخلوق  
کو روزی دی جاتی ہے کوئی بھی چیز مخلوق میں ایسی نہیں جو اللہ کی تسبیح نہ کرتی ہو مگر تم لوگ ان  
کا کلام سمجھتے نہیں ہو اور جن دو چیزوں سے منع کرتا ہوں وہ شرک اور تکبر ہے کہ ان دونوں  
کی وجہ سے اللہ سے حجاب ہو جاتا ہے اور اللہ کی نیک مخلوق سے حجاب ہو جاتا ہے۔

رواہ النسائی واللفظ له والبخاری والحاكم من حديث عبد الله بن عمرو وقال  
صحيح الاسناد كذا في الترغيب قلت وقد تقدم في بيان التمهيل حديث عبد الله  
بن عمرو مرفوعا وتقدم فيه ايضا ما في الباب وتقدم في الايات قوله عز اسمه وَإِنْ  
مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ الْآيَةِ وَأَخْرَجَ ابْنُ حَنْبَلٍ وَابْنُ أَبِي حَاتِمٍ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ فِي الْعُظْمَةِ  
عَنْ جَابِرٍ مَرْفُوعًا إِلَّا أَخْبَرَكُمْ بِشَيْءٍ أَمَرِي بِهِ نُوْحُ ابْنُهُ أَنْ تُوْحَا قَالَ لِابْنِهِ يَا بُنَيَّ أَمْرٌ أَنْ تَقُولَ  
سُبْحَانَ اللَّهِ فَإِنَّهَا صَلَوَةُ الْخَلْقِ وَتُسَبِّحُ الْخَلْقَ وَبِهَآئِ رِزْقُ الْخَلْقِ وَأَخْرَجَ أَحْمَدُ وَابْنُ مَرْيَمَ  
عَنِ ابْنِ عُمَرَ مَرْفُوعًا أَنْ تُوْحَا لَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ قَالَ لِابْنَيْهِ أَمْرٌ كَمَا سُبْحَانَ اللَّهِ وَيَحْمَدُهُ  
فَإِنَّهَا صَلَوَةُ كُلِّ شَيْءٍ وَبِهَآئِ رِزْقُ كُلِّ شَيْءٍ كَذَا فِي الدَّرَجَةِ

ف : لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے بیان میں بھی اس حدیث کا مضمون گزر چکا ہے تسبیح کے متعلق جو  
ارشاد اس حدیث میں ہے قرآن پاک کی آیات میں بھی گزر چکا ہے وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ  
بِحَمْدِهِ قرآن پاک کی آیت ہے نَبِيِّ أَرْحَمَ صَلَوَاتِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا ارشاد بہت سی احادیث  
میں وارد ہوا ہے کہ شعبہ راج میں آسمانوں کی تسبیح حضور اقدس صَلَوَاتِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے خود کئی ایک  
مرتبہ حضور کا ایسی جماعت پر گزر ہوا جو اپنے گھوڑوں اور اونٹوں پر کھڑی ہوتی تھی حضور نے ارشاد

فرمایا کہ جانوروں کو مذبذب اور کرسیاں نہ بناؤ۔ بہت سے جانور سواروں سے بہتر اور ان سے زیادہ اللہ کا ذکر کرنے والے ہو گئے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں، کہ کھیتی بھی تبسیع کرتی ہے اور کھیتی والے کو اس کا ثواب ملتا ہے۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک پیالہ پیش کیا گیا جس میں شربید تھا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ کھانا تبسیع کر رہا ہے۔ کسی نے عرض کیا آپؐ اس کی تبسیع سمجھتے ہیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہاں سمجھتا ہوں۔ اس کے بعد آپؐ نے ایک شخص سے فرمایا کہ اس کو فلاں شخص کے قریب کر دو۔ وہ پیالہ اس کے قریب کیا گیا تو انہوں نے بھی تبسیع سنی۔ اُس کے بعد پھر ایک تیسرے صاحب کے قریب اسی طرح کیا گیا انھوں نے بھی سنا۔ کسی نے درخواست کی کہ مجمع کے سب ہی لوگوں کو سنوایا جاتے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کو ان میں سے سنانی نہ دے تو لوگ سمجھیں گے کہ یہ گناہ گار ہے۔ اس چیز کا تعلق کشف سے ہے۔ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو تو یہ چیز بدرجہ اتم حاصل تھی اور سونا چاہتے تھے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی بسا اوقات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت اور انوار قرب کی بدولت یہ چیز حاصل ہو جاتی تھی۔ سینکڑوں واقعات اس کے شاہد ہیں۔ صوفیہ کو بھی اکثر یہ چیز مجاہدوں کی کثرت سے حاصل ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ جمادات اور حیوانات کی تبسیع، ان کا کلام، ان کی گفتگو سمجھ لیتے ہیں لیکن محققین مشائخ کے نزدیک چونکہ یہ چیز نہ دلیل کمال ہے نہ موجب قرب کہ جو بھی اس قسم کے مجاہدے کرتا ہے وہ حاصل کر لیتا ہے خواہ اس کو حق تعالیٰ شانہ کے یہاں قرب حاصل ہو یا نہ ہو۔ اس لئے محققین اس کو غیر اہم سمجھتے ہیں بلکہ اس لحاظ سے مبغض سمجھتے ہیں کہ جب مبتدی اس میں لگ جاتا ہے تو دنیا کی سیر کا ایک شوق پیدا ہو کر ترقی کے لئے مائع بن جاتا ہے مجھے اپنے حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کے بعض خدام کے متعلق معلوم ہے کہ جب ان کو یہ صورت کشف پیدا ہونے لگی تو حضرت نے چند روز کے لئے اہتمام سے سب ذکر شغل چھڑا دیا تھا کہ مبادا یہ حالت ترقی پکڑ جاتے۔ اس کے علاوہ یہ حضرات اس لئے بھی بچتے ہیں کہ اس صورت میں دوسروں کے گناہوں کا اظہار ہوتا ہے جو ان حضرات کے لئے تگڑ کا سبب ہوتا ہے۔ علامہ شعلانیؒ نے مزین میں لکھا ہے کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ جب کسی شخص کو وضو کرتے ہوئے دیکھتے تو اس پانی میں جو گناہ دھلتا ہوا نظر آتا اس کو معلوم کر لیتے۔ یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ کبیرہ گناہ ہے یا صغیرہ، مکروہ فعل ہے یا خلاف اولیٰ، جیسا کہ حتیٰ چیزیں نظر آیا کرتی ہیں اسی طرح یہ بھی معلوم ہو جاتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ کوفہ کی جامع مسجد کے وضو خانہ میں تشریف فرما تھے ایک جوان وضو کر رہا تھا۔ اس کے وضو



کا پانی گرتے ہوئے آپ نے دیکھا اُس کو جھکے سے نصیحت فرمائی کہ بیٹا والدین کی نافرمانی سے توبہ کر لے اُس نے توبہ کی۔ ایک دوسرے شخص کو دیکھا تو اس کو نصیحت فرمائی کہ بھائی زنا نہ کیا کر بہت بُرا عیب ہے۔ اُس وقت اس نے بھی زنا سے توبہ کی۔ ایک اور شخص کو دیکھا کہ شراب خوری اور لہو و لعب کا پانی گر رہا ہے اُس کو بھی نصیحت فرمائی اُس نے بھی توبہ کی۔ الغرض اُس کے بعد امام صاحب نے اللہ جل جلالہ سے دعا کی کہ اے اللہ اس چیز کو مجھ سے دور فرما دے کہ میں لوگوں کی بُرائیوں پر مطلع ہونا نہیں چاہتا۔ حق تعالیٰ شائد نے دعا قبول فرمائی اور یہ چیز زائل ہو گئی۔ کہتے ہیں کہ اسی زمانہ میں امام صاحب نے مستعمل پانی کے ناپاک ہونے کا فتویٰ دیا تھا کیونکہ جب وہ پانی گندہ اور متعفن نظر آتا تھا تو کیسے اس کو پاک فرماتے مگر جب یہ چیز زائل ہو گئی تو اس کو ناپاک فرمانا بھی چھوڑ دیا۔ ہمارے حضرت مولانا الشاہ عبدالرحیم صاحب راتے پوری نور اللہ مرقدہ کے خدام میں ایک صاحب تھے جو کئی کئی روز اس وجہ سے ہاتھ نہیں جاسکتے تھے کہ ہر جگہ انوار نظر آتے تھے۔ اور بھی سینکڑوں ہزاروں واقعات اس قسم کے ہیں جن میں کسی قسم کے تردّد کی گنجائش نہیں کہ جن لوگوں کو کشف سے کوئی حصہ ملتا ہے وہ اُس حصہ کے بقدر احوال کو معلوم کر لیتے ہیں۔

(۱۳) عَنْ اُمِّ حَلْفٍ قَالَتْ مَرَّ بِي رَسُولُ  
 اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا  
 رَسُولَ اللّٰهِ قَدْ كَبُرْتُ وَضَعُفْتُ اَوْ  
 كَمَا قَالَتْ فَمَرَّ بِي بِعَمَلٍ اَعْمَلُهُ وَاَنَا  
 جَالِسٌ قَالَ سَبِّحِ اللّٰهُ مِائَةً تَبِيحَةً  
 فَاِنَّهَا تَعْدِلُ لَكَ مِائَةَ رَقَبَةٍ تَعْتِقُهَا  
 مِنْ وَلَدٍ اِسْعِيدِ وَاَحْدِى اللّٰهُ  
 مِائَةً تَحْبِيْدَةً فَاِنَّهَا تَعْدِلُ لَكَ  
 مِائَةً فَرَسٍ مُّسْرَجَةٍ مُّلَجَمَةٍ مَّخْلَيْنِ  
 عَلَيْهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكَعْبَرَى اللّٰهُ  
 مِائَةً تُكْبِرُهُ فَاِنَّهَا تَعْدِلُ لَكَ  
 مِائَةً بَدَنَةٍ مُّقَلَّدَةٍ مُّتَقَبَّلَةٍ وَ

حضرت اُمّ ہانی رضی فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ  
 حضور تشریف لاتے میں نے عرض کیا یا  
 رسول اللہ میں بوڑھی ہو گئی ہوں اور ضعیف  
 ہوں کوئی ایسا عمل بتا دیجئے کہ بیٹھے بیٹھے  
 کرتی رہا کروں حضور نے فرمایا سُبْحَانَ اللّٰهِ  
 سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے گویا  
 تم نے سو غلام عرب آزاد کئے اور الحمد للہ  
 سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے  
 گویا تم نے سو گھوڑے مع سامان لگام وغیرہ  
 جہاد میں سواری کے لئے دیدیئے اور اللہ اکبر  
 سو مرتبہ پڑھا کرو یہ ایسا ہے گویا تم نے سو اونٹ  
 قربانی میں ذبح کئے اور وہ قبول ہو گئے اور

هَلَّلِيَّ اللَّهُ مِائَةَ تَهْلِيلَةٍ قَالَ أَبُو خَلْفٍ  
أَحْبَبُهُ قَالَ تَمْلِكُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَ  
الْأَرْضِ وَلَا يَرْفَعُ لِأَحَدٍ عَمَلٌ أَفْضَلُ  
مِمَّا يَرْفَعُ لَكَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَ بِمِثْلِ  
مَا أَتَيْتَ.

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ سِتُّوْ مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب  
تو تمام آسمان زمین کے درمیان کو بھر دیتا  
ہے اس سے بڑھ کر کسی کا کوئی عمل نہیں جو  
مقبول ہو حضرت ابو رافع رضی کی بیوی حضرت  
سلمیٰ نے بھی حضور سے عرض کیا کہ مجھے کوئی وظیفہ

مختصر سنا دیجئے زیادہ لمبا نہ ہو حضور نے ارشاد فرمایا کہ اللہ اکبر دس مرتبہ پڑھا کرو اللہ  
جل شانہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ میرے لئے ہے پھر سبحان اللہ دس مرتبہ کہا  
کرو اللہ تعالیٰ پھر یہی فرماتے ہیں کہ یہ میرے لئے ہے پھر اللھم اغفر لی دس مرتبہ پڑھا کرو  
حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ ہاں میں نے مغفرت کر دی۔ دس مرتبہ تم اللھم اغفر لی کہو  
(دس مرتبہ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ میں نے مغفرت کر دی)

(رواہ احمد باسناد حسن واللفظ له والنسائی ولعقل ولا یرفع الی آخرہ والبیہقی تبلیہ  
وابن ابی الدنیا فجعل ثواب الرقاب فی التحمید والفرس فی التسبیح وابن ماجہ بمعناد  
باختصار والطبرانی فی الکبیر بنحو احمد ولعقل احبہ وفی الاوسط باسناد  
حسن بمعناد کذا فی الترغیب باختصار قلت رواہ الحاکم بمعناد وصححہ وعزاه  
فی الجامع الصغیر الی احمد والطبرانی والحاکم ورقمہ بالصحة وذكرہ فی مجمع  
الزوائد بطریق وقال اسانیدہ حسنہ وفی الترغیب ایضاً عن ابی امامۃ مرفوعاً  
بنحو حدیث الباب مختصراً وقال رواہ الطبرانی ورواہ رواۃ الصحیح خلد سلیم  
بن عثمان الفوزی یکشف حالہ فانہ لا یحضر فی الان فیہ جرح ولا عداۃ اہ وفی الباب  
عن سلمیٰ ام بنی ابی رافع قالت یا رسول اللہ اخبرنی بکلمات ولا تکر علی الحدیث  
مختصراً فیہ التکبیر والتسبیح عشراً عشراً واللھم اغفر لی عشراً قال المنذری رواہ الطبرانی  
ورواہ محتاج بہم فی الصحیح اہ قلت وبمعناد عن عمرو بن شعیب عن ابنہ عن  
جدہ مرفوعاً بلفظ من سبح اللہ مائۃ بالغدۃ ومائۃ بالعشی کان کمن حج مائۃ  
حجۃ الحدیث وجعل فیہ التحمید کمن حمل علی مائۃ فرس والتہلیل کمن اعتق  
مائۃ رقبة من ولد اسعیل ذکرہ فی مشکوٰۃ بروایۃ الترمذی وقال حسن  
غریب)

ف: ضعیف اور بڑھوں کے لئے بالخصوص عورتوں کے لئے کس قدر سہل اور مختصر چیز ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرمادی ہے۔ دیکھتے ایسی مختصر چیزوں پر جن میں در زیادہ مشقت ہے، نہ چلنا پھرنا ہے کتنے بڑے بڑے ثوابوں کا وعدہ ہے۔ کتنی کم نصیبی ہوگی اگر ان کو وصول نہ کیا جاتے۔ حضرت ام سلمہ کہتی ہیں میں نے حضور سے عرض کیا کوئی چیز مجھے تعلیم فرما دیجئے جس کے ذریعہ سے نماز میں دعا کیا کروں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ سُبْحَانَ اللَّهِ الْحَمْدُ لِلَّهِ اللَّهُ أَكْبَرُ ۱۰۰ مرتبہ پڑھ لیا کرو اور جو چاہے اس کے بعد دعا کیا کرو۔ دوسری حدیث میں اس کے بعد یہ ارشاد ہے کہ جو چاہے دعا کیا کرو حق تعالیٰ اس دعا پر فرماتے ہیں ہاں ہاں میں نے قبول کی، کتنے سہل اور معمولی الفاظ ہیں جن کو نہ یاد کرنا پڑتا ہے نہ ان میں کوئی محنت اٹھانی پڑتی ہے دن بھر ہم لوگ بجواس میں گزار دیتے ہیں تجارت کے ساتھ دکان پر بیٹھے بیٹھے یا کھیتی کے ساتھ زمین کے انتظامات میں مشغول رہتے ہوئے اگر زبان سے ان تیسوں کو پڑھتے رہیں تو دنیا کی کمائی کے ساتھ ہی آخرت کی کتنی بڑی دولت ہاتھ آجاتے۔

(۱۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِلَّهِ مَلَائِكَةً يَطُفُّونَ فِي الظُّلُمَاتِ يَلْتَمِسُونَ أَهْلَ الذِّكْرِ فَإِذَا وَجَدُوا قَوْمًا يَذْكُرُونَ اللَّهَ تَنَادَوْا هَلُمُّوا إِلَيْنَا حَاجَتِكُمْ فَيُحْفَوْنَهَا بِأَجْنِحَتِهِمْ إِلَى السَّمَاءِ فَإِذَا انْفَرَقُوا عَرَجُوا وَصَعِدُوا إِلَى السَّمَاءِ فَيُنَادِيَهُمُ رُبُّهُمْ وَهُوَ يَعْلَمُ مِنْ أَيْنَ جِئْتُمْ فَيَقُولُونَ جِئْنَا مِنْ عِنْدِ عِبَادِكَ يَا بَنِي آدَمَ فَيَقُولُ هَلْ رَأَوْنِي فَيَقُولُونَ لَا فَيَقُولُ كَيْفَ لَرَأَوْنِي فَيَقُولُونَ لَوْ رَأَوْكَ كَانُوا أَشَدَّ لَكَ عِبَادَةً وَأَشَدَّ لَكَ تَعَجُّبًا وَأَكْثَرَ لَكَ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت ہے جو راستوں وغیرہ میں گشت کرتی رہتی ہے اور جہاں کہیں ان کو اللہ کا ذکر کرنے والے ملتے ہیں تو وہ آپس میں ایک دوسرے کو بلا کر سب جمع ہو جاتے ہیں اور ذکر کرنے والوں کے گرد آسمان تک جمع ہوتے رہتے ہیں جب وہ مجلس ختم ہو جاتی ہے تو وہ آسمان پر جاتے ہیں اللہ جل جلالہ باوجودیکہ ہر چیز کو جانتے ہیں پھر بھی دریافت فرماتے ہیں کہ تم کہاں سے آئے ہو وہ عرض کرتے ہیں کہ تیرے بندوں کی فلاں جماعت کے پاس سے آئے ہیں جو تیری تسبیح اور تحمید اور بڑائی بیان کرنے اور تعریف



نَبِيًّا فَيَقُولُ فَمَا يُسْأَلُونَ فَيَقُولُونَ  
يَسْأَلُونَكَ الْجَنَّةَ فَيَقُولُ وَهَلْ  
رَأَوْهَا فَيَقُولُونَ لَا فَيَقُولُ فَكَيْفَ  
رَأَوْهَا فَيَقُولُونَ لَوْ أَنَّهُمْ رَأَوْهَا كَأَنَّ  
أَشْدَّ عَلَيْهَا جُرُثًا وَأَشَدَّ لَهَا طَلِبًا  
وَأَعْظَمَ فِيهَا رَغْبَةً قَالَ فَيَمُوتُ  
يَسْعَوْذُونَ فَيَقُولُونَ مِنَ النَّارِ فَيَقُولُ وَهَلْ  
رَأَوْهَا فَيَقُولُونَ لَا فَيَقُولُ فَكَيْفَ  
لَوْ رَأَوْهَا فَيَقُولُونَ لَوْ أَنَّهُمْ رَأَوْهَا  
كَانُوا أَشَدَّ مِنْهَا خِيفًا وَأَشَدَّ  
لَهَا مَخَافَةً فَيَقُولُ أَتَشْهَدُونَ أَنِّي  
قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ فَيَقُولُ مَلَكٌ مِّنَ  
الْمَلَائِكَةِ فَلَوْلَئِيسَ مِنْهُمْ إِنَّمَا  
جَاءَ لِحَاجَتِكَ قَالَ هُوَ الْقَوْمُ لَا يَشْفِي  
بِهِمْ جَلِيلُهُمْ

کرنے) میں مشغول تھے ارشاد ہوتا ہے کیا  
ان لوگوں نے مجھے دیکھا ہے عرض کرتے  
ہیں یا اللہ دیکھا تو نہیں ارشاد ہوتا ہے کہ اگر  
وہ مجھے دیکھ لیتے تو کیا حال ہوتا عرض  
کرتے ہیں کہ اور بھی زیادہ عبادت میں  
مشغول ہوتے اور اس سے بھی زیادہ تیری  
تعریف اور تسبیح میں منہمک ہوتے ارشاد  
ہوتا ہے کہ وہ کیا چاہتے ہیں عرض کرتے  
ہیں کہ وہ جنت چاہتے ہیں ارشاد ہوتا  
ہے کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے عرض  
کرتے ہیں کہ دیکھا تو نہیں ارشاد ہوتا ہے  
کہ اگر دیکھ لیتے تو کیا ہوتا عرض کرتے  
ہیں کہ اس سے بھی زیادہ شوق اور تمنا  
اور اس کی طلب میں لگ جاتے پھر ارشاد  
ہوتا ہے کہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے

تھے عرض کرتے ہیں کہ جہنم سے پناہ مانگ رہے تھے ارشاد ہوتا ہے کیا انہوں نے جہنم کو  
دیکھا ہے عرض کرتے ہیں کہ دیکھا تو ہے نہیں ارشاد ہوتا ہے اگر دیکھتے تو کیا ہوتا عرض کرتے  
ہیں اور بھی زیادہ اس سے بھاگتے اور بچنے کی کوشش کرتے ارشاد ہوتا ہے اچھا تم گواہ  
رہو کہ میں نے اس مجلس والوں کو سب کو بخش دیا۔ ایک فرشتہ عرض کرتا ہے یا اللہ فلاں شخص  
اس مجلس میں اتفاقاً اپنی کسی ضرورت سے آیا تھا وہ اس مجلس کا شریک نہیں تھا ارشاد  
ہوتا ہے کہ یہ جماعت ایسی مبارک ہے کہ ان کا پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں ہوتا لہذا  
اس کو بھی بخش دیا۔

رواہ البخاری ومسلم والبیہقی فی الاسماء والصفات کذا فی الدر والمشکوۃ  
ف: اس قسم کا منہمک ہونا مستعد احادیث میں وارد ہوا ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت ذکر  
کی مجالس اور ذکر کرنے والی جماعتوں اور افراد کی تلاش میں رہتی ہے اور جہاں مل جاتی ہے

ان کے پاس یہ جماعت بیٹھتی ہے اُن کا ذکر سنتی ہے چنانچہ پہلے باب کی حدیث نمبر ۸ میں یہ مضمون گزر چکا ہے اور اس میں یہ گزر چکا ہے کہ فرشتوں نے ثقافخر کے طور پر اللہ جلّ کے شانہ اس کا ذکر کیوں فرماتے ہیں۔ فرشتہ کا یہ عرض کرنا کہ ایک شخص مجلس میں ایسا بھی تھا کہ جو اپنی ضرورت سے آیا تھا واقعہ کا اظہار ہے کہ اس وقت یہ حضرات بمنزلہ گواہوں کے ہیں اور ان لوگوں کی عبادت اور ذکر اللہ میں مشغولی کی گواہی دے رہے ہیں اسی وجہ سے اس کے اظہار کی ضرورت پیش آئی کہ مبادا اعتراض ہو جائے لیکن یہ اللہ کا لطف ہے کہ ذاکرین کی برکت سے ان کے پاس اپنی ضرورت سے بیٹھنے والے کو بھی محروم نہ فرمایا۔ اللہ جلّ شانہ کا ارشاد ہے یٰٰٓاَيُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُونُوا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ اس تو بہ رکوع ۱۵ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو صوفیہ کا ارشاد ہے کہ اللہ جلّ کے ساتھ رہو اور اگر یہ نہیں ہو سکتا تو پھر ان لوگوں کے ساتھ رہو جو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ رہنے کا مطلب یہ ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں ارشاد ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بندہ نوافل کے ذریعہ میرے قرب میں ترقی کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں اور جب میں محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے دیکھے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے پکڑے، اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلے۔ جو وہ مجھ سے مانگتا ہے میں اس کو دیتا ہوں۔ ہاتھ پاؤں بن جانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا ہر کام اللہ کی رضا اور محبت کے ذیل میں ہوتا ہے۔ اس کا کوئی عمل بھی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف نہیں ہوتا۔ صوفیہ کے احوال اور ان کے واقعات جو کثرت سے تواریخ میں موجود ہیں وہ شاہد عدل ہیں اور وہ اتنی کثرت سے ہیں کہ ان کے انکار کی بھی گنجائش نہیں۔ ایک رسالہ اس باب میں نثرۃ البائتین کے نام سے مشہور ہے جس سے اس قسم کے حالات کا پتہ چلتا ہے۔

شیخ ابو بکر گسانی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حج کے موقع پر مکہ مکرمہ میں چند صوفیہ کا اجتماع تھا جن میں سب سے کم عمر حضرت جنید بغدادی تھے۔ اس مجمع میں محبت الہی پر بحث شروع ہوئی کہ محب کون ہے۔ مختلف حضرات مختلف ارشادات فرماتے رہے حضرت جنید چپ رہے۔ ان حضرات نے ان سے فرمایا کہ تم بھی کچھ کہو۔ اس پر انھوں نے سر جھکا کر روتے ہوئے فرمایا کہ عاشق وہ ہے جو اپنی خودی سے جاتا رہے، خدا کے ذکر کے ساتھ وابستہ ہو گیا



ہو اور اس کا حق ادا کرتا ہو، دل سے اللہ کی طرف دیکھتا ہو، اس کے دل کو انوارِ ہیبت نے  
جلادیا ہو۔ اس کے لئے خدا کا ذکر شراب کا پیالہ ہو، اگر کلام کرتا ہو تو اللہ ہی کا کلام ہو، گو با حق  
تعالیٰ شائے ہی اس کی زبان سے کلام فرماتا ہے اگر حرکت کرتا ہو تو اللہ ہی کے حکم سے، اگر  
تسکین پاتا ہو تو اللہ ہی کے ساتھ، اور جب یہ حالت ہو جاتی ہے تو پھر کھانا پینا سونا جاگنا سب  
کار و بار اللہ ہی کی رضا کے واسطے ہو جاتے ہیں۔ نہ دنیا کا رسم و رواج قابلِ التفات رہتا ہے  
نہ لوگوں کی طعن و تشنیع قابلِ وقعت، حضرت سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ مشہور تابعی ہیں بڑے  
مُحَذِّثین میں شمار ہیں۔ ان کی خدمت میں ایک شخص عبداللہ بن ابی وُداعہ کثرت سے حاضر ہوا  
کرتے تھے۔ ایک مرتبہ چند روز حاضر نہ ہو سکے۔ کئی روز کے بعد جب حاضر ہوئے تو حضرت  
سَعِيدُ نے دریافت فرمایا کہاں تھے عرض کیا کہ میری بیوی کا انتقال ہو گیا ہے اس کی وجہ  
سے مشاغل میں پھنسا رہا۔ فرمایا ہم کو خبر نہ کی ہم سبھی جنازہ میں شریک ہوتے۔ تھوڑی دیر  
کے بعد میں اُنھ کو آنے لگا فرمایا دوسرا نکاح کر لیا میں نے عرض کیا حضرت مجھ سے کون نکاح  
کر دے گا دو تین آنے کی میری حیثیت ہے آپ نے فرمایا ہم کر دیں گے اور یہ کہہ کر خطبہ  
پڑھا اور اپنی بیٹی کا نکاح نہایت معمولی مہر آٹھ دس آنہ پر مجھ سے کر دیا اتنی مقدار مہر کی  
ان کے نزدیک جائز ہوگی جیسا کہ بعض امانول کا مذہب ہے حنفیہ کے نزدیک ڈھائی  
روپے سے کم جائز نہیں، نکاح کے بعد میں اُٹھا اور اللہ ہی کو معلوم ہے کہ مجھے کس قدر  
مُسْتَرْت تھی خوشی میں سوچ رہا تھا کہ رخصتی کے انتظام کے لئے کس سے قرض مانگوں کیا  
کروں، اسی فکر میں شام ہو گئی۔ میرا روزہ تھا۔ مغرب کے وقت روزہ افطار کیا نماز  
کے بعد گھر آیا۔ چراغ جلا یا، روٹی اور زیتون کا تیل موجود تھا اس کو کھانے لگا کہ کسی شخص نے  
دروازہ کھٹکھٹایا، میں نے پوچھا کون ہے؟ کہا سعید ہے میں سوچنے لگا کہ کون سعید ہے  
حضرت کی طرف میرا خیال بھی نہ گیا کہ چالیس برس سے اپنے گھر یا مسجد کے سوا کہیں آنا  
جانا تھا ہی نہیں۔ باہر آ کر دیکھا کہ سعید بن المسیب ہیں میں نے عرض کیا۔ آپ نے مجھے نہ  
بُلا لیا، فرمایا میرا ہی آنا مناسب تھا۔ میں نے عرض کیا کیا ارشاد ہے۔ فرمایا مجھے یہ خیال  
آیا کہ اب تمہارا نکاح ہو چکا ہے تنہا رات کو سونا مناسب نہیں اس لئے تمہاری بیوی  
کو لایا ہوں۔ یہ فرما کر اپنی لڑکی کو دروازہ کے اندر کر دیا اور دروازہ بند کر کے چلے گئے۔ وہ  
لڑکی شرم کی وجہ سے گر گئی۔ میں نے اندر سے کواڑ بند کئے اور وہ روٹی اور تیل جو چراغ کے



سامنے رکھتا تھا وہاں سے ہٹا دیا کہ اس کی نظر نہ پڑے اور مکان کی چھت پر چڑھ کر پڑوسیوں کو آواز دی۔ لوگ جمع ہو گئے تو میں نے کہا، کہ حضرت سعیدؓ نے اپنی لڑکی سے میرا نکاح کر دیا ہے اور اس وقت وہ اس کو خود ہی پہنچا گئے ہیں۔ سب کو بڑا تعجب ہوا۔ کہنے لگے واقعی وہ تنہا رہے گھر میں ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ اس کا چرچا ہوا۔ میری والدہ کو خبر ہوئی وہ بھی اسی وقت آگئیں اور کہنے لگیں اگر تین دن تک تو نے اس کو چھڑا تو تیرا منہ نہ دیکھوں گی۔ ہم تین دن میں اس کی تیاری کر لیں۔ تین دن کے بعد جب میں اس لڑکی سے ملا تو دیکھا نہایت خوبصورت قرآن شریف کی حافظہ اور سنت رسولؐ سے بھی بہت زیادہ واقف۔ شوہر کے حقوق سے بھی بہت زیادہ باخبر۔ ایک مہینہ تک نہ تو حضرت سعیدؓ میرے پاس آئے نہ میں ان کی خدمت میں گیا۔ ایک ماہ کے بعد میں حاضر ہوا تو وہاں جمع تھا میں سلام کر کے بیٹھ گیا۔ جب سب چلے گئے تو فرمایا اس آدمی کو کیا پایا۔ میں نے عرض کیا نہایت بہتر ہے کہ دوست دیکھ کر خوش ہوں، دشمن جلیں۔ فرمایا اگر کوئی بات ناگوار ہو تو لکڑی سے خبر لینا۔ میں واپس آگیا تو ایک آدمی کو بھیجا جو بیس ہزار درہم (تقریباً پانچ ہزار روپے) مجھے دے گیا۔ اس لڑکی کو عبد الملک بن مروان بادشاہ نے اپنے بیٹے ولید کے لئے جو ولی عہد بھی تھا مانگا تھا مگر حضرت سعیدؓ نے عذر کر دیا تھا جس کی وجہ سے عبد الملک ناراض بھی ہوا اور ایک جیلہ سے حضرت سعیدؓ کے تنو کوڑے سخت سردی میں لگواتے اور پانی کا گھڑا ان پر گروایا۔

(۱۵) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ

مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ

وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ كَتَبَتْ

لَهُ بِكُلِّ حَرْفٍ عَشْرُ حَسَنَاتٍ وَمَنْ

أَعَانَ عَلَى خُصُومَةٍ بَاطِلٍ لَعُزِّلَ

فِي سَخَطِ اللَّهِ حَتَّى يَنْزِعَ وَمَنْ

حَالَتْ شَفَاعَتُهُ دُونَ حَدِّ مَنْ

حَدَّ اللَّهُ فَقَدْ ضَادَّ اللَّهَ فِي

أَمْرِهِ وَمَنْ بَلَغَتْ مُؤْمِنًا أَوْ مُؤْمِنَةً

حُضُورًا قَدْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَارِثًا هِيَ

جَوْشَنُ سُبْحَانَ اللَّهِ الْحَمْدُ لِلَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا

اللَّهُ اللَّهُ أَكْبَرُ پڑھے ہر حرف کے بدلے

دس نیکیاں ملیں گی اور جو شخص کسی جھگڑے

میں ناحق کی حمایت کرتا ہے وہ اللہ کے

غصے میں رہتا ہے جب تک کہ اس سے

توبہ نہ کرے اور جو اللہ کی کسی سزا میں غارش

کرے (اور شرعی سزا کے ملنے میں عاجز ہو)

وہ اللہ کا مقابلہ کرتا ہے اور جو شخص کسی مؤمن

مرد یا عورت پر بہتان باندھے وہ قیامت

حَبَسَهُ اللَّهُ فِي رَدْعَةِ الْخَبَالِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يَخْرُجَ مِمَّا قَالُوا  
 کے دن رَدْعَةُ الْخَبَالِ میں قید کیا جائے گا یہاں تک کہ اس بہتان سے نکلے اور کس طرح اس سے نکل سکتا ہے۔

(رواہ الطبرانی فی الکبیر والوسط ورجا لهما رجال الصالحین کذا فی مجمع الزوائد)

قلت اخرجہ الودود بدون ذکر التبیح فیہ

**ف** : ناحق کی حمایت آج کل ہماری طبیعت بن گئی ہے۔ ایک چیز کو ہم سمجھتے ہیں کہ ہم غلطی پر ہیں مگر رشتہ داروں کی طرف داری ہے پارٹی کا سوال ہے۔ لاکھ اللہ کے غصہ میں داخل ہوں اللہ کی ناراضگی ہو اس کا عتاب ہو مگر کنبہ برادری کی بات کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہم اس ناحق کرنے والے کو ٹوک نہ سکیں اور سکوت کریں یہ بھی نہیں بلکہ ہر طرح سے اس کی حمایت کریں گے۔ اگر اس پر کوئی دوسرا مطالبہ کرنے والا کھڑا ہو تو اس کا مقابلہ کریں گے کسی دوست نے چوری کی بظلم کیا عیاشی کی اس کے حوصلے بلند کریں گے اس کی ہر طرح مدد کریں گے کیا یہی ہے ہمارے ایمان کا تقاضا۔ یہی ہے دین داری، اسی پر اسلام کے ساتھ ہم فخر کرتے ہیں یا اپنے اسلام کو دوسروں کی نگاہ میں بھی بدنام کرتے ہیں اور اللہ کے یہاں خود بھی ذلیل ہوتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص عصبیت پر کسی کو بلاتے یا عصبیت پر لڑے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ عصبیت سے یہ مراد ہے کہ ظلم پر اپنی قوم کی مدد کرے۔ رَدْعَةُ الْخَبَالِ وہ کچھ ہے جو جہنمی لوگوں کے لبو پیپ وغیرہ سے جمع ہو جاتے۔ کس قدر گندی اور اذیت دینے والی جگہ ہے جس میں ایسے لوگوں کو قید کر دیا جاتے گا جو مسلمانوں پر بہتان باندھتے ہوں۔ آج دنیا میں بہت سرسری معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کے متعلق جو چاہا مُنہ بھر کر کہہ دیا۔ کل جب زبان سے کہی ہوئی ہر بات کو ثابت کرنا پڑے گا اور ثبوت بھی وہی جو شرعاً معتبر ہو، دنیا کی طرح نہیں کہ چرب لسانی اور جھوٹی باتیں بلا کر دوسرے کو چپ کر دیا جائے اس وقت آنکھیں کھلیں گی ہم نے کیا کہا تھا اور کیا سکا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی بعض کلام زبان سے ایسا نکالتا ہے جس کی پرواہ بھی نہیں کرتا لیکن اس کی وجہ سے جہنم میں پھینک دیا جاتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ آدمی بعضی بات صرف اس وجہ سے کہتا ہے کہ لوگ ذرا ہنس پڑیں گے لیکن اس کی وجہ سے اتنی دور (جہنم میں) پھینک دیا جاتا ہے جتنی دور آسمان سے زمین ہے پھر ارشاد فرمایا کہ زبان کی لغزش پاؤں کی لغزش سے زیادہ سخت ہے۔

ایک حدیث میں ہے جو شخص کسی کو کسی گناہ سے عار دلا دے وہ خود مرنے سے پہلے اس گناہ میں مبتلا ہوتا ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ وہ گناہ مراد ہے جس سے گناہ گار توبہ کر چکا ہو حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر کہتے تھے کہ تیری بدولت ہم ہلاکتوں میں پڑتے ہیں ابن المنکدر مشہور محدثین میں ہیں اور تابعی ہیں انتقال کے وقت رونے لگے کسی نے پوچھا کیا بات ہے فرمانے لگے مجھے کوئی گناہ تو ایسا معلوم نہیں جو میں نے کیا ہو اس پر قماہوں کہ کوئی بات ایسی ہو گئی ہو جس کو میں نے سرسری سمجھا ہو اور وہ اللہ کے نزدیک سخت ہو۔

(۱۶) عَنْ أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ قَالَ

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ يَقُولُ بِإِخْرَجٍ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَقُومَ

مِنَ الْمَجْلِسِ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَ

بِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ

أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ فَقَالَ رَجُلٌ

يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّكَ لَتَقُولُ قَوْلًا مَا

كُنْتُ تَقُولُهُ فِيمَا مَضَى قَالَ

كَفَّارَةٌ لِمَا يَكُونُ فِي الْمَجْلِسِ.

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اخیر

زمانہ عمر شریف میں یہ تھا کہ جب مجلس

سے اٹھتے تو سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ

وَأَتُوبُ إِلَيْكَ پڑھا کرتے۔ کسی نے

عرض کیا کہ آج کل ایک دعا کا معمول

حضور کا ہے پہلے تو یہ معمول نہیں تھا۔

حضور نے ارشاد فرمایا کہ یہ مجلس کا کفارہ

ہے۔ دوسری روایت میں بھی یہ قصہ

مذکور ہے۔ اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ یہ کلمات مجلس

کا کفارہ ہیں حضرت جبریلؑ نے مجھے بتائے ہیں۔

(رفعہ ابن ابی شیبۃ والبوداؤد والنسائی والحاکم وابن مردویہ کذا فی الدرر فیہ ایضاً)

برایۃ ابن ابی شیبۃ عن ابی العالیہ بن یزیدۃ عَمَّنِیْہِمَا جَبْرِئِلُ

ف: حضرت عائشہؓ سے بھی نقل کیا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی

مجلس سے اٹھتے تو سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبِّیْ وَبِحَمْدِكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ

إِلَيْكَ پڑھتے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ اس دعا کو بڑی کثرت سے پڑھتے ہیں ارشاد فرمایا

کہ جو شخص مجلس کے ختم پر اس کو پڑھ لیا کرے تو اس مجلس میں جو لغزشیں اُس سے ہوئی ہوں

وہ سب معاف ہو جائیں گی۔ مجالس میں عموماً فضول باتیں بیکار تذکرے ہو ہی جاتے ہیں

کتنی مختصر دعا ہے اگر کوئی شخص ان دعاؤں میں سے کوئی سی ایک دعا پڑھ لے تو مجلس



کے وبال سے خلاصی پاسکتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ نے کیسی کیسی سہولتیں مرحمت فرمائی ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرتے ہیں یعنی سُبْحَانَ اللَّهِ الْحَمْدُ لِلَّهِ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھتے ہیں تو یہ کلمات عرش کے چاروں طرف گشت لگاتے ہیں کہ ان کے لئے بلی سی آواز (بھنبھناہٹ) ہوتی ہے اور اپنے پڑھنے والے کا تذکرہ کرتے ہیں کیا تم یہ نہیں

(۱۴) عَنْ الثَّعَالِ بْنِ بِشِيرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ مِنْ جَلَالِ اللَّهِ مِنْ تَسْبِيحِهِ وَتَحْمِيدِهِ وَتَكْبِيرِهِ وَتَهْلِيلِهِ يَتَعَاطَفَنَ حَوْلَ الْعَرْشِ لَقَدْ دَوَّجِي كَدَوَّجِي النَّخْلِ يَذْكُرُونَ بِصَاحِبِهِ لَا يُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ لَا يَزَالَ لَهُ عِنْدَ اللَّهِ شَيْءٌ يَذْكُرُ بِهِ.

چاہتے کہ کوئی تمہارا تذکرہ کرنے والا اللہ کے پاس موجود ہو جو تمہارا ذکر خیر کرتا رہے۔

رواہ احمد والحاکم وقال صحیح الاسناد قال الذہبی موصی بن سالم قال ابوحاتم مشکو الحدیث ولفظ الحاکم کدو جی النخل یقلن یصاحبہن واخرجه یسند اخر وصححه علی شرط مسلم وافرہ علیہ الذہبی وفیہ کدو جی النخل یذکر ن ب ص ا ح ی ہ ف : جو لوگ حکام رس ہیں، کرسی نشین کہلاتے ہیں کوئی ان سے پوچھے کہ بادشاہ نہیں وزیر نہیں، وائسرائے کو بھی چھوڑ دیجئے، کسی گورنر کے یہاں ان کی تعریف ہو جائے ان کا ذکر خیر آجاتے پھولے نہیں سماتے، دماغ آسمان پر پہنچ جاتا ہے حالانکہ اس تذکرہ سے نہ تو دین کا نفع نہ دنیا کا۔ دین کا نفع نہ ہونا تو ظاہر اور کھلا ہوا ہے اور دنیا کا نفع نہ ہونا اس وجہ سے کہ شاید جتنا نفع اس قسم کے تذکروں سے ہوتا ہو اس سے زیادہ نقصان اس نوع کے مرتبے اور تذکرے حاصل کرنے میں پہنچ جاتا ہے۔ جائدادیں فروخت کر کے سودی قرض لے کر ایسے مرتبے حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، مفت کی عداوتیں مول لی جاتی ہیں اور ہر قسم کی ذلتیں برداشت کی جاتی ہیں۔ ایکشنوں کے منظر سب کے سامنے ہیں کہ کیا کیا کرنا پڑتا ہے اس کے بالمقابل اللہ جل جلالہ کے عرش پر تذکرہ، مالک الملک کے حضور میں تذکرہ اس پاک ذات کے یہاں تذکرہ جس کے قبضہ میں دین و دنیا اور سارے جہانوں کی ہر چیز ہے اس قدرت والے کے یہاں تذکرہ جس کے قبضہ میں بادشاہوں کے دل ہیں۔ حاکموں کے اقتدار اس کے اختیار میں ہیں۔ نفع اور نقصان کا واحد مالک وہی ہے۔ سارے جہان کے تمام

آدمی، حاکم و محکوم، بادشاہ و رعایا کسی کو نقصان پہنچانا چاہیں اور وہ مالک الملک نہ چاہے تو کوئی ہال بیکا نہیں کر سکتا۔ ساری مخلوق کسی کو نفع پہنچانا چاہے اور اس کی رضا نہ ہو تو ایک قطرہ پانی کا نہیں پلا سکتی۔ ایسی پاک ذات کے یہاں اپنا ذکر خیر ہو، کوئی دولت دنیا کی اس کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ کوئی عزت دنیا کی خواہ کتنی ہی بڑی ہو جائے اس کی برابری کر سکتی ہے نہیں۔ مگر نہیں اور اس کے مقابلہ میں دنیا کی کسی عزت کو اگر موقع سمجھا جائے تو کیا اپنے اوپر ظلم نہیں۔

(۱۸) عَنْ يُسَيْرَةَ وَكَانَتْ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ قَالَتْ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيُكُمْ بِالتَّسْبِيحِ وَالتَّهْلِيلِ وَالتَّقْدِيسِ وَاعْقِدُوا بِالْأَنَامِلِ فَإِنَّهُنَّ مَسْئَلَاتٌ مُسْتَطَفَاةٌ وَلَا تَقْلُنَّ فَتَنْسِينَ الرَّحْمَةَ.

حضرت یسیرہ جو ہجرت کرنے والی صحابیات میں سے ہیں فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے اوپر تسبیح (سُبْحَانَ اللَّهِ كَهْنًا) اور تہلیل (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ) پڑھنا، اور تقدیس (اللہ کی پاکی بیان کرنا) مثلاً سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ پڑھنا، یا سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلِئِكَةِ وَالرُّوحِ کہنا لازم کر لو اور انگلیوں پر گنا کروا سلتے کہ انگلیوں سے قیامت میں سوال کیا جائے گا (اور ان سے جواب طلب کیا جائے گا کہ کیا عمل کئے اور جواب میں) گویائی دی جائے گی اور اللہ کے ذکر سے غفلت نہ کرنا (اگر آپ گرو گئی تو اللہ کی رحمت سے محروم کر دی جاوے گی)۔

(رواہ الترمذی و ابوداؤد کذا فی مشکوٰۃ و فی المنہل اخرجہ ایضاً احمد و الحاکم اہ و قال الذہبی فی تلخیصہ صحیح و کذا رقمہ بالصحیحۃ فی الجامع الصغیر و بسط صاحب الانتحاف فی تخریجہ و قال عبد اللہ بن عمرو رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْقِدُ التَّسْبِيحَ رَوَاهُ ابوداؤد والنسائی و الترمذی و حنہ و الحاکم کذا فی الانتحاف و بسط فی تخریجہ ثم قال قال الحافظ معنی العقد المذکور فی الحدیث احصاء العدد و هو اصطلاح العرب بوضع بعض الانامل علی بعض عقد انملة اخرى فالاحاد والعشرات بالمئیین والمئون والالاف بالیسار اہ)

ف: قیامت میں آدمی کے بدن سے، اس کے ہاتھ پاؤں سے بھی سوال ہوگا کہ ہر ہر حصہ بدن نے کیا کیا نیک کام کئے اور کیا کیا ناجائز اور بُرے کام کئے۔ قرآن پاک میں مُتَعَدِّ وَجْہٌ

اس کا ذکر ہے ایک جگہ ارشاد ہے یَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَلْجُفُؤُهُمْ (سورہ نور رکوع ۳) جس روز ان کے خلاف گواہی دیں گی ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور پائے ان کاموں کی (یعنی گناہوں کی) جن کو یہ کرتے تھے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے وَیَوْمَ يُخَسِّسُ اللَّهُ آتِیَ الْفَلَاحِ لَا یَاتِیْہِ (سورہ حم سجدہ رکوع ۳) اس جگہ کئی آیتوں میں اس کا ذکر ہے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ جس دن (حشر میں) اللہ کے دشمن جہنم کی طرف جمع کئے جائیں گے پھر ان کو ایک جگہ روک دیا جاوے گا پھر سب کے سب اس جہنم کے قریب آجائیں گے تو ان کے کان، ان کی آنکھیں، ان کی کھالیں ان پر گواہیاں دیں گے (اور بتائیں گی کہ ہمارے ذریعہ سے اس شخص نے کیا کیا گناہ کئے) اس وقت وہ لوگ (تعجب سے) ان سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی (ہم تو دنیا میں تمہاری ہی لذت اور راحت کے واسطے گناہ کرتے تھے) وہ جواب دیں گے کہ ہم کو اس پاک اللہ نے گویائی عطا کی جس نے سب چیزوں کو گویائی عطا فرمائی اسی نے تم کو بھی اول پیدا کیا تھا اور اسی کے پاس اب تم ٹوٹاتے گئے ہو۔ احادیث میں اس گواہی کے متعدد واقعات ذکر کئے گئے ہیں۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ قیامت کے دن کافر باوجودیکہ اپنی بد اعمالیوں کو جانتا ہو گا پھر بھی انکار کرے گا کہ میں نے گناہ نہیں کئے اس سے کہا جائے گا کہ یہ تیرے پڑوسی تجھ پر گواہی دیتے ہیں وہ کہے گا کہ یہ لوگ دشمنی سے جھوٹ بولتے ہیں، پھر کہا جائے گا کہ تیرے عزیز واقارب گواہی دیتے ہیں وہ ان کو بھی جھٹلاتے گا تو اس کے اعضاء کو گواہ بنایا جائے گا ایک حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے ران گواہی دے گی کہ کیا کیا بد اعمالیاں اس سے کرائی گئی تھیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ پل صراط سے آخری گذرنے والا اس طرح گرتا پڑتا گذرے گا جیسے کہ بچہ جب اس کو باپ مار رہا ہو کہ وہ کبھی ادھر گرتا ہے کبھی اُدھر فرشتے اس سے کہیں گے کہ اچھا اگر تو سیدھا چل کر پل صراط سے گذر جاتے تو اپنے سب اعمال بتا دے گا وہ اس کا وعدہ کرے گا کہ میں سچ سچ سب بتا دوں گا اور اللہ کی عزت کی قسم کھا کر کہے گا کہ کچھ نہیں چھپاؤں گا۔ وہ کہیں گے کہ اچھا سیدھا کھڑا ہو جا اور چل، وہ سہولت سے پل صراط پر گذر جائے گا اور پار ہو جانے کے بعد اس سے پوچھا جائے گا کہ اچھا اب بتا۔ وہ سوچے گا کہ آخر میں نے اقرار کر لیا تو ایسا نہ ہو کہ مجھ کو واپس کر دیا جائے۔ اس لئے صاف انکار کر دے گا کہ میں نے کوئی بُرا عمل نہیں کیا فرشتے کہیں گے کہ اچھا اگر ہم نے گواہ پیش کر دیئے تو وہ ادھر ادھر دیکھے گا کہ کوئی آدمی اس پاس نہیں اس کو خیال



ہو گا کہ اب گواہ کہاں سے آئیں گے سب اپنے اپنے ٹھکانے پہنچ گئے ہیں اس لئے کہے گا کہ  
 اچھا لاؤ گواہ، تو اس کے اعضاء کو حکم کیا جائے گا اور وہ کہنا شروع کریں گے تو مجبوراً اس کو  
 اقرار کرنا پڑے گا اور کہے گا کہ بے شک اس بھی اور بھی بہت سے مہلک گناہ بیان کرنا باقی  
 ہیں تو ارشاد ہو گا کہ اچھا ہم نے مغفرت کر دی غرض ان وجوہ سے ضرورت ہے کہ آدمی کے  
 اعضاء سے نیک کام بھی بکثرت ہوں تاکہ گواہ دونوں قسم کے مل سکیں اسی لئے حضور اقدس  
 صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس حدیث بالا میں انگلیوں پر شمار کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے  
 دوسری احادیث میں مسجد میں کثرت سے آنے جانے کا حکم ہے کہ نشانات قدم بھی گواہی دیں  
 گے اور ان کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ کس قدر خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کے لئے برائی کا گواہ  
 کوئی بھی نہ ہو کہ گناہ کتے ہی نہیں یا تو بہ وغیرہ سے معاف ہو گئے اور بھلائی اور نیکی کے گواہ  
 سینکڑوں ہزاروں ہوں جس کی سہل ترین صورت یہ ہے کہ جب کوئی گناہ صادر ہو جائے فوراً  
 تو بہ سے اس کو بچھو کر ڈالیں کہ پھر وہ کالعدم ہو جاتے ہیں جیسا کہ باب دوم فصل سوم حدیث  
 نمبر ۳۲ کے تحت گذر چکا ہے اور نیکیاں اعمال ناموں میں باقی رہیں جس کے گواہ بھی موجود  
 ہوں اور جن جن اعضاء سے یہ نیک اعمال کتے ہیں وہ سب گواہی دیں۔ متعدد احادیث  
 میں خود نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا انگلیوں پر گنا مختلف الفاظ سے نقل کیا گیا ہے۔ حضرت  
 عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم (انگلیوں پر) تسبیح گنتے تھے۔ اس  
 کے بعد حدیث بالا میں اللہ کے ذکر سے غفلت پر رحمت الہیہ سے محروم کئے جانے کی وعید  
 ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے محروم رہتے ہیں وہ اللہ کی رحمت  
 سے بھی محروم رہتے ہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ تم مجھے یاد کرو میں (رحمت کے ساتھ)  
 تمہارا ذکر کروں گا۔ حق تعالیٰ شانہ نے اپنی یاد کو بندہ کی یاد پر مرتب فرمایا۔ قرآن پاک میں ارشاد  
 ہے وَمَنْ يَنْسَ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نَقِيصٌ لِّهٖ سَيِّطَانًا فَمِنْهُ لَقَوْلُہٗ قُرْآنٌ وَّ اِنْهُمْ لَيَصُدُّوْنَہُمْ  
 عَنِ النَّبِیْلِ وَ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّقْتَدُوْنَ (سورہ زخرف رکوع ۴) اور جو شخص اللہ کے ذکر  
 سے (غواہ کسی قسم کا ہو قرآن پاک ہو یا کسی اور قسم کا جان بوجھ کر) اندھا بن جلتے ہم اس پر  
 ایک شیطان کو مسلط کر دیتے ہیں۔ پس وہ شیطان ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے اور وہ  
 شیطان اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر سب کے سب اُن لوگوں کو (جو اللہ کے ذکر سے اندھے  
 بن گئے ہیں سیدھے) راستہ سے ہٹاتے رہتے ہیں اور یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ ہم ہدایت

پر ہیں۔

حدیث میں ہے کہ ہر شخص کے ساتھ ایک شیطان مُقَرَّر ہے۔ کافر کے ساتھ تو وہ ہر وقت شریکِ حال رہتا ہے۔ کھانے میں بھی پینے میں بھی سونے میں بھی لیکن مومن سے ذرا دور رہتا ہے اور ہر وقت منتظر رہتا ہے جب اس کو ذرا غافل پاتا ہے فوراً اس پر حملہ کر دیتا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ** (آخر السورۃ (سورۃ منافقون رکوع ۲) اے ایمان والو تم کو تمہارے مال اور اولاد (اور اسی طرح دوسری چیزیں) اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں اور جو لوگ ایسا کریں گے وہی خسارہ والے ہیں اور ہم نے جو کچھ (مال و دولت) عطا کر رکھا ہے اُس میں سے (اللہ کے راستہ میں) اس سے پہلے پہلے خرچ کر لو کہ تم میں سے کسی کی موت آجائے اور پھر (حسرت و افسوس سے) کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار مجھے کچھ دنوں اور مہلت کیوں نہ دی تاکہ میں خیرات کر لیتا اور نیک بندوں میں شامل ہو جاتا اور اللہ جلّ جلالہ کسی شخص کو بھی موت کا وقت آجانے کے بعد مہلت نہیں دیتے اور اللہ کو تمہارے سارے اعمال کی پوری پوری خبر ہے (جیسا کہ گے) **بَعْدَ يَوْمٍ** (ایسا ہی پاؤ گے) اللہ جلّ شأنہ کے ایسے بھی بندے ہیں جن کو کسی وقت بھی غفلت نہیں ہوتی۔ حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک جگہ دیکھا کہ ایک مجنون شخص ہے لڑکے اس کے ڈھیلے مار رہے ہیں۔ میں نے ان کو دھمکایا۔ وہ لڑکے کہنے لگے کہ یہ شخص یوں کہتا ہے کہ میں خدا کو دیکھتا ہوں۔ میں اس کے قریب گیا تو وہ کچھ کہہ رہا تھا۔ میں نے غور سے سنا تو وہ کہہ رہا تھا کہ تو نے بہت ہی اچھا کیا کہ ان لڑکوں کو مجھ پر مسلط کر دیا۔ میں نے کہا کہ یہ لڑکے تجھ پر ایک تہمت لگاتے ہیں کہنے لگا کیا کہتے ہیں۔ میں نے کہا یہ کہتے ہیں کہ تم خدا کو دیکھنے کے مدّعی ہو۔ یہ سن کر اُس نے ایک شیخ ماری اور یہ کہا شبلیؒ اس ذات کی قسم جس نے اپنی محبت میں مجھ کو شکستہ حال بنا رکھا ہے اور اپنے قرب و بعد میں مجھ کو بھٹکا رکھا ہے اگر تھوڑی دیر بھی وہ مجھ سے غائب ہو جائے (یعنی حضوری حاصل نہ رہے) تو میں دردِ فراق سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاؤں یہ کہہ کر وہ مجھ سے منہ موڑ کر یہ شعر پڑھتا ہوا بھاگ گیا۔

وَمَثَلًا فِي قَلْبِي فَأَيُّ تَغْيِبُ

خَيَالِكَ فِي عَيْنِي وَذِكْرُكَ فِي فِئِي

تیری صورت میری نگاہ میں جمی رہتی ہے اور تیرا ذکر میری زبان پر ہر وقت رہتا ہے۔ تیرا ٹھکانا میرا دل ہے پس تو کہاں غائب ہو سکتا ہے۔



حضرت جُنُودِ بَغْدَادِی کا جب انتقال ہونے لگا تو کسی نے کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَلَقُّن کیا فرماتے لگے میں تمہی وقت بھی اس کو نہیں بھولا (یعنی یاد تو اس کو دلاؤ جس کو کسی وقت بھی غفلت ہوئی ہو) حضرت مُشَادِ دِیْنَوَرِی مشہور بزرگ ہیں جس وقت ان کا انتقال ہونے لگا تو کسی پاس بیٹھنے والے نے دعا کی حق تعالیٰ شانہ آپ کو (جنت کی) فَلَلْ فَلَلْ دولت عطا فرماتیں تو ہنس پڑے۔ فرمانے لگے مائیں برس سے جنت اپنے سارے ساز و سامان کے ساتھ میرے سامنے ظاہر ہوتی رہی ہے ایک دفعہ بھی تو (اللہ جلّ شانہ کی طرف سے توجہ ہٹا کر) ادھر توجہ نہیں کی۔ حضرت رُویم کو انتقال کے وقت کسی نے کلمہ تَلَقُّن کیا تو فرمانے لگے میں اس کے غیر کو اچھی طرح جانتا ہی نہیں۔ احمد بن حنبلؒ نے انتقال کا وقت تھا کسی شخص نے کوئی بات پوچھی، آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ کہنے لگے بچا نوٹیں برس سے ایک دروازہ کھٹکھٹا رہا ہوں وہ اس وقت کھلنے والا ہے، مجھے معلوم نہیں کہ وہ سعادت کے ساتھ کھلتا ہے یا بد بختی کے ساتھ، مجھے اس وقت بات کی فرصت کہاں۔

(۱۹) وَعَنْ جُوَيْرِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا سَلَتْ خَرَجَ مِنْ عِنْدَهَا بِكُرَّةٍ حَيْنَ صَلَاتِ الصُّبْحِ وَهِيَ فِي مَسْجِدِهَا ثُمَّ رَجَعَتْ بَعْدَ أَنْ أَضْحَى وَهِيَ جَالِسَةٌ قَالَتْ مَا زِلْتُ عَلَى الْحَالِ الَّتِي فَارَقْتُكِ عَلَيْهَا قَالَتْ نَعَمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَ أَنْ أَرْتَعَ كَلِمَاتٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ لَوْ ذُنْتُ بِمَا قُلْتُ مِنْذُ الْيَوْمِ لَوَزَنْتُهُنَّ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقِهِ وَرِضًا نَفْسِهِ وَزِنَةَ عَرْشِهِ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ۔

اُمُّ الْمُؤْمِنِينَ حضرت جُوَيْرِيَّة فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے وقت اُن کے پاس سے نماز کے لئے تشریف لے گئے اور یہ اپنے مصلے پر بیٹھی ہوئی (صبح میں مشغول تھیں) حضور چاشت کی نماز کے بعد (دوپہر کے قریب) تشریف لائے تو یہ اسی حال میں بیٹھی ہوئی تھیں حضور نے دریافت فرمایا تم اسی حال پر ہو جس پر میں نے چھوڑا تھا عرض کیا جی ہاں! حضور نے فرمایا میں نے تم سے (جدا ہونے کے) بعد چار کلمے تین مرتبہ پڑھے اگر ان کو اس سب کے مقابلہ میں تو لا جاتے جو تم نے صبح سے پڑھا ہے تو وہ

غالب ہو جائیں وہ کلمے یہ ہیں سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقِهِ وَرِضًا نَفْسِهِ



وَزِينَةُ عَرْشِهِ وَمِعَادَ كَلِمَاتِهِ (اللہ کی تسبیح کرتا ہوں اور اس کی تعریف کرتا ہوں)  
بقدر اس کی مخلوقات کے عدو کے اور بقدر اس کی مرضی اور خوشنودی کے اور بقدر  
وزن اس کے عرش کے اور اس کے کلمات کی مقدار کے موافق۔

(رواہ مسلم کذا فی الشکوۃ قال القاری وکذا اصحاب السنن الاربعۃ و فی الباب  
عن صفیۃ قالت دخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبین یدی اربعۃ الاف  
نواة اسلج بلعن الحدیث اخرجہ الحاکم وقال الذہبی صحیح)

دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت سعد  
محضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ  
ایک صحابی عورت کے پاس تشریف  
لے گئے اُن کے سامنے کھجور کی گٹھلیاں  
یا کنکریاں رکھی ہوئی تھیں جن پر وہ بیچ  
پڑھ رہی تھیں محصور نے فرمایا میں تجھے  
ایسی چیز بتاؤں جو اس سے سہل ہو یعنی  
کنکریوں پر گنتے سے سہل ہو یا یہ ارشاد  
فرمایا کہ اُس سے افضل ہو سُبْحَانَ  
اللہ عَدَدَ مَا خَلَقَ اَخیر تک اللہ کی  
تعریف کرتی ہوں بقدر اس مخلوق کے  
جو آسمان میں پیدا کی اور بقدر اس مخلوق  
کے جو زمین میں پیدا کی اور بقدر اس مخلوق  
کے جو ان دونوں کے درمیان ہے یعنی آسمان زمین

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ ابْنِ وَقَامٍ أَنَّهُ دَخَلَ  
مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
عَلَى امْرَأَةٍ وَبَيْنَ يَدَيْهَا تَوْمِي  
أَوْ حَصَى تَسْتَمُّ بِهِ فَقَالَ لَا أُخْبِرُكَ  
بِمَا هُوَ أَيْسَرُ عَلَيْكَ مِنْ هَذَا  
أَوْ أَفْضَلُ سُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ مَا  
خَلَقَ فِي السَّمَاءِ وَسُبْحَانَ اللَّهِ  
عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي الْأَرْضِ وَسُبْحَانَ  
اللَّهِ عَدَدَ مَا بَيْنَ ذَلِكَ وَسُبْحَانَ  
اللَّهِ عَدَدَ مَا هُوَ خَالِقٌ وَاللَّهُ  
أَكْبَرُ مِثْلَ ذَلِكَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ  
مِثْلَ ذَلِكَ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مِثْلَ  
ذَلِكَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ  
مِثْلَ ذَلِكَ۔

کے درمیان ہے اور اللہ کی پاکی بیان کرتی ہوں بقدر اس کے جس کو وہ پیدا کرنے والا ہے اور اس سب  
کے برابر اللہ اکبر اور اس کے برابر ہی الْحَمْدُ لِلَّهِ اور اسی کے مانند لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔  
(رواہ البوداؤد والترمذی وقال الترمذی حدیث غریب کذا فی الشکوۃ قال القاری  
و فی نسخة حسن غریب اھ و فی المنہل اخرجہ ایضا النسائی وابن ماجہ وابن حبان  
والحاکم والترمذی وقال حسن غریب من هذا الوجه اھ قلت وصححه الذہبی)



ف: ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ ان کیفیات کے ساتھ تسبیح کے افضل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان الفاظ کے ذکر کرنے سے ان کیفیات اور صفات کی طرف ذہن متوجہ ہو گا اور یہ ظاہر ہے کہ جتنا بھی تدبیر اور غور و فکر زیادہ ہو گا اتنا ہی ذکر افضل ہو گا اس لئے قرآن پاک جو تدبیر سے پڑھا جاتے وہ تھوڑا سا بھی اُس تلاوت سے بہت زیادہ افضل ہے جو بلا تدبیر کے ہو اور بعض علماء نے کہا ہے کہ افضلیت اس حیثیت سے ہے کہ اس میں اللہ جلّ کی حمد و ثنا کے شمار سے عجز کا اظہار ہے جو کمال ہے عنایت کا۔ اسی وجہ سے بعض صوفیہ سے نقل کیا گیا ہے وہ کہتے ہیں کہ گناہ تو بلا حساب اور بشمار کرتے ہو اور اللہ کے پاک نام کو شمار سے اور گن کر کہتے ہو۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ شمار نہ کرنا چاہیے اگر ایسا ہو تا تو پھر احادیث میں کثرت سے خاص خاص اوقات میں شمار کیوں بتائی جاتی حالانکہ بہت سی احادیث میں خاص خاص مقداروں پر خاص خاص وعدے فرماتے گئے ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف شمار پر قناعت نہ کرنا چاہیے بلکہ جو اور اد مخصوص اوقات میں مستغنیٰ ہیں ان کو پورا کرنے کے علاوہ خالی اوقات میں بھی جتنا ممکن ہو بے شمار اللہ کے ذکر میں مشغول رہنا چاہیے کہ یہ ایسی بڑی دولت ہے جو شمار کی پابندیوں اور اس کے حدود سے بالاتر ہے ان احادیث سے تسبیح مستعارف یعنی دھاگہ میں پروتے ہوئے دانوں کا جواز ثابت ہوتا ہے بعض لوگوں نے اس کو بدعت کہہ دیا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے جب اس کی اصل ثابت ہے حضورؐ نے کنکریوں اور گھلیوں پر گنتے ہوئے دیکھا اور اس پر انکار نہیں فرمایا تو پھر اصل ثابت ہو گئی دھاگہ میں پرو دینے میں اور نہ پرو نے میں کوئی فرق نہیں۔ اسی وجہ سے جملہ مشائخ اور فقہاء اس کا استعمال فرماتے رہے ہیں۔ مولانا عبدالحی صاحب نے ایک تفل رسالہ "نزہۃ الفکر" اس بارے میں تصنیف فرمایا ہے ملا علی قاریؒ کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح دلیل ہے تسبیح مستعارف کے جواز کی، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے ان گھلیوں یا کنکریوں پر گنتے ہوئے دیکھا اور اس پر انکار نہیں فرمایا جو شرعی دلیل ہے اور کھلے ہوئے دانے یا پروتے ہوئے میں کوئی فرق نہیں ہے اس لئے جو لوگ اس کو بدعت کہتے ہیں ان کا قول قابل اعتماد نہیں ہے فرماتے ہیں کہ صوفیہ کی اصطلاح میں اس کو شیطان کا کوڑا کہا جاتا ہے۔ حضرت جنید بغدادیؒ کے ہاتھ میں کسی نے ایسے وقت میں بھی تسبیح دیکھی جب وہ منتہائے کمال پر پہنچ چکے تھے تو ان سے اس بارہ میں سوال کیا۔ فرمایا جس چیز کے ذریعہ سے ہم اللہ تک پہنچے ہیں اس کو کیسے چھوڑ دیں بہت

سے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ ان کے پاس کھجور کی گٹھلیاں یا کنکر یاں رہتی تھیں اور وہ ان پر گن کر تسبیح پڑھا کرتے تھے چنانچہ حضرت ابو صفیہ صحابیؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ کنکریوں پر گنا کرتے تھے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے گٹھلیاں اور کنکر یاں دونوں نقل کی گئی ہیں۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے بھی کنکریوں پر پڑھنا نقل کیا گیا ہے۔ مرقاۃ میں لکھا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس ایک دھاگہ رہتا تھا جس میں گڑھیں لگی ہوتی تھیں ان پر شمار فرمایا کرتے تھے، اور ابو داؤد میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس ایک تھیلی تھی جس میں کھجور کی گٹھلیاں یا کنکر یاں بھری رہتی۔ ان پر تسبیح پڑھا کرتے اور جب وہ تھیلی خالی ہو جاتی تو ایک باندی تھی جو ان سب کو پھر اس میں بھر دیتی اور حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس رکھ دیتی۔ خالی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ تھیلی میں سے نکالتے رہتے اور باہر ڈالتے رہتے تھے اور جب وہ خالی ہو جاتی تو سائے دانے سمیٹ کر وہ باندی پھر اس تھیلی میں بھر دیتی۔ حضرت ابو ذرؓ سے بھی یہ نقل کیا گیا ہے کہ ان کے پاس ایک تھیلی میں عجوہ کھجور کی گٹھلیاں جمع رہتیں صبح کی نماز پڑھ کر اس تھیلی کو لے کر بیٹھتے اور جب تک وہ خالی ہوتی بیٹھے پڑھتے رہتے۔ حضرت ابو صفیہؓ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے ان کے سامنے ایک چمڑا بچھا رہتا اس پر کنکر یاں پڑی رہتیں اور صبح سے زوال کے وقت تک ان کو پڑھتے رہتے جب زوال کا وقت ہوتا تو وہ چمڑا اٹھالیا جاتا۔ وہ اپنی ضروریات میں مشغول ہو جاتے۔ ظہر کی نماز کے بعد پھر وہ بچھا دیا جاتا اور شام تک ان کو پڑھتے رہتے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کے پوتے نقل کرتے ہیں کہ دادے آبا کے پاس ایک دھاگہ تھا جس میں دو ہزار گڑھیں لگی ہوتی تھیں اس وقت تک نہیں سوتے تھے جب تک ایک مرتبہ ان پر تسبیح نہ پڑھ لیتے۔ حضرت امام حسینؑ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؑ سے بھی یہ نقل کیا گیا ہے کہ ان کے پاس ایک دھاگہ تھا جس میں گڑھیں لگی ہوتی تھیں ان پر تسبیح پڑھا کرتی تھیں۔ صوفیہ کی اصطلاح میں تسبیح کا نام مذکرہ (یاد دلانے والی) بھی ہے اس وجہ سے کہ جب یہ ہاتھ میں ہوتی ہے تو خواہ مخواہ پڑھنے کو جی چاہتا ہی ہے اس لئے گویا اللہ کے نام کو یاد دلانے والی ہے۔ اس بارہ میں ایک حدیث بھی نقل کی جاتی ہے جو حضرت علیؑ سے نقل کی گئی ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تسبیح کیا ہی اچھی مذکرہ یعنی یاد دلانے والی چیز ہے۔ اس باب میں ایک سلسل حدیث مولانا عبدالحی صاحب نے نقل فرمائی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مولانا سے لے کر اوپر تک ہر استاد نے اپنے شاگرد کو ایک تسبیح عطا فرمائی اور اس کے پڑھنے کی اجازت بھی دی۔ اخیر میں حضرت عین الدی کے شاگرد



ہم سلسلہ پہنچتا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے اُستاد حضرت جُنیدؒ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تو میں نے ان سے کہا کہ آپ اس علوٰی مرتبہ پر بھی تسبیح ہاتھ میں رکھتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے اُستاد سُرّی سَقَطیؒ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تو اُن سے یہی سوال کیا تھا جو تم نے کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے بھی اپنے اُستاد حضرت معروفؒ کُرخیؒ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تھی تو یہی سوال کیا تھا۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ میں نے اپنے اُستاد حضرت بشرؒ حافیؒ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تو یہی سوال کیا تھا۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ میں نے اپنے اُستاد حضرت عمرؒ مکیؒ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تھی تو یہی سوال کیا تھا۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ میں نے اپنے اُستاد حضرت حسنؒ بصریؒ (جو سائے مشابیحِ چشتیہ کے سرگروہ ہیں) کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تھی تو عرض کیا تھا کہ آپ کی اس نعمت شان اور علوٰی مرتبہ کے باوجود بھی اب تک تسبیح آپ کے ہاتھ میں ہے تو انہوں نے فرمایا تھا کہ ہم نے تصوف کی ابتداء میں اس سے کام لیا تھا اور اس کے ذریعہ سے ترقی حاصل کی تھی تو گوارا نہیں کہ اب آخر میں اس کو چھوڑ دیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنے دل سے زبان سے ہاتھ سے ہر طرح اللہ کا ذکر کروں مُختاراً نہ حیثیت ہے ان میں کلام بھی کیا گیا ہے۔

حضرت علیؑ نے اپنے ایک شاگرد سے فرمایا کہ میں تمہیں اپنا اور اپنی بیوی فاطمہؑ کا جو حضورؐ کی صاحبزادی اور سب گھروالوں میں زیادہ لاڈلی تھیں قصہ نہ سناؤں؟ انہوں نے عرض کیا ضرور سنائیں۔ فرمایا کہ وہ خود چلی پستی تھیں جس سے ہاتھوں میں گتے پڑ گئے تھے اور خود ہی مشک بھر کر لاتی تھیں جس سے سینہ پر رستی کے نشان پڑ گئے تھے خود ہی بھاڑ دیتی تھیں جس کی وجہ سے کپڑے میلے رہتے تھے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ لونڈی غلام آتے ہیں حضرت فاطمہؑ سے کہا کہ تم اگر اپنے والدِ حبیب

(۲۰) عَنْ ابْنِ عَبَّادٍ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ اَلَا اُحَدِّثُكَ عَنِّي وَ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وَ كَانَتْ مِنْ اَحَبِّ اَهْلِہِ اِلَیْہِ قُلْتُ بَلٰی قَالَ اِنَّهَا جَرَتْ بِالرَّحْلِ حَتّٰی اَثَرُ فِیْہَا وَ اسْتَقَّتْ بِالْقُرْبَةِ حَتّٰی اَثَرُ فِیْ نَحْوِہَا وَ كُنْتُ الْبَيْتَ حَتّٰی اِغْبَرْتُ ثِیَابُہَا فَاتَى النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّم خَدَمٌ فَقُلْتُ لَوْ اَتَيْتُ اَبَاكَ فَسَأَلْتِہِ خَادِمًا فَاسْتَشَفْتُہُ فَوَجَدَتْ عِنْدَہُ حِدَاثًا فَارْجَعْتُ فَاَنَا مَا مِنَ الْغَدْرِ فَقَالَ مَا كَانَ حَاجَتُكَ فَسَكَمْتُ فَقُلْتُ اَنَا اُحَدِّثُكَ

يَا رَسُولَ اللَّهِ جَرَتْ يَالْتَرَحَى حَتَّى أَثَرْتُ  
فِي يَدِهَا وَحَمَلْتُ بِالْقُرْبَةِ حَتَّى أَثَرْتُ  
فِي نَحْرِهَا فَلَمَّا أَنْ جَاءَكَ الْخَدَمُ  
أَمَرْتَهَا أَنْ تَأْتِيكَ فَتَسْتَحْدِمَكَ خَادِمًا  
يَقِيْمُهَا حَرَمًا هِيَ فِيهِ قَالَ إِنَّكَ اللَّهُ  
يَا فَاطِمَةُ وَادْعِي فَرِيضَةَ رَبِّكِ وَأَعْلِي  
عَمَلِ أَهْلِكَ فَإِذَا أَخَذْتَ مَضْجَعَكَ  
فَسَاجِدِي ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَاحْمَدِي ثَلَاثًا  
وَثَلَاثِينَ وَكَبِّرِي أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ  
فَمَلَكَ مِائَةً فَهِيَ خَيْرٌ لَكَ مِنْ خَادِمٍ  
قَالَتْ رَضِيتُ عَنِ اللَّهِ وَعَنْ رَسُولِهِ  
(اخرجه البوداؤد) وَفِي الْبَابِ عَنْ  
الْفَضْلِ بْنِ الْحَسَنِ الضَّمِيرِيِّ أَنَّ أُمَّ  
الْحَكَمِ أَوْضَاعَةَ ابْنَتِي الزُّبَيْرِ بْنِ  
عَبْدِ الْمُطَّلِبِ حَدَّثَتْهُ عَنْ إِحْدَهُمَا  
أَنَّهَا قَالَتْ أَصَابَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبِيًّا فَذَهَبَتْ  
أَنَا وَأُخْتِي وَفَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ  
اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَكُوْنَا  
إِلَيْهِ مَا نَحْنُ فِيهِ وَسَأَلْنَا لَا أَنْ  
يَأْمُرَنَا بِشَيْءٍ مِنَ السَّيِّئِ فَقَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
سَبَقَكُنَّ يَتَامَى بَذَرُوا لَكُنَّ  
سَادَاتُكُنَّ عَلَى مَا هُوَ خَيْرٌ لَكُنَّ  
مِنْ ذَلِكَ تَكْثُرَنَّ اللَّهُ عَلَى أَثَرِ

کی خدمت میں جا کر ایک خادم مانگ لو  
تو اچھا ہے سہولت ہے گی وہ گئیں حضور  
اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوگوں  
کا مجمع تھا اس لئے واپس چلی آئیں حضور صلی  
اللہ علیہ وسلم دوسرے روز خود ہی مکان پر  
تشریف لائے اور فرمایا تم کل کس کام کو آئی  
تھیں وہ چپ ہو گئیں (شرم کی وجہ سے  
بول بھی نہ سکیں) میں نے عرض کیا حضور  
جکی سے ہاتھ میں نشان پڑ گئے ہمشیزہ بھرنے  
کی وجہ سے سینہ پر بھی نشان پڑ گیا ہے بھاڑو  
دینے کی وجہ سے کپڑے میلے رہتے ہیں کل  
آپ کے پاس کچھ لونڈی غلام آئے تھے  
اس لئے میں نے ان سے کہا تھا کہ ایک  
خادم اگر مانگ لائیں تو ان مشقتوں میں  
سہولت ہو جائے حضور نے فرمایا فاطمہ  
اللہ سے ڈرتی رہو اور اس کے فرض ادا کرتی  
رہو اور گھر کے کاروبار کرتی رہو اور جب  
سونے کے لئے لیٹو تو سُبْحَانَ اللَّهِ ۳۳  
مرتبہ الحمد للہ ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر ۳۳  
مرتبہ پڑھ لیا کرو۔ یہ خادم سے بہتر ہے  
انھوں نے عرض کیا کہ میں اللہ کی تقدیر  
اور اس کے رسول (کی تجویز) سے راضی  
ہوں دوسری حدیث میں حضور کی چچا  
زاوہ بنوں کا قصہ بھی اسی قسم کا آیا ہے  
وہ کہتی ہیں کہ ہم دو بہنیں اور حضور کی بیٹی



كُلِّ صَلَوةٍ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ تَكْبِيرَةً  
وَقُلُّا وَثَلَاثِينَ تَسْبِيحَةً وَثَلَاثًا  
وَقُلُّا وَثَلَاثِينَ تَحْمِيدَةً وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ  
وَحَدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ  
الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ  
کے بعد یہ تینوں کلمے یعنی سُبْحَانَ اللَّهِ الْحَمْدُ لِلَّهِ اللَّهُ أَكْبَرُ ۳۳، ۳۳ مرتبہ اور ایک مرتبہ  
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ  
شَيْءٍ قَدِيرٌ پڑھ لیا کرو یہ خادم سے بہتر ہے۔

رواہ ابوداؤد و فی الجامع الصغير بروایة ابن مندة عن جلیس کان یا من ناث

اذا ارادت احدا من ان تنام ان تحمد الحديث ورقعه له بالضعف  
ف: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں اور عزیزوں کو خاص طور سے ان تسبیحات  
کا حکم فرمایا کرتے تھے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کو  
یہ حکم فرمایا کرتے تھے کہ جب وہ سونے کا ارادہ کریں تو سُبْحَانَ اللَّهِ الْحَمْدُ لِلَّهِ اللَّهُ أَكْبَرُ ایک  
۳۳ مرتبہ پڑھیں۔ حدیث بالا میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دُنیوی مشقتوں اور تکلیفوں  
کے مقابلہ میں ان تسبیحات کو تلقین فرمایا۔ اس کی ظاہری وجہ تو ظاہر ہے کہ مسلمان کے لئے  
دُنیوی مشقت اور تکلیف قابلِ اتفات نہیں ہے اُس کو ہر وقت آخرت اور مرنے کے بعد  
کی راحت و آرام کی فکر ضروری ہے اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چند روزہ  
زندگی کی مشقت اور تکلیف کی طرف سے توجہ کو ہٹا کر آخرت کی راحت کے سامان بڑھانے  
کی طرف متوجہ فرمایا اور ان تسبیحات کا آخرت میں زیادہ سے زیادہ نافع ہونا ان روایات  
سے جو اس باب میں ذکر کی گئیں ظاہر ہے۔ اس کے علاوہ دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ  
ان تسبیحات کو حق تعالیٰ شانہ نے جہاں دینی منافع اور ثمرات سے شرف بخشا ہے دُنیوی منافع  
بھی ان میں رکھے ہیں۔ اللہ کے پاک کلام میں اس کے رسول کے پاک کلام میں بہت سی چیزیں  
ایسی ہیں جن میں آخرت کے ساتھ ساتھ دنیاوی منافع بھی حاصل ہوتے ہیں چنانچہ ایک  
حدیث میں آیا ہے کہ دجال کے زمانہ میں مومنوں کی غذا فرشتوں کی غذا ہوگی یعنی تسبیح و تقدیس  
(سُبْحَانَ اللَّهِ وَغَيْرِهَا) الفاظ کا پڑھنا کہ جس شخص کا کلام ان چیزوں کا پڑھنا ہوگا۔ حق تعالیٰ شانہ اس



سے ٹھوک کی مشقت کو زائل کر دیں گے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس دنیا میں بغیر کھاتے پتے صرف اللہ کے ذکر پر گزارہ ممکن ہو سکتا ہے اور وصال کے زمانہ میں عام مومنین کو یہ دولت حاصل ہوگی تو اس زمانہ میں خواص کو اس حالت کا میسر ہو جانا کچھ مشکل نہیں۔ اس لئے جن بزرگوں سے اس قسم کے واقعات بکثرت منقول ہیں کہ معمولی غذا پر یا بلا غذا کے وہ کئی کئی دن گزار دیتے تھے ان میں کوئی وجہ انکار یا تکذیب کی نہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اگر کہیں آگ لگ جائے تو بجیر (یعنی اللہ اکبر کثرت سے) پڑھا کر وہ اس کو بجھا دیتی ہے۔ حصن حصین میں نقل کیا ہے کہ جب کسی شخص کو کسی کام میں تعب اور مشقت معلوم ہو یا قوت کی زیادتی مطلوب ہو تو سوتے وقت **سُبْحَانَ اللَّهِ ۳۳ مرتبہ** **الْحَمْدُ لِلَّهِ ۳۳ مرتبہ** **اللَّهُ أَكْبَرُ ۳۳ مرتبہ** پڑھے یا تینوں کلمے **۳۳، ۳۳ مرتبہ** پڑھے یا کوئی سا ایک **۳۳ مرتبہ** پڑھے۔ (چونکہ مختلف احادیث میں مختلف عدد آتے ہیں اس لئے سب ہی کو نقل کر دیا ہے) حافظ ابن تیمیہ نے بھی ان احادیث سے جن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو خادم کے بدلے یہ بیجا تعلیم فرمائی یہ استنباط کیا ہے کہ جو شخص ان پر مداومت کرے اس کو مشقت کے کاموں میں تھکان اور تعب نہیں ہوگا حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اگر معمولی تعب ہوا بھی تب بھی مضرت نہ ہوگی۔ ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ یہ عمل مجرب ہے یعنی تجربہ سے بھی یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ ان تسبیحوں کا سوتے وقت پڑھنا ازالہ تھکان اور زیادتی قوت کا سبب ہوتا ہے۔ علامہ سیوطیؒ نے مرقاۃ الصعود میں لکھا ہے کہ ان تسبیحوں کا خادم سے بہتر ہونا آخرت کے اعتبار سے بھی ہو سکتا ہے کہ آخرت میں یہ تسبیحیں جتنی مفید کارآمد اور نافع ہوں گی، دنیا میں خادم اتنا کارآمد اور نافع نہیں ہو سکتا، اور دنیا کے اعتبار سے بھی ہو سکتا ہے کہ ان تسبیحوں کی وجہ سے کام پر جس قدر قوت اور ہمت ہو سکتی ہے خادم سے اتنا کام نہیں ہو سکتا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ دو خصلتیں ایسی ہیں کہ جو ان پر عمل کرے وہ جنت میں داخل ہو اور وہ دونوں بہت سہل ہیں لیکن ان پر عمل کرنے والے بہت کم ہیں ایک یہ کہ ان تسبیحوں کو ہر نماز کے بعد دس دس مرتبہ پڑھے کہ یہ پڑھنے میں تو ایک سو پچاس ہوتیں لیکن اعمال کی ترازو میں پندرہ سو ہوں گی۔ دوسرے یہ کہ سوتے وقت **سُبْحَانَ اللَّهِ ۳۳ مرتبہ** **الْحَمْدُ لِلَّهِ ۳۳ مرتبہ** **اللَّهُ أَكْبَرُ ۳۳ مرتبہ** پڑھے اور **اللَّهُ أَكْبَرُ ۳۳ مرتبہ** پڑھے کہ یہ پڑھنے میں تو مرتبہ ہوتیں اور ثواب کے اعتبار سے ایک ہزار ہوتیں۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہؐ یہ کیا بات

ہے کہ ان پر عمل کرنے والے بہت تھوڑے ہیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ نماز کے وقت شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں ضرورت ہے اور فلاں کام ہے اور جب سونے کا وقت ہوتا ہے وہ ادھر ادھر کی ضرورتیں یاد دلاتا ہے جس سے پڑھنا رہ جاتا ہے۔ ان احادیث میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جنت کی عورتوں کی سردار اور دو جہاں کے سردار کی بیٹی اپنے ہاتھ سے آٹا پیستیں حتیٰ کہ ہاتھوں میں گتے پڑ گئے۔ خود ہی پانی بھر کر لاتیں حتیٰ کہ سینہ پر مشک کی رسی کے نشان ہو گئے۔ خود ہی گھر کی جھاڑو وغیرہ سارا کام کرتیں جس سے ہر وقت کپڑے میلے رہتے۔ آٹا گوندھنا، روٹی پکانا غرض سب ہی کام اپنے ہاتھوں سے کرتیں تھیں۔ کیا ہماری بیبیاں یہ سارے کام تو کیا ان میں سے ادھے بھی اپنے ہاتھ سے کرتی ہیں اور اگر نہیں کرتیں تو تختی غیرت کی بات ہے کہ جن کے آقاؤں کی یہ زندگی ہو، ان کے نام لیوا، ان کے نام پر فخر کرنے والوں کی زندگی اس کے آس پاس بھی نہ ہو؟ چاہیے تو یہ تھا کہ خادموں کا عمل ان کی مشقت آقاؤں سے کچھ آگے ہوتی مگر افسوس کہ یہاں اس کے آس پاس بھی نہیں۔ **فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمُسْتَعْنٰی وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ۔**

## خاتمہ



خاتمہ میں ایک نہایت مہتمم بالشان چیز کو ذکر کرتا ہوں اور اسی پر اس رسالہ کو ختم کرتا ہوں یہ تسبیحات جن کا اوپر ذکر کیا گیا نہایت ہی اہم اور دین و دنیا میں کار آمد اور مفید ہیں جیسا کہ احادیث بالا سے معلوم ہوا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اہتمام اور فضیلت کی وجہ سے ایک خاص نماز کی ترغیب بھی فرمائی ہے جو صلوٰۃ التبسیح (تسبیح کی نماز) کے نام سے مشہور ہے۔ اور اسی وجہ سے اس کو صلوٰۃ التبسیح کہا جاتا ہے کہ یہ تسبیحات اس میں تین سو مرتبہ پڑھی جاتی ہیں۔ حضورؐ نے بہت ہی اہتمام اور رغبتوں کے ساتھ اس نماز کو تعلیم فرمایا چنانچہ حدیث میں وارد ہے :-

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ اپنے چچا حضرت عباسؓ سے فرمایا: اے عباس! میرے چچا کیا میں تمہیں ایک عطیہ کروں ایک شمشیر کروں ایک چیز بناؤں تمہیں دس چیزوں کا مالک بناؤں جب تم اس

① عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَا عَبَّاسُ يَا عَمَّادُ أَلَا أُعْطِيكَ أَلَا أَمْنُحُكَ أَلَا أُخْبِرُكَ أَلَا أَفْعَلُ بِكَ عَشْرَ خَصَالٍ إِذَا أَنْتَ



فَعَلْتَ ذَلِكَ غَفَرَ اللَّهُ لَكَ ذَنْبَكَ  
 أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ قَدِيمَهُ وَحَدِيثَهُ  
 خَطَاؤَهُ وَعَمَلَهُ صَغِيرَهُ وَكَبِيرَهُ  
 سِرَّهُ وَعَلَانِيَتَهُ أَنْ تَصِلِيَ أَرْبَعَ  
 رَكَعَاتٍ تَقْرَأُ فِي كُلِّ رَكَعَةٍ فَاتِحَةَ  
 الْكِتَابِ وَسُورَةَ فَإِذَا فَرَغْتَ مِنْ  
 الْقِرَاءَةِ فِي أَوَّلِ رَكَعَةٍ وَأَنْتَ  
 قَائِمٌ قُلْتَ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ  
 لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ  
 خَمْسَ عَشْرَةَ ثُمَّ تَرَكَمَ فَنَقُولُهَا وَ  
 أَنْتَ رَاكِعٌ عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَكَ  
 مِنَ الرُّكُوعِ فَنَقُولُهَا عَشْرًا ثُمَّ  
 تَهْوِي سَاجِدًا فَتَقُولُهَا وَأَنْتَ  
 سَاجِدٌ عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَكَ  
 مِنَ التَّجُودِ فَنَقُولُهَا عَشْرًا ثُمَّ  
 تَسْجُدُ فَنَقُولُهَا عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ  
 رَأْسَكَ فَنَقُولُهَا عَشْرًا فَذَلِكَ خَمْسُ  
 وَسَبْعُونَ فِي كُلِّ رَكَعَةٍ تَفْعَلُ  
 ذَلِكَ فِي أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ إِنْ اسْتَطَعْتَ  
 أَنْ تَصِلِيَهَا فِي كُلِّ يَوْمٍ مَرَّةً فافْعَلْ  
 فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ ففِي كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّةً  
 فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ ففِي كُلِّ شَهْرِ مَرَّةً فَإِنْ  
 لَمْ تَفْعَلْ ففِي كُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً  
 فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ ففِي عُمْرِكَ مَرَّةً  
 ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو یہ بھی نہ ہو کے تو عمر بھر میں ایک مرتبہ تو پڑھ ہی لو۔

کام کو کرو گے تو حق تعالیٰ شانہ تمہارے سب  
 گناہ پہلے اور پچھلے پرانے اور نئے غلطی سے  
 کئے ہوئے اور جان بوجھ کر کئے ہوئے چھوٹے  
 اور بڑے، چھپ کر کئے ہوئے اور کھلم کھلا  
 کئے ہوئے سب ہی معاف فرمادیں گے، وہ  
 کام یہ ہے کہ چار رکعت نفل (صلوۃ التبسیع کی  
 نیت باندھ کر پڑھو اور ہر رکعت میں جب  
 الحمد للہ اور سورت پڑھ چکو تو رکوع سے پہلے  
 سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ  
 وَاللَّهُ أَكْبَرُ پندرہ مرتبہ پڑھو پھر جب  
 رکوع کرو تو دس مرتبہ اس میں پڑھو پھر  
 جب رکوع سے کھڑے ہو تو دس مرتبہ  
 پڑھو پھر سجدہ کرو تو دس مرتبہ اس میں پڑھو  
 پھر سجدہ سے اٹھ کر بیٹھو تو دس مرتبہ پڑھو پھر  
 جب دوسرے سجدہ میں جاؤ تو دس مرتبہ  
 اس میں پڑھو پھر جب دوسرے سجدہ سے  
 اٹھو تو (دوسری رکعت میں) کھڑے ہونے  
 سے پہلے بیٹھ کر دس مرتبہ پڑھو۔ ان سب  
 کی میزان پچھتر ہوتی۔ اسی طرح ہر رکعت  
 میں پچھتر دفعہ ہو گا اگر ممکن ہو سکے تو روزانہ  
 ایک مرتبہ اس نماز کو پڑھ لیا کرو، یہ نہ ہو  
 سکے تو ہر جمعہ کو ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو  
 یہ بھی نہ ہو سکے تو مہینہ میں ایک مرتبہ  
 پڑھ لیا کرو، یہ بھی نہ ہو سکے تو ہر سال میں  
 ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر بھر میں ایک مرتبہ تو پڑھ ہی لو۔



رواہ ابوداؤد وابن ماجہ والبیہقی فی الدعوات الکبیر وروی الترمذی عن ابی رافع نحوہ  
کذا فی مشکوٰۃ قلت و اخرجہ الحاکم وقال ہذا حدیث وحصلہ موسیٰ بن عبد العزیز  
عن الحکم بن ابان وقد اخرجہ ابوبکر محمد بن اسحق و ابوداؤد و ابو عبد الرحمن احمد بن  
شعیب فی الصلیح ثم قال بعد ما ذکر توثیق رواتہ و اما ارسال ابراہیم بن الحکم  
عن ابيه فلا یؤمن وصل الحدیث فان الزیادۃ من الثقة اولیٰ من الارسال علی ان  
امام عصرہ فی الحدیث اسحق بن ابراہیم الحنظلی قد اقام ہذا الاسناد عن ابراہیم  
بن الحکم ووصلہ اہ قال السیوطی فی اللالیٰ ہذا اسناد حسن و ما قال الحاکم اخرجہ  
النسائی فی کتابہ الصلیح لورودہ فی شیء من نسخ السنن لا الصغری ولا الکبریٰ

(۲) وَعَنْ أَبِي الْجَوَّاءِ عَنْ رَجُلٍ  
كَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ يَرَوْنَ اللَّهَ عَبْدُ اللَّهِ  
بْنُ عَمْرٍو قَالَ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِشْتَيْتُنِي عِنْدَ  
أَحْبَوِكَ وَأُتَيْبِكَ وَأُعْطِيكَ حَتَّى  
ظَنَنْتُ أَنَّهُ يُعْطِينِي عَطِيَّةً قَالَ  
إِذَا زَالَ النَّهَارُ فَقُمْ فَصَلِّ أَرْبَعَ  
رَكَعَاتٍ فَذَكَرْ نَحْوَهُ فِيهِ وَقَالَ  
فَإِنَّكَ تَوَكُّنْتَ اعْظَمَ أَهْلُ الْأَرْضِ  
ذَنْبًا عَفَرَ لَكَ بِذَلِكَ قَالَ قُلْتُ  
فَإِنْ لَوْ اسْتَطَعْتُ أَنْ أَصِلَ بِهَا تِلْكَ  
السَّاعَةَ قَالَ صَلَّيْهَا مِنْ اللَّيْلِ  
وَالنَّهَارِ (رواہ ابوداؤد)

(۳) عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ  
رَجَّهَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ جَعْفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ إِلَى  
بِلَادِ الْحَبَشَةِ فَلَمَّا قَدِمَ اعْتَقَقَهُ

ایک صحابی کہتے ہیں مجھ سے حضور نے فرمایا  
کل صبح کو آنا تم کو ایک بخشش کروں گا ایک  
چیز دوں گا ایک عطیہ کروں گا وہ صحابی کہتے  
ہیں میں ان الفاظ سے یہ سمجھا کہ کوئی (مال)  
عطا فرمائیں گے (جب میں حاضر ہوا تو فرمایا  
کہ جب دوپہر کو آفتاب ڈھل چکے تو چار  
رکعت نماز پڑھو اسی طریقہ سے بتایا جو  
پہلی حدیث میں گزرا ہے اور یہ بھی فرمایا  
کہ اگر تم ساری دنیا کے لوگوں سے زیادہ  
گنہگار ہو گے تو تمہارے گناہ معاف ہو  
جائیں گے میں نے عرض کیا کہ اگر اس وقت  
میں کسی وجہ سے نہ پڑھ سکوں تو ارشاد فرمایا  
کہ جس وقت ہو سکے دن میں یا رات میں پڑھ لیا کرو۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے  
چچ زاد بھائی حضرت جعفر کو حبشہ بھیج دیا  
تھا جب وہ وہاں سے واپس مدینہ طیبہ  
پہنچے تو حضور نے ان کو گلے لگایا اور پیشانی

وَقَبْلَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ ثَقُلَ الْاَهْبُ  
لَكَ اِلَّا الْبِرُّ اِلَّا اَمْنُكَ اَلَا تُحِفُّكَ  
قَالَ نَعُو يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ تَصَلِّي  
اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ رَفَعَكَ نَحْوَهُ اَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ  
وَقَالَ اسْنَادٌ صَالِحٌ

پر بوسہ دیا پھر فرمایا میں تجھے ایک چیز  
دوں، ایک خوشخبری سناؤں، ایک  
بخشش کروں، ایک تحفہ دوں۔ انہوں  
نے عرض کیا ضرور حضورؐ نے فرمایا چار رکعت  
نماز پڑھ، پھر اسی طریقہ سے بتاتی جو اوپر  
گذرا۔ اس حدیث میں ان چار کلموں کے ساتھ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم بھی آیا ہے۔

لا غبار علیہ وتعقبہ الذہبی بان احمد بن داؤد کذبہ الدارقطنی کذا فی النہمل وکذا  
قال غیرہ تبعاً للحافظ لکن فی النسخة التي بایدینا من المستدرک وقد صحت  
الروایة عن ابن عمر ان رسول الله صلی الله علیہ وسلم علم ابن عمہ جعفرًا  
ثم ذکر الحدیث بسندہ وقال فی آخرہ ہذا اسناد صلیح لا غبار علیہ وھکذا  
قال الذہبی فی اول الحدیث وآخرہ ثم لایذہب علیہ ان فی ہذا الحدیث زیادة  
لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم ایضا علی الکلمات الاربع

(۴) وَعَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ  
قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اَهْبُ لَكَ اَلَا  
اُعْطِيكَ اَلَا اَمْنُكَ فَظَنَنْتُ اَنَّهُ  
يُعْطِينِي مِنَ الدُّنْيَا شَيْئًا لَوْ يُعْطِيهِ  
اَحَدًا مِّنْ قَبْلِي قَالَ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ -

حضرت عباسؓ فرماتے ہیں مجھے سے حضورؐ نے  
فرمایا کہ میں تمہیں بخشش کروں، ایک عطیہ  
دوں، ایک چیز عطا کروں۔ وہ کہتے ہیں  
میں یہ سمجھا کہ کوئی دنیا کی ایسی چیز دینے  
کا ارادہ ہے جو کسی کو نہیں دی (اسی وجہ  
سے اس قسم کے الفاظ بخشش عطا وغیرہ

کو بار بار فرماتے ہیں) پھر آپؐ نے چار رکعت نماز سکھائی جو اوپر گزری اس میں یہ بھی  
فرمایا کہ جب التیمات کے لئے بیٹھو تو پہلے ان تیسیموں کو پڑھو پھر التیمات پڑھنا۔

افذکر الحدیث وفي آخره غير انك اذا جلست لتشهد قلت ذلك عشر مرات قبل التشهد الحدیث اخرجه  
الدارقطنی فی الافراد والبنیع فی القربان وابن شاهین فی الترغیب کذا فی اتحاف السادة شرح الاحیاء

(۵) قَالَ الترمذی وقد روى  
ابن المبارك وغير واحد من اهل  
العلم صلوة التسبیح وذكروا

حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ اور بہت  
سے علماء سے اس نماز کی فضیلت نقل  
کی گئی ہے اور اس کا یہ طریقہ نقل کیا گیا



الْفَضْلَ فِيهِ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ  
عَبْدَةَ نَابُوهَيْبٍ سَأَلْتُ عَبْدَ اللَّهِ  
بْنَ الْمُبَارَكِ عَنِ الصَّلَاةِ الَّتِي يَسْبُحُ  
فِيهَا قَالَ يَكْتَبِرُ ثَوْنًا يَقُولُ سُبْحَانَكَ  
اللَّهُمَّ وَيَعْمِدُ لَكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ  
وَلَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ ثَوْنًا  
يَقُولُ خَمْسَ عَشْرَةَ مَرَّةً سُبْحَانَ اللَّهِ  
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ  
ثَوْنًا يَتَعَوَّذُ وَيَقْرَأُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
وَفَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَسُورَةَ ثَوْنًا يَقُولُ  
عَشْرَ مَرَّاتٍ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ  
وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ ثَوْنًا يَرْكَعُ  
فَيَقُولُهَا عَشْرًا ثَوْنًا يَرْفَعُ رَأْسَهُ فَيَقُولُهَا  
عَشْرًا ثَوْنًا يَسْجُدُ فَيَقُولُهَا عَشْرًا ثَوْنًا  
يَرْفَعُ رَأْسَهُ فَيَقُولُهَا عَشْرًا ثَوْنًا يَسْجُدُ  
السَّانِيَةَ فَيَقُولُهَا عَشْرًا يُصَلِّي أَرْبَعَ

ہے کہ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ پڑھنے کے بعد  
الْحَمْدُ لِلَّهِ شَرِيف پڑھنے سے پہلے پندہ  
وَفَعَلَان کلموں کو پڑھے پھر اَعُوذُ اور  
بِسْمِ اللَّهِ پڑھے کہ الْحَمْدُ شَرِيف اور پھر  
کوئی سورت پڑھے، سورت کے بعد  
رکوع سے پہلے دس مرتبہ پڑھے پھر رکوع  
میں دس مرتبہ پھر رکوع سے اٹھ کر پھر  
دونوں سجدوں میں، اور دونوں سجدوں  
کے درمیان میں بیٹھ کر دس دس مرتبہ  
پڑھے یہ پچھتر پوری ہو گئی (لہذا دوسرے  
سجدہ کے بعد بیٹھ کر پڑھنے کی ضرورت  
نہیں رہی)، رکوع میں پہلے سُبْحَانَ  
رَبِّي الْعَظِيمِ اور سجدہ میں پہلے سُبْحَانَ  
رَبِّي الْأَعْلَى پڑھے۔ پھر ان کلموں کو پڑھے  
(محضور اقدس صَلَّی اللہ علیہ وسلم سے بھی  
اس طریقہ سے نقل کیا گیا ہے)

رَكَعَاتٍ عَلَى هَذَا فَبِذَلِكَ خَمْسٌ وَسَبْعُونَ تَبِيحَةً فِي كُلِّ رَكْعَةٍ ثَوْنًا قَالَ قَالَ  
أَبُو وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ قَالَ يَبْدُ أُنْفِي الرُّكُوعِ سُبْحَانَ  
رَبِّي الْعَظِيمِ وَفِي السَّجْدَةِ سُبْحَانَ رَبِّي الْأَعْلَى ثَلَاثًا ثَوْنًا يُسَبِّحُ التَّبَاحِيَّاتِ قَالَ  
عَبْدُ الْعَزِيزِ قُلْتُ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُبَارَكِ إِنْ سَهَا فِيهَا يُسَبِّحُ فِي سَجْدَتِي الشَّهْوِ  
عَشْرًا قَالَ لَا إِنَّمَا هِيَ ثَلَاثُ مِائَةٍ تَبِيحَةً أَمْ مَخْتَصَرًا قُلْتُ وَهَكَذَا رَوَاهُ  
الْحَاكِمُ وَقَالَ رَوَاهُ عَنْ ابْنِ الْمُبَارَكِ كَلِمَاتُ ثَبَاتٍ وَلَا يَتَمَوَّعُ عَبْدُ اللَّهِ  
إِنْ يَعْلَمُهُ مَا لَمْ يَصْغَ عِنْدَهُ سَنَدُهُ أَمْ وَقَالَ الْغَزَالِيُّ فِي الْأَحْيَاءِ بَعْدَ مَا ذَكَرَ  
حَدِيثَ ابْنِ عَبَّاسٍ الْمَذْكُورَ فِي رَوَايَةِ أُخْرَى أَنَّهُ يَقُولُ فِي أَوَّلِ الصَّلَاةِ سُبْحَانَكَ  
اللَّهُمَّ ثَوْنًا يُسَبِّحُ خَمْسَ عَشْرَةَ تَبِيحَةً قَبْلَ الْقِرَاءَةِ وَعَشْرًا بَعْدَ الْقِرَاءَةِ وَالْبَاقِي



كما سبق عشرًا عشرًا ولا يسمع بعد التجمد الاخير وهذا هو الاحسن وهو  
اختيار ابن المبارك اه قال الزبيدي في الامتخاف ولفظ القوت هذه الرواية  
احب الوجهين الى اه قال الزبيدي اي لا يسمع في الجلسة الاولى بين الركعتين  
ولا في جلسة التثنية شيئًا كما في القوت قال وكذلك رويناه في حديث عبد الله  
بن جعفر بن ابى طالب ان النبي صلى الله عليه وسلم عليه صلوة التسبيح فذكره  
اه ثم قال الزبيدي واما حديث عبد الله بن جعفر فاخرجه الدارقطني من  
وجهين عن عبد الله بن زياد بن سحان قال في احدهما عن معاوية و  
اسماعيل بن عبد الله ابني جعفر عن ابيهما وقال في الاخرى عن عون بدل  
اسماعيل عن ابيهما قال قال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم الا اعطيك  
فذكر الحديث وابن النعمان ضعيف وهذه الرواية هي التي اشار اليها صاحب  
القوت وهي الثانية عنده قال فيها يفتح الصلوة فيكبر ثم يقول فذكر الكلمات  
وزاد فيها الموقلة ولويذكر هذه السجدة الثانية عند القيام ان يقولها  
قال وهو الذي اختاره ابن المبارك اه قال السنذري في الترغيب وروى البيهقي  
من حديث ابى جناب الكلبي عن ابى الجوزاء عن ابن عمر بن العاص فذكر  
الحديث بالصفة التي رواها الترمذي عن ابن المبارك ثم قال وهذا يوافق  
مارويناه عن ابن المبارك ورواه قتيبة بن سعيد عن يحيى بن سليم عن  
عمران بن مسعود عن ابى الجوزاء قال نزل على عبد الله بن عمر بن العاص  
فذكر الحديث وخافه في رفعه الى النبي صلى الله عليه وسلم ولويذكر  
التبليحات في ابتداء القراءة انها ذكرها بعد ما ثم ذكر جلسة الاستراحة  
كما ذكرها سائر الرواة اه قلت حديث ابى الجناب مذكور في السنن  
على هذا الطريق طريق ابن المبارك وما ذكر من كلام البيهقي ليس في  
السنن بهذا اللفظ فلعله ذكره في الدعوات الكبير وما في السنن انه  
ذكر اول حديث ابى جناب تعليقاً مرفوعاً ثم قال قال ابو داود ورواه روح  
ابن السيب وجعفر بن سليمان عن عمرو بن مالك النكري عن ابى الجوزاء  
عن ابن عباس قوله وقال في حديث روح فقال حديث النبي صلى الله عليه

وسلماء وظاهر ان الاختلاف في السند فقط لا في لفظ الحديث وفكر  
 شارح الاقناع من فروع الشافعية صلوة التسبیح واقصر على صفة  
 ابن المبارک فقط قال البجیرمی هذه رواية ابن مسعود والذي عليه مثنا  
 انه لا يسبح قبل القراءة بل بعد ما خمسة عشر والعشرة في جلسة الاستراحة  
 وهذه رواية ابن عباس اه مختص وعلم منه ان طريق ابن المبارک مروي  
 عن ابن مسعود ايضا لكن لم اجد حديث ابن مسعود فيها عندي من الكتب  
 بل المذكور فيها على ما بسطه صاحب النهل وشارح الاحياء وغيرهما  
 ان حديث صلوة التسبیح مروي عن جماعة من الصحابة منهم عبد الله  
 والفضل ابنا العباس وابو معا عباس بن عبد المطلب وعبد الله بن عمرو  
 بن العاص وعبد الله بن عمر بن الخطاب والوراء مولى رسول الله صلى  
 الله عليه وسلم وعلى بن ابي طالب واخوه جعفر بن ابي طالب وابنه عبد الله  
 بن جعفر وام المؤمنين ام سلمة والنصارى غير مسمى وقد قيل انه جابر  
 بن عبد الله قال له الزبيدي ولسط في تخريج احاديثهم وعلم مما سبق  
 ان حديث صلوة التسبیح مروي بطرق كثيرة وقد افراط ابن الجوزي ومن  
 تبعه في ذكره في الموضوعات ولذا تعقب عليه غير واحد من ائمة الحديث  
 كالحافظ ابن حجر والسيوطي والزركشي قال ابن المديني قد اساء ابن الجوزي  
 بذكره اياه في الموضوعات كذا في اللآلئ قال الحافظ ومن صححه او حسنه  
 ابن مندة والفت فيه كتابا والاجري والخطيب والبوسع السعاني وابو  
 موسى المديني وابو الحسن بن المفضل والمنذري وابن الصلاح والنووي  
 في تهذيب الاسماء والسبكي واخرون كذا في الانتاف وفي المرقاة عن ابن  
 حجر صححه الحاكم وابن خزيمة وحسنه جماعة او قلت ولسط السيوطي  
 في اللآلئ في تحينه وحكى عن ابى منصور الدبلي صلوة التسبیح اشهر الصلوة واصحها اسنادا.

فان : صلوة التسبیح بڑی اہم نماز ہے جس کا اندازہ کچھ احادیث بالا سے ہو سکتا ہے کہ نبی اکرم  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے کس قدر شفقت اور اہتمام سے اس کو تعلیم فرمایا ہے۔ علامتے اُمت  
 محمدین فقہار صوفیہ ہر زمانہ میں اس کا اہتمام فرماتے رہے ہیں۔ امام حدیث حاکم نے لکھا ہے کہ

اس حدیث کے صحیح ہونے پر یہ بھی دلیل ہے کہ جمع تابعین کے زمانہ سے ہمارے زمانہ تک مقتدر حضرات اس پر مداومت کرتے اور لوگوں کو تعلیم دیتے رہے ہیں جن میں عبداللہ بن مبارک بھی ہیں۔ یہ عبداللہ بن مبارک امام بخاری کے استادوں کے استاد ہیں۔ یسعی کہتے ہیں کہ ابن مبارک سے پہلے ابوالجوزاء جو منعم تابعی ہیں اس کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ روزانہ جب ہر کی اذان ہوتی تو کعبہ میں جاتے اور جماعت کے وقت تک اس کو پڑھ لیا کرتے۔ عبدالعزیز بن ابی رفاع جو ابن مبارک کے بھی استاد ہیں۔ بڑے عابد زاد متقی لوگوں میں ہیں کہتے ہیں کہ جو جنت کا ارادہ کرے اس کو ضروری ہے کہ صلوٰۃ التبسیع کو مضبوط پڑھے۔ ابو عثمان حیري جو بڑے زاهد ہیں کہتے ہیں کہ میں نے مصیبتوں اور غموں کے ازالہ کے لئے صلوٰۃ التبسیع جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی۔ علامہ نقی سیکی فرماتے ہیں کہ یہ نماز بڑی اہم ہے بعض لوگوں کے انکار کی وجہ سے دھوکا میں نہ پڑنا چاہیے جو شخص اس نماز کے ثواب کو سن کر بھی غفلت کرے وہ دین کے بارے میں سستی کرنے والا ہے۔ صلحاء کے کاموں سے دور ہے اس کو نپکا آدمی نہ سمجھنا چاہیے۔ مرقاۃ میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہر جمعہ کو پڑھا کرتے تھے۔

ف ۲: بعض علماء نے اس وجہ سے اس حدیث کا انکار کیا ہے کہ اتنا زیادہ ثواب صرف چار رکعت پر مشکل سے بالخصوص کبیرہ گناہوں کا معاف ہونا۔ لیکن جب روایت بہت سے صحابہ سے منقول ہے تو انکار مشکل ہے البتہ دوسری آیات و احادیث کی وجہ سے کبیرہ گناہوں کی محالی کیلئے توبہ کی شرط ہوگی۔

ف ۳: احادیث بالا میں اس نماز کے دو طریقے بتائے گئے ہیں۔ اول یہ کہ کھڑے ہو کر الحمد شریف اور سورہ کے بعد پندرہ مرتبہ چاروں کلمے سُبْحَانَ اللَّهِ، الْحَمْدُ لِلَّهِ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، اللَّهُ أَكْبَرُ پڑھے۔ پھر رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ کے بعد دس مرتبہ پڑھے۔ پھر رکوع سے کھڑے ہو کر سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَبَدَهُ، رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کے بعد دس مرتبہ پڑھے۔ پھر دونوں سجدوں میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى کے بعد دس دس مرتبہ پڑھے اور دونوں سجدوں کے درمیان جب بیٹھے دس مرتبہ پڑھے اور جب دوسرے سجدہ سے اٹھے تو اللہ اکبر کہتا ہوا اٹھے اور بجائے کھڑے ہونے کے بیٹھ جاتے اور دس مرتبہ پڑھ کر بغیر اللہ اکبر کے کہنے کے کھڑا ہو جاتے اور دو رکعت کے بعد اسی طرح چوتھی رکعت کے بعد پہلے ان کلموں کو دس دس مرتبہ پڑھے پھر التحیات پڑھے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ کے بعد الْحَمْدُ لِلَّهِ سے پہلے پندرہ مرتبہ پڑھے اور پھر الْحَمْدُ اور سورۃ کے بعد دس مرتبہ پڑھے اور باقی سب طریقہ بدستور۔ البتہ اس صورت میں نہ تو



دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھنے کی ضرورت ہے اور نہ التیات کے ساتھ پڑھنے کی۔ علماء نے لکھا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ کبھی اس طرح پڑھ لیا کرے کبھی اس طرح۔

فقہ ۳: چونکہ یہ نماز عام طور سے رائج نہیں ہے اس لئے اس کے متعلق چند مسائل بھی لکھے جاتے ہیں تاکہ پڑھنے والوں کو سہولت ہو۔

مسئلہ ۱: اس نماز کے لئے کوئی سورۃ قرآن کی مستعین نہیں جو نسی سجدت دل چاہے پڑھے لیکن بعض علماء نے لکھا ہے کہ سورۃ حدید، سورۃ حشر، سورۃ صف، سورۃ جمعہ، سورۃ ثنائین میں سے چار سورتیں پڑھے بعض حدیثوں میں ہیں آیتوں کی بقدر آیا ہے اس لئے ایسی سورتیں پڑھے جو میں آیتوں کے قریب قریب ہوں۔ بعض نے اِذَا زُلْزِلَتْ، وَالْعَادِيَات، تَكَاثُرَ، وَالْعَصْرَ، كَا قُرُونٍ، تَصْرِ اخلاص لکھا ہے کہ ان میں سے پڑھ لیا کرے۔

مسئلہ ۲: ان تسبیحوں کو زبان سے ہرگز نہ گئے کہ زبان سے گئے سے نماز ٹوٹ جائے گی انگلیوں کو بند کر کے گنتا اور تسبیح ہاتھ میں لے کر اس پر گنتا جائز ہے مگر مکروہ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ انگلیاں جس طرح اپنی جگہ پر رکھی ہیں ویسی ہی رہیں اور ہر کلمہ پر ایک ایک انگلی کو اسی جگہ دبا کر ہے۔

مسئلہ ۳: اگر کسی جگہ تسبیح پڑھنا بھول جائے تو دوسرے رکن میں اس کو پورا کرے البتہ بھولے ہوئے کی قضا رکوع سے اُٹھ کر اور دو سجدوں کے درمیان نہ کرے۔ اسی طرح پہلی اور تیسری رکعت کے بعد اگر بیٹھے، تو اُن میں بھی بھولے ہوئے کی قضا نہ کرے بلکہ صرف ان کی ہی تسبیح پڑھے اور ان کے بعد جو رکن ہو اس میں بھولی ہوئی بھی پڑھ لے مثلاً اگر رکوع میں پڑھنا بھول گیا تو

ان کو پہلے سجدہ میں پڑھ لے اسی طرح پہلے سجدہ کی دوسرے سجدہ میں اور دوسرے سجدہ کی دوسری رکعت میں کھڑا ہو کر پڑھ لے اور اگر وہ جائے تو آخری قعدہ میں التیات سے پہلے پڑھ لے۔

مسئلہ ۴: اگر سجدہ نہ ہو کسی وجہ سے پیش آجائے تو اس میں تسبیح نہیں پڑھنا چاہیے اس لئے کہ مقدار میں تسبیح وہ پوری ہو چکی، ہاں اگر کسی وجہ سے اس مقدار میں کمی رہی ہو تو سجدہ ہو میں پڑھ لے۔

مسئلہ ۵: بعض احادیث میں آیا ہے کہ التیات کے بعد سلام سے پہلے یہ قضا پڑھے۔ زاد البونیم

فی الحلیۃ من حدیث ابن عباس ولفظہ اذا فرغت قلت بعد الشہد قبل التسلیم اللہم الخ

کذا فی الاتحاف وقال اور وہ الطبرانی ایضا من حدیث العباس و فی سندہ متروک او قلت

زاد فی السرقاۃ فی اخر الدعاء بعض الالفاظ بعہ قولہ خالق النور زدتها تکیلا للغلطۃ وغایہ

اللہم انی استسئلتک توفیقاً اھل لے اللہ میں آپ سے ہدایت والوں کی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

## تمہید

حمد و صلوٰۃ کے بعد، مجددین اسلام کے ایک درخشندہ جوہر اور علماء و مشائخ عصر کے ایک آبدار گوہر کا ارشاد ہے کہ تبلیغ دین کی ضرورت کے متعلق مختصر طور پر چند آیات و احادیث لکھ کر پیش کروں چونکہ مجھ جیسے سہ کار کے لئے ایسے ہی حضرات کی رضا و خوشنودی وسیلہ نجات اور کفارۃِ سینئات ہو سکتی ہے اس لئے اس مجالہ نافعہ کو خدمت میں پیش کرتے ہوئے ہر اسلامی مدرسہ، اسلامی انجمن، اسلامی سکول اور ہر اسلامی طاقت بلکہ ہر مسلمان سے گزارش ہے کہ اس وقت دین کا انحطاط جس قدر روز افزوں ہے، دین کے اوپر جس طرح کفار کی طرف سے نہیں خود مسلمانوں کی طرف سے حملے ہو رہے ہیں۔ فرائض و واجبات پر عمل، عام مسلمانوں سے نہیں بلکہ خاص اور انحصار الخواص مسلمانوں سے متروک ہوتا جا رہا ہے۔ نماز روزہ کے چھوڑ دینے کا کیا ذکر جب کہ لاکھوں آدمی کھلے ہوئے شرک و کفر میں مبتلا ہیں اور غضب یہ ہے کہ ان کو شرک و کفر نہیں سمجھتے، محرمات اور فسق و فجور کا شیوع جس قدر صاف اور واضح طریق سے بڑھتا جا رہا ہے اور دین کے ساتھ لا پرواہی بلکہ استخفاف و استہزاء جتنا عام ہوتا جا رہا ہے وہ کسی فرد بشر سے مخفی نہیں۔ اسی وجہ سے خاص علماء بلکہ عام علماء میں بھی لوگوں سے یکسوئی اور وحشت بڑھتی جا رہی ہے۔ جس کا لازمی اثر یہ ہو رہا ہے کہ دین اور دینیات سے اجنبیت میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ عوام اپنے کو معذور سمجھتے ہیں کہ ان کو بتلانے والا کوئی نہیں، اور علماء اپنے کو معذور سمجھتے ہیں کہ ان کی سننے والا کوئی نہیں، لیکن خدا تعالیٰ قدوس کے یہاں نہ عوام کا یہ عذر کافی کہ تمہی نے بتلایا نہ تھا، اس لئے کہ دینی امور کا معلوم کرنا تحقیق کرنا ہر شخص کا اپنا فرض ہے۔ قانون سے ناواقفیت کا عذر کسی حکومت میں بھی معتبر نہیں، احکام الحاکمین کے یہاں یہ پوچھ عذر کیسے چل سکتا ہے یہ تو عذر گناہ بدتر



ازگناہ کا مصداق ہے۔ اسی طرح علماء کے لئے یہ جواب موزوں کہ کوئی منہ والہ نہیں جن اسلاف کی نیابت کے آپ حضرات دعوے دار ہیں انہوں نے کیا کچھ تبلیغ کی خاطر برداشت نہیں فرمایا۔ کیا پتھر نہیں کھاتے، گالیاں نہیں کھاتیں مصیبتیں نہیں پھیلیں؟ لیکن ہر نوع کی تکالیف برداشت فرمانے کے بعد اپنی تبلیغی ذمہ داریوں کا احساس فرما کر لوگوں تک دین پہنچایا۔ ہر سخت سے سخت مزاحمت کے باوجود نہایت شفقت سے اسلام و احکام اسلام کی اشاعت کی۔

عام طور پر مسلمانوں نے تبلیغ کو علماء کے ساتھ مخصوص سمجھ رکھا ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ ہر وہ شخص جس کے سامنے کوئی مُسکرم ہو رہا ہو اور وہ اس کے روکنے پر قادر نہ ہو یا اس کے روکنے کے اسباب پیدا کر سکتا ہو اس کے ذمہ واجب ہے کہ اس کو روکے اور اگر بضرر محال مان بھی لیا جاوے کہ یہ علماء کا کام ہے تب بھی جب کہ وہ اپنی کوتاہی سے یا کسی مجبوری سے اس حق کو پورا نہیں کر رہے ہیں یا ان سے پورا نہیں ہو رہا ہے تو ضروری ہے کہ ہر شخص کے ذمہ یہ فریضہ عائد ہو۔ قرآن و حدیث میں جس قدر اہتمام سے تبلیغ اور اَمْرٌ بِالْعُرْوَفِ وَ نَهْیٌ عَنِ الْمُنْكَرِ کو ارشاد فرمایا گیا ہے وہ ان آیات و احادیث سے ظاہر ہے، جو آئندہ فصلوں میں آرہی ہیں۔ ایسی حالت میں صرف علماء کے ذمہ رکھ کر یا ان کی کوتاہی بتا کر کوئی شخص بمرئی الذمہ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے میری اعلیٰ العزم درخواست ہے کہ ہر مسلمان کو اس وقت تبلیغ میں کچھ نہ کچھ حصہ لینا چاہیے۔ اور جس قدر وقت بھی دین کی تبلیغ اور حفاظت میں خرچ کر سکتا ہو کرنا چاہیے۔

ہر وقت خوش کہ دست و پد مختتم شمار کس را وقوف نیست کہ انجام کار چیست یہ بھی معلوم کر لینا ضروری ہے کہ تبلیغ کے لئے یا اَمْرٌ بِالْعُرْوَفِ اور نَهْیٌ عَنِ الْمُنْكَرِ کے لئے پورا کامل و مکمل عالم ہونا ضروری نہیں۔ ہر وہ شخص جو کوئی مسئلہ جانتا ہو اس کو دوسروں تک پہنچاتے۔ جب اس کے سامنے کوئی ناجائز امر کیا جا رہا ہو اور وہ اس کے روکنے پر قادر ہو تو اس کا روکنا اس پر واجب ہے۔ اس رسالہ میں مختصر طور پر سات تفصیلیں ذکر کی ہیں۔





# فصل اول

اس میں تبرکاتِ شریک کی بابرکت کلام میں سے چند آیات کا ترجمہ جن میں تبلیغ و امر بالمعروف کی تاکید و ترغیب فرمائی ہے پیش کرتا ہوں جس سے اس کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ خود حق سبحانہ و تقدس کو اس کا کتنا اہتمام ہے کہ جس کے لئے بار بار مختلف عنوانات سے اپنے پاک کلام میں اس کا اعادہ کیا ہے تقریباً ساٹھ آیات تو میری کوتاہ نظر سے اس کی ترغیب اور توصیف میں گزر چکی ہیں۔ اگر کوئی دقیق النظر غور سے دیکھے تو نہ معلوم کس قدر آیات معلوم ہوں۔ چونکہ ان سب آیات کا اس جگہ جمع کرنا طول کا سبب ہوگا اس لئے چند آیات ہی پر اکتفا کرتا ہوں۔

① قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ اٰخُنْ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلٰى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنِّى مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ (پ: رکوع ۱۹)

اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو خدا کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے، اور کہے کہ میں فرمان برداروں میں سے ہوں (بیان القرآن)

مفسرین نے لکھا ہے کہ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی طرف کسی کو بلائے وہ اس بشارت اور تعریف کا مستحق ہے خواہ کسی طریق سے بلائے مثلاً انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام معجزہ وغیرہ سے بلائے ہیں اور علماء دلائل سے، مجاہدین تلوار سے، اور مؤذنین اذان سے غرض جو بھی کسی شخص کو دعوت الی الخیر کرے وہ اس میں داخل ہے خواہ اعمال ظاہرہ کی طرف بلائے یا اعمال باطنہ کی طرف۔ جیسا کہ مشائخ صوفیہ معرفت اللہ کی طرف بلائے ہیں (خازن) مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ قَالَ اِنِّى مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ میں اس طرف اشارہ ہے کہ مسلمان ہونے کے ساتھ تفاخر بھی ہو اس کو اپنے لئے باعث عزت بھی سمجھتا ہو۔ اس اسلامی امتیاز کو تفاخر کے ساتھ ذکر بھی کرے۔ بعض مفسرین نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ مقصد یہ ہے کہ اس وعظ، نصیحت، تبلیغ سے اپنے کو بہت بڑی ہستی نہ کہنے لگے، بلکہ یہ کہے کہ عام مسلمین میں سے ایک مسلمان میں بھی ہوں۔

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں کو  
سمجھاتے رہتے کیونکہ سمجھانا ایمان والوں  
کو نفع دے گا۔

(۲) وَذَكَرَ فَإِنَّ اللَّهَ يُخْرِجُ  
تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ۝

(پ ۲۷ - رکوع ۲)

مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سے قرآن پاک کی آیات سنا کر نصیحت فرمانا مقصود ہے  
کہ وہ نفع رساں ہے۔ مؤمنین کے لئے تو ظاہر ہے کفار کے لئے بھی۔ اس لحاظ سے کہ وہ  
انشار اللہ اس کے ذریعہ سے مؤمنین میں داخل ہو جائیں گے اور آیت کے مصداق میں  
شامل ہوں گے۔ ہمارے اس زمانے میں وعظ و نصیحت کا راستہ تقریباً بند ہو گیا ہے  
وعظ کا مقصد بالعموم شیعہ تقریر بن گیا ہے تاکہ سننے والے تعریف کر دیں حالانکہ نبی اکرم صلی  
اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو شخص تقریر و بلاغت اس لئے سیکھے تاکہ لوگوں کو اپنی طرف مائل  
کرے تو قیامت کے دن اس کی کوئی عبادت مقبول نہیں۔ یہ فرض نہ نفل۔

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے  
متعلقین کو بھی نماز کا حکم کرتے رہتے اور  
خود بھی اس کے پابند رہتے ہم آپ سے  
معاش نہیں چاہتے معاش تو آپ کو  
ہم دیں گے اور بہتر انجام تو پرہیزگاری  
ہی کا ہے۔

(۳) وَأَمْرُ أَهْلِكَ بِالصَّلَاةِ  
وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا  
نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَى ۝

(پ ۱۶ - رکوع ۱۷)

متعدد روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کی  
تنگی معاش کے رفع فرمانے کا فکر ہوتا تو اس کو نماز کی تاکید فرماتے اور آیت بالا کو تلاوت  
فرما کر گویا اس طرف اشارہ فرماتے کہ وسعت رزق کا وعدہ اہتمام نماز پر موقوف ہے۔ علماء  
نے لکھا ہے کہ اس آیت شریفہ میں نماز کے حکم کرنے کے ساتھ خود اس پر اہتمام کرنے کا  
حکم اس لئے ارشاد ہوا ہے کہ یہ نفع ہے کہ تبلیغ کے ساتھ ساتھ جس چیز کا دوسروں کو حکم  
کیا جاوے خود بھی اس پر اہتمام کیا جاوے کہ اس سے دوسروں پر اثر بھی زیادہ ہوتا ہے  
اور دوسروں کے اہتمام کا سبب بنتا ہے۔ اسی لئے ہدایت کے واسطے انبیاء علیہم  
الصلوة والسلام کو مجتہد فرمایا ہے کہ وہ نمونہ بن کر سامنے ہوں تو عمل کرنے والوں  
کو عمل کرنا سہل ہو اور یہ خدشہ نہ گزرے کہ فلاں حکم مشکل ہے اس پر عمل کیسے ہو سکتا ہے



اس کے بعد رزق کے وعدہ کی مصلحت یہ ہے کہ نماز کا اپنے اوقات کے ساتھ اہتمام بسا اوقات اسباب معیشت میں ظاہر نقصان کا سبب معلوم ہوتا ہے بالخصوص تجارت ملازمت وغیرہ میں، اس لئے اس کو ساتھ کے ساتھ دفع فرمادیا کہ یہ ہمارے ذمہ ہے یہ سب دنیاوی امور کے اعتبار سے ہے اس کے بعد بطور قاعدہ کلیہ اور امر بدیہی کے فرمایا کہ عاقبت تو ہے ہی شیعوں کے لئے، اس میں کسی دوسرے کی شرکت ہی نہیں۔

(۴) يَا بَنِيَّ اَقِمِ الصَّلَاةَ وَامُرْ  
بِالسُّعْرَدِ ذَانَهُ عَنِ الْمُنْكَرِ  
وَاصْبِرْ عَلٰی مَا اَصَابَكَ وَاِنَّ  
ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ

(پ. ۱۱ ع. ۱۱)

بیٹا نماز پڑھا کر اور اچھے کاموں کی نصیحت  
کیا کر اور بُرے کاموں سے منع کیا کر اور  
تجھ پر جو مصیبت واقع ہو اس پر صبر کیا  
کر کہ یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔  
(بیان القرآن)

اس آیت شریفہ میں مہتمم بالشان امور کو ذکر فرمایا ہے اور حقیقت یہ امور اہم ہیں تمام کامیابیوں کا ذریعہ ہیں مگر ہم لوگوں نے ان ہی چیزوں کو خاص طور سے پس پشت ڈال رکھا ہے۔ امر بالمعروف کا تو ذکر ہی کیا کہ وہ تو تقریباً سب ہی کے نزدیک متروک ہے۔ نماز جو تمام عبادات میں سب سے زیادہ اہم چیز ہے اور ایمان کے بعد سب سے مقدم اسی کا درجہ ہے اس کی طرف سے بھی کس قدر غفلت برتی جاتی ہے۔ ان لوگوں کو چھوڑ کر جو بے نمازی کہلاتے ہیں خود نمازی لوگ بھی اس کا کامل اہتمام نہیں فرماتے بالخصوص جماعت جس کی طرف اقامت نماز سے اشارہ ہے صرف غزباء کے لئے رہ گئی اُمراء اور باعزت لوگوں کے لئے مسجد میں جانا گویا عار بن گیا ہے۔ قَالَ الشَّيْطَانُ اِنْ اَنْجُو عَارِئًا مِّنْ اَوْفَرِ مَنْ اَسْت۔

(۵) وَلَتَكُنْ مِنْكُمْ اُمَّةٌ يَدْعُونَ  
اِلٰى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ  
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ  
هُمُ الْمُفْلِحُونَ (پ. ۲۵ ع. ۲۵)

اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونا  
ضروری ہے کہ خیر کی طرف بلا تے اور نیک  
کاموں کے کرنے کو کہا کرے اور بُرے  
کاموں سے روکا کرے اور ایسے لوگ  
پورے کامیاب ہوں گے۔



حق سبحانہ و تقدس نے اس آیت شریفہ میں ایک اہم مضمون کا حکم فرمایا ہے وہ یہ کہ امت میں سے ایک جماعت اس کام کے لئے مخصوص ہو کہ وہ اسلام کی طرف لوگوں کو تبلیغ کیلئے یہ حکم مسلمانوں کے لئے تھا مگر افسوس کہ اس اصل کو ہم لوگوں نے بالکل ترک کر دیا ہے اور دوسری قوموں نے نہایت اہتمام سے پکڑ لیا ہے۔ نصاریٰ کی مستقل جماعتیں دنیا میں تبلیغ کے لئے مخصوص ہیں اور اسی طرح دوسری اقوام میں اس کے لئے مخصوص کارکن موجود ہیں لیکن یہ مسلمانوں میں بھی کوئی جماعت ایسی ہے؟ اس کا جواب نفی میں نہیں تو اثبات میں بھی مشکل ہے۔ اگر کوئی جماعت یا کوئی فرد اس کے لئے اٹھتا بھی ہے تو اس وجہ سے کہ بجائے اعانت کے اس پر اعتراضات کی اس قدر بھرمار ہوتی ہے کہ وہ آج نہیں تو کل تھک کر بیٹھ جاتا ہے حالانکہ خیر خواہی کا مقتضایہ تھا کہ اس کی مدد کی جاتی اور کوتاہیوں کی اصلاح کی جاتی، نہ یہ کہ خود کوئی کام نہ کیا جاوے اور کام کرنے والوں کو اعتراضات کا نشانہ بنا کر ان کو کام کرنے سے گویا روک دیا جاوے۔

(۶) كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ  
لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ  
عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ  
(پ - ۲۷)

تم بہترین امت ہو کہ لوگوں کے (فعل سنی) کے لئے نکالے گئے ہو۔ تم لوگ نیک کام کا حکم کرتے ہو اور بُرے کام سے منع کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔  
(بیان القرآن و ترجمہ عاشقی)

مسلمانوں کا اشرف الناس اور امت محمّدیہ کا اشرف الامم ہونا متعدد احادیث میں تصریح سے وارد ہوا ہے۔ قرآن پاک کی آیات میں بھی کئی جگہ اس مضمون کو صراحت و اشارۃ بیان فرمایا گیا ہے۔ اس آیت شریفہ میں بھی خیر امت کا اطلاق فرمایا گیا ہے اور اس کے ساتھ ہی اس کی علت کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے کہ تم بہترین امت ہو اس لئے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہو۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آیت شریفہ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ایمان سے بھی پہلے ذکر فرمایا حالانکہ ایمان سب چیزوں کی اصل ہے، بغیر ایمان کے کوئی خیر بھی معتبر نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان میں تو اور اہم سابقہ بھی شریک تھیں یہ خاص خصوصیت جس کی وجہ سے تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے متبعین سے امت



مُحَمَّدٌ كُوْنُفُوْقٌ هُوَ هُوَ سَيِّدُ الْمَعْرُوْفِ اور نَبِيُّ عَنِ الْمُسْكِرِ ہے جو اس اُمت کا مَنفَعۂ مَتَبَاہِ  
ہے اور چونکہ بغیر ایمان کے کوئی عمل خیر معتبر نہیں اس لئے ساتھ ہی بطور قید کے اس کو بھی  
ذکر فرمادیا اور داصل مقصود اس آیت شریفہ میں اسی کا ذکر فرمانا ہے اور چونکہ وہی اس جگہ  
مقصود بالذکر ہے اس لئے اس کو مُقَدَّم فرمایا۔

اس اُمت کے لئے تمنا امتیاز ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا مخصوص اہتمام کیا  
جاتے ورنہ کہیں چلتے پھرتے تبلیغ کر دینا اس میں کافی نہیں۔ اس لئے کہ یہ امر پہلی اُمتوں  
میں بھی پایا جاتا تھا جس کو فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ وغیرہ آیات میں ذکر فرمایا ہے۔ امتیاز  
مخصوص اہتمام کا ہے کہ اس کو مستقل کام سمجھ کر دین کے اور کاموں کی طرح سے اس میں  
مشغول ہوں۔

④ لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّنْ نُّجْوَاهُمْ  
الْأَمَنَ أَمْرٌ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ  
فَمَا صْلَاحٌ بَيْنَ النَّاسِ وَمَنْ يَفْعَلْ  
ذَلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَوَفَّ  
نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝

(پ رکوع ۱۲)

عام لوگوں کی اکثر سرگوشیوں میں خیر (برکت)  
نہیں ہوتی مگر جو لوگ ایسے ہیں کہ صدقہ  
خیرات کی یا اور کسی نیک کام کی یا لوگوں  
میں باہم اصلاح کر دینے کی ترغیب دیتے  
ہیں (اور اس تعلیم و ترغیب کے لئے خفیہ  
تدبیریں اور مشورے کرتے ہیں ان کے

مشوروں میں البتہ خیر و برکت ہے) اور جو شخص یہ کام (یعنی نیک اعمال کی ترغیب محض)  
اللہ کی رضا کے واسطے کریگا (نہ کہ لالچ یا شہرت کی غرض سے) اس کو ہم عنقریب اجر عظیم  
عطا فرمائیں گے۔

اس آیت میں حق تعالیٰ شانہ نے اُمْرَ بِالْمَعْرُوفِ کرنے والوں کے لئے بڑے اجر  
کا وعدہ فرمایا ہے اور جس اجر کو حق جلّ جلالہ بڑا فرمادیں اس کی کیا انتہا ہو سکتی ہے۔ اس آیت  
شریفہ کی تفسیر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک نقل کیا گیا ہے کہ آدمی کا ہر کام  
اس پر بار ہے مگر یہ کہ اُمْرَ بِالْمَعْرُوفِ اور نَبِيُّ عَنِ الْمُسْكِرِ ہو یا اللہ کا ذکر ہو۔

دوسری احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کیا میں تم کو ایسی چیز  
نہ بتاؤں جو نفل نماز روزہ صدقہ سب سے افضل ہو، صحابہ نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمائیے  
مخصوصاً نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں میں مُصَالَحَتِ کرنا کیونکہ آپس کا بگاڑ نیکیوں کو اس طرح مٹا

کر دیتا ہے جیسا کہ اُسترا بالوں کو اڑا دیتا ہے، اور بھی بہت سی نصوص میں لوگوں کے درمیان مُصَالَحَت کرانے کی تاکید فرمائی گئی ہے اس جگہ اس کا ذکر مقصود نہیں۔ اس جگہ اس بات کا بیان کرنا مقصود ہے کہ اُمُر بالمعروف میں یہ بھی داخل ہے کہ لوگوں میں مُصَالَحَت کی صورت جس طریق سے بھی پیدا ہو سکے اس کا بھی ضرور اہتمام کیا جاتے۔

## فصل ثانی



اس میں ان احادیث میں سے بعض کا ترجمہ ہے جو مضمون بالا کے مُتَعَلِق وارد ہوئی ہیں۔ تمام احادیث کا نہ احاطہ مقصود ہے نہ ہو سکتا ہے؛ نیز اگر کچھ زیادہ مقدار میں آیات و احادیث جمع بھی کی جاتیں تو ڈر یہ ہے کہ دیکھے گا کون۔ آج کل ایسے امور کے لئے کہ فرصت اور کس کے پاس وقت ہے۔ اس لئے صرف یہ امر دکھلانے کے لئے اور آپ حضرات تک پہنچا دینے کے لئے کہ حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کس قدر اہمیت کے ساتھ اس کی تاکید فرمائی ہے اور نہ ہونے کی صورت میں کس قدر سخت وعید اور دھمکی فرمائی ہے چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں۔

① عَنْ ابْنِ سَعْدٍ رَوَى عَنْ أَبِي جَرِيرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيَغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ (رواه مسلم والترمذي وابن ماجه والنسائي هذا في الترغيب)

نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی ناجائز امر کو ہوتے ہوئے دیکھے اگر اس پر قدرت ہو کہ اس کو ہاتھ سے بند کر دے تو اس کو بند کر دے۔ اگر اتنی مشہرت نہ ہو تو زبان سے اس پر انکار کر دے اگر اتنی بھی قدرت نہ ہو تو دل سے اس کو بُرا سمجھے۔ اور یہ ایمان کا بہت ہی کم درجہ ہے۔

ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ اگر اس کو زبان سے بند کرنے کی طاقت



ہو تو بند کر دے ورنہ دل سے اُس کو بُرا سمجھے کہ اس صورت میں بھی وہ برائی الذمہ ہے۔  
ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص دل سے بھی اس کو بُرا سمجھے تو وہ بھی مؤمن  
ہے مگر اس سے کم درجہ ایمان کا نہیں۔

اس مضمون کے متعلق کئی ارشادات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف  
احادیث میں نقل کئے گئے ہیں۔ اب اس کے ساتھ اس ارشاد کی تعمیل پر بھی ایک نظر ڈالتے  
جائیں کہ کتنے آدمی ہم میں سے ایسے ہیں کہ کسی ناجائز کام کو ہوتے ہوئے دیکھ کر ہاتھ سے روک  
دیتے ہیں یا فقط زبان سے اس کی بُرائی اور ناجائز ہونے کا اظہار کر دیتے ہیں، یا کم از کم اس  
ایمان کے ضعیف درجہ کے موافق دل ہی سے اس کو بُرا سمجھتے ہیں یا اس کام کو ہوتا ہوا دیکھنے  
سے دل تلملاتا ہے۔ تنہائی میں بیٹھ کر ذرا تو غور کیجئے کہ کیا ہونا چاہئے تھا اور کیا ہو رہا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس شخص کی  
مثال جو اللہ کی حدود پر قائم ہے اور اس شخص کی  
جو اللہ کی حدود میں پڑنے والا ہے اس قوم کی  
سی ہے جو ایک جہاز میں بیٹھے ہوں اور قعر سے  
(مثلاً) جہاز کی منزلیں مقرر ہو گئی ہوں کہ بعض لوگ  
جہاز کے اوپر کے حصہ میں ہوں اور بعض  
لوگ نیچے (طبق) کے حصہ میں ہوں جب  
نیچے والوں کو پانی کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ  
جہاز کے اوپر کے حصہ پر آکر پانی لیتے ہیں  
اگر وہ یہ خیال کر کے کہ ہمارے بار بار اوپر  
پانی کے لئے جانے سے اوپر والوں کو تکلیف  
ہوتی ہے اس لئے ہم اپنے ہی حصہ میں

(۲) عَنِ النَّسَّانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَثَلُ الْقَائِمِ فِي حُدُودِ اللَّهِ  
وَالْوَاقِعِ فِيهَا كَمَثَلِ قَوْمٍ إِذَا اسْتَمْبَرُوا عَلَى  
سَفِينَةٍ فَصَارَ بَعْضُهُمْ أَعْلَاهَا وَ  
بَعْضُهُمْ أَسْفَلَهَا فَكَانَ الَّذِي فِي  
أَسْفَلِهَا إِذَا اسْتَقَامَ مِنَ الْمَاءِ  
مَرُّوا عَلَى مَنْ فَوْقَهُمْ فَقَالُوا لَوْ  
أَنَّا خَرَقْنَا فِي نَصِيْبِنَا خَرْقًا وَلَوْ نَوْنُوْهُ  
مَنْ فَوْقَنَا فَإِنْ تَرَكَوْهُ وَ مَا  
أَرَادُوا مَلَكَوْا جَمِيعًا وَإِنْ أَخَذُوا  
عَلَى أَيْدِيهِمْ نَجَّوْا وَنَجَّوْا جَمِيعًا  
(رواہ البخاری والترمذی)

یعنی جہاز کے نیچے کے حصہ میں ایک سوراخ سمندر میں کھول لیں جس سے پانی یہاں ہی  
مٹا رہے اور والوں کو ستانا نہ پڑے ایسی صورت میں اگر اوپر والے ان جمعوں کی اس  
تجویز کو نہ روکیں گے اور خیال کر لیں گے کہ وہ جانیں ان کا کام، ہمیں ان سے کیا فاسطہ  
تو اس صورت میں وہ جہاز غرق ہو جائے گا اور دونوں فریق ہلاک ہو جائیں گے اور



اگر وہ ان کو روک دیں گے تو دونوں فریق ڈوبنے سے بچ جائیں گے۔  
صحابہ کرامؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ ہم لوگ  
ایسی حالت میں بھی تباہ و برباد ہو سکتے ہیں جب کہ ہم میں صلحاء اور متقی لوگ موجود ہوں؟  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں جب خباثت غالب ہو جاتے۔

اس وقت مسلمانوں کی تباہی و بربادی کے سرِ طرف گیت گاتے جا رہے ہیں اور  
اس پر شور مچایا جا رہا ہے۔ نئے نئے طریقے ان کی اصلاح کے واسطے تجویز کئے جا رہے ہیں  
مگر کسی روشن خیال (تعلیم جدید کے شہیدانی) کی تو کیا کسی تاریک خیال (مولوی صاحب)  
کی بھی نظر اس طرف نہیں جاتی ہے کہ حقیقی طبیب اور شفیع مرقی نے کیا مرض تشخیص فرمایا  
اور کیا علاج بتلایا ہے اور اس پر کس درجہ عمل کیا جا رہا ہے کیا اس ظلم کی کچھ انتہا ہے  
کہ جو سبب مرض ہے جس سے مرض پیدا ہوا ہے وہی علاج تجویز کیا جا رہا ہے کہ (دین  
کی ترقی کے لئے دین و اسباب دین سے بے توجہی کی جا رہی ہے۔ اپنی ذاتی رایتوں پر عمل  
کیا جا رہا ہے) تو یہ مریض کل کی جگہ آج ہلاک نہ ہوگا تو کیا ہوگا؟

میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوتے جس کے سبب ایسی عطار کے لڑکے سے دوا لیتے ہیں  
(۳) عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَوَّلُ مَا دَخَلَ النَّفْسُ عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ  
أَنَّهُ كَانَ الرَّجُلُ يَلْقَى الرَّجُلَ فَيَقُولُ يَا  
هَذَا إِنَّكَ اللَّهُ وَدَعُ مَا تَصْنَعُ بِهِ  
فَانْنَسَ لَا يَجِدُ لَكَ ثَمَّ يَلْقَاكَ مَنْ  
الْفِدْ وَهُوَ عَلَى حَالٍ فَلَا يَنْتَعُهُ  
ذَلِكَ أَنَّ يَكُونُ أَكِيلَهُ وَشَرِيبَهُ  
وَقَعِيدَهُ فَلَمَّا فَعَلُوا ذَلِكَ ضَرَبَ  
اللَّهُ قُلُوبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ  
ثُمَّ قَالَ لِعَنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنِّي  
إِسْرَائِيلَ أَلِ قَوْلِهِ فَاِسْقُونِ ثُمَّ قَالَ

بہن کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے  
کہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا  
تنزل اس طرح شروع ہوا کہ ایک شخص  
کسی دوسرے سے ملتا اور کسی نا جائز  
بات کو کرتے ہوئے دیکھتا تو اس کو  
منع کرتا کہ دیکھ اللہ سے ڈر الیسا نہ کریں  
اس کے نہ ماننے پر بھی وہ اپنے تعلقات  
کی وجہ سے کھانے پینے میں اور نشست  
برخواست میں ویسا ہی برتاؤ کرتا جیسا کہ  
اس سے پہلے تھا جب عام طور پر الیسا  
ہونے لگا تو اللہ تعالیٰ نے بعضوں کے  
قلوب کو بعضوں کے ساتھ خلط کر دیا

كَذَّٰلِكَ وَاللّٰهُ لَمَّا مَرَّ بِالْمَعْرُوفِ وَ  
لَسَّهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَلَمَّا خَذَنَّ  
عَلَىٰ يَدِ الظَّالِمِ وَلَتَأْطُرَنَّ  
عَلَى الْحَقِّ أَطْرًا - (رواہ ابو داؤد

والترمذی کذا فی الترغیب)

(یعنی نافرمانوں کے قلوب جیسے تھے ان  
کی نحوست سے فرماں برداروں کے قلوب  
بھی ویسے ہی کر دیتے، پھر ان کی تائید میں  
کلام پاک کی آیتیں نَعْنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا  
فَاسْقُوْنَ تک پڑھیں اس کے بعد حضور  
نے بڑی تاکید سے یہ حکم فرمایا کہ اَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ اور نَهْیٌ عَنِ الْمُنْكَرِ کرتے رہو انعام  
کو ظلم سے روکتے رہو، اور اس کو حق بات کی طرف کھینچ کر لاتے رہو۔

دوسری حدیث میں وارد ہے کہ حضورؐ کی لگائے ہوئے بیٹھے تھے جوش میں  
اُٹھ کر بیٹھ گئے اور قسم کھا کر فرمایا کہ تم نجات نہیں پاؤ گے جب تک کہ ان کو ظلم سے  
نہ روک دو۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپؐ نے قسم کھا کر فرمایا کہ تم اَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ اور نَهْیٌ  
عَنِ الْمُنْكَرِ کرتے رہو اور ظالموں کو ظلم سے روکتے رہو اور حق بات کی طرف کھینچ کر لاتے  
رہو ورنہ تمہارے قلوب بھی اسی طرح خلط کر دیئے جائیں گے جس طرح ان لوگوں کے  
کر دیئے گئے اور اسی طرح تم پر بھی لعنت ہوگی جس طرح ان پر یعنی بنی اسرائیل پر لعنت  
ہوئی۔ قرآن پاک کی آیات تائید میں اس لئے پڑھیں کہ ان آیات شریفہ میں ان لوگوں  
پر لعنت فرمائی ہے اور سبب لعنت منجملہ اور اسباب کے یہ بھی ہے کہ وہ منکرات  
سے ایک دوسرے کو نہیں روکتے تھے۔

آج کل یہ خوبی سمجھی جاتی ہے کہ آدمی صلح کل رہے جس جگہ جاوے ویسی ہی کہنے  
لگے۔ اسی کو کمال اور وسعت اخلاق سمجھا جاتا ہے حالانکہ یہ علی الاطلاق غلط ہے بلکہ جہاں  
اَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ وغیرہ قطعاً مفید نہ ہو ممکن ہے کہ صرف سکوت کی کچھ گنجائش نکل آئے  
(نہ کہ ہاں میں ہاں ملانے کی) لیکن جہاں مفید ہو سکتا ہے مثلاً اپنی اولاد، اپنے ماتحت،  
اپنے دست نگر لوگوں میں، وہاں کسی طرح بھی یہ سکوت کمال اخلاق نہیں بلکہ سکوت  
کرنے والا شرعاً و عرفاً خود مجرم ہے۔

سفیان ثوریؒ کہتے ہیں کہ جو شخص اپنے پڑوسیوں کو محبوب ہو، اپنے بھائیوں  
میں محمود ہو، (اغلب یہ ہے کہ) وہ مداہن ہو گا۔



متعدد روایات میں یہ مضمون آیا ہے کہ جب کوئی گناہ مخفی طور سے کیا جاتا ہے اس کی مضرت کرنے والے ہی کو ہوتی ہے لیکن جب کوئی گناہ کھلم کھلا کیا جاتا ہے اور لوگ اس کے روکنے پر قادر ہیں اور پھر نہیں روکتے تو اس کی مضرت اور نقصان بھی عام ہوتا ہے۔

اب شخص اپنی ہی حالت پر غور کرے کہ کتنے معاصی اس کے علم میں ایسے کئے جاتے ہیں جن کو وہ روک سکتا ہے اور پھر بے توجہی، لاپرواہی، بے التفاتی سے کام لیتا ہے اور اس سے بڑھ کر ظلم یہ ہے کہ کوئی اللہ کا بندہ اس کو روکنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کی مخالفت کی جاتی ہے، اس کو کوتاہ نظر بنلا یا جاتا ہے، اس کی اعانت کرنے کی بجائے اس کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔

(۴) عَنْ جَبْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ رَجُلٍ يَكُونُ فِي قَوْمٍ يُعْمَلُ فِيهِمْ بِالْمَعَاصِي يَقْدِرُونَ عَلَى أَنْ يُغَيِّرُوا عَلَيْهِ وَلَا يُغَيِّرُونَ إِلَّا أَصَابَهُمُ اللَّهُ بِعِقَابٍ قَبْلَ أَنْ يَمُوتُوا (رواہ ابوداؤد وابن ماجہ وابن حبان والاصبہانی وغیرہم کذا فی الترغیب)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر کسی جماعت اور قوم میں کوئی شخص کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اور وہ جماعت و قوم باوجود قدرت کے اس شخص کو اس گناہ سے نہیں روکتی تو ان پر مرنے سے پہلے دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ کا عذاب مسلط ہو جاتا ہے۔

میرے مخلص بزرگو! اور ترقی اسلام و مسلمین کے خواہشمند دوستو! یہ میں مسلمانوں کی تباہی کے اسباب اور روز افزوں بربادی کی وجوہ۔ ہر شخص اجنبیوں کو نہیں، برابر والوں کو نہیں، اپنے گھر کے لوگوں کو، اپنے چھوٹوں کو، اپنی اولاد کو، اپنے ماتحتوں کو ایک لمحہ اس نظر سے دیجھ لے کہ کتنے کھلے ہوئے معاصی میں وہ لوگ مبتلا ہیں، اور آپ حضرات اپنی ذاتی وجاہت اور اثر سے ان کو روکتے ہیں یا نہیں؟ روکنے کو چھوڑیے روکنے کا ارادہ بھی کر لیتے ہیں یا نہیں؟ یا آپ کے دل میں کسی وقت اس کا خطرہ بھی گزر جاتا ہے کہ لاڈلا بیٹا کیا کر رہا ہے۔ اگر وہ حکومت کا کوئی جرم کرتا ہے، مجرم بھی نہیں سیاسی

مجالس میں شرکت ہی کر لیتا ہے تو آپ کو فکر ہوتی ہے کہ کہیں ہم نہ ملوث ہو جائیں اس کو تنبیہ کی جاتی ہے اور اپنی صفائی اور تہیزی کی تدبیریں اختیار کی جاتی ہیں۔ مگر کہیں اٹھ کر الگ کچن کے مجرم کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کیا جاتا ہے جو معمولی حاکم عارضی کے مجرم کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

آپ خوب جانتے ہیں کہ پیارا بیٹا شطرنج کا شوقین ہے، تاش سے دل بہلاتا ہے، نماز کئی کئی وقت کی اڑا دیتا ہے، مگر افسوس کہ آپ کے منہ سے کبھی حرف غلط کی طرح بھی یہ نہیں نکلتا کہ کیا کر رہے ہو۔ یہ مسلمانوں کے کام نہیں ہیں۔ حالانکہ اُس کے ساتھ کھانا پینا چھوڑ دینے کے بھی مامور تھے، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے ۵

بہیں تفاوت رہ از کجاست تا بجایا

ایسے بہت سے لوگ ملیں گے جو اپنے لڑکے سے اس لئے ناخوش ہیں کہ وہ عہدی ہے۔ گھر پڑا رہتا ہے، ملازمت کی سعی نہیں کرتا ہے، یاد و کان کا کام تندہی سے نہیں کرتا ہے لیکن ایسے لوگ بہت کم ملیں گے جو لڑکے سے اس لئے ناراض ہوں کہ وہ جماعت کی پرواہ نہیں کرتا یا نماز قضا کر دیتا ہے۔

بزرگو اور دوستو! اگر صرف آخرت ہی کا وبال ہو تا تب بھی یہ امور اس قابل تھے کہ ان سے کوسوں دور بھاگا جاتا، لیکن قیامت تو یہ ہے کہ اس دنیا کی تباہی جس کو ہم عملاً آخرت سے مقدم سمجھتے ہیں انہیں امور کی وجہ سے ہے، غور تو کیجئے اس اندھے پن کی کوئی حد بھی ہے۔ مَنْ كَانَ فِي مِلَّةٍ أَعْمَى فَلَوْ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَى حَقِيقَاتِ

یہ ہے کہ ختم اللہ علی قلوبہم و علی سمعہم و علی ابصارہم غشاۃ کا پرتو ہے۔

۵ رَوَى عَنْ النَّبِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَزَالُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَنْفَعُ مَنْ قَالَهَا وَتَرُدُّ عَنْهُمْ الْعَذَابَ وَالنِّقْمَةَ مَا لَمْ يَسْتَخْفُوا بِحَقِّهَا قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الِاسْتِخْفَافُ

بِحَقِّهَا قَالَ يَظْهَرُ الْعَمَلُ بِسَعَايِ  
اللَّهِ فَلَا يُنْكِرُ وَلَا يُغَيِّرُ

(رواہ الاصبہانی ترغیب)

صحابہ نے عرض کیا کہ اس کے حقوق سے  
بے پرواہی و استخفاف کئے جانے کا کیا  
مطلب ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ

اللہ کی نافرمانیاں کھلے طور پر کی جائیں اور ان کو بند کرنے کی کوئی کوشش نہ کی جائے۔  
اب آپ ہی ذرا انصاف سے فرمائیے کہ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں  
کی کوئی انتہا، کوئی حد ہے، اور اس کے روکنے یا بند کرنے کی یا کم از کم تقلیل کی کوئی سعی،  
کوئی کوشش ہے، ہرگز نہیں۔ ایسے خطرناک ماحول میں مسلمانوں کا عالم میں موجود ہونا ہی  
اللہ تعالیٰ کا حقیقی انعام ہے۔ ورنہ ہم نے اپنی بربادی کے لئے کیا کچھ اسباب نہیں  
پیدا کر لئے ہیں۔

حضرت عائشہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا کوئی اللہ کا عذاب اگر  
زمین والوں پر نازل ہوا، اور وہاں کچھ دین دار لوگ بھی ہوں تو ان کو بھی نقصان پہنچتا ہے؟  
حضرت نے فرمایا کہ دنیا میں تو سب کو اثر پہنچتا مگر آخرت میں وہ لوگ گنہگاروں سے علیحدہ  
ہو جائیں گے، اس لئے وہ حضرات جو اپنی دینداری پر مطمئن ہو کر دنیا سے بچو ہو بیٹھے اس  
سے بے فکر رہیں کہ خدا نخواستہ اگر منکرات کے اس شیوع پر کوئی بلا نازل ہو گئی تو ان  
کو بھی اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔

(۶) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلْتُ

عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَعَرَفْتُ فِي وَجْهِهِ أَنَّ قَدْ حَضَرَهُ

شَيْءٌ فَتَوَضَّأَ وَمَا كَلَّمَ أَحَدًا

فَلَصِقْتُ بِالْحَجَرَةِ اسْتَمِعُ مَا يَقُولُ

فَقَعَدَ عَلَيَّ الْيَنْبَرُ فَحَمِدَ اللَّهَ وَ

اَثْنَى عَلَيْهِ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ لَكُمْ مَرُوءًا

بِالْبَعْرِوفِ وَانْهَوُوا عَنِ الْمُنْكَرِ

قَبْلَ أَنْ تَدْعُوا فَلَا أُجِيبُ لَكُمْ

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ دولت کدہ پر

تشریف لائے تو میں نے چہرہ انور پر

ایک خاص اثر دیکھ کر محسوس کیا کہ کوئی

اہم بات پیش آئی ہے۔ حضورؐ نے کسی سے

کچھ بات چیت نہیں فرمائی اور وضو فرما

کر مسجد میں تشریف لے گئے۔ میں حجرہ

کی دیوار سے لگ کر سننے کھڑی ہو گئی

کہ کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ حضورؐ منبر پر

تشریف فرما ہوئے اور حمد و ثنا کے بعد



وَتَسْأَلُونِي فَلَا أُعْطِيكُمْ وَتَسْتَضِرُّونِي  
فَلَا أَنْصُرْكُمْ فَمَا زَادَ عَلَيْهِمْ حَتَّى

نَزَلَ (رواہ ابن ماجہ و ابن حبان

فی صحیحہ کذا فی الترغیب)

ارشاد فرمایا: لوگو! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے  
کہ اُمْرُ بِالْمَعْرُوفِ اور نہی عَنِ الْمُنْكَرِ کرتے

رہو، مبادا وہ وقت آجائے کہ تم دعا

مانگو اور قبول نہ ہو۔ تم سوال کرو اور سوال

پورا نہ کیا جائے تم اپنے دشمنوں کے خلاف مجھ سے مدد چاہو اور میں تمہاری مدد نہ کروں۔  
یہ کلمات طیبات حضور نے ارشاد فرمائے اور منبر سے نیچے تشریف لے آتے۔

اس مضمون پر وہ حضرات خصوصیت سے توجہ فرمائیں جو دشمن کے مقابلہ کے لئے

امور دینیہ میں تسامح اور مسابہت پر زور دیتے ہیں کہ مسلمانوں کی اعانت اور امداد دین

کی پختگی ہی میں مضمر ہے۔ حضرت ابوالدرداء جو ایک جلیل القدر صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ

تم اُمْرُ بِالْمَعْرُوفِ اور نہی عَنِ الْمُنْكَرِ کرتے رہو ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر ایسے ظالم بادشاہ کو مُسَلِّط

کر دے گا جو تمہارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے، تمہارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے۔ اس وقت

تمہارے بزرگ زیادہ لوگ دعائیں کریں گے تو قبول نہ ہوں گی، تم مدد چاہو گے تو مدد نہ ہوگی،

معفرت مانگو گے تو مغفرت نہ ملے گی۔ خود حق جلّ جلالہ کا ارشاد ہے یَا أَيُّهَا الَّذِينَ

آمَنُوا إِنْ تَضَرُّوا مِنْ اللَّهِ يَنْصُرْكُمْ وَيُخْرِجْكُمْ مِنْكُمْ (ترجمہ) اے ایمان والو! اگر تم اللہ

کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا (اور دشمنوں کے مقابلہ میں) تمہارے قدم جائے

گا۔ (بیان القرآن)۔ دوسری جگہ ارشاد باری عزّ اسمہ ہے إِنْ يَنْصُرْكُمْ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ

لَكُمْ (ترجمہ) اگر اللہ تعالیٰ شانہ تمہاری مدد کریں تو کوئی شخص تم پر غالب نہیں

آسکتا اور اگر وہ تمہاری مدد نہ کریں تو پھر کون شخص ہے جو تمہاری مدد کر سکتا ہے اور صرف

اللہ تعالیٰ ہی پر ایمان والوں کو اعتماد رکھنا چاہیے۔

درمستور میں بروایت ترمذی وغیرہ حضرت حذیفہؓ سے نقل کیا ہے کہ حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر یہ ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اُمْرُ بِالْمَعْرُوفِ اور نہی عَنِ

الْمُنْكَرِ کرتے رہو۔ ورنہ اللہ جلّ جلالہ اپنا عذاب تم پر مُسَلِّط کر دیں گے پھر تم دعا بھی مانگو

گے تو قبول نہ ہوگی۔

یہاں پہنچ کر میرے بزرگ اول یہ سوچ لیں کہ ہم لوگ اللہ کی کس قدر نافرمانیاں

کرتے ہیں پھر معلوم ہو جائے گا کہ ہماری کوششیں بیکار کیوں جاتی ہیں، ہماری دعائیں



بے اثر کیوں رہتی ہیں، ہم اپنی ترقی کے نیچے بورے ہیں یا تنزیل کے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَظَّمْتَ أُمَّتِي الدُّنْيَا نَزَعَتْ مِنْهَا هَيْبَةُ الْإِسْلَامِ وَإِذَا تَرَكْتِ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ حُرِمَتْ بَرَكَاتُ الْوَحْيِ وَإِذَا تَسَابَتْ أُمَّتِي سَقَطَتْ مِنْ عَيْنِ اللَّهِ .  
(کذا فی الدر عن الحکیم الترمذی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب میری امت دنیا کو بڑی چیز سمجھنے لگے گی تو اسلام کی ہیبت اور وقعت اس کے قلوب سے نکل جائے گی اور جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ بیٹھے گی تو وحی کی برکات سے محروم ہو جائے گی، اور جب آپس میں گالی گلوچ اختیار کرے گی تو اللہ جل شانہ کی نگاہ سے گر جائے گی۔

اے یہی خواہاں قوم! ترقی اسلام اور ترقی مسلمان کے لئے ہر شخص کو شاں اور ساعی ہے۔ لیکن جو اسباب اس کے لئے اختیار کئے جاتے ہیں وہ تنزیل کی طرف لے جانے والے ہیں اگر درحقیقت تم اپنے رسول (روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو سچا رسول سمجھتے ہو، ان کی تعلیم کو سچی تعلیم سمجھتے ہو۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ جس چیز کو وہ سبب مرض بتا رہے ہیں، جن چیزوں کو وہ بیماری کی جڑ قرار دے رہے ہیں وہی چیزیں تمہارے نزدیک سبب شفا و صحت قرار دی جا رہی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش اس دین کے تابع نہ ہو جائے جس کو میں لے کر آیا ہوں۔ لیکن تمہاری رائے ہے کہ مذہب کی آڑ کو بیچ سے ہٹا دیا جائے تاکہ ہم بھی دیگر اقوام کی طرح ترقی کر سکیں۔ اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے۔

مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ

جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہو ہم اُس کی کھیتی میں ترقی دیں گے اور جو دنیا کی کھیتی کا طالب ہو ہم اس کو کچھ دنیا دے دیں گے اور آخرت میں اُس کا کچھ حصہ نہیں۔

(بیان القرآن)

(پ-۲۷)



حدیث میں آیا ہے کہ جو مسلمان آخرت کو اپنا نصب العین بنالیتا ہے اللہ جل شانہ اُس کے دل کو غنی فرمادیتے ہیں اور دنیا ذلیل ہو کر اس کے پاس آتی ہے۔ اور جو شخص دنیا کو اپنا نصب العین قرار دیتا ہے پریشانیوں میں مبتلا ہوتا ہے اور دنیا میں جتنا حصہ مقدر ہو چکا ہے اُس سے زیادہ ملتا ہی نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت پاک کو تلاوت فرما کر ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے کہ اے ابن آدم تو میری عبادت کے لئے فارغ ہو جا میں تیرے سینہ کو تفکرات سے خالی کر دوں گا اور تیرے فقر کو ہٹا دوں گا ورنہ تیرے دل میں (سینکڑوں طرح کے) مشاغل بھر دوں گا اور تیرا فقر بند نہیں کروں گا۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا ارشاد ہے اور تمہاری رات ہے کہ مسلمان ترقی میں اس لئے پیچھے ہٹے ہوتے ہیں کہ جو راستہ ترقی کے لئے اختیار کیا جاتا ہے یہ ملانے اُس میں رکاوٹیں پیدا کر دیتے ہیں۔ آپ ہی ذرا انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرمائیں کہ اگر یہ ملانے ایسے ہی لالچی ہیں تو آپ حضرات کی ترقیات اُن کے لئے تو مسرت کا سبب ہوں گی کیونکہ جب اُن کی روزی آپ کے زعم میں آپ کے ذریعہ سے ہے تو جس قدر وسعت اور فتوحات آپ پر ہوں گی وہ اُن کے لئے بھی سبب وسعت اور فتوحات ہوں گی مگر یہ خود عرض پھر بھی آپ کی مخالفت کرتے ہیں تو کوئی تو مجبوری اُن کو درپیش ہے جس کی وجہ سے یہ اپنے نفع کو بھی کھو رہے ہیں، اور آپ جیسے محسن و مربیوں سے بگاڑ کر گویا اپنی دنیا خراب کر رہے ہیں۔ میرے دوستو! ذرا غور تو کرو، اگر یہ ملانے کوئی ایسی بات کہیں جو قرآن پاک میں بھی صاف طور پر موجود ہو تو پھر تو اُن کی ضد سے اس سے منہ پھیرنا نہ صرف عقل ہی سے دور ہے بلکہ شان اسلام سے بھی دور ہے۔ یہ ملانے خواہ کتنے ہی نااہل ہوں، مگر جب کہ صریح ارشاد باری عز و جل اور ارشاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ تک پہنچا رہے ہوں، تو آپ پر ان ارشادات کی تعمیل فرض ہے اور حکم عدولی کی صورت میں جواب دہی لازمی ہے۔ کوئی بیوقوف سے بیوقوف بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ سرکاری قانون کی اس لئے پرواہ نہیں، کہ اعلان کرنے والا بھنگی تھا۔

آپ حضرات یہ نہ فرمائیں کہ یہ مولوی جو دینی کاموں کے لئے مخصوص ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، ہمیشہ دنیا سے سوال کرتے ہیں۔ اس لئے کہ میرا جہاں تک خیال ہے



حقیقی مولوی اپنی ذات کے لئے شاید ہی کبھی سوال کریں بلکہ جس قدر بھی وہ اللہ کی عبادت میں منہمک ہیں اسی قدر استغناء سے ہدیہ بھی قبول فرماتے ہیں۔ البتہ کسی دینی کام کے لئے سوال کرنے میں انشاء اللہ وہ اس سے زیادہ مانجور ہیں جتنا اپنے لئے سوال نہ کرنے میں ایک عام اشکال یہ کیا جاتا ہے کہ دینِ محمّدی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں رہبانیت کی تعلیم نہیں۔ اس میں دین و دنیا دونوں کو ساتھ رکھا گیا ہے۔ ارشادِ باری عزّوجلّ ہے رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ اور اس آیت شریفہ پر بہت زور دیا جاتا ہے گویا تمام قرآن پاک میں عمل کرنے کے لئے یہی ایک آیت نازل ہوئی ہے۔ لیکن اول تو آیت شریفہ کی تفسیر راہِ سخن فی العلم سے معلوم کرنے کی ضرورت تھی اور اسی وجہ سے علماء کا ارشاد ہے کہ صرف لفظی ترجمہ دیکھ کر اپنے کو عالمِ قرآن سمجھ لینا جہالت ہے۔ صحابہ کرامؓ اور علماء تابعینؓ سے جو آیت شریفہ کی تفسیریں منقول ہیں۔ وہ حسب ذیل ہیں۔

حضرت قتادہؓ سے مروی ہے کہ دنیا کی بھلائی سے مراد عافیت اور بقدر کفایت روزی ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ اس سے صلح بیوی مراد ہے۔ حضرت حسن بصریؓ سے مروی ہے کہ اس سے مراد علم اور عبادت ہے۔ سدیؓ سے منقول ہے کہ پاک مال مراد ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نیک اولاد اور خلقت کی تعریف مراد ہے۔ جعفرؓ سے منقول ہے کہ صحت اور روزی کا کافی ہونا اور اللہ پاک کے کلام کا سمجھنا، دشمنوں پر فتح اور صالحین کی صحبت مراد ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر ہر قسم کی دنیا کی ترقی مراد ہو جیسا کہ میرا بھی دل چاہتا ہے تب بھی اس میں اللہ تعالیٰ سے دعا کا ذکر ہے نہ کہ اس کی تحصیل میں انہماک اور مشغولی کا۔ اور اللہ تعالیٰ سے مانگنا خواہ ٹوٹے ہوئے جوتے کی اصلاح ہی کیوں نہ ہو یہ خود دین ہے۔ تیسرے یہ کہ دنیا کے حاصل کرنے کو، اس کے کمانے کو کون منع کرتا ہے۔ یقیناً حاصل کیجئے اور بہت شوق سے حاصل کیجئے۔ ہم لوگوں کی ہرگز یہ غرض نہیں ہے کہ خدا نخواستہ آپ دنیا جیسی مفتیہ و مقصودِ چپیز کو چھوڑ دیں۔

مقصد یہ ہے کہ جتنی کوشش دنیا کے لئے کریں اس سے زیادہ نہیں تو کم از کم اس کے برابر تو دین کے لئے کریں اس لئے کہ خود آپ کے قول کے موافق دین اور



دنیا دونوں کی تعلیم دی گئی ہے ورنہ میں پوچھتا ہوں کہ جس قرآن پاک میں یہ آیت ارشاد فرمائی ہے اسی کلام پاک کی وہ آیت بھی تو ہے جو اوپر گزر چکی مَن كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ ﴿٢٥﴾ اور اسی کلام پاک میں یہ بھی ہے مَن كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ تُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مِنْ مَّوَدِّعٍ وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا ﴿٢٦﴾ اسی کلام پاک میں ہے ذَلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الثَّمَاتِ (سورة آل عمران رکوع ۲) اسی کلام پاک میں ہے مِنْكُمْ مَنْ يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَنْ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ﴿٢٧﴾ اسی کلام پاک میں ہے قُلِ اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَإِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٨﴾ اسی کلام پاک میں ہے وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَعِبٌ وَلَهُوا وَلَكِنَّ أَزْوَاجَهُمْ خَيْرٌ لِّذِينَ يُتَّقُونَ (سورة النعام) اسی کلام پاک میں ہے وَذُرِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَعِبًا وَلَهُوا غَرْتُمُوهُمْ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا (سورة النعام) اسی کلام پاک میں ہے تَرِيدُونَ عَرْضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ﴿٣٠﴾ اسی کلام پاک میں ہے أَرْضِيَتْهُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ﴿٣١﴾ اسی کلام پاک میں ہے مَن كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهم فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ ﴿٣٢﴾ اُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَئْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٣٣﴾ اسی کلام پاک میں ہے وَفَرَحُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مَتَاعٌ ﴿٣٤﴾ اسی کلام پاک میں ہے فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ وَكَلَامُهم غَضَبٌ مِّنَ اللَّهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٣٥﴾ ذَٰلِكُمْ بِأَنَّهُمْ اسْتَغْبَوْا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ ﴿٣٦﴾

ان کے علاوہ بہت سی آیات ہیں جن میں دنیا و آخرت کا تقابل کیا گیا ہے اس وقت نہ اختصار مقصود نہ ضرورت، نمونہ کے طور پر چند آیات اختصاراً لکھ دی ہیں اور اختصار ہی کی وجہ سے ترجمہ کی بجائے پارہ کا حوالہ لکھ دیا ہے۔ کسی مترجم قرآن شریف سے ترجمہ دیکھ لیجئے، مقصود سب کا یہ ہے کہ آخرت کے مقابلہ میں جو لوگ دنیا کو ترجیح دیتے ہیں وہ نہایت خسران میں ہیں۔ اگر دونوں کو آپ نہیں سنبھال سکتے تو پھر

صرف آخرت ہی قابل ترجیح ہے۔ مجھے انکار نہیں کہ دنیا کی زندگی میں آدمی ضروریات دنیویہ کا سخت محتاج ہے مگر اس وجہ سے کہ آدمی کو بُنیتِ الخلا جانا لا بُد ہے اور اس کے بغیر چارہ نہیں، اس لئے دن بھر وہیں بیٹھا رہے۔ اس کو کوئی بھی عقل سلیم گوارا نہیں کرے گی۔

حکمتِ الہی پر ایک نگاہِ عمیق ڈالیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ شریعتِ مطہرہ میں ایک ایک چیز کا انضباط ہے۔ اللہ جلّ جلالہ وکرمہ نوالہ نے ایک ایک چیز کو واضح فرما دیا۔ نمازوں کے اوقات کی تقسیم نے صاف طور سے اس جانب اشارہ کر دیا کہ روز و شب کے چوبیس گھنٹوں میں نصف بندہ کا حق ہے چاہے وہ اس کو اپنی راحت میں خرچ کرے یا طلبِ معیشت میں، اور نصف اللہ تعالیٰ کا حق ہے، اور آپ کی تجویز کے موافق دین و دنیا کے ساتھ ساتھ رکھنے کا مقتضی بھی یہی ہونا چاہیے کہ روز و شب میں سے آدھا وقت دین کے لئے خرچ ہونا چاہیے اور آدھا دنیا کے لئے۔ ورنہ اگر دنیاوی مشاغل خواہ فکرِ معاش کے ہوں یا راحتِ بدن کے، نصف سے بڑھ گئے تو یقیناً آپ نے دنیا کو راجح بنا لیا۔ پس آپ کی تجویز کے موافق بھی مقتضائے عدل یہی ہے کہ شب و روز کے چوبیس گھنٹوں میں سے ۱۲ گھنٹے دین کے لئے خرچ کئے جاویں تاکہ دونوں کا حق ادا ہو جائے اور اس وقت یقیناً یہ کہنا بجا ہو گا کہ دنیا و آخرت دونوں کی حسنات کی تحصیل کا حکم کیا گیا ہے اور اسلام نے رہبانیت نہیں سکھلائی۔ یہ مضمون اس جگہ مقصود نہ تھا بلکہ اشکال کے جواب میں تبعاً آگیا۔ اس لئے مختصر و مجمل طور پر اشارہ کر کے چھوڑ دیا۔ اس فصل میں مقصود احادیثِ تبلیغ کا ذکر کرنا تھا۔ ان میں سے سات احادیث پر اکتفا کرتا ہوں کہ ماننے والے کے لئے سات تو سات ایک بھی کافی ہے اور ماننے والے کے لئے فسیعلہم الذین ظلموا ائحاً مُنْقَلَبٌ یَنْقَلِبُونَ ۝ پلاہ کا کافی سے زائد ہے۔

اخیر میں ایک ضروری گزارش یہ بھی ہے کہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فتنہ کے زمانہ میں جب کہ بخل کی اطاعت ہونے لگے اور خواہشاتِ نفسانیہ کا اتباع کیا جائے، دنیا کو دین پر ترجیح دی جائے، ہر شخص اپنی رائے کو پسند کرے دوسرے کی نہ مانے، اس وقت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسروں کی اصلاح چھوڑ کر یکسوئی کا حکم فرمایا ہے مگر مشائخ کے نزدیک ابھی وہ وقت نہیں آیا۔ اس لئے جو کچھ



کرنا ہے کہ لو خدا نہ کرے کہ وہ وقت دیکھتی آنکھوں آن پہنچے کہ اس وقت کسی قسم کی اصلاح ممکن نہ ہوگی۔ نیز ان عیوب سے جن کا ذکر اس حدیث شریف میں وارد ہوا ہے اہتمام سے بچنا ضروری ہے کہ یہ فتنوں کے دروازے ہیں، ان کے بعد سراسر فتنے ہی فتنے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ان کو ہلاک کر دینے والی چیزوں میں شمار کیا ہے۔ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ۔

## فصل ثالث

اس میں ایک خاص مضمون پر تنبیہ مقصود ہے۔ وہ یہ کہ جس طرح اس زمانہ میں نفس تبلیغ میں کوتاہی ہو رہی ہے اور عام طور پر لوگ اس سے بہت زیادہ غافل ہو رہے ہیں، اسی طرح بعض لوگوں میں ایک خاص مرض یہ ہے کہ جب وہ کسی دینی منصب، تقریر، تحریر، تعلیم، تبلیغ، وعظ وغیرہ پر مامور ہو جاتے ہیں تو دوسروں کی فکر میں ایسے مبتلا ہو جاتے ہیں کہ اپنے سے غفلت ہو جاتی ہے حالانکہ جس قدر دوسروں کی اصلاح کی ضرورت ہے اس سے بہت زیادہ اپنے نفس کی اصلاح کی احتیاج ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدّد مواقع میں بہت زیادہ اہتمام سے منع فرمایا ہے کہ لوگوں کو نصیحت کرتا پھرے اور خود مبتلائے معاصی رہے۔

آپ نے شب معراج میں ایک جماعت کو دیکھا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کترے جاتے تھے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ کون لوگ ہیں تو حضرت جبریل نے عرض کیا کہ یہ لوگ آپ کی اُمت کے واعظ و مقرر ہیں کہ دوسروں کو نصیحت کرتے تھے خود اس پر عمل نہیں کرتے تھے (مشکوٰۃ شریف) ایک حدیث میں وارد ہے کہ اہل جنت کے چند لوگ بعض اہل جہنم سے جا کر پوچھیں گے کہ تم یہاں کیسے پہنچ گئے ہم تو جنت میں تمہاری ہی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کرنے کی بدولت پہنچے ہیں۔ وہ کہیں گے کہ ہم تم کو تو بتلاتے تھے مگر خود عمل نہیں کرتے تھے۔ ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ بدکار قرآن

(علماء) کی طرف عذاب جہنم زیادہ سرعت سے چلے گا۔ وہ اس پر تعجب کریں گے کہ بت پرستوں سے بھی پہلے ان کو عذاب دیا جاتا ہے۔ تو جواب ملے گا کہ جاننے کے باوجود کسی مجرم کا کرنا انجان ہو کر گنہگار کی برابر نہیں ہو سکتا۔

مشائخ نے لکھا ہے کہ اس شخص کا وعظ نافع نہیں ہوتا جو خود عامل نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ میں ہر روز جلسے، وعظ، تقریریں ہوتی رہتی ہیں مگر ساری بے اثر مختلف انواع کی تحریرات و رسائل شائع ہوتے رہتے ہیں مگر سب بے سود خود اللہ جلّ جلالہ کا ارشاد ہے۔

أَمَّا مَرَفَكَ النَّاسُ بِالنَّبِيِّ وَ  
تَنُوءَ أَنْفُسُكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ  
الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝

کیا تم حکم کرتے ہو لوگوں کو نیک کام  
کا اور بھولتے ہو اپنے آپ کو حالانکہ  
پڑھتے ہو کتاب کیا تم سمجھتے نہیں  
(ترجمہ عاشقی)

(ع-۵)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

مَا تَزَالُ قَدْ مَا عَبْدِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ  
حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ أَرْبَعٍ عَنْ عُمْرِهِ  
فِيمَ أَفْنَاهُ وَعَنْ شَبَابِهِ فِيمَ  
أَبْلَاهُ وَعَنْ مَالِهِ مِنْ أَيْنَ  
اِكْتَسَبَهُ وَفِيمَ أَنْفَقَهُ وَعَنْ  
عَلَيْهِ مَاذَا عَمِلَ فِيهِ (ترغیب

قیامت میں آدمی کے قدم اس وقت  
تک اپنی جگہ سے نہیں ہٹ سکتے  
جب تک چار سوال نہ کر لئے جاویں۔  
تو کس مشغلہ میں ختم کی۔ جوانی کس کام  
میں خرچ کی۔ مال کس طرح کمایا تھا اور  
کس کس مصرف میں خرچ کیا تھا۔ اپنے  
علم پر کیا عمل کیا تھا۔

عن البیهقی وغیرہ)

حضرت ابو الدرداءؓ جو ایک بڑے صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ مجھے سب سے  
زیادہ اس امر کا خوف ہے کہ قیامت کے دن تمام مجھوں کے سامنے مجھے پکار کر یہ  
سوال نہ کیا جاوے کہ جتنا علم حاصل کیا تھا اس پر کیا عمل کیا۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
سے کسی صحابی نے دریافت کیا کہ بدترین خلاق کون شخص ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بُرائی  
کے سوالات نہیں کیا کرتے، بھلائی کی باتیں پوچھو۔ بدترین خلاق بدترین علماء ہیں۔  
ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ علم دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک وہ جو صرف



زبان پر ہو وہ اللہ تعالیٰ کا الزام ہے اور گویا اس عالم پر حجت تام ہے۔ دوسرے وہ علم ہے جو دل پر اثر کرے۔ وہ علم نافع ہے۔ چل یہ ہے کہ علم ظاہری کے ساتھ علم باطن بھی حاصل کرے تاکہ علم کے ساتھ قلب بھی متصف ہو جائے ورنہ اگر دل میں اس کا اثر نہ ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی حجت ہوگا اور قیامت کے دن اُس پر مواخذہ ہوگا کہ اس علم پر کیا عمل کیا۔ اور بھی بہت سی روایات میں اس پر سخت سے سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ اس لئے میری درخواست ہے کہ مبلغین حضرات اپنی اصلاح ظاہر و باطن کی پہلے فکر کریں۔ مبادا ان وعیدوں میں داخل ہو جائیں۔ اللہ جلّ جلالہ وکرم لوالہ اپنی رحمت و اوسعہ کے طفیل اس سب کا کو بھی اصلاح ظاہر و باطن کی توفیق عطا فرما دیں کہ اپنے سے زیادہ بدافعال کسی کو بھی نہیں پاتا۔ اَلَا اَنْ يَتَّقَهُ فِي اللّٰهِ بِرَحْمَةِ الْوَاسِعَةِ۔



## فصل رابع



اس میں بھی ایک خاص و نہایت اہم امر کی طرف حضرات مبلغین کی توجہ مبذول کرانا مقصود ہے جو نہایت ہی اہم ہے۔ وہ یہ کہ تبلیغ میں بسا اوقات تھوڑی سی بے احتیاطی سے نفع کے ساتھ نقصان بھی شامل ہو جاتا ہے۔ اس لئے بہت ضروری ہے کہ احتیاط کے ہر پہلو کا لحاظ رکھا جائے۔ بہت سے لوگ تبلیغ کے جوش میں اس کی پرواہ نہیں کرتے کہ ایک مسلمان کی پردہ دری ہو رہی ہے حالانکہ بعض مسلم ایک عظیم الشان موقع سے ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:-

عَنْ اَيِّ هَرَمِيَّةٍ مَرْفُوعًا مَنْ  
سَتَرَ عَلَى مُسْلِمٍ سِتْرَهُ اللّٰهُ  
فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللّٰهُ فِي  
عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي  
عَوْنِ اَخِيهِ۔ (رواہ سلم و ابوداؤد و غیرہ ترمذی)

جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے  
اللہ جلّ شانہ دنیا اور آخرت میں اس  
کی پردہ پوشی فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ  
بندہ کی مدد فرماتے ہیں جب تک کہ وہ  
اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔



دوسری جگہ ارشاد ہے :-

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوعًا مِّنْ  
سِتْرِ عَوْرَةِ أَخِيهِ سَتَرَ اللَّهُ  
عَوْرَتَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ  
كَشَفَ عَوْرَةَ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ  
كَشَفَ اللَّهُ عَوْرَتَهُ حَتَّى يَفْضَحَهُ  
بِهَارِ فِي بَيْتِهِ - (رواہ ابن ماجہ مرغیب)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے  
کہ جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا  
ہے اللہ جل شانہ قیامت کے دن اس  
کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ جو شخص کسی مسلمان  
کی پردہ دری کرتا ہے اللہ جل شانہ اس کی  
پردہ دری فرماتا ہے۔ حتیٰ کہ گھر بیٹھے اس  
کو رسوا کر دیتا ہے۔

الغرض بہت سی روایات میں اس قسم کا مضمون وارد ہوا ہے اس لئے مبلغین حضرات  
کو مسلمان کی پردہ پوشی کا اہتمام بھی نہایت ضروری ہے اور اس سے زیادہ بڑھ کر اس کی  
آبرو کی حفاظت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص ایسے وقت  
میں مسلمان کی مدد نہ کرے کہ اس کی آبروریزی ہو رہی ہو تو اللہ جل شانہ اس کی مدد سے  
ایسے وقت میں اعراض فرماتے ہیں جب کہ وہ مدد کا محتاج ہو۔ ایک دوسری حدیث  
میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ بدترین سود مسلمان کی آبروریزی  
ہے۔

اسی طرح بہت سی روایات میں مسلمان کی آبروریزی پر سخت سے سخت  
وعیدیں وارد ہوتی ہیں اس لئے بہت ضروری ہے کہ مبلغین حضرات اس کا پُر زور اہتمام  
رکھیں کہ شئی عن المنکر میں اپنی طرف سے پردہ دری نہ ہو۔ جو منکر مخفی طور سے معلوم ہو  
اس پر مخفی انکار ہو اور جو علانیہ کیا جائے اس پر علانیہ انکار ہونا چاہیے۔ نیز انکار میں  
بھی اس کی آبرو کی حتیٰ الوسع فکر رہنی چاہیے مبادا نیکی برباد گناہ لازم کا مصداق ہو  
جائے۔ حاصل یہ ہے کہ منکر پر انکار ضرور کیا جائے کہ سابقہ وعیدیں بھی بہت سخت  
ہیں مگر اس میں اس کی آبرو کا بھی حتیٰ الوسع سخت اہتمام کیا جائے جس کی صورت یہ  
ہے کہ جس معصیت کا وقوع علانیہ طور پر ہو رہا ہو اس پر بے تکلف علانیہ انکار کیا جائے لیکن  
جس منکر کا کرنے والے کی طرف سے افشا نہ ہو اس پر انکار کرنے میں اپنی طرف سے  
کوئی ایسی صورت اختیار نہ فرمائی جائے جس سے اس کا افشا ہو۔ نیز یہ بھی آداب تبلیغ



جو شخص کوئی عمل ایسا کرے جس میں میرے ساتھ کسی دوسرے کو بھی شریک کر لے میں اس کو اس کے شریک کے حوالہ کر دیتا ہوں، دوسری روایت میں ہے کہ میں اس سے بری ہو جاتا ہوں۔ ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ قیامت کے دن میدانِ حشر میں ایک مُنادی باواز بلند کہے گا کہ جس شخص نے کسی عمل میں دوسرے کو شریک کیا ہو وہ اس کا ثواب اور بدلہ اسی سے مانگے۔ اللہ تعالیٰ سب شرکار میں شرکت سے بہت زیادہ بے نیاز ہے۔ ایک اور حدیث میں وارد ہے:-

مَنْ صَلَّاهُ يَرَاهُ فَقَدْ أَشْرَكَ وَ  
مَنْ صَامَ يَرَاهُ فَقَدْ أَشْرَكَ وَ  
مَنْ تَصَدَّقَ يَرَاهُ فَقَدْ أَشْرَكَ.  
(مشکوٰۃ عن احمد)

جو شخص ریاکاری سے نماز پڑھتا ہے وہ  
مشرک ہو جاتا ہے اور جو شخص ریاکاری  
سے روزہ رکھتا ہے وہ مشرک ہو جاتا ہے  
جو شخص ریاکاری سے صدقہ دیتا ہے وہ  
مشرک ہو جاتا ہے۔

مشرک ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کو جن کے دکھلانے کے لئے یہ اعمال کئے ہیں اللہ تعالیٰ کا شریک بنا لیتا ہے۔ اس حالت میں یہ اعمال اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں رہتے ہیں بلکہ ان لوگوں کے لئے بن جاتے ہیں جن کو دکھلانے کے لئے کئے جاتے ہیں۔

ایک اور حدیث میں ارشادِ نبوی ہے:-

إِنَّ أَوَّلَ النَّاسِ يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ يَوْمَ  
الْقِيَامَةِ رَجُلًا أُسْتُهِمَ فَأُتِيَ بِهِ  
فَعَرَفَتْهُ نِعْمَتُهُ فَعَرَفَهَا فَقَالَ  
فَمَا عَمِلْتُ فِيهَا قَالَ قَاتَلْتُ فِيكَ  
حَتَّى أُسْتُهِمْتُ قَالَ كَذَبْتَ  
وَالَكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِأَنْ يُقَالَ  
جَرِيٌّ فَقَدْ قِيدَ ثُمَّ أُمِرَ بِهِ  
فَجَبَّ عَلَىٰ وَجْهِهِ حَتَّىٰ أُلْقِيَ  
فِي النَّارِ وَرَجُلًا تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ وَ

قیامت کے دن جن لوگوں کا اول وہلہ  
میں فیصلہ سُنا یا جاوے گا ان میں سے  
ایک وہ شہید بھی ہوگا جس کو بلا کر اولا  
اللہ تعالیٰ اپنی اس نعمت کا اظہار فرمائیں  
گے جو اس پر کی گئی تھی وہ اس کو پہچانے  
گا اور اقرار کرے گا اس کے بعد سوال کیا  
جاوے گا کہ اس نعمت سے کیا کام لیا۔  
وہ کہے گا کہ تیری رضا کے لئے جہاد کیا  
حتیٰ کہ شہید ہو گیا ارشاد ہوگا کہ جھوٹ



عَلَّمَهُ وَ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَلْيَبْه  
فَعَرَفَهُ نِعْمَهُ فَعَرَفَهَا قَالَ  
فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا قَالَ تَعَلَّمْتُ  
الْعِلْمَ وَ عَلَّمْتُهُ وَ قَرَأْتُ فِيهِ  
الْقُرْآنَ قَالَ كَذَبْتَ وَلَكِنَّكَ  
تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِيُقَالَ إِنَّكَ  
عَالِمٌ وَ قَرَأْتَ الْقُرْآنَ لِيُقَالَ هُوَ  
قَارِئٌ فَقَدْ قِيلَ ثُمَّ أُمِرَ بِهِ  
فَسُحِبَ عَلَى وَجْهِهِ حَتَّى اتَّقَى  
فِي النَّارِ وَ رَجُلٌ مِمَّنْ آتَى  
عَلَيْهِ وَ أُعْطِيَ مِنْ أَصْنَافِ  
الْمَالِ كُلِّهِ فَلْيَبْه فَعَرَفَهُ  
نِعْمَهُ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ  
فِيهَا قَالَ مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيلٍ  
تُحِبُّ أَنْ يُتَّفَقَ فِيهَا إِلَّا أَتَيْتُ  
فِيهَا لَكَ قَالَ كَذَبْتَ وَلَكِنَّكَ  
فَعَلْتَ لِيُقَالَ هُوَ جَوَادٌ فَقَدْ  
قِيلَ ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ بِهِ  
عَلَى وَجْهِهِ ثُمَّ أُلْقِيَ فِي النَّارِ

(مشکوٰۃ عن مسلم)

ہے یہ اس لئے کیا تھا کہ لوگ بہادر  
کہیں گے سو کہا جا چکا اور جس غرض  
کے لئے جہاد کیا گیا تھا وہ حاصل ہو چکی۔  
اس کے بعد اس کو حکم سنا دیا جاوے گا  
اور وہ منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں  
پھینک دیا جائے گا۔ دوسرے وہ عالم  
بھی ہو گا جس نے علم پڑھا اور پڑھایا اور  
قرآن پاک حاصل کیا۔ اس کو بلکہ اس پر  
جوانعامات دنیا میں کئے گئے تھے اُن کا  
اظہار کیا جاوے گا اور وہ اقرار کرے گا۔  
اس کے بعد اس سے بھی پوچھا جائے گا کہ  
ان نعمتوں میں کیا کیا کام کئے وہ عرض کرے  
گا کہ تیری رضا کے لئے علم پڑھا اور لوگوں  
کو پڑھایا قرآن پاک تیری رضا کے لئے  
حاصل کیا۔ جواب ملے گا جھوٹ بولتا ہے  
تو نے علم اس لئے پڑھا تھا کہ لوگ عالم  
کہیں، اور قرآن اس لئے حاصل کیا تھا کہ  
لوگ قاری کہیں سو کہا جا چکا (اور جو غرض  
پڑھنے پڑھانے کی تھی وہ پوری ہو چکی)  
اس کے بعد اس کو بھی حکم سنا دیا جاوے گا

گا اور وہ بھی منہ کے بل کھینچ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ تیسرے وہ مال دار بھی  
ہو گا جس کو اللہ تعالیٰ نے وسعت رزق عطا فرمائی اور ہر قسم کا مال مُرَحْمَت فرمایا، بلایا  
جائے گا اور اس سے بھی نعمتوں کے اظہار اور ان کے اقرار کے بعد پوچھا جائے گا کہ  
ان انعامات میں کیا کارگزاری کی ہے۔ وہ عرض کرے گا کہ کوئی مُصْرَفِ خیر ایسا نہیں  
جس میں خرچ کرنا تیری رضا کا سبب ہو اور میں نے اس میں خرچ نہ کیا ہو۔ ارشاد



ہوگا کہ جھوٹ ہے۔ سب اس لئے کیا گیا کہ لوگ فیاض کہیں۔ سو کہا جا چکا۔ اس کو بھی حکم کے موافق کھینچ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

لہذا بہت ہی اہم اور ضروری ہے کہ مبلغین حضرات اپنی ساری کارگزاری میں اللہ کی رضا، اس کے دین کی اشاعت، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا اتباع مقصود رکھیں۔ شہرت، عزت، تعریف کو ذرا بھی دل میں جگہ نہ دیں۔ اگر خیال بھی آجائے تو لا حول و استغفار سے اس کی اصلاح فرمائیں۔ اللہ جل شانہ اپنے لطف اور اپنے محبوب کے صدقے اور محبوب کے پاک کلام کی برکت سے مجھ سیاح کار کو بھی اخلاص کی توفیق عطا فرماتے اور ناظرین کو بھی۔ آمین۔

## فصل سادس

اس میں عائدہ مسلمین کو ایک خاص امر کی طرف متوجہ کرنا ہے وہ یہ کہ اس زمانہ میں علماء کی طرف سے بدگمانی، بے توجہی نہیں بلکہ مقابلہ اور تحقیر کی صورتیں بالعموم اختیار کی جا رہی ہیں۔ یہ امر دین کے لحاظ سے نہایت ہی سخت خطرناک ہے۔ اس میں ذرا شک نہیں کہ دنیا کی ہر جماعت میں جس طرح اچھوں میں بُرے بھی ہوتے ہیں، علماء کی جماعت میں بھی اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ جھوٹے سچوں میں شامل ہیں اور علماء سورہ علماء پر رشد میں مخلوط ہیں مگر پھر بھی دو امر بے حد لحاظ کے قابل ہیں۔ اول یہ کہ جب تک کسی شخص کا علماء سو میں سے ہونا محقق نہ ہو جائے اس پر ہرگز کوئی حکم نہ لگادینا چاہیے۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولٌ ۖ ترجمہ: اور جس بات کی تجھ کو تحقیق نہ ہو اس پر عمل درآمد نہ کیا کر۔ کان اور آنکھ اور دل ہر شخص سے ان سب کی پوچھ ہوگی (بیان القرآن) اور محض اس بدگمانی پر کہ کہنے والا شاید علماء سورہ میں ہو، اس کی بات کو بلا تحقیق رد کر دینا اور بھی زیادہ ظلم ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اس قدر احتیاط فرمائی ہے کہ یہود و تورات کے مضامین کو عربی میں نقل کر کے سناتے تھے جنہوں نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ نہ ان کی تصدیق



کیا کرو نہ تکذیب بلکہ یہ کہہ دیا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ نازل فرمایا ہے سب پر ہمارا ایمان ہے یعنی یہ کافروں کی نقل کے متعلق بھی بلا تحقیق تصدیق و تکذیب سے روک دیا۔ لیکن ہم لوگوں کی یہ حالت ہے کہ جب کوئی شخص کسی قسم کی بات ہماری رائے کے خلاف کہتا ہے تو اس کی بات کی وقعت گرانے کے لئے کہنے والے کی ذات پر حملے کئے جاتے ہیں گویا کاہل حق ہونا بھی محقق ہو۔

دوسرا ضروری امر یہ ہے کہ علماء حقانی، علماء رشد، علماء خیر بھی بشریت سے خالی نہیں ہوتے معصوم ہونا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان سے اس لئے اُن کی لغزشوں اُن کی کوتاہیوں، اُن کے قصوروں کی ذمہ داری اُنہیں پر عائد ہے اور اللہ تعالیٰ سے اُن کا معاملہ ہے سزا دیں یا معاف فرمادیں بلکہ اُغلب یہ ہے کہ ان کی لغزشیں انشاء اللہ معاف ہی ہو جاویں گی۔ اس لئے کہ کریم آقا اپنے اس غلام سے جو ذاتی کاروبار چھوڑ کر آقا کے کام میں مشغول ہو جاتے اور ہمہ تن اسی میں لگا رہے اکثر تسامح اور درگزر کیا کرتا ہے۔ پھر اللہ جلّ و علا کی برابر تو کوئی کریم ہو ہی نہیں سکتا لیکن وہ بمقتضای عدل گرفت بھی فرمائیں تو وہ اُن کا اپنا معاملہ ہے۔ ان امور کی وجہ سے علماء سے لوگوں کو بدگمان کرنا نفرت دلانا، دُور رکھنے کی کوشش کرنا لوگوں کے لئے بد دینی کا سبب ہو گا، اور ایسا کرنے والوں کے لئے وبالِ عظیم ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :-

إِنَّ مِنْ أَجْدَلِ اللَّهِ تَعَالَى  
أَكْرَامَ ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ وَ  
حَامِلِ الْقُرْآنِ غَيْرِ الْغَالِي فِيهِ  
وَلَا الْجَانِي عَنْهُ وَأَكْرَامَ ذِي  
السُّلْطَانِ الْمُقْبِطِ

تینوں اصحاب ذیل کا اعزاز اللہ کا  
اعزاز ہے، ایک بوڑھا مسلمان، دوسرا  
وہ محافظِ قرآن جو افراطِ تفریط سے خالی  
ہو۔ تیسرا منصف حاکم۔

(ترغیب عن ابی داؤد)

دوسری حدیث میں ارشاد ہے :-

لَيْسَ مِنْ أُمَّتِي مَنْ لَمْ يُبَجِّلْ  
كَبِيرَنَا وَيَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَيَعْرِفْ  
عَالِمَنَا۔

وہ شخص جو ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے  
ہمارے بچوں پر رحم نہ کرے، ہمارے علماء  
کی قدر نہ کرے وہ ہماری اُمت میں سے



نہیں ہے۔

(ترغیب عن احمد والحاکم وغیرہما)

ایک اور حدیث میں وارد ہے :-

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثٌ لَا يَسْتَحِفُّ بِهِنَّ إِلَّا مُنَافِقٌ ذُو الشَّيْبَةِ فِي الْإِسْلَامِ وَذُو الْعِلْمِ وَرَأْمٌ مُقْطِعٌ۔

(ترغیب عن الطبرانی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین شخص ایسے ہیں کہ ان کو خفیہ سمجھنے والا منافق ہی ہو سکتا ہے (نہ کہ مسلمان) وہ تینوں شخص یہ ہیں، ایک بوڑھا مسلمان دوسرا عالم تیسرا منصف حاکم۔

بعض روایات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ مجھے اپنی اُمت پر سب چیزوں سے زیادہ تین چیزوں کا خوف ہے۔ ایک یہ کہ ان پر دُنیوی فتوحات زیادہ ہونے لگیں جس کی وجہ سے ایک دوسرے سے حسد پیدا ہونے لگے۔ دوسرے یہ کہ قرآن شریف آپس میں اس قدر عام ہو جائے کہ ہر شخص اس کا مطلب سمجھنے کی کوشش کرے حالانکہ اس کے معانی اور مطالب بہت سے ایسے بھی ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں سمجھ سکتا، اور جو لوگ علم میں پختہ کار ہیں وہ بھی یوں کہتے ہیں کہ ہم اس پر یقین رکھتے ہیں، سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے (بیان القرآن) یعنی علم میں پختہ کار لوگ بھی تصدیق کے سوا آگے بڑھنے کی جرأت نہیں کرتے تو پھر عوام کو چون و چرا کا کیا حق ہے۔ تیسرے یہ کہ علماء کی حق تلفی کی جائے اور ان کے ساتھ لاپرواہی کا معاملہ کیا جائے۔ ترغیب میں اس حدیث کو بروایت طبرانی ذکر کیا ہے۔ اور اس قسم کی روایات بحشر حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔

جس قسم کے الفاظ اس زمانہ میں علماء اور علوم دینیہ کے متعلق اکثر استعمال کئے جاتے ہیں، فتاویٰ عالمگیری میں ان میں سے اکثر الفاظ کو الفاظ کفریہ میں شمار کیا ہے مگر لوگ اپنی ناواقفیت سے اس حکم سے غافل ہیں اس لئے نہایت ضروری ہے کہ اس قسم کے الفاظ بالعموم استعمال کرنے میں بہت زیادہ احتیاط کی جائے۔ بالفرض اگر مان بھی لیا جائے کہ علماء حَقَّاقی کا اس وقت وجود ہی نہیں رہا اور یہ سب جماعتیں جن پر علماء کا اطلاق کیا جاتا ہے علماء سُورہی ہیں تب بھی آپ حضرات کی صرف علماء کو علماء سُورہ کہنے سے سبکدوشی



نہیں ہے۔

(ترغیب عن احمد والحاکم وغیرہما)

ایک اور حدیث میں وارد ہے :-

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثٌ لَا يَسْتَحِفُّ بِهِنَّ إِلَّا مُنَافِقٌ ذُو الشَّيْبَةِ فِي الْإِسْلَامِ وَذُو الْعِلْمِ وَرَأْمٌ مُقْطِعٌ۔

(ترغیب عن الطبرانی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین شخص ایسے ہیں کہ ان کو خفیہ سمجھنے والا منافق ہی ہو سکتا ہے (نہ کہ مسلمان) وہ تینوں شخص یہ ہیں، ایک بوڑھا مسلمان دوسرا عالم تیسرا منصف حاکم۔

بعض روایات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ مجھے اپنی اُمت پر سب چیزوں سے زیادہ تین چیزوں کا خوف ہے۔ ایک یہ کہ ان پر دُنیوی فتوحات زیادہ ہونے لگیں جس کی وجہ سے ایک دوسرے سے حسد پیدا ہونے لگے۔ دوسرے یہ کہ قرآن شریف آپس میں اس قدر عام ہو جائے کہ ہر شخص اس کا مطلب سمجھنے کی کوشش کرے حالانکہ اس کے معانی اور مطالب بہت سے ایسے بھی ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں سمجھ سکتا، اور جو لوگ علم میں پختہ کار ہیں وہ بھی یوں کہتے ہیں کہ ہم اس پر یقین رکھتے ہیں، سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے (بیان القرآن) یعنی علم میں پختہ کار لوگ بھی تصدیق کے سوا آگے بڑھنے کی جرأت نہیں کرتے تو پھر عوام کو چون و چرا کا کیا حق ہے۔ تیسرے یہ کہ علماء کی حق تلفی کی جائے اور ان کے ساتھ لاپرواہی کا معاملہ کیا جائے۔ ترغیب میں اس حدیث کو بروایت طبرانی ذکر کیا ہے۔ اور اس قسم کی روایات بحشر حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔

جس قسم کے الفاظ اس زمانہ میں علماء اور علوم دینیہ کے متعلق اکثر استعمال کئے جاتے ہیں، فتاویٰ عالمگیری میں ان میں سے اکثر الفاظ کو الفاظ کفریہ میں شمار کیا ہے مگر لوگ اپنی ناواقفیت سے اس حکم سے غافل ہیں اس لئے نہایت ضروری ہے کہ اس قسم کے الفاظ بالعموم استعمال کرنے میں بہت زیادہ احتیاط کی جائے۔ بالقرض اگر مان بھی لیا جائے کہ علماء حَقَّاقی کا اس وقت وجود ہی نہیں رہا اور یہ سب جماعتیں جن پر علماء کا اطلاق کیا جاتا ہے علماء سُورہی ہیں تب بھی آپ حضرات کی صرف علماء کو علماء سُورہ کہنے سے سبکدوشی



نہیں ہو سکتی، بلکہ ایسی حالت میں تمام دنیا پر یہ فرض عائد ہو جاتا ہے کہ علماء حقانی کی ایک جماعت پیدا کی جاتے، ان کو علم سکھایا جاتے اس لئے کہ علماء کا وجود فرض کفایہ ہے۔ اگر ایک جماعت اس کے لئے موجود ہے تو یہ فرض سب سے ساقط ہے ورنہ تمام دنیا گناہ گار ہے۔

ایک عام اشکال یہ کیا جاتا ہے کہ ان علماء کے اختلاف نے عوام کو تباہ و برباد کر دیا ہے ممکن ہے کہ کسی درجہ میں صحیح ہو، مگر حقیقت یہ ہے کہ علماء کا یہ اختلاف آج کا نہیں، تنویر پارس برس کا نہیں خیر القرون بلکہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوہریرہؓ کو اپنے تعلین شریف بطور علامت کے دے کر اس اعلان کے لئے بھیجتے ہیں کہ جو شخص کلمہ گو ہو وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا، راستہ میں حضرت عمرؓ ملتے ہیں اور معاملہ پوچھتے ہیں حضرت ابوہریرہؓ اپنے آپ کو حضور کا قاصد بتاتے ہیں لیکن پھر بھی حضرت عمرؓ اس زور سے ان کے سینہ پر دونوں ہاتھ مارتے ہیں کہ وہ بیچارے سرینوں کے بل زمین پر گر پڑتے ہیں مگر نہ کوئی حضرت عمرؓ کے خلاف پوسٹر شائع ہوتا ہے نہ کوئی جلسہ ہو کر احتجاجی ریزولیشن پاس ہوتا ہے۔

حضرات صحابہ کرامؓ میں ہزاروں مسئلے مختلف فیہا ہیں اور ائمہ اربعہؓ کے یہاں تو شاید فقہ کی کوئی جُزئی ہو جو مختلف فیہ نہ ہو۔ چار رکعت نماز میں نیت باندھنے سے سلام پھیرنے تک تقریباً دو سو مسئلے ائمہ اربعہؓ کے یہاں ایسے مختلف فیہ ہیں جو مجھ کو تاہ نظر کی نگاہ سے بھی گزر چکے ہیں اور اس سے زائد نہ معلوم کتنے ہوں گے مگر کبھی رفع یدین اور آمین بالجہر وغیرہ دو تین مسئلوں کے سوا کانوں میں نہ پڑے ہوں گے، نہ ان کے لئے اشتہارات و پوسٹر شائع ہوتے ہوں گے، نہ جلسے اور مناظرے ہوتے دیکھے ہوں گے رازیہ ہے کہ عوام کے کان ان مسائل سے آشنا نہیں ہیں، علماء میں اختلاف رحمت ہے اور بدیہی امر ہے جب کوئی عالم کسی شرعی دلیل سے کوئی فتویٰ دے گا دوسرے کے نزدیک اگر وہ حجت صحیح نہیں تو وہ شرعاً اختلاف کرنے پر مجبور ہے، اگر اختلاف نہ کرے تو مداخلت اور عاصی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ لوگ کام نہ کرنے کے لئے اس لُچر اور پوچ عذر کو حیلہ بناتے ہیں ورنہ ہمیشہ اُطباء میں اختلاف ہوتا ہے، و کلام کی راستے میں اختلاف ہوتا ہے مگر کوئی

شخص علاج کرانا نہیں چھوڑتا۔ مقدمہ لڑانے سے نہیں رکتا، پھر کیا مصیبت ہے کہ دینی امور میں اختلاف علماء کو حیلہ بنایا جاتا ہے یقیناً سچے عمل کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ جس عالم کو وہ اچھا سمجھتا ہے، متبع سنت سمجھتا ہے اس کے قول پر عمل کرے اور دوسروں پر لغو محمولوں اور طعن و تشنیع سے باز رہے۔ جس شخص کے ذہن کی رسائی دلائل کے سمجھنے اور ان میں ترجیح دینے تک نہیں ہے اس کا حق نہیں کہ ان میں دخل دے۔

نبی کریم ﷺ سے نقل کیا گیا ہے کہ علم کو ایسے لوگوں سے نقل کرنا جو اس کے اہل نہ ہوں اس کو ضائع کرنا ہے مگر جہاں بد دینی کی یہ حد ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے صریح ارشادات پر لب کشائی ہو، شخص کا حق سمجھا جاتا ہو، وہاں بیچارے علماء کا کیا شمار ہے۔ جس قدر الزامات رکھے جائیں کم ہیں۔ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝ (پ)

## فصل سابع

یہ گویا چھٹی فصل کا تکملہ اور تہتمہ ہے۔ اس میں ناظرین کی خدمات عالیہ میں ایک اہم درخواست ہے وہ یہ کہ اکثر اللہ والوں کے ساتھ ارتباط، ان کی خدمت میں کثرت سے حاضری، دینی امور میں تقویت اور خیر و برکت کا سبب ہوتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:-

أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى مَلَكٍ هَذَا الْأَمْرِ  
الَّذِي تَصِيبُ بِهِ خَيْرَ الدُّنْيَا  
وَالْآخِرَةِ عَلَيْكُمْ بِمَجَالِسِ أَهْلِ  
الذِّكْرِ۔ (الحديث مشکوٰۃ ص ۴۱۹)

کیا تجھے دین کی نہایت تقویت دینے والی چیز نہ بتاؤں جس سے تو دین و دنیا دونوں کی فلاح کو پہنچے وہ اللہ تعالیٰ کے یاد کرنے والوں کی مجلس ہے اور جب تو

تہا ہوا کرے تو اپنے کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے رطبُ اللسان رکھا کر۔

اس کی تحقیق بہت ضروری ہے کہ اہل اللہ کون لوگ ہیں؟ اہل اللہ کی پہچان اتباع سنت ہے۔ کہ حق سبحانہ و تقدس نے اپنے محبوب نبی کریم ﷺ کو امت کی ہدایت کے لئے نمونہ بنا کر بھیجا ہے اور اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے:-



قَدْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي  
يُحِبُّكُمْ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ  
وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ

(پ ۱۲۷)

آپ فرمادیتے کہ اگر تم خدائے تعالیٰ سے  
محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میرا اتباع کرو  
خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے  
اور تمہارے سب گناہوں کو معاف  
کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں

(بیان القرآن)

لہذا جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل متبع ہو وہ حقیقتہً اللہ والا ہے اور  
جو شخص اتباع سنت سے جس قدر دور ہو وہ قرب الہی سے بھی اسی قدر دور ہے۔ پیغمبرین  
نے لکھا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ کرے اور سنت رسول صلی اللہ علیہ  
وسلم کی مخالفت کرے وہ جھوٹا ہے اس لئے کہ قاعدہ محبت اور قانون عشق ہے کہ  
جس سے کسی کو محبت ہوتی ہے اس کے گھر سے، درو دیوار سے، صحن سے، باغ سے حتیٰ  
کہ اس کے کتے سے، اس کے گدھے سے محبت ہوتی ہے۔

أَقْبَلُ ذَا الْجِدَارِ وَذَا الْجِدَارِ  
وَمَا حُبُّ الدِّيَارِ شَغَفَنَ قَلْبِي

ترجمہ: کہتا ہے کہ میں سیلی کے شہر پر گذرتا ہوں تو اس دیوار کو اور اس دیوار کو پیار کرتا  
ہوں، کچھ شہروں کی محبت نے میرے دل کو فریفتہ نہیں کیا ہے بلکہ اُن لوگوں کی محبت  
کی کار فرمائی ہے جو شہروں کے رہنے والے ہیں۔ دوسرا شاعر کہتا ہے۔

نَقَضَى إِلَاهَةً وَأَنْتَ تَنْظُرُ حُبِّي  
لَوْ كَانَ حُبِّي صَادِقًا لَأُطْعِمْتَنِي

ترجمہ: تو اللہ کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کی نافرمانی کرتا ہے۔ اگر تو اپنے دعویٰ  
میں سچا ہوتا تو کبھی نافرمانی نہ کرتا، اس لئے کہ عاشق ہمیشہ معشوق کا تابع ہوتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری تمام امت جنت میں داخل ہو  
گی مگر جس نے انکار کر دیا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ جس نے انکار کر دیا تو کیا مراد ہے؟  
آپ نے فرمایا کہ جو شخص میری اطاعت کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو نافرمانی  
کرے گا وہ انکار کرنے والا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اس

وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش اس دین کے تابع نہ ہو جائے جس کو میں بے کرا یا ہوں۔ (مشکوٰۃ)

حیرت کی بات ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کی بہبودی کے دعوے دار اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے بے بہرہ ہوں۔ کسی بات کو ان بدعیوں کے سامنے یہ کہہ دینا کہ سنت کے خلاف ہے، حضور کے طریقہ کے خلاف ہے گویا برچھی مار دینا ہے۔

خلافت پیغمبر کے رہ گزیدہ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقہ کے خلاف جو شخص بھی کوئی راستہ اختیار کرے گا کبھی بھی منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔ بالجملة اس تحقیق کے بعد کہ یہ شخص اللہ والوں میں سے ہے، اس کے ساتھ ربط کا بڑھانا، اس کی خدمت میں کثرت سے حاضر ہونا، اس کے علوم سے منتفع ہونا، دین کی ترقی کا سبب ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا امر بھی ہے۔

ایک حدیث میں ارشادِ عالی ہے کہ جب تم جنت کے باغوں میں گزرا کرو تو کچھ حاصل بھی کر لیا کرو صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جنت کے باغ کیا چیز ہیں جنکو نے ارشاد فرمایا کہ علمی مجالس۔

دوسری حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی تھی کہ علماء کی خدمت میں بیٹھنے کو ضروری سمجھو اور حکمائے امت کے ارشادات کو غور سے سنا کر وہاں حق تعالیٰ شانہ حکمت کے نور سے مردہ دلوں کو ایسے زندہ فرماتے ہیں کہ جیسے مردہ زمین کو موسلا دھار بارش سے، اور حکماء دین کے جاننے والے ہی ہیں نہ کہ دوسرے اشخاص۔

ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے دریافت کیا کہ بہترین ہم نشین ہم لوگوں کے واسطے کون شخص ہے حضور نے فرمایا کہ جس کے دیکھنے سے اللہ کی یاد پیدا ہو، جس کی بات سے علم میں ترقی ہو، جس کے عمل سے آخرت یاد آجائے۔ ترغیب میں ان روایات کو ذکر کیا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے بہترین بندے وہ لوگ ہیں جن کو دیکھ کر خدا یاد آجائے۔ خود حق سبحانہ و تقدس کا ارشاد ہے :-



يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا  
مَعَ الصَّادِقِينَ ۝ (پک ۳۶)

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے  
ساتھ رہو (بیان القرآن)

مفسرین نے لکھا ہے کہ سچوں سے مراد اس جگہ مشائخ صوفیہ ہیں جب کوئی شخص ان کی  
چوکھٹ کے خدام میں داخل ہو جاتا ہے تو ان کی تربیت اور قوت ولایت کی بدولت بڑے  
بڑے مراتب تک ترقی کر جاتا ہے۔ شیخ اکبر تحریر فرماتے ہیں کہ اگر تیرے کام دوسرے  
کی مرضی کے تابع نہیں ہوتے تو تو کبھی بھی اپنے نفس کی خواہشات سے انتقال نہیں کر سکتا  
گو عمر بھر مجاہدے کرتا ہے۔ لہذا جب بھی تجھے کوئی ایسا شخص ملے جس کا احترام تیرے دل میں  
ہو اس کی خدمت گزاری کر اور اس کے سامنے مردہ بن کر رہ کہ وہ تجھ میں جس طرح چاہے  
تصرف کرے اور تیری اپنی کوئی بھی خواہش نہ رہے۔ اس کے حکم کی تعمیل میں جلدی کر،  
اور جس چیز سے روکے اس سے احتراز کر، اگر پیشہ کرنے کا حکم کرے پیشہ کر، مگر اس کے حکم  
سے نہ کہ اپنی رائے سے بیٹھ جانے کا حکم کرے تو بیٹھ جا۔ لہذا ضروری ہے کہ شیخ کامل کی تلاش  
میں سعی کر، تاکہ تیری ذات کو اللہ سے ملا دے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی  
قوم کسی مجلس میں بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتی ہو تو ملائکہ اس کو گھیر لیتے ہیں، رحمت ان کو ڈھانپ  
لیتی ہے، اور حق سبحانہ و تقدس اپنی پاک مجلس میں ان لوگوں کا ذکر فرماتے ہیں۔ ایک دل ربودہ  
کے واسطے اس سے بڑھ کر کیا نعمت ہو سکتی ہے کہ محبوب کی مجلس میں اس کا ذکر ہو۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ کی یاد کرنے والی جماعت کے لوگوں کو جو  
اخلاص سے اللہ کو یاد کر رہے ہوں، ایک پیکارنے والا آواز دیتا ہے کہ اللہ نے تمہاری مغفرت  
کردی، اور تمہاری برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے کہ جس مجلس میں  
اللہ تعالیٰ کی یاد نہیں، اس کے رسول پر درود نہیں، اس مجلس والوں کو قیامت کے دن حشر ہوگی  
حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا ہے کہ یا اللہ اگر تو مجھے ذاکرین کی مجلس سے گذر  
کر غافلین کی مجلس میں جاتا ہو ادیکھے تو میرے پاؤں توڑ دے۔

جب اس کی صوت و صورت سے ہے محرومی تو بہتر ہے

مرے کانوں کا کر ہونا، اور آنکھیں کور ہو جانی

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جن مجالس میں اللہ تعالیٰ کی یاد ہوتی ہے وہ آسمان والوں  
کے نزدیک ایسی چمکتی ہیں جیسے کہ زمین والوں کے نزدیک ستارے۔

حضرت ابوہریرہؓ ایک مرتبہ بازار میں تشریف لے گئے اور لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا، کہ تم لوگ یہاں بیٹھے ہو اور مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تقسیم ہو رہی ہے۔ لوگ دوڑے ہوئے آئے، وہاں کچھ بھی تقسیم نہ ہو رہا تھا۔ واپس جا کر عرض کیا کہ وہاں تو کچھ بھی نہیں۔ ابوہریرہؓ نے پوچھا کہ آخر کیا ہو رہا تھا۔ لوگوں نے کہا کہ چند لوگ اللہ کے ذکر میں مشغول تھے اور کچھ تلاوت میں انہوں نے کہا کہ یہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث ہے۔

امام عزالیؒ نے اس نوع کی روایات بجزت ذکر فرماتی ہیں اس سب سے بڑھ کر یہ کہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے حکم ہے اور آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کرتے جو صبح و شام اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضا جوئی کے لئے کرتے ہیں اور دنیوی زندگی کی رونق کے خیال سے آپ کی آنکھیں ان سے پٹنے نہ پاویں، اور ایسے شخص کا کہنا نہ مانیں جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے اور وہ اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہے اور اس کا حال حد سے بڑھ گیا ہے۔

مستعد در روایات میں وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل جلالہ کا اس پر شکر ادا فرمایا کرتے تھے کہ ربی امت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے جن کی مجلس میں اپنے آپ کو روکے رکھنے کا نامور ہوں، اور اسی آیت شریفہ میں دوسری جماعت کا بھی حکم ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جن کے قلوب اللہ کی یاد سے غافل ہیں، اپنی خواہشات کا اتباع کرتے ہیں، حدود سے بڑھ جاتے ہیں ان کے اتباع سے روک دیا گیا ہے اب وہ حضرات جو ہر قول و فعل میں دین و دنیا کے کاموں میں کفار و فاسق کو مقتدا بناتے ہیں، مشرکین و نصاریٰ کے ہر قول و فعل پر سوجھ بوجھ سے بخار ہیں، خودی غور فرمائیں کہ کس راستے جا رہے ہیں۔

ترجمہ ندرسی بحجب اسے اعرابی  
کیں رہے کہ تو میری بزرگستان است  
مراد انصیحت بود و کردیم  
حوالت با خدا کردیم و تقسیم  
وَمَا عَلَى الرُّسُلِ إِلَّا الْبَلَاغُ

مقیم مدرسہ العلوم سہارن پور ۵ صفر ۱۳۵۰ھ مطابق ۲۱ جون ۱۹۳۱ء شب دوشنبہ





### حَامِدًا وَمُصَلِّيًا وَمُسَلِّمًا

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي بِنِعْمَتِهِ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ  
الْمَوْجُودَاتِ الَّذِي قَالَ أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَأَتَّبِعُهُ  
إِلَى يَوْمِ الْحَشْرِ

آمَّا بَعْدُ اللَّهُ جَلَّ جَلَالُهُ، عَمَّ نَوَالُهُ، كَيْ لُطْفٍ وَانْعَامٍ أَوْ مَحْضٍ اس کے  
فضل و احسان اور اس کے نیک بندوں کی شفقت اور توجہات سے اس  
ناکارہ و نابکار سیاہ کار کے قلم سے فضائل کے سلسلہ میں متعدد رسائل لکھے  
گئے جو نظام الدین کے تبلیغی سلسلہ کے نصاب میں بھی داخل ہیں اور اجاب کے  
سینکڑوں خطوط سے ان کا بہت زیادہ نافع ہونا معلوم ہوتا رہا۔ اس ناکارہ  
کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ اَوَّلًا مَحْضُ اللَّهِ جَلَّ شَانُهُ کا انعام، ثانیاً اس پاک  
رَسُولِ اللَّهِ ﷺ کے کلام کی برکت جس کے تراجم ان رسائل میں پیش کیے گئے، ثالثاً  
أَنَّ اللَّهَ وَالْوَلَدِ کی برکتیں جن کے ارشادات سے یہ رسائل لکھے گئے ہیں۔ یہ  
اللہ کا محض لُطْف و کَرَم ہے کہ ان ساری برکات میں اس ناپاک کی گندگی  
حائل نہ ہوئی۔ اَللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كُلُّهُ، وَلَكَ الشُّكْرُ كُلُّهُ، اَللَّهُمَّ لَا أُحْصِي  
ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ۔

اس سلسلہ کا سب سے پہلا رسالہ ۱۳۴۸ھ میں ”فضائل قرآن“ کے

نام سے حضرت اقدس شاہ محمد لیسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نگینوی خلیفہ قطب عالم  
شیخ المشائخ حضرت گنگوہی قدس سرہ العزیز کی تعمیل حکم میں لکھا گیا تھا  
جیسا کہ اُس رسالہ کے شروع میں تفصیل سے لکھا گیا ہے۔ حضرت شاہ صاحب  
نور اللہ مرقدہ کا وصال ۳۰ شوال ۱۳۲۱ھ شب پنجشنبہ میں ہوا تھا۔  
نور اللہ مرقدہ لا و اعلیٰ اللہ مراتبہ۔

حضرت نے اپنے وصال کے وقت اپنے اجل خلیفہ مولانا الحجاج  
عبد العزیز دُعَا جو کے ذریعہ یہ پیام اور وصیت بھیجی کہ جس طرح ”فضائل قرآن“  
لکھا گیا ہے میری خواہش ہے کہ اُسی طرح ”فضائل درود شریف“ بھی لکھ دے  
حضرت شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے وصال کے بعد مولانا عبد العزیز صاحب  
بار بار اس وصیت کی یاد دہانی اور تکمیل پر اصرار کرتے رہے اور یہ ناکارہ بھی  
اپنی نااہلیت کے باوجود دل سے خواہش کرتا رہا کہ یہ سعادت میسر ہو جاتے،  
شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے علاوہ اور بھی بہت سے حضرات کا اصرار ہوتا  
رہا مگر اس ناکارہ پرستیٰ الکوین فخر الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالتِ شان کا  
کچھ ایسا رعب طاری رہا کہ جب بھی اس کا ارادہ کیا یہ خوف طاری ہوا کہ  
مبادا کوئی چیز شانِ عالی کے خلاف نہ لکھی جاتے۔

اسی کیفیت و لعل میں گزشتہ سال عزیزی مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے

۱۔ حضرت شاہ صاحب کی ولادت ربیع الاول ۱۲۸۵ھ میں ہوئی۔ اس لحاظ سے ۷۵ سال کی عمر میں وصال ہوا۔ نہایت بزرگ  
نہایت متواضع، نہایت کم گو، صاحب کشف اور صاحب تصرفات بزرگ تھے۔ اس ناکارہ پر بہت ہی شفقت فرماتے تھے۔  
حضرت مدوح مدرس کے سالانہ جلسوں میں نہایت اہتمام سے تشریف لایا کرتے اور جلسہ سے فراغ ہو کر کئی کئی دن اس ناکارہ کے پاس قیام  
فرماتے اہتمام سے اس ناکارہ کے حدیث کے سبق میں بھی تشریف فرما ہوتے۔ اس ناکارہ کی عادت اسباق میں ڈبیہ بڑھ ساتھ لے جانے  
کی بھی تھی۔ بلکہ حضرت مرحوم نے فرمایا کہ میں پان کھانے کو تو منع نہیں کرتا لیکن حدیث پاک کے سبق میں نہ کھایا کریں۔ اُس وقت سے آج  
تک تقریباً ۲۵ سال ہو چکے ہیں، بعض مرتبہ ۵-۶ گھنٹے مسلسل بھی سبق ہر ایک سبق میں کبھی پان کا خیال بھی نہیں آیا۔ یہ حضرت کی کائنات  
تھا۔ اس کے علاوہ اور بہت سے واقعات حضرت کی کرامتوں کے سننے میں آئے ہیں۔ رفع اللہ درجاتہ۔



اِصرار پر تیسری مرتبہ حجاز کی حاضری میسر ہوئی اور اللہ کے فضل سے چوتھے حج کی سعادت حاصل ہوئی۔ حج سے فراغ پر جب مدینہ پاک حاضری ہوئی تو وہاں پہنچ کر بار بار دل میں یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ ”فضائلِ درود شریف“ نہ لکھنے کا کیا جواب ہے؟ ہر چند کہ میں اپنے اغذار سوچتا تھا لیکن بار بار اس قلبی سوال پر یہ ناکارہ نچتہ ارادہ کر کے آیا تھا کہ سفر سے واپسی پر انشاء اللہ اس مبارک رسالہ کی تکمیل کی کوشش کروں گا۔ مگر ”خوشتے بدرابہانہ بسیار“ یہاں واپسی پر بھی امروز و فردا ہوتا رہا۔ اس مبارک میں اس داعیِ شہ نے پھر عود کیا تو آج ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۸۲ھ آخری جمعہ کو جمعہ کی نماز کے بعد اللہ کے نام سے ابتداء تو کر ہی دی، اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تکمیل کی توفیق عطا فرماتے اور اس رسالہ میں اور اس سے پہلے جتنے رسائل لکھے گئے ہیں یا عربی کی کتابیں لکھی گئی ہیں، ان میں جو لغزشیں ہوتی ہوں محض اپنے لطف و کرم سے اُن کو مُعاف فرمائے۔

اس رسالہ کو چند فصول اور ایک خاتمہ پر لکھنے کا خیال ہے۔ پہلی فصل میں فضائلِ درود شریف۔ دوسری فصل میں خاص خاص درود شریف کے خاص فضائل، تیسری فصل میں درود شریف نہ پڑھنے کی وعیدیں۔ چوتھی فصل میں فوائدِ متفرقہ میں۔ پانچویں فصل حکایات میں۔ حق تعالیٰ شانہ، لوگوں کو زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس رسالہ کے دیکھنے سے ہر شخص خود ہی محسوس کر لے گا کہ درود شریف کتنی بڑی دولت ہے، اور اس میں کوتاہی کرنے والے کتنی بڑی سعادت سے محروم ہیں۔

# ﴿فصلِ اَوَّل﴾

## درود شریف کے فضائل میں

اس میں سب سے اہم اور سب سے مُقَدَّم تو خود حق تعالیٰ شانہ جَلَّ جَلالہٗ،  
عَمَّ نَوَالہٗ کا پاک ارشاد اور حکم ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

(۱) اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ  
يُصَلُّوْنَ عَلٰی النَّبِیِّ  
یَاٰیہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا صَلُّوا  
عَلَیْہِ وَسَلِّمُوا تَسْلِیْمًا

بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے  
رحمت بھیجتے ہیں ان پیغمبر ﷺ پر۔  
اے ایمان والو! تم بھی آپ ﷺ پر  
رحمت بھیجنا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔

(بیان العتدان)

(پ ۲۱ - ۲۵)

﴿فائدہ﴾ حق تعالیٰ شانہ نے قرآن پاک میں بہت سے احکامات  
ارشاد فرمائے۔ نماز، روزہ، حج وغیرہ۔ اور بہت سے انبیاء کرام کی توصیہ  
اور تعریفیں بھی فرمائیں۔ ان کے بہت سے اعزاز و اکرام بھی فرمائے۔ حضرت  
آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا فرمایا تو فرشتوں کو حکم فرمایا  
کہ ان کو سجدہ کیا جائے، لیکن کسی حکم یا کسی اعزاز و اکرام میں یہ نہیں فرمایا کہ میں  
بھی یہ کام کرتا ہوں تم بھی کرو۔ یہ اعزاز صرف سید الکوثرین فخر عالم ﷺ ہی  
کے لئے ہے کہ اللہ جلّ شانہ نے صلوٰۃ کی نسبت اَوَّلًا اپنی طرف، اس کے بعد  
اپنے پاک فرشتوں کی طرف کرنے کے بعد مسلمانوں کو حکم فرمایا کہ اللہ اور اس کے  
فرشتے درود بھیجتے ہیں، اے مومنو! تم بھی درود بھیجو۔

اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی کہ اس عمل میں اللہ اور اس کے



فرشتوں کے ساتھ مومنین کی شرکت ہے۔ پھر عربی دان حضرات جانتے ہیں کہ آیت شریفہ کو لفظ "اِنَّ" کے ساتھ شروع فرمایا جو نہایت تاکید پر دلالت کرتا ہے اور صیغہ مضارع کے ساتھ ذکر فرمایا جو استمرار اور دوام پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی یہ قطعی چیز ہے کہ اللہ اور اُس کے فرشتے ہمیشہ درود بھیجتے رہتے ہیں نبی (ﷺ) پر۔

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ :

"آیت شریفہ مضارع کے صیغہ کے ساتھ جو دلالت کرنے والا ہے استمرار اور دوام پر دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ اللہ اور اُس کے فرشتے ہمیشہ درود بھیجتے رہتے ہیں نبی کریم (ﷺ) پر۔" (۱۷)

صاحب رُوح البیان لکھتے ہیں :

"بعض علماء نے لکھا ہے کہ اللہ کے درود بھیجے کا مطلب حضور اقدس (ﷺ) کو مقام محمود تک پہنچانا ہے اور وہ مقام شفاعت ہے۔ اور ملائکہ کے درود کا مطلب ان کی دعا کرنا ہے حضور اقدس (ﷺ) کی زیادتی مرتبہ کے لئے اور حضور (ﷺ) کی اُمت کے لئے استغفار اور مومنین کے درود کا مطلب حضور (ﷺ) کا اتباع اور حضور اقدس (ﷺ) کے ساتھ محبت اور حضور (ﷺ) کے اوصافِ جمیلہ کا تذکرہ اور تعریف۔ یہ بھی لکھا ہے کہ یہ اعزاز و اکرام جو اللہ جل شانہ نے حضور (ﷺ) کو عطا فرمایا ہے اُس اعزاز سے بہت بڑھا ہوا ہے جو حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرشتوں سے سجدہ کرا کر عطا فرمایا تھا، اس لئے کہ حضور اقدس (ﷺ) کے اس اعزاز و اکرام میں اللہ جل شانہ خود بھی



شریک ہیں، بخلاف حضرت آدم علیہ السلام کے اعزاز کے کہ وہاں صرف فرشتوں کو حکم فرمایا " ۷

عقل دُور اندیش میدان کہ تشریفِ جنیں  
بیچ دیں پرورِ ندید و بیچ پیغمبرِ نیافت

۷ یُصَلِّی عَلَیْہِ اللّٰہُ جَلَّ جَلَالُہٗ • بِہَذَا اَبَدًا اِلَی الْعَالَمِیْنَ کَمَالُہٗ  
علمائے لکھا ہے کہ آیت شریفہ میں حضور ﷺ کو نبی کے لفظ کے ساتھ  
تعبیر کیا "مُحَمَّدٌ" ﷺ کے لفظ سے تعبیر نہیں کیا جیسا کہ اور انبیاء علیہم السلام کو  
ان کے اسماء کے ساتھ ذکر فرمایا ہے، یہ حضور اقدس ﷺ کی غایت عظمت اور  
غایت شرافت کی وجہ سے ہے اور ایک جگہ جب حضور ﷺ کا ذکر حضرت  
ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ آیا تو ان کو تو نام کے ساتھ ذکر  
کیا اور آپ ﷺ کو نبی کے لفظ سے جیسا کہ:

"اِنَّ اَوَّلَی النَّاسِ بِاِبْرٰہِیْمَ لَلْدِّیْنِ اَتَّبَعُوْا وَهَذَا النَّبِیُّ"

میں ہے اور جہاں کہیں نام لیا گیا ہے وہ خصوصی مصلحت کی وجہ سے لیا گیا ہے  
علامہ سخاویؒ نے اس مضمون کو تفصیل سے لکھا ہے:

یہاں ایک بات قابل غور ہے کہ صلوٰۃ کا لفظ جو آیت شریفہ میں وارد  
ہوا ہے اور اس کی نسبت اللہ جلّ شانہ کی طرف اور اُس کے فرشتوں کی طرف  
اور مومنین کی طرف کی گئی ہے وہ ایک مشترک لفظ ہے جو کئی معنی میں مستعمل  
ہوتا ہے اور کئی مقاصد اس سے حاصل ہوتے ہیں، جیسا کہ صاحب رُوح البیان  
کے کلام میں بھی گزر چکا۔

علماء نے اس جگہ صلوٰۃ کے بہت سے معنی لکھے ہیں۔ ہر جگہ جو معنی اللہ تعالیٰ  
شانہ اور فرشتوں اور مومنین کے حال کے مناسب ہوں گے وہ مُراد ہوں گے۔



بعض علماء نے لکھا ہے کہ صلوٰۃ عَلَی النَّبِیِّ کا مطلب نبی کی شانہ و تعظیم رحمت و عطوفت کے ساتھ ہے۔ پھر جس کی طرف یہ صلوٰۃ منسوب ہوگی اسی کے شان و مرتبہ کے لائق شانہ و تعظیم مُراد لی جائے گی، جیسا کہ کہتے ہیں کہ باپ بیٹے پر، بیٹا باپ پر، بھائی بھائی پر مہربان ہے، تو ظاہر ہے کہ جس طرح کی مہربانی باپ کی بیٹے پر ہے اُس نوع کی بیٹے کی باپ پر نہیں، اور بھائی کی بھائی پر دونوں سے مُجدد ہے، اسی طرح یہاں بھی اللہ جلّ شانہ، بھی نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ بھیجتا ہے یعنی رحمت و شفقت کے ساتھ آپ کی شانہ و اعزاز و اکرام کرتا ہے اور فرشتے بھی بھیجتے ہیں مگر ہر ایک کی صلوٰۃ اور رحمت و تکریم اپنی شان و مرتبہ کے موافق ہوگی۔ آگے مومنین کو حکم ہے کہ تم بھی صلوٰۃ و رحمت بھیجو۔ امام بخاریؒ نے اَبُو الْعَالِیَہ سے نقل کیا ہے کہ اللہ کے دُرود کا مطلب اُس کا آپ کی تعریف کرنا ہے فرشتوں کے سامنے اور فرشتوں کا دُرود اُن کا دُعا کرنا ہے حضرت ابن عباسؓ سے یُصَلُّوْنَ کی تفسیر یَذِکُّوْنَ نقل کی گئی ہے یعنی برکت کی دُعا کرتے ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں :

” یہ قول ابو العالیہ کے موافق ہے البتہ اس سے خاص ہے۔

حافظ نے دوسری جگہ صلوٰۃ کے کئی معنی لکھ کر لکھا ہے کہ اَبُو الْعَالِیَہ کا قول میرے نزدیک زیادہ اولیٰ ہے کہ اللہ کی صلوٰۃ سے مُراد اللہ کی تعریف ہے حضور ﷺ پر، اور ملائکہ وغیرہ کی صلوٰۃ اس کی اللہ سے طلب ہے اور

طلب سے مراد زیادتی کی طلب ہے نہ کہ اصل کی طلب“ (۱ھ)

حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ رَضِیَ اللہ عَنْہُمْ نے عرض کیا یا رسول اللہ سلام کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہو چکا یعنی التَّحِیَّات میں جو پڑھا جاتا ہے السَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللہِ وَبَرَکَاتُہُ صلوٰۃ کا طریقہ بھی ارشاد



فرما دیجئے۔ آپ نے یہ درود شریف ارشاد فرمایا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ الخ فصل ثانی کی حدیث ۱ پر یہ درود مفصل آ رہا ہے یعنی اللہ جلّ شانہ نے تو مبین کو حکم دیا تھا کہ تم بھی نبی پر صلوٰۃ بھیجو۔ نبی نے اس کا طریقہ بتا دیا کہ تمہارا بھیجنا یہی ہے کہ تم اللہ ہی سے اپنی درخواست کرو کہ وہ اپنی بیش از بیش رحمتیں ابد الابد تک نبی پر نازل فرماتا رہے، کیونکہ اس کی رحمتوں کی کوئی حد و نہایت نہیں یہ بھی اللہ کی رحمت ہے کہ اس درخواست پر جو مزید رحمتیں نازل فرمائے وہ ہم عاجز و ناچیز بندوں کی طرف منسوب کر دی جائیں گویا ہم نے بھیجی ہیں حالانکہ ہر حال میں رحمت بھیجنے والا وہی اکیلا ہے کسی بندے کی کیا طاقت تھی کہ سید الانبیاء کی بارگاہ میں اُن کے رتبہ کے لائق تحفہ پیش کر سکتا۔

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں:

”اللہ سے رحمت مانگنی اپنے پیغمبر پر اور ان کے ساتھ اُن کے گھرانہ پر بڑی قبولیت رکھتی ہے۔ ان پر ان کے لائق رحمت اُترتی ہے اور ایک دفعہ مانگنے سے دس رحمتیں اُترتی ہیں مانگنے والے پر، اب جس کا جتنا بھی جی چاہے اتنا حاصل کر لے“ (۱۷ مختصراً)

یہ حدیث جس کی طرف شاہ صاحب نے اشارہ فرمایا عنقریب ۲ پر آ رہی ہے۔

اس مضمون سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بعض جاہلوں کا یہ اعتراض کہ آیت شریفہ میں مسلمانوں کو حضور ﷺ پر صلوٰۃ بھیجنے کا حکم ہے اور اس پر مسلمانوں کا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ اے اللہ تو درود بھیج محمد ﷺ پر مضحکہ خیز ہے۔ یعنی جس چیز کا حکم دیا تھا اللہ نے بندوں کو وہی چیز اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف لوٹا دی بندوں نے چونکہ اول تو خود حضور اقدس ﷺ نے آیت شریفہ کے نازل ہونے



پر جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کی تعمیل کی صورت دریافت کی تو حضور اقدس ﷺ نے یہی تعلیم فرمایا جیسا کہ اوپر گزرا۔ نیز جیسا کہ فصل ثانی کی حدیث پر مفصل آ رہا ہے۔ دوسرے اس وجہ سے کہ ہمارا یہ درخواست کرنا اللہ جل شانہ سے کہ تو اپنی رحمت خاص نازل کر یہ اس سے بہت ہی اونچا ہے کہ ہم اپنی طرف سے کوئی بدیہ حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجیں۔

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ قول بدیع میں تحریر فرماتے ہیں :

﴿فائدہ مہمہ﴾ امیر مصطفیٰ ترکمانی حنفی کی کتاب میں لکھا ہے کہ اگر یہ

کہا جائے کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ اللہ نے ہمیں درود کا حکم فرمایا ہے اور

ہم یوں کہہ کر کہ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ خود اللہ جل شانہ سے اُٹا

سوال کریں کہ وہ درود بھیجے یعنی نماز میں ہم اُصَلِّیْ عَلٰی مُحَمَّدٍ کی جگہ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ پڑھیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ

کی پاک ذات میں کوئی عیب نہیں اور ہم سراپا عیوب و نقائص ہیں، پس جس

شخص میں بہت عیب ہوں وہ ایسے شخص کی کیا شائہ کرے جو پاک ہے۔ اس

لئے ہم اللہ ہی سے درخواست کرتے ہیں کہ وہی حضور ﷺ پر صلوٰۃ بھیجے تاکہ

رَبِّ ظاہر کی طرف سے نبی ظاہر پر صلوٰۃ ہو۔

ایسے ہی علامہ نیشاپوری سے بھی نقل کیا ہے کہ ان کی کتاب لطائف و حکم

میں لکھا ہے کہ آدمی کو نماز میں صَلَّیْتُ عَلٰی مُحَمَّدٍ نہ پڑھنا چاہیے۔ اس

واسطے کہ بندہ کا مرتبہ اس سے قاصر ہے اس لئے اپنے رب ہی سے سوال کرے

کہ وہ حضور ﷺ پر صلوٰۃ بھیجے تو اس صورت میں رحمت بھیجنے والا تو حقیقت میں

اللہ جل شانہ ہی ہے اور ہماری طرف اس کی نسبت مجازاً بحیثیت دُعا کے ہے۔

ابن ابی حنبلہ نے بھی اسی قسم کی بات فرمائی ہے وہ کہتے ہیں کہ جب اللہ جل شانہ



نے ہمیں درود کا حکم فرمایا اور ہمارا درود حق واجب تک نہیں پہنچ سکتا تھا اس لیے ہم نے اللہ جل شانہ ہی سے درخواست کی کہ وہی زیادہ واقف ہے اس بات سے کہ حضور ﷺ کے درجہ کے موافق کیا چیز ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا دوسری جگہ لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ یا اللہ میں آپ کی تعریف کرنے سے قاصر ہوں، آپ ایسے ہی ہیں جیسا کہ آپ نے اپنی خود ثنا فرمائی ہے۔

علامہ سخاویؒ فرماتے ہیں کہ جب یہ بات معلوم ہو گئی تو جس طرح حضور ﷺ نے تلقین فرمایا ہے اسی طرح تیرا درود ہونا چاہیے کہ اسی سے تیرا مرتبہ بلند ہو گا اور نہایت کثرت سے درود شریف پڑھنا چاہیے۔ اور اس کا بہت اہتمام اور اس پر مداومت چاہیے اس لیے کہ کثرت درودِ محبت کی علامات میں سے ہے قَمَنْ أَحَبَّ شَيْئًا أَكْثَرَ مِنْ ذِكْرِهِ جس کو کسی سے محبت ہوتی ہے اس کا ذکر بہت کثرت سے کیا کرتا ہے۔ (۱۷ مختصراً)

علامہ سخاویؒ نے امام زین العابدینؑ سے نقل کیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ پر کثرت سے درود بھیجا اہل سنت ہونے کی علامت ہے (یعنی سُنّی ہونے کی) علامہ زرقانیؒ شرح مواہب میں نقل کرتے ہیں کہ مقصود درود شریف سے اللہ تعالیٰ شانہ کی بارگاہ میں اس کے امتثالِ حکم سے تقرب حاصل کرنا ہے اور حضور اقدس ﷺ کے حقوق جو ہم پر ہیں اس میں سے کچھ کی ادائیگی ہے۔

حافظ عبد اللہ بن عبد السلام کہتے ہیں کہ ہمارا درود حضور ﷺ کے لیے سفارش نہیں ہے اس لیے کہ ہم جیسا حضور ﷺ کے لیے سفارش کیا کر سکتا ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے ہمیں محسن کے احسان کے بدلہ دینے کا حکم دیا ہے اور حضور ﷺ سے بڑھ کر کوئی محسن اعظم نہیں۔ ہم چونکہ حضور ﷺ کے



احسانات کے بدلہ سے عاجز تھے اللہ جلّ شانہ نے ہمارا عجز دیکھ کر ہم کو اس کی مکافات کا طریقہ بتایا کہ درود پڑھا جائے اور چونکہ ہم اس سے بھی عاجز تھے۔ اس لیے ہم نے اللہ جلّ شانہ سے درخواست کی کہ تو اپنی شان کے موافق مکافات فرما۔ (اح مختصراً) چونکہ قرآن پاک کی آیت بالا میں درود شریف کا حکم ہے اس لیے علماء نے درود شریف پڑھنے کو واجب لکھا ہے، جس کی تفصیل چوتھی فصل میں فائدہ ما پر آئے گی۔

یہاں ایک اشکال پیش آتا ہے جس کو علامہ رار تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ:-

”جب اللہ جلّ شانہ اور اُس کے ملائکہ حضور ﷺ پر درود بھیجتے

ہیں تو پھر ہمارے درود کی کیا ضرورت رہی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارا حضور ﷺ

پر درود حضور ﷺ کی احتیاج کی وجہ سے نہیں اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے درود

کے بعد فرشتوں کے درود کی بھی ضرورت نہ رہتی، بلکہ ہمارا درود حضور اقدس ﷺ

کی اظہارِ عظمت کے واسطے ہے جیسا کہ اللہ جلّ شانہ نے اپنے پاک ذکر کا بندوں کو حکم

کیا، حالانکہ اللہ جلّ شانہ کو اس کے پاک ذکر کی بالکل ضرورت نہیں۔ (اح مختصراً)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ مجھ سے بعض لوگوں نے یہ اشکال کیا کہ آیت شریفہ

میں صلوٰۃ کی نسبت تو اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے سلام کی نہیں کی گئی۔ میں نے اس

کی وجہ بتائی کہ شاید اس وجہ سے کہ سلام دو معنی میں مستعمل ہوتا ہے، ایک دعائیں،

دوسرے انقیاد و اتباع میں۔ مومنین کے حق میں دونوں معنی صحیح ہو سکتے تھے، اس لیے

ان کو اس کا حکم کیا گیا۔ اور اللہ اور فرشتوں کے لحاظ سے تا بعد ازیں کے معنی صحیح نہیں ہو سکتے تھے

اس لیے اس کی نسبت نہیں کی گئی۔

اس آیت شریفہ کے متعلق علامہ سخاوی نے ایک بہت ہی عبرتناک قصہ لکھا

ہے، وہ احمد یحیائی سے نقل کرتے ہیں کہ میں صنعا میں تھا، میں نے دیکھا کہ ایک



شخص کے گرد بڑا مجمع ہو رہا ہے۔ میں نے پوچھا یہ کیا بات ہے؟ لوگوں نے بتایا یہ شخص بڑی اچھی آواز سے قرآن پڑھنے والا تھا۔ قرآن پڑھتے ہوئے جب اس آیت پر پہنچا تو یُصَلُّونَ عَلَی النَّبِیِّ کے بجائے یُصَلُّونَ عَلَی النَّبِیِّ پڑھ دیا۔ جس کا ترجمہ یہ ہوا کہ اللہ اور اُس کے فرشتے حضرت علیؑ پر درود بھیجتے ہیں جو نبی ہیں (غالباً پڑھنے والا رافضی ہو گا) اُس کے پڑھتے ہی گونگا ہو گیا برص اور جذام یعنی کوڑھ کی بیماری میں مبتلا ہو گیا اور اندھا اور اپاہج ہو گیا۔ اھ

بڑی عبرت کا مقام ہے، اللہ ہی محفوظ رکھے اپنی پاک بارگاہ میں اور اپنے پاک کلام اور پاک رسولوں کی شان میں بے ادبی سے ہم لوگ اپنی جہالت اور لاپرواہی سے اس کی بالکل پرواہ نہیں کرتے کہ ہماری زبان سے کیا نکل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنی پکڑ سے محفوظ رکھے۔

﴿۲﴾ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ  
سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ  
اصْطَفٰی ﴿پ ۱۹- ۲۰﴾  
اُس نے منتخب فرمایا ہے۔ (بیان قرآن)

(فائدہ) علماء نے لکھا ہے کہ یہ آیت شریفہ اگلے مضمون کے لئے بطور خطبہ کے ارشاد ہے۔ اس آیت شریفہ میں حضورِ اقدس ﷺ کو اللہ کی تعریف اور اللہ کے منتخب بندوں پر سلام کا حکم کیا گیا ہے۔

حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ نے اپنے رسول کو حکم فرمایا ہے کہ سلام بھیجیں اللہ کے مختار بندوں پر اور وہ اُس کے رسول اور انبیاءِ کرام ہیں۔ جیسا کہ عبد الرحمن بن زید بن سلم سے نقل کیا گیا ہے کہ عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی سے مراد انبیاء ہیں جیسا کہ دوسری جگہ اللہ کے پاک ارشاد ”سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ“ میں ارشاد ہے۔



اور امام ثوری و سدی وغیرہ سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ اس سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہ قول نقل کیا گیا ہے اور ان دونوں میں کوئی منافاة نہیں کہ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کے مصداق ہیں تو انبیاء کرام اس میں بطریق اولیٰ داخل ہیں۔ اھ

(۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلَّى عَلَى صَلَوةٍ وَاحِدَةٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرًا.

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو شخص مجھ پر ایک دفعہ دُرود پڑھے اللہ جل شانہ اس پر دس دفعہ صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔

(رواہ مسلم و ابوداؤد و ابن حبان فی صحیحہ وغیرہم کذا فی الترغیب)

(فائدہ) اللہ جل شانہ کی طرف سے تو ایک ہی دُرود اور ایک ہی رحمت ساری دنیا کے لئے کافی ہے چہ جائیکہ ایک دفعہ دُرود پڑھنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دس رحمتیں نازل ہوں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت دُرود شریف کی ہوگی کہ اس کے ایک دفعہ دُرود پڑھنے پر اللہ جل شانہ کی طرف سے دس دفعہ رحمتیں نازل ہوں۔ پھر کتنے خوش قسمت ہیں وہ اکابر جن کے معمولات میں روزانہ سو لاکھ دُرود شریف کا معمول ہو جیسا کہ میں نے اپنے بعض خاندانی اکابر کے متعلق سنا ہے۔ علامہ سخاوی نے عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک دفعہ دُرود بھیجتا ہے اللہ جل شانہ اس پر دس دفعہ دُرود بھیجتا ہے، تمہیں اختیار ہے جتنا چاہے کم بھیجو جتنا چاہے زیادہ، اور یہی مضمون عبد اللہ بن عمرو سے بھی نقل کیا گیا اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ اللہ اور اس کے فرشتے دس دفعہ دُرود بھیجتے ہیں۔ اور بھی متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم سے علامہ سخاوی نے یہ مضمون نقل کیا ہے اور ایک جگہ لکھتے ہیں کہ :



”جیسا اللہ جلّ شانہ نے حضور اقدس ﷺ کے پاک نام کو اپنے پاک نام کے ساتھ کلمہ شہادت میں شریک کیا اور آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت آپ کی محبت کو اپنی محبت قرار دیا۔ ایسے ہی آپ پر درود کو اپنے درود کے ساتھ شریک فرمایا۔ پس جیسا کہ اپنے ذکر کے متعلق فرمایا اذکرُ ذنباً اذکرُکُمْ ایسے ہی درود کے بارے میں ارشاد فرمایا جو آپ پر ایک دفعہ درود بھیجا ہے اللہ اُس پر دس دفعہ درود بھیجتا ہے۔“

ترغیب کی ایک روایت میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص حضور ﷺ پر ایک دفعہ درود بھیجے اللہ تعالیٰ شانہ، اور اُس کے فرشتے اُس پر ستر دفعہ درود (رحمت) بھیجتے ہیں۔

یہاں ایک بات سمجھ لینا چاہیے کہ کسی عمل کے متعلق اگر ثواب کے متعلق کمی زیادتی ہو جیسا یہاں ایک حدیث میں دس اور ایک میں ستر آیا ہے تو اس کے متعلق بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ چونکہ اللہ جلّ شانہ کے احسانات اُمت محمدیہ پر روز افزوں ہوتے ہیں، اس لیے جن روایتوں میں ثواب کی زیادتی ہے وہ بعد کی ہیں۔ گویا اولاً حق تعالیٰ شانہ نے دس کا وعدہ فرمایا بعد میں ستر کا اور بعض علماء نے اس کو اشخاص اور احوال اور اوقات کے اعتبار سے کم و بیش بتایا ہے۔ فضائل نماز میں جماعت کی نماز میں پچیس گئے اور تائیس گئے کے اختلاف کے بارے میں یہ مضمون گزر چکا ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ستر والی روایت کے متعلق لکھا ہے کہ شاید یہ جمعہ کے دن کے ساتھ مخصوص ہے، اس لیے کہ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ نیکوں کا ثواب جمعہ کے دن ستر گنا ہوتا ہے۔

﴿۴﴾ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ

ﷺ قَالَ مَنْ ذَكَرْتُ عِنْدَهُ

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے

کہ جس کے سامنے میرا تذکرہ آوے



فَلْيُصَلِّ عَلَى مَنْ صَلَّى عَلَى  
مَرَّةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرًا  
وَفِي رِوَايَةٍ مَنْ صَلَّى عَلَى صَلَوةٍ  
وَاحِدَةٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
عَشْرَ صَلَوَاتٍ وَحَطَّ عَنْهُ  
عَشْرَ سَيِّئَاتٍ وَرَفَعَتْ بِهَا  
عَشْرَ دَرَجَاتٍ .

اُس کو چاہیے کہ مجھ پر دُرود بھیجے  
اور جو مجھ پر ایک دفعہ دُرود بھیجے  
گا اللہ جلّ شانہ، اُس پر  
دس دفعہ دُرود بھیجے گا اور  
اُس کی دس خطائیں معاف  
کرے گا اور اس کے دس  
درجے بلند کرے گا۔

﴿ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَاللَّفْظُ لَهُ وَابْنُ حَبَّانٍ فِي صَحِيحِهِ كَذَا فِي التَّرْغِيبِ ﴾  
﴿ فائدہ ﴾ علامہ مُنذِرِي رحمۃ اللہ علیہ نے ترغیب میں حضرت برائہ بن مازن کی روایت  
سے بھی یہی مضمون نقل کیا ہے اور اس میں اتنا اضافہ ہے کہ یہ اس کے لئے دس غلام  
آزاد کرنے کے بقدر ہوگا اور طبرانی کی روایت سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ جو مجھ پر  
ایک دفعہ دُرود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ دُرود بھیجتا ہے اور جو مجھ پر دس دفعہ  
دُرود بھیجتا ہے، اللہ جلّ شانہ، اُس پر سو مرتبہ دُرود بھیجتا ہے، اور جو مجھ پر سو دفعہ  
دُرود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کی پیشانی پر بَرَاءۃٌ مِّنَ النِّفَاقِ وَبَرَاءۃٌ مِّنَ  
النَّارِ لکھ دیتے ہیں یعنی یہ شخص نفاق سے بھی بری ہے اور جہنم سے بھی بری ہے  
اور قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ اُس کا حشر فرمائیں گے۔

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد  
نقل کیا ہے کہ جو مجھ پر دس دفعہ دُرود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اُس پر سو دفعہ دُرود بھیجیں گے۔  
اور جو مجھ پر سو دفعہ دُرود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اُس پر ہزار دفعہ دُرود بھیجیں گے اور جو عشق و  
شوق میں اُس پر زیادتی کرے گا میں اُس کے لئے قیامت کے دن سفارشی ہوں گا  
اور گواہ۔



حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ سے مختلف الفاظ کے ساتھ یہ مضمون نقل کیا گیا ہے کہ ہم چار پانچ آدمیوں میں سے کوئی نہ کوئی شخص حضور اقدس ﷺ کے ساتھ رہتا تھا تا کہ کوئی ضرورت اگر حضور اقدس ﷺ کو پیش آتے تو اس کی تعمیل کی جاتے۔ ایک دفعہ حضور اقدس ﷺ کسی باغ میں تشریف لے گئے، میں بھی پیچھے پیچھے حاضر ہو گیا۔ حضور اقدس ﷺ نے وہاں جا کر نماز پڑھی اور اتنا طویل سجدہ کیا کہ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ حضور اقدس ﷺ کی رُوح پرواز کر گئی۔ میں اس تصور سے رونے لگا۔ حضور ﷺ کے قریب جا کر حضور ﷺ کو دیکھا حضور ﷺ نے سجدہ سے فارغ ہو کر دریافت فرمایا عبدالرحمن کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے اتنا طویل سجدہ کیا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں (خدا نخواستہ) آپ کی رُوح تو پرواز نہیں کر گئی حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جلّ شانہ نے میری اُمت کے بارے میں مجھ پر ایک انعام فرمایا ہے اُس کے شکرانہ میں اتنا طویل سجدہ کیا۔ وہ انعام یہ ہے کہ اللہ جلّ شانہ نے یوں فرمایا کہ جو مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے اللہ جلّ شانہ اُس کے لیتے دس نیکیاں لکھیں گے اور دس گناہ معاف فرمائیں گے۔

ایک روایت میں اسی قصہ میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے دریافت فرمایا کہ عبدالرحمن کیا بات ہے؟ میں نے اپنا اندیشہ ظاہر کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا، ابھی جبرئیل میرے پاس آئے تھے اور مجھ سے یوں کہا کہ کیا تمہیں اس سے خوشی نہیں ہوگی کہ اللہ جلّ شانہ نے یہ ارشاد فرمایا ہے جو تم پر درود بھیجے گا میں اُس پر درود بھیجوں گا اور جو تم پر سلام بھیجے گا میں اُس پر سلام بھیجوں گا۔ (کذا فی الترغیب)

حضرت علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی قسم کا



مضمون نقل کیا ہے۔

حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ بہت ہی بشارت تشریف لاتے۔ چہرۃ النور پر بشارت کے اثرات تھے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے چہرۃ النور پر آج بہت ہی بشارت ظاہر ہو رہی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا صحیح ہے، میرے پاس میرے رب کا پیام آیا ہے جس میں اللہ جلّ شانہ نے یوں فرمایا ہے کہ تیری امت میں سے جو شخص ایک دفعہ درود بھیجے گا اللہ جلّ شانہ اُس کے لئے دس نیکیاں لکھے گا اور دس سُنّتات اُس سے مٹائیں گے اور دس درجے اس کے بلند کریں گے۔ ایک روایت میں اسی قصہ میں ہے کہ تیری امت میں سے جو شخص ایک دفعہ درود بھیجے گا میں اُس پر دس دفعہ درود بھیجوں گا اور جو مجھ پر ایک دفعہ سلام بھیجے گا میں اُس پر دس دفعہ سلام بھیجوں گا۔

ایک اور روایت میں اسی قصہ میں ہے کہ ایک دن نبی کریم ﷺ کا چہرۃ النور خوشی سے بہت ہی چمک رہا تھا اور خوشی کے انوار چہرۃ النور پر بہت ہی محسوس ہو رہے تھے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! جتنی خوشی آج چہرۃ النور پر محسوس ہو رہی ہے اتنی تو پہلے محسوس نہیں ہوتی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا مجھے کیوں نہ خوشی ہو، ابھی جبریلؑ میرے پاس سے گئے ہیں اور وہ یوں کہتے تھے کہ آپ کی امت میں سے جو شخص ایک دفعہ بھی درود پڑھے گا اللہ جلّ شانہ اُس کی وجہ سے دس نیکیاں اُس کے نامہ اعمال میں لکھیں گے اور دس گناہ معاف فرمائیں گے اور دس درجے بلند کریں گے اور ایک فرشتہ اُس سے وہی کہے گا جو اُس نے کہا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں میں نے جبریلؑ سے پوچھا یہ فرشتہ کیسا؟ تو جبریلؑ نے کہا کہ اللہ جلّ شانہ نے ایک فرشتہ کو قیامت تک کے لئے مقرر کر دیا ہے کہ جو



آپ پر درود بھیجے وہ اس کے لئے **وَأَنْتَ صَلَّيْتَ اللَّهُ عَلَيْكَ** کی دعا کرے۔  
(کذا فی الترغیب)

”علامہ سخاویؒ نے ایک اشکال کیا ہے کہ جب قرآن پاک کی آیت **مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا** کی بنا پر ہر نیکی کا ثواب دس گئے ملتا ہے تو پھر درود شریف کی کیا خصوصیت رہی۔ بندہ کے نزدیک تو اس کا جواب آسان ہے اور وہ یہ کہ حسب ضابطہ اس کی دس نیکیاں علیحدہ ہیں اور اللہ جلّ شانہ کا دس دفعہ درود بھیجا مستقل مزید انعام ہے۔ اور خود علامہ سخاویؒ نے اس کا جواب یہ نقل کیا ہے کہ اول تو اللہ جلّ شانہ کا دس دفعہ درود بھیجنا اس کی اپنی نیکی کے دس گئے ثواب سے کہیں زیادہ ہے، اس کے علاوہ دس مرتبہ درود کے ساتھ دس درجوں کا بلند کرنا، دس گنا ہوں کا معاف کرنا، دس نیکیوں کا اس کے نامہ اعمال میں لکھنا اور دس غلاموں کے آزاد کرنے کے بقدر ثواب ملنا مزید برآں ہے۔“

حضرت تھانویؒ نور اللہ مرقدہؒ نے زاد السعید میں تحریر فرمایا ہے کہ :  
”جس طرح حدیث شریف کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک بار درود پڑھنے سے دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں اسی طرح سے قرآن شریف کے اشارہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی شانِ ارفع میں ایک گستاخی کرنے سے نفوذ باللہ منہا اس شخص پر منجانب اللہ دس لعنتیں نازل ہوتی ہیں۔ چنانچہ ولید بن مغیرہ کے حق میں اللہ تعالیٰ نے بسراۃ شہزادہؑ یہ دس کلمات ارشاد فرمائے۔  
**حَلَّاتٌ ، فَهَيْبَةٌ ، هَمَّازٌ ، مَشَاءٌ ، بَيْمَنٌ ، مَنَاجِعٌ ، بَلْغَمٌ ، مُعْتَبَةٌ ، أَيُّمٌ ، عَقْلٌ ، زَيْمٌ ، مَكْذُوبٌ** للآیات بد لالت قولہ تعالیٰ **إِذَا تَنَلَّحْتُمْ عَلَيْنَا قَالُوا لَا طَائِرُ**  
الْأَوَّلِينَ۔“ فقط



یہ الفاظ جو حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے تحریر فرمائے ہیں یہ سب کے  
 سب اُتیسویں پارے میں سورۃ نون کی اس آیت میں وارد ہوئے ہیں :  
 وَلَا تُطِيعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ هَمَّا زَمْشَاءَ يَنْمِيْمٍ مَّتَّاعٍ  
 لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اِثْمٍ عُتْلٍ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ اِنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِيْنٍ  
 اِذَا اُنْثِيَ عَلَيْهِ اِيتْنَا قَالِ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝  
 ترجمہ : اور آپ کسی ایسے شخص کا کہنا نہ مانیں جو بہت قسمیں کھانے والا  
 ہو، بے وقعت ہو، طعنہ دینے والا ہو، چغلیاں لگاتا پھرتا ہو، نیک کام سے  
 روکنے والا ہو، حد سے گزرنے والا ہو، گناہوں کا کرنے والا ہو، سخت مزاج  
 ہو، اس کے علاوہ حرام زادہ ہو، اس سبب سے کہ وہ مال و اولاد والا ہو  
 جب ہماری آیتیں اُس کے سامنے پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ  
 بے سند باتیں ہیں جو آگلوں سے منقول چلی آتی ہیں۔

(بیان القصدان)

(۵) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ  
 قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اَوَّلِي  
 النَّاسِ بِیْ یَوْمِ الْقِيَمَةِ  
 اَكْثَرُهُمْ عَلٰی صَلَوةٍ  
 حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ  
 بلا شک قیامت میں لوگوں میں سے  
 سب سے زیادہ مجھ سے قریب وہ شخص  
 ہوگا جو سب سے زیادہ مجھ پر درود بھیجے۔

(رواہ الترمذی وابن حبان فی صحیحہ کلاهما من روایۃ موسیٰ بن

یعقوب کذا فی الترغیب بسط السخاوی فی القول البدیع الکلام علی تحفیحہ)

(فائدہ) علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے قول بدیع میں اَلدُّرُ الْمُنْتَظَم سے  
 حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ تم میں کثرت سے درود پڑھنے والا کُل  
 قیامت کے دن مجھ سے سب سے زیادہ قریب ہوگا۔



حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ قیامت میں ہر موقع پر مجھ سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو مجھ پر کثرت سے دُرود پڑھنے والا ہوگا۔ فصل دوم کی حدیث نمبر ۳ میں بھی یہ مضمون آ رہا ہے۔ نیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ مجھ پر کثرت سے دُرود بھیجا کرو، اس لئے کہ قبر میں ابتداء تم سے میرے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

ایک دوسری حدیث میں نقل کیا ہے کہ مجھ پر دُرود بھیجا قیامت کے دن پُل صراط کے اندھیرے میں نور ہے اور جو یہ چاہے کہ اس کے اعمال بہت بڑی ترازو میں تلیں اُس کو چاہیے کہ مجھ پر کثرت سے دُرود بھیجا کرے۔

ایک اور حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، سب سے زیادہ نجات والا قیامت کے دن اُس کے ہولوں سے اور اُس کے مقامات سے وہ شخص ہے جو دنیا میں سب سے زیادہ مجھ پر دُرود بھیجتا ہو۔

زاد السعید میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مجھ پر دُرود کی کثرت کرے گا وہ عرش کے سایہ میں ہوگا۔

علامہ سخاویؒ نے ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ تین آدمی قیامت کے دن اللہ کے عرش کے سایہ میں ہوں گے جس دن اُس کے سایہ کے علاوہ کسی چیز کا سایہ نہ ہوگا۔ ایک وہ شخص جو کسی مصیبت زدہ کی مصیبت ہٹاتے۔ دوسرا وہ جو میری سنت کو زندہ کرے۔ تیسرے وہ جو میرے اوپر کثرت سے دُرود بھیجے۔

ایک اور حدیث میں علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے واسطے سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ اپنی مجالس کو دُرود شریف کے ساتھ مزین کیا کرو اس لئے کہ مجھ پر دُرود پڑھنا تمہارے لئے قیامت میں نور ہے۔



علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے قُوْتُ الْقُلُوب سے نقل کیا ہے کہ کثرت کی کم سے کم مقدار تین سو مرتبہ ہے ۱۰ اور حضرت اقدس گنگوہی قدس سرہ بھی اپنے مَؤْتَسِلِین کو تین سو مرتبہ بتایا کرتے تھے جیسا کہ آئندہ فصل سوم حدیث نمبر ۳ پر آرہا ہے۔

علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے حدیث بالا اِنْ اَوَّلَى النَّاسِ کے ذیل میں لکھا ہے کہ ابنِ حبان نے اپنی صحیح میں حدیث بالا کے بعد لکھا ہے کہ اس حدیث میں واضح دلیل ہے اس بات پر کہ قیامت کے دن نبی کریم ﷺ کے قریب سب سے زیادہ حضراتِ مُخَدِّثِین ہوں گے، اس لیے کہ یہ حضرات سب سے زیادہ درود پڑھنے والے ہیں۔ اسی طرح حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے بھی کہا ہے کہ اس فضیلت کے ساتھ حضراتِ مُخَدِّثِین مخصوص ہیں، اس لیے کہ جب وہ حدیث نقل کرتے ہیں یا لکھتے ہیں تو حُضُورِ اقدس ﷺ کے پاک نام کے ساتھ دُرود شریف ضرور ہوتا ہے۔ اسی طرح سے خطیب نے ابو نعیم سے بھی نقل کیا ہے کہ یہ فضیلتِ مُخَدِّثِین کے ساتھ مخصوص ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ احادیث پڑھتے ہیں یا نقل کرتے ہیں یا لکھتے ہیں تو حُضُورِ اقدس ﷺ کے پاک نام کے ساتھ کثرت سے دُرود لکھنے یا پڑھنے کی نوبت آتی ہے۔ مُخَدِّثِین سے مراد اس موقع پر ائمہ حدیث نہیں ہیں بلکہ وہ سب حضرات اس میں داخل ہیں جو حدیثِ پاک کی کتابیں پڑھتے یا پڑھاتے ہوں چاہے عربی میں ہوں یا اردو میں۔

زَادُ السَّعِيدِ میں طبرانی سے حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص مجھ پر دُرود بھیجے کسی کتاب میں (یعنی لکھے) ہمیشہ فرشتے اس پر دُرود بھیجتے رہیں گے جب تک میرا نام اس کتاب میں رہے گا، اور طبرانی ہی سے حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص صبح کو مجھ پر دس بار دُرود بھیجے اور شام کو دس بار قیامت کے دن اُس کے لیے میری شفاعت ہوگی۔



اور امام مُسْتَفِرِّی رَحْمَتُہٗ عَلَیْہِ سَے حُضُور اَللّٰہِ عَلَیْہِ سَے کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو کوئی ہر روز ستو بار مجھ پر درود بھیجے اُس کی ستو حاجتیں پوری کی جائیں، تیس دنیا کی، باقی آخرت کی۔

(۶) عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ لِلَّهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ يَلْفُوفِي عَنِ أُمَّتِي السَّلَامَ۔

ابن مسعودؓ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہ کے بہت سے فرشتے ایسے ہیں جو زمین میں پھرتے رہتے

ہیں اور میری اُمت کی طرف سے مجھے سلام پہنچاتے ہیں۔

رواہ النسائی وابن حبان فی صحیحہ کذا فی الترغیب زاد فی القول

البسیع احمد والمحاكم وغیرہما وقال المحاكم صحيح الاسناد

﴿فائدہ﴾ اور بھی متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ مضمون نقل کیا گیا ہے علامہ سخاوی رَحْمَتُہٗ عَلَیْہِ نے حضرت علیؓ کَرَّمَ اللہُ وَجْہُہُ کی روایت سے بھی یہی مضمون نقل کیا ہے کہ اللہ جل شانہ کے کچھ فرشتے زمین میں پھرتے رہتے ہیں جو میری اُمت کا درود مجھ تک پہنچاتے رہتے ہیں۔

ترغیب میں حضرت امام حسنؓ رَحْمَتُہٗ عَلَیْہِ سَے حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ تم جہاں کہیں ہو مجھ پر درود پڑھتے رہا کرو بیشک تمہارا درود میرے پاس پہنچتا رہتا ہے اور حضرت انسؓ رَحْمَتُہٗ عَلَیْہِ کی حدیث سے حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے جو کوئی مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ درود مجھ تک پہنچ جاتا ہے اور میں اُس کے بدلہ میں اُس پر درود بھیجتا ہوں اور اس کے علاوہ اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

مشکوٰۃ میں حضرت ابو ہریرہؓ رَحْمَتُہٗ عَلَیْہِ کی حدیث سے بھی حضور اقدس ﷺ کا



یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ مجھ پر درود پڑھا کرو، اس لئے کہ تمہارا درود مجھ تک پہنچا ہے۔

﴿عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ  
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ  
إِنَّ اللَّهَ وَكُلَّ بَقْبَرِي مَلَكًا  
أَعْطَاهُ أَسْمَاعَ الْخَلَائِقِ  
فَلَا يُصَلِّي عَلَى أَحَدٍ إِلَى  
يَوْمِ الْقِيَمَةِ إِلَّا أَبْلَغْنِي  
بِاسْمِهِ وَاسْمِ أَبِيهِ هَذَا  
فَلَانُ بْنُ فُلَانٍ قَدْ  
صَلَّى عَلَيْكَ﴾

حضرت عمار بن یاسرؓ نے حضور ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ اللہ جل شانہ نے ایک فرشتہ میری قبر پر مقرر کر رکھا جس کو ساری مخلوق کی باتیں سننے کی قدرت عطا فرما رکھی ہے پس جو شخص بھی مجھ پر قیامت تک درود بھیجتا رہے گا وہ فرشتہ مجھ کو اُس کا اور اُس کے باپ کا نام لے کر درود پہنچاتا ہے کہ فلاں شخص جو فلاں

کا بیٹا ہے اُس نے آپ پر درود بھیجا ہے۔

﴿رواہ البزار کذا فی الترغیب ذکر تخریجہ السخاوی فی القول البدیع﴾

﴿فائدہ﴾ علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے قول بدیع میں بھی اس حدیث کو

نقل کیا ہے اور اس میں اتنا اضافہ ہے کہ فلاں شخص جو فلاں کا بیٹا ہے اُس نے آپ پر درود بھیجا ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ پھر اللہ جل شانہ اُس کے ہر درود کے بدلہ میں اس پر دس مرتبہ درود (رحمت) بھیجتے ہیں۔

ایک اور حدیث سے یہ مضمون نقل کیا ہے کہ اللہ جل شانہ نے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کو ساری مخلوق کی بات سننے کی قوت عطا فرمائی ہے وہ قیامت تک میری قبر پر متعین رہے گا، جب کوئی شخص مجھ پر درود بھیجے گا تو وہ فرشتہ اُس شخص کا اور اُس کے باپ کا نام لے کر مجھ سے کہتا ہے کہ فلاں نے جو فلاں کا بیٹا ہے آپ پر درود بھیجا ہے اور اللہ تعالیٰ شانہ نے مجھ سے یہ ذمہ لیا ہے



کہ جو مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے گا اللہ جل شانہ اُس پر دس دفعہ درود بھیجیں گے۔ ایک اور حدیث سے بھی یہی فرشتہ والا مضمون نقل کیا ہے اور اُس کے آخر میں مضمون ہے کہ میں نے اپنے رب سے یہ درخواست کی تھی کہ جو مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے اللہ جل شانہ اُس پر دس دفعہ درود بھیجے۔ حق تعالیٰ شانہ نے میری یہ درخواست قبول فرمائی۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے اللہ جل شانہ اُس پر دس دفعہ درود (رحمت) بھیجتے ہیں اور ایک فرشتہ اُس پر مقرر ہوتا ہے جو اُس درود کو مجھ تک پہنچاتا ہے۔

ایک جگہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص میرے اوپر جمعہ کے دن یا جمعہ کی شب میں درود بھیجے اللہ جل شانہ اُس کی تسوہا جتنی پوری کرتے ہیں اور اُس پر ایک فرشتہ مقرر کر دیتے ہیں جو اُس کو میری قبر میں مجھ تک ایسی طرح پہنچاتا ہے جیسے تم لوگوں کے پاس بدایا بھیجے جاتے ہیں۔

”اس حدیث پر یہ اشکال دیکھا جائے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے

کہ وہ ایک فرشتہ ہے جو قبر اطہر پر متعین ہے جو ساری دنیا کے صلوٰۃ و سلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتا ہے، اور اس سے پہلی حدیث میں آیا تھا کہ اللہ کے بہت سے فرشتے زمین میں پھرتے رہتے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک امت کا سلام پہنچاتے رہتے ہیں۔ اس لیے کہ جو فرشتہ قبر اطہر پر متعین ہے اُس کا کام صرف یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک امت کا سلام پہنچاتا رہے، اور یہ فرشتہ جو سیاحین ہیں یہ ذکر کے حلقوں کو تلاش کرتے رہتے ہیں اور جہاں کہیں درود ملتا ہے اُس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں، اور یہ عام مغابہ ہے



کہ کسی بڑے کی خدمت میں اگر کوئی پیام بھیجا جاتا ہے اور مجمع میں اُس کو ذکر کیا جاتا ہے تو ہر شخص اس میں فخر اور تقرب سمجھتا ہے کہ وہ پیام پہنچائے۔ اپنے اکابر اور بزرگوں کے یہاں یہ منظر بارہا دیکھنے کی نوبت آئی۔ پھر سید الکونین فخر المثل رحمۃ اللہ علیہ کی پاک بارگاہ کا تو پوچھنا ہی کیا، اس لئے جتنے بھی فرشتے پہنچائیں بر محل ہے۔

(۸) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُهُ وَمَنْ صَلَّى عَلَیْ نَائِيًا أَبْلَغْتُهُ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص میرے اُوپر میری قبر کے قریب درود بھیجتا ہے میں اُس کو خود سنا ہوں اور جو دُور سے مجھ پر درود بھیجتا ہے

وہ مجھ کو پہنچا دیا جاتا ہے۔

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان کذا فی مشکوٰۃ و بسط السغادی فی تخریجہ)

(فائدہ) علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے قول بدیع میں متعدد روایات سے

یہ مضمون نقل کیا ہے کہ جو شخص دُور سے درود بھیجے فرشتے اُس پر متعین ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے، اور جو شخص قریب سے پڑھتا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اُس کو خود سننے میں۔ جو شخص دُور سے درود بھیجے اُس کے متعلق تو پہلی روایات میں تفصیل سے گزری چکا کہ فرشتے اُس پر متعین ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر جو شخص دُور بھیجے اُس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیں۔ اس حدیث پاک میں دوسرا مضمون کہ جو قبر اطہر کے قریب درود پڑھے اُس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس خود سننے میں بہت ہی قابل فخر، قابل عزت، قابل لذت چیز ہے۔

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے قول بدیع میں سلیمان رحمۃ اللہ علیہ بن سحیم سے نقل کیا

کہ میں نے خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، میں نے دریافت کیا



یا رسول اللہ! یہ جو لوگ حاضر ہوتے ہیں اور آپ پر سلام کرتے ہیں آپ اُس کو سمجھتے ہیں؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا مان سمجھتا ہوں اور ان کے سلام کا جواب بھی دیتا ہوں۔

ابراہیم رحمہ اللہ بن شیبان کہتے ہیں کہ میں حج سے فراغ پر مدینہ منورہ حاضر ہوا اور میں نے قبر شریف کے پاس جا کر سلام عرض کیا تو میں نے حجرہ شریف کے اندر سے وَعَلَيْكَ السَّلَام کی آواز سنی۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس میں شک نہیں کہ درود شریف قبر اطہر کے قریب پڑھنا افضل ہے دُور سے پڑھنے سے۔ اس لئے کہ قُرب میں جو خشوع خضوع اور حضورِ قلب حاصل ہوتا ہے وہ دُور میں نہیں ہوتا۔

صاحبِ مظاہرِ حق اس حدیث پر لکھتے ہیں:

”یعنی پاس والے کا درود خود سُنتا ہوں بلا واسطہ، اور دُور والے کا

دُرد ملائکہ یا جین پہنچاتے ہیں، اور جواب سلام کا بہر صورت دیتا ہوں۔ اس سے معلوم کیا چاہیے کہ حضرت ﷺ پر سلام بھیجنے کی کیا بزرگی ہے اور حضرت

پر سلام بھیجنے والے کو خصوصاً بہت بھیجنے والے کو کیا شرف حاصل ہوتا ہے۔ اگر

تمام عمر کے سلاموں کا ایک جواب آوے سعادت ہے، چہ جائیکہ ہر سلام

کا جواب آوے۔“

بہر سلام مکن رنجہ در جواب آل لب

کہ صد سلام مرا بس یکے جواب از تو

(انتہی)

اس مضمون کو علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے اس طرح ذکر کیا ہے کہ:

”کسی بندے کی شرافت کے لئے یہ کافی ہے کہ اس کا نام خیر کے ساتھ



حضور اقدس ﷺ کی مجلس میں آجائے۔

اسی ذیل میں یہ شعر بھی کہا گیا ہے۔

وَمَنْ خَطَرَتْ مِنْهُ بِبَالِكَ خَطَرَةٌ  
حَقِيقٌ بِأَنْ يَسْمُوَ وَأَنْ يَتَقَدَّمَ

ترجمہ: جس خوش قسمت کا خیال بھی تیرے دل میں گزر جائے  
وہ اس کا مستحق ہے کہ جتنا بھی چاہے فخر کرے اور پیش قدمی کرے  
(اچھلے کودے)۔

ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اُس محفل میں ہے

اس روایت میں حضور اقدس ﷺ کے خود سننے میں کوئی اشکال نہیں۔

اس لئے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے قول بدیع میں لکھا ہے کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں

اور اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ زندہ ہیں اپنی قبر شریف میں۔

اور آپ کے بدن اطہر کو زمین نہیں کھا سکتی، اور اس پر اجماع ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے انبیاء علیہم السلام کی حیات میں ایک مستقل رسالہ تصنیف

فرمایا ہے اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث الانبیاء احياء فی قبورہم

یصلون کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے

ہیں۔ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی مختلف طرق سے تخریج کی ہے اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ

نے حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی کی روایت سے حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا

ہے کہ میں شب معراج میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا وہ اپنی قبر میں

کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ نیز معلوم یہی کی روایت سے حضور اقدس ﷺ

کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ میں نے حضرات انبیاء علیہم السلام کی ایک جماعت کے

ساتھ اپنے آپ کو دیکھا تو میں نے حضرت عیسیٰ اور حضرت ابراہیم علیٰ نبیائہما الصلوٰۃ والسلام کو کھڑے ہوئے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔

حضور اقدس ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب نعل مبارک کے قریب حاضر ہوئے تو حضور اقدس ﷺ کے چہرہ انور کو جو چادر سے ڈھکا ہوا تھا، کھولا اور اُس کے بعد حضور اقدس ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے عرض کیا، میرے ماں باپ آپ پر قربان اے اللہ کے نبی! اللہ جل شانہ! آپ پر دو موتیں جمع نہ کریں۔ ایک موت جو آپ کے لئے مقدر تھی وہ آپ پوری کر چکے۔

(بخاری)

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حیات انبیاء علیہم السلام میں مستقل ایک رسالہ تصنیف فرمایا ہے اور فصل ثانی کی حدیث نمبر ۳ پر بھی مستقل یہ مضمون آ رہا ہے کہ اللہ جل شانہ نے زمین پر یہ چیز حرام کر رکھی ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے بدنوں کو کھاتے۔

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ قول بدیع میں تحریر فرماتے ہیں کہ مُتَحَبِّبٌ یہ ہے کہ جب مدینہ منورہ کے مکانات اور درختوں وغیرہ پر نظر پڑے تو درود شریف کثرت سے پڑھے اور جتنا قریب ہوتا جائے اتنا ہی درود شریف میں اضافہ کرتا جائے۔ اس لئے کہ یہ مواقع وحی اور قرآن پاک کے نزول سے معمور ہیں۔ حضرت جبریلؑ حضرت میکائیلؑ کی بار بار یہاں آمد ہوتی ہے اور اس کی مٹی سید البشر ﷺ پر مشتمل ہے۔ اسی جگہ سے اللہ کے دین اور اُس کے پاک رسول ﷺ کی سنتوں کی اشاعت ہوئی ہے یہ فضائل اور خیرات کے مناظر ہیں۔ یہاں پہنچ کر اپنے قلب کو نہایت ہیبت اور تعظیم سے بھر لو کہ لے گیا کہ وہ حضور ﷺ کی زیارت کر رہا ہے اور یہ تو محقق ہے کہ حضور ﷺ اُس کا سلام سن رہے ہیں۔ آپس کے جھگڑے اور فضول باتوں سے احتراز کرے۔ اس کے بعد قبلہ کی جانب سے قبر شریف پر حاضر



ہو اور بقدر چار ہاتھ فاصلہ سے کھڑا ہو اور نیچی نگاہ رکھتے ہوئے نہایت خشوع  
خضوع اور ادب و احترام کے ساتھ یہ پڑھے :

آپ پر سلام اے اللہ کے رسول	السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
آپ پر سلام اے اللہ کے نبی	السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ
آپ پر سلام اے اللہ کی برگزیدہ بستی	السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَيْرَةَ اللَّهِ
آپ پر سلام اے اللہ کی مخلوق میں	السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَيْرَ
سب سے بہتر ذات۔ آپ پر سلام اے اللہ	خَلْقِ اللَّهِ۔ السَّلَامُ عَلَيْكَ
کے حبیب۔ آپ پر سلام اے	يَا حَبِيبَ اللَّهِ۔ السَّلَامُ
رسولوں کے سردار۔ آپ پر سلام	عَلَيْكَ يَا سَيِّدَ الْمُرْسَلِينَ
اے خاتم النبیین۔ آپ پر سلام اے	السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَاتَمَ
رَبِّ الْمَلَكِينَ کے رسول۔ آپ پر	النَّبِيِّينَ۔ السَّلَامُ عَلَيْكَ
سلام اے سردار ان لوگوں کے	يَا رَسُولَ رَبِّ الْعَالَمِينَ
جو قیامت میں روشن چہرے والے	السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا قَائِدَ
اور روشن ہاتھ پاؤں والے ہوں گے	الْغُرِّ الْمُحَجَّلِينَ
(یہ مسلمانوں کی خاص علامت ہے)	السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا بَشِيرُ
کہ دنیا میں جن اعضاء کو وہ وضو	السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَذِيرُ
میں دھوتے رہے ہیں وہ قیامت	السَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلَى أَهْلِ
کے دن نہایت روشن ہوں گے)	بَيْتِكَ الطَّاهِرِينَ
آپ پر سلام اے جنت کی بشارت	السَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلَى
دینے والے آپ پر سلام اے جہنم سے	أَزْوَاجِكَ الطَّاهِرَاتِ
ڈرانے والے۔ آپ پر اور آپ کے	أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ



وَبَصَّرْنَا بِكَ مِنَ الْعَمَىٰ  
وَالْجَهْمَالَةِ أَشْهَدُ أَنْ  
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ  
أَنَّكَ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَ  
أَمِينُهُ وَخَيْرُتُهُ مِنْ  
خَلْقِهِ وَأَشْهَدُ أَنَّكَ  
قَدْ بَلَغْتَ الرِّسَالَهَ  
وَأَدَّيْتَ الْأَمَانَةَ وَ  
نَصَحْتَ الْأُمَّةَ وَ  
جَاهَدْتَ فِي اللَّهِ  
حَقَّ جِهَادِهِ - اللَّهُمَّ  
اتِمِّمْ نَهَايَةَ مَا يَنْبَغِي  
أَنْ يَأْمُلَهُ الْأَمِلُونَ -  
( قلت و ذكره النووی  
فی مناسکہ باکثر منہ )

فرمائی۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ  
اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور  
گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ  
آپ اللہ کے بندے اور اُس کے  
رسول ہیں اور اُس کے امین ہیں  
اور ساری مخلوق میں سے اُس کی  
برگزیدہ ذات ہیں، اور اُس کی  
گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے اللہ  
کی رسالت کو پہنچا دیا اُس کی امانت  
کو ادا کر دیا۔ اُمت کے ساتھ پوری  
پوری خیر خواہی فرمائی اور اللہ کے  
بارے میں کوشش کا حق ادا فرما دیا۔  
یا اللہ آپ کو اس سے زیادہ سے  
زیادہ عطا فرما جس کی اُمید کرنے  
والے اُمید کر سکتے ہیں۔

اس کے بعد اپنے نفس کے لیے اور سارے مومنین اور مومنات کے لیے دعا  
کرے۔ اس کے بعد حضرات شیخین حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر سلام  
پڑھے اور اُن کے لیے بھی دعا کرے اور اللہ سے اُس کی بھی دعا کرے کہ اللہ جل شانہ  
ان دونوں حضرات کو بھی ان کی مساعی بمیلہ جو انہوں نے حضور اقدس ﷺ کی مدد  
میں خرچ کی ہیں اور جو حضور اقدس ﷺ کے حق کی ادائیگی میں خرچ کی ہیں ان پر  
بہتر سے بہتر جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور یہ سمجھ لینا چاہیے کہ نبی کریم ﷺ کی قبر اطہر



کے پاس کھڑے ہو کر سلام پڑھنا درود پڑھنے سے زیادہ افضل ہے (یعنی اسلام علیک  
یا رسول اللہ افضل ہے الصلوٰۃ علیک یا رسول اللہ سے)  
علامہ باجی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ درود افضل ہے۔

”علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ پہلا ہی قول زیادہ صحیح ہے جیسا کہ  
علامہ محمد الدین صاحب قاموس رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہے۔ اس لیے کہ حدیث میں  
مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيَّ آيَا بے“ (انتہی)

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا اشارہ اُس حدیث پاک کی طرف ہے جو ابو داؤد  
شریف وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کی گئی ہے، کہ جب کوئی شخص مجھ  
پر سلام کرتا ہے تو اللہ جل شانہ مجھ پر میری روح کو ٹمادیتے ہیں، یہاں تک کہ میں اُس  
کے سلام کا جواب دیتا ہوں لیکن اس ناکارہ کے نزدیک صلوٰۃ کا لفظ (یعنی درود)  
بھی کثرت سے روایات میں ذکر کیا گیا ہے، چنانچہ اسی روایت میں جو اوپر ابھی نمبر ۸  
پر گزری ہے اُس میں یہ ہے کہ جو شخص میری قبر کے قریب درود پڑھتا ہے میں اُس کو  
سُنتا ہوں۔ اسی طرح بہت سی روایات میں یہ مضمون آیا ہے اس لیے بندہ کے خیال  
میں اگر ہر جگہ درود و سلام دونوں کو جمع کیا جاتے تو زیادہ بہتر ہے۔ یعنی بجاتے  
السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ وغیرہ کے  
الصَّلَوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ الصَّلَوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ  
يَا نَبِيَّ اللَّهِ۔ اسی طرح اخیر تک السَّلَامُ کے ساتھ الصَّلَوٰۃُ کا لفظ بھی پڑھا  
دے تو زیادہ اچھا ہے۔ اس صورت میں علامہ باجی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ  
دونوں کے قول پر عمل ہو جاتے گا۔

وَفَايُوفًا میں لکھا ہے کہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن الحسین سامری ضلی رحمۃ اللہ علیہ  
اپنی کتاب مُستوعب میں زیارۃ قبر النبی ﷺ کے باب میں آداب زیارت ذکر کرنے



کے بعد کہتے ہیں۔ ”پھر قبر شریف کے قریب آئے اور قبر شریف کی طرف مُنہ کر کے اور منبر کو اپنی باتیں طرف کر کے کھڑا ہو۔“ اور اس کے بعد علامہ سامری رحمۃ اللہ علیہ نے سلام اور دعا کی کیفیت لکھی ہے اور منجملہ اس کے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ قُلْتَ فِيْ  
كِتَابِكَ لِنَبِيِّكَ عَلَيْهِ  
السَّلَامُ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ  
ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ  
فَاَسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ  
لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوْجَدُوْا اللّٰهَ  
تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝ وَاِنْ  
قَدْ اَتَيْتُ نَبِيَّكَ  
مُسْتَغْفِرًا فَاَسْأَلُكَ اَنْ  
تُوْجِبَ لِيَ الْمَغْفِرَةَ  
كَمَا اَوْجَبْتَهَا لِمَنْ  
اَتَاكَ فِيْ حَيَاتِهِ، اَللّٰهُمَّ  
اِنِّيْ اَتُوْجَّهْ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ  
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اے اللہ تو نے اپنے پاک کلام میں اپنے  
نبی ﷺ سے یوں ارشاد فرمایا کہ اگر  
وہ لوگ جب انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم  
کیا تھا آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے  
اور پھر اللہ جل شانہ سے معافی چاہتے اور  
رسول اللہ ﷺ بھی اُن کے لئے  
اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے تو ضرور اللہ تعالیٰ  
کو توبہ کا قبول کرنے والا رحمت کرنے  
والا پاتے، اور میں تیرے نبی کے پاس  
حاضر ہوا ہوں اس حال میں کہ استغفار  
کرنے والا ہوں۔ تجھ سے یہ مانگتا ہوں  
کہ تو میرے لئے مغفرت کو واجب  
کر دے جیسا کہ تو نے مغفرت واجب  
کی تھی اُس شخص کے لئے جو رسول اللہ ﷺ

کی خدمت میں ان کی زندگی میں آیا ہو۔ اے اللہ میں تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں تیرے  
نبی ﷺ کے وسیلہ سے۔

(اس کے بعد اور لمبی چوڑی دعائیں ذکر کیں)

(۹) عَنْ اَبِيْ بَنْ كَعْبٍ رَضِيَ  
حضرت اُبی بن کعبؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ



قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ  
 إِنِّي أَكْثَرُ الصَّلَاةِ  
 عَلَيْكَ فَكَمْ أَجَعَلُ لَكَ  
 مِنْ صَلَاتِي فَقَالَ  
 مَا شِئْتَ. قُلْتُ الرُّبْعَ  
 قَالَ مَا شِئْتَ فَإِنْ  
 زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ  
 قُلْتُ النِّصْفَ قَالَ مَا  
 شِئْتَ فَإِنْ زِدْتَ  
 فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ. قُلْتُ  
 فَالثُّلُثَيْنِ قَالَ مَا شِئْتَ  
 فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ  
 خَيْرٌ لَكَ. قُلْتُ أَجْعَلُ  
 لَكَ صَلَاتِي كُلَّهَا  
 قَالَ إِذَا تُكْفِي هَمَّكَ  
 وَيُكَفِّرُ لَكَ ذَنْبُكَ -  
 نے فرمایا تو اس صورت میں تیرے سارے فکروں کی کفایت کی جائے گی اور تیرے  
 گناہ بھی معاف کر دیئے جائیں گے۔

میں آپ پر درود کثرت سے بھیجا چاہتا  
 ہوں تو اس کی مقدار اپنے اوقات دعا  
 میں سے کتنی مقرر کروں حضور اقدس ﷺ  
 نے فرمایا جتنا تیرا حاجی چاہے میں نے عرض  
 کیا یا رسول اللہ ایک چوتھائی حضور ﷺ  
 نے فرمایا تجھے اختیار ہے اور اگر اس پر  
 بڑھا دے تو تیرے لئے بہتر ہے۔ تو میں  
 نے عرض کیا کہ نصف کروں حضور ﷺ  
 نے فرمایا تجھے اختیار ہے اور اگر بڑھا  
 دے تو تیرے لئے زیادہ بہتر ہے۔ میں  
 نے عرض کیا تو دو تہائی کروں حضور ﷺ  
 نے فرمایا تجھے اختیار ہے اور اگر اس سے  
 بڑھا دے تو تیرے لئے زیادہ بہتر ہے  
 میں نے عرض کیا یا رسول اللہ پھر میں اپنے  
 سارے وقت کو آپ کے درود کے لئے  
 مقرر کرتا ہوں۔ حضور اقدس ﷺ

﴿رواہ الترمذی زاد المندری فی الترغیب احمد و الحاکم و قال صحیحہ دبسط السخاوی فی غریبہ﴾

﴿فائدہ﴾ مطلب تو واضح ہے وہ یہ کہ میں نے کچھ وقت اپنے لئے دعاؤں

کا مقرر کر رکھا ہے اور چاہتا یہ ہوں کہ درود شریف کثرت سے پڑھا کروں تو اپنے



اس معین وقت میں سے دُرود شریف کے لئے کتنا وقت تجویز کروں۔ مثلاً میں نے اپنے اُوراد و وظائف کے لئے دو گھنٹے مقرر کر رکھے ہیں تو اس میں سے کتنا وقت دُرود شریف کے لئے تجویز کروں۔

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت سے یہ نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر میں اپنے سارے وقت کو آپ پر دُرود کے لئے مقرر کر دوں تو کیسا؟ حضور ﷺ نے فرمایا ”ایسی صورت میں حق تعالیٰ شانہ تیرے دُنیا اور آخرت کے سارے فکروں کی کفایت فرمائے گا“ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم سے اسی قسم کا مضمون نقل کیا ہے۔ اس میں کوئی اشکال نہیں کہ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس قسم کی درخواستیں کی ہوں۔

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ دُرود شریف چونکہ اللہ کے ذکر پر حضور اقدس ﷺ کی تعظیم و شمول ہے تو حقیقت میں یہ ایسا ہی ہے جیسا دوسری حدیث میں اللہ جل شانہ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جس کو میرا ذکر مجھ سے دُعا مانگنے میں مانع ہو (یعنی کثرتِ ذکر کی وجہ سے دُعا کا وقت نہ ملے) تو میں اُس کو دُعا مانگنے والوں سے زیادہ دوں گا۔ صاحبِ مظاہرِ حق نے لکھا ہے کہ :

”سبب اس کا یہ ہے کہ جب بندہ اپنی طلب و رغبت کو اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ چیز میں کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم رکھتا ہے اپنے مطلب پر تو وہ کفایت کرتا ہے اس کے سببِ مہمات کہ مَنْ كَانَ لِلَّهِ كَانَ اللَّهُ لَآيَهُ يَنْفَعُهُ“ جو اللہ کا ہو رہتا ہے وہ کفایت کرتا ہے اُس کو۔ جب شیخ بزرگوار عبد الوہاب مشقی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس مسکین کو یعنی شیخ عبدالحق کو واسطے زیارتِ مدینہ منورہ کی رخصت کیا۔ فرمایا کہ جانو اور آگاہ ہو کہ نہیں ہے اس راہ میں کوئی عبادت بعد ادا یہ فرائض کے مانند دُرود کے اُد پر سید کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے۔



چاہیے کہ تمام اوقات اپنے کو اس میں صرف کرنا اور چیز میں مشغول نہ ہونا۔ عرض کیا گیا کہ اس کے لئے کچھ عمدہ معین ہو، فرمایا یہاں معین کرنا عدد کا شرط نہیں، اتنا پڑھو کہ ساتھ اس کے رطبُ اللسان ہو اور اُس کے رنگ میں رنگین ہو اور مستغرق ہو اس میں۔ ۱۷

اس پر یہ اشکال نہ کیا جاتے کہ اس حدیث پاک سے یہ معلوم ہوا کہ درود شریف سب اوراد و وظائف کے بجائے پڑھنا زیادہ مفید ہے۔ اس لئے کہ اول تو خود اس حدیث پاک کے درمیان میں اشارہ ہے کہ انہوں نے یہ وقت اپنی ذات کے لئے دعاؤں کا مقرر کر رکھا تھا اُس میں سے درود شریف کے لئے مقرر کرنے کا ارادہ فرما رہے تھے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ چیز لوگوں کے احوال کے اعتبار سے مختلف ہوا کرتی ہے جیسا کہ فضائل ذکر کے باب دوم حدیث ۱۷۲ کے ذیل میں گزرا ہے کہ بعض روایات میں **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ** کو **افضلُ الدعاء** کہا گیا ہے اور بعض روایات میں **استغفار** کو **افضلُ الدعاء** کہا گیا ہے۔ اسی طرح سے اور اعمال کے درمیان میں بھی مختلف احادیث میں مختلف اعمال کو سب سے افضل قرار دیا گیا ہے یہ اختلاف لوگوں کے حالات کے اختلاف کے اعتبار سے اور اوقات کے اعتبار سے ہوا کرتا ہے جیسا کہ ابھی مظاہر حق سے نقل کیا گیا ہے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نور اللہ مرقدہ کو اُن کے شیخ نے مدینہ پاک کے سفر میں یہ وصیت کی کہ تمام اوقات درود شریف ہی میں خرچ کریں۔ اپنے اکابر کا بھی یہی معمول ہے کہ وہ مدینہ پاک کے سفر میں درود شریف کی بہت تاکید کرتے ہیں۔

علامہ منذریؒ نے ترغیب میں حضرت ابی اللہؓ کی حدیث بالا میں اُن کے سوال سے پہلے ایک مضمون اور بھی نقل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب چوتھائی رات گزر جاتی تو حضور اقدس ﷺ کھڑے ہو جاتے اور ارشاد فرماتے اے لوگو! اللہ کا ذکر کرو۔



اے لوگو! اللہ کا ذکر کرو (یعنی بار بار فرماتے) رَاجِفَہ آگئی اور رَادِفَہ آرہی ہے، موت ان سب چیزوں کے ساتھ جو اُس کے ساتھ لاحق ہیں آرہی ہے۔ موت اُن سب چیزوں کے ساتھ جو اُس کے ساتھ لاحق ہیں آرہی ہے۔ اس کو بھی دو مرتبہ فرماتے۔ رَاجِفَہ اور رَادِفَہ قرآن پاک کی آیت جو سورۃ وَالنَّازِعَات میں ہے، کی طرف اشارہ ہے جس میں اللہ پاک کا ارشاد ہے:

يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝ تَتَّبِعُهَا الزَّادِفَةُ ۝ قُلُوبٌ  
يَوْمَ يَمْزِقَ رَاجِفَةُ ۝ ابْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۝

جس کا ترجمہ اور مطلب یہ ہے کہ اُد پر چند چیزوں کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”قیامت ضرور آئے گی، جس دن ہلا دینے والی چیز سب کو ہلا ڈالے گی اس سے مُراد پہلا صُور ہے۔ اس کے بعد ایک پیچھے آنے والی چیز آئے گی، اس سے مُراد دوسرا صُور ہے۔ بہت سے دل اُس روز خوف کے مارے دھڑک رہے ہوں گے، شرم کی وجہ سے اُن کی آنکھیں جھک رہی ہوں گی۔“ (بیان القرآن مع زیادۃ)

﴿۱۰﴾ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ  
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ  
مَنْ صَلَّى عَلَى حَيْنٍ يُصْبِحُ  
عَشْرًا وَحَيْنٍ يُمَسِي عَشْرًا  
أَدْرَكَتْ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَمَةِ

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس کا  
ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص صبح اور شام  
مجھ پر دس دس مرتبہ درود شریف  
پڑھے اس کو قیامت کے دن میری  
شفاعت پہنچ کر رہے گی۔

﴿رواہ الطبرانی باسنادین احدہما جید لکن فیہ انقطاع کذا فی القول البدیع﴾

﴿فائدہ﴾ علامہ سخاویؒ نے مُتَعَدِدِ احادیث سے درود شریف پڑھنے

والے کو حضور ﷺ کی شفاعت حاصل ہونے کا مشرودہ نقل کیا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ کی حدیث سے حضور ﷺ کا یہ ارشاد



نقل کیا ہے جو مجھ پر درود پڑھے قیامت کے دن میں اُس کا سفارشی بنوں گا۔ اس حدیث پاک میں کسی مقدار کی بھی قید نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک اور حدیث سے درود نماز کے بعد بھی یہ لفظ نقل کیا ہے کہ میں قیامت کے دن اُس کی گواہی دوں گا اور اُس کے لئے سفارش کروں گا۔

حضرت رُوَافِع بن ثَابِت رضی اللہ عنہ کی روایت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص یہ درود شریف پڑھے :

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ  
عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ

اُس لئے میری شفاعت واجب ہے۔

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کیا ہے کہ جو شخص میری قبر کے پاس درود پڑھتا ہے میں اُس کو سناتا ہوں، اور جو شخص دُور سے مجھ پر درود پڑھتا ہے اللہ جل شانہ اُس کے لئے ایک فرشتہ مقرر کر دیتے ہیں جو مجھ تک درود کو پہنچاتے، اور اُس کے دُنیا و آخرت کے کاموں کی کفایت کر دی جاتی ہے اور میں قیامت کے دن اُس کا گواہ یا سفارشی بنوں گا۔ ”یا“ کا مطلب یہ ہے کہ بعض کے لئے سفارشی اور بعض کے لئے گواہ۔ مثلاً اہل مدینہ کے لئے گواہ دوسروں کے لئے سفارشی، یا فرمانبرداروں کے لئے گواہ اور گناہگاروں کے لئے سفارشی۔ وغیر ذلک کما قال السخاوی۔

(۱۱) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا مِنْ  
عَبْدٍ صَلَّى عَلَيَّ صَلَوةً اِلَّا  
حَضَرْتُ عَائِشَةَ فِي حُضْرَةِ رَأْسِ  
كَاهِ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص مجھ پر  
دُرود بھیجتا ہے تو ایک فرشتہ اُس دُرود



عَرَجَ بِهَا مَلَكٌ حَتَّى يَحْتِیْ  
بِهَا وَجْهَ الرَّحْمَنِ عَزَّ  
وَجَلَّ فَيَقُولُ رَبَّنَا تَبَارَكَ  
وَتَعَالَى اِذْ هَبُّوا بِهَا اِلَى  
قَابْرِ عَبْدِي تَسْتَغْفِرُ لِقَائِهَا  
وَتَقْرُبُهَا عَيْنُهُ -

کو لے جا کر اللہ جل شانہ کی پاک بارگاہ  
میں پیش کرتا ہے، وہاں سے  
ارشادِ عالی ہوتا ہے کہ اس دُرود  
کو میرے بندہ کی قبر کے پاس لے جاؤ  
یہ اس کے لئے استغفار کرے گا اور اس  
کی وجہ سے اُس کی آنکھ ٹھنڈی ہوگی۔

﴿اخرجه ابو علی بن البناء والدیلمی فی مسند الفردوس فی مسند عمر بن خبیث ضعفه﴾

النسائی وغیرہ کذا فی القول البدیع

﴿فائدہ﴾ زَادُ السَّعِيدِینَ مَوَازِیْبُ لَدُنِّیَّ سے نقل کیا ہے کہ قیامت میں کسی  
مومن کی نیکیاں کم ہو جائیں گی تو رَسُوْلُ اللہ ﷺ ایک پرچہ سرانگشت کی برابر نکال  
کر میزان میں رکھ دیں گے جس سے نیکیوں کا پلہ وزنی ہو جائے گا۔ وہ مومن کہے گا میرے  
ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں آپ کون ہیں، آپ کی صورت و سیرت کیسی اچھی  
ہے آپ فرمائیں گے میں تیرا نبی ہوں اور یہ دُرود ہے جو تو نے مجھ پر پڑھا تھا، تیری  
حاجت کے وقت میں نے اس کو ادا کر دیا۔

اس پر یہ اشکال نہ کیا جاتے کہ ایک پرچہ سرانگشت کے برابر میزان کے  
پلے کو کیسے جھکا دے گا۔ اس لئے کہ اللہ جل شانہ کے یہاں اخلاص کی قدر ہے  
اور جتنا بھی اخلاص زیادہ ہوگا، اتنا ہی وزن زیادہ ہوگا۔ حَدِیْثُ الْبَطَّاقَةِ یعنی ایک  
ٹکڑا کاغذ کا جس پر کلمہ شہادت لکھا ہوا تھا وہ تینانوے ۹۹ دفتروں کے مقابلہ میں اور  
ہر دفتر اتنا بڑا کہ منتہائے نظر تک ڈھیر لگا ہوا تھا غالب آگیا۔

یہ حدیث مُفَصَّلِ اس ناکارہ کے رسالہ فضائل ذکر باب دوم فصل سوم کی  
۱۷ پر گزر چکی ہے جس کا جی چاہے مُفَصَّل وہاں دیکھے، اور اُس میں یہ بھی ہے



نہ ہونے کی صورت میں صدقہ کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔“

علماء میں اس بات میں اختلاف ہے کہ صدقہ افضل ہے یا حضور اقدس ﷺ پر دُرود۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ حضور ﷺ پر دُرود صدقہ سے بھی افضل ہے۔ اس لئے کہ صدقہ صرف ایک ایسا فریضہ ہے جو بندوں پر ہے اور دُرود شریف ایسا فریضہ ہے جو بندوں پر فرض ہونے کے علاوہ اللہ تعالیٰ شانہ اور اُس کے فرشتے بھی اس عمل کو کرتے ہیں۔ اگرچہ علامہ سخاویؒ خود اس کے موافق نہیں ہیں۔

علامہ سخاویؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ مجھ پر دُرود بھیجا کرو اس لئے کہ مجھ پر دُرود بھیجا تمہارے لئے زکوٰۃ (صدقہ) کے حکم میں ہے ایک اور حدیث سے نقل کیا ہے کہ مجھ پر کثرت سے دُرود بھیجا کرو کہ وہ تمہارے لئے زکوٰۃ (صدقہ) ہے۔

نیز حضرت علیؓ کی روایت سے حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ مجھ پر تمہارا دُرود بھیجا تمہاری دُعاؤں کو محفوظ کرنے والا ہے تمہارے رب کی رضا کا سبب ہے اور تمہارے اعمال کی زکوٰۃ ہے (یعنی ان کو بڑھانے والا اور پاک کرنے والا ہے) حضرت انسؓ کی حدیث سے حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ مجھ پر دُرود بھیجا کرو اس لئے کہ مجھ پر دُرود تمہارے لئے (گناہوں کا) کفارہ ہے اور زکوٰۃ (یعنی صدقہ) ہے اور حدیث پاک کا آخری ٹکڑا کہ مومن کا پیٹ نہیں بھرتا اُس کو صاحبِ مشکوٰۃ نے فضائلِ علم میں نقل کیا ہے اور صاحبِ مرقات وغیرہ نے خیر سے علم مراد لیا ہے۔ اگرچہ خیر کا لفظ عام ہے اور ہر خیر کی چیز اور ہر نیکی کو شامل ہے اور مطلب ظاہر ہے کہ مومن کا دل کا پیٹ نیکیاں کمانے سے کبھی نہیں بھرتا وہ ہر وقت اس کو شیش میں رہتا ہے کہ جو نیکی بھی جس طرح اُس کو مل جاتے وہ حاصل ہو جاتے۔ اگر اُس کے پاس مالی صدقہ ہیں ہے



تو درود شریف ہی سے صدقہ کی فضیلت حاصل کرے۔

اس ناکارہ کے نزدیک خیر کا لفظ علیٰ العموم ہی زیادہ بہتر ہے کہ وہ علم اور دوسری چیزوں کو شامل ہے، لیکن صاحب مظاہر حق نے بھی صاحب مرقات وغیرہ کے اتباع میں خیر سے علم ہی مراد لیا ہے، اس لئے وہ تحریر فرماتے ہیں کہ :

”وہرگز نہیں سیر ہوتا مومن خیر سے یعنی علم سے۔ یعنی اخیر عمر تک طلب علم میں رہتا ہے اور اس کی برکت سے بہشت میں جاتا ہے۔ اس حدیث میں خوشخبری ہے طالب علم کو کہ دُنیا سے باایمان جاتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور اس درجہ کو حاصل کرنے کے لئے بعض اہل اللہ اخیر عمر تک تحصیل علم میں مشغول رہے ہیں باوجود حاصل کرنے بہت سے علم کے اور دائرہ علم کا وسیع ہے جو کہ مشغول ہو ساتھ علم کے، اگرچہ ساتھ تعلیم و تصنیف کے ہو حقیقت میں ثواب طلب علم اور تکمیل اُس کی کا ہی ہے اُس کو“ (حق)

## (تکمیل)

اس فصل کو قرآن پاک کی دو آیتوں اور دس احادیث شریفہ پر اختصاراً ختم کرتا ہوں کہ فضائل کی روایات بہت کثرت سے ہیں ان کا احصاء بھی اس مختصر رسالہ میں دشوار ہے اور سعادت کی بات یہ ہے کہ اگر ایک بھی فضیلت نہ ہوتی تب بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ واتباعہ وبارک وسلم کے اُمت پر اس قدر احسانات ہیں کہ نہ ان کا شمار ہو سکتا ہے اور نہ ان کی حق ادائیگی ہو سکتی ہے۔ اس بنا پر جتنا بھی زیادہ سے زیادہ آدمی دُرود پاک میں رطبُ اللسان رہتا وہ کم تھا۔ چہ جائیکہ اللہ جلّ شانہ نے اپنے لطف و کرم سے اس حق ادائیگی کے اوپر بھی سینکڑوں اجر و ثواب اور احسانات فرما دیئے۔



علامہ سخاویؒ نے اَوَّلُ مُجْمَلًا انِ انعامات کی طرف اشارہ کیا ہے جو دُرود شریف پر مُرتَّب ہوئے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”باب ثانی دُرود شریف کے ثواب میں: اللہ جلَّ شانہ کا

بندہ پر دُرود بھیجنا اُس کے فرشتوں کا دُرود بھیجنا اور حضور اقدس ﷺ کا خود اُس پر دُرود بھیجنا اور دُرود پڑھنے والوں کی خطاؤں کا کفارہ ہونا اور ان کے اعمال کو پاکیزہ بنادینا اور ان کے درجات کا بلند ہونا اور گناہوں کا معاف ہونا اور خود دُرود کا مغفرت طلب کرنا دُرود پڑھنے والے کے لئے اور اُس کے نامہ اعمال میں ایک قیراط کے برابر ثواب کا لکھا جانا اور قیراط بھی وہ جو اُحد پہاڑ کے برابر ہو اور اس کے اعمال کا بہت بڑی ترازو میں ٹلنا اور جو شخص اپنی ساری دُعاؤں کو دُرود بنا دے اُس کے دُنیا و آخرت کے سارے کاموں کی کفایت (جیسا کہ قریب ہی ۹ پر حضرت اُبی بن کعبؓ کی حدیث میں گزر چکا) اور خطاؤں کو مٹا دینا اور اُس کے ثواب کا غلاموں کے آزاد کرنے سے زیادہ ہونا اور اس کی وجہ سے خطرات سے نجات پانا اور نبی کریم ﷺ کی قیامت کے دن اُس کے لئے شاہد و گواہ بننا اور آپؐ کی شفاعت کا واجب ہونا اور اللہ کی رضا اور اُس کی رحمت کا نازل ہونا اور اُس کی ناراضگی سے مہن کا حاصل ہونا اور قیامت کے دن عرش کے سایہ میں داخل ہونا اور اعمال کے مٹنے کے وقت نیک اعمال کے پلڑے کا جھکنا اور حوض کوثر پر حاضری کا نصیب ہونا اور قیامت کے دن کی پیاس سے امن نصیب ہونا اور جہنم کی آگ سے خلاصی کا نصیب ہونا اور پُل صراط پر سہولت سے گزر جانا اور مرنے سے پہلے اپنا مُقَرَّب ٹھکانہ جنت میں دیکھ لینا اور جنت میں بہت ساری بیبیوں کا ملنا اور اس کے ثواب کا بیس جہادوں سے زیادہ ہونا اور نادر کے لئے صدقہ کے قائم مقام ہونا



اور درود شریف نکوۃ ہے اور طہارت ہے اور اس کی وجہ سے مال میں برکت ہوتی  
 ہے اور اس کی برکت سے سوا حاجتیں بلکہ اس سے بھی زیادہ پوری ہوتی ہیں اور عباد  
 تو ہے ہی اور اعمال میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے اور مجاہد  
 کے لئے زینت ہے اور فقر کو اور تنگی معیشت کو دور کرتا ہے اور اس کے ذریعہ  
 سے اسباب خیر تلاش کئے جاتے ہیں اور یہ کہ درود پڑھنے والا قیامت کے دن  
 حضور اقدس ﷺ کے سب سے زیادہ قریب ہوگا اور اس کی برکت سے  
 خود درود پڑھنے والا اور اُس کے بیٹے اور پوتے مُنتَفِع ہوتے ہیں اور وہ بھی  
 مُنتَفِع ہوتا ہے کہ جس کو درود شریف کا ایصال ثواب کیا جائے اور اللہ اور  
 اُس کے رسول کی بارگاہ میں تَقَرُّب حاصل ہوتا ہے اور وہ بے شک نور ہے اور  
 دشمنوں پر غلبہ حاصل ہونے کا ذریعہ ہے اور دلوں کو نفاق سے اور زنگ سے  
 پاک کرتا ہے اور لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا ہونے کا ذریعہ ہے اور خواب  
 میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت کا ذریعہ ہے اور اس کا پڑھنے والا اس سے  
 محفوظ رہتا ہے کہ لوگ اس کی غیبت کریں۔ درود شریف بہت بابرکت اعمال  
 میں سے ہے اور افضل ترین اعمال میں سے ہے اور دین و دنیا دونوں میں سب سے  
 زیادہ نفع دینے والا عمل ہے اور اس کے علاوہ بہت سے ثواب جو سمجھ دار کے  
 لئے اس میں رغبت پیدا کرنے والے ہیں۔ ایسا سمجھ دار جو اعمال کے ذخیروں کے  
 جمع کرنے پر حریص ہو اور ذخائر اعمال کے ثمرات حاصل کرنا چاہتا ہو۔

علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے باب کے شروع میں یہ اجمالی مضمون ذکر کرنے کے  
 بعد پھر ان مضامین کی روایات کو تفصیل سے ذکر کیا جن میں سے بعض فصل اول میں  
 گزر چکی ہیں اور بعض فصل ثانی میں آ رہی ہیں اور ان روایات کو ذکر کرنے کے  
 بعد لکھتے ہیں کہ :



”ان احادیث میں اس عبادت کی شرافت پر تین دلیل ہے کہ اللہ جل شانہ کا دُرود، دُرود پڑھنے والے پر المضاف (یعنی دس گنا) ہوتا ہے اور اُس کی نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے، گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے، درجات بلند ہوتے ہیں۔ پس جتنا بھی ہو سکتا ہو ستیادانات اور معدن السعادات پر دُرود کی کثرت کیا کر۔ اس لیے کہ وہ وسیلہ ہے مسرات کے حصول کا اور ذریعہ ہے بہترین عطاؤں کا اور ذریعہ ہے مضرات سے حفاظت کا اور تیرے لیے ہر اُس دُرود کے بدلہ میں جو تو پڑھے دس دُرود ہیں جبار الارضین والسموات کی طرف سے اور دُرود ہے اس کے ملائکہ کرام کی طرف سے“ وغیرہ وغیرہ۔ ایک اور جگہ افلیشی کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ:

”و کونسا وسیلہ زیادہ شفاعت والا ہو سکتا ہے اور کونسا عمل زیادہ نفع والا ہو سکتا ہے۔ اُس ذات کہ دس دُرود کے مقابلہ میں جس پر اللہ جل شانہ دُرود بھیجتے ہیں اور اُس کے فرشتے دُرود بھیجتے ہیں اور اللہ جل شانہ نے اُس کو دنیا و آخرت میں اپنی قربت کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے۔ یہ بہت بڑا نور ہے اور ایسی تجارت ہے جس میں گھاٹا نہیں۔ یہ ادلیا کرام کا صبح و شام کا مستقل معمول رہا ہے پس جہاں تک ہو سکے دُرود شریف پر جہار ماکر اس سے اپنی گمراہی سے نکل آئے گا اور تیرے اعمال صاف ستھرے ہو جائیں گے، تیری اُمیدیں برآئیں گی، تیرا قلب منور ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ شانہ کی رضا حاصل ہوگی، قیامت کے سخت ترین دہشت ناک دن میں امن نصیب ہوگا۔“





## دوسری فصل

خاص خاص درود کے خاص خاص فضائل کے بیان میں

(۱) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ  
 أَبِي لَيْلَى قَالَ لَقِيَنِي كَعْبُ بْنُ  
 عُجْرَةَ فَقَالَ أَلَا أُهْدِي لَكَ  
 هَدِيَّةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِيِّ  
 ﷺ فَقُلْتُ بَلَى فَأَهْدِهَا لِي  
 فَقَالَ سَأَلْنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ  
 فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ  
 الصَّلَاةُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ  
 فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ عَلَّمَنَا كَيْفَ  
 نُسَلِّمُ عَلَيْكُمْ قَالَ قُولُوا  
 اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ  
 وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ  
 عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ  
 إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ سَمِيدٌ مَجِيدٌ  
 اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ  
 وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا  
 بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ  
 وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ

حضرت عبدالرحمنؓ کہتے ہیں کہ مجھ سے  
 حضرت کعبؓ کی ملاقات ہوئی وہ فرمائی  
 لگے کہ میں تجھے ایک ایسا ہدیہ دوں جو میں  
 نے حضور ﷺ سے سنا ہے۔ میں نے  
 عرض کیا ضرور مرحمت فرمائیے۔ انہوں نے  
 فرمایا کہ ہم نے حضور اقدس ﷺ سے  
 عرض کیا یا رسول اللہ آپ پر درود کن  
 الفاظ سے پڑھا جلتے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ  
 نے ہمیں بتلا دیا کہ آپ پر سلام کس طرح  
 بھیجیں۔ حضور اقدس ﷺ نے  
 ارشاد فرمایا کہ اس طرح درود پڑھا کرو۔  
 (اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَآلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ سَمِيدٌ مَجِيدٌ)  
 درود بھیج محمدؐ پر اور ان کی  
 آل پر جیسا کہ آپ نے درود بھیجا حضرت  
 ابراہیمؑ پر اور ان کی آل (اولاد) پر  
 اے اللہ جیسا کہ آپ ستودہ صفات اور  
 بزرگی میں۔ اے اللہ برکت نازل فرما  
 محمدؐ پر اور ان کی آل (اولاد)



حَمِيدٌ مَّجِيدٌ  
پر جیسا کہ برکت نازل فرمائی آپ نے  
حضرت ابراہیمؑ پر اور ان کی آل (اولاد) پر بیشک آپ ستودہ صفات  
اور بزرگ ہیں۔

﴿رواہ البخاری و بسط السخاوی فی تخریجہ و اختلاف الفاظہ و قال ہکذا لفظ البخاری﴾

علیٰ ابراہیم و علیٰ آل ابراہیم فی الموضعین ﴿

﴿فائدہ﴾ ہدیہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ ان حضرات کے ہاں (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) مہمانوں اور دوستوں کے لئے بجائے کھانے پینے کی چیزوں کے بہترین تحائف اور بہترین ہدیے حضور اقدس ﷺ کا ذکر شریف حضور ﷺ کی احادیث حضور ﷺ کے حالات تھے۔ ان چیزوں کی قدر ان حضرات کے ہاں مادی چیزوں سے کہیں زیادہ تھی جیسا کہ ان کے حالات اس کے شاہدِ عدل ہیں۔ اسی بنا پر حضرت کعبؓ نے اُس کو ہدیہ سے تعبیر کیا۔ یہ حدیث شریف بہت مشہور حدیث ہے اور حدیث کی سب کتابوں میں بہت کثرت سے ذکر کی گئی ہے اور بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مختصراً و مفصلاً الفاظ میں نقل کی گئی ہے۔

علامہ سخاویؒ نے قول بدیع میں اس کے بہت طرق اور مختلف الفاظ نقل کیے ہیں۔ وہ ایک حدیث میں حضرت حسنؓ سے مُرسلاً نقل کرتے ہیں کہ جب آیت شریفہ إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ نازل ہوئی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ، سلام تو ہم جانتے ہیں کہ وہ کس طرح ہوتا ہے آپ ہمیں دُرود شریف پڑھنے کا کس طرح حکم فرماتے ہیں؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَتِكَ وَبَرَكَاتِكَ الخ پڑھا کر۔

دوسری حدیث میں ابو مسعود بدریؓ سے نقل کیا ہے کہ ہم حضرت سعد بن عبادہؓ کی مجلس میں تھے کہ وہاں حضور اقدس ﷺ تشریف لاتے۔



حضرت بشیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ جل شانہ نے ہمیں درود پڑھنے کا حکم دیا ہے پس ارشاد فرمائیے کہ کس طرح آپ پر درود پڑھا کریں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا یہاں تک کہ ہم متنا کرنے لگے کہ وہ شخص سوال ہی نہ کرتا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یوں کہ اکرو اللہم صل علی محمد و علی آل محمد الخ یہ روایت مسلم والوداؤ وغیرہ میں ہے۔ اس کا مطلب کہ ”ہم اس کی متنا کرنے لگے“ یہ ہے کہ ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو غایت محبت اور غایت احترام کی وجہ سے جس بات کے جواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تامل ہوتا یا سکوت فرماتے تو ان کو یہ خوف ہوتا کہ یہ سوال کہیں منشاء مبارک کے خلاف تو نہیں ہو گیا یا یہ کہ اس کا جواب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہیں تھا جس کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تامل فرمانا پڑا۔ بعض روایات سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے طبری کی روایت سے یہ نقل کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی۔

مسند احمد وابن حبان وغیرہ میں ایک اور روایت سے نقل کیا ہے کہ ایک صحابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گئے، ہم لوگ مجلس میں حاضر تھے۔ ان صاحب نے سوال کیا یا رسول اللہ! سلام کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہو گیا، جب ہم نماز پڑھا کریں تو اس میں آپ پر درود کیسے پڑھا کریں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا سکوت فرمایا کہ ہم لوگوں کی یہ خواہش ہونے لگی کہ یہ شخص سوال ہی نہ کرتا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نماز پڑھا کرو تو یہ درود پڑھا کرو اللہم صل علی محمد الخ۔

ایک اور روایت میں عبدالرحمن بن بشیر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ جل شانہ نے ہمیں صلوٰۃ و سلام کا حکم دیا ہے، سلام تو ہمیں معلوم ہو گیا، آپ پر درود کیسے پڑھا کریں؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یوں پڑھا



کرو اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ الْخ۔

مسند احمد، ترمذی و بیہقی وغیرہ کی روایات میں ذکر کیا گیا ہے کہ جب آیت شریفہ  
اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلٰى النَّبِیِّ الْاٰیۃ نازل ہوتی تو ایک صاحب  
نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ، سلام تو ہمیں معلوم ہے، آپ پر دُرود کیسے پڑھا کریں؟  
تو حضور ﷺ نے ان کو دُرود تلقین فرمایا۔

اور بھی بہت سی روایات میں اس قسم کے مضمون ذکر کیتے گئے ہیں اور دُرودوں  
کے الفاظ میں اختلاف بھی ہے، جو اختلاف روایات میں ہوا ہی کرتا ہے، جس  
کی مختلف وجوہ ہوتی ہیں۔ اس جگہ ظاہر یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے مختلف صحابہ  
کو مختلف الفاظ ارشاد فرماتے تاکہ کوئی لفظ خاص طور سے واجب نہ بن جائے۔ نفس  
دُرود شریف کا وجوب علیحدہ چیز ہے جیسا کہ فصل رابع میں آ رہا ہے اور دُرود شریف  
کے کسی خاص لفظ کا وجوب علیحدہ چیز ہے کوئی خاص لفظ واجب نہیں۔ یہ دُرود شریف  
جو اس فصل کے شروع میں لکھا گیا ہے یہ بخاری شریف کی روایت ہے جو  
سب سے زیادہ صحیح ہے اور حنفیہ کے نزدیک نماز میں اسی کا پڑھنا اولیٰ ہے  
جیسا کہ علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت امام محمد رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ حضور ﷺ  
پر دُرود کن الفاظ سے پڑھے تو انہوں نے یہی دُرود شریف ارشاد فرمایا جو فصل کے  
شروع میں لکھا گیا اور یہ دُرود موافق ہے اس کے جو صحیحین (بخاری و مسلم) وغیرہ میں  
ہے، علامہ شامیؒ نے یہ عبارت شرح منیہ سے نقل کی ہے۔ شرح منیہ کی عبارت یہ  
ہے کہ یہ دُرود موافق ہے اس کے جو صحیحین میں کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے نقل کیا  
گیا ہے (انتہی) اور کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی یہی روایت ہے جو اوپر گزری۔

علامہ سخاوی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ وغیرہ کی حدیث سے  
ان الفاظ کی تعیین ہوتی ہے جو حضور ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو آیت شریفہ



کے امتثال امر میں سکھلائے اور بھی بہت سے اکابر سے اس کا افضل ہونا نقل کیا گیا ہے۔ ایک جگہ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس سوال پر کہ ہم لوگوں کو اللہ جل شانہ نے صلوٰۃ و سلام کا حکم دیا ہے تو کونسا درود پڑھیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ سب سے افضل ہے۔ امام نووی نے اپنی کتاب روضہ میں تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ اگر کوئی شخص قییم کھا بیٹھے کہ میں سب سے افضل درود پڑھوں گا تو اس درود کے پڑھنے سے قسم پوری ہو جائیگی۔ حصن حصین کے حاشیہ پر حرز ثمین سے نقل کیا ہے کہ یہ درود شریف سب سے زیادہ صحیح ہے اور سب سے زیادہ افضل ہے۔ نماز میں اور بغیر نماز کے اسی کا اہتمام کرنا چاہیے۔

یہاں ایک بات قابلِ تنبیہ یہ ہے کہ زائد السَّعید کے بعض نسخوں میں کاتب کی غلطی سے حرز ثمین کی یہ عبارت بجائے اس درود شریف کے ایک دوسرے درود کے نمبر پر لکھ دی گئی اس کا لحاظ رہے۔

اس کے بعد اس حدیث شریف میں چند فوائد قابلِ ذکر ہیں:

۱۔ اول یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ عرض کرنا کہ سلام ہم جان چکے ہیں، اس سے مراد التحیات کے اندر السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ ہے۔ علامہ سخاوی کہتے ہیں کہ ہمارے شیخ یعنی حافظ ابن حجر کے نزدیک یہی مطلب زیادہ ظاہر ہے۔ اور جز میں امام بیہقی سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے اور اس میں بھی متعدد علماء سے یہی مطلب نقل کیا گیا ہے۔

۲۔ ایک مشہور سوال کیا جاتا ہے کہ جب کسی چیز کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے مثلاً یوں کہا جائے کہ فلاں شخص حاتم طائی جیسا سخی ہے تو سخاوت میں حاتم کا زیادہ سخی ہونا معلوم ہوتا ہے اس وجہ سے اس حدیث پاک میں حضرت ابراہیم علی نبینا



وَعَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ کے درود کا افضل ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اس کے بھی آؤ جز میں کئی جواب دیتے گئے ہیں اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں دس جواب دیئے ہیں کوئی عالم ہو تو خود دیکھ لے۔ غیر عالم ہو تو کسی عالم سے دل چاہے تو دریافت کر لے۔ سب سے آسان جواب یہ ہے کہ قاعدہ اکثر یہ تو وہی ہے جو اوپر گزرا لیکن بسا اوقات بعض مصالح سے اس کا اٹا ہوتا ہے جیسے قرآن پاک کے درمیان میں اللہ جل شانہ کے نور کے متعلق ارشاد ہے

مَثَلُ نُورٍ كَمِشْكُوَةٍ فِيهَا مَصْبَاحٌ۔ الآية

ترجمہ: ”اس کے نور کی مثال اُس طاق کی سی ہے جس میں چراغ ہو۔“ اخیر آیت تک۔ حالانکہ اللہ جل شانہ کے نور کو چراغوں کے نور کے ساتھ کیا مناسبت۔

۳۔ یہ بھی مشہور اشکال ہے کہ سارے انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کے درود کو کیوں ذکر کیا۔ اس کے بھی آؤ جز میں کئی جواب دیئے گئے ہیں۔

حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہ نے بھی زائد السعید میں کئی جواب ارشاد فرماتے ہیں۔ بندے کے نزدیک تو زیادہ پسند یہ جواب ہے کہ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کو اللہ جل شانہ نے اپنا خلیل قرار دیا چنانچہ ارشاد ہے وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا۔ لہذا جو درود اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ہو گا وہ محبت کی لائن کا ہو گا اور محبت کی لائن کی ساری چیزیں سب سے اونچی ہوتی ہیں۔ لہذا جو درود محبت کی لائن کا ہو گا وہ یقیناً سب سے زیادہ لذیذ اور اونچا ہو گا۔ چنانچہ ہمارے حضور اقدس ﷺ کو اللہ جل شانہ نے اپنا حبیب قرار دیا اور حبیب اللہ بنایا اور اسی لئے دونوں کا درود ایک دوسرے کے مشابہ ہوا۔

مشکوٰۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے قصہ نقل کیا گیا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت انبیاء کرام علیہم السلام کا تذکرہ کر رہی تھی کہ اللہ نے



حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلمہ اور روح میں اور حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ نے اپنا صفی قرار دیا۔ اتنے میں حضور ﷺ تشریف لائے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نے تمہاری گفتگو سنی، بیشک ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں اور موسیٰ علیہ السلام نجاتی اللہ ہیں (یعنی کلیم اللہ) اور ایسے ہی عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا کلمہ اور روح ہیں اور آدم علیہ السلام اللہ کے صفی ہیں، لیکن بات یوں ہے، غور سے سنو کہ میں اللہ کا حبیب ہوں اور اس پر کوئی فخر نہیں کرتا اور قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور اس جھنڈے کے نیچے آدم علیہ السلام اور سارے انبیاء علیہم السلام ہوں گے اور اس پر فخر نہیں کرتا اور قیامت کے دن سب سے پہلے میں شفاعت کرنے والا ہوں گا اور سب سے پہلے جس کی شفاعت قبول کی جائے گی وہ میں ہوں گا اور اس پر بھی میں کوئی فخر نہیں کرتا اور سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھلوانے والا میں ہوں گا اور سب سے پہلے جنت میں میں اور میری امت کے فقراء داخل ہوں گے اور اس پر بھی کوئی فخر نہیں کرتا اور میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم ہوں اولین اور آخرین میں اور کوئی فخر نہیں کرتا۔

اور بھی متعدد روایات سے حضور ﷺ کا حبیب اللہ ہونا معلوم ہوتا ہے، محبت اور خلقت میں جو مناسبت ہے وہ ظاہر ہے اسی لئے ایک کے درود کو دوسرے کے درود کے ساتھ تشبیہ دی اور چونکہ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام حضور اقدس ﷺ کے آباء میں ہیں اس لئے بھی مَنْ اَشْبَهَ اَبَا لَا فَمَا ظَلَمَ آباء واجداد کے ساتھ مشابہت ممدوح ہے۔

مشکوٰۃ کے حاشیہ پر لمعات سے اس میں ایک نکتہ بھی لکھا ہے وہ یہ کہ حبیب اللہ کا لقب سب سے اونچا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ :

”حبیب اللہ کا لفظ جامع ہے خلقت کو بھی اور کلیم اللہ ہونے کو بھی



اور صفی اللہ ہونے کو بھی بلکہ اُن سے زائد چیزوں کو بھی جو دیگر انبیاء کے لئے نہایت نہیں اور وہ اللہ کا محبوب ہونا ہے ایک خاص محبت کے ساتھ جو حضور اقدس ﷺ ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔

(۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ سَرَّهَ أَنْ يُكْتَالَ بِالنِّكَيَالِ الْآفِي إِذَا صَلَّى عَلَيْنَا أَهْلَ الْبَيْتِ فَلْيَقُلْ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَآزْوَاجِهِ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ وَذُرِّيَّتِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ جب وہ درود پڑھا کرے ہمارے گھرانے پر تو اس کا ثواب بہت بڑے پیمانہ میں ناپا جائے تو وہ ان الفاظ سے درود پڑھا کرے (اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ سَيِّدِنَا خَيْرِ رُسُلٍ) ترجمہ: اے اللہ درود بھیج محمد ﷺ پر جو نبی اُمی ہیں اور آپ کی بیویوں پر جو سارے مسلمانوں کی مائیں ہیں اور آپ کی آل اولاد پر اور آپ کے گھرانے پر جیسا کہ درود

بھیجا آپ نے آل ابراہیم پر، بیشک آپ ہی سزاوارِ حمد ہیں بزرگ ہیں۔

﴿بِإِذْنِ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ وَذَكَرَهُ السَّخَاوِيُّ بِطَرَقٍ عَدِيدَةٍ﴾

﴿فائدہ﴾ نبی اُمی حضور اقدس ﷺ کا خاص لقب ہے، اور یہ لقب آپ کا تورات، انجیل اور تمام کتابوں میں جو آسمان سے اُتریں ذکر کیا گیا ہے۔  
(کذا فی المظاہر)

آپ کو نبی اُمی کیوں کہا جاتا ہے اس میں علماء کے بہت سے اقوال ہیں جن کو شروح حدیث مرقات وغیرہ میں تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے مشہور قول یہ ہے کہ



اُمی اُن پڑھ کو کہتے ہیں کہ جو لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو اور یہ چونکہ اہم ترین معجزہ ہے کہ جو شخص  
لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو وہ ایسا فصیح و بلیغ قرآن پاک لوگوں کو پڑھائے۔ غالباً اسی  
معجزہ کی وجہ سے کتب سابقہ میں اس لقب کو ذکر کیا گیا ہے

یتیم کہ نام کردہ قرآن درست کتب خانہ چند ملت بست

﴿جو یتیم کہ اُس نے پڑھنا بھی نہ سیکھا ہو اُس نے کتنے ہی مذہبوں

کے کتب خانے دھو دیتے یعنی منسوخ کر دیتے﴾

نکارِ من کہ بکتاب نہ رفت و خط نہ نوشت

بغیرہ مسئلہ آموز صد مدرس شد

﴿میرا محبوب جو کبھی مکتب میں بھی نہیں گیا، لکھنا بھی نہیں سیکھا وہ

اپنے اشاروں سے سینکڑوں مدرسوں کا معلم بن گیا﴾

حضرت اقدس شیخ المشائخ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دُرِّ مبین ۱۲ پر تحریر

فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے ان الفاظ کے ساتھ دُرود پڑھنے کا حکم کیا تھا اَللّٰهُمَّ

صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَالْاَبِيِّ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ میں نے خواب میں

اس دُرود شریف کو حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں پڑھا تو حضور ﷺ نے

اس کو پسند فرمایا۔

اس کا مطلب کہ بہت بڑے پیمانہ میں ناپا جاتے یہ ہے کہ عرب میں کھجوریں

غلہ وغیرہ پیمانوں میں ناپ کر بیچا جاتا تھا جیسا کہ ہمارے شہروں میں یہ چیزیں وزن

سے کہتی ہیں تو بہت بڑے پیمانہ کا مطلب گویا بہت بڑی ترازو ہوا، اور گویا حدیث

پاک کا مطلب یہ ہوا کہ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اُس کے دُرود کا ثواب بہت بڑی ترازو

میں تولنا جائے اور ظاہر ہے کہ بہت بڑی ترازو میں وہی چیز تولی جائے گی جس کی مقدار

بہت زیادہ ہوگی، تھوڑی مقدار بڑی ترازو میں تولی بھی نہیں جاسکتی۔ جن ترازوؤں



میں حمام کے لکڑ تو لے جاتے ہوں ان میں تھوڑی چیز وزن میں بھی نہیں آسکتی پانگ  
میں رہ جلتے گی۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اور اس سے قبل علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ لکھا ہے  
کہ جو چیزیں تھوڑی مقدار میں ہوا کرتی ہیں وہ ترازوؤں میں تولا کرتی ہیں اور بڑی مقدار  
میں ہوا کرتی ہیں وہ عام طور سے پیمانوں ہی میں ناپا جاتی ہیں، ترازوؤں میں اُن کا آنا  
مشکل ہوتا ہے۔

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی حضور اللہ علیہ وسلم کا یہی  
ارشاد نقل کیا ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث سے بھی یہی نقل کیا ہے کہ جو شخص یہ  
چاہتا ہو کہ اُس کا درود بہت بڑے پیمانہ سے ناپا جائے جب وہ ہم اہل بیت پر  
دُرود بھیجے تو یوں پڑھا کرے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَاتِكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ  
اَزْوَاجَ اُمَمَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهِمْ وَاهْلِيْ بَيْتِهِمْ كَمَا  
صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ نقل کیا ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ حضور اقدس اللہ علیہ وسلم  
کی حوض سے بھر پور پیالہ پیوے وہ یہ دُرود پڑھا کرے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِهِ وَاصْحَابِهِ وَاَوْلَادِهِ وَ  
اَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِمْ وَاهْلِيْ بَيْتِهِمْ وَاصْهَارِهِمْ وَاَنْصَارِهِمْ  
وَاَشْيَاعِهِمْ وَمُجَنِّيْنَهُمْ وَاُمَمِيْنَهُمْ وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ اَجْمَعِيْنَ  
يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

اس حدیث کو قاضی عیاضؒ نے بھی شفا میں نقل کیا ہے ۛ

يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ عَلٰى خَلْقِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ



(۳) عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَكْثَرُ مَا مِنْ الصَّلَاةِ عَلَى يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَإِنَّهُ يَوْمٌ مَشَاهِدٌ تَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ وَإِنْ أَحَدًا لَنْ يُصَلِّيَ عَلَى نَأَلَا غُرِضَتْ عَلَى صَلَواتِهِ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهَا قَالَ قُلْتُ وَبَعْدَ الْمَوْتِ قَالَ إِنْ اللَّهُ حَزَمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ.

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میرے اوپر جمعہ کے دن کثرت سے درود بھیجا کرو اس لئے کہ یہ ایسا مبارک دن ہے کہ ملائکہ اس میں حاضر ہوتے ہیں اور جب کوئی شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے تو وہ درود اس کے فارغ ہوتے ہی مجھ پر پیش کیا جاتا ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کے انتقال کے بعد بھی حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہاں انتقال کے بعد بھی اللہ تعالیٰ جل شانہ نے زمین پر یہ بات حرام کر دی ہے کہ وہ انبیائے بدنوں کو کھاتے پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے رزق دیا جاتا ہے۔

(رواہ ابن ماجہ باسناد جید کذا فی الترغیب زاد السخاوی فی اخراج الحدیث فتنی اللہ بحی یُرَزَقُ وَبِط في تخريجہ واخرج معناه عن عدة من الصحابة وقال القاری وله طرق كثيرة بالفاظ مختلفة.)

(فائدہ) ملا علی قاری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اللہ جل شانہ نے انبیاء علیہم السلام کے اجساد کو زمین پر حرام کر دیا پس کوئی فرق نہیں ہے ان کے لیتے دونوں حالتوں میں یعنی زندگی اور موت میں۔ اور اس حدیث پاک میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ درود روح مبارک اور بدن مبارک دونوں پر پیش ہوتا ہے اور حضور ﷺ کا یہ ارشاد کہ اللہ کا نبی زندہ ہے رزق دیا جاتا ہے سے مراد حضور اقدس ﷺ



کی پاک ذات بدست کی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ اس سے ہر نبی مراد ہے اس لئے کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا اور اسی طرح حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی دیکھا جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے اور یہ حدیث کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، نماز پڑھتے ہیں صحیح ہے اور رزق سے مراد رزق معنوی بھی ہو سکتا ہے اور اس میں بھی کوئی مانع نہیں کہ رزق حسی مراد ہو اور وہی ظاہر ہے اور متبادر۔ اھ علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے یہ حدیث بہت سے طرق سے نقل کی ہے حضرت اوس رضی اللہ عنہ کے واسطے سے حضور ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے تمہارے افضل ترین ایام میں سے جمعہ کا دن ہے۔ اسی دن میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی، اسی میں ان کی وفات ہوئی۔ اسی دن میں نوح (پہلا صُور) اور اسی میں صُوفہ (دوسرا صُور) ہوگا۔ پس اس دن میں مجھ پر کثرت سے دُرود بھیجا کرو، اس لئے کہ تمہارا دُرود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارا دُرود آپ پر کیسے پیش کیا جاتے گا آپ تو (قبر میں) بوسیدہ ہو چکے ہوں گے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہ نے زمین پر یہ بات حرام کر دی ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے بدنوں کو کھاوے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ میرے اوپر ہر جمعہ کے دن کثرت سے دُرود بھیجا کرو، اس لئے کہ میری امت کا دُرود ہر جمعہ کو پیش کیا جاتا ہے۔ پس جو شخص میرے اوپر دُرود پڑھنے میں سب سے زیادہ ہوگا وہ مجھ سے (قیامت کے دن) سب سے زیادہ قریب ہوگا۔ مضمون کہ کثرت سے دُرود پڑھنے والا قیامت کے دن حضور ﷺ سے سب سے زیادہ قریب ہوگا۔ فصل اول کے ۵ میں گزر چکا ہے۔



حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جمعہ کے دن میرے اوپر کثرت سے درود بھیجا کرو اس لئے کہ جو شخص بھی جمعہ کے دن مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ مجھ پر فوراً پیش ہوتا ہے۔  
 حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ میرے اوپر روشن رات (یعنی جمعہ کی رات) اور روشن دن (یعنی جمعہ کے دن) میں کثرت سے درود بھیجا کرو اس لئے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش ہوتا ہے تو میں تمہارے لئے دعا اور استغفار کرتا ہوں۔ اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ حضرت خالد بن معدان وغیرہ سے حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو۔

سُلیمان بن سَکْم کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت کی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ جو لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ کی خدمت میں سلام کرتے ہیں کیا آپ کو اس کا پتہ چلتا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں! اور میں اُن کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

ابراہیم بن شیبان کہتے ہیں کہ میں نے جب حج کیا اور مدینہ پاک حاضری ہوئی اور میں نے قبر اطہر کی طرف بڑھ کر حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کیا تو میں نے روضۃ اطہر سے وعلیک السلام کی آواز سنی۔

بلوغ المراتب میں حافظ ابن قیمؒ سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ جمعہ کے دن درود شریف کی زیادہ فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے اور حضور اقدس ﷺ کی ذات اطہر ساری مخلوق کی سردار ہے اس لئے اس دن کو حضور اقدس ﷺ پر درود کے ساتھ ایک ایسی خصوصیت ہے جو اور دنوں کو نہیں اور بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ حضور اقدس ﷺ باپ کی پشت



سے اپنی ماں کے پیٹ میں اسی دن تشریف لاتے تھے۔

علامہ سخاویؒ کہتے ہیں کہ جمعہ کے دن درود شریف کی فضیلت حضرت ابوہریرہؓ حضرت انسؓ، اوس بن اوسؓ، ابوامامہؓ، ابوالدرداءؓ، ابومسعودؓ، حضرت عمرؓ، ان کے صاحبزادے عبداللہ وغیرہ حضرات رضی اللہ عنہم سے نقل کی گئی ہے جن کی روایات علامہ سخاویؒ نے نقل کی ہیں۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَىٰ خَلْقِكَ الْخَالِقِ كُلِّهِمْ  
 (۴) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ  
 قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ  
 الصَّلَاةُ عَلَىٰ نُورٍ عَلَى  
 الصِّرَاطِ وَمَنْ صَلَّى عَلَى  
 يَوْمِ الْجُمُعَةِ ثَمَانِينَ مَرَّةً  
 غُفِرَتْ لَهُ ذُنُوبُهُ ثَمَانِينَ  
 عَامًا.

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدسؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ مجھ پر درود پڑھنا پل صراط پر گزرنے کے وقت نور ہے اور جو شخص جمعہ کے دن اسی دفعہ مجھ پر درود بھیجے اس کے اسی سال کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

﴿ذكره السخاوي من عدة روايات ضعيفة بالفاظ مختلفة﴾

﴿فائدہ﴾ علامہ سخاویؒ نے قول بدیع میں اس حدیث کو متعدد روایات سے جن پر ضعف کا حکم بھی لگایا ہے نقل کیا ہے اور صاحب اتحاف نے بھی شرح احیاء میں اس حدیث کو مختلف طرق سے نقل کیا ہے اور محدثین کا قاعدہ ہے کہ ضعیف روایت بالخصوص جبکہ وہ متعدد طرق سے نقل کی جائے فضائل میں معتبر ہوتی ہے۔ غالباً اسی وجہ سے جامع الصغیر میں ابوہریرہؓ کی اس حدیث پر حسن کی علامت لگائی ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے شرح شفا میں جامع الصغیر کے حوالہ سے بروایت طبرانی و دارقطنی اس حدیث کو نقل کیا ہے۔



علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی نقل کی جاتی ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں یہ نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد اپنی جگہ سے اٹھنے سے پہلے اُتشی مرتبہ یہ درود شریف پڑھے :

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰی اٰلِهِ وَ  
سَلِّمْ تَسْلِيْمًا

اُس کے اُتشی سال کے گناہ معاف ہوں گے اور اُتشی سال کی عبادت کا ثواب اس کے لئے لکھا جائے گا۔

دارقطنی کی ایک روایت میں حضور ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن مجھ پر اُتشی مرتبہ درود شریف پڑھے اُس کے اُتشی سال کے گناہ معاف کئے جائیں گے۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ درود کس طرح پڑھا جائے؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا :

” اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَنَبِيِّكَ وَرَسُولِكَ  
النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ “

اور یہ پڑھ کر ایک انگلی بند کر لے۔ انگلی بند کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انگلیوں پر شمار کیا جائے۔

نبی کریم ﷺ سے انگلیوں پر گننے کی ترغیب وارد ہوتی ہے اور ارشاد ہوا کہ انگلیوں پر گنا کرو، اس لئے کہ قیامت میں ان کو گویائی دی جائے گی اور ان سے پوچھا جائے گا جیسا کہ فضائل ذکر کی فصل دوم کی حدیث ۱۸ میں یہ مضمون تفصیل سے ذکر کیا جا چکا۔

ہم لوگ اپنے ہاتھوں سے سینکڑوں گناہ کرتے ہیں، جب قیامت کے دن



پیشی کے وقت میں ہاتھ اور انگلیاں وہ ہزاروں گناہ گنوائیں جو ان سے زندگی میں  
کئے گئے ہیں تو ان کے ساتھ کچھ نیکیاں بھی گنوائیں جو ان سے کی گئی ہیں یا ان سے گئی گئی  
ہیں۔ دارقطنی کی اس روایت کو حافظ عراقی نے حسن بتلایا ہے۔

حضرت علیؓ سے حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص  
جمعہ کے دن سو مرتبہ درود پڑھے اُس کے ساتھ قیامت کے دن ایک ایسی روشنی  
آئے گی کہ اگر اس روشنی کو ساری مخلوق پر تقسیم کیا جائے تو سب کو کافی ہو جائے۔

حضرت سہل بن عبد اللہ سے نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد  
”اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلِّمْ“ اُنتی دفعہ  
پڑھے اُس کے اُنتی سال کے گناہ معاف ہوں۔

علامہ سخاویؒ نے ایک دوسری جگہ حضرت انسؓ کی حدیث  
سے حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے اور وہ قبول ہو جائے  
تو اُس کے اُنتی سال کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

حضرت تھانویؒ نے زوائد السعید میں بحوالہ در مختار اصہبانی سے  
بھی حضرت انسؓ کی اس حدیث کو نقل فرمایا ہے۔ علامہ شامیؒ نے اس میں  
طویل بحث کی ہے کہ درود شریف میں بھی مقبول اور غیر مقبول ہوتے ہیں یا نہیں  
شیخ ابوسلیمان دارانیؒ سے نقل کیا ہے کہ ساری عبادتوں میں مقبول اور مردود ہونے  
کا احتمال ہے لیکن حضور اقدس ﷺ پر تو درود شریف قبول ہی ہوتا ہے اور  
بھی بعض صوفیا سے یہی نقل کیا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی خَلْقِكَ مِنْ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

(۵) عَنْ رُوَيْفِعِ بْنِ ثَابِتٍ  
الْأَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ

حضرت رُوَيْفِعُ بْنُ حُضْرٍ اقدس ﷺ  
کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں جو شخص



رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ قَالَ  
 اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ  
 وَأَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ  
 عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَجَبَتْ  
 لَهُ شَفَاعَتِي.

اس طرح کہے اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى  
 مُحَمَّدٍ وَأَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ  
 الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ  
 اُس کے لئے میری شفاعت  
 واجب ہو جاتی ہے۔

(رواہ البزار والطبرانی فی الکبیر والذمط وبعض اسانید حسن کذا فی الترغیب)

﴿فائدہ﴾ درود شریف کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے:

وہاے اللہ آپ محمد (ﷺ) پر درود بھیجئے اور ان کو قیامت کے

دن ایسے مبارک ٹھکانے پر پہنچائیے جو آپ کے نزدیک مُقَرَّب ہو۔

اللہ عَلَیْهِ  
 وَآلِهِ  
 وَسَلَّمَ

علماء کے مُقْعَد مُقَرَّب، یعنی مقرب ٹھکانے میں مختلف اقوال ہیں۔ علامہ سخاوی  
 کہتے ہیں کہ محتمل ہے کہ اس سے وسیلہ مراد ہو یا مقام محمود، یا آپ کا عرش پر شریف  
 رکھنا یا آپ کا وہ مقام عالی جو سب سے اعلیٰ و ارفع ہے۔ حزرِ ثمین میں لکھا ہے  
 کہ مُقْعَد کو مُقَرَّب کے ساتھ اس لئے موصوف کیا ہے کہ جو شخص اس میں ہوتا ہے وہ  
 مُقَرَّب ہوتا ہے۔ اس وجہ سے گویا اس مکان ہی کو مقرب قرار دیا اور اس کے  
 مُصَدِّق میں علاوہ ان اقوال کے جو سخاوی سے گزرے ہیں کُرسی پر شریف فرما  
 ہونے کا اضافہ کیا ہے۔

ملا علی قاری کہتے ہیں کہ مُقْعَد مُقَرَّب سے مراد مقام محمود ہے اس لئے کہ روایت  
 میں یَوْمَ الْقِيَمَةِ کا لفظ ذکر کیا گیا ہے اور بعض روایات میں الْمُقَرَّب عِنْدَكَ فِي الْجَنَّةِ  
 کا لفظ آیا ہے، یعنی وہ ٹھکانا جو جنت میں مُقَرَّب ہو۔ اس بناء پر اس سے مراد  
 وسیلہ ہوگا جو جنت کے درجات میں سب سے اعلیٰ درجہ ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے لئے دو مقام علیحدہ علیحدہ



ہیں۔ ایک مقام تو وہ ہے جبکہ حضور اقدس ﷺ شفاعت کے میدان میں عرشِ معلیٰ کے دائیں جانب ہوں گے جس پر اولین و آخرین سب کو رشک ہوگا اور دوسرا آپ کا مقام جنت میں جس کے اوپر کوئی درجہ نہیں۔

بخاری شریف کی ایک بہت طویل حدیث میں جس میں نبی کریم ﷺ کا بہت طویل خواب جس میں حضور اقدس ﷺ نے دوزخ جنت وغیرہ اور زنا کار سود خور وغیرہ لوگوں کے ٹھکانے دیکھے اس کے اخیر میں ہے کہ پھر وہ دونوں فرشتے مجھے ایک گھر میں لے گئے جس سے زیادہ حسین اور بہتر مکان میں نے نہیں دیکھا تھا۔ اُس میں بہت سے بوڑھے اور جوان عورتیں اور بچے تھے اس کے بعد وہاں سے نکال کر مجھے وہ ایک درخت پر لے گئے، وہاں ایک مکان پہلے سے بھی بڑھیا تھا۔ میرے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ پہلا مکان عام مسلمانوں کا ہے اور یہ شہداء کا۔ اس کے بعد انہوں نے کہا ذرا اوپر سر اٹھائیے تو میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو ایک ابر سانظر آیا میں نے کہا کہ میں اس کو بھی دیکھ لوں، ان دونوں فرشتوں نے کہا ابھی آپ کی عمر باقی ہے جب پوری ہو جاتے گی جب آپ اس میں تشریف لے جائیں گے۔

درود شریف کی مختلف احادیث میں مختلف الفاظ پر شفاعت واجب ہونے کا وعدہ پہلے بھی گزر چکا آئندہ بھی آرہا ہے۔ کسی قیدی یا مجرم کو اگر یہ معلوم ہو جائے کہ حاکم کے یہاں فلاں شخص کا اثر ہے اور اس کی سفارش حاکم کے یہاں بڑی وقیع ہوتی ہے تو اس سفارشی کی خوشامد میں کتنی دوڑ دھوپ کی جاتی ہے۔ ہم میں سے کون سا ایسا ہے جو بڑے سے بڑے گناہ کا مجرم نہیں اور حضور اقدس ﷺ جیسا سفارشی جو اللہ کا حبیب سارے رسولوں اور تمام مخلوق کا سردار وہ کسی آسان چیز پر اپنی سفارش کا وعدہ اور وعدہ بھی ایسا تو لگد کہ فرماتے ہیں کہ مجھ پر اس کی سفارش واجب ہے پھر بھی اگر کوئی شخص اس سے فائدہ نہ اٹھاتے تو کس قدر خسارہ کی بات ہے۔ لغویات



میں اوقات ضائع کرتے ہیں۔ فضول باتوں بلکہ غیبت وغیرہ گناہوں میں قیمتی اوقات کو برباد کرتے ہیں ان اوقات کو درود شریف میں اگر خرچ کیا جائے تو کتنے فوائد حاصل ہوں گے

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى اِمَامِنَا  
 (۶) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ  
 قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ  
 قَالَ جَزَى اللَّهُ عَنْهُ  
 مُحَمَّدًا اَمَّا هُوَ اَهْلُهُ  
 اَتَعَبَ سَبْعِينَ كَاتِبًا  
 اَلْفَ صَبَاحٍ  
 عَلٰى حَبِيْبِكَ يَرْحَمُكَ كُلُّ نَفْسٍ  
 حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا  
 ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص یہ دعا کہے  
 جَزَى اللّٰهُ عَنْنَا مُحَمَّدًا اَمَّا هُوَ اَهْلُهُ  
 (ترجمہ): اللہ جل شانہ، جزا دے محمد  
 کو ہم لوگوں کی طرف سے جس بدے کے  
 وہ مستحق ہیں تو اس کا ثواب ستر فرشتوں

کو ایک ہزار دن تک مشقت میں ڈالے گا۔

﴿رواہ الطبرانی فی الکبیر والاولیٰ وسط کذا فی الترغیب بسط السخاوی فی تخریجہ لفظہ﴾

اتعب سبعین مملک الف صباح

﴿فائدہ﴾ نزہۃ المجالس میں بروایت طبرانی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص صبح و شام یہ درود پڑھا کرے اَللّٰهُمَّ رَبِّ مُحَمَّدٍ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَاجْزِ مُحَمَّدًا اَهْلًا  
 مَا هُوَ اَهْلُهُ۔ وہ اس کا ثواب لکھنے والوں کو ایک ہزار دن تک مشقت میں ڈالے رکھے گا۔ مشقت میں ڈالے گا کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایک ہزار دن تک اس کا ثواب لکھتے لکھتے تھک جائیں گے۔ بعض علماء نے ”جس بدلے کے وہ مستحق ہیں“ کی جگہ ”جو بدلہ اللہ کی شان کے مناسب ہے“ لکھا ہے۔ یعنی جتنا بدلہ عطا کرنا تیری شایان شان ہو وہ عطا فرما اور اللہ تعالیٰ کی شان کے مناسب بالخصوص



اپنے محبوب کے لئے ظاہر ہے کہ بے انتہا ہوگا۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک طویل دُرود شریف کے ذیل میں نقل کیا گیا ہے کہ وہ اپنے دُرود شریف میں یہ الفاظ بھی پڑھا کرتے تھے :

”وَاجْزِہْ عَنَّا خَيْرَ مَا جَزَيْتَ نَبِيًّا عَنْ أُمَّتِهِ (اے اللہ

حضور ﷺ کو ہماری طرف سے اس سے زیادہ بہتر بدلہ عطا فرمائیے جتنا کسی

نبی کو اس کی اُمت کی طرف سے آپ نے عطا فرمایا)

ایک اور حدیث میں نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص یہ الفاظ پڑھے ”اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَوةً تَكُوْنُ لَكَ رِضًا وَلِحَقًّا اَدَاءً وَاعْطٰہِ الْوَسِيْلَةَ وَالْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ الَّذِي وَعَدْتَهُ وَاجْزِہْ عَنَّا مَا هُوَ اَهْلُهُ وَاجْزِہْ عَنَّا مِنْ اَفْضَلِ مَا جَزَيْتَ نَبِيًّا عَنْ أُمَّتِهِ وَصَلِّ عَلٰی جَمِيْعِ اِخْوَانِهِ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصّٰلِحِيْنَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔ جو شخص سات جمعوں تک ہر جمعہ کو سات مرتبہ اس دُرود کو پڑھے اس کے لئے میری شفاعت واجب ہے۔

ایک علامہ جو ابن المشہر کے نام سے مشہور ہیں یوں کہتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اللہ جلّ شانہ کی ایسی حمد کرے جو اس سب سے زیادہ افضل ہو جو اب تک اُس کی مخلوق میں سے کسی نے کی ہو اولین و آخرین اور ملائکہ مقربین آسمان والوں اور زمین والوں سے بھی افضل ہو اور اسی طرح یہ چاہے کہ حضور اقدس ﷺ پر ایسا دُرود شریف پڑھے جو اس سب سے افضل ہو جتنے دُرود کسی نے پڑھے ہیں اور اسی طرح یہ بھی چاہتا ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ شانہ سے کوئی ایسی چیز مانگے جو اس سب سے افضل ہو جو کسی نے مانگی ہو تو وہ یہ پڑھا کرے :

”اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا اَنْتَ اَهْلُهُ فَصَلِّ عَلٰی



مُحَمَّدٍ كَمَا أَنْتَ أَهْلُهُ وَافْعَلْ بِنَا مَا أَنْتَ أَهْلُهُ  
فَإِنَّكَ أَنْتَ أَهْلُ التَّقْوَى وَ أَهْلُ الْمَغْفِرَةِ۔“ جس کا  
ترجمہ یہ ہے: اے اللہ تیرے ہی لیے حمد ہے جو تیری شان کے مناسب ہے پس تو  
محمد ﷺ پر درود بھیج جو تیری شان کے مناسب ہے اور ہمارے ساتھ بھی وہ  
معاملہ کر جو تیری شایان شان ہو۔ بیشک تو ہی اس کا مستحق ہے کہ تجھ سے ڈرا جائے  
اور مغفرت کرنے والا ہے۔“

ابو الفضل قومانی کہتے ہیں کہ ایک شخص خراسان سے میرے پاس آیا اور اس نے  
یہ بیان کیا کہ میں مدینہ پاک میں تھا۔ میں نے حضور اقدس ﷺ کی خواب میں زیارت  
کی تو حضور ﷺ نے مجھ سے یہ ارشاد فرمایا جب تو ہمدان جائے تو ابو الفضل بن زیرک  
کو میری طرف سے سلام کہہ دینا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کیا بات ابو حضور  
نے ارشاد فرمایا کہ وہ مجھ پر روزانہ سومرتبہ یا اس سے بھی زیادہ یہ درود پڑھا کرتا ہے۔  
”اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ جَزَى اللَّهُ  
مُحَمَّدًا أَصْلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَا مَا هُوَ أَهْلُهُ۔“ ابو الفضل کہتے ہیں کہ  
اس شخص نے قسم کھائی کہ وہ مجھے یا میرے نام کو حضور اقدس ﷺ کے خواب میں بتانے  
سے پہلے نہیں جانتا تھا۔ ابو الفضل کہتے ہیں کہ میں نے اُس کو کچھ غلہ دینا چاہا تو اُس نے  
یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں حضور اقدس ﷺ کے پیام کو بیچتا نہیں (یعنی اس کا کوئی  
معاوضہ نہیں لیتا) ابو الفضل کہتے ہیں کہ اس کے بعد پھر میں نے اس شخص کو نہیں دیکھا۔  
(بریل)

اس نوع کا ایک دوسرا قصہ حکایات میں ۳۹ پر آ رہا ہے

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَى خَلْقِكَ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ  
(۷) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ۞ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ حضور اقدس ﷺ



عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ أَتَى  
 سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ إِذَا  
 سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا  
 مِثْلَ مَا يَقُولُ ثُمَّ صَلُّوا  
 عَلَى فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَى  
 صَلَوةٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرًا  
 ثُمَّ سَأَلَ اللَّهَ فِي الْوَسِيلَةِ  
 فَإِنَّهَا مَنُورَةٌ فِي الْجَنَّةِ  
 لَا تَنبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ  
 عِبَادِ اللَّهِ وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ  
 أَنَا هُوَ فَمَنْ سَأَلَ لِحَافِ  
 الْوَسِيلَةِ حَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّفَاعَةُ

کا ارشاد نقل کرتے ہیں جب تم اذان  
 سنا کرو تو ترجمہ الفاظ مؤذن کہے وہی تم  
 کہا کرو ۱۰ اس کے بعد مجھ پر درود بھیجا  
 کرو اس لئے کہ جو شخص مجھ پر ایک دفعہ  
 درود بھیجتا ہے اللہ جل شانہ اس پر  
 دس دفعہ درود بھیجتے ہیں پھر اللہ جل شانہ  
 سے میرے لئے وسیلہ کی دعا کیا کرو  
 وسیلہ جنت کا ایک درجہ ہے جو صرف  
 ایک ہی شخص کو ملے گا اور مجھے اُمید ہے  
 کہ وہ ایک شخص میں ہی ہوں۔ پس جو  
 شخص میرے لئے اللہ سے وسیلہ کی دعا  
 کرے گا اُس پر میری شفاعت اُتر پڑے گی۔

﴿رواہ مسلم و ابوداؤد و الترمذی کذا فی الترغیب﴾

﴿فائدہ﴾ ”اُتر پڑے گی“ کا مطلب یہ ہے کہ محقق ہو جائے گی۔ اس لئے  
 کہ بعض روایات میں اس کی جگہ یہ ارشاد ہے کہ اس کے لئے میری شفاعت واجب  
 ہو جائے گی۔

بخاری شریف کی ایک حدیث میں یہ ہے کہ جو شخص اذان سنے اور یہ دعا  
 پڑھے ”اللَّهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةُ التَّامَّةُ وَالصَّلَاةُ الْقَائِمَةُ أَسْأَلُ  
 مُحَمَّدَ الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودَ الَّذِي وَعَدْتَنِي“  
 اُس کے لئے میری شفاعت اُتر جاتی ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ جب حضور اقدس ﷺ



اذانِ سُنتے تو خود بھی یہ دعا پڑھتے ”اَللّٰهُمَّ رَبَّ هَذِهِ الدَّعْوَةِ الْمَسَامَةِ  
وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ سُوْلَةَ يَوْمِ الْقِيَمَةِ  
اور حضور ﷺ اتنی آواز سے پڑھا کرتے تھے کہ پاس والے اس کو سُنتے تھے۔

اور بھی مُتَعَدِّد احادیث سے علامہ سخاویؒ نے یہ مضمون نقل کیا ہے اور حضرت  
ابو ہریرہؓ سے حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جب تم مجھ پر درود پڑھا  
کر تو میرے لئے وسیلہ بھی مانگا کرو۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ وسیلہ کیا چیز ہے؟  
حضور ﷺ نے فرمایا کہ جنت کا اعلیٰ درجہ ہے جو صرف ایک ہی شخص کو ملے گا اور مجھے  
یہ اُمید ہے کہ وہ شخص میں ہی ہوں گا۔

علامہ سخاویؒ کہتے ہیں کہ وسیلہ کے اصل معنی نُفْت میں تو وہ چیز ہے کہ  
جس کی وجہ سے کسی بادشاہ یا کسی بڑے آدمی کی بارگاہ میں تَقَرُّب حاصل کیا جاتے لیکن اس  
جگہ ایک عالی درجہ مراد ہے، جیسا کہ خود حدیث میں وارد ہے کہ وہ جنت کا ایک درجہ  
ہے اور قرآن پاک کی آیت وَابْتَغُوا إِلَيَّ الْوَسِيلَةَ میں آئمہ تفسیر کے دو قول ہیں  
ایک تو یہ کہ اس سے وہی تَقَرُّب مراد ہے جو اُوپر گزرا۔ حضرت ابن عباسؓ مجاہد  
عطاء وغیرہ سے یہی قول نقل کیا گیا ہے۔ قتادہؓ کہتے ہیں اللہ کی طرف تَقَرُّب  
حاصل کرو اس چیز کے ساتھ جو اس کو راضی کر دے۔

واحدی، لغوی، زمخشریؒ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے کہ وسیلہ ہر وہ چیز ہے  
جس سے تَقَرُّب حاصل کیا جاتا ہو۔ قرابت ہو یا کوئی عمل اور اس قول میں نبی کریم ﷺ  
کے ذریعہ سے تَوَسُّل حاصل کرنا بھی داخل ہے۔ اھ

علامہ جزیریؒ نے حصن حصین میں آدابِ دُعا میں لکھا ہے:

”وَأَنْ يَتَوَسَّلَ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى بِأَنْبِيَائِهِ (خ و مص)

وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِهِ (خ) یعنی ”تَوَسُّل حاصل کرے اللہ جلّ شانہ



کی طرف اُس کے انبیاء کے ساتھ "جیسا کہ بخاری، مُسند بزار اور حاکم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے اور "اللہ کے نیک بندوں کے ساتھ" جیسا کہ بخاری سے معلوم ہوتا ہے۔

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اور دوسرا قول آیت شریفہ میں یہ ہے کہ اس سے مراد محبت ہے۔ یعنی اللہ کے محبوب بنو، جیسا کہ ماوردی وغیرہ نے ابو زید سے نقل کیا ہے اور حدیث پاک میں فضیلت سے مراد وہ مرتبہ عالیہ ہے جو ساری مخلوق سے اونچا ہو اور احتمال ہے کوئی اور مرتبہ مراد ہو یا وسیلہ کی تفسیر ہو اور مقام محمود ہی ہے جس کو اللہ جل شانہ نے اپنے کلام پاک میں سورۃ بنی اسرائیل میں ارشاد فرمایا:

عَلَىٰ أَنْ يَتَّبِعَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا (ترجمہ) اُمید

ہے کہ پہنچائیں گے آپ کو آپ کے رب مقام محمود میں۔

مقام محمود کی تفسیر میں علماء کے چند اقوال ہیں، یہ کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی اُمت کے اُوپر گواہی دینا ہے اور کہا گیا ہے کہ حمد کا جھنڈا جو قیامت کے دن آپ کو دیا جائے گا مراد ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اللہ جل شانہ نے آپ کو قیامت کے دن عرش پر اور بعض نے کہا کرسی پر بٹھانے کو کہا ہے۔ ابن جوزی نے ان دونوں قولوں کو بڑی جماعت سے نقل کیا ہے اور بعضوں نے کہا کہ اس سے مراد شفاعت ہے اس لئے کہ وہ ایسا مقام ہے کہ اس میں اولین و آخرین سب ہی آپ کی تعریف کریں گے۔

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاذ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے اتباع میں کہتے ہیں:

"ان اقوال میں کوئی منافات نہیں اس واسطے کہ احتمال ہے کہ عرش و

کرسی پر بٹھانا شفاعت کی اجازت کی علامت ہو اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف فرما

ہو جائیں تو اللہ جل شانہ ان کو حمد کا جھنڈا عطا فرمائے اور اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم



اپنی اُمت پر گواہی دیں :-

ابن حبان کی ایک حدیث میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ اللہ جلّ شانہ قیامت کے دن لوگوں کو اٹھائیں گے۔ پھر مجھے ایک سبز جوڑا پہنائیں گے، پھر میں وہ کہوں گا جو اللہ چاہیں۔ پس یہی مقام محمود ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ”پھر میں کہوں گا“ سے مراد وہ حمد و ثناء ہے جو حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت سے پہلے کہیں گے اور مقام محمود ان سب چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے جو اس وقت میں پیش آئیں گی۔ انتہی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مطلب کہ ”میں وہ کہوں گا جو اللہ تعالیٰ چاہیں گے“ حدیث کی کتابوں بخاری مسلم شریف وغیرہ میں شفاعت کی طویل حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ جب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کروں گا تو سجدہ میں گر جاؤں گا۔ اللہ جلّ شانہ مجھے سجدہ میں جب تک چاہیں گے پڑا رہنے دیں گے۔ اس کے بعد اللہ جلّ شانہ کا ارشاد ہو گا محمد سر اٹھاؤ اور کہو تمہاری بات سنی جاتے گی، سفارش کرو قبول کی جائے گی، مانگو تمہارا سوال پورا کیا جائے گا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اس پر میں سجدہ سے سر اٹھاؤں گا، پھر اپنے رب کی وہ حمد و ثنا کروں گا جو اس وقت میرا رب مجھے الہام کرے گا، پھر میں اُمت کے لئے سفارش کروں گا۔ بہت لمبی حدیث سفارش کی ہے جو مشکوٰۃ میں بھی مذکور ہے ۷

ہاں ہاں اجازت ہے تجھے ❖ آج عزت ہے تجھے  
زیب شفاعت ہے تجھے ❖ بے شک یہ ہے حصّہ ترا

یہاں ایک بات قابلِ لحاظ ہے کہ اُدپر کی دُعا میں الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ کے بعد الدَّرَجَةِ الرَّفِيعَةِ کا لفظ بھی مشہور ہے۔ محدثین فرماتے



میں کہ یہ لفظ اس حدیث میں ثابت نہیں۔ البتہ بعض روایات میں جیسا کہ حصن حصین میں بھی ہے اس کے اخیر میں إِنَّكَ لَا تَخْلِفُ الْمِيعَادَ کا اضافہ بھی ہے۔

يَا أَيُّهَا صَلَوَاتُكَ وَسَلَامُكَ يَا أَيُّهَا الْمَلِكُ عَلَى خَلِيفَتِكَ يَا خَلِيفَتُكَ يَا خَلِيفَتُكَ

(۸) عَنْ أَبِي مُعَيْدٍ أَوْ أَبِي  
أُسَيْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ  
أَحَدُكُمْ فِي الْمَسْجِدِ  
فَلْيُسَلِّمْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لِيَقُلْ  
اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ  
رَحْمَتِكَ وَإِذَا خَرَجَ مِنَ  
الْمَسْجِدِ فَلْيُسَلِّمْ عَلَى  
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
ثُمَّ لِيَقُلْ اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي  
أَبْوَابَ فَضْلِكَ.

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے  
کہ جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں  
داخل ہوا کرے تو نبی (کریم) ﷺ  
پر سلام بھیجا کرے پھر یوں کہا کرے  
”اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ“  
”اے اللہ میرے لیے اپنی رحمت کے  
دروازے کھول دے“ اور جب مسجد  
سے نکلا کرے تب بھی نبی (کریم) ﷺ  
پر سلام بھیجا کرے اور یوں کہا کرے  
”اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ فَضْلِكَ“  
”اے اللہ میرے لیے اپنے فضل (یعنی  
روزی) کے دروازے کھول دے“

(اخرجه ابو عوانة في صحيحه و ابو داود والنسائي وابن خزيمة وابن حبان في صحيحهم اكداف لابن)

(فائدہ) مسجد میں جانے کے وقت رحمت کے دروازے کھلنے کی وجہ یہ

ہے کہ جو مسجد میں جاتا ہے وہ اللہ کی عبادت میں مشغول ہونے کے لیے جاتا ہے وہ اللہ کی رحمت کا  
زیادہ محتاج ہے کہ وہ اپنی رحمت سے عبادت کی توفیق عطا فرماتے۔ پھر اس کو قبول فرماتے۔  
مظاہر حق میں لکھا ہے :

”دروازے رحمت کے کھول بسبب برکت اس مکان شریف کے

یا بسبب توفیق دینے نماز کی اس میں یا بسبب کھولنے حقائق نماز کے اور مراد  
فصل سے رزق حلال ہے کہ بعد نکلنے کے نماز سے اس کی طلب کو جاتا ہے۔ (۱۷)  
اس میں قرآن پاک کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے جو سورۃ جمعہ میں وارد  
ہے فَإِذَا أَقْضَيْتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ  
فَضْلِ اللَّهِ۔

علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے نقل کیا ہے کہ جب  
مسجد میں داخل ہوا کرو تو حضور ﷺ پر درود بھیجا کرو اور حضور اقدس ﷺ کی  
صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ  
جب مسجد میں داخل ہوتے تو درود و سلام بھیجتے محمد ﷺ پر (یعنی خود اپنے اوپر)  
اور پھر یوں فرماتے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ  
اور جب مسجد سے نکلتے تب بھی اپنے اوپر درود و سلام بھیجتے اور فرماتے اَللّٰهُمَّ  
اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ جب مسجد میں  
داخل ہوتے تو پڑھا کرتے بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ اور جب باہر  
تشریف لاتے تب بھی یہ پڑھا کرتے بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا گیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے اپنے  
نواسے حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ دعا سکھلائی تھی کہ جب وہ مسجد میں داخل ہوا  
کریں تو حضور اقدس ﷺ پر درود بھیجا کریں اور یہ دعا پڑھا کریں اَللّٰهُمَّ  
اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَافْتَحْ لَنَا اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ اور جب نکلا کریں جب بھی یہی  
دعا پڑھا کریں اور اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ کی جگہ اَبْوَابَ فَضْلِكَ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ



جب کوئی شخص تم میں سے مسجد میں جایا کرے تو حضور ﷺ پر سلام پڑھا کرے اور یوں کہا کرے اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ اور جب مسجد سے نکلا کرے تو حضور ﷺ پر سلام پڑھا کرے اور یوں کہا کرے اَللّٰهُمَّ اغْنِنِيْ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ۔

حضرت کعبؓ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کہا میں تجھے دو باتیں بتاتا ہوں انہیں بھولنا مت۔ ایک یہ کہ جب مسجد میں جائے تو حضور ﷺ پر درود بھیجے اور یہ دُعا پڑھے اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ اور جب باہر نکلے (مسجد سے) تو یہ دُعا پڑھا کر اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَ احْفَظْنِيْ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ۔

اور بھی بہت سے صحابہؓ اور تابعینؓ سے یہ دُعائیں نقل کی گئی ہیں۔ صاحب حصین نے مسجد میں جانے کی اور مسجد سے نکلنے کی متعدد دعائیں مختلف احادیث سے نقل کی ہیں۔ ابو داؤد شریف کی روایت سے مسجد میں داخل ہونے کے وقت یہ دُعا نقل کی ہے:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَ بِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَ سُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ (میں پناہ مانگتا ہوں اس اللہ کے ذریعہ سے جو بڑی عظمت والا ہے اور اُس کی کریم ذات کے ذریعہ سے

اور اس کی قدیم بادشاہت کے ذریعہ سے شیطان مردود کے حملہ سے)

حصین حصین میں تو اتنا ہی ہے لیکن ابو داؤد میں اس کے بعد حضور اقدس ﷺ کا یہ پاک ارشاد بھی نقل کیا ہے کہ جب آدمی یہ دُعا پڑھتا ہے تو شیطان یوں کہتا ہے کہ مجھ سے تو یہ شخص شام تک کے لئے محفوظ ہو گیا۔ اس کے بعد صاحب حصین مختلف احادیث سے نقل کرتے ہیں کہ جب مسجد میں داخل ہو تو بسم اللہ والسلام



عَلَى رَسُولِ اللَّهِ كَبِهْ - ایک اور حدیث میں وَ عَلَى سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ ہے اور ایک حدیث میں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى اٰلِ مُحَمَّدٍ ہے اور مسجد میں داخل ہونے کے بعد اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ پڑھے اور جب مسجد سے نکلنے لگے جب بھی حضور اقدس ﷺ پر سلام پڑھے بِسْمِ اللّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ - اور ایک حدیث میں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى اٰلِ مُحَمَّدٍ اَللّٰهُمَّ اَعْصِنِي مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ہے -

يَا بَارِئُ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى اَمَّا اَبَدًا عَلَى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

(۹) حضور اقدس ﷺ کی خواب میں زیارت کی تمنا کونسا مسلمان ایسا کرے جس کو نہ ہو لیکن عشق و محبت کی بقدر اس کی تمنا میں بڑھتی رہتی ہیں اور اکابر و شاخ نے بہت سے اعمال اور بہت سے درودوں کے متعلق اپنے تجربات تحریر کیے ہیں کہ ان پر عمل سے سید الکونین ﷺ کی خواب میں زیارت نصیب ہوتی -

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے قول بدیع میں محمد و حضور اقدس ﷺ کا بھی ایک ارشاد نقل کیا ہے - مَنْ صَلَّى عَلَى رُوْحِ مُحَمَّدٍ فِي الْاَرْوَاحِ وَعَلَى جَسَدِهِ فِي الْاَجْسَادِ وَعَلَى قَبْرِهٖ فِي الْقُبُوْرِ "جو شخص رُوْحِ مُحَمَّدٍ ﷺ پر ارواح میں اور آپ کے جسد اطہر پر بدنوں میں اور آپ کی قبر مبارک پر قبور میں درود بھیجے گا وہ مجھے خواب میں دیکھے گا اور جو مجھے خواب میں دیکھے گا وہ قیامت میں دیکھے گا اور جو مجھے قیامت میں دیکھے گا میں اُس کی سفارش کروں گا اور جس کی میں سفارش کروں گا وہ میرے حوض سے پانی پئے گا اور اللہ جل شانہ اُس کے بدن کو جہنم پر حرام فرمادیں گے - علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابوالقاسم بستی نے اپنی کتاب میں یہ حدیث نقل کی ہے مگر مجھے اب تک اس کی اصل نہیں ملی - دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ جو شخص یہ ارادہ کرے کہ نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھے



وہ یہ درود پڑھے :

”اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ كَمَا أَمَرْتَنَا أَنْ نُصَلِّيَ عَلَيْهِ  
اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ كَمَا هُوَ أَهْلُهُ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى  
مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضَى“

جو شخص اس درود شریف کو طاق عدد کے موافق پڑھے گا وہ حضور اقدس ﷺ کی خواب میں زیارت کرے گا اور اس پر اس کا اضافہ بھی کرنا چاہیے۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى رُوحِ مُحَمَّدٍ فِي الْأَرْوَاحِ، اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى جَسَدِ  
مُحَمَّدٍ فِي الْأَجْسَادِ، اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى قَبْرِ مُحَمَّدٍ فِي الْقُبُورِ۔

حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ زاد السعید میں تحریر فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ لذیذ تر اور شیریں تر خاصیت درود شریف کی یہ ہے کہ اس کی بدولت عثمان کو خواب میں حضور پر نور ﷺ کی دولت زیارت میسر ہوتی ہے بعض درودوں کو بالخصوص بزرگوں نے آزمایا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب ترغیب اہل السعادات میں لکھا ہے کہ شب جمعہ میں دو رکعت نماز نفل پڑھے اور ہر رکعت میں گیارہ بار آیت الکرسی اور گیارہ بار قل ھو اللہ . . . . . اور بعد سلام تنواریہ درود شریف پڑھے ، انشاء اللہ تین جمعے نہ گزرنے پائیں گے کہ زیارت نصیب ہوگی۔ وہ درود شریف یہ ہے :

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَالْإِ  
وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ

دیگر شیخ موصوف نے لکھا ہے کہ جو شخص دو رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں بعد الحمد کے پچیس بار قل ھو اللہ اور بعد سلام کے یہ درود شریف ہزار



مرتبہ پڑھے دولت زیارت نصیب ہو وہ یہ ہے ”صَلِّ اللّٰهُ عَلَی النَّبِیِّ  
الْاَذْقِی“ دیگر نیز شیخ موصوف نے لکھا ہے کہ سوتے وقت ستر بار اس درود کو  
پڑھنے سے زیارت نصیب ہو :

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِخَيْرِ اَنْوَارِكَ وَمَعْدِنِ اسْرَارِكَ  
وَلِسَانِ حُجَّتِكَ وَعَرْوَسِ مَمْلَكَتِكَ وَلَا مَا مِنْ حَضْرَتِكَ وَطِرَارِ  
مُلْكِكَ وَخَزَائِنِ رَحْمَتِكَ وَطَرِيقِ شَرِيعَتِكَ الْمُتَلَذِّذِ  
بِمَوْجِدِكَ اِنْسَانُ عَيْنِ الْوُجُوْدِ وَالشَّيْبِ فِي كُلِّ مَوْجُوْدٍ  
عَيْنُ اَعْيَانِ خَلْقِكَ الْمُتَقَدِّمُ مِنْ تَوْرِيضِيَّاتِكَ بِصَلَوَةٍ  
تَدْوُمُ يَدَايِكَ وَتَبْقَى بِبَقَائِكَ لَا مُنْتَهٰی لَهَا دُوْرَ  
عِلْمِكَ بِصَلَوَةٍ تُرْضِيْكَ وَتُرْضِيْهِ وَتَرْضٰی بِهَا عَنَّا يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ  
دیگر اس کو بھی سوتے وقت چند بار پڑھنا زیارت کے لئے شیخ نے لکھا ہے۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّ الْجَلِّ وَالْحَرَامِ وَرَبَّ الْبَيْتِ الْحَرَامِ وَرَبَّ الزَّكَنِ  
وَالْمَقَامِ اَبْلِغْ لِرُوحِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ مِنَّا السَّلَامَ۔

مگر بڑی شرط اس دولت کے حصول میں قلب کا شوق سے پڑھنا اور

ظاہری و باطنی معصیتوں سے بچنا ہے۔ (انتہی)

ہمارے حضرت شیخ المشائخ قطب الارشاد شاہ ولی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ

نے اپنی کتاب نوادر میں بہت سے مشائخ تصوف اور ابدال کے ذریعہ سے  
حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے متعدد اعمال نقل کئے ہیں۔ اگرچہ محدثانہ  
حیثیت سے ان پر کلام ہے لیکن کوئی فقہی مسئلہ نہیں جس میں دلیل اور حجت کی  
ضرورت ہو مبشرات اور منامات ہیں۔ منجملہ ان کے لکھا ہے کہ ابدال میں سے  
ایک بزرگ نے حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے درخواست کی کہ مجھے کوئی عمل



بتائیے جو میں رات کو کیا کروں۔ انہوں نے فرمایا کہ مغرب سے عشاء تک نفلوں میں مشغول رہا کرو، کسی شخص سے بات نہ کرو۔ نفلوں کی دو دو رکعت پر سلام پھیرا ہا کر اور ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورۃ فاتحہ اور تین مرتبہ قل ہو اللہ پڑھتا رہا کرو۔ عشاء کے بعد بھی بغیر بات کیے اپنے گھر چلا جا اور وہاں جا کر دو رکعت نفل پڑھ ہر رکعت میں ایک دفعہ سورۃ فاتحہ اور سات مرتبہ قل ہو اللہ۔ نماز کا سلام پھیرنے کے بعد ایک سجدہ کر جس میں سات دفعہ استغفار، سات مرتبہ درود شریف اور سات دفعہ سبحان اللہ الحمد للہ لا الہ الا اللہ اللہ اکبر لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ پھر سجدہ سے سر اٹھا کر دعائے کے لئے ہاتھ اٹھا اور یہ دعا پڑھ:

”يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ يَا اِلَهَ الْاَوَّلِيْنَ  
وَالْاٰخِرِيْنَ يَا رَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَرَحِيْمَهُمَا  
يَا رَبِّ يَا رَبِّ يَا رَبِّ يَا رَبِّ يَا رَبِّ يَا رَبِّ“

پھر اسی حال میں ہاتھ اٹھاتے ہوئے کھڑا ہوا اور کھڑے ہو کر پھر یہی دعا پڑھ، پھر سجدہ میں جا کر یہی دعا پڑھ، پھر دائیں کروٹ پر قبلہ کی طرف منہ کر کے لیٹ جا اور سونے تک درود شریف پڑھتا رہ، جو شخص یقین اور نیک نیتی کے ساتھ اس عمل پر مداومت کرے گا مرنے سے پہلے حضور اقدس ﷺ کو ضرور خواب میں دیکھے گا بعض لوگوں نے اس کا تجربہ کیا، انہوں نے دیکھا کہ وہ جنت میں گئے وہاں انبیاء کرام علیہم السلام اور سید الکونین ﷺ کی زیارت ہوتی اور ان سے بات کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ اس عمل کے بہت سے فضائل ہیں جن کو ہم نے اختصاراً چھوڑ دیا اور بھی متعدد عمل اس نوع کے حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کئے ہیں۔

علامہ دمیریؒ نے حیوۃ النحیوان میں لکھا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے بعد با وضو ایک پرچہ پر محمد رسول اللہ احمد رسول اللہ پستیس مرتبہ لکھے اور اس



پرچہ کو اپنے ساتھ رکھے۔ اللہ جل شانہ اس کو طاعت پر قوت عطا فرماتا ہے اور اُس کی برکت میں مدد فرماتا ہے اور شیاطین کے وساوس سے حفاظت فرماتا ہے۔ اگر اس پرچہ کو روزانہ طلوع آفتاب کے وقت دُرود شریف پڑھتے ہوئے غور سے دیکھتا رہے تو نبی کریم ﷺ کی زیارت خواب میں کثرت سے ہوا کرے۔

(تنبیہ) کہ خواب میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت ہو جانا بڑی سعادت ہے لیکن دو امر قابل لحاظ ہیں۔ اول وہ جس کو حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے نشر الطیب میں تحریر فرمایا ہے۔ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

”جاننا چاہیے کہ جس کو بیماری میں یہ شرف نصیب نہیں ہوا اُس کے لئے بچنے اس کے خواب میں زیارت سے مشرف ہو جانا سرمایہ تسلی اور فی نفسہ ایک نعمت عظمیٰ دولت کبریٰ ہے اور اس سعادت میں اکتساب کو اصلاً دخل نہیں محض موزوں ہے۔ و بِنِعْمِ الْقَلِيلِ“

ایں سعادت بزورِ بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ  
ترجمہ: اسی نے کیا ہی اچھا کہا ہے ”یہ سعادت قوتِ بازو سے حاصل نہیں ہوتی ہے جب تک اللہ جل شانہ کی طرف سے عطا اور بخشش نہ ہو“

ہزاروں کی عمریں اس حسرت میں ختم ہو گئیں البتہ غالب یہ ہے کہ کثرتِ دُرود شریف و کمالِ اتباعِ سنت و غلبہٗ محبت پر اس کا ترتیب ہو جاتا ہے لیکن چونکہ لازمی اور کلی نہیں اس لئے اس کے نہ ہونے سے مغموم و محزون نہ ہونا چاہیے کہ بعض کے لئے اسی میں حکمت و رحمت ہے۔ عاشق کو رضا محبوب سے کام خواہ وصل ہو تب سحر ہو تب۔ وَاللّٰهُ دَرُّنُ قَالَ“

اَرِيْدُ وصالاً وَاَرِيْدُ هَجْرِي وَاتْرَكَ مَا اَرِيْدُ لِمَا يَرِيْدُ

ترجمہ: (اور اللہ ہی کے لئے خوبی ہے اس کہنے والے کی جس نے کہا کہ میں اُس کا



وصال چاہتا ہوں اور وہ مجھ سے فراق چاہتا ہے۔ میں اپنی خوشی کو اس کی خوشی کے مقابلہ میں چھوڑتا ہوں) قَالَ الْعَارِفُ الشَّيْخُ رَازِيؒ  
فراق و وصل چہ باشد رضا۔ دوست طلب  
کہ حیف باشد از غیہ و امتنائے

(ترجمہ : عارف شیخ رازی فرماتے ہیں ”فراق و وصل کیا ہوتا ہے  
محبوب کی رضا ڈھونڈ کہ محبوب سے اس کی رضا کے سوا امتنا کرنا ظلم ہے“)

اسی سے یہ بھی سمجھ لیا جاوے کہ اگر زیارت ہوگئی مگر طاعت سے رضا حاصل نہ کی تو وہ کافی نہ ہوگی۔ کیا خود حضور اقدس ﷺ کے عہد مبارک میں بہت سے صورۃ زائر معنی ”مہجور اور بعضے صورۃ مہجور جیسے اویس قرنی۔ اویس قرنی معنی ”قرب سے مسرور تھے۔ یعنی حضور اقدس ﷺ کے پاک زمانہ میں کتنے لوگ ایسے تھے جن کو حضور اقدس ﷺ کی ہر وقت زیارت ہوتی تھی لیکن اپنے کُفر و نفاق کی وجہ سے جہنمی رہے اور حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور تابعی ہیں، اکابر صوفیہ میں ہیں، حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں سلمان ہو چکے تھے، لیکن اپنی والدہ کی خدمت کی وجہ سے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے لیکن اس کے باوجود حضور اقدس ﷺ نے صحابہؓ سے ان کا ذکر فرمایا اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو تم میں سے ان سے ملے وہ ان سے اپنے لئے دُعائے مغفرت کرائے۔

ایک روایت میں حضرت عمرؓ سے نقل کیا گیا کہ حضور اللہ ﷺ نے ان سے حضرت اویس کے متعلق فرمایا کہ اگر وہ کسی بات پر قسم کھا بیٹھیں تو اللہ اس کو ضرور پورا کرے تم ان سے دُعائے مغفرت کرانا (إصابہ) ۷

گو تھے اویس دور مگر ہو گئے قریب  
بوجہل تھا قریب مگر دور ہو گیا

دوسرا امر قابل تنبیہ یہ ہے کہ جس شخص نے حضور اقدس ﷺ کو خواب میں دیکھا اُس نے یقیناً اور قطعاً حضور اقدس ﷺ ہی کی زیارت کی۔ روایات صحیحہ سے یہ بات ثابت ہے اور محقق ہے کہ شیطان کو اللہ تعالیٰ نے یہ قدرت عطا نہیں فرمائی کہ وہ خواب میں آکر کسی طرح اپنے آپ کو نبی کریم ﷺ ہونا ظاہر کرے۔ مثلاً یہ کہے کہ میں نبی ہوں یا خواب دیکھنے والا شیطان کو نعوذ باللہ نبی کریم ﷺ سمجھ بیٹھے اس لئے یہ تو ہو ہی نہیں سکتا لیکن اس کے باوجود اگر نبی کریم ﷺ کو اپنی اصل ہیئت میں نہ دیکھے یعنی حضور اقدس ﷺ کو ایسی ہیئت اور حلیہ میں دیکھے جو شان اقدس کے مناسب نہ ہو تو وہ دیکھنے والے کا قصور ہوگا۔ جیسا کہ کسی شخص کی آنکھ پر سُرخ یا سبز یا سیاہ عینک لگا دی جاتے تو جس رنگ کی آنکھ پر عینک ہوگی اُسی رنگ کی سب چیزیں نظر آئیں گی۔ اسی طرح بھینگے کو ایک کے ڈونڈ نظر آتے ہیں۔ اگر نئے ٹائم پیس کی لمبائی میں کوئی شخص اپنا چہرہ دیکھے تو اتنا لمبا نظر آئے گا کہ حد نہیں اور اگر اُس کی چوڑائی میں اپنا چہرہ دیکھے تو ایسا چوڑا نظر آئے گا کہ خود دیکھنے والے کو اپنے چہرہ پر تنہی آجائے گی۔ اسی طرح سے اگر خواب میں حضور اقدس ﷺ کا کوئی ارشاد شریعتِ مطہرہ کے خلاف سُنے تو وہ محتاجِ تعبیر ہے۔ شریعت کے خلاف اس پر عمل کرنا جائز نہیں۔ چاہے کتنے ہی بڑے شیخ اور مقتدی کا خواب ہو۔ مثلاً کوئی شخص دیکھے کہ حضور اقدس ﷺ نے کسی ناجائز کام کے کرنے کی اجازت یا حکم دیا تو وہ درحقیقت حکم نہیں بلکہ ڈانٹ ہے جیسا کہ کوئی شخص اپنی اولاد کو کسی بُرے کام سے روکے اور وہ ماننا نہ ہو تو اُس کو تنبیہ کے طور پر کہا جاتا ہے کہ ”کر اور کر“ یعنی اس کا مزہ چکھاؤں گا اور اسی طرح سے کلام کے مطلب کا سمجھنا جس کو تعبیر کہا جاتا ہے یہ بھی ایک دقیق فن ہے۔

تَعْرِیْرُ الْاَنَامِ فِي تَعْبِيرِ الْاَنَامِ میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے خواب میں یہ دیکھا کہ اس سے ایک فرشتہ نے یہ کہا کہ تیری بیوی تیرے فلاں دوست کے ذریعہ تجھے زہر پلانا چاہتی ہے



ایک صاحب نے اس کی تعبیر یہ دی اور وہ صحیح تھی کہ تیری بیوی اُس فلاں سے زنا کرتی ہے۔ اسی طرح اور بہت سے واقعات اس قسم کے فن تعبیر کی کتابوں میں لکھے ہیں۔

مظاہر حق میں لکھا ہے کہ امام نوویؒ نے کہا ہے کہ صحیح یہی ہے کہ جس نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا اُس نے آنحضرت ﷺ ہی کو دیکھا، خواہ آپؐ کی صفتِ معروفہ پر دیکھا ہو یا اس کے علاوہ اور اختلاف اور تفاوتِ صورتوں کا باعتبار کمال و نقصان دیکھنے والے کے ہے۔ جس نے حضرت ﷺ کو اچھی صورت میں دیکھا بسبب کمالِ دین اپنے کے دیکھا اور جس نے برخلاف اس کے دیکھا بسبب نقصان اپنے دین کے دیکھا۔ اسی طرح ایک نے بڑھا دیکھا، ایک نے جوان اور ایک نے راضی اور ایک نے خفا۔ یہ تمام مبنی ہے اُپر اختلافِ حال دیکھنے والے کے۔ پس دیکھنا آنحضرت ﷺ کا گویا کسوٹی ہے معرفتِ احوال دیکھنے والے کے اور اس میں ضابطہ مفیدہ ہے سالکوں کے لئے کہ اس سے احوال اپنے باطن کا معلوم کر کے علاج اس کا کریں اور اسی قیاس پر بعض از باب تمکین نے کہا ہے کہ جو کلام آنحضرت ﷺ سے خواب میں سُنے تو اُس کو سنتِ قومیہ پر عرض کرے، اگر موافق ہے تو حق ہے، اگر مخالف ہے تو بسببِ خللِ سامعہ اُس کی ہے۔ پس روایتِ ذاتِ کریمہ اور اس چیز کا کہ دیکھی یا سُنی جاتی ہے حق ہے اور جو تفاوت اور اختلاف سے ہے تجھ سے ہے۔

حضرت شیخ علی متقیؒ نقل کرتے ہیں کہ ایک فقیر نے فقراتِ مغرب سے آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ اُس کو شراب پینے کے لئے فرماتے ہیں، اُس نے واسطے رفع اس اشکال کے علماء سے استفتاء کیا کہ حقیقتِ حال کیا ہے ہر ایک عالم نے محل اور تاویل اس کی بیان کی۔ ایک عالم تھے مدینہ میں

نہایت مُتَّبِعِ سُنَّت، ان کا نام شیخ محمد عرات تھا۔ جب وہ استفتاء ان کی نظر سے گزرا فرمایا یوں نہیں جس طرح اُس نے سنا ہے آنحضرت ﷺ نے اُس کو فرمایا کہ لَا تَشْرَبِ الْخَمْرَ یعنی شراب نہ پیا کر۔ اس نے لَا تَشْرَبِ کو اِشْرَبِ سنا۔ حضرت شیخ (عبدالحق) نے اس مقام کو تفصیل سے لکھا ہے اور میں نے مختصر (انتہی مختصراً بتغیر)

جیسا کہ حضرت شیخ نے فرمایا کہ لَا تَشْرَبِ کو اِشْرَبِ سُن یا محتمل ہے لیکن جیسا اس ناکارہ نے اُدپر لکھا اگر اِشْرَبِ الْخَمْرِ ہی فرمایا ہو، یعنی پی شراب تو یہ دھمکی بھی ہو سکتی ہے، جیسا کہ لہجے کے فرق سے اس قسم کی چیزوں میں فرق ہو جایا کرتا ہے۔ سہارنپور سے دہلی جانے والی لائن پر آٹھواں اسٹیشن کھاتولی ہے، مجھے خوب یاد ہے کہ بچپن میں جب میں ابتدائی صرف و نحو پڑھتا تھا اور اس اسٹیشن پر گزر رہا تھا تو اس کے مختلف معنی بہت دیر تک دل میں گھوما کرتے تھے۔ یہ مضمون مختصر طور پر رسالہ فضائل حج اور شمائل ترمذی کے ترجمہ خصائل میں بھی گزر چکا ہے۔ ۷

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَيَّ خَلْقِكَ يَا خَلِيفَةَ الْخَلَائِفِ كُلِّهِمْ

(۱۰) حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے زاد السعید میں درود و سلام کی ایک چہل حدیث تحریر فرمائی ہے اور اسی سے نشر الطیب میں بھی حوالوں کے حذف کے ساتھ نقل فرمائی ہے، اس کو اس رسالہ میں ترجمہ کے اضافہ کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے تاکہ وہ برکت حاصل ہو جو حضرت نے تحریر فرمائی ہے۔

زاد السعید میں حضرت نے تحریر فرمایا ہے کہ یوں تو مشائخ کرام سے صد ہا صیغے اس کے منقول ہیں، دلائل الخیرات اس کا ایک نمونہ ہے مگر اس مقام پر صرف جو صیغے صلوٰۃ و سلام کے احادیث مرفوعہ حقیقیہ یا حکمیہ میں وارد ہیں ان میں سے چالیس صیغے مرقوم ہوتے ہیں، جس میں پچیس صلوٰۃ اور پندرہ سلام کے ہیں



گویا یہ مجموعہ درود شریف کی پہلی حدیث ہے جس کے باب میں بشارت آئی ہے کہ جو شخص امر دین کے متعلق چالیس حدیثیں میری امت کو پہنچا دے اس کو اللہ تعالیٰ زمرہ علماء میں محسور فرمائیں گے اور میں اُس کا شفیع ہوں گا۔ درود شریف کا امر دین سے ہونا بوجہ اس کا مانور بہ ہونے کے ظاہر ہے تو ان احادیث شریفہ کے جمع کرنے سے مضاعف ثواب (اجر درود و اجر تبلیغ پہل حدیث) کی توقع ہے ان احادیث سے قبل دو صیغے قرآن مجید سے تبرکاً لکھے جاتے ہیں جو اپنے عموم لفظی سے صلوٰۃ نبویہ کو بھی شامل ہیں، اگر کوئی شخص ان سب صیغوں کو روزانہ پڑھ لیا کرے تو تمام فضائل و برکات جو مجداً جدا ہر صیغے کے متعلق ہیں بہم آئیں اُس شخص کو حاصل ہو جائیں۔





## صِيغَةُ قُرْآنِي

(۱) سَلَامٌ عَلَى عِبَادِهِ (ترجمہ) سلام نازل ہو اللہ کے

الَّذِينَ اصْطَفٰهُ (نزل ع ۵) برگزیدہ بندوں پر۔

(۲) سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ (صفت ع ۵) سلام ہو رسولوں پر۔

چہل حدیث مشتمل بر صلوٰۃ و سلام (باضافہ ترجمہ)

## صِيغَةُ صَلَوٰةٍ

اے اللہ سیدنا محمد ﷺ اور آل محمد

پر درود نازل فرما، اور آپ کو ایسے

ٹھکانے پر پہنچا جو تیرے نزدیک

مقرب ہو۔

اے اللہ (قیامت تک) قائم رہنے

والی اس پکار اور نافع نماز کے مالک

درود نازل فرما سیدنا محمد ﷺ

پر اور مجھ سے اس طرح راضی ہو جا کہ

اس کے بعد کبھی ناراض نہ ہو۔

اے اللہ درود نازل فرما سیدنا محمد پر جو

تیرے بندے اور رسول میں اور درود

(حدیث اول) اَللّٰهُمَّ صَلِّ

عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ

مُحَمَّدٍ وَاَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ

الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ.

(۲) اَللّٰهُمَّ رَبَّ هَذِهِ

الدَّعْوَةِ الْقَائِمَةِ وَالصَّلَاةِ

الْثَّائِفَةِ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ

وَارْضُ عَنِّي رِضًا لَا تَسْخَطُ

بَعْدَهُ اَبَدًا.

(۳) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ

عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ وَصَلِّ عَلَى



الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ  
وَالْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ  
(۴) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ  
وَ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَ بَارِكْ عَلٰى  
مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَ اَرْحَمْ  
مُحَمَّدًا وَ اٰلَ مُحَمَّدٍ كَمَا  
صَلَّيْتَ وَ بَارَكْتَ وَ رَحِمْتَ  
عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ  
اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ جَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ۔

نازل فرما سارے مومنین اور مومنات  
اور مسلمین و مسلمات پر۔  
اے اللہ درود نازل فرما سیدنا محمد ﷺ اور  
آل سیدنا محمد ﷺ پر اور برکت نازل فرما  
سیدنا محمد ﷺ اور آل سیدنا محمد ﷺ پر  
اور رحمت نازل فرما سیدنا محمد ﷺ  
اور آل سیدنا محمد ﷺ پر جیسا کہ تُو نے  
درود و برکت و رحمت سیدنا ابراہیمؑ  
پر نازل فرمایا بیشک تو ستودہ صفات  
بزرگ ہے۔

(۵) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ  
وَ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ  
عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ جَمِيْدٌ  
مُّجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ  
وَ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ  
عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ  
جَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ۔

اے اللہ درود نازل فرما  
سیدنا محمد ﷺ اور آل سیدنا محمد ﷺ پر جس  
طرح تُو نے درود نازل فرمایا آل سیدنا  
ابراہیمؑ پر بیشک تو ستودہ صفات بزرگ  
اے اللہ برکت نازل فرما سیدنا محمد ﷺ  
اور آل سیدنا محمد ﷺ پر جس طرح تُو نے  
سیدنا ابراہیمؑ کی اولاد پر برکت نازل فرمائی  
بیشک تو ستودہ صفات بزرگ ہے۔

(۶) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ  
وَ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ  
عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ

اے اللہ درود نازل فرما سیدنا محمد ﷺ اور آل  
سیدنا محمد ﷺ پر جیسا کہ تُو نے درود نازل  
فرمایا آل سیدنا ابراہیمؑ پر بیشک تو ستودہ صفا

حَمِيدٌ مُّجِيدٌ، وَبَارِكٌ عَلَى  
مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا  
بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ  
إِنَّكَ حَمِيدٌ مُّجِيدٌ۔

۷) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ  
وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ  
عَلَى إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ  
حَمِيدٌ مُّجِيدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ  
عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ  
كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ  
إِنَّكَ حَمِيدٌ مُّجِيدٌ۔

۸) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ  
وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ  
عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ  
إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُّجِيدٌ  
وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى  
آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى  
إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُّجِيدٌ۔

ستودہ صفات بزرگ ہے۔

عہ والفرق بین الخامس والسادس یلفظ اللہم قبل باریک کما  
یظہر من السعیۃ ومنها اخذہما فی ذال السعیۃ۔



(۹) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ  
وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ  
عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰی  
مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا  
بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ  
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ  
بزرگ ہے۔

(۱۰) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ  
وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ  
عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ  
اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ  
وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا  
بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ  
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ  
بیشک تو ستودہ صفات بزرگ ہے۔

(۱۱) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ  
وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ  
عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ  
عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ  
كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ  
فِي الْعٰلَمِيْنَ اِنَّكَ  
اے اللہ درود نازل فرما سیدنا محمد ﷺ  
اور آل سیدنا محمد ﷺ پر جس طرح  
تو نے آل سیدنا ابراہیم پر درود نازل فرمایا  
اور برکت نازل فرما سیدنا محمد ﷺ  
اور آل سیدنا محمد ﷺ پر جس طرح تو  
نے سیدنا ابراہیم کی اولاد پر برکت نازل

حَمِيدٌ مَّجِيدٌ

ستودہ صفات بزرگ ہے۔

فرمائی سارے جہانوں میں بیشک تو

(۱۲) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

وَ اَزْوَاجِهِ وَ ذُرِّيَّتِهِ كَمَا

صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ

وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ اَزْوَاجِهِ

وَ ذُرِّيَّتِهِ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى

اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ

اے اللہ درود نازل فرمائیے نامحمد

اور آپ کی ازواج مطہرات اور ذریات

پر جس طرح تو نے سیدنا ابراہیم کی اولاد

پر درود نازل فرمایا اور برکت نازل

فرمائیے نامحمد اور آپ کی

ازواج مطہرات اور ذریات پر جس

طرح تو نے سیدنا ابراہیم کی اولاد پر برکت نازل فرمائی بیشک تو ستودہ صفات والا بزرگ

(۱۳) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

وَ عَلٰى اَزْوَاجِهِ وَ ذُرِّيَّتِهِ كَمَا

صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ

وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی

اَزْوَاجِهِ وَ ذُرِّيَّتِهِ كَمَا

بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ

اِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ

اے اللہ درود نازل فرمائیے نامحمد اور

آپ کی ازواج مطہرات اور آپ کی

ذریات پر جیسا کہ تو نے درود نازل

فرمایا آل ابراہیم پر اور برکت نازل

فرمائیے نامحمد اور آپ کی ازواج

مطہرات اور آپ کی ذریات پر جیسا کہ

تو نے آل ابراہیم پر برکت نازل فرمائی

بیشک تو ستودہ صفات بزرگ ہے۔

(۱۴) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

اِلٰی النَّبِيِّ وَ اَزْوَاجِهِ اُمَّهَاتِ

الْمُؤْمِنِيْنَ وَ ذُرِّيَّتِهِ وَ اَهْلِ

بَيْتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی

اے اللہ درود نازل فرمائیے اکرم سیدنا محمد

اور آپ کی ازواج مطہرات

پر جو سارے مسلمانوں کی مائیں ہیں اور

آپ کی ذریات اور آپ کے اہل بیت پر جیسا کہ تو نے



سیدنا ابراہیمؑ پر دُرود نازل فرمایا۔ بیشک

اے اللہ دُرود نازل فرما سیدنا محمدؐ

اور آل سیدنا محمدؐ پر جس طرح تُو نے

دُرود نازل فرمایا سیدنا ابراہیمؑ اور آل

سیدنا ابراہیمؑ پر اور برکت نازل فرما

سیدنا محمدؐ اور آل سیدنا محمدؐ پر

جس طرح تُو نے برکت نازل فرمائی حضرت

ابراہیمؑ پر اور رحمت بھیج سیدنا محمدؐ

پر اور آل سیدنا محمدؐ پر جس طرح

تُو نے رحمت بھیجی سیدنا ابراہیمؑ پر اور

اے اللہ سیدنا محمدؐ اور آل سیدنا

محمدؐ پر دُرود نازل فرما جس

طرح تُو نے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت

ابراہیمؑ کی اولاد پر دُرود نازل فرمایا۔

بیشک تو ستودہ صفات بزرگ ہے۔

اے اللہ سیدنا محمدؐ اور سیدنا

محمدؐ کی اولاد پر برکت نازل فرما

جس طرح تُو نے سیدنا ابراہیمؑ اور سیدنا

ابراہیمؑ کی اولاد پر برکت نازل فرمائی۔

إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ

تو ستودہ صفات بزرگ ہے۔

(۱۵) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ

وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ

عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ

إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ

وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ

عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَتَرَحَّمْ عَلَى

مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا

تَرَحَّمْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى

آلِ إِبْرَاهِيمَ۔

سیدنا ابراہیمؑ کی اولاد پر۔

(۱۶) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ

وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ

عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ

إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى

آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى

إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ

إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ۔ اَللّٰهُمَّ

تَرَحَّمْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ

مُحَمَّدٍ كَمَا تَرَحَّمْتَ عَلَىٰ  
إِبْرَاهِيمَ وَعَلَىٰ آلِ إِبْرَاهِيمَ  
إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ ۝ اللَّهُمَّ  
تَحَنَّنْ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ  
آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تَحَنَّنْتَ  
عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَعَلَىٰ آلِ إِبْرَاهِيمَ  
إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ ۝ اللَّهُمَّ  
سَلِّمْ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِ  
مُحَمَّدٍ كَمَا سَلَّمْتَ عَلَىٰ  
إِبْرَاهِيمَ وَعَلَىٰ آلِ إِبْرَاهِيمَ  
إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ ۝

بیشک تو ستودہ صفات بزرگ ہے۔  
اے اللہ رحمت بھیج سیدنا محمد ﷺ  
اور سیدنا محمد ﷺ کی اولاد پر جس  
طرح تو نے سیدنا ابراہیمؑ اور سیدنا ابراہیمؑ  
کی اولاد پر رحمت بھیجی بیشک تو  
ستودہ صفات بزرگ ہے۔ اے اللہ  
سیدنا محمد ﷺ اور سیدنا محمد ﷺ  
کی اولاد پر محبت آمیز شفقت فرما جس  
طرح تو نے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت  
ابراہیمؑ کی اولاد پر محبت آمیز شفقت  
فرمائی۔ بیشک تو ستودہ صفات بزرگ ہے

اے اللہ سلام بھیج سیدنا محمد ﷺ اور سیدنا محمد ﷺ کی اولاد پر جس طرح  
تو نے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی اولاد پر سلام بھیجا۔ بیشک تو ستودہ صفات  
بزرگ ہے۔

﴿۱۷﴾ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ  
وَعَلَىٰ آلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ  
عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِ مُحَمَّدٍ  
وَارْحَمْ مُحَمَّدًا وَعَلَىٰ آلِ مُحَمَّدٍ  
كَمَا صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ  
وَتَرَحَّمْتَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ  
وَعَلَىٰ آلِ إِبْرَاهِيمَ فِي الْعَالَمِينَ

اے اللہ درود نازل فرما سیدنا محمد ﷺ اور  
سیدنا محمد ﷺ کی آل پر اور  
برکت و سلام بھیج سیدنا محمد ﷺ  
اور سیدنا محمد ﷺ کی اولاد پر اور  
رحمت فرما سیدنا محمد ﷺ اور  
سیدنا محمد ﷺ کی اولاد پر جیسا تو  
نے درود و برکت و رحمت نازل



وَالضَّالِّحِينَ يَا أَرْحَمَ  
الرَّاحِمِينَ۔  
لائی ہو اور آپ کو ان سب سے افضل  
بدل عطا فرما جو تونے کسی نبی کو اس کی قوم  
کی طرف سے اور کسی رسول کو اس کی امت کی طرف سے عطا فرمایا اور حضور ﷺ  
کے تمام برادران انبیاء و صالحین پر اے ارحم الراحمین درود نازل فرما۔

(۲۲) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ  
وَ عَلٰی اٰلِہٖ الرَّحْمٰی وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ  
کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰہِیْمَ  
وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰہِیْمَ وَ بَارِکْ  
عَلٰی مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ الرَّحْمٰی  
وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ  
عَلٰی اِبْرٰہِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰہِیْمَ  
اِنَّکَ حَمِیدٌ مَّجِیدٌ۔  
اے اللہ درود نازل فرما نبی اُمّی سیدنا  
محمد ﷺ پر اور سیدنا محمد ﷺ کی  
اولاد پر جیسا تونے درود نازل فرمایا  
حضرت ابراہیمؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی  
اولاد پر اور برکت نازل فرما نبی اُمّی سیدنا  
محمد ﷺ اور سیدنا محمد ﷺ کی اولاد  
پر جیسا تونے برکت نازل فرمائی حضرت  
ابراہیمؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی اولاد پر

بیشک توستودہ صفات بزرگ ہے۔

(۲۳) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ  
وَ عَلٰی اٰہْلِ بَیْتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ  
عَلٰی اِبْرٰہِیْمَ اِنَّکَ حَمِیدٌ مَّجِیدٌ  
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَیْنَا مَعَهُمُ  
اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ  
عَلٰی اٰہْلِ بَیْتِہٖ کَمَا بَارَکْتَ  
عَلٰی اِبْرٰہِیْمَ اِنَّکَ حَمِیدٌ مَّجِیدٌ  
اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلَیْنَا مَعَهُمُ  
اے اللہ درود نازل فرما سیدنا  
محمد ﷺ پر اور آپ کے گھر والوں پر  
جیسا تونے حضرت ابراہیمؑ پر درود نازل  
فرمایا۔ بیشک توستودہ صفات بزرگ ہے۔  
اے اللہ ہمارے اوپر ان کے ساتھ درود  
نازل فرما اے اللہ برکت نازل فرما سیدنا  
محمد ﷺ پر اور آپ کے گھر والوں پر  
جیسا تونے برکت نازل فرمائی حضرت ابراہیمؑ

صَلَوَاتُ اللَّهِ وَصَلَوَاتُ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۲۳﴾ پر بیشک تو ستودہ صفات بزرگ ہے۔  
 عَلَى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ اے اللہ ہمارے اوپر ان کے ساتھ برکت  
 نازل فرما۔ اللہ تعالیٰ کے بکثرت درود اور مؤمنین کے بکثرت درود نبی اُمّی سیدنا  
 مُحَمَّد ﷺ پر نازل ہوں۔

﴿۲۴﴾ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا جَعَلْتَهَا عَلَى آلِ اِبْرَاهِيمَ اِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى اِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ اِبْرَاهِيمَ اِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ۔  
 اے اللہ اپنے درود اور اپنی رحمت اور اپنی برکتیں سیدنا مُحَمَّد ﷺ اور سیدنا مُحَمَّد ﷺ کی اولاد پر نازل فرما جیسا تو نے حضرت ابراہیمؑ کی اولاد پر فرمایا۔ بیشک تو ستودہ صفات بزرگ ہے اور برکت فرما سیدنا مُحَمَّد ﷺ اور سیدنا مُحَمَّد ﷺ کی اولاد پر جیسا تو نے برکت نازل فرمائی حضرت ابراہیمؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی اولاد پر بیشک تو ستودہ صفات بزرگ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ درود نازل فرمائیں نبی اُمّی پر۔

## ﴿صِيغَةُ السَّلَامِ﴾

﴿۲۶﴾ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ ساری عباداتِ قولیہ اور عباداتِ بدنہ اور عباداتِ مالیہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ سلام ہو آپ پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اُس کی برکتیں آپ پر نازل ہوں۔ سلام



عَلَيْنَا وَعَلَىٰ عِبَادِ اللَّهِ  
الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ  
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ  
مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں

﴿۲۷﴾ التَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ  
الصَّلَوَاتُ لِلَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ  
آيَتُهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ  
السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَىٰ عِبَادِ اللَّهِ  
الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ  
إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا  
عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

مُحَمَّدٌ ﷺ اللہ کے بندے اور اُس کے رسول ہیں۔

﴿۲۸﴾ التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ  
الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلَّهِ  
السَّلَامُ عَلَيْكَ آيَتُهَا النَّبِيُّ  
وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ  
السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَىٰ عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ  
أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ  
وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ  
أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

تمام عباداتِ قولیہ، مالیہ، بدنیہ اللہ ہی  
کے لیے ہیں۔ اے نبی ﷺ آپ پر  
سلام اور اللہ کی رحمت اور اُس کی  
برکتیں نازل ہوں۔ سلام ہو ہم پر اور  
اللہ کے نیک بندوں پر۔ میں شہادت  
دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں  
وہ تنہا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں ہے  
اور شہادت دیتا ہوں کہ سیدنا

مُحَمَّدَ ﷺ اللہ کے بندے اور اُس کے رسول ہیں۔

(۲۹) التَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ  
الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلَّهِ  
سَلَامٌ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ  
وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ سَلَامٌ  
عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ  
أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ  
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا  
عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

رسول ہیں۔

(۳۰) بِسْمِ اللَّهِ وَبِاللَّهِ  
التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ  
وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ  
أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ  
السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ  
الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ  
إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا  
عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ أَسْأَلُ اللَّهَ  
الْجَنَّةَ وَأَعُوذُ بِاللَّهِ  
مِنَ النَّارِ

رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے میں جنت کی درخواست کرتا ہوں اور جہنم سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔



(۳۱) التَّحِيَّاتُ الزَّكَايَاتُ  
 بِاللهِ الطَّيِّبَاتُ الصَّالَوَاتُ لِلَّهِ  
 السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ  
 وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ  
 عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ  
 أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ  
 وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا  
 عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.  
 اور اُس کے رسول ہیں۔

(۳۲) بِسْمِ اللهِ وَبِاللهِ خَيْرِ  
 الْأَسْمَاءِ التَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ  
 الصَّالَوَاتُ لِلَّهِ أَشْهَدُ  
 أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ  
 لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ  
 مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ  
 أَرْسَلَهُ بِالْحَقِّ بَشِيرًا  
 وَنَذِيرًا قَاتِلَ السَّاعَةِ  
 آتِيَةً لَا رَيْبَ فِيهَا  
 السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ  
 وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ  
 السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ

پاکیزہ عباداتِ قرلیہ، عباداتِ مالیہ،  
 عباداتِ بدنیہ اللہ کے لیے ہیں۔ سلام  
 ہو آپ پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور  
 اُس کی برکتیں ہوں ہم پر اور اللہ کے نیک  
 بندوں پر (بھی) سلام ہو میں شہادت  
 دیتا ہوں کہ بیشک اللہ تعالیٰ کے سوا  
 کوئی معبود نہیں اور شہادت دیتا ہوں کہ  
 بیشک سیدنا محمد ﷺ اللہ کے بندے  
 اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں اور  
 اللہ کی ہی توفیق سے جو سارے ناموں  
 میں سب سے بہتر نام ہے۔ ساری  
 عباداتِ قرلیہ، عباداتِ مالیہ،  
 عباداتِ بدنیہ اللہ کے لیے ہیں۔ میں  
 گواہی دیتا ہوں کہ بلا شک اللہ کے سوا  
 کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے اُس کا  
 کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں  
 کہ بلا شک سیدنا محمد ﷺ اللہ کے  
 بندے اور اُس کے رسول ہیں۔ آپ کو  
 حق کے ساتھ (فرمانبرداروں کے لیے)،  
 خوشخبری دینے والا (نافرانوں کے لیے)،

اللّٰهُ الصّٰلِحِيْنَ، اَللّٰهُمَّ ۞ ڈرانے والا بنا کر بھیجا اور اس بات کی  
اغْفِرْ لِيْ وَاهْدِنِيْ. ۞ گواہی دیتا ہوں کہ قیامت آنے والی ہے  
اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ سلام ہو آپ پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اُس کی  
برکتیں ہوں۔ سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر اے اللہ میری مغفرت فرما  
اور مجھ کو ہدایت دے۔

﴿۳۳﴾ اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ ۞ ساری عباداتِ قولیہ، عباداتِ مالیہ اور  
وَالصَّلٰوَاتُ وَالْمُلُكُ لِلّٰهِ ۞ عباداتِ بدنیہ اور ملک اللہ کے لئے  
السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ ۞ ہے۔ سلام ہو آپ پر اے نبی اور اللہ کی  
وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ. ۞ رحمت اور اُس کی برکتیں ہوں۔  
﴿۳۴﴾ بِسْمِ اللّٰهِ التَّحِيَّاتُ ۞ اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں ساری  
بِنِ اللّٰهِ الصَّلٰوَاتُ لِلّٰهِ الرَّاٰكِيَّاتُ لِلّٰهِ ۞ عباداتِ قولیہ اللہ کے لئے ہیں۔ ساری  
السَّلَامُ عَلٰی النَّبِيِّ وَرَحْمَةُ ۞ عباداتِ بدنیہ اللہ کے لئے ہیں۔ ساری  
اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا ۞ پاکیزہ عبادات اللہ کے لئے ہیں۔ سلام  
وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ ۞ ہو نبی پر اور اللہ کی رحمت اور اُس کی برکتیں  
شَهِدْتُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۞ ہوں۔ سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک  
شَهِدْتُ اَنْ مُحَمَّدًا ۞ بندوں پر میں نے اس بات کی گواہی  
رَسُوْلُ اللّٰهِ. ۞ دی کہ بلا شک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں

اور میں نے گواہی دی کہ بلا شک سیدنا محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

﴿۳۵﴾ اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ ۞ ساری عباداتِ قولیہ، عباداتِ مالیہ  
الصَّلٰوَاتُ الرَّاٰكِيَّاتُ لِلّٰهِ ۞ عباداتِ بدنیہ (اور) ساری پاکیزہ گزیاں  
اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۞ اللہ کے لئے ہیں۔ میں شہادت دیتا ہوں



وَحَدَّثَنَا شَرِيكَهُ وَأَنَّ  
مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ  
السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ  
وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ  
السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ  
الصَّالِحِينَ .

اللہ کے نیک بندوں پر۔

﴿۳۶﴾ الشَّجِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ  
الصَّالَوَاتُ الزَّائِكِيَّاتُ رَبِّهِ  
أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ  
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللَّهِ  
وَرَسُولُهُ السَّلَامُ عَلَيْكَ  
أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ  
وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا  
وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ  
اللہ کے نیک بندوں پر -

﴿٣٤﴾ التَّحِيَّاتُ الصَّلَوَاتُ  
بِاللهِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ  
وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ  
عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ.  
﴿٣٨﴾ التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ

کہ بیشک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ  
تنہا ہے۔ اُس کا کوئی شریک نہیں اور  
بیشک سیدنا محمد ﷺ اللہ کے بندے  
اور اُس کے رسول ہیں۔ سلام ہو آپ  
پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اُس کی  
برکتیں ہوں۔ سلام ہو ہم پر اور

ساری عباداتِ قویہ، مالیہ اور عباداتِ  
بدنیہ اور ساری پاکیزگیاں اللہ کے لئے  
ہیں۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے  
سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں  
کہ سیدنا محمد ﷺ اللہ کے بندے اور  
اُس کے رسول ہیں۔ سلام جو آپ پر  
اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اُس کی  
برکتیں ہوں۔ سلام جو ہم پر اور

تمام عباداتِ قولیہ بذریعہ اللہ کے کیے ہیں  
سلام ہو آپ پر اے نبی اور اللہ کی رحمت  
اور اُس کی برکتیں ہوں۔ سلام ہو ہم پر  
اور اللہ کے نیک بندوں پر۔

تمام عباداتِ قلبیہ، بدنیہ، مالیہ اللہ

الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ  
السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ  
وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَسَلَامُ عَلَيْنَا  
وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ  
أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ  
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ  
وَرَسُولُهُ.

کے لئے ہیں۔ سلام ہو آپ پر لئے نبی  
اور اللہ کی رحمت ہو۔ سلام ہو ہم پر اور  
اللہ کے نیک بندوں پر۔ میں گواہی دیتا  
ہوں کہ بلا شک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں  
اور گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد ﷺ  
بے شبہ اللہ کے بندے اور اس کے  
رسول ہیں۔

(۳۹) التَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ  
الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلَّهِ  
السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ  
وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ  
عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ  
الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ  
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ  
أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ.

ساری بابرکت عباداتِ قولیہ عبادات  
بدنیہ عباداتِ مالیہ اللہ کے لئے ہیں  
سلام ہو آپ پر لئے نبی اور اللہ کی رحمت  
اور اس کی برکتیں ہوں۔ سلام ہو ہم پر  
اور اللہ کے نیک بندوں پر میں شہادت  
دیتا ہوں کہ بے شبہ اللہ کے سوا کوئی معبود  
نہیں اور شہادت دیتا ہوں کہ بے شک  
سیدنا محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔  
اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں  
اور سلام ہو اللہ کے رسول پر۔

(۴۰) بِسْمِ اللَّهِ وَالسَّلَامُ  
عَلَى رَسُولِ اللَّهِ.





## ﴿تَكْمِلَةٌ﴾

علامہ سخاویؒ نے قول بدیع میں مستقل ایک باب ان دُرودوں کے بارے میں تحریر فرمایا ہے جو اوقات مخصوصہ میں پڑھے جاتے ہیں اور اس میں یہ مواقع گنوائے ہیں :

وضو اور تیمم سے فراغت پر اور غسل جنابت اور غسل حیض سے فراغت پر، نیز نماز کے اندر اور نماز سے فراغ پر اور نماز قائم ہونے کے وقت اور اس کا موکد ہونا صبح کی نماز کے بعد اور مغرب کے بعد اور التَّحِيَّات کے بعد اور قنوت میں اور تہجد کے لیے کھڑے ہونے کے وقت اور اُس کے بعد۔ اور مساجد پر گزرنے کے وقت۔ اور مساجد کو دیکھ کر۔ اور مساجد میں داخل ہونے کے وقت اور مساجد سے باہر آنے کے وقت اور اذان کے جواب کے بعد۔ اور جمعہ کے دن میں اور جمعہ کی رات میں۔ اور شنبہ کو، اتوار کو، پیر کو، منگل کو، اور خطبہ میں جمعہ کے اور دونوں عیدوں کے خطبہ میں اور اِسْتِسْقَا کی نماز کے اور کُسُوف کے اور خُسُوف کے خطبوں میں، اور عیدین اور جنازہ کی تکبیرات کے درمیان میں، اور میت کے قبر میں داخل کرنے کے وقت اور شعبان کے مہینہ میں، اور کعبہ شریف پر نظر پڑنے کے وقت اور حج میں صفا مروہ پر چڑھنے کے وقت، اور لبتیک سے فراغت پر، اور حجر اسود کے بوسہ کے وقت اور ملتزم سے چمٹنے کے وقت اور عرفہ کی شام کو، اور منیٰ کی مسجد میں، اور مدینہ منورہ پر نگاہ پڑنے کے وقت، اور حضور اقدس ﷺ کی قبر اطہر کی زیارت کے وقت اور رخصت کے وقت اور حضور اقدس ﷺ کے آثار شریفہ اور گزرگاہوں اور قیام گاہوں، جیسے بدر وغیرہ پر گزرنے کے وقت، اور جانور کو ذبح کرنے کے وقت، اور تجارت کے وقت، اور وصیت کے لکھنے کے وقت، نکاح کے خطبہ میں، دن کے اول آخر میں۔ سونے کے وقت اور سفر کے وقت،

اور سواری پر سوار ہونے کے وقت، اور جس کو نیکہ کم آتی ہو اُس کے لئے، اور بازار  
 جانے کے وقت، دعوت میں جانے کے وقت، اور گھر میں داخل ہونے کے وقت،  
 اور رسالے شروع کرنے کے وقت اور بسم اللہ کے بعد، اور غم کے وقت، بے چینی  
 کے وقت، سختیوں کے وقت، اور فقر کی حالت میں، اور ڈوبنے کے موقع پر، اور  
 طاعون کے زمانہ میں، اور دُعا کے اَوّل اور آخر اور درمیان میں کان بچنے کے وقت  
 پاؤں سونے کے وقت، چھینک آنے کے وقت، اور کسی چیز کو رکھ کر بھول جانے  
 کے وقت، اور کسی چیز کے اچھا لگنے کے وقت، اور مولیٰ کھانے کے وقت، اور گدھے  
 کے بولنے کے وقت، اور گناہ سے توبہ کے وقت، اور جب ضرورتیں پیش آویں،  
 اور ہر حال میں، اور اُس شخص کے لئے جس کو کچھ تہمت لگائی گئی ہو اور وہ اُس سے  
 بری ہو، اور دوستوں سے ملاقات کے وقت، اور مجمع کے اجتماع کے وقت،  
 اور ان کے علیحدہ ہونے کے وقت، اور قرآن پاک کے ختم ہونے کے وقت، اور  
 قرآن پاک کے حفظ کرنے کی دُعا میں، اور مجلس سے اُٹھنے کے وقت، اور ہر اُس  
 جگہ میں جہاں اللہ کے ذکر کے لئے اجتماع کیا جاتا ہو، اور ہر کلام کے افتتاح میں،  
 اور جب حضور اقدس ﷺ کا ذکر مبارک ہو، علم کی اشاعت کے وقت،  
 حدیث پاک کی قرأت کے وقت، فتویٰ اور وعظ کے وقت، اور جب حضور اقدس  
 ﷺ کا نام مبارک لکھا جائے۔

علامہ سخاوی نے اوقاتِ مخصوصہ کے باب میں یہ مواقع ذکر کئے ہیں اور پھر  
 ان کی تائید میں روایات اور آثار ذکر کئے ہیں۔ اِختِصَّاءً اور صرف مواقع کے ذکر پر  
 اِکتفا کیا گیا۔ البتہ ان میں سے بعض کی روایات اس فصل میں ذکر کی جا چکی ہیں۔ البتہ  
 ایک بات قابلِ تنبیہ یہ ہے کہ علامہ سخاوی شافعی المذہب ہیں اور یہ سب مواقع  
 شافعیہ کے یہاں مستحب ہیں۔ حنفیہ کے نزدیک بعض مواقع میں مُستحب نہیں بلکہ



مکروہ ہے۔

علامہ شامیؒ لکھتے ہیں کہ دُرود شریف نماز کے قعدہ اخیرہ میں مُطلقاً اور سنتوں کے علاوہ بقیہ نوافل کے قعدہ اولیٰ میں بھی اور نمازِ جنازہ میں بھی سنت ہے اور جن اوقات میں بھی پڑھ سکتا ہو پڑھنا مستحب ہے بشرطیکہ کوئی مانع نہ ہو اور علمائے تصریح کی ہے اس کے استحباب کی جمعہ کے دن میں اور اُس کی رات میں اور شنبہ کو اور اتوار کو، جمعرات کو اور صبحِ شام اور مسجد کے داخل ہونے میں اور نکلنے میں اور حضور اقدس ﷺ کی قبر اطہر کی زیارت کے وقت اور صفا مروہ پر۔ جمعہ وغیرہ کے خطبہ میں۔ اذان کے جواب کے بعد اور تکبیر کے وقت اور دُعا مانگنے کے شروع میں، بیچ میں اور اخیر میں، اور دُعاتے قنوت کے بعد، اور لبتیک سے فراغت کے بعد، اور اجتماع اور افتراق کے وقت، وضو کے وقت، کان کے بچنے کے وقت، اور کسی چیز کے بھول جانے کے وقت وعظ کے وقت، علوم کی اشاعت کے وقت، حدیث کی قرأت کے ابتدا میں اور انتہا میں، استفتاء اور فتویٰ کی کتابت کے وقت، اور ہر مصنف اور پڑھنے پڑھانے والے کے لئے، اور خطیب کے لئے اور منگنی کرنے والے کے لئے۔ اپنا نکاح کرنے والے کے لئے۔ دوسرے کا نکاح کرانے والے کے لئے، اور رسالوں میں اور اہم امور کے شروع کے وقت، اور حضور اقدس ﷺ کا پاک نام لینے یا سُنانے یا لکھنے کے وقت، اور سات اوقات میں دُرود شریف پڑھنا مکروہ ہے۔ صحبت کے وقت، پیشاب یا پاخانہ کے وقت، بیچنے کی چیز کی تشہیر کے لئے۔ ٹھوکر کھانے کے وقت، تعجب کے وقت جانور کے ذبح کرنے کے وقت، چھینک کے وقت۔ اسی طرح قرآن پاک کی قرأت کے درمیان میں اگر حضور اقدس ﷺ کا پاک نام آئے تو درمیان میں دُرود شریف نہ پڑھے۔ اھ

چوتھی فصل کے آدابِ متفرقہ کے ۵ پر بھی اس کے متعلق بعض مسائل آ رہے ہیں۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى اِمَامِنَا عَلٰى خَلِيْفَتِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ

## (تیسری فصل)

اُن احادیث کے بیان میں جن میں نبی کریم ﷺ پر  
دُرود نہ پڑھنے کی وعیدیں وارد ہوتی ہیں

(۱) عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ ۖ حضرت کعب بن عجرہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ  
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ منبر کے  
أَحْضَرُوا الْمِنْبَرَ فَحَضَرْنَا قریب ہو جاؤ۔ ہم لوگ حاضر ہو گئے جب  
فَلَمَّا ارْتَقَى دَرَجَةً قَالَ حضورؐ نے منبر کے پہلے درجہ پر قدم مبارک  
أَمِينَ ثُمَّ ارْتَقَى الثَّانِيَةَ رکھا تو فرمایا آمین۔ جب دوسرے پر قدم  
فَقَالَ أَمِينَ ثُمَّ ارْتَقَى رکھا تو پھر فرمایا آمین۔ جب تیسرے پر قدم  
الثَّالِثَةَ فَقَالَ أَمِينَ فَلَمَّا رکھا تو پھر فرمایا آمین۔ جب آپؐ خطبے سے  
نَزَلَ فَلَمَّا يَارَسُولَ اللَّهِ قَدْ فارغ ہو کر نیچے اترے تو ہم نے عرض کیا  
سَمِعْنَا مِنْكَ الْيَوْمَ شَيْئًا کہ ہم نے آج آپؐ سے (منبر پر چڑھتے  
مَا كُنَّا نَسْمَعُ فَقَالَ إِنَّ ہوئے) ایسی بات سنی جو پہلے کبھی نہیں سنی  
جِبْرِيلَ عَرَضَ لِي فَقَالَ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اُس وقت جبریلؑ  
بَعْدَ مَنْ أَدْرَكَ رَمَضَانَ علیہ السلام میرے سامنے آتے تھے (جب  
فَلَمْ يُغْفَرْ لَهُ قُلْتُ أَمِينَ پہلے درجہ پر میں نے قدم رکھا تو) انہوں نے  
فَلَمَّا رَقِيتُ الثَّانِيَةَ قَالَ کہا ہلاک ہو جو وہ شخص جس نے رمضان  
بَعْدَ مَنْ ذُكِرَتْ عَنْهُ لَا فَلَمْ کا مبارک مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت



يُصَلِّ عَلَيْكَ فَقُلْتُ آمِينَ ﴿۱﴾ نہ ہوئی۔ میں نے کہا آمین۔ پھر جب میں  
 فَلَمَّا رَقِيتُ الثَّالِثَةَ قَالَ دوسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا  
 بَعْدَ مَنْ أَدْرَكَ أَبْوَيْهَ ہلاک ہو جو وہ شخص جس کے سامنے آپکا  
 الْكِبَرُ عِنْدَهُ لَا أَوْ أَحَدَهُمَا ذکر مبارک ہو اور وہ درود نہ بھیجے۔ میں  
 فَلَمْ يَدْخُلْهُ الْجَنَّةَ نے کہا آمین۔ جب میں تیسرے درجہ پر  
 قُلْتُ آمِينَ ﴿۲﴾ چڑھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس  
 کے سامنے اُس کے والدین یا اُن میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پاویں اور وہ اُس کو  
 جنت میں داخل نہ کرائیں۔ میں نے کہا آمین۔

﴿رواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد والبخاری فی بر الوالدین ابن حبان فی صحیحہ وغیرہم و ذکرہما النحوی﴾

﴿فائدہ﴾ یہ روایت فضائلِ رمضان میں گزر چکی ہے۔ اس میں یہ لکھا تھا

کہ اس حدیث میں حضرت جبریل علیہ السلام نے تین بددُعائیں دی ہیں اور حضور اقدس  
 ﷺ نے تینوں پر آمین فرمائی۔ اول حضرت جبریل علیہ السلام جیسے مُقَرَّب فرشتہ کی  
 بددُعایہی کیا کم تھی اور پھر حضور اقدس ﷺ کی آمین نے تو جتنی سخت بددُعایہ بنا دی  
 وہ ظاہر ہے، اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل سے ہم لوگوں کو ان تینوں چیزوں سے بچنے کی  
 توفیق عطا فرماویں اور ان برائیوں سے محفوظ رکھیں، ورنہ ہلاکت میں کیا تردد ہے۔  
 درمنثور کی بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خود حضرت جبریل علیہ السلام نے  
 حضور ﷺ سے کہا کہ آمین کہو تو حضور ﷺ نے آمین فرمایا، جس سے اور بھی زیادہ  
 اہتمام معلوم ہوتا ہے۔

علامہ سخاویؒ نے اس مضمون کی مُتَعَدِّد روایتیں ذکر کی ہیں۔ حضرت مالک بن

حُوْرِثؒ سے بھی ایک روایت نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ  
 ایک مرتبہ منبر پر چڑھے، جب پہلے درجہ پر قدم رکھا تو فرمایا آمین۔ پھر دوسرے درجہ

پر قدم رکھا تو فرمایا آمین۔ پھر تیسرے پر قدم رکھا تو فرمایا آمین۔ پھر ارشاد فرمایا کہ میرے پاس جبریلؑ آتے تھے، انہوں نے کہا اے محمدؐ (ﷺ) جو شخص رمضان کو پاوے اور اس کی مغفرت نہ کی جائے اللہ اُس کو ہلاک کرے، میں نے کہا آمین۔ اور وہ شخص کہ جس نے ماں باپ یا اُن میں سے ایک کا زمانہ پایا ہو پھر بھی جہنم میں داخل ہو گیا ہو (یعنی ان کی ناراضی کی وجہ سے) اللہ اُس کو ہلاک کرے۔ میں نے کہا آمین۔ اور جس کے سلسلہ آپؐ کا ذکر مبارک آوے اور وہ درود نہ پڑھے اللہ اُس کو ہلاک کرے۔ میں نے کہا آمین۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہ مضمون نقل کیا گیا ہے۔ وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ منبر کے ایک درجہ پر چڑھے اور فرمایا آمین۔ پھر دوسرے درجہ پر چڑھ کر فرمایا آمین۔ پھر تیسرے درجہ پر چڑھ کر فرمایا آمین۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے آمین کس بات پر فرمائی تھی حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس جبریلؑ آتے تھے اور انہوں نے کہا (زمین پر) ناک رگڑے وہ شخص جس نے اپنے والدین یا ان میں سے ایک کا زمانہ پایا ہو اور انہوں نے اُس کو جنت میں داخل نہ کرایا ہو، میں نے کہا آمین۔ اور ناک رگڑے وہ شخص (یعنی ذلیل ہو) جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور اُس کی مغفرت نہ کی گئی ہو۔ میں نے کہا آمین۔ اور ناک رگڑے وہ شخص جس کے سامنے آپؐ کا ذکر کیا جاتے اور وہ آپؐ پر درود نہ بھیجے۔ میں نے کہا آمین۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی یہ قصہ نقل کیا گیا ہے اور اس میں بھی منبر پر تین مرتبہ آمین آمین کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کے سوال پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب میں پہلے درجہ پر چڑھا تو میرے پاس جبریلؑ آتے اور انہوں نے کہا بد بخت ہو جیو وہ شخص جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور وہ مبارک مہینہ ختم ہو گیا اور اُس کی مغفرت نہ ہوئی۔ میں نے کہا آمین۔ پھر انہوں نے کہا بد بخت ہو جیو وہ شخص جس نے اپنے والدین کو یا اُن میں سے کسی ایک کو پایا ہو اور انہوں نے اُس کو جنت میں داخل نہ کرایا ہو۔ میں